إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

اے اہل بیت نبی خدا تو یہی ارادہ کرتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور کر دے اور تم کو خوب پاک کرے

ماہ رمضان مبارک سنہ ۱۳۵۱ھ

الحمد للہ کہ ان ایام مبارکہ میں کتاب لاجواب مسمیٰ بہ

ابو النعمان محمد بشیر قادری
خطیب جامع مسجد عیسے بٹ مرحوم لاہور

تحفہ شیعہ

حصہ دوم

از تصانیف

فاضل لوذعی عالم یلمعی عالیجناب مولانا مولوی محمد نور بخش۔ توکلی ایم۔ اے پروفیسر

جس میں مصباح الظلم و ایضاح البہم مصنفہ شمس العلماء سید امداد امام اور دیگر کتب شیعہ میں سے کمالات اہل بیت کو معرض بحث میں لاکر ثابت کیا گیا ہے کہ اہل بیت نبی کی توہین و تذلیل کرنیوالے اور واقعہ ہائلہ کربلا کے اصل مجرم بلکہ اسلام کے دشمن شیعہ ہیں

عامہ اہل اسلام کی بہبودی کے لئے

انجمن نعمانیہ ہند لاہور کی طرف سے

مطبع کریمی لاہور میں باہتمام میر قدرت اللہ پرنٹر حلیہ طبع سے مزین ہو کر شائع ہوئی

فہرست مضامین تحفہ شیعہ حصہ دوم

مضمون	صفحہ
حدیث ثقلین میں تمسک بالعترت سے مراد اہل بیت کی محبت واحترام اور اُن کے حقوق کی رعایت ہے۔	۱ تا ۱۱
سیّد محمد مجتہد لکھنوی کے اس قول کی تردید کہ تمسک بالعترت سے مراد عترت کے اوامر ونواہی کا امتثال ہے۔	۱۲ - ۱۳
زوجہ کا اہل بیت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے	۱۴ - ۱۵
آیۂ تطہیر اور آیات سابقہ ولاحقہ سے ازواج مطہرات کی فضیلت اور اُن کا اہل بیت نبوت ہونا ثابت ہوتا ہے۔	۱۵ تا ۲۰
شیعہ ازواج مطہرات کو اہل بیت میں شمار نہیں کرتے۔ ان کے دلائل کا جواب	۲۰ تا ۲۲
شیعہ آیۂ تطہیر سے آل عبا کی معصومیت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے استدلال کا جواب	۲۳ تا ۲۷
حضرت امیر کو اپنے غیر معصوم ہونے کا اعتراف	۲۸
شیعہ سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم وآپ کے اہل بیت کی توہین وتذلیل کرتے ہیں	
بقول شیعہ حضور بھی آخر الزمان تحفتاً تقیہ فرماتے تھے	۲۹
شیعہ حضرت علی مرتضےٰ کو جناب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی افضل خیال کرتے ہیں۔	۳۰
شیعہ جناب رسالت مآب کے اصحاب کرام کو کافر ومرتد ومنافق بتاتے ہیں۔	۳۰
حضرت عائشہ صدیقہؓ کی نسبت شیعہ کی دریدہ دہنی	۳۱ تا ۳۵
بقول شیعہ حضرات زینب ورقیہ وام کلثوم جناب رسالت مآب کی صلبی بیٹیاں نہ تھیں بلکہ آپکی ربیبہ تھیں	۳۶
حسب روایات شیعہ حضرت فاطمہ زہراءؓ جناب مولےٰ مرتضےٰ کے ساتھ نکاح کرنے میں خوش نہ تھیں۔	۳۷
حضرت زہراؓ نے حضرت عمر فاروق کا گریبان پکڑ لیا۔ حضرت زہراؓ کا حضرت امیر کو ملامت کرنا	۳۷
جناب رسالت مآب بابی ہو وامی کی نواسی ام کلثوم بنت فاطمہ زہراءؓ کے حق میں شیعہ کی گستاخی۔	۳۸
جناب رسالت مآب کے چچا حضرت عباس اور اُن کی اولاد کے بارے میں شیعہ کی دریدہ دہنی۔	۳۸ تا ۴۱
کتب شیعہ میں حضرت علی مرتضیٰ کی فضیحت کی مثالیں	۴۲ تا ۵۱
حضرت امیر کے مددگاروں کی کثرت	۵۱
بےشمار فرشتے بھی حضرت امیرؓ کے شیعہ بتائے جاتے ہیں۔	۵۲
حسب اعتقاد شیعہ آئمہ کو اپنی موت کا وقت	

مضمون	صفحہ
معلوم ہوتا ہے اور وہ اپنے اختیار سے مرتے ہیں	۵۲
امام میں تیس علامتیں ہوتی ہیں	۵۳
حضرت امیرؓ کا حضرت فاطمہ زہراء کو گدھے پر سوار کر کے دربدر مدد مانگتے پھرنا	
مخالفین کا حضرت زہراء کو مجروح کرنا، محسن کا سقط ہونا۔ اور حضرت امیرؓ کا بڑی ذلت سے دربار صدیقی میں حاضر کیا جانا	۵۵ تا ۶۳
حضرت امیرؓ کے شیعہ نافرمان خائن و مفسد و مرتد تھے۔	۶۳-۶۴
شیعہ نے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ برا سلوک کیا اور ان کو اور حضرت امیرؓ کو کافر بتایا۔	۶۵ تا ۷۰
امام حسن کی رائے اپنے شیعہ کی نسبت	۷۰
شیعہ کا امام حسنؓ کو بوجہ صلح مذل المؤمنین کہنا اور امام حسینؓ کا اس صلح کو باعث ذلت سمجھنا۔	۷۲
امام حسن کے شیعہ کا رجسٹر	۷۳
حضرت حسنینؓ کا حضرت امیر معاویہؓ کی بیعت کرنا۔	۷۳-۷۵
تولد امام حسینؓ کے متعلق روایت کافی پر اعتراض	۷۵ تا ۸۱
حضرات حسنینؓ کے ساتھ حضرت عمر فاروقؓ کا حسن سلوک	۸۲
حضرت امیر معاویہؓ کی وصیت دربارہ امام حسینؓ	۸۳
حسب روایات امامیہ واقعہ کربلا کے اصل مجرم شیعہ ہیں	۸۵ تا ۸۸
اہل کوفہ کٹر شیعہ تھے	۸۹
شیعہ نے شہدائے کربلا کی تذلیل کا سلسلہ اب تک جاری رکھا ہے	۹۰-۹۱
امام زین العابدین کی تذلیل و تحقیر	۹۲
ائمہ اثنا عشر کے سوا اگر کوئی اور امامت کا دعویٰ کرے تو وہ حسب عقیدہ شیعہ کافر و جہنمی ہے	۹۲-۹۳
حضرت امیر کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ نے امامت کا دعویٰ کیا۔	۹۴ تا ۹۷
شیعہ کے موضوع مسائل جن سے امام محمد باقر اور امام جعفر صادق کی تذلیل و توہین ہوتی ہے۔	۹۷ تا ۱۰۳
حضرت امام زین العابدین کے صاحبزادے حضرت زید کا امامت کا دعویٰ کرنا اور شیعہ کی بیوفائی سے شہید ہونا	۱۰۴ تا ۱۰۷
محمد نفس زکیہ اور ان کے بھائی ابراہیم ہر دو نے امامت کا دعویٰ کیا۔	۱۰۸
امام جعفر صادق کے پانچ بیٹوں میں دربارہ امامت اختلافات۔	۱۰۹
امام موسیٰ کاظم کی زندگی میں دو اور مدعی امامت	۱۱۰
امام موسیٰ کاظم کا قول دربارہ شرمگاہ	۱۱۱

مضمون	صفحہ
امام علی رضا کے نزدیک وطی فی الدبر کا جواز	۱۱۱
امام رضا کی زندگی میں مدعیان امامت	۱۱۲
امام محمد تقی کے نسب پر اعتراض اور حضرت عباس و بنو عباس کی تذلیل	۱۱۲ تا ۱۱۷
امام محمد تقی کی زندگی میں مدعیان امامت	۱۱۷
امام علی نقی کی امامت کی داستان	۱۱۸
امام علی نقی کی زندگی میں مدعیان امامت	۱۱۸
امام حسن عسکری کی زندگی میں مدعیان امامت	۱۱۹
اثنا عشریہ کے امام محمد مہدی کی پیدائش کا افسانہ	۱۱۹ تا ۱۲۸
امام مہدی کے خروج کے وقت کی نسبت شیعہ کے خیالات	۱۲۹ تا ۱۳۰
امام مہدی کی موہوم اولاد اور ان کے موہوم مساکن	۱۳۲
شیعہ نے ائمہ اور ان کی اولاد کو کس طرح ذلیل کیا ہے۔	۱۳۳
امامت اور امام مہدی منتظر کے بارے میں شیعہ کے اختلافات	۱۳۴-۱۳۵
شیعہ کے اس قول کی تردید کہ حضرات خلفائے ثلاثہ اور دیگر صحابہ کرام منافق و مرتد تھے۔	۱۳۵ تا ۱۵۷ اور ۱۶۲ تا ۱۸۰

مضمون	صفحہ
شیعہ کے اس قول کی تردید کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فقط ایک صاحبزادی فاطمہ تھیں۔	۵۷ تا ۱۶۲
سوال از جمیع علمائے شیعہ	۱۸۱ تا ۱۸۵
حضرت امیر کے ارشادات جن سے خلافت بلافصل کی تردید اور خلافت حضرات ثلاثہ کی حقیت ثابت ہوتی ہے۔	۱۸۶ تا ۱۹۰
جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری میں حضرت صدیق اکبر کی امامت نماز	۱۹۰
تجہیز جیش اسامہ رض	۱۹۰ تا ۱۹۷
جملہ لعن اللہ من تخلف عنہا اور محمد بن عبد الکریم شہرستانی	۱۹۷ تا ۲۰۰
سیف آمدی پر جرح	۲۰۱-۲۰۲
حضرت امیر نے حضرت صدیق اکبر کی بیعت کی	۲۰۳
حضرت امیر و حسنین کے ساتھ حضرت شیخین کا حسن سلوک	۲۰۵
امام حسین کے طلب کرنیوالے، قتل کرنے والے، پھر رونے والے اور توبہ کرنے والے شیعہ تھے۔	۲۰۶ تا ۲۰۹
بحث فدک	۲۰۹ تا ۲۴۲
حضرت ابوبکر صدیق سے حضرت فاطمہ کا ہجران و غضب	۲۴۳ تا ۲۵۴
حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما	

کی باہم ناراضگی	۲۵۲ تا ۲۵۶
بحث حدیث لا نورث و آیہ و ورث سلیمن داؤد و آیہ وانی خفت الموالی من ورائی	۲۵۷ تا ۲۷۰
عبارت شرح مواقف دربارہ ہبہ فدک کا جواب	۲۷۱ تا ۲۷۴
شیعہ پر لاجواب اعتراض ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی خلافت میں رد فدک کیوں نہ کیا۔	۲۷۴ تا ۲۸۱
حضرت عمر بن عبد العزیز کے حسن سلوک کا شیعہ نے کیا بدلہ دیا۔	۲۸۲ تا ۲۸۵
شیعہ کا اعتراض کہ بنا بر حدیث مسلم حضرات شیخین آثم غادر خائن تھے اور اس کا جواب باصواب	۲۸۵ تا ۲۹۵
ہاشمیوں اور عبشمیوں کا شجرہ نسب	۲۹۶-۲۹۸
خاندان امیہ کے اقتدار کا آغاز عہد رسالت میں ہوا	۲۹۹ تا ۳۰۹
فہرست ہائے اعمال حضرات خلفائے اربعہ جن سے ثابت ہے کہ حضرات ثلاثہ تقرر عمال میں اپنے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلے ہیں۔	۳۱۰ تا ۳۱۹
بنو امیہ پر بعض اعتراضات کے جوابات	۳۲۰ تا ۳۲۴
بنو ہاشم کی بے توقیری کس نے کی	۳۲۵ تا ۳۲۸
امام حسن کی وصیت تھی کہ مجھے جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔	۳۲۹
حسب روایت شیعہ تبرا کا آغاز حضرت علی مرتضیٰ سے ہوا	۳۳۰
حضرت امیرؓ نے زیاد کو حاکم فارس مقرر کیا تھا	۳۳۱
تاریخ مذہب شیعہ	۳۳۲ تا ۳۳۸
شیعہ نے امام جعفر صادق کی توہین و تذلیل کی ہے	۳۳۹ تا ۳۴۸
کتب شیعہ سے مذہب اہل سنت و جماعت کی حقیت کا ثبوت	۳۴۹-۳۵۰
حدیث خلفائے اثنا عشر میں ائمہ اثنا عشر مراد نہیں	۳۵۱ تا ۳۵۵
شیعہ نے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین کی ہے	۳۵۶ تا ۳۶۴
امامت کے لئے عصمت کی شرط لگانا غلط ہے	۳۶۵ تا ۳۶۷
آیہ لاینال عہدی الظالمین سے عصمت ائمہ ثابت نہیں ہوتی۔	۳۶۸ تا ۳۷۶
ائمہ اثنا عشر کی خلافت کا بطلان	۳۷۷ تا ۳۸۰
سورہ نور کی آیہ استخلاف	۳۸۱ تا ۳۸۳
خلافت ائمہ اثنا عشر کے متعلق موضوع روایت	۳۸۴
اس قول کی تردید کہ ائمہ اثنا عشر کا ذکر توراۃ میں ہے	۳۸۵
بحث احراق باب فاطمہؓ	۳۸۶ تا ۴۰۴
لقب صدیق اکبر	۴۰۵ تا ۴۱۳
لقب فاروق اعظم	۴۱۴
لقب سیف اللہ	۴۱۵ تا ۴۱۸
لقب صدیقہ	۴۱۸-۴۱۹
بحث نکاح ام کلثوم بنت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔	۴۱۹ تا ۴۷۸
بحث تبرا	۴۷۹ تا ۴۸۹
بحث تقیہ	۴۸۹ تا ۵۲۴
خاتمہ	۵۲۴ تا ۵۲۸

تصحیح اغلاط تحفۂ شیعہ حصۂ دوم

صفحہ و سطر	خطا	صواب
۱۲ صفحہ ۵-۶ سطر	اللہ تعالیٰ انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور اصحاب کی محبت پر زندہ رکھے	اللہ تعالیٰ انہیں نبی کے اہل بیت کی محبت پر زندہ رکھے۔ آپ پر اور آپ کی آل اور اصحاب پر خدا کا درود و سلام ہو۔
۱۷/۲۰	کمرے گی	کرے گی
۳۳/۴	وقت	وست
۳۵/۱۸	اختراے	افتراے
۳۶/۴	پیچ	بیج
۴۰/۲۵-۷	من کان فی عمی عنده تا آخر صفحہ	یہ تکرار ہے پوری عبارت صفحہ ۴۱ پر ہے
۴۱/۶	سالہ	سلہ
۴۲/۱۵	یہیذبہم	یعذبہم
۴۴/۱۴	شکستد	شکستید
۴۵/۱۵	اب	آپ
۴۸/۱۵	مات	بات
۵۶/۳	طاہنہم	طاعنہم
۵۹/۲۵	داخل ہوجاتے ہیں	داخل ہوگئے
۶۰/۱۷	کرام	کرار
۶۰/۲۲	بردر	پردر

صفحہ و سطر	خطا	صواب
۶۰/۲۵	پاک	چاک
۶۴/۱۰	مکالعہ	مطالعہ
۶۵/۱۲	ونانکر رید	وفانکر دید
۶۷/۱	وتعجل	ولاتعجل
۶۷/۲۸	اُس نے کہا	پس آپ نے فرمایا
۷۴/۲۵	لارقم فہد قبایع	السلام قم فبایع
۷۵/۱۲	الو	اُن
۷۷/۲۲	انام	امام
۸۰/۲۳	یینے	یعنی
۸۳/۱۱	لفوفیتہ دیوار بیک	لفرلیتہ دیوار بیک
۸۵/۷	خداورا	خدا اورا
۸۶/۲	رسوملں	رسولاں
۸۷/۱۱	مسکم	مسلم
۹۲/۹	زیدین العابدین	زین العابدین
۹۸/۶	ازراہ	زرارہ
۹۸/۱۸	ان النوتۃ الخ	ان النوزۃ قد اطبقت العورۃ
۹۹/۱۰	چہروں کی	چہروں کی طرف دیکھا
۹۹/۲۱	باسی	باس
۱۰۱/۱۵	فاتیا لنحاس	فاتینا النحاس

صفحہ وسطر	خطا	صواب
صفحہ ۱۰۴ / سطر ۲۲	اھوانہم	اھوانُھم
۱۰۵/۲۴	داند	خواند
۱۰۶/۲۴	کوئی	رفضوئی
۱۰۷/۱۲	خرج	خروج
۱۱۱/۷	فقہ	فقد
۱۱۱/۲۳	عاری	عاوی
۱۱۲/۱۶	دلکونوا	دلیکونوا
۱۱۶/۴	مے داند	مے دادند
۱۲۰/۱۳	عقبے	عقبے
۱۲۴/۲۴	بلبے	ابیسے
۱۲۵/۱	محمد	محمداً
۱۲۶/۳	کالی	کافی
۱۳۲/۹	اورجبت	اور رجعت
۱۳۴/۲۵	ففنسلیہ	نفسیہ
۱۳۶/۲۵	ذلک کا الخ	ذلک کا اشارہ
		اختلاف کی طرف ہے
		نہ کہ رحمت کی طرف
۱۴۹/۲۱	لوگوں کے	لوگوں کو
۱۴۹/۲۵	میرا	مراد
۱۵۰/۸	المدوح	المدح
۱۵۳/۱۹	حتنزلک	اعتزلک
۱۵۴/۱۲	کرنا	کرنا
صفحہ ۱۵۴ / سطر ۲۱	ان تقص	ان تم اعتزلک کلہ و
		ان نقص
۱۶۰/۱۹	ھدی	ھدد
۱۶۴/۱۱	لاانصار	للانصار
۱۶۷/۲۵	گئی	گنبئس
۱۷۳/۴	مزاہم	مزاحم
۱۷۴/۱۹	شہو بانویہ	شہربانویہ
۱۷۶/۲۴	دو	وہ
۱۷۶/۲۵	بدائت	ہدائیت
۱۸۰/۱۹	ابوجفص	اے ابوحفص
۱۸۲/۶	بخار	بحار
۲۰۸/۶	محلہائے	محلہائے
۲۲۳/۴	لم یحیب	لم یجب
۲۲۶/۱۱	دوو	حدود
۲۳۳/۱۹	الستوعبت	استوعبت
۲۳۴/۲۱	یختصان	یختصمان
۲۳۹/۲۲	عہد وثیقہ	عہد ووثیقہ
۲۴۳/۱۹	معاملہ نے	معاملہ کے
۲۴۹/۲	ندمت	ندامت
۲۵۳/۴	جاء یہ	جاریہ
۲۵۵/۱۱	آزادگی	آزردگی
۲۶۰/۶	خطاً	خطأ
۲۶۲/۹	سلمان	سلیمان

صفحہ وسطر	خطا	صواب
صفحہ ۲۶۲ سطر ۲۳	نسخہ	نسخۃ
۲۷۱/۷	بیرے بنی	بیرے موالی
۲۸۱/۱۵	۔ د	ردّ
۲۸۱/۲۰	اور درّ	اور ردّ
۲۸۵/۲۱	فجئۃ	فجئتا
۳۰۰/۱۸	پنا دی	پناہ دی
۲۳۵/۲۳	متحم	متخم
۳۳۸/۲۲	الغیل	النیل
۳۴۰/۵	تفرد	تفرد
۳۴۱/۱	لکلام	بکلام
۳۴۳/۱	لوٹ	ٹوٹ
۳۴۸/۵	داوں	دادی
۲۵۵/۱۸	ژل	شامل
۳۵۹/۱۲	د: ۃ	د آدم
۳۶۳/۴	سرمرد	سنز مرد
۳۶۳/۵	صفحہ ۱۵۵	صفحہ ۱۵۹
۳۶۳/۸	ایدسم	اسمائہم
۳۸۴/۱۷	خلاصۃ المنہج نے	صاحب خلاصۃ
		المنہج نے
۳۸۵/۶	حقیت	حقیقت
۳۸۵/۱۹	خواہم خود	خواہم خود دل
۳۸۸/۴	ص۵۰۔۵۱	ص۵۰۔۵۱ اقول
۳۹۱/۲۰	غدتہم	غدتم

صفحہ وسطر	خطا	صواب
صفحہ ۲۹۳ سطر ۱۵	علی العبار	علی النار
۳۹۴/۱۶	قاضی الولید	قاضی ابوالولید
۲۹۴/۲۳	عقد الابی عمر	عقد لابی عمر
۳۹۵/۱۴	ردی لمذہب	ردی المذہب
۳۹۵/۲۳	میں سے	میں ہے
۳۹۸/۴	مروج المذہب	مروج الذہب
۳۹۵/۷	تضریح	تصریح
۴۰۰/۲	روابۃ	روایۃ
۴۰۱/۲	نرسل	نزیل
۴۰۱/۹	توشیق	توثیق
۴۰۱/۱۳	صران	مہران
۴۰۸/۲۱	سی	سنّی
۴۱۷/۱۰	الاسناد	لا اسناد
۴۱۹/۴	ان	تین
۴۱۹/۹	نکرمصرح	نکرہ واقع
۴۱۹/۱۲	لمہارے	لم اوت
۴۲۵/۲۲	کتاب الابصار	کتاب الاستبصار
۴۴۸/۲۳	خوبیبر	خواہر
۴۵۵/۱۷	کی ساق	آس کی ساق
۴۵۶/۱۴	مطبوعہ مصر یہ	مطبوعہ مصر۔ جزء
۴۶۸/۹	قا	قال
۴۹۷/۹	تسلیم کرتا تھا	تسلیم کرتا نہ تھا
۴۹۸/۴	مروابہ	مروانہ

ابو النعمان محمد بشیر قادری
خطیب جامع مسجد عیسے بٹ مرحوم لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین - والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا ومولٰینا محمد خاتم النبیین وعلیٰ الہ واصحابہ واتباعہ اجمعین -
امابعد - فقیر تو کلی گذارش پرداز ہے کہ تحفہ شیعہ حصۂ اول میں براہین قاطعہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ شیعہ قرآن موجود ما بین الدفتین کو کامل و سالم منزل من اللہ محفوظ عن التحریف نہیں مانتے اور نہ اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس کو شائع ہوئے چار برس سے زیادہ ہو گئے ۔ مگر اس کا کوئی جواب نہ دیکھنے میں آیا نہ سننے میں! اب متوکلاً علی اللہ تحفہ کا دوسرا حصہ شروع کیا جاتا ہے اس حصہ میں ثقل اصغر یعنی اہل بیت نبوی کا ذکر ہے ۔ واللہ ھو الموفق والمعین *
سُنی اور شیعہ ہر دو فریق کو تمسک بالعترت کا دعوے ہے لہٰذا ہم ذیل میں حدیث ثقلین کو فریقین کی کتابوں سے مختلف طریق سے نقل کرتے ہیں تاکہ اسکے مطلب ومعنی کی تشریح اور حق وباطل میں امتیاز ہو جائے *
(۱) حدثنا نصر بن عبد الرحمن الکوفی نا زید بن الحسن عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جابر بن عبد اللہ قال رأیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی حجتہ یوم عرفۃ وھو علی ناقتہ القصواء یخطب فسمعتہ یقول یا ایھا الناس انی ترکت فیکم ما ان اخذتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی (ترمذی - مناقب اہلبیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم) ترجمہ (بحذف اسناد) حضرت جابر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حج میں عرفہ کے دن دیکھا اور آپ اپنے ناقہ قصواء پر سوار تھے ۔ اور خطبہ پڑھ رہے تھے ۔ پس میں نے آپکو سُنا کہ یوں ارشاد فرما رہے تھے ۔ اے لوگو میں نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اسے پکڑے رہو گے تو ہر گز گمراہ نہ ہو گے ۔ یعنی اللہ کی کتاب اور میری عترت

جو میرے اہل بیت ہیں۔ انتہے۔ اس حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا
کہ یہاں عترت سے مراد اہلبیت نبوی ہیں۔ اہل بیت کی تشریح آیندہ آئے گی۔
(۲) حدثنا علی بن المنذر الکوفی نا محمد بن فضیل نا الاعمش
عن عطیہ عن ابی سعید والاعمش عن حبیب بن ابی ثابت
عن زید بن ارقم قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
انی تارك فیکم ما ان تمسکتم به لن تضلوا بعدی احدهما اعظم
من الاخر کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی
اهل بیتی ولن یتفرقا حتی یردا علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی
فیهما هذا حدیث حسن غریب (ترمذی مناقب اہلبیت النبی صلے اللہ علیہ وسلم)
ترجمہ۔ (بحذف اسناد) حضرت زید بن ارقم کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر تم اس کو پکڑے رہو گے
تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ ان دو میں سے ایک دوسرے سے بزرگ ہے
یعنی (چھوڑ چلا ہوں) اللہ کی کتاب کو جو آسمان سے زمین تک دراز کی ہوئی ایک
رسی ہے اور اپنی عترت کو جو میرے اہلبیت ہیں۔ اور وہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے
یہاں تک کہ میرے پاس حوض پہ آئیں گے۔ پس تم سوچو کہ ان دونوں میں تم کسطرح
میرے خلیفہ بنتے ہو۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ انتہے۔ قرآن و عترت کے ساتھ
تمسک سے مراد ان کے حقوق کی رعایت ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کا حق یہ ہے
کہ اسکے اوامر و نواہی پر عمل کیا جائے۔ اور عترت کا حق یہ ہے کہ ان کے ساتھ محبت
اور انکی توقیر و تعظیم چاہیے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔
پس قول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا محمول ست
بر محبت اہلبیت و معنی لن یتفرقا آنست کہ تا وجوب عمل بر قرآن باقی ست وجوب
محبت اہلبیت نیز باقی ست و در آخرت چنانکہ ثواب عمل بر قرآن خواہند یافت
بر محبت اہلبیت نیز ثواب خواہند یافت و ہمیں ست عقیدہ اہل سنت احیانا اللہ
تعالیٰ علی محبۃ اہل بیت النبی صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم و اماتنا علی ذلک بفضلہ ومنہ
(قرۃ العینین مطبوعہ مجتبائی دہلی صفحہ ۲۰۱) ترجمہ۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا

قول ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا محمول ہے اہلبیت کی محبت پر۔ اور لن یتفرقا (دونو ہرگز جدا نہوں گے۔) کے معنے یہ ہیں۔ کہ جب تک قرآن پر عمل کا واجب ہونا باقی ہے اہلبیت کی محبت کا واجب ہونا بھی باقی ہے اور آخرت میں لوگ جسطرح قرآن پر عمل کرنے کا ثواب پائیں گے۔ اہلبیت کی محبت کا بھی ثواب پائیں گے۔ اور یہی ہے عقیدہ اہلسنت کا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت اور اصحاب کی محبت پر زندہ رکھے اور اپنے فضل واحسان سے اسی پر ہمیں موت دے انتہے۔ ومعنی کون احدھما اعظم من الآخر ان القرآن اسوۃ للعترۃ وعلیھم الاقتداء بہ وھم اولی الناس بالعمل بما فیہ (مجمع بحار الانوار مطبوعہ نولکشور جلد ثالث ص۳۰۱) ترجمہ اور دونوں سے ایک کے دوسرے سے بزرگ ہونے کے معنی یہ ہیں۔ کہ قرآن پیشوا ہے عترت کیلئے اور ان پر اس کی پیروی کرنا واجب ہے اور وہ اسکے احکام پر عمل کرنے کے بہ نسبت دیگر لوگوں کے سزاوار تر ہیں انتہے۔ حضرت مولیٰ علیؓ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں۔ الم اعمل فیکم بالثقل الاکبر واترک فیکم الثقل الاصغر (نہج البلاغۃ مطبوعہ بیروت جزء اول ص۱۹۲) ۔ ترجمہ کیا میں نے تمہارے درمیان ثقل اکبر پر عمل نہیں کیا اور ثقل اصغر کو تم میں نہیں چھوڑا۔ انتہے اس قول کی شرح میں کمال الدین میثم بحرانی شیعی نے یوں لکھا ہے والثقل الاکبر کتاب اللہ واشار بکونہ اکبر الی انہ الاصل المتبع المقتدی بہ۔ ترجمہ ثقل اکبر کتاب اللہ ہے حضرت امیر نے اسکے اکبر ہونے سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ قرآن اصل ہے جسکا اتباع اور پیروی کرنی چاہئے۔ انتہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کو رسّی فرمایا۔ گویا کہ لوگ رذالت کے گڑھے میں گرے ہوئے اپنے شہوتوں میں مشغول ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اُن کو اس گڑھے سے نکالنا چاہتا ہے اسلئے اُس نے آسمان سے قرآن کی رسی لٹکادی ہے جو اس رسی کو پکڑیگا نجات پائیگا۔ حضرت مولیٰ مرتضےٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اہل بصرہ سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں وعلیکم بکتاب اللہ فانہ الحبل المتین و النور المبین والشفاء النافع والری النافع والعصمۃ للمتمسک

والنجاۃ للمتعلق (نہج البلاغہ۔ جزو اول ص۱۶۲) ترجمہ تم کتاب اللہ کو لازم پکڑو۔ کیونکہ وہ مضبوط رسی اور ظاہر نور اور شفائے نافع اور پیاس بجھانے والی سیرابی اور تمسک کرنے والے کے لئے عصمت اور عامل کے لئے نجات ہے۔ انتہے۔

اس قول کی شرح میں ہثیم بحرانی شیعی یوں لکھتا ہے۔ ثم شرع فی الحث علی لزوم کتاب اللہ باوصاف نبہ بہا علی فضیلتہ الاول کونہ الحبل المتین ولفظ الحبل مستعار لہ ووجہ المشابہۃ کونہ سببا لنجاۃ المتمسک بہ من الھوی فی درکات الجحیم کالحبل فی نجاۃ المتمسک بہ ورشح بذکر المتانۃ الثانی کونہ نورا مبینا ولفظ النور ایضا استعارۃ لہ باعتبار الاھتداء بہ الی المقاصد الحقیقیۃ فی سلوک سبیل اللہ الثالث کونہ الشفاء النافع ای من الم الجھل وکذلک الری الناقع ای للعطشان من ماء الحیوٰۃ الابدیۃ کالعلوم والکمالات الباقیۃ الرابع کونہ عصمۃ للمتمسک والنجاۃ للمتعلق ومعناہ کالذی سبق فی کونہ حبلا۔ ترجمہ

پھر حضرت امیر نے کتاب اللہ کے لازم پکڑنے پر ترغیب دینی شروع کی اور قرآن کے اوصاف بیان کئے۔ جن سے اسکی فضیلت پر آگاہ کیا۔ پہلا وصف قرآن کا مضبوط رسی ہونا ہے لفظ حبل (رسی) استعارہ ہے قرآن کے لئے اور مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ قرآن تمسک کرنے والے کے لئے منازل دوزخ میں گرنے سے نجات کا سبب ہے۔ جیسا کہ رسی پکڑنے والے کے لئے نجات کا سبب ہوتی ہے اور متانت کا ذکر ترشیح ہے۔ دوسرا وصف قرآن کا نور مبین ہونا ہے۔ لفظ نور بھی قرآن کے لئے استعارہ ہے کیونکہ وہ راہ خدا پر چلنے میں حقیقی مقاصد کی طرف رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ تیسرا وصف قرآن کا شفائے نافع ہونا ہے یعنی جہالت کی بیماری سے شفا ہے۔ اسی طرح قرآن پیاس بجھانے والی سیرابی ہے یعنی پیاسے کے لئے حیات ابدی کا پانی ہے مثل علوم اور کمالات باقیہ کے۔ چوتھا وصف قرآن کا تمسک کرنے والے کے لئے بچاؤ اور عامل کے لئے نجات ہونا ہے اسکے معنے ایسے ہی ہیں۔ جیسا کہ پہلے وصف حبل میں مذکور ہوئے۔ انتہے۔

(۳) حدثنی زهیر بن حرب و شجاع بن مخلد جمیعاً عن ابن علیة قال زهیر حدثنا اسمٰعیل بن ابراهیم حدثنی ابو حیان حدثنی یزید بن حیان قال انطلقت انا وحصین بن سبرة وعمر بن مسلم الی زید بن ارقم فلما جلسنا الیه قال له حصین لقد لقیت یا زید خیرا کثیرا رأیت رسول الله صلے الله علیه وسلم وسمعت حدیثه وغزوت معه وصلیت خلفه لقد لقیت یا زید خیرا کثیرا حدثنا یا زید ما سمعت من رسول الله صلے الله علیه وسلم قال یا ابن اخی والله لقد کبرت سنی وقدم عهدی ونسیت بعض الذی کنت اعی من رسول الله صلے الله علیه وسلم فما حدثتکم فاقبلوه ومالا فلا تکلفونیه ثم قال قام رسول الله صلے الله علیه وسلم یوماً فینا خطیباً بماء یدعی خماً بین مکة والمدینة فحمد الله واثنیٰ علیه ووعظ وذکر ثم قال اما بعد الا ایها الناس فانما انا بشر یوشك ان یأتینی رسول ربی فاجیب وانا تارك فیکم ثقلین اولهما کتاب الله فیه الهدی والنور فخذوا بکتاب الله واستمسکوا به فحث علے کتاب الله ورغب فیه ثم قال واهل بیتی اذکرکم الله فی اهل بیتی فقال له حصین ومن اهل بیته یا زید الیس نساؤه من اهل بیته قال نساؤه من اهل بیته ولکن اهل بیته من حرم الصدقة بعده قال ومن هم قال هم آل علی - وآل عقیل - وآل جعفر - وآل عباس - قال کل هؤلاء حرم الصدقة قال نعم - (صحیح مسلم - کتاب الفضائل) - ترجمہ (بحذف اسناد) یزید بن حیان کا بیان ہے کہ میں اور حصین بن سبرہ اور عمر بن مسلم زید بن ارقم کے پاس گئے - پس جب ہم اُس کے پاس بیٹھ گئے تو حصین نے کہا کہ اے زید بیشک تو نے بہت نیکی حاصل کی ہے تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے - اور آپ کی حدیث سُنی ہے اور آپ کے ہمراہ غزا کیا ہے اور آپکے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں - اے زید بے شک تو نے بہت نیکی حاصل کی ہے اے زید

تو ہم سے بیان کر جو کچھ تو نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے زید نے
کہا اے بھائی کے بیٹے۔ اللہ کی قسم بے شک میری عمر بڑی ہو گئی ہے اور مجھے
اسلام لائے بڑا عرصہ گذر گیا ہے اور میں بھول گیا کچھ حصہ اسکا جو مجھے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے یاد تھا۔ اسلئے جو کچھ میں تم سے بیان کروں اُسے تسلیم کر لو۔
اور جو بیان نہ کروں اُس کی مجھے تکلیف نہ دو۔ پھر زید نے بیان کیا کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم ایک دن ہم میں خطبہ پڑھتے ہوئے ایک پانی کے پاس کھڑے
ہوئے جسے خم کہتے ہیں وہ مکہ اور مدینے کے درمیان ہے پس آپ نے اللہ تعالیٰ
کی حمد و ثنا کی اور وعظ و تذکیر فرمائی۔ پھر فرمایا حمد و ثنا کے بعد اے لوگو آگاہ ہو جاؤ
میں نہیں ہوں مگر انسان۔ قریب ہے کہ میرے پاس میرے خدا کا بھیجا ہوا (ملک الموت)
آئے۔ پس میں امر الٰہی کو قبول کروں۔ اور میں تم میں دو نفیس چیزیں چھوڑنے والا
ہوں۔ جن میں سے پہلی اللہ کی کتاب ہے جسمیں ہدایت و نور ہے پس تم اللہ کی
کتاب پر عمل کرو اور اُسے مضبوط پکڑو۔ پس آپ نے کتاب اللہ پر عمل کرنے پر
برانگیختہ کیا۔ اور اس میں ترغیب دلائی۔ پھر فرمایا کہ دوسری چیز میرے اہلبیت ہیں
میں تمکو اپنے اہلبیت کے بارے میں اللہ سے ڈراتا ہوں۔ پس حصین نے زید سے
پوچھا اے زید حضرت کے اہلبیت کون ہیں کیا آپ کی ازواج آپ کے اہلبیت سے نہیں
زید نے کہا۔ حضرت کی ازواج آپ کے اہلبیت میں سے ہیں لیکن آپ کے اہلبیت وہ
ہیں۔ جو آپ کے بعد صدقہ سے محروم کئے گئے۔ اسکے بعد حصین نے کہا وہ کون ہیں؟
زید نے جواب دیا وہ آل علیؓ اور آل عقیلؓ اور آل جعفرؓ اور آل عباسؓ ہیں۔ کہا کیا
وہ سب صدقہ سے محروم کئے گئے زید نے جواب دیا ہاں انتہے۔ مسلم کی دوسری
روایت میں اولہما کتاب اللہ الخ کی جگہ قرآن کی مدح یوں وارد ہے کتاب اللہ
هو حبل الله من اتبعه کان علی الهدی ومن ترکه کان علی الضلالة
یعنی قرآن اللہ کی رسی ہے جو اسکی پیروی کرے گا وہ ہدایت پر ہے۔ اور جو اُسے چھوڑیگا
وہ گمراہی پر ہے۔ انتہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہدایت کے لئے استمساک
قرآن کے ساتھ خاص ہے کیونکہ اسمیں ہدایت و نور ہے معہذا اہلبیت کی توقیر و تعظیم
و محبت اور ان کے حقوق کی رعایت کی بھی بڑی تاکید ہے حضرت زید بن ارقم نے تصریح

فرمادی ہے۔ کہ ازواج مطہرات اہلبیت ہیں بالمعنی الاعم داخل ہیں مگر حدیث ثقلین میں
لفظ اہلبیت بالمعنی الاخص مستعمل ہوا ہے۔ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
یعنی ان نساءہ من اهل مسکنه ولسن المراد وانما اهل بیته
اهله وعصبته الذین حرموا الصدقة بعده ای الذین منعتهم
خلفاء بنی امیة صدقة التی خصه الله سبحانه بها وکانت تفرق علیهم
فی ایامه وایام الخلفاء الاربعة لقوله بعده وزید کان عاش حتی ادرک
ذلک لانه توفی سنة ثمان وستین (شرح صحیح مسلم المسمیٰ باکمال اکمال المعلم
للامام ابی عبداللہ محمد بن خلیفة الوشتانی الابی المالکی مطبوعہ مصر جزء سادس ص ۲۳۶)
ترجمہ حضرت کی ازواج آپ کے اہلبیت سکونت سے ہیں اور وہ مراد نہیں ہیں
آپ کے اہلبیت تو آپ کے اہل و آپ کے عصبہ ہیں۔ جو آپ کے بعد صدقہ سے محروم کئے
گئے۔ یعنی وہ لوگ جنکو خلفائے بنی امیہ نے حضرت کا وہ صدقہ نہ دیا۔ جسکے ساتھ اللہ
سبحانہ نے آپ کو خاص کیا تھا۔ اور جو آپ کے عہد مبارک اور خلفائے اربعہ کے عہد مبارک
میں اُن پر تقسیم کیا جاتا تھا۔ جیسا کہ لفظ بعدہ (حضرتؐ کے بعد) سے ظاہر ہے اور حضرت
زید زندہ رہے۔ یہانتک کہ انہوں نے یہ دیکھ لیا۔ کیونکہ انہوں نے ۶۸ سنہ اڑسٹھ ہجری
میں وفات پائی۔ انتہی۔ حضرت زید کی تفسیر اہلبیت کی نسبت علامہ شہاب خفاجی
یوں لکھتے ہیں۔ وهو الذی فهم عنه صلی الله علیه وسلم هنا لانه
علم بالوحی ما یکون بعده فی امر الخلافة والفتن فلذا خصهم و
حرض علی رعایتهم کما اقتضاه المقام (نسیم الریاض۔ جزء ثالث) ترجمہ
اور یہی معنی وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سمجھے گئے کیونکہ حضرت کو بذریعہ
وحی معلوم تھا۔ جو کچھ معاملہ خلافت میں آپ کے بعد ہونے کو تھا۔ اور جو فتنے برپا
ہونے والے تھے۔ اسواسطے اُن کو خاص کیا۔ اور اُن کی رعایت پر ترغیب
دی۔ جیسا کہ مقتضائے مقام تھا۔ انتہیٰ۔

(۴) حضرت امام حسن بن علیؓ ایک مجمع میں جس میں حضرت امیر معاویہ رضؓ بھی موجود
ہیں۔ اپنے والد کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ انشدکم بالله
العلمون ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال فی حجة الوداع

ایھا الناس انی قد ترکت فیکم ما لم تضلوا بعدہ کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی فاحلوا حلالہ وحرموا حرامہ واعملوا بمحکمہ وآمنوا بمتشابھہ وقولوا آمنا بما انزل اللہ من الکتاب واحبوا اھل بیتی وعترتی ووالوا من والاھم وانصروا علی من عاداھم وانھما لن یزالا فیکم حتی یردا علی الحوض یوم القیامۃ ثم دعا وھو علی المنبر علیاً فاجتذبہ بیدہ فقال اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ اللھم من عادی علیا فلا تجعل لہ فی الارض مقعدا ولا فی السماء مصعدا واجعلہ فی اسفل درک من النار (کتاب الاحتجاج للطبرسی مطبوعہ ایران سنہ ۱۳۰۲ھ ص ۱۳۹) تو جملہ میں تمہیں خدا کی سوگند دیتا ہوں۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع میں فرمایا۔ اے لوگو میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو گے۔ یعنی کتاب اللہ اور میری عترت جو میرے اہلبیت ہیں۔ پس تم قرآن کے حلال کو حلال اور اسکے حرام کو حرام سمجھو اور اس کے محکم پر عمل کرو اور اس کے متشابہ پر ایمان لاؤ۔ اور کہو کہ ہم ایمان لائے کتاب پر جو اللہ نے اتاری اور تم میرے اہل بیت اور میری عترت سے محبت رکھو۔ اور دوست رکھو اسکو جو انکو دوست رکھے۔ اور ان کو انکے دشمنوں کے برخلاف مدد دو۔ اور قرآن و عترت تم میں ہمیشہ رہیں گے یہاں تک کہ دونو قیامت کے دن حوض پر میرے پاس آئیں گے۔ پھر حضرت نے جبکہ آپ منبر پر تھے علیؓ کو بلایا اور اسے اپنے دست مبارک سے کھینچا پس یوں فرمایا۔ اے اللہ دوست رکھ اسکو جو اسے دوست رکھے۔ اور دشمنی کر اس سے جو اس سے دشمنی کرے اے اللہ جو علی سے دشمنی کرے اسکا زمین و آسمان میں ٹھکانا نہ بنا۔ اور اسے دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقے میں ڈال۔ انتہٰے۔ اس روایت سے حدیث ثقلین کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ قرآن کریم کے اوامر و نواہی پر عمل کرو۔ اور اہلبیت سے محبت رکھو۔

(۵) شیخ مفید بسند معتبر از عبد اللہ بن عباس روایت کردہ است کہ علی بن ابی طالبؓ و عباس و فضل بن عباس بر حضرت رسول داخل شدند در مرضے کہ در آن از دنیا

مفارقت نمود و گفتند یا رسول اللہ مردان و زنان انصار در مسجد حاضر شدہ اند و ہمہ بر تو میگریند حضرت فرمود کہ چرا گریند گفتند کہ مے ترسند کہ تو در ہمین مرض از ایشان مفارقت نمائی۔ حضرت فرمود کہ دست مرا بگیر پس بیرون آمد و چادرے بہ خود پوشیدہ بود۔ و عصابہ بر سر بستہ بود۔ پس بر منبر نشست و حمد و ثنائے حق تعالیٰ ادا کرد۔ و فرمود۔ اما بعد ایہا الناس چہ انکار میکنید مردن پیغمبر خود را من مگر خبر مرگ خود را بشما دادم۔ و خبر مرگ شمارا بہ شما گفتنم اگر پیش از من پیغمبرے ہمیشہ در دنیا میماند ہر آئینہ من ہمیشہ در میان شما میماندم بدانید کہ من میروم بسوئے پروردگار خود و در میان شما چیزے میگذارم کہ اگر بآن متمسک شوید ہرگز گمراہ نشوید و آن کتاب خدا است کہ در میان شما است و در ہر صبح و شام تلاوت میکنید پس رغبت منمائید در دنیا و حسد مبرید بر یکدیگر و دشمنی مکنید باہم و برادران باشید چنانچہ خدا شمارا امر فرمودہ است و بہ تحقیق کہ اہلبیت و عترت خود را در میان شما میگذارم و شمارا وصیت میکنم بایشان۔ پس وصیت میکنم شمارا بانصار زیرا کہ دانستید حقہائے ایشان را و سعیہائے ایشانرا نزد خدا و نزد رسول و نزد مومنان۔ توسعہ دادند برائے شما در خانہائے خود و نصف میوہائے خود را بشما بخشیدند و اختیار کردند شمارا بر خود ہرچند کہ خود محتاج بودند۔ پس کسیکہ والی امرے شود در میان مسلمانان باید کہ نیکوکاران انصار را بنوازد و از بدکردار ایشان عفو نماید۔ و این آخر مجلسے بود کہ حضرت بر منبر نشست تا آنکہ حق تعالیٰ را ملاقات کرد۔ (حیات القلوب ملا محمد باقر مجلسی مطبوعہ نولکشور جزء ثانی صـ ۴۲۹) ترجمہ

شیخ مفید نے بسند معتبر عبد اللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ علی بن ابی طالب اور عباس و فضل بن عباس حضرت رسول کی خدمت میں اُس بیماری میں حاضر ہوئے جس میں آپ نے دنیا سے انتقال فرمایا۔ اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسول انصار کے مرد اور عورتیں مسجد میں حاضر ہوئے ہیں اور سب آپ پر روتے ہیں حضرت نے فرمایا۔ کہ کس لئے روتے ہیں؟ اُنہوں نے عرض کی کہ وہ ڈرتے ہیں کہ اس بیماری میں آپ اُن سے جدا ہو جائیں گے حضرت نے فرمایا کہ میرا ہاتھ پکڑو۔ پس آپ باہر آئے۔ اور آپ چادر اوڑھے اور سر پر عصابہ باندھے ہوئے تھے۔ پس آپ منبر پر رونق افروز ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور فرمایا۔ اما بعد ایہا الناس تم اپنے پیغمبر کے مرنے کا کیا انکار کرتے ہو۔

ہیں نے کئی بار اپنے مرنے کی خبر تم کو دی ہے۔ اور تمہارے مرنے کی خبر تمکو دی ہے۔ اگر مجھ سے پہلے کوئی پیغمبر ہمیشہ دنیا میں رہا ہوتا تو بیشک میں ہمیشہ تمہارے درمیان رہتا۔ جان لو کہ میں اپنے پروردگار کی طرف جاتا ہوں اور تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر تم اوس سے تمسک کرو گے تو کبھی گمراہ نہو گے اور وہ چیز خدا کی کتاب ہے۔ جو تمہارے درمیان ہے اور جسکی ہر صبح و شام تم تلاوت کرتے ہو۔ پس تم دنیا میں رغبت نکرو۔ اور ایک دوسرے پر حسد اور باہم دشمنی نکرو اور بھائی بنکر رہو۔ جیسا کہ خدا نے تمکو حکم دیا ہے۔ اور تحقیق میں تمہارے درمیان اپنے اہلبیت و عترت کو چھوڑ چلا ہوں اور اُن کے بارے میں تمکو وصیت کرتا ہوں پس میں تمکو انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کیونکہ تمنے ان کے حقوق کو اور خدا اور رسول اور مومنوں کے نزدیک ان کی کوششوں کو پہچانا اُنہوں نے تم کو اپنے گھروں میں جگہ دی۔ اور اپنے میووں کا آدھا حصہ تم کو دیدیا۔ اور تم کو اگرچہ وہ خود محتاج تھے اپنے اوپر ترجیح دی۔ پس جو شخص مسلمانوں کے درمیان حاکم ہو اُسے چاہئیے۔ کہ انصار میں سے نیکوکار کی عزت افزائی کرے اور بدکار کو معاف کر دے یا خیر مجلس تھی کہ حضرت منبر پر رونق افروز ہوئے یہانتک کہ آپ نے حق تعالیٰ سے ملاقات کی۔ انتہیٰ۔ اس روایت سے بھی ظاہر ہے کہ گمراہی سے بچنے کے لئے قرآن سے استمساک کرنا چاہئیے اور اہلبیت کی تعظیم اور ان کے حقوق کی رعایت چاہئیے۔ اور انصار کے حقوق کو بھی ملحوظ رکھنا چاہئیے۔

(۶) شیخ مفید بسند معتبر از ابو سعید خدریؓ روایت کردہ است کہ آخر خطبہ کہ حضرت رسول خدا برائے ما خواند خطبۂ بود کہ در مرض آخر خود خواند و از خانہ بیرون آمد تکیہ کردہ بر حضرت امیر المؤمنین و بر میمونہ آزاد کردۂ خود پس بر منبر نشست و گفت ایہا الناس بدرستیکہ در میان شما میگزارم دو چیز بزرگ و ساکت شد پس مردے برخاست و گفت یا رسول اللہ این دو چیز کہ گفتی کدام اند۔ پس حضرت در غضب شد تا رنگ مبارکش سرخ شد و فرمود کہ من نگفتم آنرا مگر آنکہ میخواستم تفسیر آن بکنم ولیکن از ضعف بیماری نفسم تنگ شد پس فرمود کہ یکے از آنہا قرآن است کہ ریسمانے ست آویختہ از آسمان بزمین۔ یک طرفش بدست خداست و یک طرفش بدست شما۔ و دیگرے اہلبیت من اند

پس فرمود کہ بخدا سوگند کہ این سخن را بشما میگویم و میدانم کہ مردانے چند ہستند کہ ہنوز در پشتہائے اہل شرک اند و بدنیا نیامدہ اند۔ وامیدا ز ایشاں زیادہ از اکثر شما دارم پس فرمود کہ بخدا سوگند کہ دوست نمیدارد اہلبیت مرا بندۂ مگر آنکہ حق تعالیٰ عطا میکند باو نورے در روز قیامت تا آنکہ در حوض کوثر بر من وارد شود و دشمن نمیدارد ایشانرا بندۂ مگر آنکہ حق رحمت خود را ازو محجوب میگرداند در روز قیامت راوی گفت کہ من این حدیث را بخدمت امام محمد باقرؑ عرض کردم و حضرت تصدیق آن فرمود۔ (حیات القلوب۔ جلد ثانی صفحہ ۵۵۸) ترجمہ شیخ مفید نے معتبر سند کے ساتھ ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ آخر خطبہ جو حضرت رسول خدا نے ہمارے واسطے پڑھا۔ وہ خطبہ تھا جو آپ نے اپنی اخیر بیماری میں پڑھا۔ اور آپ دو تنخا سے حضرت امیر المؤمنین اور اپنے آزاد کئے ہوئے غلام میمونہ پر سہارا لئے نکلے پس آپ منبر پر رونق افروز ہوئے۔ اور فرمایا اے لوگو! تحقیق میں تمہارے درمیان دو بزرگ چیزیں چھوڑتا ہوں اور آپ خاموش ہو گئے۔ پس ایک شخص نے اٹھکر عرض کی۔ یا رسول اللہ یہ دو چیزیں جو آپ نے فرمائیں کونسی ہیں۔ پس حضرت غصہ میں آگئے۔ یہانتک کہ آپ کا رنگ مبارک سرخ ہو گیا۔ اور فرمایا میں یہ کہکر چاہتا تھا کہ اُسکی تفسیر کروں مگر بیماری کی کمزوری سے میرا سانس رُک گیا۔ پھر فرمایا کہ ان دو میں سے ایک قرآن ہے جو آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی ایک رسی ہے اُسکا ایک سرا خدا کے ہاتھ میں اور دوسرا سرا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ پس فرمایا کہ خدا کی قسم میں یہ بات تم سے کہتا ہوں اور جانتا ہوں کہ چند شخص ہیں جو ابھی مشرکوں کی پشت میں ہیں اور دنیا میں نہیں آئے ہیں میں تم میں سے اکثر کی نسبت ان سے زیادہ امید رکھتا ہوں۔ پس فرمایا۔ کہ خدا کی قسم کوئی بندہ میرے اہلبیت کو دوست نہیں رکھتا مگر یہ کہ خدا تعالیٰ قیامت کے دن اُسکو ایک نور عطا کریگا یہاں تک کہ وہ حوض کوثر پر میرے پاس آئیگا۔ اور کوئی بندہ میرے اہلبیت کو دشمن نہیں رکھتا مگر یہ کہ خدائے تعالیٰ قیامت کے دن اس سے اپنی رحمت کو روک لے گا راوی کا بیان ہے کہ میں نے یہ حدیث حضرت امام محمد باقرؑ پر پیش کی اور حضرت امام نے اسکی تصدیق فرمائی اتنہے۔ اس روایت سے بھی ظاہر ہے کہ اہلبیت کیلئے متمسک قرآن کیساتھ مثل جیسا کہ پہلے مذکور ہوا

روایات مذکورہ بالا میں سے پہلی تین روایتوں سے جو کتب اہلسنت وجماعت سے ماخوذ ہیں یہ امر ظاہر ہے - کہ حدیث ثقلین میں تمسک بالعترت سے مراد اہلبیت کی محبت واحترام اور اُن کے حقوق کی رعایت ہے - اور بنا بر تفسیر حضرت زید بن ارقم اہلبیت سے مراد آل علیؓ وغیرہ ہیں - اس تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ حضور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی معلوم تھا - کہ حضرات خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد بعض ملوک بنو امیہ اُن کے حقوق کی رعایت نہ کریں گے - اس لئے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے قرب وصال میں متعدد دفعہ اُن کے بارے میں وصیت فرمائی - شیعہ کے ہاں بھی حدیث ثقلین میں جہاں تمسک بالعترت کا ذکر ہے وہاں اس سے مراد وجوب محبت وتوقیر اور رعایت حقوق ہے - جیسا کہ اخیر کی تینوں روایتیں صراحۃً دلالت کر رہی ہیں - شیعوں کے سلطان العلماء مولوی سید محمد مجتہد بن مولوی سید دلدار علی مجتہد کہتے ہیں - کہ ظاہر حدیث تمسک میں قرآن وعترت کی مساوات ہے پس تمسک بالعترت سے مراد عترت کے اوامر ونواہی کا امتثال ہے جیسا کہ تمسک بالقرآن سے مراد قرآن کے اوامر ونواہی کا اتباع ہے مجتہد موصوف یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر کتاب خدا کافی ہوتی تو جناب رسالتمآب نے کس لئے اسکو اہلبیت سے مقرون فرمایا - اور یوں ارشاد ہوا - کہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے یہاں تک کہ قیامت کے دن حوض کوثر پر وارد ہوں گے حاصل کلام یہ کہ کتاب اہلبیت کے ساتھ کافی ہو سکتی ہے نہ کہ تنہا (طعن الرماح ص۱۰۱ و ۲۱۰) جواب میں گذارش ہے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ تمسک بالثقلین سے مراد ہر دو کے حقوق کی رعایت ہے چنانچہ حق قرآن یہ ہے کہ اسکے اوامر ونواہی کا امتثال کیا جائے - اور حق اہلبیت یہ ہے کہ اُنکا احترام کیا جائے - اور ان کے حقوق ملحوظ رکھے جائیں تمسک بالعترت کے جو معنی مجتہد صاحب نے بیان کئے ہیں وہ درست نہیں کیونکہ روایت ۱۲ میں صراحت ہے - کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا - کہ قرآن کے حلال کو حلال اور اسکے حرام کو حرام سمجھو - اور اہلبیت سے محبت رکھو روایت نمبر (۵) میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے قرآن کی نسبت فرمایا کہ جب تک تم اس کے ساتھ تمسک کرو گے - گمراہ نہ ہو گے - بعد ازاں حضور نے اہلبیت کے بارے میں وصیت فرمائی پھر انصار کے حقوق جتا کر ان کے بارے میں وصیت فرمائی - اسی طرح روایت

نمبر (۶) میں جو مصدقہ امام محمد باقر ہے۔ حضور پُر نور نے ہدایت کیلئے قرآن کے متمسک ہونے کو یوں بیان فرمایا کہ وہ ایک رسی ہے جسکا ایک سرا خدا کے ہاتھ میں اور دوسرا سرا بندوں کے ہاتھ میں ہے بعد ازاں اہلبیت کی محبت کی ترغیب دلائی۔ پس حدیث ثقلین میں تمسک بالعترت کے معنی اتباع اوامر و نواہی عترت بنانا خلاف ارشاد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ اس حدیث میں عترت کو قرآن کے ساتھ مقرون اسلئے نہیں کیا کہ قرآن کی طرح مستقل طور پر عترت کے اقوال و افعال کا بھی امتثال کرنا چاہیئے خواہ وہ مخالف قرآن ہوں۔ بلکہ اس اقتران کا راز قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى (شوریٰ ع ۳) کا مقتضا ہے۔ کیونکہ تبلیغ والنعام قرآن کا شکر محبت اہل بیت بتایا گیا ہے لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں قرآن کی نسبت وصیت فرمائی وہاں ساتھ ہی محبت اہلبیت کی ترغیب دلائی۔ قرآن و عترت کے باہم جدا نہونے کا پہلے بیان ہو چکا ہے۔ مجتہد صاحب یہ سمجھے ہیں کہ عترت قرآن کا متمم ہے یعنی عترت کے بغیر قرآن ناتمام ہے بالفاظ دیگر قرآن تنہا ناقص و نا کافی ہے مگر یہ مجتہد صاحب کی سمجھ کا قصور ہے۔ کیونکہ حضرت مولیٰ مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں۔ واعلموا انہ لیس علی احد بعد القرآن من فاقۃ۔ یعنی جان لو کہ قرآن کے بعد کسیکو کوئی حاجت نہیں۔ میثم بحرانی شیعی اس قول کی شرح میں لکھتے ہیں۔ کہ لوگوں کے لئے قرآن کے نزول اور اسکے بیان واضح کے بعد اُن کے معاش و معاد کی اصلاح میں کسی حکم کے بیان کی حاجت نہیں (دیکھو تحفہ شیعہ حصہ اول صفحہ ۱۲۵) بلکہ خود قرآن مجید میں ہے کہ یہ قرآن تمام لوگوں کے لئے روشن دلیل ہے۔ وہ ہر چیز کی تفصیل ہے وہ لوگوں کے لئے کافی ہے اسمیں ہر چیز کا بلیغ بیان ہے (تحفہ شیعہ حصہ اول صفحہ ۱۵۶) ان تمام دلائل سے قطع نظر اگر مجتہد صاحب کے قول کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ تمسک بالعترت سے مراد عترت کے اقوال و افعال کا امتثال ہے تو ہم گذارش کریں گے کہ احادیث ائمہ میں اختلاف و تباین کا وہ طوفان برپا ہے کہ کوئی حدیث ایسی نہیں جسکے مقابلہ میں اُس کی ضد موجود نہو اور احادیث کی صحت و عدم صحت کا معیار قرآن کریم ہے۔ یعنی جو حدیث قرآن مجید کے موافق ہو وہ صحیح اور جو خلاف ہو وہ غلط ہے۔ مگر حسب عقیدہ شیعہ قرآن اصلی امام غائب کے پاس ہے اور جو قرآن موجود ہے وہ

ع۱ تو کہہ میں، مانگتا نہیں تم سے اسکے بدلے کچھ مگر دوستی ناتے میں ۔۔۔ ۱۲

محرّف اور ناقابل حجت ہے اب حدیث کی صحت کسطرح معلوم کی جائے۔ جب صحت و عدم صحت معلوم نہ ہوئی تو اس پر عمل کسطرح کیا جائے۔ یہ نفیس بحث تحفہ شیعہ حصۂ اول میں موجود ہے جسکو شوق ہو وہاں دیکھ لے۔

اہلسنّت وجماعت تمام اہلبیت کی توقیر و تعظیم کو واجب سمجھتے ہیں اور ان کی کتب احادیث میں اہلبیت کے مناقب و فضائل کے لئے علیحدہ باب باندھے گئے ہیں اور وہ اہلبیت کی تشریح یوں کرتے ہیں۔ بیت سہ است بیت نسب و بیت سکنیٰ و بیت ولادت پس بنو ہاشم اولاد عبد المطلب اہل بیت پیغمبر اند صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم از جہت نسب و اولاد جد قریب را بیت مے خوانند ومیگویند خانہ فلانے بزرگ ست و ازواج مطہرۂ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اہل بیت سکنے اند و اطلاق اہلبیت بر زنان مرد اخص و اعرف ست بحسب عرف و عادت و اولاد شریف آنحضرت اہل بیت ولادت اند (اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ۔ جلد رابع صفحہ ۶۹۲)۔ ترجمہ بیت تین ہیں بیت نسب اور بیت سکونت اور بیت ولادت۔ پس بنو ہاشم اولاد عبد المطلب نسب کی جہت سے اہل بیت پیغمبر ہیں صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور جد قریب کی اولاد کو بیت کہتے ہیں۔ چنانچہ کہا کرتے ہیں فلاں شخص کا گھر بزرگ ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اہلبیت سکونت ہیں۔ اور اہلبیت کا اطلاق مرد کی عورتوں پر بحسب عرف و عادت اخص و اعرف ہے اور حضرت کی اولاد شریف اہل بیت ولادت ہیں۔ انتہٰے۔ مگر شیعہ بارہ اماموں اور دو ایک عورتوں کے سوا باقی کے اہلبیت ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ اور اُن کو بُرا کہتے ہیں۔ مثلاً حضرتؐ کی ازواج مطہرات کو اہلبیت سے خارج سمجھتے ہیں حالانکہ حسب لغت و عرف و قرآن وہ ضرور اہلبیت ہیں لفظ اہلبیت دو کلموں سے مرکب ہے اہل اور بیت اہل کے معنی کسان و کسانِ سرائے کے ہیں جیسا کہ صراح میں ہے اور بیت کے معنی گھر کے ہیں۔ پس اہلبیت کے معنے گھر کے لوگ ہیں اور گھر کے لوگوں میں ازواج قطعاً داخل ہیں یہی قرآن کریم کا فیصلہ ہے دیکھو آیات ذیل:۔

(۱) قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰی قَوْمِ لُوْطٍ ؕ وَامْرَاَتُہٗ قَآئِمَۃٌ فَضَحِکَتْ فَبَشَّرْنٰھَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ ؕ قَالَتْ یٰوَیْلَتٰی

وہ (فرشتے) بولے (ابراہیمؑ سے) آپ ڈریئے تحقیق ہم تو قوم لوط کیطرف بھیجے گئے ہیں اور آپکی بی بی (سارہ) کھڑی تھی پس وہ ہنس پڑی تو ہمنے اسکو اسحاق اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی وہ کہنے لگی ہائے میری خرابی۔

ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ۭ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ○ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۭ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○ (ہود-ع ۷)

کیا میری اولاد ہوگی اور میں بڑھیا ہوں اور یہ میرا شوہر بوڑھا ہے۔ بے شک یہ عجیب بات ہے۔ فرشتے بولے کیا تو خدا کے امر سے تعجب کرتی ہے اے اہلبیت نبی تم پر خدا کی رحمت اور اسکی برکتیں ہیں بے شک وہ ستودہ بزرگ ہے۔

ان آیتوں میں فرشتوں نے حضرت سارہ کو بیٹا اور پوتا پیدا ہونے کی بشارت دی ہے حضرت سارہ اس پر تعجب کرتی ہیں۔ فرشتے حضرت سارہ کو لفظ اہلبیت سے خطاب کرکے فرماتے ہیں کہ یہ جائے تعجب نہیں تم پر خدا کی رحمت اور برکتیں ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے تفسیر صافی میں آیہ اخیر کے تحت میں ہے۔ یعنی ان هذه و امثالها مما يكرمكم الله به يا اهل بيت النبوة فليس هذا مكان تعجب - ترجمہ یعنی اے اہلبیت نبوت یہ اور اسکی مثل اور برکتیں اللہ تعالیٰ تمکو عطا کرے گا۔ پس یہ تعجب کا مقام نہیں۔ انتہے۔ تفسیر صافی کی عبارت سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت سارہ اہلبیت ابراہیمؑ ہے کیونکہ تعجب کرنے والی وہی ہے۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے۔ ویعنی یا اهل البیت اهل بیت ابراهیم و انما جعلت سارة من اهل بيته لانها كانت ابنة عمه و لادلالة في الآية على ان وجة الرجل من اهل بيته۔ ترجمہ اہل بیت سے مراد اہل بیت ابراہیمؑ ہیں اور سارہ حضرت ابراہیمؑ کے اہلبیت میں شمار کی گئی کیونکہ وہ حضرت ابراہیمؑ کے چچا کی بیٹی تھی اور اس آیت میں اس امر پر دلالت نہیں کہ مرد کی زوجہ اُس کے اہلبیت سے ہے انتہے۔ آیات مذکورہ بالا میں صاف مذکور ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ اور فرشتوں میں گفتگو ہو رہی تھی تو زوجۂ ابراہیمؑ وہیں کھڑی تھی جسکو فرشتوں نے بیٹا اور پوتا پیدا ہونے کی بشارت دی۔ وہی زوجۂ ابراہیمؑ اس بشارت پر تعجب کرتی ہے اس تعجب کے دور کرنے کے لئے فرشتے اُسی زوجۂ ابراہیمؑ سے بلفظ اہلبیت خطاب کر رہے ہیں۔ باایں ہمہ شیعہ کے علامہ طبرسی کا یہ کہنا کہ حضرت سارہ کو اہل بیت اس لئے کہا گیا کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کے چچا کی بیٹی تھی محض تعصب بے بنیاد ہے۔ قرآن مجید میں کہیں جگہ حضرت سارہ کو حضرت ابراہیمؑ کے چچا کی بیٹی نہیں کہا گیا۔ کتب شیعہ میں بھی ایسا نہیں بلکہ اسے حضرت ابراہیمؑ کی خالہ کی بیٹی لکھا ہے چنانچہ تفسیر صافی میں وامرأته قائمة کے تحت میں یوں لکھا ہے وهي سارة ابنة لاحج وهي ابنة خالته یعنی وہ سارہ بیٹی لاحج کی ہیں اور وہ حضرت ابراہیمؑ کی خالہ کی بیٹی ہے انتہے اسی طرح ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں۔ و شیخ علی بن ابراہیم ذکر کردہ است کہ چون نمرود ابراہیمؑ را در آتش انداخت حقتعالی بقدرت کاملہ خود آتش را بر او سرد گردانید نمرود از ابراہیمؑ خائف شد گفت اے ابراہیم از بلاد من بیرون رو و با من در یک دیار مباش اے ابراہیم

نکاح خود آوردہ بود۔ و او دختر خالہ ابراہیمؑ بود۔ و ایمان با ابراہیمؑ آوردہ بود۔ (حیات القلوب نولکشوری جلد اول ص۱۷۱) طرفہ یہ کہ شیعہ چچا اور چچا کی اولاد کو بھی اہلبیت میں داخل نہیں سمجھتے۔ اسی واسطے حضرت عباس اور اولاد عباس کو اہل بیت نبی میں شمار نہیں کرتے۔ اور سنئے شیعہ کے رئیس المحدثین محمد بن یعقوب کلینی لکھتے ہیں احمد بن محمد عن ابن محبوب عن جمیل عن ابی عبیدۃ الحذاء عن ابی جعفر علیہ السلام قال مر امیر المؤمنین علیہ السلام بقوم فسلم علیھم فقالوا علیک السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ و مغفرتہ و رضوانہ فقال لھم امیر المؤمنین علیہ السلام لا تجاوزوا بنا مثل ما قالت الملائکۃ لابینا ابراھیم علیہ السلام انما قالوا رحمۃ اللہ و برکاتہ علیکم اھل البیت (اصول کافی نولکشوری۔ باب التسلیم ص۴۷۲)

ترجمہ (بحذف اسناد) امام محمد باقر علیہ السلام کا بیان ہے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام کا گذر ایک جماعت پر ہوا۔ آپ نے اُن پر سلام کہا۔ اُنہوں نے جواب میں کہا علیک السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ و مغفرتہ و رضوانہ اس پر حضرت امیر علیہم السلام نے فرمایا کہ مجھے اس سے نہ بڑھاؤ۔ جو فرشتوں نے ہمارے باپ ابراہیم علیہ السلام سے کہا تھا۔ انہوں صرف یہ کہا تھا۔ رحمۃ اللہ و برکاتہ علیکم اہل البیت انتہےٰ۔ جو قرآن اسوقت ہمارے ہاتھ میں ہے اور جس پر ہمارا ایمان ہے اسمیں تو یہ خطاب حضرت سارہ سے ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا رہا وہ قرآن موہوم جسے شیعہ امام غائب کے پاس غار سامرہ میں بتاتے ہیں اور جس پر اُنکا ایمان ہے اسمیں وہ جانیں کسطرح ہے۔ شیعوں کے سرآمد محدثین ملا خلیل اس حدیث کی شرح میں یوں لکھتے ہیں۔ مخفی نماند کہ ظاہر لابینا ابراہیم اینست کہ ایں خطاب ملائکہ از تتمہ خطاب بازن او سارہ نبودہ بلکہ با خودش بودہ بعد از سلامے کہ کردہ بودند در حین وداع بودہ (صافی شرح اصول کافی نولکشوری کتاب العشرۃ جزء ہفتم۔ ص۲۳)

ترجمہ مخفی نہ رہے کہ لابینا ابراہیم (ہمارے باپ ابراہیم سے) کے ظاہر معنے تو یہ ہیں۔ کہ فرشتوں کا یہ خطاب سارہ زوجۂ ابراہیمؑ کے ساتھ خطاب کے تتمہ سے نہیں بلکہ خود حضرت ابراہیم سے تھا اُس سلام کے بعد جو اُنہوں نے کہا تھا۔ یہ وداع کے وقت تھا۔ انتہےٰ ملا صاحب گھبرا گئے ہیں ورنہ ایسا نہ لکھتے۔ کیونکہ فرشتے اس خطاب کے بعد وداع نہیں ہوئے۔ بلکہ وہیں موجود ہیں اور حضرت ابراہیمؑ اُن سے درباره عذاب قوم لوط مجادلہ و

مباحثہ کر رہے ہیں۔ جیسا کہ آیہ لاحقہ سے ظاہر ہے اور وہ یہ ہے۔ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَىٰ يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ ۔ اس کا فارسی ترجمہ مقبول عامہ یوں ہے ہے پس آں ہنگام کہ برفت و زائل شد از ابراہیم ترس و فزعے کہ داشت و آمد بوے بشارت ولد مجادلہ و مباحثہ مے کرد با فرشتگانِ ما در شانِ قومِ لوط۔ (خلاصۃ المنہج) جاننا غور ہے کہ آیاتِ زیر بحث میں صرف تین ذاتوں کا ذکر ہے حضرت ابراہیم حضرت سارہ اور ملائکہ یہ واضح رہتا ہے کہ ملائکہ علیہم السلام تو حضرت ابراہیم کے اہلبیت نہیں ہو سکتے درحالیکہ وہی خطاب کرنے والے ہیں۔ اور حضرت ابراہیم پر بھی اہلبیت نبی کا اطلاق نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ اپنے اہلبیت کیونکر ہو سکتے ہیں۔ لامحالہ یہاں اہلبیت کا اطلاق حضرت ابراہیم کی زوجہ حضرت سارہ پر ہوا ہے۔ اور یہی حق ہے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ پس زوجہ کا شوہر کے اہلبیت میں ہونا نص قرآنی سے ثابت ہے۔ تعجب ہے شیعہ اس آیت کے ہوتے یوں کہہ رہے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات آپ کے اہلبیت میں داخل نہیں ؛

يٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا (۲) وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيْمًا (۳) يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۗ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا (۴) وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا (۵) يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ

(۱) اے پیغمبر اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اُسکی آرایش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں فائدہ دوں۔ اور خوش اسلوبی سے رخصت کر دوں (۲) اور اگر تم خدا اور اُس کے رسول اور سرائے آخرت کو چاہتی ہو تو تم میں سے نیکوکاروں کیلئے خدا نے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے (۳) اے پیغمبر کی بیویو! تم میں سے جو صریح بیحیائی کا کام کرے گی اُس کو دوہری سزا دی جائیگی۔ اور یہ خدا پر آسان ہے۔ (۴) اور جو تم میں سے اللہ اور رسول کی فرمانبرداری اور نیک عمل کرے گی۔ ہم اُس کو دوہرا ثواب دینگے اور اُس کے لئے ہم نے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے (۵) اے پیغمبر کی بیویو تم عام عورتوں کی مثل نہیں اگر تم پرہیزگاری اختیار رکھو تو دبی زبان سے بات کیا کرو جس سے وہ جس کے دل

ف یہ جو فرمایا کہ جو نیکی پر ہیں ان کو بڑا بدلہ ہے حضرت کی ازواج سب نیک ہی ہیں الطیبات للطیبین مگر حق تعالیٰ نے صاف خوشخبری کسی کو نہیں دیا تا نڈر نہ ہو جاویں کہ خاتمہ پر نظر لگا رہتا ہے (موضح القرآن) منکن میں من بیانیہ ہے کیونکہ ازواج مطہرات سب محسنات تھیں۔ (مدارک و بیضاوی)

وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ (۶) وَقَرْنَ
فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ
الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ
وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ
الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ
تَطْهِيْرًا ۝ (۷) وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى
فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۝ (سورۂ احزاب)

اور نیک بات کہا کرو۔ (۶) اور اپنے گھروں میں
ٹکی رہو۔ اور اگلے زمانہ جاہلیت کے سے
بناؤ سنگار دکھاتی نہ پھرو۔ اور نماز پڑھو۔
اور زکوٰۃ دو۔ اور اللہ اور اُس کی رسول کی فرمانبرداری
کرو۔ اے اہل بیت نبیؐ خدا تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے
کہ تم سے گندگی کو دور کرے۔ اور تم کو خوب
پاک کرے۔ (۷) اور تمہارے گھروں میں
جو خدا کی آیتیں اور دانائی کی باتیں پڑھکر سنائی
جاتی ہیں۔ اُن کو یاد کرو۔ بیشک اللہ لطف کرنے والا خبردار ہے۔

آیات مذکورہ بالا کے متعلق امور ذیل قابل غور ہیں:—

آیہ (۱) و (۲)۔ ہجرت کے نویں سال ازواج مطہرات نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مقدور سے زیادہ نفقہ اور کسوت طلب کیا۔ اس پر آپ نے ایلاء کیا۔ یعنی سوگند کھائی کہ ایک ماہ اُن کے ساتھ مخالطت نہ کروں گا۔ جب ۲۹ روز گذرنے پر مہینہ پورا ہوا۔ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ آیۂ تخییر لائے۔ اسوقت ازواج مطہرات نو تھیں یعنی حضرت عائشہ وحفصہ وام حبیب بنت ابی سفیان وسودہ بنت زمعہ وام سلمہ بنت ابی امیہ وصفیہ بنت حیی بن اخطب خیبریہ ومیمونہ بنت حارث الہلالیہ وزینب بنت جحش اسدیہ وجویریہ بنت حارث مصطلقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن ان سب نے زینتِ دنیا پر اللہ اور رسول کو اختیار کیا۔ پس ثابت ہوا کہ وہ نہ دنیا چاہتی تھیں نہ ان کے دلوں میں دنیا کی زینت کی کچھ ہوس تھی۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو حضرت اُن سے مفارقت کر کے دے دلاکر رخصت فرما دیتے۔ مگر آپ نے ایسا نہیں کیا۔ تو معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات رضائے خدا ورسول کی طلبگار تھیں۔ اور حسن آخرت کی متمنی تھیں۔ اس عمل نیک پر اللہ تعالیٰ نے حضرت کو انہی نو پر مقصور کر دیا۔ اور فرمادیا۔ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ[1]۔ یعنی چونکہ انہوں نے آپ کو اختیار کیا ہے اس لئے آپ بھی اُن پر دوسری عورتوں کو اختیار نہ کریں۔ (ملاحظہ مناہج وتفسیر حسینی)

[1] اس کے بعد تیرے واسطے اور عورتیں حلال نہیں اگرچہ اُن کا حسن تجھ کو اچھا لگے ۱۲

آیہ (۳) و (۴) اسی عمل نیک پر جزائے مذکور کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو یہ شرف بخشا کہ خود اُن سے خطاب کیا اور اُن کو اپنے حبیب پاک کی طرف نسبت دیکر فرمایا۔ کہ اے پیغمبر کی بیویو! تم میں سے اگر کوئی ناشائستہ حرکت کرے گی۔ تو دیگر عورتوں کی نسبت اُسے دُگنا عذاب ہوگا۔ اور اگر نیک عمل کرے گی۔ تو اُسے دوسری عورتوں سے دُگنا ثواب ملے گا۔ اس سے ازواج مطہرات کا مقربات درگاہ الٰہی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے حُرّ کی حد رقیق کی حد سے دُگنی ہے۔ اور انبیاے کرام کو اُن اُمور پر عتاب ہوتا ہے۔ جن پر دوسرے لوگوں کو نہیں ہوتا۔ یہی حال عالم کا بمقابلہ جاہل ہے۔ یہاں سے یہ بھی پایا جاتا ہے۔ کہ ازواج مطہرات باقی تمام عورتوں سے بہتر تھیں۔ کیونکہ اُن کا عذاب و ثواب باقی تمام عورتوں کے عذاب و ثواب سے دُگنا ہے۔ یہاں ازواج مطہرات کے لئے یہ بھی بشارت ہے کہ اُن سے کوئی کھلی ناشائستہ حرکت سرزد نہ ہوگی۔ کیونکہ آیہ (۳) از قبیل لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ (زمر - ۶ ع ۷) ہے۔ باایں ہمہ جو لوگ ازواج مطہرات کے حق میں دریدہ دہنی کرتے ہیں وہ حقیقت میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی تحقیر کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کی ازواج کو ناشائستہ حرکات سے محفوظ رکھا ہے۔ اور اجر مضاعف کے علاوہ اُن کے لئے آخرت میں رزق کریم تیار کر رکھا ہے۔ پس اُن کا بہشتی ہونا ظاہر ہے۔

آیہ (۵) اس آیت میں اللہ عزوجل نے ازواج مطہرات کے لئے تضعیف ثواب و عذاب کی وجہ بیان فرمادی کہ تم اور عورتوں جیسی نہیں ہو۔ تم میں وہ وصف ہے جو اوروں میں نہیں۔ یعنی تم اُمّہات المؤمنین (وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ۔ احزاب ۶ ع ۱) اور زوجات خیر المرسلین ہو۔ پھر فرمایا کہ اگر تم حکم الٰہی اور رضائے رسول کی مخالفت سے ڈرتی ہو۔ تو پس پردہ سے مردوں کے ساتھ کلام کرنے میں نرمی نہ کرو۔ کیونکہ ایسا کرنا اگرچہ فاجر سے فاجر مومن میں کبھی شہوت و طمع کا باعث نہیں ہوسکتا۔ مگر منافق میں ہوسکتا ہے۔ اور تم ایسی نیک بات کہا کرو جو تہمت و اطماع سے پاک ہو۔ یعنی سنجیدگی و خشونت سے کلام کیا کرو۔ اور ناز و کرشمہ سے بات نہ کیا کرو۔ کیونکہ ناز و کرشمہ تاثیر میں نرمی کلام سے بڑھ کر ہے۔ اور آیہ (۶) تم اپنے گھروں میں آرام و قرار پکڑو۔ کیونکہ تمہارا تبرّج یعنی باہر نکلنا

لہ اگر شرک آوری بر سبیل فرض و تقدیر و اگرچہ محالست مر آئینہ باطل شود کردار تو۔ ۱۲ (خلاصۃ المنہج)

کرشمہ آمیز کلام سے بھی زیادہ طمع دلانے والا ہے۔ اور تم جاہلیۃ اولیٰ کی عورتوں کی طرح چلنے میں تبختر نہ کرو۔ کیونکہ تبختر تو تبرز سے بھی اشد ہے۔ اور تم نماز و زکوٰۃ ادا کیا کرو۔ اور تمام اوامر و نواہی میں اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔ کیونکہ اے اہل بیت نبی اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کرے اور پاک صاف بنائے۔ جیسا کہ پاک صاف بنانے کا حق ہے۔ آیہ (۷) میں ازواج مطہرات کو یہ تعلیم ہے کہ تمہارے گھروں میں جو آیات تلاوت کی جاتی ہیں تم ان کو یاد کر لو تاکہ خود عمل کرو اور دوسروں کو بھی بتاؤ۔

آیہ (۶) میں جسے آیہ تطہیر کہتے ہیں اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ ازواج مطہرات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت ہیں۔ کیونکہ آیہ (۱) سے آیہ (۷) تک ان ہی سے خطاب ہے۔ اور ان ہی کے لئے اوامر و نواہی واقع ہیں۔ مگر شیعہ کہتے ہیں کہ آیات سابقہ ولاحقہ کے احکام تو ازواج کے لئے ہیں۔ درمیان میں صرف آیہ (۶) میں ان سے خطاب نہیں۔ بلکہ فقط حضرت علی و فاطمہ و حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم مخاطب ہیں۔ ان کا یہ قول محض ہٹ دھرمی ہے۔ ان چاروں کا آیات میں ذکر تک نہیں۔ باعتبار موارد آیات سابقہ ولاحقہ کسی اجنبی کے ساتھ فصل موجب فساد بلاغت ہے۔ زوجہ کا مرد کے اہل بیت ہونا نص قرآن سے ثابت ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ شیعہ اپنے دعوے کے ثبوت میں کوئی آیہ قرآن پیش نہیں کرتے۔ ان کے دلائل یہ ہیں:-

(۱) صحیح مسلم میں بروایت سعد بن ابی وقاص مذکور ہے۔ کہ جب آیہ مباہلہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی و فاطمہ و حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بلا بھیجا اور ان کو جمع کر کے فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلُ بَیْتِیْ (یا اللہ یہ میرے اہلبیت ہیں) اور صحیح مسلم ہی میں بروایت حضرت عائشہ صدیقہ وارد ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان چاروں کو اپنی چادر مبارک میں لے کر فرمایا۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ جواب میں گزارش ہے کہ ان حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ چار اہلبیت ہیں۔ مگر اہل بیت کا حصر ان چاروں میں ثابت نہیں ہوتا۔ دیگر آنکہ ہم نص قرآنی سے ثابت کر چکے ہیں کہ زوجہ اہلبیت ہے چونکہ آیات زیر بحث میں سوائے ازواج مطہرات کے اور کسی کا ذکر نہیں۔ اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے چند بزرگوں کو الگ کر کے اپنے اہلبیت فرمایا۔ تاکہ معلوم ہو جائے

کا ازواج مطہرات کے علاوہ یہ بھی اہلبیت ہیں۔ اور وعدہ تطہیر میں داخل ہیں۔ ازواج کو علیحدہ کر کے اس لئے نہیں فرمایا۔ کہ ان کے اہلبیت ہونے پر خود قرآن ناطق ہے اسی واسطے ایسا ہی معاملہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے بیٹوں کے لئے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ حافظ ابو نعیم اصفہانی دلائل النبوۃ مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن ۱۳۲۰ھ لکھتے ہیں۔ عن ابی اسید الساعدی قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم للعباس لا تبرح انت وبنوک غدا فان لی فیکم حاجة قال فجمعهم العباس فی بیت فاتاهم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال السلام علیکم کیف اصبحتم قالوا بخیر نحمد اللہ بابینا انت وامنا یا رسول اللہ قال تقاربوا تقاربوا فزحف بعضهم الی بعض قال فلما امکنوہ اشتمل علیهم بملائته ثم قال صلے اللہ علیہ وسلم اللهم هذا العباس عمی وهؤلاء اهل بیتی استرهم من النار کستری ایاهم بملاءتی هذه فامنت اسکفة الباب وحوائط البیت آمین آمین آمین ثلاثا۔ ترجمہ۔ ابو اسید ساعدی سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عباس سے فرمایا۔ کل تم اور تمہارے بیٹے گھر سے باہر نہ جائیں۔ کیونکہ مجھے تم سے کچھ کام ہے۔ راوی نے کہا۔ پس عباس نے اُن کو ایک گھر میں جمع کیا۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے۔ اور فرمایا۔ تم پر سلام ہو تم نے صبح کس طرح کی۔ اُنہوں نے جواب دیا۔ بخیریت ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں۔ اے رسول اللہ ہمارا باپ اور ہماری ماں آپ پر قربان ہو۔ آپ نے فرمایا۔ ایک دوسرے کے نزدیک ہو جاؤ۔ ایک دوسرے کے نزدیک ہو جاؤ۔ پس بعض نے بعض کی طرف بیٹھے بیٹھے حرکت کی۔ راوی کا قول ہے کہ جب وہ آپ کے اختیار میں آگئے تو آپ نے اُن کو اپنی چادر سے ڈھانپ لیا۔ پھر فرمایا۔ یا اللہ یہ عباس میرا چچا ہے۔ اور یہ لوگ میرے اہلبیت ہیں۔ ان کو آگ سے چھپا لے۔ جیسا کہ میں نے ان کو اپنی اس چادر میں چھپا لیا ہے۔ پس اس پر سائبان دروازہ اور گھر کی دیواروں نے تین بار آمین کہی انتہے۔ اس روایت سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس اور ان کے بیٹے بھی اہلبیت نبی میں داخل ہیں +

(۲) سنن ترمذی تفسیر سورۂ احزاب میں بروایت عمر بن ابی سلمہ مذکور ہے کہ جب آیہ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ ام سلمہ کے گھر میں نازل ہوئی۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی و فاطمہ و حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بلایا۔ اور ان کو اپنی چادر میں لے کر یوں دعا کی اللھم ھؤلاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا۔ حضرت ام سلمہ نے عرض کی وانا معھم یانبی اللّٰہ (اے پیغمبر خدا میں ان کے ساتھ ہوں) آپ نے فرمایا۔ انت علی مکانک وانت علی خیر (تو اپنے رتبہ پر ہے اور تو نیکی پر ہے) اس سے شیعہ استدلال کرتے ہیں کہ ام سلمہ اہلبیت میں سے نہ تھیں۔ مگر یہ استدلال درست نہیں۔ کیونکہ حضور کا ارشاد صریح دلیل ہے اس امر کی کہ آیت کا نزول ازواج کے حق میں ہے۔ آپ نے ان چار بزرگوں کو بھی اپنی دعا سے اس وعدہ میں داخل فرمایا۔ اگر آیت کا نزول ان کے حق میں ہوتا تو دعا کی کیا حاجت تھی۔ اور کس واسطے تحصیل حاصل فرماتے اس واسطے آپ نے ام سلمہ کو اس دعا میں شریک نہ فرمایا۔ کیونکہ اُس کے حق میں آپ نے اس دعا کو تحصیل حاصل خیال فرمایا۔ (تحفہ اثنا عشریہ)۔ پس انت علی خیر (تو نیکی پر ہے) کا مطلب یہ ہے کہ اہلبیت ہونے کا شرف تجھے پہلے سے حاصل ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید ناطق ہے۔ اسی کی تائید یوں ہوتی ہے۔ کہ ایک روایت (صواعق محرقہ۔ صفحہ ۸۶) میں آیا ہے کہ ام سلمہ نے عرض کی۔ یارسول اللہ انا من اھل البیت (اے رسول خدا میں اہلبیت سے ہوں۔) آپ نے فرمایا۔ بلٰی انشاء اللّٰہ (ہاں انشاء اللہ)

(۳) آیہ تطہیر میں جمع مذکر کی ضمیریں بتا رہی ہیں۔ کہ یہ خطاب ازواج سے نہیں اس کے جواب میں گزارش ہے کہ سورۂ ہود میں آیہ (اتعجبین من امر اللّٰہ رحمۃ اللّٰہ و برکاتہ علیکم اھل البیت) میں خطاب تو بی بی سارہ سے ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا صیغہ بھی واحد مؤنث حاضر ہے۔ پھر علیکم میں ضمیر مذکر کیوں لائی گئی۔ اسکا جواب جو شیعہ دیں وہی جواب ہماری طرف سے آیہ تطہیر میں سمجھ لیں۔ علاوہ ازیں اس تقدیر پر تو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اہلبیت میں شمار نہیں ہو سکتیں اگر شیعہ کہیں کہ آیہ تطہیر میں تغلیباً جمع مذکر کا صیغہ استعمال ہوا ہے تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں۔ کہ ازواج مطہرات کے ساتھ حضرت علی و حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اہلبیت میں داخل ہیں اس لئے عنکم میں تغلیب ہے بلکہ دو تغلیبیں ہیں ایک تو مذکر کی تغلیب مؤنث پر

اور دوسرے مخاطب کی تغلیب غائب پر اس لئے کہ غیر ازواج پہلے مذکور نہیں اور نہ ان کو امر و نہی کے ساتھ خطاب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جمع مذکر کی ضمیر بلحاظ لفظ اہل ہے عرب کا قاعدہ ہے کہ جب مؤنث کو لفظ مذکر سے تعبیر کرتے ہیں۔ تو اس مؤنث کے لئے مذکر کے صیغے لاتے ہیں۔ ہاں بلحاظ عموم لفظ آل عبا بھی وعدہ تطہیر میں داخل ہیں جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیا۔

(۴) حدیث زید بن ارقم میں جو پہلے آچکی ہے مذکور ہے کہ حضرت زید نے فرمایا۔ کہ ازواج مطہرات اہلبیت نبیؐ میں سے ہیں۔ مگر مسلم کی دوسری روایت میں یوں ہے۔ فقلنا من اهل بيته نساءه قال لا وايم الله ان المرأة تكون مع الرجل العصر من الدهر ثم يطلقها فترجع الى ابيها وقومها اهل بيته اصله وعصبته الذين حرموا الصدقة بعده ترجمہ پس ہم نے پوچھا کہ حضرت کے اہلبیت کون ہیں۔ کیا حضرت کی ازواج اہلبیت ہیں۔ حضرت زید نے کہا۔ نہیں خدا کی قسم عورت زمانے کا ایک حصہ شوہر کے ساتھ ہوتی ہے پھر وہ اس کو طلاق دیدیتا ہے۔ پس وہ اپنے باپ اور قوم کی طرف واپس چلی جاتی ہے حضرت کے اہلبیت آپ کے اصل اور عصبہ ہیں۔ جو آپ کے بعد صدقہ سے محروم کئے گئے۔ انتہے

حضرت زید بن ارقم کے یہ دو قول بظاہر متناقض ہیں۔ اُن میں تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ پہلی روایت میں جو ازواج کو اہلبیت میں بتایا گیا وہاں اہلبیت سے مراد اہل بیت سکونت ہیں۔ اور دوسری روایت میں جو اُن کو اہلبیت سے خارج بیان کیا گیا۔ وہاں اہلبیت سے مراد وہ اہلبیت ہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اُس صدقہ سے محروم کئے گئے جو اُن کو خلفائے اربعہ کے عہد میں ملتا رہا۔ اگر اس تطبیق کو تسلیم نہ کیا جائے تو ہم پہلی روایت کو ترجیح دیں گے کیونکہ یہ نص قرآن کے موافق ہے۔ علاوہ ازیں دوسری روایت کے اسناد میں حسان بن ابراہیم ہے جس کی نسبت میزان الاعتدال میں ہے۔ قال النسائی ليس بالقوى وقال ابن عدى حدث بافرادات كثيرة وهو من اهل الصدق الا انه يغلط یعنی نسائی نے کہا کہ حسان بن ابراہیم قوی نہیں۔ اور ابن عدی نے کہا کہ اُس نے بہت سی مفردات روایت کی ہیں اور وہ اہل صدق سے ہے۔ مگر غلطی کرتا ہے۔ انتہے۔ اگر اس ترجیح کو بھی مسلم نہ رکھا جائے۔ تو ہم کہیں گے اذا تعارضا تساقطا۔ پس حضرت زید کے ہر دو قول میں سے کوئی بھی قابل استناد نہ رہا۔ خلاصہ کلام یہ

کہ ازواج مطہرات ضرور اہلبیت ہیں۔ اور قطعًا وعدہ تطہیر میں داخل ہیں اسی واسطے اُن کو مطہرات کہتے ہیں۔

آیہ تطہیر سے شیعہ آل عبا کی معصومیت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ اس آیت سے تو اُن کا غیر معصوم ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ معصوم کے حق میں یوں نہیں کہا جاتا۔ کہ میں اُسے پاک کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ یہ تحصیل حاصل ہے۔ غایۃ الامر یہ ہے کہ اذہاب رجس کے ساتھ ارادہ الٰہی کے تعلق کے بعد وہ رجس سے محفوظ ہیں۔ اگر آیہ تطہیر سے ائمہ شیعہ کی عصمت ثابت ہو تو لازم آتا ہے کہ وضو اور غسل کرنے والے بھی معصوم ہوں کیونکہ اُن کے حق میں یوں آیا ہے۔ مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (مائدہ۔ ع۲) ترجمہ اللہ یہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی کرے۔ بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کرے تاکہ تم شکرگزار ہو جاؤ۔ (ترجمہ شیعہ) شیعہ کی معتبر تفسیر مجمع البیان میں ہے۔ وَلٰكِنْ يُّرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ بما فرض علیکم من الوضوء والغسل من الاحداث والجنابۃ ای ینظف اجسادکم بذلک من الذنوب واللام دخلت فیہ لتبیین الارادۃ ای یرید ذلک لتطہیرکم کما قال الشاعر ؎ ارید لانسی ذکرہا فکانما۔ تمثل لی لیلی بکل سبیل ✤ ویوید ما قلناہ ماروی عن قتادۃ عن شہر بن حوشب عن ابی امامۃ ان النبیؐ قال ان الوضوء یکفر ما قبلہ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ ای یرید اللہ تعالٰی مع تطہیرکم من ذنوبکم بطاعتکم ایاہ فیما فرض علیکم من الوضوء والغسل اذا قمتم الی الصلوٰۃ مع وجود الماء والتیمم عند عدمہ ان یتم نعمتہ باباحتہ لکم التیمم وتصییرہ لکم الصعید الطیب طہورا رخصۃ لکم منہ مع سوابغ نعمہ التی انعم بہا علیکم۔ ترجمہ ولیکن خدا چاہتا ہے کہ پاک کرے تم کو تم پر حدث سے وضو اور جنابت سے غسل واجب کر کے یعنی تمہارے جسموں کو اس کے ساتھ گناہوں سے پاک کرے۔ اور اس میں لام ارادہ کے بیان کرنے کے لئے ہے۔ یعنی اللہ یہ چاہتا ہے تمہاری تطہیر کے لئے جیسا کہ شاعر کا قول ہے ؎ ارید لانسی ذکرہا فکانما۔ تمثل لی لیلی بکل سبیل ✤ اور ہمارے قول کا مؤید ہے وہ جو قتادہ نے شہر بن حوشب سے اور اُس نے

ابو امامہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ وضو کفارہ ہے اُن گناہوں کا جو پہلے ہو چکے۔ اور کہ پورا کرے اپنی نعمت تم پر۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو تم پر نماز پڑھنے کے وقت پانی ملنے کی صورت میں وضو اور غسل اور نہ ملنے کی صورت میں تیمم فرض کیا ہے اس فرض کی بجا آوری سے وہ چاہتا ہے کہ تم کو گناہوں سے پاک کرے۔ اور اس تطہیر کے علاوہ تمہارے واسطے تیمم کو مباح اور پاک مٹی کو بطور رخصت طہور (پاک کرنے والی) بنا کر چاہتا ہے کہ اپنی نعمت تم پر پورا کرے۔ مع ان بڑی نعمتوں کے جو اس نے تمہیں عنایت کیں انتہٰے۔ بلکہ آیت تطہیر کی نسبت یہ آیت ثبوت مدعا میں مفید تر ہے کیونکہ اس میں اتمام نعمت بھی مذکور ہے اور اتمام نعمت تطہیر کے بعد شر شیطان اور معاصی سے حفاظت کے بغیر متصور نہیں۔ صاحب مجمع البیان نے اس آیت کی جس طرح تفسیر کی ہے۔ اسی طرح آیت تطہیر کا بھی یہی صاف مطلب ہے کہ اوامر و نواہی جن کے ساتھ آیات ماقبل میں ازواج مطہرات کو خطاب ہے۔ وہ اس لئے ہیں کہ ان کی بجا آوری سے اللہ تعالیٰ ان کو پورے طور پر پاک بنانا چاہتا ہے۔ مگر افسوس ہے صاحب مجمع البیان نے آیت تطہیر کی تفسیر اس طرح نہیں کی۔ بلکہ اس کی تحت میں یوں لکھا ہے۔ واستدلت الشیعة علی اختصاص الآیة بھؤلاء الخمسة علیھم السلام بان قالوا ان لفظة انما محققة لما اثبت بعدھا نافیة لما لم یثبت فان قول القائل انما لک عندی درھم وانما فی الدار زید یقتضی انه لیس عنده سوی الدرھم ولیس فی الدار سوی زید واذا تقرر ھذا فلا یخلو الارادة فی الآیة ان تکون ھی الارادة المحضة او الارادة التی یتبعھا التطھیر واذھاب الرجس ولا یجوز الوجه الاول لان الله تعالیٰ قد اراد من کل مکلف ھذه الارادة المطلقة فلا اختصاص لھا باھل البیت دون سائر الخلق ولان ھذا القول یقتضی المدح والتعظیم لھم بغیر شک وشبھة ولا مدح فی الارادة المجردة فثبت الوجه الثانی وفی ثبوته ثبوت عصمة المعنیین بالآیة من جمیع القبائح وقد علمنا ان من عدا من ذکرناہ من اھل البیت غیر مقطوع علی عصمته فثبت ان الآیة مختصة بھم لبطلان تعلقھا بغیرھم۔ ترجمہ شیعہ نے پنجتن کے ساتھ

آیہ تطہیر کے مختص ہونے پر استدلال کیا ہے بدین طور کہ وہ کہتے ہیں کہ لفظ اِنَّمَا مثبت ہے
اُس کا جو اس کے بعد مذکور ہے اور نافی ہے اس کا جو مذکور نہیں۔ کیونکہ کسی کا یہ کہنا انما
لک عندی درھم وانما فی الدار زید مقتضی ہے اس امر کا کہ اس کے پاس
سوا درہم کے نہیں اور گھر میں سوا زید کے نہیں۔ جب یہہ ثابت ہو گیا۔ تو آیت میں جو ارادہ
مذکور ہے۔ وہ یا تو محض ارادہ ہے یا وہ ارادہ کہ جس کے بعد پاک کرنا اور گناہ کا دور کرنا
ہے۔ وجہ اول یہاں جائز نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ مطلقہ ہر مکلف کے لئے
ہے۔ اس لئے اس کو اہلبیت سے کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ اور اس لئے کہ یہہ قول
بلاشک وشبہ اہلبیت کی مدح و تعظیم کا مقتضی ہے اور ارادہ مجردہ میں کوئی مدح نہیں۔
لہذا وجہ ثانی ثابت ہو گئی۔ اور وجہ ثانی کے ثابت ہونے سے اُن پنجتن کی عصمت
تمام قبائح سے ثابت ہو گئی جن کے ساتھ یہ آیت مختص ہے۔ اور یہ ہمیں معلوم ہے
کہ اہل بیت مذکورین کے سوا اوروں کی عصمت قطعی نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ یہہ آیت
اُن ہی کے ساتھ مختص ہے۔ کیونکہ ان کے سوا اوروں کے ساتھ اس آیت کا تعلق باطل
ہے۔ انتہے۔ شیعہ کے استدلال کے جواب میں گزارش ہے کہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں۔ کہ
آیۂ تطہیر میں خطاب ازواج مطہرات سے ہے۔ اور بلحاظ عموم لفظ آل عبا بھی اس میں داخل
ہیں۔ لہذا یہہ کہنا کہ یہہ آیت پنجتن سے مختص ہے درست نہیں۔ ارادہ باریتعالیٰ قرآن مجید
میں دو طرح کا ہے۔ ایک تو ارادہ شرعیہ دینیہ۔ جہاں اللہ تعالیٰ امر داد کو پسند کرتا ہے۔ اور اس
سے راضی ہے۔ اور اُس کو مومنوں کے لئے اُس نے مشروع کر دیا ہے۔ ایسا ارادہ متضمن
اس امر کو نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُس مراد کو خلق کیا ہے۔ اور نہ یہہ کہ اُس مراد کو مقدر کر دیا ہے
اور نہ یہہ کہ وہ ضرور ہوگا۔ جیسا کہ آیات ذیل میں۔

یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ (بقرہ - ع ۲۳) ترجمہ اللہ چاہتا ہے
تم پہ آسانی اور نہیں چاہتا تم پر مشکل۔

(۲) یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُبَیِّنَ لَکُمْ وَیَھْدِیَکُمْ سُنَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَیَتُوْبَ
عَلَیْکُمْ ط وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ۝ (نساء - ع ۵) - ترجمہ - اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے
واسطے بیان کرے اور تم کو چلا دے اگلوں کی راہ۔ اور تم کو معاف کرے۔ اور اللہ جاننے والا
حکمت والا ہے۔

(۳) وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ قف وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوَاتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ۝ (نساء - رکوع ۵) ترجمہ - اور اللہ چاہتا ہے کہ تم پر رحمت سے متوجہ ہووے - اور جو لوگ اپنے مزوں کے پیچھے لگے ہیں - وہ چاہتے ہیں کہ تم مڑ جاؤ راہ سے بہت دور +

دوسرا ارادہ کونیہ جو متضمن ہے اُس مراد کے خلق اور تقدیر کو جیسا کہ آیات ذیل ہیں -

(۱) فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ (انعام - ع ۱۵) ترجمہ سو جس کو اللہ ارادہ کرتا ہے کہ ہدایت کرے اُس کا سینہ حکم برداری کے لئے کھول دیتا ہے - اور جس کو راہ سے بھلانا چاہتا ہے اس کا سینہ تنگ کر دیتا ہے - گویا کہ وہ آسمان پر زور سے چڑھتا ہے -

(۲) وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ (ہود - ع ۳) ترجمہ اور میری نصیحت تم کو فائدہ نہ دے گی اگر میں چاہوں تم کو نصیحت کروں - اگر اللہ چاہتا ہوگا - کہ تم کو بے راہ چلادے -

آیہ تطہیر میں ارادہ از قبیل قسم اول ہے - کیونکہ اس آیت کے نزول کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - اللھم ھؤلاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا (یا اللہ یہ لوگ میرے اہلبیت ہیں پس ان سے گندگی دور کر اور ان کو پورے طور پر پاک کر) پس آپ نے اذہاب رجس اور تطہیر طلب کی - اگر آیت میں یہ خبر ہوتی - کہ اللہ تعالیٰ نے اہلبیت سے گندگی دور کر دی اور ان کو پاک کر دیا - تو آپ کو طلب دو دعا کی ضرورت نہ تھی - رہا یہ اعتراض کہ ارادہ مجردہ تو ساری خلقت کے لئے ہے - اس میں اہلبیت کی کوئی خصوصیت نہیں - حالانکہ یہ مقام اہلبیت کی مدح کا ہے - اسکا جواب یہ ہے - کہ اذہاب رجس کا مآل تخلیہ ہے - اور تطہیر کا مآل تحلیہ ہے - اس آیت میں اللہ عزوجل کی طرف سے وعدہ ہے کہ اگر اہلبیت مناہی سے باز رہیں گے - اور اوامر پر عمل کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو بطریق احسن تخلی عن الرذائل اور تحلی بالفضائل بنا دے گا اس میں اشارہ ہے کہ اُن کے اعمال مقبول ہیں اور اُن اعمال پر قطعاً آثار مترتب ہوتے ہیں - یہ اُن کے لئے خصوصیت ہے - کیونکہ غیر ول کے لئے بصورت انہاد انکبار اس فضیلت حصول قطعی نہیں - اسی واسطے ہم اہلبیت کے عابدوں کو دوسرے عابدوں کی نسبت

اتم حالاً اور احسن اخلاقاً اور ان کے نقشاً پاتے ہیں۔ اور اُن ہی کی طرف سلاسل صوفیہ کرام منتہی ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ ایک جماعت کا قول ہے کہ ہر زمانے میں قطب اہلبیت ہی سے ہوتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ آیہ تطہیر سے اہلبیت کا معصوم ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اس آیت میں شیعہ کے نزدیک بقول صاحب مجمع البیان اہل بیت سے مراد آل عبا اور حضور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مگر میثم بحرانی شرح نہج البلاغہ میں یوں لکھتا ہے:

اختلف الناس فی المراد باھل البیت فی قولہ تعالیٰ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت فقال الجمھور ان نساء النبی مرادات بھذہ الآیۃ ومن الناس من خصھا بھن مستدلین بسیاق الکلام قبلھا وبعدھا واتفقت الشیعۃ علی انھا خاصۃ بعلی وفاطمہ والحسن والحسین وھو قول ابی سعید الخدری

ترجمہ: آیۂ تطہیر میں اہلبیت سے کیا مراد ہے۔ اس بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ جمہور کا قول ہے کہ اس آیت سے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مراد ہیں۔ اور بعض لوگ اس کے قبل وبعد سیاق کلام سے استدلال کر کے اس آیت کو ازواج سے مختص کرتے ہیں۔ اور شیعہ کا اس امر پر اتفاق ہے۔ کہ یہ آیت علی وفاطمہ وحسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے خاص ہے۔ اور یہی قول ہے ابوسعید خدری کا۔ انتہیٰ۔ شیعہ حضرت علی وامام حسن وامام حسین کا اہلبیت اور معصوم ہونا تو اس آیہ تطہیر سے بتاتے ہیں۔ مگر باقی نو اماموں کا اہلبیت ومعصوم ہونا ان کے نزدیک کسی آیت قرآنی سے ثابت نہیں۔ بلکہ حدیثوں سے ثابت کرتے ہیں۔ جن کی صحت واعتبار کا معیار اُن کے پاس کوئی نہیں۔ یہاں اتنا اور عرض کر دینا مناسب ہے۔ کہ خود حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ جو افضل آل عبا ہیں اپنے غیر معصوم ہونے کے معترف ہیں۔ چنانچہ صفین میں جو خطبہ آپ نے پڑھا۔ اُس میں حاکم ورعایا کے حقوق بیان فرمائے ہیں اس خطبہ میں آپ فرماتے ہیں:

فلا تکفوا عن مقالۃ بحق او مشورۃ بعدل فانی لست فی نفسی بفوق ان اخطیٔ ولا آمن ذلک من فعلی الا ان یکفی اللہ من نفسی ما ھو املک بہ منی (نہج البلاغہ مطبوعہ بیروت جزء اول صفحہ ۲۲۷۔ روضہ کلینی نولکشوری صفحہ ۱۶۵) ترجمہ: پس تم سچ بات کہنے یا عدل کے ساتھ مشورہ دینے سے باز نہ رہو کیونکہ میں بذات خود خطا کرنے سے برتر نہیں ہوں اور نہ اپنے فعل میں خطا سے مامون ہوں مگر یہ

کہ اللہ میری ذات کے لئے ایسا کام بنا دے جس کا وہ میری نسبت زیادہ مالک ہے۔ انتہٰے۔

شیعہ اور سیدنا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) شیعہ حقیقت میں ختم نبوت کے منکر ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے آئمہ کو جناب رسالتمآب علیہ الوف التحیۃ والصلوٰۃ کی طرح معصوم جانتے ہیں۔ اور اُن پر نزول وحی کے قائل ہیں جیسا کہ اس کتاب کے حصہ اول میں بیان ہُوا۔

(۲) تحفہ شیعہ حصہ اول میں مذکور ہے کہ تقیہ اور جھوٹ بولنا مترادف ہیں۔ اور امام جعفر صادق کا یہ قول بھی آچکا ہے۔ کہ تقیہ میرے دین اور میرے آباؤ کے دین سے ہے۔ جس میں تقیہ نہیں۔ اُس کا کوئی دین نہیں۔ شیعہ کے زبدۃ المحققین وعمدۃ المدققین حاجی کریم خان کرمانی لکھتے ہیں۔ گمان مکن کہ آئمہ سابقہ علیہم السلام درین عالم بنور ولایت قائم بودند۔ و اسرار ولایت را آشکار کردند۔ حاشا بلکہ جمیع شرائع کہ بیان کردند مشوب بتقیہ بود۔ و این امر در نزد فقہائے اہلبیت سلام اللہ علیہم بدیہی ست کہ تقیہ ایشاں بسر حد اعلےٰ بود۔ حتےٰ آنکہ بسا بود کہ روزہ را از راہ تقیہ میخوردند و نماز را بہمراہی ایشان میکردند و احکام را برحسب دلخواہ مخالفان میفرمودند۔ واما حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مذہب سنیان و بعضے از علما چنانست کہ تقیہ نمیفرمودند۔ و مذہب حق اینست کہ تقیہ میفرمودند باشد تقیہ (ارشاد العوام۔ جلد سیوم۔ مطبوعہ ایران ۱۲۷۱ھ۔ صہ ۱۱۱) ترجمہ: تو یہ گمان نہ کر کہ آئمہ سابقہ علیہم السلام اِس دنیا میں نور ولایت کے ساتھ قائم تھے۔ اور اُنہوں نے ولایت کے اسرار ظاہر کر دئے۔ حاشا وکلا۔ بلکہ تمام شریعتیں جو اُنہوں نے بیان کیں تقیہ کے ساتھ مخلوط تھیں۔ اور فقہائے اہلبیت سلام اللہ علیہم کے نزدیک یہ بات بدیہی ہے۔ کہ اُن کا تقیہ اعلیٰ درجہ کا تھا۔ یہانتک کہ بہت دفعہ ایسا ہوتا تھا کہ وہ تقیہ سے روزہ چھوڑ دیتے تھے۔ اور سُنیوں کے ساتھ نماز پڑھ لیتے تھے۔ اور مخالفین کی مرضی کے موافق احکام بیان فرماتے تھے۔ رہے حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ سنیوں اور ہمارے بعض عالموں کا مذہب یہ ہے۔ کہ آپ تقیہ نہ فرماتے تھے۔ اور مذہب حق یہ ہے۔ کہ آپ نہایت سخت تقیہ فرماتے تھے انتہے۔ خلاصہ یہ کہ حسب عقیدہ شیعہ آئمہ تو در کنار

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی دین حق کو چھپاتے رہے۔ اور کچھ کا کچھ بتاتے رہے۔

(۳) شیعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنقیص شان میں یہاں تک کوشاں ہیں کہ آپ کی شان مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے بھی گھٹاتے ہیں۔ چنانچہ شیعہ کے محدث ومجتہد سید نعمت اللہ حسینی جزائری نے انوار نعمانیہ میں یوں لکھا ہے۔ قد روی الصدوق طاب ثراہ عن النبیؐ قال اعطیت ثلاثا وعلی مشارکی فیہا واعطی علیؑ ثلثۃ ولم اشارکہ فیہا۔ فقیل یارسول اللہ وما الثلاث التی شارکک علیؑ قال لواء الحمد لی وعلیؑ حاملہ والکوثر لی وعلیؑ ساقیہ والجنۃ والنار لی وعلی قسیمہما واما الثلاث التی اعطی علیا ولم اشارکہ فیہا فانہ اعطی شجاعۃ ولم اعط مثلہ واعطی فاطمۃ الزہراء زوجۃ ولم اعط مثلہا واعطی ولدیہ الحسن والحسین ولم اعط مثلہما۔ ترجمہ شیخ صدوق (متوفی ۳۸۱ھ) طاب ثراہ نے روایت کی کہ نبیؐ نے فرمایا۔ کہ مجھے تین چیزیں دی گئیں۔ علیؑ ان میں میرے ساتھ شریک ہے۔ اور علیؑ کو تین چیزیں دی گئیں ہیں ان میں اُس کے ساتھ شریک نہیں۔ آپ سے دریافت کیا گیا۔ یارسول اللہ وہ تین چیزیں کونسی ہیں جن میں علیؑ آپ کے ساتھ شریک ہے۔ فرمایا لواء حمد میرے واسطے ہے۔ اور علیؑ اُس کے اُٹھانے والا ہے۔ کوثر میرے واسطے ہے۔ اور علیؑ اُس کا ساقی ہے۔ بہشت ودوزخ میرے ہیں علیؑ اُن دونوں کے بانٹنے والا ہے۔ لیکن وہ تین چیزیں جو علیؑ کو دی گئیں ہیں اُن میں علیؑ کا شریک نہیں سو علیؑ کو شجاعت ملی۔ جس کی مثل مجھے نہ ملی۔ علیؑ کو فاطمہ زہراء زوجہ ملی۔ جس کی مثل مجھے نہ ملی۔ علیؑ کو حسن وحسین دو بیٹے ملے۔ جن کی مثل مجھے نہ ملے۔ انتہےٰ۔ اس کے ساتھ ملاحظہ ہو تحفہ شیعہ۔ حصہ اول۔ صد۱۳۲تا۱۳۳۔

(۴) شیعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام کو سوائے تین چار کے کافر ومنافق ومرتد بتاتے ہیں۔ جیسا کہ تحفہ شیعہ حصہ اول میں مذکور ہوا۔ یہ صحابہ کرام وہی بزرگ ہیں۔ جو آپ پر ایسے وقت میں ایمان لائے۔ جب کوئی امید دنیوی نفع کی نہ تھی۔ بلکہ ہر طرح کی ذلت ومضرت کا سامنا تھا۔ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اعانت میں اپنی آبرو اور جان ومال سے دریغ نہ کیا۔ اور کفار ومشرکین کے ہاتھوں سے اذیتیں اُٹھائیں۔ خدا اور رسول کے لئے اپنا وطن چھوڑا۔ خویش واقارب سے

رشتہ الفت توڑا - اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے سفر کی صعوبتیں جھیلیں - فقر و فاقہ کی مصیبتیں سر پر لیں - عزت دنیا سے منہ موڑا - سفر و حضر میں اپنے آقائے نامدار کے ہمرکاب رہے - آپ کے فیض صحبت سے مستفیض ہوئے - آپ کی قربت و قرابت کو مایہ فخر و عزت سمجھا - آپ کو بیٹیاں دے کر رسول اللہ کے خسر ہونے کا تاج سر پر رکھا - آپ کی بیٹیاں اور نواسیاں لیکر دامادی کا شرف حاصل کیا - تاحیات آپ کے جلیس و انیس اور وزیر و مشیر رہے - ان بزرگوں کے حق میں شیعہ کی اس دریدہ دہنی کا جو اثر اسلام اور پیغمبر اسلام پر پڑتا ہے - وہ محتاج بیان نہیں +

(۵) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات جو امہات المومنین ہیں اور جن کی شان میں آیہ تطہیر نازل ہوئی - ان میں سے حضرت عائشہ دختر حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت حفصہ دختر حضرت عمر فاروق سے شیعہ کو خاص عداوت ہے - ملا محمد باقر مجلسی نے لکھا ہے - کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ میں حضرت ام سلمہ کے گھر اُترے اور خلاف عادت ایک ماہ وہیں رہے اور دوسری ازواج کے ہاں تشریف نہ لے گئے حضرت عائشہ نے خدمت میں حاضر ہو کر یوں عرض کی - یارسول اللہ بر من گران آمد بنا مدن تو بمنزل من درین مرتبہ و من پناہ مے برم بخدا از غضب تو یارسول اللہ - حضرت فرمود کہ اگر راست میگفتی این سخن را افشا نمے کردی رازے را کہ بتو سپردم و مبالغہ نمودم کہ اظہار مکن - بتحقیق کہ خود ہلاک شدی - و گروہے - از مردم را ہلاک کردی - پس حضرت کنیزک ام سلمہ را فرمود کہ ہمہ زنان مرا طلب کن جمع شوند - چون ہمہ جمع شدند در منزل ام سلمہ - حضرت با ایشان فرمود کہ بشنوید آنچہ باشمانے گویم - پس بدست مبارک خود اشارہ نمود بسوے علی بن ابی طالب - و فرمود کہ این برادر منست و وصی و وارث منست و قیام نمایندہ ست بامور شما و بامور سائر امت بعد از من - پس اطاعت نمائید او را در ہرچہ شما را بآن امر میکند - و نافرمانی او مکنید کہ بنافرمانی او ہلاک مے شوید - پس حضرت امیر المومنین فرمود - کہ یا علی این زنان را کہ بتو سفارش مے نمایم ایشان را نگاہداری بکن در خرچ ایشان را بکش مادام کہ اطاعت تو نمایند - وامر کن ایشان را بامر خود ونہی کن ایشان را از آنچہ ترا نسبک نے انداز د - واگر نافرمانی کنند ایشان را رہاکن - وطلاق بگو - پس حضرت امیر المومنین فرمود کہ یارسول اللہ ایشان

زنانند و کار ایشاں نسبت سُستی در امور و ضعف رائے۔ حضرت فرمود تا آنکہ صلاح
ایشانرا در مدارا دانی مدارا کن با ایشاں۔ و ہر کہ ترا نافرمانی کند از ایشان۔ پس او را طلاق
بگو طلاقے کہ خدا و رسول از و شاد گردند۔ پس زنان آنحضرت ہمہ ساکت شدند و
حرفے نگفتند مگر عائشہ کہ او سخن گفت و گفت یا رسول اللہ ہرگز ما چنین نبودیم کہ ما را امرے
بفرمائی و ما غیر آن را بجا آوریم۔ حضرت فرمود کہ نہ چنین است اے حمیرا بلکہ مخالفت
من نمودی بدترین مخالفتہا و بخدا سوگند کہ ہمیں سخنے را کہ الحال گفتم مخالفت خواہی کرد و
نافرمانی علی خواہی کرد بعد از من (حیات القلوب نولکشوری۔ جلد دوم۔ ص ۶۷۷)

ترجمہ۔ یا رسول اللہ اس مرتبہ آپکا میرے گھر میں نہ آنا مجھ پر ناگوار گذرا۔ یا رسول اللہ
میں آپ کے غضب سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔ حضرت نے فرمایا۔ اگر یہ بات تو سچ
کہتی ہے تو اُس راز کو افشا نہ کرتی۔ جو میں نے تجھ سے کہا تھا۔ اور تاکید کر دی تھی کہ کسی
سے ظاہر نہ کرنا۔ البتہ تو خود ہلاک ہو گئی اور تو نے لوگوں کے ایک گروہ کو ہلاک کر دیا۔ پس
حضرت ام سلمہ کی لونڈی کو حکم دیا کہ میری تمام بیویوں کو بلا۔ کہ جمع ہو جائیں۔ جب ام سلمہ کے
گھر میں سب جمع ہو گئیں۔ تو حضرت نے اُن سے فرمایا۔ کہ میں جو کچھ تم سے کہتا ہوں اُس کو
سنو۔ پس اپنے دست مبارک سے علی بن ابی طالب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ کہ یہ میرا بھائی
اور میرا وصی اور وارث ہے۔ اور یہ میرے بعد تمہارے امور اور تمام امت کے امور کو قائم کرنے
والا ہے۔ جس بات کا وہ تم کو حکم دے اُس میں اُس کی اطاعت کرنا۔ اور اس کی نافرمانی
نہ کرنا۔ کیونکہ اُس کی نافرمانی سے تم ہلاک ہو جاؤ گی۔ پس آپ نے حضرت امیر المومنین سے
فرمایا۔ کہ اے علی یہ عورتیں جن کی میں تجھ سے سفارش کرتا ہوں اُن کی نگہبانی کرنا اور
ان کا خرچ برداشت کرنا جب تک یہ تیری اطاعت کریں اور اُن کو اپنے امر کا حکم دینا
اور جو چیز تجھ کو شک میں ڈالے اُس سے ان کو منع کرنا۔ اگر یہ نافرمانی کریں۔ تو ان کو چھوڑ
دینا اور طلاق دے دینا۔ پس حضرت امیر المومنین نے عرض کی۔ کہ یا رسول اللہ یہ عورتیں
ہیں ان کا کام امور میں سستی اور ضعف رائے ہے۔ حضرت نے فرمایا جب تک تو ان کی صلاح
مدارات میں جانے۔ ان کے ساتھ مدارات کرنا۔ اور ان میں سے جو تیری نافرمانی کرے
اس کو ایسی طلاق دینا کہ جس سے خدا اور رسول راضی ہو جائیں۔ یہ سنکر حضرت کی تمام عورتیں
چپ ہو گئیں اور کچھ نہ کہا۔ مگر عائشہ نے بات کہی اور یوں عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہم ایسی

ہرگز نہ بھیں کہ آپ ہم کو کوئی امر فرمائیں اور ہم اس کے برعکس کریں۔ حضرت نے فرمایا اے حمیرا ایسا نہیں بلکہ تو میری نہایت ہی بری مخالفتیں کرتی رہی ہے۔ اور خدا کی قسم کہ یہی بات جو ابھی میں نے کہی۔ تو اس کی مخالفت کرے گی۔ اور میرے بعد علیؓ کی نافرمانی کرے گی۔ انتہیٰ اسی طلاق کے متعلق شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی نے یوں لکھا ہے۔ روی عن الباقر علیہ السلام انہ قال لما کان یوم الجمل وقد رشق ھودج عائشۃ بالنبل قال امیرالمؤمنین علیہ السلام واللہ ما ارانی الا مطلقھا فانشد اللہ رجلا سمع من رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یقول یا علی امر نسائی بیدک من بعدی۔ لما قام فشھد قال فقام ثلثۃ عشر رجلا فیھم بدریان فشھدوا انھم سمعوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ یقول لعلی بن ابی طالب یا علی امر نسائی بیدک من بعدی قال فبکت عائشۃ عند ذلک حتے سمعوا بکاءھا فقال علی علیہ السلام لقد انبأنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ بنبأ فقال ان اللہ تعالے یمدک یا علی یوم الجمل بخمسۃ الاف من الملائکۃ مسومین۔ (کتاب الاحتجاج مطبوعہ ایران ۱۳۰۲ھ۔ ص۸۲) ۔ ترجمہ۔ امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ جنگ جمل کے روز جب کہ عائشہؓ کے ہودے پر تیر لگے ہوئے تھے امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا۔ اللہ کی قسم میں اپنے آپ کو عائشہؓ کا طلاق دینے والا ہی گمان کرتا ہوں پس آپ نے ایک شخص سے اللہ کی قسم دے کر پوچھا جس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ کو یہ کہتے سنا تھا کہ اے علی میری عورتوں کا اختیار میرے بعد تیرے ہاتھ میں ہے۔ جب اس شخص نے کھڑے ہو کر شہادت دی تو تیرہ ۱۳ شخصوں نے جن میں دو بدری تھے کھڑے ہو کر شہادت دی کہ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ کو سنا ہے کہ آپ علی بن ابی طالب سے فرما رہے تھے۔ اے علی میری عورتوں کا اختیار میرے بعد تیرے ہاتھ میں ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر عائشہ رو پڑی۔ یہاں تک کہ انہوں نے اس کے رونے کی آواز سنی۔ پس علی علیہ السلام نے بیان کیا۔ کہ البتہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے مجھے ایک خبر سنائی اور فرمایا۔ اے علیؓ جنگ جمل میں اللہ تعالے تیری مدد کو پانچ ہزار فرشتے پلے ہوئے گھوڑوں پر بھیجے گا۔ انتہیٰ۔ اس مضمون کو ملا باقر مجلسی نے اپنے رسالہ رجعت میں ایک طویل حدیث میں بحوالہ شیخ صدوق وغیرہ اکابر محدثین شیعہ بسند معتبر نقل کیا ہے۔ جس میں سعد بن عبداللہ قمی چالیس سے زائد مشکل سوالات کے حل کے لئے امام حسن عسکری کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ اور

یوں بیان کرتا ہے۔ پس حضرت بجانب من التفات نمود و فرمود کہ اے سعد بچہ مطلب آمدۀ۔ گفتم
شوق ملازمت تو مرا آوردہ است۔ فرمود کہ آن مسائلے کہ داشتی چہ شد۔ گفتم حاضر است۔
فرمود کہ از نور چشمم بپرس آنچہ خواہی۔ و اشارہ بحضرت صاحب الامر فرمود۔ گفتم اے مولا و
فرزند مولاے من روایت بما رسیدہ است کہ حضرت پیغمبرؐ امر طلاق زنان خود را باختیار حضرت
امیر المومنین صلوات اللہ علیہ گزاشت حتے آنکہ در روز جمل حضرت امیر رسولے فرستاد بنزد عائشہ
و فرمود کہ اسلام و اہل اسلام را ہلاک کردی بآن غش و فریبے کہ از تو صادر شد و فرزندان خود را
بجہالت و ضلالت بہلاکت انداختی۔ اگر دست ازین عمل برمیداری فبہا والا ترا طلاق مے گویم۔ این
چہ طلاق بود کہ بعد از وفات بآنحضرت مفوض بود۔ حضرت صاحب الامر فرمود کہ حق تعالے شان
زنان پیغمبرؐ را عظیم گردانیدہ بود۔ و ایشان را بشرف مادر مومنان مخصوص ساختہ بود۔ و حضرت
رسول ... . بحضرت امیر المومنین علیہ السلام فرمود کہ این شرف برای ایشان باقی
است تا مطیع خدا باشند و ہر یک از ایشان کہ بعد از من معصیت خدا کند و بر تو خروج کند۔ تو
او را طلاق بگو و ازین شرف بیندار (رسالہ رجعت مطبوعہ مطبع جعفری لکھنؤ صفحہ ۲۱) ترجمہ۔ پس
حضرت امام عسکری نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ اے سعد تو کس مطلب کے لئے آیا ہے۔
میں نے عرض کی۔ آپ کی زیارت کا شوق مجھے یہاں لایا ہے۔ فرمایا وہ تیرے مسئلے کیا ہوئے
میں نے عرض کی کہ حاضر ہیں۔ آپ نے حضرت صاحب الامر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ کہ میرے
نور چشم سے پوچھ لے جو تو چاہتا ہے۔ میں نے عرض کی۔ اے میرے آقا اور میرے آقا کے بیٹے
ہمیں یہ روائیت پہنچی ہے کہ حضرت پیغمبر نے اپنی عورتوں کی طلاق کا معاملہ حضرت امیر المومنین
صلوات اللہ علیہ کے اختیار میں دے دیا ہے۔ یہاں تک کہ جنگ جمل کے دن حضرت امیر نے
ایک شخص کے ہاتھ عائشہ کو کہلا بھیجا۔ کہ اس دغا و فریب سے جو تجھ سے سرزد ہوا تو نے اسلام
اور اہل اسلام کو ہلاک کر دیا۔ اور جہالت و ضلالت سے اپنے بیٹوں کو ہلاکت میں ڈال دیا۔ اگر
تو اس کام سے باز آجائے۔ تو بہتر۔ ورنہ میں تجھ کو طلاق دے دوں گا۔ یہ کیسی طلاق تھی جو وفات
شریف کے بعد حضرت امیر کے اختیار میں دی گئی۔ حضرت صاحب الامر نے فرمایا کہ حق تعالے نے
پیغمبرؐ کی عورتوں کا رتبہ بڑا بنایا تھا۔ اور ان کو امہات المومنین کے شرف سے مختص کیا تھا۔ اور حضرت
رسول نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے فرمایا کہ یہ شرف ان کے واسطے باقی ہے جب تک خدا
کی فرمانبردار رہیں۔ ان میں سے جو میرے بعد خدا کی نافرمانی کرے۔ اور تجھ پہ خروج کرے

تو اس کو طلاق دے دینا۔ انتہیٰ۔ شیخ صدوق نے اس روایت کو اپنی کتاب کمال الدین و
تمام النعمۃ فی اثبات الغیبۃ (مطبوعہ ایران۔ صفحہ ۲۵۳-۲۵۴) میں ذکر کیا ہے۔ ملا محمد باقر مجلسی
نے بحوالہ علی بن ابراہیم اور عیاشی ایک طویل روایت میں حضرت عائشہؓ و حضرت حفصہ کی
نسبت یوں لکھا ہے۔ پس حق تعالیٰ برائے رفع استبعاد جاہلان کہ نگویند کہ چون تواند بود
کہ زنان پیغمبرؐ کافر و منافق باشند مثلے برائے ایشان بیان فرمود و کفر ایشان را در آن مثل
بر ہر عاقل ہویدا گردانید۔ چنانچہ بعد ازین آیات فرمودہ است کہ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا
امْرَأَةَ نُوحٍ وَّامْرَأَةَ لُوطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا الآیۃ
(حیات القلوب جلد دوم۔ صفحہ ۵۴۷)۔ ترجمہ۔ پس اللہ تعالیٰ نے جاہلوں کے استبعاد کو دور
کرنے کے لئے کہ یوں نہ کہیں کہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ پیغمبرؐ کی بیویاں کافر و منافق ہوں۔ انکے
واسطے ایک مثل بیان فرمائی۔ اور اس مثل میں ان کا کفر ہر عقلمند پہ ظاہر کر دیا۔ چنانچہ ان آیتوں
کے بعد فرمایا ہے "اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے ایک مثل بیان کی نوحؑ کی عورت اور لوط
کی عورت۔ یہ دونوں عورتیں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں۔ پس
انہوں نے ان دو بندوں سے خیانت کی۔ پس ان بندوں نے ان عورتوں سے اللہ کا کچھ عذاب
دور نہ کیا۔ اور حکم ہوا کہ دوزخ میں چلی جاؤ داخل ہونے والوں کے ساتھ" (سورہ تحریم) انتہیٰ
یہی ملا صاحب آگے چل کر لکھتا ہے۔ ابن بابویہ و برقی بسند معتبر از امام محمد باقرؑ روایت کردہ اند
کہ چون حضرت قائم آل محمد ظاہر شود۔ عائشہؓ را زندہ گرداند۔ تا آنکہ او را حد بزند و تا آنکہ انتقام
بکشد برائے حضرت فاطمہؓ۔ راوی گفت کہ فدای تو شوم۔ بچہ سبب او را حد مے زند۔ فرمود کہ برائے
افترائے کہ برائے مادر ابراہیم گفت۔ راوی پرسید کہ چرا حضرت رسولؐ او را حد نزد و حق تعالیٰ حد
او را تا خیر فرمود کہ قائم آل محمد این حد را جاری گرداند۔ حضرت فرمود کہ برای آنکہ حق تعالیٰ محمدؐ را
برائے رحمت فرستادہ است۔ و قائم را برائے انتقام و عذاب خواہد فرستاد۔ (حیات القلوب
جلد دوم۔ صفحہ ۷۴۷)۔ ترجمہ۔ ابن بابویہ اور برقی نے معتبر سند کے ساتھ امام محمد باقرؑ سے روایت کی
ہے۔ کہ جب حضرت قائم آل محمد ظاہر ہوں گے۔ وہ عائشہ کو زندہ کریں گے تاکہ اس پہ حد ماریں اور
حضرت فاطمہ کا بدلہ لیں۔ راوی نے کہا۔ میں آپ پہ قربان جاؤں۔ کس واسطے اس پہ حد ماریں گے
حضرت قائم نے فرمایا کہ عائشہ نے ابراہیم کی والدہ (ماریہ قبطیہ) پہ جو بہتان لگایا تھا۔ اس کے سبب
حد ماریں گے۔ راوی نے پوچھا کہ حضرت رسول نے کس واسطے حد نہ ماری۔ اور حق تعالیٰ نے اسکی

حد کو کس واسطے اتنی تاخیر میں ڈالا کہ قائم آل محمد اس حد کو جاری کریں - حضرت محمد باقر نے فرمایا - اس واسطے کہ حق تعالے نے محمد کو رحمت کے لئے بھیجا ہے - اور قائم کو انتقام و عذاب کے لئے بھیجے گا - انتہے ؛

(۶) شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہراء کے سوا آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کوئی اور صلبی بیٹی نہ تھی - دیکھو عبارت ذیل :-

(ا) وبیب و ربیبہ کو ابن و بنت کہنا بہت متعارف ہے - جیسے زینب اور رقیہ بنت رسول اللہ کہلاتی ہیں - حالانکہ وہ بنت حقیقی رسول اللہ نہ تھیں - بلکہ یا بنت خدیجہ تھیں یا بنت اخت خدیجہ تھیں کہ جناب رسول خدا کی تربیت میں تھیں (رمی الجمرات بجواب کتاب آیات بینات متعلق بحث عقد ام کلثوم - جلد ثالث - مطبوعہ مطبع مظہر العلوم ۱۲۹۵ھ ہجری - صفحہ ۸) :-

(ب) علمائے شیعہ کے نزدیک صرف حضرت فاطمہؓ حضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اکلوتی بیٹی تھیں - جو بعثت کے پانچویں سال میں پیدا ہوئیں اور ۱۸ سال کی عمر میں ۱۱ھ ہجری میں انتقال کر گئیں - اور زینب اور رقیہ اور ام کلثوم آنحضرت کی ربیبہ جناب خدیجہ کے پہلے شوہر سے تھیں (تاریخ اسلام مؤلفہ ایس - ذاکر حسین جعفر - جلد اول - مطبوعہ جے اینڈ سنز پرنٹنگ ورکس دہلی ۱۳۳۶ھ ہجری - صفحہ ۲۱)

(ج) بنات الرسول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق بھی آپ نے شجرہ میں خلاف عقیدہ جمہور شیعہ لکھ کر عوام شیعوں کو خواہ مخواہ مغالطہ میں ڈالنا چاہا ہے - کیونکہ تمام مجتہدین اور طبقہ محققین علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ سیدہ طاہرہ بتول عذرا ، فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے سوا ختمی رسالت روحی فداہ کی کوئی اور صلبی بیٹی نہ تھی - رقیہ زینب نزد ربیبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم تھیں - اس لئے مجازی طور پر وہ بنات الرسول کہلاتی تھیں (النظر بجواب رسالہ شیر و شکر - مؤلفہ سید محمد رضی الرضوی القمی ابن علامۃ الحائری - مطبوعہ لال سٹیم پریس لاہور ۱۳۳۸ھ ہجری - صفحہ ۶ - ۷) - یہ سارا قصہ اس واسطے گھڑ لیا گیا ہے - کہ کہیں حضرت مولائے علی مرتضےٰ کی طرح حضرت عثمان غنی کے لئے بھی دامادی رسول کا شرف ثابت نہ ہو جائے - چنانچہ بحار الانوار میں یوں لکھا ہے "اور عثمان کی تزویج میں بہت اختلاف ہے اور اس کا نکاح ان حضرت کی کسی دختر کے ساتھ ثابت نہیں ہے" (مجالس الابرار ترجمہ اردو بحار الانوار جلد دہم - صفحہ ۱۵۶)

(۷) حضرت فاطمۃ الزہراء کی نسبت کتب شیعہ میں امور ذیل درج ہیں :-

(ا) شیعہ کے رئیس المحدثین لکھتے ہیں۔ عن یعقوب بن شعیب قال لما زوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ علیًا فاطمۃ علیہما السلام دخل علیہا وھی تبکی - فقال لھا ما یبکیك فواللہ لوکان فی اھلی خیر منہ مازوجتکہ وما انا ازوجہ ولکن اللہ زوجك واصدق عنك الخمس ما دامت السمٰوٰت والارض (فروع کافی مطبوعہ نولکشور۔ جلد دوم ص۱۵۱) ترجمہ۔ یعقوب بن شعیب کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے علی علیہ السلام کا فاطمہ علیہ السلام سے نکاح کر دیا۔ تو آپ فاطمہؓ کے پاس گئے اور وہ رو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ تو کیوں روتی ہے۔ اللہ کی قسم اگر میرے اہل میں کوئی علیؓ سے بہتر ہوتا۔ میں تیرا نکاح علی سے نہ کرتا۔ اور میں نے تو اس کا نکاح نہیں کیا۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے تیرا نکاح کر دیا۔ اور خمس کو تیرا مہر قرار دیا۔ جب تک کہ آسمان و زمین قائم ہیں۔ انتہےٰ۔ اس روایت سے پایا جاتا ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء حضرت علی کے ساتھ نکاح کرنے میں خوش نہ تھیں:-

(ب)۔ بقول شیعہ جب حضرت عمر فاروق مع ایک جماعت کے جناب امیر المومنین سے بیعت لینے کے لئے ان کا گھر جلانے گئے۔ تو حضرت فاطمۃ الزہراء نے حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا گریبان پکڑ لیا۔ جیسا کہ روایت ذیل سے ظاہر ہے۔ عن ابی جعفر وابی عبداللہ علیہما السلام قالا ان فاطمۃ علیہا السلام ما ان کان من امرھم ما کان اخذت بتلابیب عمر فجذبتہ الیھا ثم قالت اما واللہ یا ابن الخطاب لولا انی اکرہ ان یصیب البلاء من لا ذنب لہ لعلمت انی ساقسم علی اللہ ثم اجدہ سریع الاجابۃ (اصول کافی نولکشوری صفحہ ۲۹۱) - ترجمہ۔ امام محمد باقر اور جعفر صادق علیہما السلام کا بیان ہے۔ کہ جب ان کی طرف سے ہوا جو ہوا۔ تو حضرت فاطمہؓ نے حضرت عمرؓ کا گریبان پکڑ لیا۔ اور عمر کو اپنی طرف کھینچا۔ پھر فرمایا۔ آگاہ رہ خدا کی قسم اے خطاب کے بیٹے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں برا جانتی ہوں اس امر کو کہ کسی بے گناہ (اطفال شیر خوار) کو مصیبت پہنچے۔ تو بے شک تو جان جاتا کہ میں اللہ کو قسم دیتی۔ پھر میں اللہ کو جلد اجابت کرنے والا پاتی۔ انتہیٰ:-

(ج) کتاب مناقب (ابن شہر آشوب) میں مذکور ہے کہ جب جناب فاطمہ علیہا السلام ابوبکرؓ کے پاس سے اپنے گھر واپس آئیں۔ امیر المومنین علیہ السلام سے خطاب کر کے فرمایا۔ کہ اے پسر ابوطالب تم مانند پردہ نشین عورتوں کے ہو گئے ہو۔ اور مثل بیچاروں کے چھپے ہوئے حجرے میں بیٹھے ہو۔ اور اپنا حق طلب نہیں کرتے۔ باوجود اس کے کہ تم نے شجاعان زمانہ کو خاک مذلت میں گرایا۔ اور ان

نامردوں سے مغلوب ہوگئے جواب ابو قحافہ کے بیٹے نے ظلم وجبر سے میرے باپ کے بخشے ہوئے باغ کو اور میرے فرزندوں کی قوت ومعیشت کو مجھ سے لے لیا ہے الخ۔ (مجالس الابرار ترجمہ اردو بحار الانوار جلد دہم۔ مطبوعہ مطبع جعفری لکھنؤ صفحہ ۳۱۲)۔

(۸) حضرت فاطمۃ الزہرا رضی بیٹی جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی ام کلثوم کا نکاح جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہوا تھا۔ اس سے شیعہ انکار کرتے ہیں۔ اور مجبوراً اقرار کرتے ہیں تو ان الفاظ میں۔ ذالك فرج غصبناه (فروع کافی نولکشوری۔ جلد دوم ص۱۴۱) یعنے وہ ایک فرج ہے جو ہم سے چھینی گئی۔ اس نکاح کی مفصل بحث حسب گنجایش انشاء اللہ تعالےٰ آگے آئے گی۔

(۹) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا عباسؓ اور ان کی اولاد کو شیعہ اچھا نہیں سمجھتے۔ اسکی وجہ یہ بتائی جاتی ہے۔ کہ عباسؓ نے ام کلثوم بنت فاطمۃ الزہرا کا نکاح حضرت عمرؓ سے کرایا تھا۔ چنانچہ شیعہ کے شہید ثالث یوں لکھتے ہیں۔ وظاہر ا بواسطہ این وکالت فضولی وامثال آن حضرت امیر علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام عباسؓ را مانند دیگر یاران فدائی خود راسخ در محبت واخلاص نمے دانست ولہذا چنانکہ سابقا در احوال سید الشہدا مذکور شد آن حضرت از عباس وعقیل بخلفین خائفین تعبیر فرمودہ اند۔ (مجالس المومنین مطبوعہ ایران صفحہ ۷۸)۔ انوار نعمانیہ میں ایک طویل حدیث میں حضرت امیر علیہ السلام اپنے تقاعد کا سبب قلت اعوان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ولم یبق معی من اهل بیتی احد اطول به واقوی اما حمزة فقتل یوم احد وجعفر قتل یوم موته وبقیت بین خلفین خائفین ذلیلین حقیرین العباس وعقیل وهم قریبوا عهد بالاسلام .... ترجمہ۔ اور میرے اہل بیت میں سے میرے ساتھ کوئی نہ رہا جس سے مجھے تقویت پہنچتی۔ امیر حمزہ تو جنگ احد میں شہید ہوگئے۔ اور حضرت جعفر نے جنگ موتہ میں شہادت پائی۔ اور میں دو پیچھے رہنے والے ڈرنے والوں ذلیل وحقیر یعنے عباسؓ وعقیلؓ کے درمیان رہ گیا۔ اور وہ قریب زمانے کے اسلام لانے والے ہیں۔ انتہے۔ اسی مضمون کو امام باقر علیہ السلام یوں ادا فرماتے ہیں۔ ومن کان بقی من بنی هاشم انما کان جعفر وحمزة فمضیا وبقی معه رجلان ضعیفان ذلیلان حدیثا عهد بالاسلام عباس وعقیل (فروع کافی۔ جلد ثالث۔ کتاب الروضہ۔ صفحہ ۹۲۔ نیز دیکھو حیات القلوب نولکشوری۔ جلد دوم۔ صفحہ ۷۵۶)۔ ترجمہ بنی ہاشم میں سے کون باقی تھا۔ جعفر وحمزہ جو تھے وہ عالم بقا کو رحلت کرچکے تھے۔ اور امیر کے ساتھ

وہ ضعیف و ذلیل شخص عباس و عقیل باقی تھے۔ جو تازہ اسلام لائے تھے۔ مولوی محمد مہدی علی خاں یوں نقل فرماتے ہیں۔ کہ ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب میں لکھا ہے۔ کہ ابوجعفر طوسی بسند معتبر روایت کردہ از امام صادق کہ نضیلہ مادر عباس کنیز مادر زبیر و ابوطالب و عبداللہ ابنائے عبدالمطلب بود۔ عبدالمطلب با او مقاربت کرد کہ عباس ازان بہم رسید۔ زبیر با عبدالمطلب دعوای کرد و بر پرخاش برآمد کہ این کنیز از مادر ما بما میراث رسیدہ است۔ تو بے رخصت او با او مقاربت کردی و این فرزندی کہ بہم رسید یعنی عباس بندۂ ماست۔ پس عبدالمطلب اکابر قریش را بشفاعت نزد وی فرستاد کہ تا آنکہ زبیر راضی شد کہ دست از عباس بردارد بشرطیکہ نامہ نوشتہ شود کہ عباس و فرزندانش در مجلسے کہ ما و فرزندان ما نشستہ باشند نہ نشیند۔ و در ہیچ امرے با ما شریک نشود و حصہ نہ برد۔ پس باین مضمون نامہ نوشتہ شد و اکابر قریش مہر کردند و این نامہ نزد آئمہ علیہم السلام بود۔ پس اس روایت سے صاف ثابت ہوا کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ معاذاللہ معاذاللہ کنیزک زادے اور توبہ توبہ ولدالزنا تھے۔ اوران کی کنیزک زادگی وغیرہ کی سند مہری و دستخطی آئمہ کے پاس موجود تھی۔ شاید اسی سبب سے حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو ایسا ذلیل کیا۔ کہ ان کی بیٹی ام کلثوم کا بجبر و اکراہ نکاح حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ساتھ کر دیا۔ کوئی صاحب مومنین سے یہ شبہ نہ کریں۔ کہ یہی ایک روایت حضرت عباس کی نسبت ہو گی بلکہ علاوہ اس کے بہت سے احادیث و اخبار ان کی شان میں موجود ہیں۔ چنانچہ ملا باقر مجلسی حیات القلوب میں بسند معتبر فرماتے ہیں۔ کہ حضرت امام زین العابدین فرمود کہ در حق عبداللہ بن عباس و پدرش این آیہ نازل شد۔ مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى ۔ پس اب تو صاف باپ بیٹے دونوں کا دنیا و عاقبت میں اندھا ہونا ان کی کتابوں سے نکل آیا۔ بلکہ خدا کی شہادت سے ان دونوں یعنے عباس اور ان کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما کا اعمیٰ اور بے بصیرت ہونا ثابت ہوگیا۔ استغفر اللہ۔ استغفر اللہ۔ انتہےٰ۔ (آیات بینات۔ جزو اول۔ فضائل صحابہ۔ مطبوعہ مطبع مصطفائی لکھنؤ ۱۳۰۹ ہجری۔ صفحہ ۱۴۷ ۔ ۱۴۸) شیعہ کی طرف سے آیات بینات کے جواب میں جو بحر الجمرات لکھی گئی ہے۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیعہ اس کے جواب سے عاجز ہیں۔ چنانچہ مجیب نے اس مقام پر یوں لکھا ہے۔ عباسؓ خواہ مثل ابوجہل اور ابولہب کے کہ جس کی شان میں تبت یدا ابی لہب ہے۔ اور پیغمبر صاحب کے حقیقی چچا تھے کافر ہوں۔ خواہ مثل ابوبکر و عمر کے منافق ہوں شیعوں کے مذہب کا کوئی ضرر نہیں ہے۔ اور یہ جو مخاطب نے فرمایا کہ عباس اہل بیت سے ہیں کون مسخرا عباس کو اہل بیت کہتا ہے جز ایک بے ایمان زید

بن ارقم کے کہ بسرا مر بے ایمانی وقت استشہاد جناب امیر بحدیث من کنت مولاہ اس نے سکوت اختیار کیا۔ اور بد دعای جناب امیر کی سزا دنیا ہی میں پائی۔ انتہے۔ (رمی الجمرات بجواب کتاب آیات بینات جلد ثالث۔ مطبوعہ مطبع مظہر العلوم۔ صفحہ ۷۹)۔ رمی الجمرات اول سے آخر تک اسی قسم کے سب وشتم سے پر ہے۔ جس کا یہ فرقہ عادی ہے۔ اسی واسطے اس کتاب کے ٹائیٹل پیج یعنے لوح پر یہ اعلان درج کر دیا گیا ہے "یہ کتاب خاص حضرات شیعہ کے واسطے چھاپی گئی ہے۔ لہٰذا اہلسنت وجماعت نہ دیکھیں۔ اور نہ خریدیں"۔

من کان فی ھٰذہ اعمیٰ الآیہ کا شان نزول جو اوپر مذکور ہوا۔ وہ رجال کشی میں بالاسناد یوں وارد ہے۔ جعفر بن معروف قال حدثنا یعقوب بن یزید الانباری عن حماد بن عیسیٰ عن ابراهیم بن عمر الیمانی عن الفضیل بن یسار عن ابی جعفر علیہ السلام قال اتی رجل الی ابی علیہ السلام فقال ان فلاناً یعنے عبد اللہ بن العباس یزعم انہ یعلم کل آیۃ نزلت فی القرآن فی ای یوم نزلت وفیم نزلت قال فسلہ فیمن نزلت ومن کان فی ھٰذہ اعمیٰ فھو فی الآخرۃ اعمیٰ واضل سبیلا وفیم نزلت ولا ینفعکم نصحی ان اردت ان انصح لکم وفیم نزلت یا ایھا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا فاتاہ الرجل وقال وددت الذی امرک بھٰذا واجھنی بہ فاسائلہ ولکن سلہ ما العرش ومتی خلق وکیف ھو فانصرف الرجل الی ابی فقال لہ ما قال فقال وھل اجابک فی الآیات قال لا قال ولکنی اجیبک فیھا بنور وعلم غیر المدعی والمنتحل اما الاولیان فنزلتا فی ابیہ واما الاخیرۃ فنزلت فی ابی وفینا الحدیث۔ (رجال کشی۔ مطبوعہ مطبع مصطفوی بمبئی۔ صفحہ ۳۶)۔ ترجمہ۔ جعفر بن معروف کا بیان ہے کہ ہم سے حدیث کی یعقوب بن یزید انباری نے۔ اس نے حماد بن عیسےٰ سے۔ اس نے ابراہیم بن عمر یمانی سے۔ اس نے فضیل بن یسار سے۔ کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک شخص نے میرے والد (امام زین العابدین) علیہ السلام کے پاس آکر عرض کی۔ کہ فلاں شخص یعنے عبد اللہ بن عباس کہتا ہے۔ کہ ہر ایک آیت جو قرآن میں نازل ہوئی۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ کس دن نازل ہوئی۔ اور کس بارے میں نازل ہوئی میرے والد نے اس شخص سے کہا کہ تو عبد اللہ بن عباس سے پوچھ کہ یہ آیت۔ ومن کان فی ھٰذہ اعمیٰ فھو فی الآخرۃ اعمیٰ واضل سبیلا کس بارے میں نازل ہوئی۔ اور ولا ینفعکم نصحی ان اردت ان انصح لکم کس بارے میں نازل ہوئی اور یا ایھا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا کس بارے میں نازل ہوئی۔ وہ شخص عبد اللہ کے پاس آیا۔ عبد اللہ نے کہا میں چاہتا تھا۔ کہ جس نے تجھے

ومن کان فی ھذہ اعمیٰ کا شان نزول جو اوپر مذکور ہوا وہ رجال کشی میں بالاسناد یوں مذکور ہے۔ جعفر بن معروف
قال حدثنا یعقوب بن یزید الانباری عن حماد بن عیسیٰ عن ابراہیم بن عمر الیمانی عن الفضیل بن یسار عن ابی جعفر
علیہ السلام قال اتی رجل الی ابی علیہ السلام فقال ان فلانا یعنی عبد اللہ بن عباس یزعم انہ یعلم کل اٰیۃ نزلت فی القرآن فی ای یوم
نزلت وفیم نزلت قال فسلہ فیمن نزلت ومن کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی واضل سبیلا وفیم نزلت ولا ینفعکم نصحی
ان اردت ان انصح لکم وفیم نزلت یا ایھا الذین اٰمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا فاتاہ الرجل (وسألہ ما قال) فقال
وددت الذی امرک بھذا واجھنی بہ فاسائلہ ولکن سالہ ما العرش ومتی خلق وکیف ھو فانصرف الرجل الی ابی فقال
لہ ما قال فقال وھل اجابک فی الاٰیات قال لا قال ولکنی اجیبک فیھا بنور وعلم غیر المدعی والمنتحل اما الاولیان
فنزلتا فی ابیہ واما الاخیرۃ فنزلت فی ابی وفینا الحدیث (رجال کشی مطبوعہ مطبع مصطفویہ بمبئی صفحہ ۳۶) ترجمہ (بحذف
اسناد) فضیل بن یسار کا بیان ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ ایک شخص نے میرے والد (امام زین العابدین)
علیہ السلام کے پاس آکر عرض کی۔ کہ فلاں شخص یعنی عبد اللہ بن عباس کہتا ہے کہ ہر ایک آیت جو قرآن میں نازل
ہوئی مجھے معلوم ہے کہ وہ کس دن نازل ہوئی اور کس بارے میں نازل ہوئی۔ میرے والد نے اس شخص سے کہا۔ کہ تو
عبد اللہ بن عباس سے پوچھ کہ یہ آیت (ومن کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی واضل سبیلا) کس کے بارے میں نازل
ہوئی۔ اور آیت (ولا ینفعکم نصحی ان اردت ان انصح لکم) کس بارے میں نازل ہوئی۔ اور آیت (یا ایھا الذین اٰمنوا
اصبروا وصابروا ورابطوا) کس بارے میں نازل ہوئی۔ وہ شخص عبد اللہ بن عباس کے پاس آیا۔ اور اس سے وہ دریافت
کیا۔ عبد اللہ نے کہا۔ کاش وہ جس نے تجھے یہ حکم دیا میرے سامنے ہوتا۔ تو میں اس سے پوچھتا۔ لیکن تو اس سے دریافت
کرنا کہ عرش کیا ہے۔ کب پیدا کیا گیا اور کیا ہے۔ وہ شخص لوٹ کر میرے والد کے پاس آیا۔ اور کہ سنایا جو عبد اللہ نے کہا
تھا۔ میرے والد نے کہا۔ کیا اس نے ان آیتوں کی نسبت تجھے کچھ جواب دیا۔ اس نے عرض کی کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا
کہ وہ مدعی منتحل کیا میں تجھے نور وعلم سے ان کی نسبت جواب دیتا ہوں۔ پہلی دو آیتیں تو اس کے باپ کے بارے میں
نازل ہوئیں۔ رہی اخیر کی آیت۔ سو وہ میرے باپ کے اور ہمارے بارے میں نازل ہوئی۔ الحدیث۔ انتہٰی۔ اسی طرح امام
باقر علیہ السلام ہی فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے یوں دعا مانگی۔ اللھم العن ابنی فلان واعم ابصارھما
کما عمیت قلوبھما واجعل عمی ابصارھما دلیلا علی عمی قلوبھما۔ (رجال کشی صفحہ ۳۵) یعنی خدایا تو فلاں کے دو بیٹوں (عبد اللہ
بن عباس اور عبید اللہ بن عباس۔ حاشیہ) پر لعنت بھیج۔ اور ان کی آنکھیں اندھی کردے جیسا کہ ان کے دل
اندھے ہیں۔ اور ان کی آنکھوں کے اندھاپن کو انکے دلونکے اندھاپن کی دلیل بنادے۔ انتہٰی۔ رجال کشی صفحہ ۳۷ پر
امام حسن مجتبیٰ کا یہ قول مذکور ہے۔ فاما انت یا ابن عباس ففیمن نزلت ھذہ الآیۃ فلبئس المولی ولبئس العشیر فی ابیک
ادنی ابیک۔ یعنی اے عبد اللہ بن عباس یہ تو بتا کہ یہ آیت۔ (فلبئس المولی ولبئس العشیر) کس کے بارے میں

شیعہ اور ائمہ اہلبیت عظام

مولٰے مرتضٰے علی کرم اللہ تعالٰے وجہہ

مولٰے مرتضٰے کی ذاتی شجاعت و قوت کے بارے میں کتب شیعہ میں بہت سی روایات وارد ہیں جن میں سے چند بطور مشتے نمونہ از خروارے ذیل میں درج کی جاتی ہیں :-

(۱) سید نعمت اللہ جزائری نے انوار نعمانیہ میں لکھا ہے۔ روی البرسی فی کتابہ لما وصف وقعۃ خیبر وان الفتح فیھا کان علی ید علی ع ان جبرئیل ع جاء الی رسول اللہ ص مستبشرا بعد قتل مرحب فسألہ النبی ص عن استبشارہ فقال یا رسول اللہ ص ان علیا لما رفع السیف لیضرب بہ مرحبا امر اللہ سبحانہ اسرافیل ومیکائیل ان یقبضا عضدہ فی الھواء حتی لا یضرب بکل قوتہ ومع ھذا قسمہ نصفین وکذا ما علیہ من الحدید وکذا فرسہ ووصل السیف الی طبقات الارض فقال لی اللہ سبحانہ یا جبرئیل بادر الی تحت الارض وامنع سیف علی عن الوصول الی ثور الارض حتی لا تنقلب الارض فمضیت فامسکتہ فکان علی جناحی اثقل من مدائن قوم لوط وھی سبع مدائن قلعتھا من الارض السابعۃ ورفعتھا فوق ریشۃ واحدۃ من جناحی الی قرب السماء وبقیت منتظر الامر الی وقت السحر حتی امرنی اللہ بقلبھا فما وجدت لھا ثقلا کثقل سیف علی فسألہ النبی ص لم لا قلبتھا من ساعۃ رفعتھا فقال یا رسول اللہ ص انہ قد کان فیھم شیخ کافر نائم علی قفاہ وشیبتہ الی السماء فاستحی اللہ سبحانہ ان یعذبھم فلما ان کان وقت السحر انقلب ذلک الشائب عن قفاہ فامرنی بعذابھا وفی ذلک الیوم ایضا لما فتح الحصن واسروا نسائھم فکان فیھم صفیۃ بنت ملک الحصن فاتت النبی ص وفی وجھھا اثر شجۃ فسأل النبی ص عنھا فقالت ان علیا لما اتی الحصن وتعسر علیہ اخذہ اتی الی برج من بروجہ فھزہ فاھتز الحصن کلہ وکل من کان فوق مرتفع سقط منہ وانا کنت جالسۃ فوق سریری فھویت من علیہ فاصابنی السریر فقال لھا النبی ص یا صفیۃ ان علیا لما غضب وھز الحصن غضب اللہ لغضب علی ع فزلزل السمٰوٰت کلھا حتی خافت الملائکۃ ووقعوا علی وجوھھم وکفی بھا شجاعۃ ربانیۃ واما باب خیبر فقد کان اربعون رجلا یتعاونون علی سدہ وقت اللیل ولما دخل الحصن طار ترسہ من یدہ من کثرۃ الضرب فقلع الباب وکان فی یدہ بمنزلۃ الترس یقاتل فھو فی یدہ حتی فتح اللہ علیہ۔

ترجمہ۔ برسی نے اپنی کتاب میں واقعہ خیبر اور اس کے حضرت علی کے ہاتھ پر فتح ہونے کے بیان میں روایت کی ہے۔ کہ مرحب کے قتل کے بعد جبرئیلؑ بشارت دینے کے لئے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جناب رسالتمآبؐ نے اس بشارت کی نسبت دریافت کیا۔ جبرئیلؑ نے عرض کی۔ یارسول اللہ جب علی نے اپنی تلوار مرحب پر مارنے کے لئے اٹھائی۔ تو اللہ سبحانہ نے اسرافیلؑ و میکائیلؑ کو حکم دیا۔ کہ علی کا بازو ہوا میں روک لو تاکہ وہ اپنی پوری قوت سے نہ ماریں۔ باوجود اس کے مرحب کو مع اس کی زرہ اور گھوڑے کے دو ٹکڑے کر دیا۔ اور تلوار طبقات زمین میں پہنچ گئی۔ پس مجھے اللہ سبحانہ نے حکم دیا۔ کہ اے جبرئیل جلدی زمین کے نیچے پہنچ۔ اور علیؑ کی تلوار کو گاؤزمین تک پہنچنے نہ دے۔ تاکہ زمین زیروزبر نہ ہو جائے۔ لہٰذا میں گیا۔ اور اسے روکا۔ اور وہ میرے بازو پر قوم لوط کے شہروں سے بھاری تھی۔ اور وہ سات شہر تھے۔ جن کو میں نے ساتویں زمین سے اکھیڑا اور اپنے بازو کے ایک پر پر آسمان کے قریب تک اٹھایا۔ اور وقت صبح تک حکم کا منتظر رہا۔ یہانتک کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے ان شہروں کے الٹانے کا حکم دیا۔ سو میں نے ان شہروں کا بوجھ تلوار علیؑ کا سا نہ پایا۔ جناب رسالتمآبؐ نے جبرئیل سے دریافت کیا کہ تو نے ان شہروں کو اٹھاتے ہی کیوں نہ الٹا دیا۔ جبرئیلؑ نے عرض کی۔ یارسول اللہ ان میں ایک بوڑھا کافر پیٹھ کے بل سو رہا تھا۔ اور اس کے سفید بال آسمان کی طرف تھے۔ پس اللہ سبحانہ کو شرم آئی کہ ان کو عذاب دے۔ جب صبح کا وقت ہوا۔ تو اس بوڑھے نے کروٹ لی۔ پس اللہ نے مجھے عذاب کا حکم دیا۔ اور اسی دن جب قلعہ فتح ہوا۔ اور ان کی عورتیں اسیر ہو گئیں۔ ان میں شاہ قلعہ کی بیٹی صفیہ تھی۔ وہ نبیؐ کی خدمت میں آئی۔ اور اس کے منہ پر ضرب کا نشان تھا۔ حضورؐ نے اس کا سبب دریافت کیا۔ اس نے عرض کی کہ جب علیؑ قلعہ کی طرف آئے۔ اور اس کا فتح کرنا ان پر دشوار ہوا۔ تو وہ اس کے برجوں میں سے ایک کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اسے ہلایا۔ پس وہ تمام قلعہ ہل پڑا۔ اور جو اونچی جگہ پر تھے گر پڑے میں اپنے تخت پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس پر سے گر پڑی۔ اور مجھے ضرب آئی۔ جناب رسالتمآبؐ نے اس سے فرمایا۔ اے صفیہ جب علیؑ غضب میں آیا۔ اور قلعہ کو ہلایا۔ تو علیؑ کے غضب سے خدا غضب میں آیا پس تمام آسمانوں میں زلزلہ پڑ گیا۔ یہاں تک کہ فرشتے ڈر گئے۔ اور اپنے منہ کے بل گر پڑے۔ یہ شجاعت ربانیہ کافی ہے۔ رہا در خیبر۔ سو چالیس آدمی مل کر اس کو رات کے وقت بند کیا کرتے تھے۔ جب علیؑ قلعہ میں داخل ہوئے۔ تو کثرت ضرب سے آپ کی ڈھال پارہ پارہ ہو کر گر پڑی۔ پس آپ نے اس دروازے کو اکھیڑ لیا۔ اور وہ آپ کے ہاتھ میں مانند ڈھال کے تھا۔ حضرت امیرؑ جنگ کرتے رہے۔ اور

وہ دروازہ آپ کے ہاتھ میں تھا۔ یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو فتح دی۔ انتہی +

(۲) ملا باقر مجلسی لکھتا ہے۔ علی بن ابراہیم از ابو وائلہ روایت کردہ است کہ گفت روزے با عمر بن الخطاب براہے مے رفتم۔ ناگاہ اضطرابے در او یافتم۔ وصدائے از سینہ او شنیدم مانند کسیکہ از ترس مدہوش شود۔ گفتم چہ شد ترا اے عمر۔ گفت مگر نے بینی شیر بیشۂ شجاعت را ومعدن کرم وفتوت را وکشندۂ طاغیان وباغیان را وزنندہ بدو شمشیر وعلمدار صاحب تدبیر را۔ چون نظر کردم علی بن ابی طالب را دیدم۔ گفتم اے عمر این علی بن ابی طالب است۔ گفت نزدیک من بیا تا شمۂ از شجاعت ودلیری وبسالت او برائے تو بیان کنم۔ بدانکہ حضرت رسولؐ در روز احد از ما بیعت گرفت کہ نگریزیم وہرکہ از ما بگریزد گمراہ باشد وہرکہ کشتہ شود شہید باشد وپیغمبر ضامن بہشت باشد برائے او۔ چون بجنگ ایستادیم ناگاہ دیدم کہ صد نفر از شجاعان وصنادید قریش رو بما آوردند کہ ہریک صد نفر یا بیشتر از دلیران خود داشتند۔ پس ما را از جائے خود کندند وہمہ گریختیم۔ در آنجا علیؑ را دیدیم کہ مانند شیر ژیان کہ بر گلۂ موران حملہ کند بر مشرکان حملہ مے کرد وازایشان پروانے کرد۔ چون ما را دید کہ مے گریزیم گفت قبیح وپارہ پارہ بریدہ وخاک آلودہ باد روہاے شما۔ بکجا مے گریزید۔ بسوئے جہنم مے شتابید۔ چون دید کہ ما برنمے گردیم۔ بر ما حملہ کرد وشمشیر پہنے در دست داشت کہ مرگ از ان مے چکید وگفت۔ بیعت کردید وبیعت را شکستید۔ واللہ کہ شما سزاوار ترید بکشتہ شدن از آنہا کہ من مے کشم۔ چون بدیدہائش نظر کردیم مانند دو کاسۂ زیت کہ آتش دران افروختہ باشند مے درخشید۔ ومانند دو قدح پر خون از شدت غضب سرخ شدہ بود۔ من جزم کردم کہ ہمہ ما را بیک حملہ ہلاک خواہد کرد۔ پس من از سائر اگریختگان پیش دیک او رفتم وگفتم۔ اے ابو الحسن بخدا ترا سوگند مے دہم کہ دست از ما بر داری زیراکہ عرب کار شان اینست کہ گاہ مے گریزند وگاہ حملہ مے کنند۔ ننگ گریختن را برطرف مے کنند گویا از روی من شرم کرد ودست از ما برداشت وبر کافران حملہ کرد وتا این ساعت ترس او از دل من بدر نرفتہ است۔ وہرگاہ کہ او را مے بینم ہراسان مے شوم۔ (حیات القلوب۔ جلد دوم۔ صفحہ ۳۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴)۔ ترجمہ۔ علی بن ابراہیم نے ابو وائلہ سے روایت کی ہے۔ کہ اس نے بیان کیا۔ ایک دن میں عمر بن خطاب کے ساتھ کسی راستے میں جا رہا تھا۔ یکایک میں نے ان میں ایک اضطرابی حالت دیکھی۔ اور ایک آواز ان کے سینے سے سنی جیسے کوئی ڈر کر بیہوش ہو جائے۔ میں نے کہا۔ اے عمر تمہیں کیا ہو گیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ کیا تو نہیں دیکھتا شیر بیشۂ شجاعت اور معدن کرم وفتوت کو اور گمراہوں اور سرکشوں کے قتل کرنے والے اور دو شمشیر کے چلانے والے کو اور علمدار صاحب تدبیر کو۔ میں نے جو دیکھا تو علی بن ابی طالب کو پایا۔ میں نے کہا۔ اے عمر

یہ تو علی بن ابی طالب ہیں۔ عمر نے کہا۔ میرے پاس آ۔ تاکہ میں ایک شمہ ان کی بہادری اور دلیری کا تم سے بیان کردوں۔ سنو حضرت رسولؐ نے احد کے دن ہم سے بیعت لی تھی کہ ہم نہ بھاگیں۔ اور جو کوئی ہم میں سے بھاگے گا وہ گمراہ ہوگا۔ اور جو کوئی مارا جائے گا وہ شہید ہوگا۔ پیغمبرؐ اس کے لئے بہشت کے ضامن ہونگے چنانچہ جب ہم لڑنے کھڑے ہوئے۔ تو دیکھا کہ سو نفر قریش کے سردار اور بہادروں نے ہماری طرف رُخ کیا۔ ان میں سے ہر شخص اپنے ساتھ سو سو بہادروں سے زیادہ رکھتا تھا۔ پس ان لوگوں نے ہمیں اپنی جگہ سے ہٹادیا۔ اور ہم بھاگ گئے۔ وہاں ہم نے علی کو دیکھا کہ جس طرح غضبناک شیر چیونٹیوں کے گلہ پر حملہ کرتا ہے۔ مشرکوں پر حملہ کررہے تھے۔ اور ان سے بالکل نہ ڈرتے تھے۔ انہوں نے جب ہمیں دیکھا کہ ہم بھاگ رہے ہیں۔ کہنے لگے۔ قبیح اور پارہ پارہ اور خاک آلودہ ہوجائیں تمہارے چہرے۔ کہاں بھاگے جاتے ہو۔ جہنم کی طرف جاتے ہو۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ہم نہیں لوٹتے۔ تو ہم پر حملہ کیا۔ ایک چوڑی تلوار ان کے ہاتھ میں تھی۔ جس سے موت ٹپک رہی تھی۔ کہنے لگے۔ تم نے بیعت کی۔ اور بیعت کو توڑا۔ خدا کی قسم جن لوگوں کو میں مار رہا ہوں ان سے بھی زیادہ تم مارے جانے کے قابل ہو۔ ہم نے جب ان کی آنکھوں کی طرف دیکھا۔ تو مثل دو پیالہ روغن زیتون کے جن میں آگ روشن ہو چمک رہی تھیں۔ اور مثل دو پیالہ خون کے بسبب شدت خشم کے سرخ ہوگئی تھیں۔ مجھے یقین ہوگیا کہ ہم سب کو ایک ہی حملہ میں ہلاک کردیں گے۔ لہٰذا میں ان تمام فراریوں میں سب سے پہلے ان کے پاس گیا۔ اور میں نے کہا۔ اے ابوالحسن میں آپ کو خدا کی قسم دلاتا ہوں۔ کہ اب ہمارے قتل سے ہاتھ اٹھا لیجئے۔ کیونکہ عرب کا کام یہی ہے۔ کہ کبھی بھاگتے ہیں۔ اور کبھی حملہ کرتے ہیں۔ جب حملہ کرتے ہیں تو بھاگنے کی شرم بالائے طاق رکھ دیتے ہیں گویا علیؑ نے میرے منہ سے شرم کی۔ اور ہم لوگوں کے قتل سے ہاتھ اٹھالیا۔ اور کافروں پر حملہ کردیا۔ اس وقت تک ان کا خوف میرے دل سے نہیں گیا۔ اور جب ان کو دیکھتا ہوں۔ ایسا ہی خائف ہوجاتا ہوں۔ انتہےٰ۔

(۳۳) شیعہ کے علامہ طبرسی بروائت امام جعفر صادق لکھتے ہیں۔ کہ مہاجرین وانصار میں سے بارہ نے حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت کی مخالفت کی تھی۔ اور بر خلاف تقریریں کی تھیں۔ حضرت سلمان فارسی نے کچھ سخت تقریر کی۔ تو حضرت عمرؓ اس پر حملہ کرنے اٹھے۔ اس روائیت کے الفاظ یہ ہیں۔ فهمّ به عمر بن الخطاب فوثب اليه امير المؤمنين عليه السلام واخذ بجامع ثوبه ثم جلد به الارض ثم قال يا ابن صهاك الحبشية لولا كتاب من الله سبق وعهد من رسول الله تقدم لاريتك اينا اضعف ناصرا واقل عددا۔ (کتاب الاحتجاج مطبوعہ ایران ۱۳۰۲ھ صفحہ ۵۴)۔

ترجمہ - پس عمر بن خطاب نے سلمان پر حملہ کرنے کا قصد کیا - حضرت امیر المومنین عمر کی طرف جھپٹے اور ان کا گریبان پکڑ لیا - پھر انہیں زمین پر دے مارا - پھر فرمایا - اے صحاک حبشیہ کے بیٹے - اگر پہلے سے اللہ کا نوشتہ نہ ہوتا اور رسول اللہ سے عہد نہ ہوتا - تو میں تجھے دکھا دیتا - کہ از روے مددگار ہم میں کون کمزور ہے - اور از روے گنتی کون کم ہے - انتہٰے *

(۴) شیعہ کے قطب راوندی (متوفی ۵۷۳ھ ہجری) نے حضرت امیر علیہ السلام کے معجزات کے ضمن میں یوں لکھا ہے - ومنہا ماروی عن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ قال ان علیاء بلغہ عن عمر ذکرہ شیعتہ فاستقبلہ فی بعض طرق بساتین المدینۃ وفی ید علیء قوس فقال یا عمر بلغنی عنک ذکرک شیعتی فقال اربع علی ظلعک فقال ع انک لھاھنا ثم رمی بالقوس علی الارض فاذا ھو ثعبان کالبعیر فاغرا فاہ وقد اقبل نحو عمر لیبتلعہ فصاح عمر اللہ اللہ یا ابا الحسن لا عدت بعدھا فی شیٔ وجعل یتضرع الیہ فضرب بیدہ الی الثعبان فعادت القوس کما کانت فمضی عمر الی بیتہ مرعوبا (کتاب الخرایج والجرایح مطبوعہ بمبئی ۱۳۰۱ھ ہجری - صفحہ ۲۰-۲۱) - ترجمہ - اور منجملہ معجزات ایک وہ ہے جس کو سلمان فارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے روایت کیا ہے - حضرت سلمان کا بیان ہے - کہ حضرت علیؑ کو خبر ملی کہ عمرؓ نے ان کے شیعوں کا کچھ ذکر کیا ہے - (اتفاق سے) باغات مدینہ کے کسی راستے میں علیؑ کو عمرؓ مل گئے - علیؑ کے ہاتھ میں ایک کمان تھی - انہوں نے کہا - اے عمر مجھے خبر ملی ہے کہ تم نے میرے شیعوں کا کچھ ذکر کیا ہے - عمرؓ نے کہا - کہ اپنی جان پر رحم کر - علی نے کہا - میں یہیں تیری خبر لیتا ہوں - پھر کمان زمین پر پھینک دی - تو وہ ایک اژدہا منہ کھولے مانند اونٹ کے بن گئی - اور عمرؓ کی طرف چلی تاکہ ان کو نگل جائے یہ دیکھ کر عمرؓ چلائے - اللہ اللہ اے ابوالحسن میں پھر ایسا قصور نہ کروں گا - اور علی کے آگے عاجزی کرنے لگے - پس علیؑ نے اژدہا پر اپنا ہاتھ پھیرا - تو وہ بدستور کمان ہو گیا - اور عمر خوف زدہ اپنے گھر کو چلے گئے - انتہے *

(۵) - قطب راوندی کتاب مذکور کے پندرہویں باب میں ائمہ دوازدہ کی امامت کی صحت پر دلالات بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے - ومنہا ان علیاء قد جری بینہ وبین ابی بکر کلام قد تقدم ذکرہ فی حدیث فدک فی باب فاطمۃ ع وذلک ان ابا بکر امر خالد بن الولید ان یقتل علیاء اذا سلم من صلوٰۃ الفجر بالناس فاتی خالد وجلس الی جنب علیء ومعہ سیف فتفکر ابو بکر فی صلوٰتہ فی عاقبۃ ذالک فخطر ببالہ ان بنی ہاشم یقتلوننی

ان قتل علی فلما فرغ من التشهد التفت الی خالد قبل ان یسلم وقال لا تفعل ما امرتک
به ثم قال السلام علیکم فقال علی لخالد اکنت ترید ان تفعل ذالک قال نعم فمد یده
الی عنقه وخنقه باصبعیه حتی کادت عیناه یسقطان من راسه وناشده بالله ان
یترکه وشفع الیه الناس فخلاه ثم کان خالد بعد ذالک یرصد الفرصة والفجاة لعله
یقتل علیا غرة فبعث بعد ذالک عسکر مع خالد الی موضع فلما خرجوا من المدینة و
کان خالد مدججا حوله شجعان قد امروا ان یفعلوا کلما یامرهم خالد فرای علیا
یجئ من ضیعته منفردا بلا سلاح فلما دنی منه وکان فی ید خالد عمود من حدید
فرفعه لیضرب به لهم ذالک فاحضروا جماعة من الحدادین فقالوا لا تمکن من انتزاعه الا بعد جعله فی النار
وفی ذالک هلاکه فلما علموا حاله قالوا علی هو الذی یخلصه من ذالک کما جعله فی جیده وقد الان
الله له الحدید کما الانه لداؤد فشفع ابوبکر الی علی فاخذ القلادة وفکه بعضه من بعض باصبعه فبهتوا

م به علی راس علی فانتزعه علی من یده وجعله فی عنقه وفتله کالقلادة فوجه خالد الی ابی بکر فاحتال القوم فی کسره فلم یتهیأ

(کتاب الخرائج والجرائح ۔ صفحہ ۱۲۳) ترجمہ ۔ اور منجملہ دلالات کے یہ ہے ۔ کہ علیؑ اور ابوبکرؓ کے درمیان گفتگو
ہوئی ۔ جس کا ذکر حدیث فدک میں باب فاطمہؑ میں پہلے آ چکا ہے ۔ اور وہ یہ ہے ۔ کہ ابوبکرؓ نے خالد بن
ولید کو حکم دیا ۔ کہ علی کو نماز فجر میں سلام کے بعد قتل کر دو ۔ چنانچہ خالدؓ آئے ۔ اور علیؑ کے پہلو میں
بیٹھ گئے ۔ اور ان کے پاس تلوار تھی ۔ پھر ابوبکر کو نماز ہی میں اس کے انجام کا خیال آیا ۔ ان کے دل
میں دغدغہ پیدا ہوا ۔ کہ اگر علیؑ قتل کر دئے گئے ۔ تو بنو ہاشم مجھے قتل کر دیں گے ۔ پس جب وہ التحیات
سے فارغ ہوئے ۔ تو خالد کی طرف سلام پھیرنے سے پہلے متوجہ ہوئے ۔ اور کہا جو میں نے تم سے کہا تھا
وہ نہ کرنا ۔ اس کے بعد کہا السلام علیکم ۔ پس علی نے خالد سے کہا ۔ کہ کیا تم یہ کرنا چاہتے تھے ۔ خالد نے
کہا ہاں ۔ پس علی نے اپنا ہاتھ ان کی گردن کی طرف بڑھایا ۔ اور دو انگلیوں سے ان کا گلا گھونٹ دیا ۔
یہاں تک کہ قریب تھا کہ ان کی دونوں آنکھیں ان سے گر پڑیں ۔ خالد نے ان کو اللہ کی قسم دے کر کہا ۔
کہ مجھے چھوڑ دیجئے ۔ اور لوگوں نے بھی سفارش کی ۔ تو علیؑ نے ان کو چھوڑ دیا ۔ اس کے بعد خالد موقع اور
گھات کے منتظر رہتے تھے ۔ تاکہ علی کو اچانک قتل کر دیں ۔ چنانچہ اس کے بعد ایک لشکر خالد کے ہمراہ کسی مقام
میں بھیجا گیا ۔ جب یہ لوگ مدینہ سے باہر نکل گئے ۔ اور خالد مسلح تھے ۔ اور ان کے ہمراہ بہادر لوگ تھے ۔ جنکو
یہ حکم دیا گیا تھا کہ جو کچھ خالد انہیں حکم دیں وہی کریں ۔ پس خالد نے علی کو دیکھا ۔ کہ وہ اپنے کھیت
سے اکیلے بغیر ہتھیار کے چلے آ رہے ہیں ۔ جب وہ خالد کے قریب پہنچے ۔ اور خالد کے ہاتھ میں ایک لوہے
کا گرز تھا ۔ خالد نے اسے اٹھایا ۔ کہ علیؑ کے سر پر ماریں ۔ علی نے وہ گرز ان کے ہاتھ سے لے لیا ۔ اور

اسے گلوبند کی طرح موڑ کر ان کے گلے میں ڈال دیا۔ خالد ابو بکرؓ کے پاس لوٹ کر گئے۔ سب لوگوں نے اسکے توڑنے کی کوشش کی۔ مگر نہ ہو سکا۔ آخر انہوں نے لوہاروں کی ایک جماعت کو بلایا۔ لوہاروں نے کہا کہ یہ گلوبند بغیر آگ میں گلانے کے ہرگز گردن سے جدا نہیں ہو سکتا۔ اور آگ میں دھکائیں تو خالد مر جائے گا۔ جب لوگوں کو اس کا حال معلوم ہوا۔ تو کہنے لگے کہ علی ہی اس سے نجات دلا سکتے ہیں جس طرح انہوں نے اس کو ان کی گردن میں ڈالا ہے۔ اللہ نے علیؑ کے لئے لوہے کو نرم کر دیا ہے۔ جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے نرم کر دیا تھا۔ پس ابو بکرؓ نے علی سے سفارش کی۔ تو علی نے اس گلوبند کو پکڑ کر ایک انگلی سے اس کا ایک ایک ٹکڑا الگ کر دیا۔ یہ دیکھ کر سب لوگ حیران رہ گئے۔ انتہےٰ ۔

(۶)۔ ارشاد القلوب میں جابر بن عبداللہ انصاری اور عبداللہ بن عباس سے روائیت ہے۔ کہ ہم ابو بکر کی خلافت کے زمانہ میں ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت خوب دن چڑھ گیا تھا۔ کہ ناگاہ خالد بن ولید مخزومی ایک ایسے بڑے لشکر کے ساتھ آئے۔ جن کے گھوڑوں کے سموں سے غبار آسمان تک چڑھ گیا تھا۔ اور ان کے ہنہنانے سے زمین کا میدان گونج رہا تھا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کلان چکی کا پاٹ خالد کی گردن میں پہنایا ہوا ہے۔ جب خالد سامنے آئے اپنے گھوڑے سے اتر کر مسجد کے اندر گئے اور ابو بکر کے روبرو کھڑے ہوئے۔ لوگوں نے ان پر نظریں ڈالیں۔ اور اس بات کو اپنے دلوں میں خوب سمجھ گئے۔ اُس دم خالد نے کہا کہ اے ابو قحافہ کے بیٹے۔ اب تم انصاف کرو کہ خدا نے تم کو ایسی جگہ پہ بٹھایا ہے۔ جس کے تم سزاوار نہ تھے۔ تم اس مرتبہ پر ایسے بلند ہوئے ہو جیسے مچھلی پانی پر ابھر آتی ہے۔ اور وہ جب ہی ابھرتی ہے کہ جب اس میں چلنے پھرنے کی طاقت نہیں رہتی۔ پھر خالد نے طائف سے اپنے واپس آنے کی حالت اور حضرت علیؑ کے راہ میں ملنے کی کیفیت بیان کرنے کے بعد کہا۔ کہ اے ابو بکر علی نے اپنا ہاتھ میرے حلقوم پر مارا۔ اور میرا گلا پکڑ کر گھوڑے سے نیچے گرا دیا۔ اور مجھ کو گھسیٹے ہوئے دور تک لے گئے۔ وہاں حارث بن کلاہ ثقفی کی کلاں چکی منگوائی۔ اور اس کا بہت بڑا اور موٹا سا ایک پاٹ اٹھایا۔ اور میری گردن میں دونوں ہاتھوں سے اس طرح سے لپیٹ دیا جیسے کہ گرم کی ہوئی لاکھ کسی چیز سے لپٹ جاتی ہے اور سب ہمراہی میرے کھڑے ہوئے تماشا دیکھتے رہے۔ کسی کو حوصلہ نہ پڑا کہ کچھ بھی جرأت کر سکیں۔ خدا ان کو اس جبانت کی سزا دے۔ یہ لوگ حضرت علی کو ایسی خائفانہ نظر سے دیکھتے تھے جیسے کوئی ملک الموت کو دیکھتا ہے۔ قسم ہے اس کی ذات کی جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے

بلند کیا ہر چند کہ قریب سو آدمیوں کے بلکہ زیادہ نہایت طاقتور پہلوان عرب لوگ اس پاٹ کے جدا کرنے کے واسطے جمع ہوئے۔ لیکن کسی سے وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ اب ہم کو لوگوں کے مجبور ہونے سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ علی نے جادو کیا ہے۔ یا ان میں فرشتوں کی قوت ہے۔ ازاں بعد ابوبکر نے عمرؓ کو طلب کیا۔ اور قیس بن عبادہ انصاری کو بلا کر چکی کے پاٹ جدا کرنے کا حکم دیا۔ جب قیس بھی عاجز ہوا۔ اور اس سے بھی علیحدہ نہ ہو سکا۔ اور کچھ تدبیر نہ پڑی۔ تو خالد اسی حالت سے کہ پاٹ ان کی گردن میں پڑا ہوا تھا۔ مدت دراز تک مدینہ میں پھرتے رہے۔ چند روز کے بعد پھر ابوبکر کے پاس آئے اور کہا کہ حضرت علی ابھی سفر سے تشریف لائے ہیں۔ اور ان کی پیشانی پر عرق آرہا ہے اور چہرے کا رنگ سرخ ہے۔ یہ خبر پا کر ابوبکر نے اقرع بن سراقہ باہلی اور اشوش بن اشجع ثقفی کو بھیجا کہ حضرت علی کو ہمارے پاس مسجد میں بلا لاؤ۔ وہ دونوں اسی دم حضرت کے پاس گئے۔ اور پیام دیا کہ ابوبکر آپ کو کسی خاص کام کے لئے بلاتے ہیں۔ جس کے سبب سے وہ بہت متردد ہیں۔ اس وقت وہ یہ چاہتے ہیں۔ کہ آپ ان کے پاس مسجد نبوی میں چلیں۔ حضرت علی نے اس بات کا کچھ جواب نہ دیا۔ انہوں نے کہا آپ ہمارے سوال کا جواب کیوں نہیں دیتے جس کے لئے ہم آپ کے پاس آئے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ تمہارا کیا برا طریق ہے۔ مسافر تو پہلے اپنے گھر جاتا ہے۔ پھر کچھ سستا کر کسی سے ملتا جلتا ہے۔ یہ سن کر وہ دونوں ناکامیاب واپس لوٹ آئے۔ اس کے بعد ابوبکر ایک جماعت کے ساتھ خود ہی حضرت علیؑ کے مکان پر گئے۔ ان کے ہمراہ خالد بن ولید بھی تھے۔ جب حضرت علی کی نظر خالد پر پڑی فرمایا کہ اے ابوسلیمان تمہاری گردن میں کیا اچھا ہار پڑا ہوا ہے۔ بہر حال دونوں طرف سے بڑی دیر تک گفتگو رنجش انگیز کدورت آمیز ہوتی رہی۔ جب ایسی گفتگو باہم ہونے لگی۔ تب ابوبکر نے کہا۔ کہ ہم اس لئے نہیں آئے ہیں۔ بلکہ ہم آپ سے یہ عرض کرتے ہیں کہ خالد کی گردن میں سے اس لوہے کو کھول لو کہ اس کے بوجھ سے ان کو سخت تکلیف ہے۔ اور ان کے حلقوم پر بھی اس کا اثر ہو گیا ہے۔ اب تو آپ نے اپنے سینے کی سوزش بجھا لی۔ حضرت علی نے فرمایا کہ اگر ہم اپنے سینے کی سوزش بجھانا چاہتے تو ہماری ذوالفقار آبدار میں ان کی بیماری کا پورا علاج تھا۔ اور یہ لوہا جو خالد کی گردن میں ہے ہم اس کو ہرگز جدا نہ کریں گے۔ وہ خود ہی اس کو اپنی قوت سے جدا کر لیں۔ یا دیکھیں تو تم میں سے کوئی ایسا طاقتور ہے جو اس کو جدا کر سکے۔ اس وقت بریدہ اسلمی اور عامر بن اشجع اور عمار یاسر نے بہت کچھ خوشامدیں در آمدیں کر کے التجائیں کیں۔ مگر آپ نے کسی کے معروضہ پر خیال نہ فرمایا۔ آخر کار جب ابوبکر نے کہا کہ اسے علی خدا کے واسطے اور اپنے بھائی مصطفیٰ رسول اللہ صلعم

کے واسطے خالد کی حالت زار پر رحم کیجئے۔ اور اس طوق آہنی گراں سنگ کو ان کے حلق سے جدا کر دیجئے جب ابو بکر نے بہت کچھ لجاجت و سماجت کی۔ تب حضرت علی شرمندہ ہو گئے۔ کیونکہ آپ میں شرم و حیا بہت تھی۔ پھر آپ نے خالد کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور اس طوق کا ایک ٹکڑا توڑ کر اپنے ہاتھ پر لپیٹتے جاتے تھے۔ وہ موم کی طرح لپٹتا جاتا تھا۔ پہلے ٹکڑے کو آپ نے خالد کے سر پہ مارا۔ بعد اس کے دوسرا ٹکڑا کھول کر پھر خالد کے سر پہ مارا۔ تو خالد نے آہ کر کے کہا کہ یا امیرالمومنین۔ اس پر حضرت علی نے فرمایا کہ گو تم ناخوشی سے ہم کو امیرالمومنین کہتے ہو۔ اگر اس لفظ کو نہ کہتے۔ تو تیسرا ٹکڑا ہم تمہارے نیچے سے نکال لیتے۔ اور وہ ویسے ہی برابر لوہے کو توڑتے رہے۔ یہاں تک کہ کل پاٹ توڑ ڈالا۔ جب حاضرین نے یہ زور و توان دیکھا۔ سب کے سب تعجب میں رہ گئے (مظہر الغرائب مصنفہ عمدۃ المناظرین مولوی محمد جہانگیر خاں۔ مطبوعہ مطبع اکبری آگرہ ۱۳۲۳ھ ہجری۔ صفحہ ۸۰ تا ۸۲)

(۷) شیعہ کے علامہ مجلسی بحارالانوار میں حضرت فاطمۃ الزہرا کی وفات کے ذکر میں ایک طویل روایت محمد بن ہمام کی لکھتے ہیں۔ جس کا ایک حصہ یوں ہے۔ جب مسلمانوں کو ان معصومہ کے انتقال کی اطلاع ہوئی۔ بقیع میں آئے اور چالیس قبریں تازی پائیں۔ اور ان قبروں میں قبر ان معصومہ کی ان لوگوں پر مشتبہ ہو گئی۔ پس لوگوں نے آواز بنوحہ و فریاد بلند کی۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو ملامت اور سرزنش کرنے لگے۔ اور کہا کہ تمہارے پیغمبر نے ایک دختر چھوڑی تھی۔ حیف ہے کہ وہ مر جائے۔ اور دفن ہو اور تم اس کی وفات کے وقت حاضر نہ ہو۔ اور اس پر نماز نہ پڑھو۔ اور اس کی قبر کو نہ پہچانو۔ پس ان کے سرگروہ یعنے ابو بکر اور عمر نے کہا۔ کہ مسلمانوں کی عورتوں میں سے کسی کو لاؤ۔ کہ ان قبروں کو کھودے۔ تاکہ فاطمہؓ کو قبر سے نکال کر نماز پڑھیں۔ اور لوگ ان کی قبر کو دیکھیں۔ جب خبر امیرالمومنین علیہ السلام کو پہنچی۔ تو حضرت غضبناک گھر سے باہر تشریف لائے۔ اور زیادتی غصہ سے حضرت کی آنکھیں سرخ تھیں۔ اور رگیں گلو مبارک کی پھولی ہوئی تھیں۔ اور زرد قبا زیب جسم تھی وہ قبا جناب سختی اور جنگ کے وقت پہنتے تھے۔ اور ذوالفقار ہاتھ میں لئے ہوئے اور اس پر تکیہ کئے ہوئے بقیع میں تشریف لائے۔ اور لوگوں کی جانب تشریف لے گئے۔ جب انہوں نے حضرت کو اس حال سے دیکھا۔ کہنے لگے کہ اس وقت علی بن ابی طالب اس طرح آئے ہیں۔ کہ جس طرح دیکھتے ہو۔ اور وہ خدا کی قسم کھاتے ہیں۔ کہ اگر کوئی پتھر قبروں پر سے اٹھایا گیا۔ میں ضرور سب کو اس تلوار سے قتل کروں گا۔ پس عمر اور جو لوگ ہمراہ اس کے تھے۔ انہوں نے امیرالمومنین علیہ السلام سے ملاقات کی۔ اور عمر نے کہا۔ کہ اے ابوالحسن تم کو کیا کام ہے۔ قسم خدا کی ہم قبر فاطمہ کو کھودیں گے۔ اور ان پر نماز

پڑھیں گے۔ پس حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے ہاتھ اپنا اس کے گریبان میں ڈالا۔ اور حرکت دے کر اُسے زمین پر گرا دیا۔ اور فرمایا۔ کہ اے حبش کے لڑکے میں نے اپنا حق چھوڑا۔ اس خوف سے کہ لوگ دین سے مرتد ہو جائیں گے۔ لیکن قبر فاطمہ۔ قسم اس خدا کی کہ جان علی کی اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ کہ اگر تو اور اصحاب تیرے اس باب میں کسی چیز کا ارادہ کریں گے۔ تو میں زمین کو تم لوگوں کے خون سے سیراب کر دوں گا۔ اور اگر تو چاہتا ہے تو مجھ سے مقابلہ کر۔ اس حال میں ابوبکر آیا۔ اور کہنے لگا۔ اے ابوالحسن آپ کو قسم حرمت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کی اور قسم اس خدا کی کہ بالائے عرش ہے کہ اس سے ہاتھ اٹھائیے۔ اور جو آپ کے خلاف مرضی اور مکروہ طبع ہو گا ہم نہ کریں گے۔ پس حضرت نے اس سے ہاتھ اٹھایا۔ اور لوگ متفرق ہو گئے۔ اور پھر اس امر کا ارادہ نہ کیا۔ انتہٰے۔ (مجالس الابرار ترجمہ اردو بحار الانوار جلد دہم۔ صفحہ ۲۳۱-۲۳۲) ؛

حضرت امیرؑ کی ذاتی شجاعت و کرامات مندرجہ بالا کی موجودگی میں ان کو کسی کا کیا ڈر تھا۔ حضرات ابوبکر و عمر و خالد تو کیا۔ اگر دنیا کے تمام لوگ ان کے مقابلہ میں آجاتے۔ تو ہرگز نہ گھبراتے۔ چنانچہ خود ہی فرماتے ہیں۔ انی واللہ لولقیتہم واحدا وہم طلاع الارض کلہا ما بالیت ولا استوحشت (نہج البلاغہ مطبوعہ بیروت۔ جزو ثانی صفحہ ۶۵)۔ ترجمہ۔ قسم ہے خدا کی تحقیق میں اگر اکیلا ان کا مقابلہ کروں۔ اور تمام روی زمین ان سے پُر ہو۔ تو میں کچھ پروانہ کروں۔ اور نہ ڈروں۔ انتہٰے۔ یہ حضرت امیر نے بطور فرض فرمایا۔ ورنہ ان کے مددگار بکثرت تھے۔ جیسا کہ روایت ذیل سے ظاہر ہے۔ ابن بابویہ بسند حسن از حضرت صادق روایت کردہ است۔ کہ اصحاب رسول خدا دوازدہ ہزار نفر از مدینہ و دو ہزار از اہل مکہ و دو ہزار نفر از رہا و آزاد کردہ ہا۔ و یکے از ایشان قدری نبودند۔ کہ گویند ایمان ہمہ کس بیک قسم است و حروری نبودند کہ امیرالمومنینؑ را ناسزا گویند و معتزلی نبودند۔ کہ گویند خدا را در عمل بندہ ہیچ دخل نیست و در دین خدا برائے خود سخن نے گفتند و در شب و روز گریہ مے کردند و مے گفتند خداوندا روحہائے مارا قبض کن پیش از آنکہ خبر شہادت حضرت امام حسینؑ را بشنویم۔ (حیات القلوب جلد ثانی صفحہ ۷۵۷)۔ ترجمہ۔ ابن بابویہ نے بسند حسن حضرت صادق سے روایت کی ہے۔ کہ رسول خدا کے اصحاب بارہ ہزار نفر تھے۔ آٹھ ہزار مدینے کے رہنے والے اور دو ہزار مکہ کے رہنے والے۔ اور دو ہزار آزاد کئے ہوئے۔ ان بارہ ہزار میں کوئی قدری نہ تھا۔ کہ بندہ کو مجبور کہے۔ اور مرجی نہ تھا کہ سب کے ایمان کو یکساں کہے۔ اور حروری نہ تھا کہ امیرالمومنین کو برا کہے۔ اور معتزلی نہ تھا۔ کہ کہے خدا کو بندہ کے فعل میں کچھ دخل نہیں ہے۔ اور یہ لوگ دین خدا میں

احکم الناس۔ اتقی الناس۔ احلم الناس۔ اشجع الناس۔ اسخی الناس۔ اعبد الناس ہوتا ہے۔ اور
مختون پیدا ہوتا ہے۔ اور پاک ہوتا ہے۔ اپنے پیچھے سے ایسا دیکھتا ہے جیسا کہ آگے سے۔ اس کا
سایہ نہیں ہوتا۔ وہ جب ماں کے پیٹ سے زمین پر گرتا ہے۔ تو اپنی ہتھیلیوں کے بل کلمہ شہادت
پڑھتا ہوا گرتا ہے۔ اس کو احتلام نہیں ہوتا۔ اس کی آنکھ سوتی ہے اور دل نہیں سوتا۔ اس سے فرشتہ
کلام کرتا ہے۔ رسول اللہ کی زرہ اس پر ٹھیک آجاتی ہے۔ اس کا بول و براز دکھائی نہیں دیتا۔
کیونکہ اللہ تعالےٰ نے زمین کو حکم دے رکھا ہے۔ کہ اس کا بول براز نگل جائے۔ اس سے کستوری
سے بڑھکر خوشبو آتی ہے۔ وہ لوگوں کو ان کی جانوں سے عزیز ہوتا ہے۔ اور ماں باپ سے بڑھکر
ان پر شفیق ہوتا ہے۔ وہ اللہ کے آگے تواضع میں سب لوگوں سے زیادہ ہوتا ہے۔ جس بات کا وہ
لوگوں کو امر کرے۔ اس پر ان سے زیادہ عمل کرنے والا ہوتا ہے۔ اور جس بات سے ان کو روکے
اس سے خود ان سے زیادہ رکنے والا ہوتا ہے۔ اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر پتھر
پر بددعا کرے۔ تو پھٹ کر دو ٹکڑے ہو جائے۔ اس کے پاس رسول اللہ کا ہتھیار ہوتا ہے۔ اس کی
تلوار ذوالفقار ہے۔ اس کے پاس ایک رجسٹر ہوتا ہے۔ جس میں تاقیامت اس کے شیعوں کے
نام ہوتے ہیں۔ اور ایک اور رجسٹر ہوتا ہے۔ جس میں تاقیامت ان کے دشمنوں کے نام ہوتے ہیں
اس کے پاس جامعہ ہوتی ہے۔ اور وہ ایک صحیفہ ہے ستر ہاتھ لمبا۔ جس میں وہ سب کچھ ہے۔ جس
کی بنی آدم کو حاجت پڑتی ہے۔ اس کے پاس جفر اکبر اور جفر اصغر ہوتے ہیں۔ یعنے بکرے کا چمڑا۔ اور
مینڈھے کا چمڑا۔ ان دونوں میں تمام علوم ہیں۔ یہاں تک کہ ان میں خراش کی دیت اور تازیانہ بلکہ نصف
تازیانہ۔ اور تہائی تازیانہ ہے۔ اور اس کے پاس مصحف فاطمہؑ ہوتا ہے۔ انتہیٰ ؎

اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ باوجود امور مذکورہ بالا کے حضرت امیر علیہ السلام نے کیا عمل کیا۔
سلیم بن قیس ہلالی جو حضرت امیرؑ کے شیعہ میں سے ہے۔ اس کی کتاب میں ایک طویل روایت
ہے۔ جو بطور اختصار کتاب الاحتجاج اور انوار نعمانیہ میں بھی موجود ہے۔ اس روایت میں صحابہ کرام
کا حضرت ابوبکر صدیق سے بیعت کرنا اور اسی دن حضرت امیرؑ کا خلافت کے لئے کوشش کرنا
بالتفصیل مذکور ہے۔ ہم یہاں اس کا صرف ایک حصہ نقل کرتے ہیں۔ قال سلمان فلما کان اللیل
حمل علیؑ فاطمۃ علی حمار واخذ بیدی ابنیہ الحسن والحسین فلم یدع احدا من اھل
بدر من المھاجرین ولا من الانصار الا اتاہ فی منزلہ فذکر حقہ ودعاہ الی نصرتہ
فما استجاب لہ من جمیعھم الا اربعۃ واربعون رجلا فامرھم ان یصبحوا محلقین رؤسھم

مع سلاحہم علی ان یبایعوہ علی الموت فاصبح ولم یوافقہ احد منہم الا الاربعۃ فقلت لسلمان من الاربعۃ - قال انا وابوذر والمقداد والزبیر بن العوام ثم عاودہم لیلاً فناشدہم فقالوا نصبحک بکرۃ فما اتی احد منہم غیرنا فلما رأی علیؑ غدرہم و قلۃ وفائہم لزم بیتہ واقبل علی القرآن یؤلفہ ویجمعہ فلم یخرج من بیتہ حتی جمعہ وکان فی الصحف والاسیار والرقاع فلما جمعہ کلہ وکتبہ علی تنزیلہ وتاویلہ والناسخ والمنسوخ بعث الیہ ابوبکر ان اخرج فبایع فبعث الیہ علیؑ انی مشغول وقد آلیت علی نفسی یمیناً الا ارتدی برداء الا للصلوٰۃ حتی اولف القرآن فاجمعہ فجمعہ فی ثوب وختمہ ثم خرج الی الناس وہم مجتمعون مع ابی بکر فی مسجد رسول اللہؐ فنادی باعلی صوتہ یا ایہا الناس انی لم ازل منذ قبض رسول اللہؐ مشغولاً بغسلہ ثم بالقرآن حتی جمعتہ کلہ فی ہذا الثوب الواحد فلم ینزل اللہ تعالیٰ آیۃ منہ الا وقد جمعتہا ولیست منہ آیۃ الا وقد اقرانیہا رسول اللہؐ وعلمنی تاویلہا ثم قال لہم علیؑ لئلا تقولوا یوم القیامۃ انی لم ادعکم الی نصرتی ولم اذکرکم ادعوکم الی کتاب اللہ من فاتحتہ الی خاتمتہ فقال لہ عمر ما اغنانا بما معنا من القرآن عما تدعونا الیہ ثم دخل علیؑ بیتہ فقال عمر لابی بکر ارسل الی علی فلیبایع فلسنا فی شئ حتی یبایع - ولو قد بایع امناہ فارسل الیہ ابوبکر ان اجب خلیفۃ رسول اللہؐ فاتاہ الرسول فقال لہ ذلک فقال علیؑ ما اسرع ما کذبتم علی رسول اللہؐ انہ لیعلم ویعلم الذین حولہ ان اللہ ورسولہ لم یستخلف غیری فذہب الیہ الرسول فاخبرہ بما قال فقال اذہب فقل اجب امیر المومنین ابابکر فاتاہ فاخبرہ بذلک فقال لہ علیؑ سبحان اللہ ما طال العہد فنسینی فواللہ انہ لیعلم ان ہذا الاسم لا یصلح الا لی ولقد امرہ رسول اللہؐ وہو سابع سبعۃ فسلموا علیؑ بامرۃ المومنین فاستفہمہ ہو وصاحبہ عمر من بین السبعۃ فقالا امن اللہ ورسولہ قال رسول اللہؐ نعم حقاً حقاً من اللہ ورسولہ انہ امیر المومنین وسید المسلمین وصاحب لواء الغر المحجلین یقعدہ اللہ عزوجل یوم القیامۃ علی الصراط فیدخل اولیائہ الجنۃ واعدائہ النار فانطلق الرسول فاخبرہ بما قال فسکتوا عنہ یومہم ذلک فلما کان اللیل حمل علیؑ فاطمۃ علی حمار واخذ بیدی ابنیہ الحسن والحسین فلم یدع احداً من اصحاب رسول اللہؐ الا اتاہ فی منزلہ فناشدہم اللہ حقہ ودعاہم الی نصرتہ

فما استجاب له منهم احد غيرنا الاربعة فانا حلقنا رؤسنا وبذلنا له نصرتنا وكان
الزبير اشدنا نصرة فى نصرته فلما رأى علىؑ خذلان الناس له وتركهم نصرته واجتماع
كلمتهم مع ابى بكر وطاعتهم له وتعظيمهم له لزم بيته فقال عمر لابى بكر ما يمنعك
ان تبعث اليه فيبايع فانه لم يبق احد الا وقد بايع غيره وغير هؤلاء الاربعة معه و
كان ابوبكر ارق الرجلين وارفقهما وادهاهما وابعدهما غورا والآخر افظهما واجفاهما
فقال له ابوبكر من نرسل اليه فقال نرسل اليه قنفذ اذ كان رجلا فظا غليظا جافيا
من الطلقاء احد بنى عدى بن كعب فارسله اليه وارسل معه اعوانا فانطلق فاستاذن
علياؑ فابى ان ياذن لهم فرجع اصحاب قنفذ الى ابى بكر وعمر وهما فى المسجد والناس حولهما
فقالوا لم ياذن لنا فقال عمر اذهبوا فان اذن لكم والا فادخلوا عليه بغير اذن فانطلقوا
فاستاذنوا فقالت فاطمةؑ احرج عليكم ان تدخلوا بيتى فرجعوا وثبت قنفذ فقالوا ان
فاطمة قالت كذا وكذا فغضب عمر فقال ومالنا وللنساء ثم امر اناسا ان يحملوا حطبا
فحملوا الحطب وحمل عمر معهم فجعلوه حول بيت علىؑ وفيه فاطمة وعلى وابناهما ـ ثم نادى
عمر حتى اسمع عليا وفاطمة والله لتخرجن ولتبايعن خليفة رسول الله والا لاضرمت
عليك بيتك نارا ـ ثم رجع قنفذ الى ابى بكر وهو متخوف ان يخرج علىؑ اليه بسيفه
لما يعرف من باسه وشدته فقال ابوبكر لقنفذ ارجع فان خرج والا فاهجم
عليه بيته فان امتنع فاضرم عليهم بيتهم نارا فانطلق قنفذ فاقتحم هو واصحابه
بغير اذن وثار علىؑ الى سيفه فسبقوه اليه وهم كثيرون فتناول بعض سيوفهم
فكاثروه وضبطوه فالقوا فى عنقه حبلا وحالت بينه وبينهم فاطمة عند الباب
فضربها قنفذ بسوط كان معه على عضدها فماتت صلوات الله عليه وان فى
عضدها كمثل الدملج من ضربته ثم انطلق بعلىؑ يعتل عتلا حتى انتهى به الى
ابى بكر وعمر قائم على رأس ابى بكر بالسيف وخالد بن وليد وابوعبيدة بن الجراح و
سالم مولى ابى حذيفة ومعاذ بن جبل والمغيرة بن شعبة واسيد بن الحصين و
بشر بن سعد وسائر الناس حول ابى بكر عليهم السلاح قال قلت لسلمان ادخلوا
على فاطمة بغير اذن قال اى والله وما عليها خمار فنادت واابتاه وارسول الله
يا ابتاه لبئس ما خلفك ابوبكر وعمر وعينك لم تتفقأ فى قبرك تنادى باعلى

صوتها فلقد رأیت ابا بکر و من حوله یبکون و ینتحبون و ما منهم الا باك غیر عمر و خالد بن الولید والمغیرة بن شعبة و عمر یقول لسنا من النساء و رأیهن فی شیٔ فانتهوا به الی ابی بکر وهو یقول اما والله لو وقع سیفی لعلمتم انکم لم تصلوا الی هذا ابداً والله ما الوم نفسی فی جهادکم لو کنت استمکنت من الاربعین لفرقت جماعتکم ولکن لعن الله اقواماً بایعونی ثم خذلونی وقد کان قنفذ حین ضرب فاطمة ع بالسوط حین حالت بینه و بین زوجها ارسل الیه عمر ان حالت بینك و بین علی فاطمة فاضربها فالجأها قنفذ الی عضادة باب بیتها و دفعها فکسر بها ضلعاً من جنبها والقت جنینها من بطنها فلم تزل صاحبة فراش حتی ماتت من ذالك شهیدة ثم نادی علیؑ قبل ان یبایع والحبل فی عنقه یابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی ثم تناول یدہ ابی بکر فبایعه (نفس الرحمٰن فی فضائل سلمان للمرزا حسین بن محمد تقی النوری الطبرسی ۔ مطبوعہ ایران باب حادی عشر) ترجمہ :۔ حضرت سلمان کا بیان ہے ۔ کہ جب رات ہوئی ۔ تو علیؑ نے فاطمہؑ کو گدھے پر سوار کیا ۔ اور اپنے دونوں بیٹوں حسن وحسین کا ہاتھ پکڑا ۔ اور اہل بدر مہاجرین وانصار میں سے ہر ایک کے گھر پر گئے ۔ اپنا حق جتلایا ۔ اور مدد مانگی ۔ مگر ان سب میں سے صرف چوالیس آدمیوں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا ۔ آپ نے ان کو حکم دیا کہ صبح سر منڈا کر مسلح ہو کر آؤ ۔ اور مجھ سے موت پر بیعت کرو ۔ صبح کو ان چوالیس میں سے صرف چار حاضر ہوئے ہیں (سلیم بن قیس ہلالی) نے سلمان سے پوچھا کہ وہ چار کون ہیں ۔ سلمان نے جواب دیا ۔ میں اور ابوذر اور مقداد اور زبیر بن عوام ۔ حضرت امیرؑ رات کو پھر مہاجرین وانصار کے ہاں گئے ۔ اور ان کو اپنے حق کے بارے میں خدا کی قسم کھلائی ۔ وہ بولے ہم صبح آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے ۔ مگر سوائے ہم چار کے ان میں سے کوئی نہ آیا ۔ جب علیؑ نے ان کی بے وفائی دیکھی ۔ تو خانہ نشین ہو گئے ۔ اور قرآن کی تالیف وجمع میں مشغول ہو گئے ۔ اور اپنے گھر سے نہ نکلے ۔ یہاں تک کہ اس کو جمع کر لیا ۔ اور وہ صحیفوں اور تسموں اور پارچہ جامہ پر تھا ۔ جب علیؑ نے سب جمع کر لیا ۔ اور موافق نزول وتاویل وناسخ ومنسوخ لکھ لیا ۔ تو ابوبکر نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ نکلئے ۔ اور بیعت کیجئے ۔ علیؑ نے کہلا بھیجا کہ میں مشغول رہا ہوں ۔ اور میں نے قسم کھائی تھی کہ بجز نماز کسی اور کام کے لئے چادر نہ اوڑھوں گا ۔ یہاں تک کہ قرآن کو تالیف وجمع کر لوں ۔ پس علیؑ نے ایک کپڑے میں قرآن کو تالیف وجمع کیا ۔ اور اس پر مہر کی ۔ پھر لوگوں کی طرف نکلے ۔ اور وہ رسول اللہؐ کی مسجد میں ابوبکر کے پاس جمع تھے ۔ علیؑ نے زور سے پکار کر

کہا - اے لوگو - جب سے رسول اللہ نے رحلت فرمائی ہے - میں آپ کو غسل دینے اور پھر قرآن کے جمع کرنے میں مشغول تھا - یہاں تک کہ میں نے سارا قرآن اس ایک کپڑے میں جمع کر لیا ہے - اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی آیت نازل نہیں فرمائی - جس کو میں نے جمع نہ کیا ہو - اور کوئی ایسی آیت نہیں جو رسول اللہ نے مجھے نہیں پڑھائی - اور جس کی تاویل مجھے نہیں بتائی - پھر علیؑ نے ان سے کہا - مبادا تم قیامت کے دن یوں کہو کہ علی نے ہم کو اپنی مدد کی دعوت نہیں دی - اور ہمیں یاد نہیں دلایا - میں تم کو کتاب اللہ اول تا آخر کی طرف بلاتا ہوں - عمر بولے - آپ جس قرآن کی طرف ہمیں بلا رہے ہیں - اس سے ہم کو اس قرآن نے جو ہمارے پاس ہے - بے نیاز کر دیا ہے - بعد ازاں علی خانہ نشین ہو گئے - عمرؓ نے ابو بکر سے کہا - کہ علی کی طرف کسی کو بھیجئے کہ بیعت کرے - کیونکہ ہم کسی شمار میں نہیں - جب تک وہ بیعت نہ کریں - اگر وہ بیعت کر لیں - تو ہم ان سے امن میں ہو جائیں گے - چنانچہ ابو بکرؓ نے کسی کے ہاتھ علیؑ کو کہلا بھیجا کہ رسول اللہؐ کے خلیفہ کے پاس چلئے - قاصد علیؑ کے پاس آیا - اور ان سے ایسا ہی کہ دیا - علیؑ نے کہا - تم نے کیسی جلدی رسول اللہ کو جھٹلایا - ابو بکر اور اس کے حاشیہ نشین جانتے ہیں کہ اللہ اور رسول نے میرے سوا کسی کو خلیفہ نہیں بنایا - قاصد واپس آیا - اور علیؑ نے جو کچھ کہا تھا کہ سنایا - ابو بکر نے کہا - جاؤ اور کہ دو کہ امیر المومنین ابو بکر آپ کو بلاتے ہیں - قاصد نے علی سے اسی طرح کہ دیا - علیؑ نے اس سے کہا - سبحان اللہ - دیر نہیں ہوئی کہ وہ مجھے بھول گیا - اللہ کی قسم اسے معلوم ہے کہ اس نام کے میں ہی لائق ہوں - بے شک رسول اللہ نے اس کو جو ساتوں میں سے ساتواں تھا حکم دیا تھا پس انہوں نے مجھے امیر المومنین کہ کر سلام کیا تھا - اس نے اور اس کے ساتھی عمر نے دریافت کیا تھا کہ کیا یہ لقب اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ہے - رسول اللہ نے فرمایا تھا - ہاں بے شک اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ہے - تحقیق علی امیر المومنین - سید المسلمین - اور صاحب لواء غر محجلین ہیں اللہ ان کو قیامت کے دن پلصراط پر بٹھائے گا - وہ اپنے دوستوں کو بہشت میں اور دشمنوں کو دوزخ میں داخل کریں گے - قاصد نے واپس آ ابو بکر سے یہی بیان کر دیا - اس دن انہوں نے علی سے کچھ نہ کہا جب رات ہوئی - علی نے فاطمہ کو گدھے پر سوار کیا - اور اپنے بیٹوں حسن و حسین کا ہاتھ پکڑا - اور رسول اللہ کے اصحاب میں سے ہر ایک کے گھر پر گئے - ان کو اپنے حق کے بارے میں اللہ کی قسم کھلائی اور اپنی مدد کی دعوت دی - مگر سوائے ہم چار کے ان میں سے کسی نے قبول نہ کیا - ہم نے اپنے سر منڈوا علیؑ کو مدد دی اور زبیر نے ان کو بہت مدد دی - جب علی نے دیکھا - کہ لوگوں نے ان کو مدد نہ دی اور بالاتفاق ابو بکر کے طرفدار بن گئے - اور اسی کی فرمانبرداری اور تعظیم کرنے لگ گئے - تو آپ خانہ نشین

ہو گئے۔ پھر عمر نے ابو بکر سے کہا۔ آپ کسی کو علی کے پاس کیوں نہیں بھیجتے کہ وہ بیعت کریں۔ کیونکہ سوائے ان کے اور سوائے ان چاروں کے سب نے بیعت کر لی ہے۔ ابو بکر عمر کی نسبت نرم دل تیز فہم زیادہ غور کرنے والا تھا۔ اور عمر زیادہ سنگدل اور جفا کار تھا۔ ابو بکر نے اس سے پوچھا کہ کس کو علی کے پاس بھیجیں۔ عمر نے کہا۔ کہ قنفذ کو بھیج دیں۔ کیونکہ وہ بدخو سنگدل۔ جفا کار اور طلقار (رہا کئے گئے) میں سے اور قبیلہ بنی عدی بن کعب سے ہے۔ پس ابو بکر نے اس کو مع مددگاروں کے بھیج دیا۔ قنفذ گیا۔ اور علی سے داخل ہونے کی اجازت مانگی۔ مگر علی نے اس کو اجازت نہ دی۔ قنفذ کے ساتھی ابو بکر و عمر کے پاس واپس آئے۔ جب کہ وہ دونوں مسجد میں تھے۔ اور لوگ ان کے گرد جمع تھے۔ اور یوں عرض کی کہ علی نے ہم کو اجازت نہ دی۔ عمر نے کہا۔ جاؤ اگر وہ اجازت دیدے فبہا۔ ورنہ بغیر اجازت گھر میں گھس جاؤ۔ وہ گئے اور اجازت مانگی۔ فاطمہؑ نے کہا۔ اگر بغیر اجازت تم داخل ہو گے۔ تو میں تم کو برا بھلا کہوں گی۔ یہ سن کر وہ لوٹ آئے اور قنفذ وہیں رہا۔ واپسی پر انہوں نے عرض کی کہ فاطمہ نے ایسا ایسا کہا ہے۔ عمر یہ سن کر غضبناک ہوا۔ کہنے لگا ہمیں عورتوں سے کیا ڈر ہے۔ پھر لوگوں کو حکم دیا کہ لکڑیاں لے چلو۔ پس انہوں نے لکڑیاں اٹھائیں۔ اور ان کے ساتھ عمر نے بھی اٹھائیں۔ ان لکڑیوں کو علی کے گھر کے گرد جمع کر دیا۔ اس وقت گھر میں علی و فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے تھے۔ عمر نے پکار کر کہا۔ جسے علی و فاطمہ نے بھی سن لیا۔ کہ خدا کی قسم تو نکل آ۔ اور رسول اللہؐ کے خلیفہ کی بیعت کر۔ ورنہ تیرے گھر کو آگ لگا دوں گا پھر قنفذ ابو بکر کے پاس آیا۔ اور ڈر رہا تھا۔ کہ کہیں علی جن کی درشتی و شدت مشہور تھی۔ میری طرف تلوار لے کر نکل آئیں۔ ابو بکر نے قنفذ سے کہا۔ کہ واپس جا۔ اگر علی گھر سے نکل آئے فبہا۔ ورنہ گھر میں گھس جا اگر انکار کرے۔ تو مع ان کے گھر کو آگ لگا دے۔ قنفذ چلا گیا۔ اور وہ اور اس کے ساتھی بغیر اجازت گھر میں جا گھسے۔ علی اپنی تلوار لینے اٹھے۔ مگر وہ آپ سے سبقت لے گئے۔ اور تھے بھی زیادہ۔ علی نے ان میں سے ایک کی تلوار چھین لی۔ وہ علیؑ سے لڑے۔ اور ان کو پکڑ لیا۔ اور ان کے گلے میں ایک رسی ڈالی۔ دروازے کے پاس علیؑ اور مخالفین کے درمیان فاطمہؑ حائل ہو گئیں۔ قنفذ نے اپنا کوڑا فاطمہؑ کے بازو پر مارا۔ جب فاطمہؑ نے وفات پائی۔ تو ضرب کا نشان مثل بازو بند کے ان کے بازو پر تھا۔ پھر قنفذ علیؑ کو کھینچتے کھینچتے ابو بکر کے پاس لے گیا۔ اس وقت عمر ابو بکر کے سر پہ تلوار لئے کھڑا تھا۔ اور خالد بن ولید۔ ابو عبیدہ بن جراح۔ ابو حذیفہ کا آزاد کردہ غلام سالم۔ معاذ بن جبل۔ مغیرہ بن شعبہ۔ اسید بن الحصین۔ بشیر بن سعد۔ اور باقی لوگ ابو بکر کے گرد مسلح کھڑے تھے۔ قیس بن سلیم کا بیان ہے کہ میں نے سلمان سے پوچھا۔ کیا مخالفین فاطمہؑ کے گھر میں بغیر اجازت داخل ہو جانے میں سلمان

نے جواب دیا۔ ہاں قسم ہے خدا کی اور اس وقت فاطمہؓ پر اوڑھنی بھی نہ تھی اس حال میں فاطمہؓ نے زور سے یوں پکارا۔ اے بابا۔ اے رسول اللہ۔ اے بابا ابوبکر و عمر آپ کے برے خلیفہ بنے ہیں۔ اور آپ کی آنکھیں قبر میں بینا ہیں تحقیق میں نے ابوبکر اور اس کے ساتھیوں کو دیکھا۔ کہ گریہ وزاری کر رہے تھے۔ اور سوائے عمرو خالد بن ولید و مغیرہ بن شعبہ کے کوئی ایسا نہ تھا۔ جو رو نہ رہا ہو۔ عمر کہ رہا تھا کہ ہمیں عورتوں اور ان کی رائے کی کچھ پروا نہیں۔ غرض علی کو ابوبکر کے پاس لے گئے۔ اور علی کہ رہے تھے قسم ہے خدا کی۔ اگر میری تلوار چل جاتی۔ تمہیں معلوم ہو جاتا کہ تم کبھی اس کامیابی کو حاصل نہ کر سکتے تھے۔ قسم ہے خدا کی۔ میں تمہارے جہاد میں اپنے آپ کو ملامت نہیں کرتا۔ اگر وہ چالیس آدمی میرے ساتھ رہتے۔ میں تمہاری جماعت کو پراگندہ کر دیتا۔ مگر خدا لعنت کرے ان لوگوں پر جنہوں نے میری بیعت کی۔ پھر میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ جس وقت فاطمہؓ قنفذ اور اپنے خاوند کے درمیان حائل ہو گئی۔ اور قنفذ نے ان کو تازیانہ سے مارا۔ عمر نے قنفذ کو کہلا بھیجا تھا کہ اگر فاطمہ تیرے اور علی کے درمیان حائل ہو۔ تو اسے مارنا۔ پس قنفذ نے فاطمہ کو گھر کے دروازے کے بازو کی طرف دھکیل کر دبا دیا جس سے ان کے پہلو کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اور ان کے پیٹ سے بچہ ساقط ہو گیا۔ وہ بیمار ہو گئیں:۔ یہاں تک کہ اسی ضرب سے شہید ہوئیں۔ آخر کار علی نے بیعت کرنے سے پہلے در آنحالیکہ رسی ان کی گردن میں تھی۔ پکار کر کہا۔ اے میری ماں کے بیٹے قوم نے مجھ کو کمزور سمجھا۔ اور قریب تھا کہ مجھے مار ڈالیں۔ پھر آپ نے ابوبکر کا ہاتھ پکڑا۔ اور بیعت کی۔ انتہٰی ✢

اس قصہ سے حضرت علی اور حضرت فاطمۃ الزہرا کی جو تمام اماموں کے سردار اور ان کے اصل الاصول ہیں انتہا درجہ کی توہین نکلتی ہے۔ کیا ہی علی مرتضٰے شیر خدا صاحب ذوالفقار قاتل الکفار کرار غیر فرار ہیں۔ جو خلافت کی طلب میں اپنی زوجہ محترمہ کو گدھے پر سوار کر کے تین رات دربدر مدد مانگتے پھرے۔ چند مخالفین آپ سے بالجبر بیعت لینے کے لئے آپ کے دولت خانہ میں بے اجازت گھس گئے۔ تو انہوں نے حضرت خاتون جنت کے ساتھ جو سلوک روا رکھا۔ اسے مرزا رفیع باذل شیعی نے اپنی کتاب حملہ حیدری میں بالتفصیل یوں بیان کیا ہے ؎

لگد بر در بستہ زد آن چنان ۔ کہ شد کندہ آن در زجا در زمان

زضرب لگد چون در آمد زجا ۔ بیفتاد بر بطن خیر النساء ✢

بدان بضعۂ مصطفٰے بار ور ✢ ۔ کہ افتاد بر روی آن ضرب در

بر آورد آسیب چنان درد ناک ۔ کہ دل ہائے کروبیان گشت پاک

بلرزید زان نالہ عرش برین۔ — ببارید چون چشم روح الامین
چو در کندہ گردید از ضرب پا۔ — یکے از رفیقان آن پیشوا ✦
زخویشان بوبکر قنفذ بنام۔ — بجان دشمن آل خیر الانام۔
درآمد ز در روئے کردہ ترش۔ — یکے تازیانہ بدست اندرش
بزد بر سر دوش آن بے گناہ۔ — دگر بارہ از دل برآورد آہ ✦
زدنبال او خالد نام دار — درآمد بکف تیغ زہر آب دار
بزد پشت تیغش بدوشش دگر — برآورد زہراخروشش دگر۔

حضرت خاتون جنت کی اس تکلیف وذلت کو دیکھ کر شیر خدا سے رہا نہ گیا لگے مخالفین سے نبرد آزمائی کرنے۔ مگر کچھ بن نہ پڑا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گرفتار ہو کر حضرت ابوبکرؓ کے دربار میں اس ہیئت میں پہنچے

بدست عمر یک سرریسمان — دوم در کف خالد پہلوان ✦
فگندند در گردن شیر نر ✦ — کشیدند او را بر بوبکر ✦ ✦

جناب امیر علیہ السلام تو بقول خود تمام اہل زمین کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ یہاں صرف چند مخالفین نے آپ کو بری طرح نیچا دکھایا۔ آپ کی شجاعت وکرامات اور کس دن کے لئے تھیں۔ یہ تو ان کے اظہار کا خاص موقع تھا۔ اور نہیں تو اتنا ہی کرتے کہ جن دو شخصوں نے ان کی گردن میں رسی ڈالی تھی ان میں سے ایک کے سامنے اپنی کمان کا اژدہا بنا کر پھینک دیتے کہ وہ منہ پھیلا کر کھانے کو دوڑتا۔ جس کے ڈر سے وہ سہم جاتا۔ اور دوسرے کے گلے میں گرز آہنی کا حلقہ بنا کر ڈال دیتے۔ کہ وہ دم بخود رہ جاتا۔ اگر گرز آہنی موجود نہ تھا۔ تو کسی بھاری چکی کے پاٹ کا ہار ہی پہنا دیتے۔ جس سے اسے چلنا پھرنا بھی دشوار ہوتا۔ اور دیکھئے۔ جب حضرت امیر علیہ السلام نے اصلی قرآن جمع کر کے پیش کیا۔ تو حضرت عمرؓ نے اپنا قرآن پیش کر کے کہا کہ ہمیں یہی کافی ہے۔ تمہارے قرآن کی ضرورت نہیں۔ وہ قرآن عمرؓ اول تا آخر محرف تھا۔ تحریف بھی ایسی کہ قریباً دو تہائی قرآن تلف کر دیا۔ اور بہت سی عبارتیں جن سے مذاہب باطلہ کی تائید اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی توہین ہوتی ہو۔ اس میں بڑھا دیں۔ اور کفر والحاد کے مضامین اس میں الحاق کر دیئے اس کی ترتیب بھی الٹ پلٹ کر خبط بے ربط کر دی۔ ایسا قرآن کر حضرت امیرؓ نے شائع ہونے دیا اور اپنا اصلی قرآن چھپایا۔ جیسا کہ تحفۂ شیعہ حصہ اول میں بالتفصیل مذکور ہوا۔ ایسے محرف قرآن کی

اشاعت کفر و الحاد کی اشاعت تھی۔ اس خاص الخاص موقع پر مولے مرتضلے کی خاموشی سے جو الزام ان پر عاید ہوتا ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ حضرت عمرؓ تو حضرت علیؓ سے اس قدر ڈرتے تھے۔ کہ مارے خوف کے ایک مدہوشی کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ اور ان کے سینے سے ایک عجیب وغریب آواز نکلنے لگتی تھی۔ حضرت امیر نے اتنا بھی نہ کیا کہ حضرت عمر سے وہ محرف قرآن لے کر تلف کر دیتے اور اس کی جگہ اپنا اصلی قرآن شایع کر دیتے۔ اگر کسی وجہ سے اس وقت ایسا نہ کر سکے۔ تو اپنے عہد خلافت میں ہی اسے شایع کر دیتے۔ حضرت امیر نے حضرت سلمان کی حمایت میں حضرت عمرؓ کو زمین پر دے مارا۔ کیا حضرت سلمان قرآن کریم سے بھی زیادہ عزیز تھے۔ کہ سلمان پر حملہ کرنے سے حضرت امیرؓ ایسے برافروختہ ہوئے۔ اور قرآن کی آپ کے سامنے حسب عقیدہ شیعہ وہ گت بنی۔ جو مذکور ہوئی۔ مگر آپ کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ العجب ثم العجب +

ایسے افسانوں کو کوئی سلیم الطبع شخص صحیح تسلیم نہیں کر سکتا۔ یہ ان یاروں کی ایجاد ہیں۔ جو بظاہر اہل بیت کی محبت کا دم بھرتے ہیں۔ مگر درپردہ ان کی تذلیل و تحقیر کے درپے رہتے ہیں۔ جب اعتراض کیا جاتا ہے۔ تو جواب دیتے ہیں کہ رسول اللہ نے حضرت علیؓ کو صبر کی وصیت فرمائی تھی۔ اس لئے آپ نے ذوالفقار آب دار کو میان سے نہ نکالا۔ چنانچہ خود حضرت امیرؓ فرماتے ہیں۔ لولا عهد عهده الی النبی الامی لاوردت المخالفین خلیج المنیة ولارسلت علیهم شآبیب صواعق الموت وعن قریب سیعلمون (کتاب الروضہ الکلینی نولکشوری۔ صفحہ ۱۲)۔ یعنے اگر مجھے حضور نبی امیؐ کی وصیت نہ ہوتی تو میں مخالفین کو موت کے گھاٹ اتار دیتا۔ اور ان پر موت کی بجلیوں کی بارشیں برساتا۔ اور وہ عنقریب جان لیں گے۔ انتہے + اگر اس وصیت کی تفصیل مطلوب ہو۔ تو محمد بن یعقوب کلینی کی کتاب دیکھنی چاہئے جس میں مذکور ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے بوساطت جبرئیلؑ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ پر امت کے لئے ایک سربمہر وصیت نامہ نازل فرمایا۔ جو آپ کے اہل بیت کے پاس رہا۔ اس آسمانی وصیت نامہ میں حضرت امیرؓ کے متعلق جو وصیت کا مضمون درج ہے۔ اسے حضرت علیؓ بدین الفاظ قبول فرماتے ہیں۔ نعم قبلت ورضیت وان انتهکت الحرمة وعطلت السنن ومزق الکتاب وهدمت الکعبة وخضبت لحیتی من راسی بدم عبیط صابرا محتسبا ابدا حتی اقدم علیک (اصول کافی نولکشوری کتاب الحجہ۔ صفحہ ۱۷۳) ترجمہ۔ ہاں میں نے قبول کیا۔ اور میں راضی ہو گیا۔ خواہ میری پردہ دری ہو۔ اور خدا و رسول کی سنتیں معطل ہوں۔ اور قرآن ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے۔ اور خانہ کعبہ منہدم کر دیا جائے اور میری ڈاڑھی میرے سر کی طرف سے خالص خون سے رنگی جائے۔ میں تادم مرگ ہمیشہ صابر اور

ثواب کا امیدوار رہوں گا۔ انتہے + اس مقام پر شیعہ کے رئیس المحدثین نے شیر خدا کی تذلیل تو در کنار خود خدا کو بھی نہیں چھوڑا۔ غور کیجئے کہ جسے وصی نبیؐ بنا کر خلقت کی ہدائیت کے لئے بھیجا جا رہا ہے۔ اُسے ہدائیت ہو رہی ہے۔ کہ خواہ کتنا ہی فسق و فجور اور ظلم و ستم پھیل جائے۔ تم ٹس سے مس نہ ہونا۔ اس وصیت کی مزید تفصیل انشاء اللہ تعالےٰ بحث نکاح ام کلثوم بنت فاطمۃ الزہرا میں آئے گی۔ اگر اس فرضی وصیت نامہ کو صحیح بھی فرض کیا جائے۔ تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ باوجود اس وصیت کے حضرت علی اس کے برخلاف طلب خلافت میں در بدر مدد مانگتے کیوں پھرے۔ اور مخالفین سے کیوں لڑے شروع سے تقیہ ہی کیوں نہ کر لیا کہ ان جھگڑوں کی نوبت ہی نہ پہنچتی۔ اور نہ حضرت فاطمۃ الزہرا کی بے آبروئی ہوتی +

حضرت امیر علیہ السلام کو یہ ناکامیابی بقول خود اپنے اصحاب کی بے وفائی کے سبب ہوئی حضرت کے شیعہ جیسا کہ نہج البلاغہ کے مطالعہ سے ظاہر ہے۔ اپنے امام کی نافرمانی کرتے۔ اور اذیتیں پہنچاتے رہے۔ اور حضرت امام بھی ان کا اعتبار نہ کرتے تھے۔ بغرض توضیح ہم ذیل میں حضرت امیر کا ایک چھوٹا سا خطبہ نقل کر دیتے ہیں۔ جسے حضرات شیعہ کے اکابر کے چال چلن کا سرٹیفکیٹ سمجھنا چاہیئے۔ ومن خطبۃ لہ علیہ السلام۔ وقد تواترت علیہ الاخبار باستیلاء اصحاب معاویۃ علی البلاد وقدم علیہ عاملاہ علی الیمن وھما عبید اللہ بن عباس وسعید بن نمران لما غلب علیھما بسر بن ابی ارطاۃ فقام علیہ السلام علی المنبر ضجرًا ابتثاقل اصحابہ عن الجھاد ومخالفتھم لہ فی الرأی۔ فقال ما ھی الا الکوفۃ اقبضھا وابسطھا۔ ان لم تکونی الا انت تھب اعاصیرک فقبحک اللہ۔ ثم قال علیہ السلام انبئت بسرًا قد اطلع الیمن وانی واللہ لاظن ان ھؤلاء القوم سیدالون منکم باجتماعھم علی باطلھم وتفرقکم عن حقکم وبمعصیتکم امامکم فی الحق وطاعتھم امامھم فی الباطل وباداءھم الامانۃ الی صاحبھم وخیانتکم وبصلاحھم فی بلادھم وفسادکم۔ فلو ائتمنت احدکم علی قعب لخشیت ان یذھب بعلاقتہ اللھم انی قد مللتھم وسئمتھم وسئمونی فابدلنی بھم خیرا منھم وابدلھم بی شرا منی اللھم مث قلوبھم کما یماث الملح فی الماء۔ اما واللہ لوددت ان لی بکم الف فارس من بنی فراس ابن غنم۔ (نہج البلاغہ مطبوعہ بیروت۔ جزو اول۔ صفحہ ۴۱-۴۲)

ترجمہ۔ حضرت امیر علیہ السلام کا خطبہ۔ جب آپ کو شہروں پر اصحاب معاویہ کے غلبہ پانے کی خبریں لگاتار پہنچیں۔ اور آپ کے دونوں عامل یمن عبید اللہ بن عباس اور سعید بن نمران بسر بن ارطاۃ کے غالب آنے

کے بعد واپس چلے آئے۔ تو حضرت امیرؑ اپنے اصحاب کی جہاد سے کوتاہی اور رائے میں مخالفت کی وجہ سے دل تنگ ہو کر منبر پر کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا۔ یہ تو صرف کوفہ ہے۔ جس کو میں سکیڑتا اور پھیلاتا ہوں (یعنے جس میں متصرف ہوں)۔ اے کوفہ اگر صرف تو ہی ہو کہ جس کے بگولے اڑتے ہوں۔ تو خدا تیرا برا کرے اور پھر فرمایا۔ کہ مجھے خبر ملی ہے۔ کہ بسر یمن پر چڑھ آیا ہے۔ واللہ میں گمان کرتا ہوں کہ یہ لوگ تمہاری جگہ کے مالک ہو جائیں گے۔ کیونکہ وہ باطل پر متفق ہیں۔ اور تم حق سے پراگندہ ہو۔ تم حق میں اپنے امام کی نافرمانی کرتے ہو۔ اور وہ باطل میں اپنے امام کی فرماں برداری کرتے ہیں۔ وہ امانت اپنے صاحب کو ادا کرتے ہیں۔ اور تم خیانت کرتے ہو۔ وہ اپنے شہروں کی اصلاح کرتے ہیں۔ اور تم بگاڑتے ہو۔ اگر میں تم میں سے کسی کے پاس ایک پیالہ امانت رکھوں۔ تو مجھے یہ ڈر ہوتا ہے۔ کہ وہ اس پیالہ کا دستہ نہ لے اڑے۔ الٰہی میں ان سے تنگ و عاجز آگیا ہوں۔ اور یہ مجھ سے تنگ آگئے۔ پس ان سے بہتر مجھ کو بدل دے۔ اور مجھ سے بدتر میرے عوض ان کو دے۔ الٰہی ان کے دل گھلا دے۔ جیسا نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ دیکھو خدا کی قسم میں تہ دل سے چاہتا ہوں۔ کہ تمہارے بدلے میرے پاس بنی فراس بن غنم کے ہزار سوار ہوں۔ انتہیٰ۔ اگر ناظرین کو مزید توضیح کا اشتیاق ہو۔ تو شیعہ کے رئیس المحدثین کلینی کی کتاب کی طرف رجوع فرمائیں۔ جس میں روایت ذیل مذکور ہے۔

عن ابراهيم بن عبد الله الصوفي قال حدثني موسى بن بكر الواسطي قال قال لي ابو الحسن عليه السلام لو ميزت شيعتي ما وجدتهم الا واصفة ولو امتحنتهم لما وجدتهم الا مرتدين ولو تمحصتهم لما خلص من الالف واحد ولو غربلتهم لم يبق منهم الا ما كان لي انهم طال ما اتكوا على الارائك فقالوا نحن شيعة علي انما شيعة علي من صدق قوله فعله

(کتاب الروضہ۔ نولکشوری۔ صفحہ ۱۰۷)۔ ترجمہ بحذف اسناد۔ موسیٰ بن بکر واسطی کا بیان ہے۔ کہ مجھ سے امام ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا۔ اگر میں اپنے شیعہ کی تمیز کروں۔ تو نہ پاؤں گا ان کو مگر زبانی دعوے کرنے والے۔ اور اگر ان کا امتحان کروں۔ تو نہ پاؤں گا ان کو مگر مرتدین۔ اور اگر ان کو پرکھوں۔ تو نہ خالص نکلے گا ہزار میں سے ایک۔ اور اگر میں انکی چھان بین کروں۔ تو نہ باقی رہے گا ان میں سے مگر وہ جو میرا تھا۔ وہ مدت سے آراستہ تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہیں۔ اور کہ رہے ہیں۔ کہ ہم علیؑ کے شیعہ ہیں۔ علیؑ کے شیعہ وہی ہیں جن کا فعل ان کے قول کی تصدیق کرتا ہے۔ انتہیٰ۔

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جب امیر معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے سنا۔ کہ حضرت علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ شہید ہو گئے ہیں۔ اور ان کی جگہ لوگوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بیعت کر لی ہے۔ تو ساٹھ ہزار سپاہ کے ساتھ عراق عرب کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ یہ خبر سن کر حضرت امام بھی چالیس ہزار کی جمعیت کے ساتھ کوفہ سے مقابلہ کو نکلے۔ اس لڑائی کا حال شیعہ کے نہایت متعصب مجتہد ملا باقر نے یوں لکھا ہے۔ "پس خبر حرکت کردن معاویہ بجانب عراق بسمع شریف حضرت امام حسن رسید۔ بر منبر برآمد۔ حمد و ثنائے الٰہی ادا کرد۔ ایشان را بسوئے جہاد آں ثمرہ شجرہ ملعونہ کفر و عناد دعوت نمود۔ ہیچ یک از اصحاب آن حضرت جواب نگفتند۔ پس عدی حاتم از زیر منبر برخاست۔ گفت سبحان اللہ چہ بد گروہے ہستید شما۔ امام شما و فرزند پیغمبر شما را بسوی جہاد دعوت مے کند۔ اجابت او نمے کنید۔ کجا رفتند شجاعان شما۔ آیا از غضب حق تعالےٰ نمے ترسید۔ از ننگ و عار پروا نمی کنید۔ پس جماعت دیگر برخاستند۔ با او موافقت کردند۔ حضرت فرمود۔ کہ اگر راست مے گوئید۔ بسوی نخیلہ کہ لشکرگاہ من آن جاست بیروں روید۔ مے دانم کہ وفا بگفتۂ خود نخواہید نمود۔ چنانچہ وفا نکردید برائے کسے کہ از من بہتر بود۔ چگونہ اعتماد کنم بگفتہائے شما۔ و حال آنکہ دیدم کہ با پدر من چہ کردید پس از منبر فرود آمد۔ سوار شد۔ متوجہ لشکرگاہ گردید۔ چوں بآنجا رسید۔ اکثر آنہا کہ اظہار اطاعت کردہ بودند وفا نکردند و حاضر نشدند۔ پس خطبہ خواند۔ فرمود کہ مرا فریب دادید چنانچہ امام پیش از مرا فریب دادید۔ ندانم کہ بعد از من با کدام امام مقاتلہ خواہید کرد۔ آیا جہاد خواہید کرد با کسیکہ ہرگز ایمان بخدا و رسول نیاوردہ است۔ و از ترس شمشیر اظہار کردہ است۔ پس از منبر بزیر آمد۔ مردے از قبیلہ کندہ را با چہار ہزار کس بر سر راہ معاویہ فرستاد۔ امر کرد کہ در منزل انبار توقف کند تا فرمان حضرت باو رسد۔ چوں بانبار رسید۔ معاویہ مطلع شد۔ پیکے نزد او فرستاد۔ نامہ نوشت کہ اگر بیائی بسوئی من۔ ولایتے از ولایت شام را بتو دہم۔ و پنصد ہزار درہم برائے او فرستاد۔ آن ملعون چوں زر را دید و حکومت را شنید۔ دین را بدنیا فروخت۔ زر را گرفت۔ با دویست نفر از خویشان و مخصوصان خود رو از حضرت گردانید۔ بمعاویہ ملحق شد۔ چوں ایں خبر بآن حضرت رسید خطبہ خواند و فرمود کہ ایں مرد کندی با من مکر کرد۔ نزد معاویہ رفت۔ مکرر گفتم بشما کہ عہد شما را وفائے نیست۔ ہمہ شما بندہ دنیا اید۔ اکنوں مرد دیگر را بجائے او فرستم۔ مے دانم کہ او نیز چنیں خواہد کرد

پس مردے از قبیلۂ مراد را با چہار ہزار کس فرستاد - از و عہدہا و پیمانہا گرفت کہ غدر و مکر نکند - او سوگندہا یاد کرد کہ نخواہم کرد - چون او روانہ شد - حضرت فرمود - او نیز چنین خواہد کرد - چون بانبار رسید - باز معاویہ رسولان و نامہا بسوئے او فرستاد - پنج ہزار درہم فرستاد - وعدہ حکومت ہر ولایت کہ خواہد باو نوشت - پس او نیز از حضرت برگشت - بسوی معاویہ رفت چون خبر بحضرت رسید - باز خطبۂ خواند - فرمود کہ مکرر گفتم بشما کہ شما را وفائے نیست - اینک مرادی نیز با من مکر کرد - بنزد معاویہ رفت - پس عبیداللہ بن عباس را با قیس بن سعد و دوازدہ ہزار کس از دیر عبدالرحمن بجانب معاویہ فرستاد - فرمود کہ عبیداللہ امیر باشد - اگر او را عارضہ رو دہد - سعید پسر قیس امیر باشد - عبیداللہ را وصیت کرد کہ از مصلحت قیس بن سعد و سعید بن قیس بیرون نرود - خود از آن جا بار کرد - بساباط مدائن تشریف برد - در آنجا خواست کہ اصحاب خود را امتحانے کند - کفر و نفاق و بے وفائی آن منافقان را بر عالمیان ظاہر گرداند - پس مردم را جمع کرد - حمد و ثنای الٰہی بجا آورد - فرمود اما بعد بدرستیکہ من امید وارم بلطف خدا و نعمت او کہ خیر خواہ ترین باخلق باشم از برائے خلق او - کینۂ از ہیچ مسلمانے در دل ندارم - و ارادۂ بدی نسبت بکسے بخواطرنے گزرانم - جمعیت مسلمانان را از پراگندگیٔ ایشان بہتر مے دانم - آنچہ صلاح شما را در آن مے دانم - نیکو تر است از آنچہ خود صلاح خود را در آن مے دانید - پس مخالفت امر من مکنید - و رائے کہ برائے شما اختیار کنم بر من رد مکنید - کہ حق تعالےٰ ما و شما را بیامرزد و ہدایت نماید بہرچہ موجب محبت و خوشنودی اوست - چون آن منافقان این سخن را از حضرت شنیدند بیک دیگر نظر کردند - گفتند از سخنان او معلوم مے شود کہ مے خواہد با معاویہ صلح کند و خلافت را باو واگذارد - پس ہمہ برخاستند گفتند او مثل پدرش کافر شد - بخیمۂ آن حضرت ریختند - و اسباب حضرت را غارت کردند - حتی مصلائے حضرت را از زیر پایش کشیدند - و ردائے مبارکش را از دوشش ربودند - پس اسپ خود را طلبید و سوار شد - اہل بیت آن حضرت با قلیلے از شیعیان دور آنحضرت را گرفتند - چون بساباط مدائن رسید - ملعونے از قبیلہ بنی اسد کہ او را جراح بن سنان مے گفتند - لجام اسپ آن حضرت را گرفت - خنجرے بران مبارکش زد کہ استخوان شگافت - بروایت دیگر بپہلوے مبارکش زد و گفت - کافر شدی چنانچہ پدر تو کافر شد - پس شیعیان و موالیان حضرت آن را گرفتند بقتل رسانیدند - آن حضرت را در عماری نشاندند - بمدائن بردند - بخانہ سعد بن مسعود ثقفی کہ از جانب آن حضرت والی مدائن بود نزول اجلال فرمود - او عم مختار بود - پس مختار بنزد عم خود آمد - گفت

بیا حسن را بدست معاویہ بدہیم۔ شاید معاویہ ولایت عراق را بما بدہد۔ سعد گفت وائے بر تو خدا قبیح گرداند روئے ترا و رائے ترا۔ من از جانب پدر او داد والی بودم۔ حق نعمت ایشاں را فراموش کنم۔ فرزند رسول خدا را بدست معاویہ دہم۔ شیعیان چون این سخن را شنیدند۔ خواستند کہ مختار را بقتل رسانند۔ آخر بشفاعت عم او از تقصیر او گزشتند (جلاء العیون تصنیف محمد باقر مجلسی۔ مطبوعہ ایران ۱۲۷۶ء ہجری۔ صفحہ ۱۴۷-۱۴۸) ترجمہ۔ پس معاویہ کے عراق کی طرف آنے کی خبر حضرت امام حسن کے کان مبارک میں پہنچی۔ آپ منبر پر رونق افروز ہوئے۔ خدا کی حمد و ثنا ادا کی۔ اور ان کو اس کفر و عناد کے شجرہ ملعونہ کے پھل کے ساتھ جہاد کرنے کی دعوت دی۔ حضرت امام کے اصحاب میں سے کسی نے بھی جواب نہ دیا۔ پس عدی بن حاتم نے منبر کے نیچے سے اٹھ کر کہا۔ سبحان اللہ تم کیسا برا گروہ ہو۔ تمہارے امام اور فرزند پیغمبر تمہیں جہاد کی دعوت دیتے ہیں۔ تم اس کو قبول نہیں کرتے۔ تمہارے بہادر کہاں گئے۔ کیا تم خدا تعالےٰ کے غضب سے نہیں ڈرتے اور ننگ و ناموس کی پروا نہیں کرتے۔ یہ سن کر دوسری جماعت اٹھی۔ انہوں نے امام کے ساتھ موافقت کی۔ حضرت امام نے فرمایا۔ کہ اگر تم سچ کہتے ہو۔ تو نخیلہ کی طرف جہاں میرا لشکر گاہ ہے نکلو۔ میں جانتا ہوں کہ تم اپنے قول کو پورا نہ کرو گے۔ جیسا کہ تم نے وفا نہ کی اس امام کے ساتھ جو مجھ سے بہتر تھے میں تمہارے اقوال پر کس طرح اعتماد کروں۔ حالانکہ میں نے دیکھ لیا جو تم نے میرے باپ کے ساتھ کیا۔ پھر حضرت منبر سے اتر آئے۔ اور سوار ہو کر لشکر گاہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب وہاں پہنچے۔ جنہوں نے اطاعت کا اظہار کیا تھا۔ ان میں سے اکثر نے وفا نہ کی اور حاضر نہ ہوئے۔ پس آپ نے ایک خطبہ پڑھا۔ اور فرمایا۔ کہ تم نے مجھے فریب دیا۔ میں نہیں جانتا۔ تم کس امام کے ساتھ مل کر جہاد کرو گے۔ کیا تم اس کے ساتھ مل کر لڑائی کرو گے۔ جو کبھی خدا و رسول پر ایمان نہیں لایا۔ فقط

عــه۔ اس کتاب میں ملا باقر مجلسی وہی روایات لایا ہے۔ جو امامیہ کے نزدیک معتبر سمجھی جاتی ہیں۔ چنانچہ دیباچہ کتاب صفحہ ۲ میں یوں لکھا ہے۔ بخاطر فاتر رسید کہ کتاب وجیزے درین باب بلغت فارسی تالیف نماید کہ مقصور بر ذکر ولادت و شہادت حضرت سید المرسلین و ائمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین بودہ باشد۔ بر وجہے نوشتہ شود کہ ہمہ خلق را ازان بہرہ بودہ باشد۔ و در ترجمہ الفاظ روایات معتبرہ اقتصار نمودہ مقید بحسن عبارات و تنوع استعارات نگردد واز غیر احادیث معتبرہ کہ از کتب افاضل محدثان امامیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اخذ نمودہ چیزے نقل ننماید۔ تا مومنان بخواندن و شنیدن آن بثواب اخبار احادیث ائمہ دین علیہم السلام۔ کہ اشرف طاعات و ارفع سعادات است فائز گردند۔ و بحزن گردیدن و گریستن بر مصائب جلیلہ برگزیدگان رب العالمین بدرجات مقربین برسند ۱۲ +

تلوار کے ڈر سے اس نے ایمان ظاہر کیا ہے۔ پھر آپ منبر سے اترے۔ اور قبیلہ کندہ کے ایک شخص کو چار ہزار آدمی دے کر معاویہ کا راستہ روکنے کے لئے بھیجا۔ اور حکم دیا کہ جب تک ہمارا حکم نہ پہنچے۔ انبار میں ٹھیرے رہو۔ جب وہ انبار میں پہنچا۔ معاویہ کو خبر لگی۔ اس نے ایک قاصد کے ہاتھ اس کندی کو ایک خط بھیجا بدیں مضمون۔ کہ اگر تم میرے پاس آجاؤ۔ میں تمہیں ملک شام سے ایک ولائیت دوں گا۔ اور اور پانچ لاکھ درہم اس کے واسطے بھیجے۔ اس ملعون نے جب یہ رقم دیکھی۔ اور ولایت کا نام سنا۔ دین کو دنیا کے بدلہ بیچ ڈالا۔ وہ رقم لے لی۔ اپنے خویشان و مخصوصان میں سے دو سو آدمیوں کے ساتھ حضرت امام سے روگردانی کی اور معاویہ سے مل گیا۔ جب یہ خبر حضرت کو پہنچی۔ آپ نے ایک خطبہ پڑھا اور فرمایا۔ کہ اس کندی نے میرے ساتھ مکر کیا۔ اور معاویہ کے پاس چلا گیا۔ میں نے بار بار تم سے کہا ہے کہ تمہارے عہد کو وفا نہیں۔ تم سب دنیا کے غلام ہو۔ اب میں دوسرے شخص کو بھیجتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ وہ بھی ایسا ہی کرے گا۔ پس آپ نے قبیلہ مراد میں سے ایک شخص کو چار ہزار آدمیوں کے ساتھ بھیجا۔ اور اس سے عہد و پیمان لئے۔ کہ بے وفائی اور مکر نہ کرے گا۔ اس نے قسمیں کھائیں۔ کہ میں ایسا نہ کروں گا۔ جب وہ روانہ ہوا۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ وہ بھی ایسا ہی کرے گا۔ جب وہ انبار میں پہنچا۔ پھر معاویہ نے قاصد اور خط اس کی طرف بھیجے۔ پانچ ہزار درہم بھیجے۔ اور لکھا کہ جو ولائیت تم چاہو گے اس کی حکومت تمہیں دی جائے گی۔ وہ بھی حضرت سے برگشتہ ہو کر معاویہ سے جا ملا۔ جب یہ خبر حضرت کو پہنچی۔ آپ نے پھر ایک خطبہ پڑھا۔ اور فرمایا کہ میں نے بار بار تم سے کہا ہے کہ تم میں وفا نہیں۔ دیکھو اس مرادی نے بھی مجھ سے مکر کیا۔ اور معاویہ کے پاس چلا گیا۔ پس آپ نے عبیداللہ بن عباس کو قیس بن سعد اور بارہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ دیہ عبدالرحمن سے معاویہ کی طرف بھیجا۔ اور فرمایا کہ عبیداللہ امیر لشکر رہے۔ اگر اسے کوئی عارضہ پیش آئے۔ تو قیس بن سعد امیر بنے۔ اگر اس کو بھی کوئی عارضہ پیش آئے۔ تو سعید بن قیس امیر بنے۔ آپ نے عبیداللہ کو ہدائیت کی کہ قیس بن سعد اور سعید بن قیس کے مشورے کے خلاف نہ کرنا۔ آپ وہاں سے کوچ کرکے ساباط مدائن کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے چاہا کہ اپنے اصحاب کا امتحان کریں۔ اور ان منافقوں کے کفر و نفاق و بے وفائی کو لوگوں پر ظاہر کر دیں۔ اس لئے آپ نے لوگوں کو جمع کیا۔ اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔ کہ خدا کے لطف و نعمت سے میں امیدوار ہوں کہ خدا کی مخلوقات کا سب سے زیادہ خیر خواہ ہوں۔ کسی مسلمان کی طرف سے میرے دل میں کینہ نہیں۔ اور کسی کے ساتھ بدی کا ارادہ اپنے دل میں نہیں لاتا۔ مسلمانوں کی جمعیت کو ان کی پراگندگی سے بہتر جانتا ہوں۔ میں جس کام میں تمہاری بہبودی سمجھتا ہوں۔ وہ اس کام سے بہتر ہے جس میں

تم خود اپنی بہبودی سمجھتے ہو۔ اس واسطے تم میرے حکم کی مخالفت نہ کرو۔ اور جو رائے میں تمہارے واسطے اختیار کروں۔ اس کو رد نہ کرو۔ خدا تعالےٰ مجھے اور تمہیں بخش دے۔ اور اس امر کی طرف ہدایت کرے۔ جو اس کی محبت و خوشنودی کا باعث ہے۔ جب ان منافقوں نے حضرت امام سے یہ باتیں سنیں۔ تو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور کہنے لگے۔ کہ اس کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ معاویہ سے صلح کرنا اور خلافت اس کے سپرد کرنا چاہتا ہے۔ پس وہ سب کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔ کہ وہ اپنے باپ کی مانند کافر ہوگیا۔ وہ حضرت کے خیمہ پر ٹوٹ پڑے۔ اور آپ کا اسباب لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ آپ کا مصلا آپ کے پاؤں کے نیچے سے کھینچ لیا۔ اور آپ کی چادر مبارک آپ کے کندھے سے اتار لی۔ آپ نے اپنا گھوڑا طلب کیا۔ اور سوار ہوگئے۔ آپ کے اہل بیت اور تھوڑے سے شیعہ آپ کے ارد گرد تھے۔ جب آپ مدائن میں پہنچے۔ تو قبیلہ بنی اسد میں سے ایک ملعون نے جس کو جراح بن سنان کہتے تھے۔ آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑی۔ اور آپ کی ران مبارک پر ایک خنجر مارا۔ جو ہڈی تک چیر گیا۔ بروایت دیگر اس نے آپ کے پہلو مبارک پر خنجر مارا۔ اور کہا کہ تو کافر ہوگیا جیسا کہ تیرا باپ کافر ہوگیا تھا۔ پس حضرت کے شیعوں اور یاروں نے اسے پکڑ کر قتل کر دیا۔ اور حضرت کو پالکی میں بٹھا کر مدائن لے گئے۔ آپ نے سعد بن مسعود ثقفی کے گھر میں جو آپ کی طرف سے مدائن کا حاکم تھا۔ قیام فرمایا۔ سعد مذکور مختار کا چچا تھا۔ مختار نے اپنے چچا کے پاس آکر کہا۔ آیئے حسن کو معاویہ کے سپرد کر دیں۔ شاید معاویہ عراق کی حکومت ہم کو دیدے۔ سعد نے کہا۔ وائے تجھ پر۔ خدا تیرے منہ اور تیری رائے کو نازیبا بنائے۔ میں حضرت امام اور ان کے والد کی طرف سے حاکم تھا۔ کیا میں ان کی نعمت کے حق کو فراموش کرکے فرزند رسول خدا کو معاویہ کے سپرد کر دوں۔ شیعوں نے جب یہ کلام سنا۔ مختار کو قتل کرنے لگے۔ مگر اس کے چچا کی سفارش پر اس کو چھوڑ دیا۔ انتہیٰ *

عبارت مذکورہ بالا کے بعد شیعیان امام حسن کی مزید بے وفائی کا حال بدین الفاظ درج ہے

اکثر رؤسائے لشکر آن حضرت بمعاویہ نوشتند کہ ما مطیع و منقاد تو ایم۔ پس زود متوجہ عراق شو۔ چون تو نزدیک رسی۔ ما حسن را گرفتہ تسلیم بتو۔ مے کنیم۔ ہر شب جمعے از ایشان مے گریختند۔ بلشکر معاویہ ملحق مے شدند۔ پس معاویہ نامہ دیگر بحضرت نوشت۔ نامہائے منافقان اصحاب آن حضرت را کہ باو نوشتہ بودند و اظہار اطاعت و انقیاد او کردہ بودند با نامہ خود بنزد آن حضرت فرستاد در نامہ نوشت کہ اصحاب تو با پدرت موافقت نکردند۔ با تو نیز موافقت نخواہند کرد۔ اینک نامہائے

ایشان نسبت کرد اے تو فرستادم۔ انتہیٰ ملخصاً (جلاء العیون۔ صفحہ ۱۴۸) ہ۔ ساباط مدائن میں امام حسن کے ساتھ جو سلوک آپ کے شیعہ نے کیا۔ وہ رجال کشی صفحہ ۷۴ میں بدین الفاظ مذکور ہے۔

وثب اهل عسكر الحسن عليه السلام بالحسن في شهر ربيع الاول فانتهبوا فسطاطه واخذ واامتاعه وطعنه ابن بشير الاسدي في خاصرته فردوه جريحا الى المدائن حتى تحصن فيها عند عم المختار بن ابی عبيدة۔ یعنی ماہ ربیع الاول میں امام حسن علیہ السلام کے لشکر کے لوگ امام حسنؑ پر ہی جھپٹے۔ انہوں نے آپ کا خیمہ لوٹ لیا۔ اور آپ کا اسباب لے گئے۔ ابن بشیر اسدی نے حضرت کی کمر میں نیزہ مارا۔ پس انہوں نے حضرت کو زخمی کر کے مدائن کی طرف لوٹا دیا۔ یہاں تک کہ آپ مدائن میں مختار بن ابی عبیدہ کے چچا کے پاس قلعہ نشین ہو گئے۔ انتہیٰ۔ مدائن میں حضرت امام نے اپنے شیعہ کی نسبت جو اپنی رائے ظاہر فرمائی۔ وہ روایت ذیل سے ظاہر ہے۔ عن يزيد بن وهب الجهني قال لما طعن الحسن بن علی بالمدائن اتيته وهو متوجع فقلت ماترى يا ابن رسول الله فان الناس متحيرون فقال ارى والله معاوية خير لى من هؤلاء يزعمون انهم لى شيعة ابتغوا قتلی واخذ وامالى والله لان اخذ من معاوية عهداً احقن به دمی وامن به فی اهلی خير من ان يقتلونی فتضيع اهل بيتی و اهلی والله لو قاتلت معاوية لاخذوا بعنقی حتی يدفعوا بی اليه سلما والله لان اسالمه وانا عزيز من ان يقتلنی وانا اسير و يمن علی فيكون سنة علی بنی هاشم اخر الدهر ولمعاوية لا يزال يمن بها وعقبه على الحی منا والميت الخ۔

(کتاب الاحتجاج للطبرسی۔ صفحہ ۱۴۸)۔ ترجمہ: یزید بن وہب جہنی کا بیان ہے۔ کہ جب حسن بن علی مدائن میں نیزہ سے گھائل ہوئے۔ میں آپ کی خدمت میں آیا۔ حالانکہ آپ کو درد ہو رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔ اے فرزند رسولؐ آپ کی کیا رائے ہے۔ بتحقیق لوگ حیران ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ قسم ہے خدا کی میری رائے یہ ہے۔ کہ میرے لئے معاویہ ان لوگوں سے بہتر ہے۔ جو دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ ہم آپ کے شیعہ ہیں۔ انہوں نے مجھے قتل کرنا چاہا۔ اور میرا مال لوٹ لیا۔ قسم ہے خدا کی اگر میں معاویہ سے ایک عہد لوں۔ جس سے اپنے خون کی حفاظت کروں۔ اور اپنے اہل میں امن سے رہوں۔ یہ اس سے بہتر ہے۔ کہ وہ مجھے قتل کر دیں۔ اور میرے اہل بیت اور میرے اہل ضائع ہو جائیں۔ قسم ہے خدا کی اگر میں معاویہ سے جنگ کروں۔ تو یہی لوگ مجھے گردن سے پکڑ کر اس کے حوالہ کر دیں گے۔ قسم ہے خدا کی اگر میں معاویہ سے صلح کروں۔ اور قتل ہونے

ہونے سے محفوظ رہوں۔ اور میں قیدی بن جاؤں۔ اور وہ مجھ پر احسان کرتا رہے۔ تو یہ بنی ہاشم پر ہمیشہ کے لئے سنت ہو جائے گی۔ بے شک معاویہ اور اس کی اولاد ہمارے زندوں اور مردوں پر اس سنت کو جاری رکھے گی۔ انتہٰے۔ قصہ کوتاہ حضرت امام نے اپنے شیعہ کی بے وفائی دیکھ کر حضرت معاویہ سے صلح کر لی اور خلافت ان کے حوالہ کر دی۔ وہ صلح نامہ ہم انشاء اللہ کسی مناسب موقع پر نقل کریں گے۔ اس صلح کے سبب حضرت امام حسن کے شیعہ ہی آپکو برا بھلا کہنے لگے چنانچہ کتاب الاحتجاج صفحہ ۱۴۹ میں ہے۔ عن الاعمش عن سالم بن ابی الجعد قال حدثنی رجل منا قال اتیت الحسن بن علی علیہ السلام فقلت یا ابن رسول اللہ اذللت رقابنا و جعلتنا معشر الشیعۃ عبید اما بقی معک رجل قال و مم ذاک قال قلت بتسلیمک الامر لھذا الطاغیۃ قال واللہ ما سلمت الامر الیہ الا انی لم اجد انصارا ولو وجدت انصارا لقاتلتہ لیلی ونہاری حتے یحکم اللہ بینی وبینہ ولکنی عرفت اہل الکوفۃ و بلوتھم ولا یصلح لی منھم من کان فاسدا انھم لا وفاء لھم ولا ذمۃ فی قول ولا فعل انھم لمختلفون ویقولون لنا ان قلوبھم معنا وان سیوفھم لمشھورۃ علینا۔ ترجمہ اعمش نے سالم بن ابی الجعد سے روایت کی۔ کہ ہم میں سے ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ میں امام حسن بن علی علیہ السلام کے پاس آیا۔ اور کہا اے فرزند رسول آپ نے ہماری گردنوں کو ذلیل کر دیا۔ اور ہم گروہ شیعہ کو جب تک آپ کے ساتھ ایک شخص بھی باقی ہے غلام بنا دیا۔ امام نے پوچھا۔ یہ کس سبب سے۔ میں نے عرض کی۔ اس سبب سے کہ آپ نے خلافت اس بڑے ظالم کے سپرد کر دی۔ حضرت نے فرمایا۔ اللہ کی قسم میں نے خلافت اس کے حوالہ نہیں کی۔ مگر جب مجھے مددگار نہ ملے۔ اگر مجھے مددگار مل جاتے۔ تو میں رات دن اس سے جنگ کرتا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کر دیتا۔ لیکن میں نے اہل کوفہ کو پہچان لیا۔ اور ان کو آزما لیا۔ ان میں سے جو فاسد ہے میرے لائق نہیں۔ تحقیق ان میں کچھ وفا نہیں۔ اور نہ قول و فعل میں اعتبار ہے۔ وہ مختلف ہیں۔ اور ہم سے کہتے ہیں۔ کہ ہمارے دل تمہارے ساتھ ہیں۔ حالانکہ ان کی تلواریں ہم پر کھچی ہوئی ہیں۔ انتہٰے۔ رجال کشی۔ صفحہ ۷۳ میں ہے۔ روی عن علی بن الحسن الطویل عن علی بن النعمان عن عبد اللہ مسکان عن ابی حمزۃ عن ابی جعفر علیہ السلام قال جاء رجل من اصحاب الحسن علیہ السلام یقال لہ سفیان بن لیلی وھو علی راحلۃ لہ فدخل علی الحسن علیہ السلام وھو محتب فی فناء دارہ قال فقال لہ السلام علیک

یامذل المؤمنین فقال لہ الحسن علیہ السلام انزل و تعجل فنزل فعقل راحلتہ فی الدار و اقبل یمشی حتے انتھی الیہ قال فقال لہ الحسن علیہ السلام ما قلت قال قلت السلام علیک یامذل المؤمنین قال وما علمک بذلک قال عمدت الی امر الامۃ فخلعتہ من عنقک و قلدتہ ھذہ الطاغیۃ یحکم بغیر ما انزل اللہ قال فقال لہ الحسن علیہ السلام ساخبرک لم فعلت ذلک قال سمعت ابی یقول قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم لن تذھب الایام واللیالی حتی یلی امر ھذہ الامۃ رجل واسع البلعوم رحب الصدر یاکل ولا یشبع وھو معاویۃ فلذلک فعلت الحدیث۔ ترجمہ۔ (بحذف اسناد) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ امام حسن علیہ السلام کے اصحاب میں سے ایک شخص سفیان بن لیلے نام اونٹنی پر سوار امام حسن علیہ السلام پر داخل ہوا۔ اور آپ اپنے گھر کے صحن میں اکڑو بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے آپ سے کہا۔ اے مومنوں کے ذلیل کرنے والے آپ پر سلام۔ امام حسن علیہ السلام نے اس سے فرمایا اونٹنی سے اتر۔ اور جلدی نہ کر۔ پس وہ اترا۔ اس نے اپنی اونٹنی گھر میں باندھ دی۔ اور پیدل حضرت امام کے پاس پہنچا۔ امام حسن علیہ السلام نے اس سے پوچھا۔ کہ تو نے کیا کہا۔ وہ بولا میں نے یوں کہا۔ اے مومنوں کے ذلیل کرنے والے آپ پر سلام۔ امام نے فرمایا۔ کہ تم کو یہ کس طرح معلوم ہوا۔ اس نے کہا۔ آپ نے امت کا کام اپنی گردن سے اتار کر اس بڑے ظالم کے گلے میں ڈال دیا جو خلاف ما انزل اللہ حکم کرتا ہے۔ یہ سن کر امام حسن علیہ السلام نے اس سے فرمایا۔ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ کہ میں نے ایسا کیوں کیا۔ میں نے اپنے باپ کو یہ کہتے سنا۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے کہ رات دن کا سلسلہ ختم نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ اس امت کے کام کا والی ہوگا ایک شخص کشادہ حلق فراخ سینہ جو کھائے گا۔ اور سیر نہ ہوگا۔ اور وہ معاویہ ہے۔ اس سبب سے میں نے خلافت کو چھوڑ دیا۔ الحدیث۔ انتہے * عمدۃ المناظرین مولوی محمد جہانگیر خاں شکوہ آبادی لکھتے ہیں۔ کہ صاحب فصول وغیرہ علماء حضرات شیعہ نے بروایت ابی مخنف لوط بن یحییٰ کہ معتبرین مجتہدین حضرات امامیہ سے ہے۔ یہ روایت حضرت امام حسینؓ سے نقل کی ہے۔ کہ فرمایا حضرت امام حسینؓ نے۔ کہ میں بہت برا جانتا ہوں اس کو جو میرے بھائی حسنؓ نے کیا میرے ساتھ صلح کرنے معاویہ سے۔ کاش میرا بھائی تلوار سے میری ناک بھی کاٹ لیتا تو مجھ کو اتنا ناگوار نہ گزرتا۔ چنانچہ اسی روایت کی رو سے حضرات شیعہ حضرت امام حسن رضؓ سے ظاہرا انحراف باطنی رکھتے ہیں۔ انتہے بلفظہ۔ (مظہر العجائب صفحہ ۱۳۶) صلح کے بعد حضرت امام حسنؓ مدینہ منورہ کو روانہ ہوگئے۔ اور اپنے شیعوں کا رجسٹر

ساتھ لے گئے۔ اس رجسٹر کی ضخامت کا اندازہ روایت ذیل سے لگ سکتا ہے
حدثنا احمد بن محمد عن الحسین بن سعید عن فضالۃ ابن ایوب عن سلیمان عن عمرو بن ابی بکر
عن رجل عن حذیفۃ بن اسید الغفاری قال لما وادع الحسن معاویۃ وانصرف الی المدینۃ صحبتہ
فی منصرفہ وکان بین عینیہ حمل بعیر لا یفارقہ حیث توجہ فقلت لہ ذات یوم جعلت فداک
یا ابا محمد ھذا الحمل لا یفارقک حیث ما توجھت فقال یا حذیفۃ اتدری ما ھو قلت لا
قال ھذا الدیوان قلت دیوان ماذا قال دیوان شیعتنا فیہ اسماؤھم قلت جعلت
فداک فارنی اسمی قال اغد بالغداۃ قال فغدوت الیہ ومعی ابن اخ لی وکان یقرأ و
لم اکن اقرأ فقال ما غدا بک قلت الحاجۃ التی وعدتنی قال ومن ذا الفتی معک قلت ابن اخ لی
وھو یقرأ ولست اقرأ قال فقال لی اجلس فجلست فقال علی بالدیوان الاوسط قال فاتی
بہ قال فنظر الفتی فاذا الاسماء تلوح قال فبینما ھو یقرأ اذ قال ھو یا عماہ ھو ذا اسمی
قلت ثکلتک امک انظر این اسمی قال فصفح ثم قال ھو ذا اسمک فاستبشرنا واستشھد
الفتی مع الحسین ابن علی رضی اللہ عنہ انتہی (بصائر الدرجات۔ مطبوعہ ایران ۱۲۸۵ھ ہجری۔
جزو رابع۔ باب ثالث) ترجمہ (بحذف اسناد) حذیفہ بن اسید غفاری کا بیان ہے کہ جب
معاویہ نے امام حسن کو رخصت کیا اور وہ مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے میں اس سفر میں آپ کے
ساتھ تھا۔ اور آپ کے زیر نظر ایک اونٹ کا بوجھ تھا۔ آپ جدھر رخ کرتے وہ بوجھ
آپ سے جدا نہ ہوتا۔ ایک دن میں نے آپ سے عرض کی۔ کہ اے ابو محمد میں آپ پر قربان
جاؤں۔ یہ بوجھ جدھر آپ رخ کرتے ہیں آپ سے جدا نہیں ہوتا۔ امام نے فرمایا۔ اے
حذیفہ کیا تجھے معلوم ہے کہ یہ کیا ہے۔ میں نے عرض کی کہ نہیں۔ فرمایا یہ رجسٹر ہے۔
میں نے عرض کی۔ کس چیز کا رجسٹر۔ آپ نے فرمایا۔ ہمارے شیعوں کا رجسٹر ہے جس میں ان کے
نام ہیں۔ میں نے عرض کی۔ میں آپ پر قربان جاؤں اس میں میرا نام دکھائیے۔ فرمایا۔ صبح کو
آنا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں صبح کو ان کے پاس گیا۔ اور میرے ساتھ میرا بھتیجا تھا۔ جو پڑھا
ہوا تھا اور میں پڑھا ہوا نہ تھا۔ حضرت امام نے دریافت کیا۔ کہ تم صبح کیوں آئے۔ میں نے
عرض کی۔ کہ میں اس حاجت کے لئے آیا ہوں جس کا آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ آپ نے
پوچھا۔ تمہارے ساتھ یہ جوان کون ہے۔ میں نے عرض کی۔ میرا بھتیجا ہے جو پڑھا ہوا ہے
اور میں پڑھا ہوا نہیں۔ آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ بیٹھ جا۔ میں بیٹھ گیا۔ اس نے کہا

وہ دیوان اوسط میرے پاس لاؤ۔ وہ رجسٹر لایا گیا۔ اس جوان نے اس میں نظر ڈالی۔ کیا دیکھتا ہے کہ شیعوں کے نام چمک رہے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ جب وہ جوان ناموں کو پڑھ رہا تھا اچانک بول اٹھا۔ چچا یہ دیکھو میرا نام ہے۔ میں نے کہا۔ تیری ماں تجھ کو گم کرے۔ (یعنے تو مرے) میرا نام دیکھ۔ پس اس نے ورق گردانی کی۔ پھر کہا۔ یہ لو تمہارا نام ہے۔ اس لئے ہم خوش ہوئے اور وہ جوان امام حسین بن علیؓ کے ساتھ شہید ہوا۔ انتہے۔ بظاہر اس شتر بار رجسٹر میں وفادار شیعوں ہی کے نام ہوں گے۔ جن کی تعداد بیان بالا سے ظاہر ہے۔ پھر یہ عجائب روزگار رجسٹر کن ناموں سے پُر ہوگا۔ سید محمد رضا امامی خواتون آبادی حضرت امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے احوال میں یوں لکھتا ہے۔ اصحاب آن حضرت جمعے کثیر بودند کہ آنحضرت در اول خلافت بعزم جنگ معاویہ لشکر بشام کشید۔ در ہر منزلے یکے از مشاہیر را سردارد یا قدرے از لشکر روانہ شام نمود۔ و معاویہ مبالغہا از برائے سردار فرستاد۔ بعضے را وعدہ دختر دادہ آن سرہنگ بالشکر بطرف معاویہ رفتند۔ و با آن حضرت از جملہ چہل ہزار کس کہ داشت چہار صد نفر ماندند۔ لاعلاج با معاویہ صلح فرمود و آن جمع نیز اکثر مرتد شدند (جنات الخلود مطبوعہ سلطان المطابع صفحہ ۲۰)۔ اس عبارت سے بھی ظاہر ہے کہ چالیس ہزار شیعہ میں سے چار سو حضرت امام کے ساتھ رہ گئے۔ پھر چار سو میں سے بھی اکثر مرتد ہو گئے۔ باقی کے ناموں سے ایسا ضخیم رجسٹر کیونکر پر ہو سکتا ہے۔ ہمیں یہاں اس رجسٹر کی مزید بحث درکار نہیں۔ ہمارا مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے شیعوں نے خود امام کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اور وہ کافی طور پر بیان ہو چکا ⁂

بعض نادان شیعہ کہا کرتے ہیں۔ کہ حضرات حسنین علیہما السلام نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بیعت نہیں کی۔ مگر ان کا یہ قول بالکل غلط ہے چنانچہ رجال کشی صفحہ ۷۲ میں ہے۔ جبرائیل بن احمد وابو اسحق حمدویہ وابراھیم ابنا نصیر قالوا حدثنا محمد بن عبد الحمید ابن العطار الکوفی عن یونس بن یعقوب عن فضیل غلام محمد بن راشد قال سمعت اباعبد اللہ علیہ السلام یقول ان معاویۃ کتب الی الحسن ابن علی صلوات اللہ علیہما ان اقدم انت والحسین واصحاب علی فخرج معہم قیس بن سعد بن عبادۃ الانصاری فقدموا الشام فاذن لہم معاویۃ واعد لہم الخطباء فقال یا حسن قم فبایع فقام فبایع ثم قال للحسین علیہ السلام قم فبایع فقام فبایع ثم قال یا قیس قم فبایع فالتفت الی الحسین علیہ السلام ینظر ما یامرہ

فقال یا قیس انہ اماھی یعنی الحسن علیہ السلام ترجمہ (بحذف اسناد) امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ معاویہ نے حسن بن علی صلوات اللہ علیہما کو لکھا۔ کہ آپ اور حسین اور اصحاب علیؑ آئیں پس ان کے ساتھ قیس بن سعد بن عبادہ انصاری نکلا۔ اور وہ ملک شام کو آئے۔ معاویہ نے انکو حاضر ہونے کی اجازت دی۔ اور ان کیلئے خطیب تیار کئے پس فرمایا اے حسن اٹھکر بیعت کیجئے امام حسن اٹھے اور بیعت کی پھر امیر معاویہ نے حسین علیہ السلام سے فرمایا کہ اٹھکر بیعت کیجئے پس امام حسین نے اٹھکر بیعت کی۔ پھر حضرت معاویہ نے فرمایا اے قیس اٹھکر بیعت کر۔ قیس نے امام حسین علیہ السلام کی طرف دیکھا کہ کیا حکم دیتے ہیں۔ امام حسینؑ نے فرمایا۔ اے قیس وہ یعنی حسن علیہ السلام میرا امام ہے۔ انتہٰی۔ اس کے بعد دوسری روایت میں ہے فقام الیہ الحسن فقال لہ بایع یا قیس فبایع یعنے امام حسن قیس کی طرف اٹھے۔ اور فرمایا اے قیس بیعت کر۔ پس قیس نے بیعت کی۔ انتہٰی۔ رجال کشی میں دوسری جگہ صفحہ ۳۶ پر یہ روایت مذکور ہے۔ کہ مروان عامل مدینہ نے امیر معاویہ کو لکھا۔ کہ عراقی و حجازی لوگ امام حسین کی خدمت میں آمد و رفت رکھتے ہیں۔ اور ان کو در بارہ خلافت برسر پیکار لانا چاہتے ہیں۔ آپ جو حکم دیں میں اس کی تعمیل کروں۔ اس کے جواب میں امیر معاویہ نے یہ الفاظ درج کئے لا ترید الو تعرض لہ فی شئ ما دفی بیعتنا یعنے ہم نہیں چاہتے کہ تم امام حسین سے کسی بات میں تعرض کرو۔ جب تک وہ ہماری بیعت پر کاربند ہیں۔ انتہٰی +

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شیعہ کا رئیس المحدثین محمد بن یعقوب کلینی اس امام مظلوم کے مولد کے تحت میں یہ روایتیں لایا ہے (۱) عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال لما حملت فاطمۃ علیہا السلام بالحسینؑ جاء جبرئیل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ فقال ان فاطمۃ ستلد غلاما تقتلہ امتک من بعدک فلما حملت فاطمۃ بالحسینؑ کرھت حملہ وحین وضعتہ کرھت وضعہ ثم قال ابو عبد اللہ علیہ السلام لم تر فی الدنیا ام تلد غلاما تکرھہ ولکنہا کرھت لما علمت انہ سیقتل۔ قال و فیہ نزلت ھذہ الایۃ ووصینا الانسان بوالدیہ احسنا حملتہ امہ کرھا ووضعتہ کرھا وحملہ وفصالہ ثلثون شھرا۔ ....

.... (اصول کافی نولکشوری صفحہ ۲۹۴) ترجمہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب فاطمہ علیہا السلام حسین علیہ السلام کے ساتھ حاملہ ہوئیں

تو جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ اور عرض کی۔ کہ فاطمہؑ عنقریب ایک لڑکا جنے گی۔ جس کو آپ کی امت آپ کے بعد قتل کر دے گی پس جب فاطمہؑ حسین علیہ السلام کے ساتھ حاملہ ہوئیں۔ تو اس کو شکم میں بکراہت رکھا۔ اور جب وضع حمل کیا تو بکراہت کیا۔ پھر امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ دنیا میں کوئی ماں ایسی نہیں دیکھی گئی۔ جو لڑکا جنے۔ جسے وہ ناپسند کرے۔ مگر فاطمہ نے حسین علیہ السلام کو ناپسند کیا۔ کیونکہ اسے معلوم ہو گیا کہ وہ جلدی قتل کیا جائے گا۔ امام موصوف نے فرمایا کہ امام حسینؑ ہی کے بارے میں یہ آیت اتری "اور ہم نے اس آدمی کو والدین کے ساتھ نیکی کرنے کی سفارش کی۔ اس کی ماں نے اس کو شکم میں بحال کراہت رکھا۔ اور اس کا وضع حمل بحال کراہت کیا۔ اور اس کو شکم میں رکھنا اور دودھ چھڑانا تیس مہینے میں تھا" (ترجمہ آیت مطابق صافی شرح کافی) انتہٰے ⁂

(۲) عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان جبرئیل نزل علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ یا محمد ان اللہ یبشرک بمولود یولد من فاطمۃ تقتلہ امتک من بعدک فقال یا جبرئیل وعلی ربی السلام لا حاجۃ لی فی مولود یولد من فاطمۃ تقتلہ امتی من بعدی فعرج ثم ھبط فقال لہ مثل ذلک فقال یا جبرئیل وعلی ربی السلام لا حاجۃ لی فی مولود تقتلہ امتی من بعدی فعرج جبرئیل الی السماء ثم ھبط فقال یا محمد ان ربک یقرئک السلام ویبشرک بانہ جاعل فی ذریتہ الامامۃ والولایۃ والوصیۃ فقال انی قد رضیت ثم ارسل الی فاطمۃ ان اللہ یبشرنی بمولود یولد لک تقتلہ امتی من بعدی فارسلت الیہ ان لا حاجۃ لی فی مولود تقتلہ امتک من بعدک فارسل الیہا ان اللہ عزوجل قد جعل فی ذریتہ الامامۃ والولایۃ والوصیۃ فارسلت انی قد رضیت فحملتہ کرھا ووضعتہ کرھا وحملہ وفصالہ ثلثون شھرا حتی اذا بلغ اشدہ وبلغ اربعین سنۃ قال رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضیہ واصلح لی فی ذریتی فلولا انہ قال اصلح ...... فی ذریتی لکانت ذریتہ کلھم ائمۃ ولم یرضع الحسین من فاطمۃ علیہا السلام ولا من انثی کان یؤتی بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیضع ابھامہ فی فیہ فیمص منھا ما یکفیہ الیومین والثلث فنبت لحم الحسین من لحم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ودمہ ولم یولد لستۃ اشھر الا عیسی بن مریم علیہ السلام والحسین بن علی علیہما السلام (اصول کافی صفحہ ۲۹۴ - ۲۹۵)۔ ترجمہ۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جبرئیل

حضرت محمد صلے اللہ علیہ و آلہ پر نازل ہوئے۔ اور آپ سے عرض کی۔ اللہ آپ کو ایک لڑکے کی بشارت دیتا ہے۔ جو فاطمہؑ سے پیدا ہو گا۔ اسے آپ کی امت آپ کے بعد قتل کرے گی حضرتؐ نے فرمایا۔ اے جبریئلؑ میرے رب پر سلام۔ مجھے اس لڑکے کی حاجت نہیں۔ جو فاطمہؑ سے پیدا ہو گا۔ جسے میری امت میرے بعد قتل کر ڈالے گی۔ یہ سن کر جبریئلؑ اوپر کو چڑھے۔ پھر اتر آئے۔ اور حضرت سے اسی طرح عرض کی۔ آپؐ نے فرمایا اے جبریئلؑ میرے رب پر سلام۔ مجھے ایسے لڑکے کی حاجت نہیں۔ جس کو میری امت میرے بعد قتل کر ڈالے گی۔ پس جبریئل آسمان کی طرف چڑھے۔ پھر اتر آئے۔ اور عرض کی۔ اے محمدؐ آپ کا رب آپ کو سلام کہتا ہے۔ اور بشارت دیتا ہے کہ وہ اس لڑکے کی اولاد میں امام و ولی و وصی ہونے کا منصب قائم رکھے گا۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا۔ کہ میں راضی ہو گیا۔ بعد ازاں حضرت نے فاطمہ کی طرف پیغام بھیجا کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتا ہے۔ جو تیرے پیٹ سے ہو گا۔ جسے میری امت میرے بعد قتل کر ڈالے گی۔ پس فاطمہؑ نے حضرت کی طرف پیغام بھیجا۔ کہ مجھے ایسے لڑکے کی حاجت نہیں جسے آپ کی امت آپ کے بعد قتل کر دے گی اس پر حضرت نے فاطمہ کو کہلا بھیجا۔ کہ اللہ عزوجل نے اس لڑکے کی اولاد میں منصب امامت و ولایت و وصایت مقرر کر دیا ہے۔ یہ سن کر فاطمہؑ نے حضرت کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ بے شک میں راضی ہو گئی۔ پس فاطمہؑ نے حسینؑ کو بکراہت پیٹ میں رکھا۔ اور بکراہت وضع حمل کیا۔ اور اس کا پیٹ میں رکھنا اور دودھ چھڑانا تیس مہینے میں تھا۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی کمال قوت کو پہنچا۔ اور چالیس برس کا ہو گیا۔ تو اس نے کہا۔ اے میرے پروردگار تو مجھے الہام کر تا کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں۔ جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو بخشی ہے اور تاکہ میں عمل صالح بجا لاؤں جس سے تو راضی ہو جائے۔ اور میری اولاد میں میرے واسطے امام بنا دے۔

امام جعفر صادق کا قول ہے۔ کہ اگر امام حسین فی ذریتی (میری اولاد میں) نہ کہتے (بلکہ ذریتی کہتے) تو ان کی اولاد تمام امام ہوتے۔ اور حسین علیہ السلام نے نہ فاطمہ علیہا السلام کا دودھ پیا نہ کسی اور عورت کا۔ ان کو نبی صلے اللہ علیہ و آلہ کے پاس لے جاتے۔ حضرت اپنا انگوٹھا ان کے منہ میں رکھ دیتے۔ وہ اس سے اتنا چوس لیتے جو دو یا تین دن کے لئے کافی ہوتا۔ اس طرح حسین علیہ السلام کا گوشت رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ کے گوشت و خون

سے بنا۔ اور چھ ماہ میں سوائے عیسےٰ بن مریم علیہ السلام اور حسین بن علی علیہما السلام کے اور کوئی پیدا نہیں ہُوا۔ انتہےٰ۔ مذکورہ بالا روایتوں سے معلوم ہُوا کہ

(۱) امام حسینؓ کا وجود آپ کے نانا اور والدہ کی نظروں میں ایسا ناپسندیدہ تھا کہ خداوند کریم تو ولادت امام کی بشارت دے رہا ہے۔ اور وہ اسے ردّ کر رہے ہیں +

(۲)۔ حضرت فاطمہؓ گو بظاہر ترمیم شدہ بشارت سے راضی ہوگئیں۔ مگر آیہ ووصینا کا جو شان نزول امام صادق کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ وہ دل سے راضی نہ تھیں +

شیعہ کا عمدۃ المجتہدین ملا محمد باقر مجلسی لکھتا ہے۔ کہ اس حمل و وضع کا از روئے کراہت ہونا امام کے خواص سے ہے۔ ملا صاحب کے الفاظ یہ ہیں۔ حمل و وضع از روئے کراہت بودن مخصوص آنحضرت است باعتبار خبر شہادت (حیات القلوب نولکشوری۔ جلد سوم۔ صفحہ ۷۸ +

آیت مذکورہ بالا کی تفسیر جو ان روایتوں میں مذکور ہے درست نہیں۔ کیونکہ اس تفسیر کی رو سے الانسان سے مراد خاص انسان یعنے امام حسین علیہ السلام ہیں۔ جن پر اس آیت کا مضمون بروے روائیت کافی صادق نہیں آتا۔ بشارت امام کو آپ کے نانا اور والدہ نے محض اس واسطے رد کیا تھا کہ امت آپ کو قتل کر دے گی۔ مگر آیت میں اس کو عمل صالح کہا گیا ہے۔ چنانچہ شیعہ کا علامہ ملا خلیل صافی میں لکھتا ہے۔ صالحًا عبارت از جہاد و کشتہ شدن است کہ مرضی اللہ تعالےٰ بودہ۔ چنانچہ جبرئیل علیہ السلام مژدہ باں دادہ۔ یعنے صالحًا سے مراد جہاد و شہادت پانا ہے۔ جو پسندیدہ خدا تھا۔ جیسا کہ جبرئیل علیہ السلام نے اس کی بشارت دی تھی۔ انتہےٰ۔ اسی طرح آیت میں حسب تفسیر امام صادق۔ امام حسین کے حمل و فصال ہر دو کے لئے تیس مہینے ہیں۔ مگر روایت کافی میں صراحت ہے۔ کہ امام حسین نے کسی عورت کا دودھ نہیں پیا۔ اس صورت میں فصال متحقق نہ ہوگا۔ آیت کے باقی مضمون کا بھی یہی حال ہے۔ لہٰذا صحیح تفسیر یہی ہے کہ الانسان میں لام جنس کا ہے۔ جیسا کہ خلاصۃ المنہج میں جو شیعہ کا مستند فارسی ترجمہ ہے۔ مذکور ہے۔ اور وہ یوں ہے ووصیت کردیم یعنے فرمودیم جنس آدمی را بہ پدر و مادر نکوئی کردن الخ +

روایت نمبر (۲) میں جو مذکور ہے کہ چھ ماہ میں سوائے حضرت عیسےٰ بن مریم۔ اور امام حسین کے اور کوئی پیدا نہیں ہُوا۔ اس کی صحت میں کلام ہے۔ خواہ پیدا ہو کر زندہ رہنا

مراد ہو۔ تفسیر کافی میں کہٰیعص کے تحت میں یوں لکھا ہے۔ فی الاکمال عن الحجۃ القائم فی حدیث انہ سئل عن تاویلھا فقال ھذہ الحروف من انباء الغیب اطلع اللہ عبدہ زکریا علیھا ثم قصھا علی محمد وذالک ان زکریا سال ربہ ان یعلمہ اسماء الخمسۃ فاھبط اللہ علیہ جبریل فعلمہ ایاھا فکان زکریا اذا ذکر محمدا وعلیا وفاطمۃ والحسن سری عنہ ھمہ وانجلی کربہ واذا ذکر الحسین خنقتہ العبرۃ ووقعت علیہ البھرۃ فقال ذات یوم الٰہی مابالی اذا ذکرت اربعاً منھم تسلیت باسمائھم من ھمومی واذا ذکرت الحسین تدمع عینی وتثور زفرتی فانباہ تبارک وتعالیٰ عن قصتہ فقال کھیعص فالکاف اسم کربلا والھاء ھلاک العترۃ والیاء یزید لعنہ اللہ وھو ظالم الحسین والعین عطشہ والصاد صبرہ فلما سمع بذلک زکریا لم یفارق مسجدہ ثلثۃ ایام ومنع فیھا الناس من الدخول علیہ واقبل علی البکاء والنحیب وکانت ندبتہ الٰہی اتفجع خیر خلقک بولدہ اتنزل بلوی ھذہ الرزیۃ بفنائہ الٰہی اتلبس علیا وفاطمۃ ثیاب ھذہ المصیبۃ الٰہی اتحل کربۃ ھذہ الفجیعۃ بساحتہما ثم کان یقول الٰہی ارزقنی ولدا تقر بہ عینی عند الکبر واجعلہ وارثا وصیا واجعل محلہ منی محل الحسین فاذا رزقتنیہ فافتنی بحبہ ثم افجعنی بہ کما تفجع محمد حبیبک بولدہ فرزقہ اللہ یحییٰ وفجعہ بہ وکان حمل یحییٰ ستۃ اشھر وحمل الحسین رضی اللہ عنہ کذلک وفی المناقب عنہ مثلہ .... ترجمہ۔ اکمال میں امام حجۃ القائم سے ایک حدیث میں مذکور ہے۔ کہ ان سے کھیعص کی تاویل دریافت کی گئی آپ نے جواب دیا کہ یہ حروف غیب کی خبروں سے ہیں جن پر اللہ تعالےٰ نے اپنے بندے زکریا (علیہ السلام) کو مطلع کیا ہے۔ بعد ازاں ان کو محمدؐ کے لئے ذکر کیا ہے۔ یہ قصہ یوں ہے کہ زکریا (علیہ السلام) نے اپنے پروردگار سے سوال کیا۔ کہ مجھے پانچ کے ناموں کی تعلیم کر۔ پس اللہ تعالےٰ نے آپ پر جبرئیل کو نازل کیا۔ اور جبرئیل نے آپ کو وہ نام بتائے۔ پس زکریا جب محمدؐ فاطمہؑ۔ علیؑ۔ حسنؑ (صلوات اللہ علیہم اجمعین) کو یاد کرتے۔ تو ان کا غم دور ہو جاتا۔ اور جب حسین کو یاد کرتے۔ تو اشک ریزی سے گھگی بندھ جاتی۔ اور سانس لینا دشوار ہوتا۔ ایک دن بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔ خدایا کیا وجہ ہے کہ جب میں ان میں سے چار کو یاد کرتا ہوں۔ تو ان کے ناموں کی برکت سے میرے دل سے غم دور ہو جاتے ہیں اور جب حسین کا نام لیتا ہوں۔ تو میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ اور میرا آہ و نالہ بلند ہو جاتا ہے۔ پس اللہ تبارک وتعالےٰ نے ان کو اس کے قصہ سے آگاہ کیا۔ اور فرمایا۔ کھیعص کاف کربلا کی طرف اشارہ ہے۔ ھا ہلاک عترت

یا یزید ظالم حسین یعنی عطش و تشنگی حسینؑ۔ اور صاد صبر حسینؑ کی طرف اشارہ ہے۔ جب زکریا نے یہ سنا تین دن اپنی مسجد سے نہ نکلے۔ اور لوگوں کو اپنے پاس آنے سے منع کر دیا۔ اور گریہ و نوحہ میں مشغول ہو گئے۔ آپ کا نوحہ و مرثیہ یہ تھا۔ خدایا کیا تو خیر الخلق (صلے اللہ علیہ و آلہ) کو ان کے فرزند کی مصیبت سے دردمند کرے گا۔ کیا تو اس مصیبت کی زحمت ان کے صحن میں نازل کرے گا۔ خدایا کیا تو علی و فاطمہ کو اس مصیبت کے کپڑے پہنائے گا۔ کیا تو اس درد و محنت کی شدت ان کے میدان میں اتارے گا۔ اس کے بعد آپ یوں عرض کرتے۔ خدایا مجھے ایک لڑکا عطا کر جس سے بڑھاپے میں میری آنکھ ٹھنڈی ہو۔ اور اس کو میرا وارث و وصی بنا دے۔ اور اس کا مرتبہ میرے نزدیک حسین کا مرتبہ بنا دے جب تو مجھے ایسا لڑکا عطا کرے۔ تو مجھے اس کی محبت میں فریفتہ کر دے۔ پھر مجھے اس کی مصیبت سے دردمند کر دے جیسا کہ تو اپنے حبیب محمدؐ کو ان کے فرزند کی مصیبت سے دردمند کریگا پس اللہ تعالیٰ نے زکریا کو یحییٰ عطا کیا۔ اور اس کی مصیبت سے زکریا کو دردمند کیا۔ اور یحییٰ کا حمل چھ ماہ تھا۔ اور حسین کا حمل بھی چھ ماہ تھا۔ مناقب میں بھی امام قائم علیہ السلام سے اسی کی مثل روایت ہے۔ انتہے۔ ملا باقر مجلسی نے امام حسین کی شہادت کے متعلق جو روایت بحوالہ محمد بن العیاش وغیرہ بسند معتبر نقل کی ہے اس کا مضمون اصول کافی کی روایت سے ملتا ہے۔ مگر اس کے اخیر میں یوں ہے۔ وکسے نشنیدہ است کہ فرزند شش ماہ متولد شود و بماند مگر حضرت امام حسینؑ دیکھیے (حیات القلوب۔ جلد سوم صفحہ ۶۷) یہاں ہمیں روایت اکمال کے اخیر حصہ سے غرض ہے۔ پوری روایت اس واسطے نقل کی گئی۔ کہ ناظرین کو شیعہ کی تفسیر سے بھی فی الجملہ واقفیت ہو جائے۔ اب ایک طرف اصول کافی کی روایت ہے جس کی نسبت کہا جاتا ہے۔ کہ امام غائب علیہ السلام نے اسے بنظر استحسان دیکھا ہے (اصول کافی نولکشوری صفحہ ۲۹۶) اور دوسری طرف مصنف اکمال نے بھی امام موصوف ہی کی روایت بیان کی ہے جس کے اخیر حصہ کی تائید روایت محمد بن عیاش وغیرہ سے بھی ہوتی ہے۔ ہر دو روایت میں تطبیق کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ شیعہ کا علامہ ملا خلیل اس مقام پر بالکل خاموش ہے۔ مگر ملا باقر مجلسی حضرت عیسے علیہ السلام کے حال میں لکھتا ہے۔ در حدیث معتبر از حضرت صادق منقول ست کہ مدت حمل آنحضرت نہ ساعت بودہ۔ و در حدیث معتبر دیگر از آنحضرت منقول است کہ فرزندیکہ شش ماہ متولد شود زندہ نمے ماند مگر عیسےؑ و امام حسینؑ کہ ہر یک شش ماہ متولد شدند مؤلف گوید کہ محتمل است کہ در حدیث یحیٰے وارد شدہ باشد و راویاں بعیسی اشتباہ کردہ باشند (حیات القلوب جلد اول صفحہ ۲۸۱) ترجمہ حدیث معتبر میں حضرت صادق سے منقول ہے

کہ حضرت عیسے علیہ السلام کے حمل کی مدت نو ساعت تھی۔ اور دوسری معتبر حدیث میں امام صادق ؑ ہی سے منقول ہے کہ جو لڑکا چھ ماہہ پیدا ہو وہ زندہ نہیں رہتا۔ سوائے عیسےؑ اور امام حسین علیہ السلام کے کہ دونو چھ ماہہ پیدا ہوئے تھے۔

مولف کہتا ہے کہ احتمال ہے کہ حدیث میں یحییٰ آیا ہو۔ اور راویوں کو عیسے کا اشتباہ ہو گیا ہو۔ انتہے۔ پس لا محالہ کہنا پڑے گا کہ روایت کافی کا اخیر حصہ غلط ہے۔ حضرت عیسے علے نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے حمل و وضع کی نسبت جو قول اشبہ بالقرآن ہے وہ یہ ہے۔ کہ آپ کا حمل و وضع حمل ایک ہی ساعت وقوع میں آیا۔ کیونکہ قرآن کریم میں حمل و انتباذ و مخاض حرف فاء کے ساتھ مذکور ہیں جو تعقیب کے لیے آتا ہے۔ لہذا یہ امور پے در پے ایک دوسرے کے بعد بلا فاصلہ وقوع میں آئے، والعلم عند اللہ

روایت نمبر (۲) سے ظاہر ہے کہ امام حسینؑ کے حمل کی مدت ۶ ماہ تھی۔ اصول کافی صہ۲۹۲ کی ایک روایت میں امام صادق علیہ السلام کا یہ قول مذکور ہے کان بین الحسن والحسین علیہما السلام طھر وکان بینھما فی المیلاد ستۃ اشھر وعشرا یعنے امام حسنؑ کی ولادت اور امام حسینؑ کے حمل کے درمیان ایک طہر تھا۔ اور دونوں کے وقت ولادت کے درمیان چھ ماہ اور دس دن کا تفاوت تھا۔ انتہے۔ یہ تفاوت بھی بروے روایت صحیحہ وادلہ عقلیہ وطبیہ قابل اعتراض معلوم ہوتا ہے۔ سید محمد رضا بن محمد مومن امامی خواتون آبادی لکھتا ہے۔ بہر تقدیر نطفۂ آنحضرت ؑ شش ماہ قبل از ولادت بستہ شد۔ گویند پنجاہ شب از ولادت برادرش امام حسن علیہ السلام نطفۂ آنحضرت بستہ شد۔ پس فاصلہ میان او و برادرش ہفت ماہ وبیست و پنج روز است واین معنے بسیار درست زیرا کہ میان ہر یک از اقوالے کہ در خصوص ولادت آن حضرت درین جدول مذکور است و ایام ولادت امام حسن علیہ السلام کہ در جدول سابق گذشت فاصلہ زیادہ برین قدر میشود (جنات الخلود مطبوعہ مطبع سلطان المطابع سنہ ۱۲۹۹ھ صہ۲۲) ترجمہ بہر صورت ولادت سے ۶ ماہ پہلے امام حسین کا نطفہ رحم میں ٹھیرا۔ کہتے ہیں کہ آپ کے بھائی امام حسن علیہ السلام کی ولادت سے پچاس راتوں کے بعد آپکا نطفہ ماں کے رحم میں ٹھیرا۔ پس آپکی اور آپکے بھائی کی ولادت کے درمیان سات مہینے اور پچیس دن کا تفاوت ہے۔ اور یہ بات بہت بعید ہے۔ کیونکہ امام حسین کی ولادت کے بارے میں جو اقوال اس جدول میں مذکور ہیں ان میں سے ہر ایک میں اور امام حسنؑ کی ولادت کے ایام میں جیسا کہ جدول سابق میں بیان ہوا اس سے زیادہ فاصلہ پایا جاتا ہے انتہے۔ جب سات ماہ اور پچیس دن کا تفاوت بہت بعید ہوا۔ تو چھ ماہ اور دس دن کا تفاوت اس سے بھی بعید ہو گا۔

---

[1] اصل کتاب میں ایسا ہی لکھا ہے۔ صرف بیست چاہیئے ۱۲

حضرات خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عہد میں حضرت علی اور حسنین رضی اللہ تعالےٰ عنہم آرام و اطمینان سے بسر اوقات کرتے رہے۔ مجاہدین اسلام کے زور بازو سے حاصل کردہ غنائم مدینہ میں آتے اور آل ابی طالب بیٹھے بٹھائے اُن سے متمتع ہوتے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے عہد کے آخر میں امام حسین اس قابل ہو گئے تھے کہ جہاد میں حصہ لیں۔ مگر عمر فاروق اعظم نے باپ بیٹوں کو کسی محنت میں ڈالنا گوارا نہ کیا۔ بلکہ بے محنت غنائم میں سے حصہ دیتے رہے۔ ۲۰ھ میں جب وظائف مقرر کیے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے امام حسن و امام حسین رضؓ کا بھی بدری اصحاب کے برابر پانچ پانچ ہزار وظیفہ مقرر کیا)۔ کامل ابن اثیر۔ جزء ثانی ص ۱۹۵) اسی طرح شہر بانو شہزادی جو مجاہدین اسلام کے ساتھ ایران سے مدینہ آئی تھی۔ امام حسین کو گھر بیٹھے عطا کر دی (اصول کافی ص ۲۹۶) حضرت فاروق اعظم نے جس طرح حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ناز برداری کی اُس کا اندازہ روایت ذیل سے لگ سکتا ہے۔ عن زید بن علی عن ابیہ ان الحسین بن علی علیہم السلام اتی عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وھو علی المنبر یوم الجمعۃ فقال لہ انزل عن منبر ابی فبکی عمر ثم قال صدقت یا بنی منبر ابیک لا منبر ابی فقال علی علیہ السلام ما ھو واللہ عن رأیی فقال صدقت واللہ ما اتھمک یا ابا الحسن ثم نزل عن المنبر فاخذہ فاجلسہ الی جانبہ علی المنبر فخطب الناس وھو جالس علی المنبر معہ ثم قال یا ایھا الناس سمعت نبیکم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یقول احفظونی فی عترتی وذریتی فمن حفظنی فیہم حفظہ اللہ الا لعنۃ اللہ علی من اذانی فیہم ثلاثا (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ مطبوعہ ایران سنہ ۱۲۹۴ھ ص ۱۳۳)۔ زید بن علی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حسین بن علی علیہ السلام۔ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس جمعہ کے دن آئے اور آپ منبر پر تھے۔ اور اُن سے کہا کہ میرے باپ کے منبر سے اتر جا۔ یہ سن کر حضرت عمر رو پڑے۔ پھر فرمایا اے میرے پیارے لڑکے تو نے سچ کہا۔ یہ تیرے باپ کا منبر ہے۔ میرے باپ کا منبر نہیں۔ اس پر حضرت علی علیہ السلام بولے اللہ کی قسم حسین نے میری رائے سے نہیں کہا۔ حضرت عمر نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا۔ اللہ کی قسم اے ابو الحسن میں آپ کو تہمت نہیں دیتا۔ پھر حضرت عمر منبر سے اترے۔ اور امام حسین کو پکڑ کر اپنے برابر منبر پر بٹھایا۔ اور لوگوں سے خطاب کیا درآنحالیکہ امام حسین آپ کے ساتھ منبر پر بیٹھے تھے۔ بعد ازاں فرمایا اے لوگو میں نے تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا ہے کہ فرما رہے تھے۔ تم میری عترت اور میری اولاد میں میری حفاظت کرو۔ جس نے اُن میں میری حفاظت کی اللہ تعالیٰ اُس کی

حفاظت کریگا۔ آگاہ رہو خدا کی لعنت اس شخص پر ہے جو مجھے ان میں اذیت دے۔ یہ تین دفعہ فرمایا انتہی۔
جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا۔ تو انہوں نے اپنے بیٹے کو امام حسین کے بارے
میں تاکیدی وصیت کی جس کو شیعہ کے شیخ صدوق نے یوں نقل کیا ہے۔ عن عبد اللہ بن
منصور وکان رضیعا لبعض ولد زید بن علی قال سالت جعفر بن محمد بن علی بن الحسین
فقلت حدثنی عن مقتل ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فقال حدثنی ابی عن ابیہ
قال لما حضرت معاویۃ الوفاۃ دعا ابنہ یزید لعنہ اللہ فاجلسہ بین یدیہ فقال لہ یا بنی
انی قد ذللت لک الرقاب الصعاب ووطدت لک البلاد وجعلت الملک وما فیہ لک
طعمۃ وانی اخشی علیک من ثلاثۃ نفر یخالفون علیک بجھدھم وھم عبد اللہ بن عمر
ابن الخطاب وعبد اللہ بن الزبیر والحسین بن علی فاما عبد اللہ بن عمر فھو معک
فالزمہ ولا تدعہ واما عبد اللہ بن الزبیر فقطعہ ان ظفرت بہ اربا اربا فانہ یجثو لک کما یجثو
الاسد لفریسۃ ویواربک موارابۃ الثعلب للکلب واما الحسین فقد عرفت حظہ من رسول
اللہ صلی اللہ علیہ والہ وھو من لحم رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ ودمہ وقد علمت لا محالۃ
ان اھل العراق سیخرجونہ الیھم ثم یخذلونہ ویضیعونہ فان ظفرت فاعرف حقہ ومنزلتہ
من رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ ولا تؤاخذہ بفعلہ ومع ذلک فان لنا بہ خلطۃ ورحما
وایاک ان تنالہ بسوء ویری منک مکروھا الحدیث (کتاب امالی الشیخ الصدوق مطبوعہ
ایران ۱۳۰۰ھ ص۱۶۸) ترجمہ عبداللہ بن منصور سے جو زید بن علی کی اولاد میں سے کسی کے رضاعی بھائی
تھے روایت ہے کہ میں نے جعفر بن محمد بن علی بن حسین سے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے فرزند کی شہادت کا بیان کیجیے۔ پس امام جعفر صادق نے فرمایا کہ مجھ سے میرے باپ نے
حدیث کی۔ کہ امام زین العابدین نے فرمایا۔ کہ جب معاویہ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے
اپنے بیٹے یزید لعنہ اللہ کو بلایا۔ اور اسے اپنے سامنے بٹھا کر کہا۔ کہ اے میرے پیارے بیٹے میں نے
تیرے لیے سرکش گردنوں کو مطیع کر دیا۔ اور تیرے واسطے شہروں کو پامال کیا۔ اور ملک و ما فیہ کو
تیرے واسطے خوراک بنا دیا میں تیری نسبت تین شخصوں سے ڈرتا ہوں جو تیری سخت مخالفت کریں
گے اور وہ عبداللہ بن عمر بن خطاب اور عبداللہ بن زبیر اور حسین بن علی ہیں۔ ان میں سے عبداللہ
بن عمر تو تیرے ساتھ ہے تو اس کے ساتھ رہ اور اُسے نہ چھوڑ۔ اور عبداللہ بن الزبیر پر اگر تو غالب
آئے تو اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ کیونکہ وہ تیرے لیے زانو پر بیٹھا ہے۔ جیسا کہ شیر شکار کیلئے زانو

پر بیٹھتا ہے۔ وہ تجھ سے مکروفریب کو یگا جیساکہ لومڑی کتے سے کرتی ہے۔ رہے امام حسین سو تجھے رسول اللہ صلعم کی طرف سے ان کی فضیلت معلوم ہے۔ وہ رسول اللہ صلعم کے خون و گوشت سے ہیں۔ تجھے ضرور معلوم ہے کہ اہل عراق اُن کو اپنے پاس بلائیں گے۔ پھر اُن کا ساتھ نہ دیں گے اور اُن کو ہلاک کردیں گے اگر تو اُن پر غالب آئے تو اُن کا حق اور رسول اللہ صلعم کی طرف سے اُن کا مرتبہ پہچاننا۔ اور انکے فعل پر مواخذہ نہ کرنا۔ باوجود اس کے ہمارا ان سے میل ملاپ اور قرابت بھی ہے اس سے بچنا کہ تو ان کو برائی پہنچائے۔ اور وہ تجھ سے کوئی ناپسندیدہ سلوک دیکھیں۔ الحدیث انتہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ صفین کو جاتے ہوئے کربلا میں ٹھہرے۔ تو آپ نے امام حسین کے واقعہ ہائلہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے اہل عراق لشکریوں سے فرمایا تھا کہ ثقل آل محمد صلعم یہاں قتل ہونگے۔ نصر بن مزاحم شیعی امامی نے جو امام محمد باقر کا ہمعصر تھا کتاب صفین (مطبوعہ ایران ۱۳۰۱ھ ص۷۵) میں اسے یوں نقل کیا ہے نصر مصعب ابن سلام قال حدثنا الاجلح بن عبد اللہ الکندی عن ابی جحیفۃ قال جاء عروۃ البارقی الی سعید بن وہب فسالہ وانا اسمع فقال حدیث حدثنیہ عن علی بن ابی طالب قال نعم بعثنی مخنف بن سلیم الی علیؓ فاتیتہ بکربلاء فوجدتہ یشیر بیدہ ویقول ھھنا ھھنا فقال لہ رجل وما ذلک یا امیر المؤمنین قال ثقل لآل محمدؐ ینزل ھھنا فویل لھم منکم وویل لکم منھم فقال لہ الرجل وما معنی ھذا الکلام یا امیر المؤمنین قال ویل لہم منکم تقتلونھم وویل لکم منھم یدخلکم اللہ بقتلھم الی النار۔ ترجمہ بالاختصار۔ سعید بن وہب کا بیان ہے کہ مخنف بن سلیم نے مجھے علی رضؓ کی طرف بھیجا۔ میں آپ کے پاس کربلا میں آیا میں نے دیکھا کہ آپ اپنے دست مبارک سے اشارہ کرکے فرما رہے ہیں۔ یہاں۔ یہاں ایک شخص نے آپ سے پوچھا۔ اے امیر المومنین یہ کیا معاملہ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ثقل آل محمد صلعم یہاں اتریں گے۔ پس تمہارے سبب انکے لیے سختی ہے۔ اور ان کے سبب تمہارے واسطے سختی ہے اس شخص نے آپ سے پوچھا۔ اے امیر المومنین اس کلام کے کیا معنے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تمہارے سبب انکے لیے سختی ہے کہ تم اُن کو قتل کروگے اور انکے سبب تمہارے واسطے سختی ہے کہ اللہ تعالے اُن کے قتل کی وجہ سے تم کو دوزخ میں داخل کریگا۔ انتہے۔

واقعہ کربلا کی مختصر کیفیت بروے کتب شیعہ یوں ہے کہ جب ۶۰ھ میں یزید بن معاویہ مسند خلافت پر متمکن ہوا۔ تو اس نے مدینہ منورہ میں اپنے عامل کو لکھا کہ امام حسین سے بیعت لو۔ امام موصوف جان کے خوف سے مکہ میں تشریف لے آئے۔ جب خبر اہل کوفہ کو پہنچی تو کوفہ کے شیعہ سلیمان بن

صرد خزاعی کے گھر جمع ہوئے۔ اور باہمی مشورہ سے حضرت امام حسین رض کی خدمت میں یہ خط لکھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم این نامہ ایست بسوئے حسین بن علی از جانب سلیمان بن صرد خزاعی و مسیب بن نجبہ و رفاعہ بن شداد بجلی و حبیب بن مظاہر و سائر شیعان و از مومنان و مسلمانان اہل کوفہ سلام خدا بر تو باد۔ وحمد میکنیم خدا را بر نعمتہائے کا ملہ او بر ما و شکر میکنیم او را بر آنکہ ہلاک کرد دشمن جبار معاند ترا کہ بے رضائے امت بر ایشان والی شد و بجور و عدوان بر ایشان حاکم گردید و اموال ایشان را بناحق تصرف نمود و نیکان ایشان را بقتل رسانید۔ و بدان ایشان را بر نیکان مسلط گردانید۔ و اموال خدا را بر مالداران و جباران قسمت نمود۔ پس خدا او را لعنت کند۔ چنانچہ قوم ثمود را لعنت کرد۔ بدانکہ ما درین وقت امامے و پیشوائے نداریم۔ بسوئے ما توجہ نما و بشہر ما قدم رنجہ فرما کہ ما ہمگی مطیع توایم۔ شاید کہ حق تعالے حق را ببرکت تو بر ما ظاہر گرداند۔ و نعمان بن بشیر حاکم کوفہ در قصر الامارہ نشستہ است در نہایت مذلت و بجمعہ او حاضر نمے شویم و در عید با او بیروں نمے رویم چوں خبر رسد کہ شما متوجہ ایں صوب گردیدہ اید۔ او را از کوفہ بیروں مے کنیم۔ تا باہل شام ملحق گردد و السلام (جلاء العیون ملا باقر مجلسی) قاصد یہ دعوتی خط لکھ کر بتاریخ ۱۰ ماہ رمضان مکہ میں داخل ہوئے اور امام حسین ع کو یہ خط دیدیا۔ ان قاصدوں کی روانگی کے دو روز بعد اہل کوفہ نے قیس بن مصہر اور عبد اللہ بن شداد اور عمارہ بن عبد اللہ کو ڈیڑھ سو خط دے کر امام کی خدمت میں بھیجا۔ یہ خطوط سرداران کوفہ میں سے ایک ایک دو دو تین تین چار چار اور زیادہ کی طرف سے لکھے ہوئے تھے۔ پھر دو دن کے بعد اہل کوفہ نے ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبد اللہ کے ہاتھ یہ خط حضرت امام کی خدمت میں ارسال کیا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم این عریضہ ایست بخدمت حسین بن علی از شیعان و فدویان و مخلصان آنحضرت اما بعد بزودی خود را بدوستان و ہوا خواہان خود برساں کہ ہمہ مردم ایں ولایت منتظر قدوم مسرت لزوم تواند و بسوئے غیر تو رغبت نمے نمائند۔ البتہ البتہ بہ تعجیل تمام خود را باین مشتاقان ستہام برساں والسلام خیر ختام (جلاء العیون) بعد ازاں شیث بن ربعی اور حجار بن ابجر اور یزید بن حارث اور عروہ بن قیس اور عمرو بن حجاج اور محمد بن عمرو نے بدین مضمون ایک اور خط لکھا۔ اما بعد صحراہا سبزہ شدہ و میوہ ہا رسیدہ اگر باین صوب تشریف آوری۔ لشکر ہائے تو مہیا و حاضر اند و شب و روز انتظار مقدم شریف تو مے برند (جلاء العیون) ایسے خط حضرت امام کے پاس پہنچتے تھے۔ مگر آپ جواب نہ دیتے تھے۔ یہانتک کہ ایک روز کوفیوں کی طرف سے چھ سو خط پہنچے جب بہت سے قاصد اور بارہ ہزار خطوط حضرت کی خدمت میں پہنچ چکے۔ تو آپ نے انکے آخری خط کے جواب میں یوں لکھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

این نامہ ایست از حسین بن علی بسوئے گروہ مومناں و مسلمانان و شیعاں اما بعد بدرستیکہ ہانی و سعید نامہ از شما آوروند بعد از رسیدن بسیار و مکاتیب بے شمار کہ از شما بمن رسیدہ بود و بر مضامین ہمہ اطلاع بہم رسانیدم و در جمیع نامہا نوشتہ بودید کہ ما امامے نداریم۔ بزودی بیا نزد ما۔ شاید کہ حق تعالیٰ ما را بہ برکت تو بر حق و ہدایت مجتمع گرداند اینک مے فرستم بسوئے شما برادر و پسر عم و محل اعتماد خود پسر عقیل را۔ پس اگر بنویسد بسوئے من کہ مجتمع شدہ است رائے عقلاء و دانایان و اشراف و بزرگان شما برانچہ در نامہا درج کردہ بودید انشاء اللہ بزودی بسوئے شما مے آیم پس بجان خود سوگند یاد مے کنم کہ امامے نیست مگر کسیکہ حکم کند در میان مردم بکتاب خدا و قیام نماید در میان مردم بعدالت و قدم از جادۂ شریعت مقدسہ بیرون نگذارد و مردم را بر دین حق مستقیم بدارد والسلام (جلاء العیون) اس طرح امام حسینؓ نے پہلے اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ مسلم کوفہ میں تاہیج کر مشہور کذاب مختار ثقفی کے ہاں اترا۔ اور امام کا خط اہل کوفہ کو سنایا۔ اس خط کو سن کر اہل کوفہ روتے اور بیعت کرتے جاتے تھے یہاں تک کہ مسلم کے ہاتھ پر اٹھارہ ہزار اور بنا بر روایت دیگر بارہ ہزار نے بیعت کی۔ مسلم نے یہ خوش گوار حالات امام کو لکھے اور ان سے کوفہ آنے کی درخواست کی۔ حضرت امام یہ خط پڑھ کر عرفہ کے روز مکہ سے روانہ ہوئے ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ اور ابن زبیر وغیرہ ہوا خواہوں نے ہر چند آپ کو کوفہ جانے سے روکا۔ مگر آپ نے کسی کی نہ سنی اور بال بچوں سمیت روانہ ہو گئے جب آپ کوفہ کے نواح میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ کوفیوں نے عرفہ کے دن مسلم کو شہید کر دیا۔ یہ سن کر امام نے واپس ہونے کا ارادہ کیا۔ مگر مسلم کے اقربا انتقام کے خیال سے نہ مانے۔ لہذا امام با دل ناخواستہ آگے کو روانہ ہوئے آپ کے ساتھی ساتھ چھوڑتے گئے۔ قصہ کوتاہ آپ قطع منازل کر کے کربلا میں اترے۔ ابن زیاد حاکم کوفہ نے عمر بن سعد کو ایک لشکر جرار کے ساتھ امام کے مقابلہ میں بھیجا۔ عمر مذکور نے پہلے مصالحت کے لیے بہت کوشش کی۔ مگر شمر نے صلح نہ ہونے دی۔ آخر کار ہوا جو ہوا۔ امام کا لشکر ۳۲ سوار اور ۴۰ پیادے تھے اور بروایت دیگر ۸۲ پیادے تھے۔ امام محمد باقر سے منقول ہے کہ ۴۵ سوار اور ۱۰۰ پیادے تھے۔ اور لشکر مخالف بقول مشہور بائیس ہزار اور بقول امام جعفر صادق تیس ہزار تھا۔ (جلاء العیون) جب بتاریخ ۱۰ ماہ محرم ۶۱ھ امام کو لشکر مخالف نے گھیر لیا۔ تو آپ نے ان سے خطاب کیا جو کتاب الاحتجاج ص۱۴۵ میں یوں مذکور ہے عن مصعب بن عبد اللہ قال لما استکف الناس بالحسین رکب فرسہ واستنصت الناس ثم حمد اللہ واثنی علیہ ثم قال تبا لکم ایتہا الجماعۃ وترحا وبؤسا لکم وتعسا حین استصرختمونا ولہین فاصرخناکم موجفین فشحذتم

علینا سیفا کان فی ایدینا وحششتم علینا نارا اضرمناها علی عدو کم وعدونا فاصبحتم الباً علی اولیائکم ویداً علی اعدائکم من غیر عدل افشوہ فیکم ولا امل اصبح لکم فیہم ولا ذنب کان منا فیکم فہلا لکم الویلات اذا کرھتمونا والسیف مشیم والجاش طامن والرای لم تستحصف ولکنکم استسرعتم الی بیعتنا کطیرۃ الدبا وتہافتتم الیہا کتہافت الفراش ثم نقضتموھا سفہا وضلۃ بعدا وسحقا لطواغیت ھذہ الامۃ وبقیۃ الاحزاب الخ۔ ترجمہ مصعب بن عبداللہ کا بیان ہے کہ جب لوگوں نے امام حسین کو گھیر لیا۔ توآپ گھوڑے پر سوار ہوئے اور لوگوں کو چپ کرایا۔ پھر خدا کی حمد و ثنا کی۔ ابعد ازاں فرمایا۔ اے گروہ تمہارے واسطے ہلاکی ہو۔ اور تمہاری واسطے سختی و بلاو بدی ہو۔ جس وقت تم نے سرگشتہ و خوف زدہ ہو کر ہم سے فریاد کی ہم مضطرب ہو کر تمہاری فریاد کو پہنچے۔ پس تم نے وہ تلوار جو ہمارے ہاتھ میں تھی ہم ہی پر تیز کی۔ اور وہ آگ جو ہم نے اپنے اور تمہارے دشمنوں کے لیے روشن کی تھی وہ تم نے ہم ہی پر روشن کی۔ تم اپنے دوستوں کے خلاف ظلم و عداوت پر متفق ہو گئے۔ اور اپنے دشمنوں کے مددگار بن گئے۔ حالانکہ انہوں نے تم میں کوئی عدل شائع نہیں کیا۔ اور نہ تم کو ان سے کوئی امید ہے۔ اور ہم نے تمہارا کوئی گناہ نہیں کیا۔ پس تم پر سختیاں اور مصیبتیں کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ تم نے ہم کو مجبور کیا حالانکہ تلوار میان میں تھی۔ اور لوگوں کے دل مطمئن تھے۔ اور رائے گانٹھی گئی نہ تھی۔ مگر تم نے چیونٹیوں کی طرح ہماری بیعت کی طرف جلدی کی۔ اور پروانوں کی طرح اس کی طرف دوڑے۔ پھر تم نے نادانی اور گمراہی سے بیعت کو توڑ دیا۔ دوری ہو اس امت کے بڑے شیطانوں اور باقی گروہوں کے لیے الخ۔ کوفیوں پر اس تقریر کا کچھ اثر نہ ہوا۔ آخر لڑائی شروع ہو گئی۔ حضرت امام کے ۷۲ ہمراہی یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے۔ پھر آپکی باری آئی آپ نے خوب داد شجاعت دی دشمنوں نے چاروں طرف سے آپکو گھیرا ہوا تھا۔ صالح بن وہب مزنی نے عقب سے آکر آپکے پہلو مبارک پر نیزہ مارا جس سے آپ پہلو کے بل گر پڑے اعدا نے پے در پے اور زخم لگائے۔ اور آپ کو منہ کے بل گرا دیا۔ سنان بن انس نے آپکا سر مبارک جدا کر دیا۔ ایک قول یہ بھی ہے۔ کہ شمر نے تلوار کے گیارہ ضربوں سے آپکا سر جدا کر دیا۔ (جنات الخلود) یہ یاد رہے کہ لشکر مخالف میں سب کوفی تھے۔ کوئی شامی و حجازی نہ تھا۔ (ناسخ التواریخ) کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ صفحہ ۱۷۶ میں اس واقعہ کو نہایت اختصار کے ساتھ بدیں الفاظ بیان کیا ہے فلما مات معاویۃ وانقضت مدۃ الہدنۃ التی کانت تمنع الحسین بن علی علیہما السلام من الدعوۃ الی نفسہ اظہر امرہ

بحسب الامکان وابان عن حقه للجاهلین به حالا بحال الی ان اجتمع له فی الظاهر الانصار فدعا علیه السلام الی الجهاد وشمر للقتال وتوجه بولده واهل بیته من حرم الله وحرم رسوله صلی الله علیه واله وسلم نحو العراق للاستنصار بمن دعاه من شیعته علی الاعداء وقدم امامه ابن عمه مسلم بن عقیل رضی الله تعالی عنه وارضاه للدعوة الی الله والبیعة له فبایعه اهل الکوفة علی ذلک وعاهدوه وضمنوا له النصرة والنصیحة ووثقوا له فی ذلک وعاقدوه ثم لم تطل المدة بهم حتی نکثوا بیعته وخذلوه واسلموه وقتل بینهم ولم یمنعوه وخرجوا الی الحسین علیه السلام فحصروه ومنعوه المسیر فی بلاد الله واضطروه الی حیث لا یجد ناصرا ولا مهربا منهم وحالوا بینه وبین ماء الفرات حتی تمکنوا منه وقتلوه فمضی علیه السلام ظمآنا مجاهدا صابرا محتسبا مظلوما قد نکثت بیعته وانتهکت حرمته ولم یوف له بعهد ولا رعیت فیه ذمة عقد شهیدا علی ما مضی علیه ابوه واخوه علیهما السلام والصلوٰة والرحمة

ترجمہ جب معاویہ نے وفات پائی۔ اور صلح کی مدت گذر گئی جو حسین بن علی علیہما السلام کو اپنی طرف دعوت سے روکتی تھی۔ تو آپ نے حتی الامکان اپنا امر ظاہر کیا اور ناواقفوں کو اپنا حق بتدریج کھول کر بتایا۔ یہانتک کہ ظاہر میں آپکے پاس مددگار جمع ہو گئے پھر آپ نے جہاد کی دعوت دی اور لڑائی کے لیے تیار ہو گئے۔ اور اپنی اولاد و اہلبیت کو لے کر حرمین شریفین سے عراق کیطرف متوجہ ہوئے تاکہ آپ اپنے شیعوں سے جنہوں نے آپکو بلایا تھا۔ دشمنوں کے خلاف مدد لیں۔ اور آپنے اپنے آگے اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ کو بھیجا تاکہ وہ اللہ کیطرف بلائے اور آپکے لیے بیعت لے پس اہل کوفہ نے اس بات پر مسلم کی بیعت کی اور اُس سے معاہدہ کیا اور اُس کی نصرت و خیر خواہی کا اقرار کیا اور اس بارے میں اس سے عہد و پیمان کیا۔ پھر کچھ زیادہ عرصہ نہ گذرا کہ انہوں نے مسلم کی بیعت توڑ دی۔ اُسکی مدد نہ کی۔ اور اُسکا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ اُنکے درمیان قتل ہوا۔ مگر اُنہوں نے اُسے نہ بچایا۔ اور وہ امام حسین علیہ السلام کیطرف نکلے آپکی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپکو خدا کے شہروں میں چلا جانے سے روکا۔ اور تنگ کر کے آپکو اس جگہ لے گئے۔ جہاں آپکا کوئی یار و یاور نہ تھا۔ اور نہ اُن سے گریز کی کوئی صورت تھی۔ وہ فرات کے پانی اور آپکے درمیان حائل ہو گئے۔ یہانتک کہ انہوں نے آپ پر قابو پالیا اور قتل کر ڈالا۔ اس طرح آپ تشنہ مجاہد صابر راہ خدا میں ثابت مظلوم دنیا سے رخصت ہوئے اور آپکی بیعت توڑی گئی۔ آپکی بے حرمتی کی گئی۔ آپکے عہد و پیمان کا لحاظ نہ رکھا گیا۔ آپ اپنے والد

اور بھائی علیہما السلام والصلوۃ والرحمہ کی طرح شہید مرے۔ انتہیٰ

بیان بالا سے صاف ظاہر ہے۔ کہ کربلا کے واقعہ ہوش ربا کے اصل مجرم اہل کوفہ ہیں۔ جنہوں نے دغا سے امام کو بلایا۔ اور پھر آپ ہی شہید کر دیا۔ مگر یہ اہل کوفہ کون تھے۔ جواب میں گذارش ہے کہ سب کے سب شیعہ تھے۔ جیسا کہ مندرجہ بالا دعوتی خطوط اور اقتباسات ظاہر کر رہے ہیں علاوہ ازیں امام کے پاس حسب عقیدہ شیعیاں ایک رجسٹر تھا۔ جس میں انکے شیعہ تا قیامت کے نام درج تھے۔ ناظرین یہ خیال نہ فرمائیں کہ وہ معمولی شیعہ تھے۔ نہیں بلکہ چوٹی کے متقی مومن تھے۔ چنانچہ شیعہ کا مستند المحدثین ابو جعفر محمد بن حسن بن فروخ صفار (متوفی سنہ ۲۹۰ھ) لکھتا ہے احمد بن محمد عن الحسن بن علی بن فضال عن المفضل بن صالح عن محمد الحلبی عن ابی عبد اللہ ع قال ان اللہ عرض ولایتنا علی اہل الامصار فلم یقبلھا الا اہل الکوفۃ بصائر الدرجات مطبوعہ ایران ۱۲۸۵ھ جزو ثانی باب عاشر ترجمہ بحذف اسناد۔ امام جعفر صادق کا قول ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہماری ولایت شہروں کے باشندوں پر پیش کی۔ پس سوائے اہل کوفہ کے کسی نے اسے قبول نہ کیا انتہے بصائر الدرجات ہی میں اسی باب میں ہے حدثنا یعقوب ابن یزید عن ابن سنان عن عتیبۃ بیاع القصب عن ابی بصیر قال سمعت ابا عبد اللہ ع یقول ان ولایتنا عرض علی السموت والارض والجبال والامصار ما قبلھا قبول اہل الکوفۃ ترجمہ بحذف اسناد۔ امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ ہماری ولایت آسمانوں زمین پہاڑوں اور شہروں پر پیش کی گئی مگر کسی نے اسے قبول نہ کیا جیسا کہ اہل کوفہ نے کیا انتہے۔

اور سنئے شیعہ کا شیخ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی لکھتا ہے عن عبد اللہ الولید الکندی قال دخلنا علی ابی عبد اللہ علیہ السلام فی زمن مروان فقال من انتم فقلنا من اہل الکوفۃ فقال ما من البلدان اکثر محبا لنا من اہل الکوفۃ ولا سیما ھذہ العصابۃ ان اللہ جل ذکرہ ھدٰکم لامر جھلہ الناس واحببتمونا وابغضنا الناس واتبعتمونا وخالفنا الناس وصدقتمونا وکذبنا الناس فاحیاکم اللہ محیانا واماتکم مماتنا الحدیث (کتاب الروضۃ ص۳۹) ترجمہ عبد اللہ بن ولید کندی کا بیان ہے کہ مروان کے زمانہ میں ہم امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے پوچھا تم کون ہو ہم نے جواب دیا کہ اہل کوفہ میں سے ہیں۔ اس پر امام نے فرمایا کہ شہروں میں سے کوئی شہر ایسا نہیں جہاں کے باشندے اہل کوفہ بالخصوص اس گروہ سے بڑھ کر ہمارے محب ہوں۔ بتحقیق اللہ جل ذکرہ نے تم کو اس امر کی طرف رہنمائی کی۔ جس سے لوگ ناواقف ہیں۔ تم نے ہم سے محبت کی۔ اور لوگوں نے دشمنی کی۔ تم نے ہمارا اتباع کیا اور لوگوں نے ہماری مخالفت کی۔ تم نے ہماری تصدیق کی۔ اور

لوگوں نے ہماری تکذیب کی اللہ تم کو ہماری طرح زندہ رکھے۔ اور ہماری موت مارے الحدیث انتہے۔ اس روایت
کو نقل کر کے شیعہ کا شہید ثالث مجالس المومنین میں فدک کے حال میں لکھتا ہے۔ بالجملہ تشیع اہل کوفہ حاجت
اقامت دلیل ندارد۔ و سنی بودن کوفی الاصل خلاف اصل و محتاج دلیل ست اگرچہ ابو حنیفہ کوفی باشد۔
یعنے حاصل کلام یہ کہ اہل کوفہ کے شیعہ ہوتے پر دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور کوفی کا سنی ہونا
خلاف اصل اور دلیل کا محتاج ہے خواہ ابو حنیفہ کوفی ہو۔ انتہے۔ تشیع بھی عجیب چیز ہے۔ ائمہ اہلبیت
کی نافرمانی کریں۔ نقل آل محمد کو قتل کر ڈالیں۔ اس پر بھی محب اہل بیت کہلائیں۔
شیعوں نے شہدائے کربلا کی تذلیل و توہین کا سلسلہ ابتک جاری رکھا ہے ان کے حالات کی نقلیں
ناٹک اور سوانگ کے انداز پر بنا کر باجوں اور کھیل تماشوں کے ساتھ بازاروں اور گلی کوچوں میں
پھراتے ہیں۔ اور واقعات شہادت کے متعلق زیادہ تر جھوٹے اور محض بے اصل مرثیے بنا کر موافقین
و مخالفین کو بیہودہ طریق پر سناتے ہیں۔ اہلبیت کے گستاخانہ طور پر نام لے کر اس قسم کے مضامین
بیان کیے جاتے ہیں۔ کہ یزیدیان اشرار نے انکو اس ذلت و خواری کے ساتھ قتل کیا۔ اور عورتوں
نے سر کے بال نوچ ڈالے۔ اور سر و سینہ پیٹ ڈالا۔ اور کپڑے پھاڑ کر خیمہ سے باہر نکل آئیں۔ اور
اس طرح پر انہوں نے بین کیے۔ ایسے افعال کے جواز میں روایتیں تراشی جاتی ہیں۔ چنانچہ امام جعفر صادق
کی طرف یہ قول منسوب کیا جاتا ہے وقد شققن الجیوب ولطمن الخدود الفاطمیات علی الحسین
ابن علی علیہ السلام وعلی مثلہ تلطم الخدود وتشق الجیوب (تہذیب الاحکام مطبوعہ ایران مجلد
ثانی صفحہ ۲۸۳) یعنے دختران علی و فاطمہ نے حسین بن علی علیہ السلام پر اپنے گریبان پھاڑ ڈالے اور رخسار
پیٹ ڈالے۔ اور حسین جیسے پر رخسارے پیٹے جاتے ہیں۔ اور گریبان پھاڑے جاتے ہیں انتہے۔
مولوی حاجی محمد رحیم اللہ بنوری لکھتے ہیں کہ شیعان عزادار مدعیان محبت اہل بیت اطہار کی محبت کی آڑ میں ہر
سال نہ معلوم کے باران دا ہلبیت کی انتہا درجہ کی تذلیل و اہانت کرتے رہتے ہیں پھر اس پر مدعی محبت
اہلبیت بن کر ہر وقت جنت کے دعویدار بنے رہتے ہیں۔ بلکہ شیعوں کی کتابوں سے یہ بات ثابت ہوتی
کہ یزید جو تمام بدینوں کا سردار اور انکے نزدیک قطعاً جہنمی تھا جس پر لعنت کیے بغیر انکے اعتقاد میں
کسی شیعہ کو ہرگز جنت مل ہی نہیں سکتی اس بیدین نے بھی اہلبیت سید العالمین کی اس درجہ توہین
و تذلیل گوارا نہیں کی۔ چنانچہ حق الیقین میں اسکے متعلق ایک یہ روایت لکھی ہے کہ جسوقت یزید پلید
اسیران اہل بیت اخیار کو شہر دمشق میں جو یزید کا پایہ تخت تھا لے گئے اور امام عالی مقام کے سر مبارک
کو شمر نے یزید کے سامنے پیش کر کے اس حرکت سراپا ملام سے اپنے نزدیک اسکے انعام و اکرام کا اپنے

استحقاق ثابت کیا۔ تو اس وقت یزید نے جو اپنے حاضرین دولت کے ساتھ دربار میں بیٹھا ہوا تھا نہایت غصہ ہوکر اُس سے یہ کہا کہ اے ملعون میں نے تجھ کو کب یہ حکم دیا تھا کہ تو ان کو قتل کر دینا۔ بلکہ میرا حکم تو یہ تھا کہ تو انکو اپنی حراست میں یہاں لے آنا۔ میں بحفاظت تمام ان کو نظر بند کر کے رکھونگا۔ اور یہ کہہ کر تلوار کھینچ کر اس کے قتل کرنے کو اٹھا۔ لیکن حاضرین دربار نے بمنت و سماجت اس نابکار کا قصور معاف کرا دیا۔ پھر اسکے بعد یزید نے جملہ متعلقین شہدائے کربلا کو اپنے محلسرای خاص میں ٹھیرایا۔ اور دونوں وقت اپنے دسترخوان خاص پر ان کو کھانا کھلوایا کرتا۔ اور انکی تشفی اور تسکین اور اپنے لشکریوں کی بیجا حرکت پر اظہار ندامت کرتا رہتا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد جب اہلبیت پاک نے وہاں سے مدینہ منورہ کیطرف مراجعت کا قصد فرمایا تب اس نے روپیہ اور اشرفیاں اُنکی نذر کیں۔ اور سواریوں کو آراستہ کر کے اپنر انکو سوار کرایا۔ اور اپنی فوج کے کچھ آدمیوں کو انکے ہمرکاب کر کے یہ حکم دیا۔ کہ دیکھو ان حضرات کو نہایت حفاظت کے ساتھ وہاں پہنچا دینا۔ خبردار راستہ میں انکو کچھ تکلیف نہ ہونے پائے۔ اس قصہ کے بیان کرنے کے بعد اس اہل کتاب نے اسکے متعلق اپنی یہ رائے ظاہر کی ہے۔ کہ یہ صرف یزید کی مکاری وریاکاری تھی۔ ورنہ وہ اپنے دل میں اس معاملہ سے جو ہوا تھا بہت خوش تھا۔ حالانکہ یہ بات ظاہر ہے۔ کہ اس وقت اس کو ریاکاری و مکاری کے اظہار کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ جو کچھ ہوتا تھا وہ ہو ہی چکا تھا۔ اور اس کی حکومت کا سکہ اسکے تمام قلمرو میں موفقین و مخالفین کے دلوں پر بیٹھا ہوا تھا۔ دوسرے اگر وہ اس قسم کے معاملات میں ریاکاری و ظاہرداری کا یہ تقاضائے مصلحت برتاؤ کرتا تو اس نمونہ قیامت کے پیش آنے کی نوبت ہی کاہے کو پیش آتی جسکی وجہ سے شیعان مؤمنین کو دونوں ہاتھوں سے دنیا و دین کے کمانے کا اچھا مشغلہ ہاتھ لگ گیا ہے۔ جس کے مقابلہ میں کوئی شغل خوش نہیں معلوم ہوتا۔ تیسرے یہ ہے کہ دل کا حال علام الغیوب کے سوا یقیناً کسی کو معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور اگر کسی کو اس امر کا دعوی ہو یا بالفرض اُس کو کسی ذریعہ سے معلوم بھی ہو جائے تو اس کا دعوے یا علم کسی دوسرے پر حجت نہیں ہوتا۔ نہ اس پر کوئی شرعی حکم مرتب ہو سکتا ہے۔ حجت شرعی تو وہی علم ہے جو انبیائے کرام کو وحی کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے انتہے بلفظہ (ابطال اصول الشیعہ مطبوعہ مطبع مشرق العلوم بجنور صفحہ ۲۶۶ و صفحہ ۲۶۷) ہم ناظرین کو یہاں زیادہ ٹھیرانا نہیں چاہتے۔ کیونکہ امامیہ اثنا عشریہ کے دیگر ائمہ کی نسبت بھی ہمیں بطریق اختصار کچھ نہ کچھ عرض کرنا ہے۔

امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محمد بن یعقوب کلینی بروایت امام باقرؒ لکھتا ہے کہ ایک دفعہ یزید بن معاویہ حج کو جاتے ہوئے مدینہ منورہ میں داخل ہوا۔ اس نے ایک قریشی کو بلا کر پوچھا کہ کیا تو اقرار کرتا ہے کہ تو میرا غلام ہے۔ میں اگر چاہوں تجھے بیچ ڈالوں اور چاہوں تو بطور غلام تجھے اپنے پاس رکھوں۔ قریشی نے جواب دیا۔ اے یزید خدا کی قسم تو قریش میں بلحاظ حسب مجھ سے بزرگ نہیں۔ نہ تیرا باپ جاہلیت و اسلام میں میرے باپ سے افضل تھا۔ نہ تو دین میں مجھ سے افضل و بہتر ہے۔ لہذا میں تیری غلامی کا کس طرح اقرار کروں۔ یزید نے اس سے کہا خدا کی قسم اگر تو اقرار نہ کریگا تو میں تجھے قتل کر دونگا۔ وہ بولا تیرا مجھ کو قتل کرنا امام حسینؑ کے قتل سے بڑھ کر نہیں ہے۔ یہ سن کر یزید نے اسکو قتل کرا دیا۔ بعد ازاں امام زین العابدین کو بلا کر انسے وہی کہا جو قریشی سے کہا تھا۔ امام زین العابدین نے کہا یہ تو بتا کہ اگر میں اقرار نہ کروں تو کیا میرے ساتھ بھی کل والے قریشی کا سا سلوک کیا جائیگا۔ یزید نے کہا کہ ہاں۔ اس وقت امام نے فرمایا قد اقررت لك بما سألت انا عبد مكره لك فان شئت فامسك وان شئت فبع کتاب الروضہ ص۱۱۵ یعنے جو تو طلب کرتا ہے میں اس کا اقرار کرتا ہوں میں آپکا غلام مجبور ہوں۔ اگر چاہیں اپنے پاس رکھیں اور چاہیں تو بیچ دیں لیتے۔ غور کا مقام ہے کہ امام سجاد زین العباد ان ہی امام عالی مقام کے تو فرزند ارجمند تھے۔ جنہوں نے بیعت نہ کرنے کی بنا پر اپنی اور اپنے اہلبیت کی جان قربان کر دی۔ انسے یزید کی غلامی کا اقرار صرف اپنی اکیلی جان کی خاطر کب متصور ہو سکتا ہے۔ مزید برین آنکہ ایک عام قریشی امام خاص سے سبقت لے گیا۔ قریشی نے تو حق بات کہنے کی وجہ سے اپنی جان دیدی۔ مگر امام نے اپنے والد بزرگوار کے خلاف اپنی جان کو مقدم رکھا۔ اور حق الامر کو چھپایا۔ ایسی روائتیں صرف تذلیل اہل بیت کے لئے گھڑ لی گئی ہیں۔

شیعہ اثنا عشریہ کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ بارہ اماموں کے سوا اگر کوئی اور شخص خواہ علوی فاطمی ہو امامت کا دعوے کرے وہ کافر ہے قیامت کو اسکا منہ کالا ہوگا۔ دیکھو روایات ذیل۔

(۱) عن سودة بن كليب عن ابی جعفر علیہ السلام قال قلت قول الله عز وجل ويوم القيمة ترى الذين كذبوا على الله وجوههم مسودة قال من قال انی امام وليس بامام قال قلت وان كان علويا قال وان كان علويا قلت وان كان من ولد علی بن ابی طالب علیہ السلام قال وان كان اصول کافی ص۲۳۵ ترجمہ سورہ بن کلیب سے روایت ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ

السلام سے عرض کیا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے "اور قیامت کے دن تو دیکھے گا ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ پر جھوٹ بولا کہ انکے منہ کالے ہیں" (سورہ زمر ع) امام نے فرمایا کہ مراد وہ شخص ہے جو کہے کہ میں امام ہوں حالانکہ وہ امام نہیں۔ راوی کا قول ہے کہ میں نے عرض کیا خواہ کہنے والا علوی ہو۔ فرمایا خواہ علوی ہو۔ میں نے عرض کیا۔ خواہ علی بن ابی طالب علیہ السلام کی اولاد سے ہو۔ فرمایا خواہ اولاد علی علیہ السلام سے ہو۔ انتہے۔

(۲) عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال من ادعی الامامۃ ولیس من اھلھا فھو کافر (اصول کافی ص۲۳۶) یعنے امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص امامت کا دعوی کرے۔ اور امامت کا اہل نہو وہ کافر ہے۔ انتہے

(۳) عن الحسن المختار قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام جعلت فداك ویوم القیمۃ تری الذین کذبوا علی اللہ قال کل من زعم انہ امام ولیس بامام قلت وان کان فاطمیا علویا قال وان کان فاطمیا علویا (اصول کافی ص۲۳۶) یعنے حسین بن مختار سے روایت ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے عرض کی۔ میں آپ پر فدا ہو جاؤں اللہ تعالے فرماتا ہے۔ اور قیامت کے دن تو دیکھے گا ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ پر جھوٹ بولا"۔ امام نے فرمایا کہ مراد وہ شخص ہے جو کہتا ہے کہ میں امام ہوں حالانکہ وہ امام نہیں۔ میں نے عرض کی خواہ وہ فاطمی علوی ہو۔ فرمایا خواہ فاطمی علوی ہو انتہے۔

(۴) عن ابن ابی یعفور عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سمعتہ یقول ثلثۃ لایکلمھم اللہ یوم القیمۃ ولا یزکیھم ولھم عذاب الیم من ادعی امامۃ من اللہ لیست لہ ومن جحد اماما من اللہ ومن زعم ان لھما فی الاسلام نصیب (اصول کافی ص۲۳۶) ترجمہ ابن ابی یعفور کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو سنا کہ فرما رہے تھے۔ قیامت کے دن اللہ تین شخصوں سے کلام نہ کریگا۔ اور نہ ان کو پاک کریگا۔ اور انکے لیے عذاب دردناک ہوگا۔ جس نے اللہ کی طرف سے امامت کا دعوی کیا جو اُسکا حق نہیں۔ اور جس نے اللہ کیطرف سے کسی امام کا انکار کیا۔ اور جس نے کہا کہ دو قسم اول کو اسلام میں حصہ ہے۔ انتہے

شیعہ کا شیخ صدوق اپنے رسالہ اعتقادات باب الاعتقاد فی الظالمین میں لکھتا ہے فمن ادعی الامامۃ وھو غیر امام فھو الظالم الملعون ومن وضع الامامۃ فی غیر اھلھا فھو ظالم ملعون واعتقادنا فیمن جحد امامۃ امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب والائمۃ من بعدہ انہ کمن جحد نبوۃ جمیع الانبیاء واعتقادنا فیمن اقر بامیر المؤمنین وانکر واحدا من بعدہ

الائمة انه بمنزلة من اقر بجميع الانبياء وانکر نبوة نبینا محمد ؐ وقال الصادق ؑ المنکر لاخرنا کالمنکر لاولنا وقال النبی الائمة من بعدی اثنا عشر اولهم امیر المومنین علی بن ابی طالب و اخرهم المهدی القائم طاعتهم طاعتی ومعصیتهم معصیتی من انکر واحدا منهم فقد انکرنی و قال الصادق من شك فی کفر اعدائنا والظالمین لنا فهو کافر ترجمہ جس شخص نے امامت کا دعوے کیا حالانکہ وہ امام نہیں۔ وہ ظالم ملعون ہے۔ اور جس شخص نے امامت کو نا اہل میں قرار دیا وہ ظالم ملعون ہے۔ جو شخص امیر المومنین علی بن ابی طالب اور ائمہ مابعد کا انکار کرے اُسکی نسبت ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ وہ شخص اس شخص کی مانند ہے۔ جو تمام پیغمبروں کا انکار کرے۔ اور جو شخص امیر المومنین کا اقرار کرے اور آپ کے بعد کے ائمہ میں سے کسی کا انکار کرے اُسکی نسبت ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ وہ اس شخص کی مانند ہے جو تمام پیغمبروں کا اقرار کرے اور ہمارے پیغمبر حضرت محمد ؐ کا انکار کرے۔ امام صادق کا قول ہے کہ ہمارے اخیر امام کا انکار ہمارے اول امام کے انکار کی مانند ہے۔ اور نبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد بارہ امام ہونگے سب سے پہلے امیر المومنین علی بن ابی طالب اور سب سے اخیر مہدی قائم ہونگے۔ ان بارہ اماموں کی طاعت میری طاعت اور انکی معصیت میری معصیت ہے۔ جس شخص نے ان بارہ میں سے ایک کا انکار کیا۔ اس نے میرا انکار کیا۔ اور امام صادق کا قول ہے کہ جس شخص نے ہمارے دشمنوں اور ظالموں کے کافر ہونے میں شک کیا وہ کافر ہے انتہی۔

اوراق لاحقہ میں ناظرین دیکھیں گے۔ کہ امامیہ اثنا عشریہ کے اس عقیدہ کے رو سے العیاذ باللہ کیسے کیسے بزرگ روسیاہ جہنمی ٹھیرتے ہیں۔ شیعہ کا علامہ ملا خلیل قزوینی اصول کافی کی روایت نمبر (۱) جو مندرجہ بالا کی شرح میں لکھتا ہے۔ مراد بعلوی فرزند علی ست مطلقا و مراد بولد فرزندان بیواسطہ است مثل محمد بن الحنفیہ۔ یعنے علوی سے مراد مطلقا فرزند علی ہے اور ولد علی سے مراد علی کے بے واسطہ فرزند ہیں۔ جیسا محمد بن حنفیہ انتہے۔ علامہ موصوف نے محمد بن حنفیہ کی مثال دی ہے۔ ہم ذیل میں اُن ہی کا قصہ پیش کرتے ہیں۔ جسے شیعہ کے شیخ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی نے یوں بیان کیا ہے عن ابی جعفر علیہ السلام قال لما قتل الحسین علیہ السلام ارسل محمد ابن الحنفیة الی علی بن الحسین علیہ السلام فخلا بہ فقال لہ یا بن اخی قد علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دفع الوصیة والامامة من بعدہ الی امیر المومنین علیہ السلام ثم الی الحسن ثم الی الحسین علیہما السلام وقد قتل ابوك رضی اللہ عنہ وصلی علی روحہ ولم یوص وانا عمك وصنو ابیك وولادتی من علی علیہ السلام من فی سنی وقدمی احق بہا منك فی حداثتك

فلا تنازعنی فی الوصیۃ والامامۃ ولا تحاجنی فقال لہ علی ابن الحسین علیہما السلام یا عم اتق اللہ ولا تدع ما لیس لک بحق انی اعظک ان تکون من الجاہلین ان ابی یا عم صلوات اللہ علیہ و سلامہ اوصی الی قبل ان یتوجہ الی العراق وعہد الی فی ذلک قبل ان یستشہد بساعۃ وہذا سلاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم عندی فلا تتعرض لہذا فانی اخاف علیک نقص العمر وتشتت الحال ان اللہ عزوجل جعل الوصیۃ والامامۃ فی عقب الحسین علیہ السلام فاذا اردت ان تعلم ذلک فانطلق بنا الی الحجر الاسود حتی نتحاکم الیہ ونسألہ عن ذلک قال ابو جعفر علیہ السلام وکان الکلام بینہما بمکۃ فانطلقا حتی اتیا الحجر الاسود فقال علی بن الحسین علیہ السلام لمحمد بن الحنفیۃ ابدأ انت فابتہل الی اللہ عزوجل وسلہ ان ینطق لک الحجر ثم سل فابتہل محمد بن الحنفیۃ فی الدعاء وسأل اللہ تعالی ثم دعا الحجر فلم یجبہ فقال علی الحسین علیہ السلام یا عم لو کنت وصیا واماما لاجابک قال لہ محمد فادع اللہ انت یا ابن اخی وسلہ فدعا اللہ علی بن الحسین علیہ السلام بما اراد ثم قال اسئلک بالذی جعل فیک میثاق الانبیاء ومیثاق الاوصیاء ومیثاق الناس اجمعین لما اخبرتنا من الوصی والامام بعد الحسین ابن علی علیہم السلام قال فتحرک الحجر حتی کاد ان یزول عن موضعہ ثم انطقہ اللہ عزوجل بلسان عربی مبین فقال اللہم ان الوصیۃ والامامۃ بعد الحسین بن علی الی علی بن الحسین ابن فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قال فانصرف محمد بن علی وہو یتولی علی ابن الحسین علیہما السلام (اصول کافی ص۲۱۸ ترجمہ) امام محمد باقر علیہ السلام کا بیان ہے کہ جب امام حسینؑ شہید ہوئے تو محمد بن حنفیہ نے زین العابدین علی بن حسین علیہ السلام کو بلا بھیجا۔ اور اس سے خلوت میں کہا کہ اے میرے بھتیجے تجھے خوب معلوم ہے کہ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصی اور امام ہونے کا منصب اپنے بعد امیرالمومنین علیہ السلام کو پھر حسن۔ پھر حسین علیہما السلام کو دیدیا اور تیرے والد رضی اللہ عنہ وصلے علے روحہ قتل ہوئے اور انہوں نے کسی کو وصی نہ بنایا۔ میں تیرا چچا اور تیرے باپ کی مثل ہوں اور میری ولادت علی علیہ السلام سے ہے۔ میں بوجہ اپنی عمر اور شجاعت کے تجھ سے بسبب تیری نو عمری کے امامت کا زیادہ مستحق ہوں۔ اس لیے وصی و امام ہونے کے منصب کے لیے تو میرے ساتھ جھگڑا اور مباحثہ نہ کر علی بن حسین علیہما السلام نے اس سے کہا کہ اے میرے چچا اللہ سے ڈر اور اس چیز کا دعوی نہ کر جو تیرا حق نہیں۔ میں بطور نصیحت آپ کو اس سے منع کرتا ہوں کہ آپ جاہلوں سے بنیں۔ اے میرے چچا میرے والد صلوات اللہ علیہ نے عراق کی طرف

روانہ ہونے سے پہلے میرے واسطے وصیت کی۔ اور شہادت پانے سے ایک ساعت پہلے اس وصیت کی تاکید کی۔ یہ دیکھیے میرے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلاح ہے۔ لہٰذا آپ امامت کے جھگڑے میں نہ پڑیں۔ میں ڈرتا ہوں ایسے فعل سے آپکی عمر کم ہو جائیگی۔ اور آپکا حال پراگندہ ہو جائیگا۔ بیشک اللہ تعالیٰ کی منصب وصیت وامامت حسین علیہ السلام کی اولاد میں مقرر کیا ہے اور اگر آپ اس امر کو جاننا چاہتے ہیں۔ تو ہمارے ساتھ حجر اسود کے پاس چلیئے۔ تاکہ ہم اس سے فیصلہ کرائیں۔ اور اس بارے میں اس سے دریافت کریں۔ امام محمد باقر کا قول ہے کہ ہر دو کے مابین گفتگو مکہ میں ہوئی۔ پس وہ دونوں روانہ ہوئے یہانتک کہ حجر اسود کے پاس آئے۔ علی بن حسین علیہ السلام نے محمد بن حنفیہ سے کہا آپ شروع کریں۔ اور اللہ عزوجل سے تضرع کریں۔ اور خدا سے طلب کریں۔ کہ وہ آپ کے لیے حجر اسود کو گویا کردے۔ بعد ازاں آپ حجر اسود سے سوال کریں۔ لہٰذا محمد بن حنفیہ نے دعا میں تضرع کی اور اللہ تعالیٰ سے سوال کیا۔ بعد ازاں حجر اسود کو پکارا مگر اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ اس پر علی بن حسین علیہ السلام نے کہا۔ اے میرے چچا اگر آپ وصی وامام ہوتے تو البتہ وہ آپکو جواب دیتا محمد بن حنفیہ نے کہا اے میرے بھتیجے تو اللہ سے دعا کر اور اس سے سوال کر۔ پس علی بن حسین علیہ السلام نے اللہ سے اپنی مرلو کی دعا کی۔ بعد ازاں کہا میں تجھ سے اس ذات کے واسطے سوال کرتا ہوں جس نے تجھ میں انبیاء کا میثاق اور اصیاء کا میثاق اور تمام لوگوں کا میثاق رکھا ہے کہ تو ہم کو اتنا بتادے کہ حسین بن علی علیہ السلام کے بعد کون وصی وامام ہے۔ امام محمد باقر کا قول ہے کہ حجر اسود حرکت میں آیا یہانتک کہ قریب تھا کہ اپنی جگہ سے باہر ہو جائے بعد ازاں اللہ نے اس کو فصیح عربی زبان میں گویا کیا۔ اور وہ یوں بولا۔ خدایا وصی وامام ہونا حسین بن علیؑ کے بعد علی بن حسین بن فاطمہ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے۔ راوی کا قول ہے۔ پس محمد بن علی واپس آگیا۔ اور وہ علی بن حسین علیہ السلام کو دوست رکھتا تھا۔ انتہے۔ یہ محاکمہ بصائر الدرجات جزء عاشر باب سابع عشر۔ کشف الغمہ صفحہ ۲۰۸ کتاب الخرائج والجرائح للراوندی صفحہ ۲۷ اور کتاب الاحتجاج للطبرسی صفحہ ۱۶۲ میں بھی مذکور ہے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت امیر علیہ السلام کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ نے امامت کا دعوی کیا تھا۔ اور اس پر اتنا اصرار کیا تھا کہ محاکمہ کی نوبت پہنچی۔ شیعہ کا فرقہ جو محمد بن حنفیہ کی امامت کا قائل ہے کیسانیہ کہلاتا ہے کیسانیہ کہتے ہیں کہ حجر اسود نے محمد بن حنفیہ کے حق میں شہادت دی تھی۔ کیسانیہ میں کئی اختلاف ہیں۔ حیانیہ یعنے اصحاب حیان بن زید سراج کہتے ہیں کہ حضرت علی ابن ابی طالب کے بعد محمد بن حنفیہ امام تھے۔ باقی کہتے ہیں کہ وہ امام حسین کے بعد امام تھے

یہ مختاریہ یعنی اصحاب مختار ثقفی کہلاتے ہیں۔ پھر کیسانیہ میں محمدؑ بن حنفیہ کی حیات و موت میں اختلاف ہے۔ کربیہ یعنے اصحاب ابو کریب ضریر کہتے ہیں۔ کہ محمد بن حنفیہ اب تک زندہ ہیں۔ اور مہدی منتظر وہی ہیں۔ ہاشمیہ کہتے ہیں۔ کہ وہ وفات پا چکے اور ان کے بعد ان کے بیٹے ابو ہاشم امام تھے۔ ابو ہاشم کے بعد امامت میں اختلاف ہے۔ رزامیہ یعنے اصحاب رزام راعی ابو ہاشم کے بعد محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس کو امام سمجھتے ہیں۔ پھر محمد مذکور کے بعد ان کی اولاد میں تا منصور عباسی امامت کے قائل ہیں۔ بنانیہ ابو ہاشم کے بعد بنان بن سمعان نہدی کو امام جانتے ہیں۔ طیاریہ ابو ہاشم کے بعد عبد اللہ بن معاویہ بن عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب کو امام جانتے ہیں؛

امام محمدؑ باقر و امام جعفر صادق
رضی اللہ تعالےٰ عنہما

ان دونوں اماموں پر شیعہ کی خاص عنایت ہے۔ کیونکہ ان کے مذہب کی اکثر روائتیں ان ہی کی طرف منسوب ہیں۔ ہم ان کی نسبت ذیل میں صرف چند امور بطور مشتے نمونہ از خروارے پیش کرتے ہیں؛

(۱) عن زرارة بن اعین عن ابی جعفر قال سالته عن مسئلة فاجابنی ثم جاءه رجل فسالہ عنها فاجابه بخلاف ما اجابنی ثم جاء اخر فاجابه بخلاف ما اجابنی واجاب صاحبی فلما خرج الرجلان قلت یا ابن رسول اللہ رجلان من اهل العراق من شیعتکم قدما یسئلان فاجبت کل واحد منهما بغیر ما اجبت به صاحبه فقال یا زرارة ان هذا اخیر لنا وابقی لنا ولکم ولو اجتمعتم علی امر واحد لصدقکم الناس علینا ولکان اقل لبقائنا وبقائکم ثم قال قلت لابی عبد اللہؑ شیعتکم قال فاجابنی بمثل جواب ابیه (اصول کافی۔ کتاب العلم ۳۷) ترجمہ۔ زرارہ بن اعین کا بیان ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقرؑ سے ایک مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے مجھے جواب دیا۔ پھر آپ کی خدمت میں ایک اور شخص آیا۔ اس نے وہی مسئلہ آپ سے دریافت کیا۔ آپ نے اس کو میرے جواب کے خلاف جواب دیا۔ پھر ایک اور شخص آیا۔ آپ نے اس کو دونوں جوابوں کے خلاف

اور یہی جواب دیا۔ جب وہ دونوں شخص چلے گئے۔ میں نے عرض کی۔ کہ اے فرزند رسول صلے اللہ علیہ وآلہ یہ دونوں شخص عراق کے رہنے والے آپ کے قدیمی شیعوں میں سے ہیں وہ ایک مسئلہ آپ سے دریافت کرتے تھے۔ آپ نے ہر ایک کو دوسرے کے خلاف جواب دیا۔ امام نے فرمایا۔ زرارہ ہمارے حق میں یہی امر بہتر ہے۔ اور اسی میں ہماری تمہاری بقا زیادہ ہے۔ اگر تم ایک بات پر متفق ہو جاؤ۔ تو لوگ تم کو ہمارے خلاف پھیر دیں گے۔ اور یہ بات ہماری اور تمہاری بقا کو کم کر دے گی۔ زرارہ کا قول ہے۔ کہ بعد ازاں میں نے امام جعفر صادق سے عرض کیا۔ کہ اگر آپ اپنے شیعوں کو حکم دیں کہ (لڑائی میں) نیزوں اور آگ پر چلیں۔ تو وہ بے شک چلیں گے۔ حالانکہ وہ آپ کی خدمت سے مختلف ہو کر نکلتے ہیں۔ زرارہ کہتا ہے۔ کہ اس پر امام صادق نے وہی جواب دیا۔ جو ان کے والد نے دیا تھا۔ انتہےٰ +

ناظرین آپ غور فرمائیں۔ کہاں ائمہ پاک اور کہاں یہ نشان نفاق +

(۲) عن ابی عبد اللہ قال انی لا تکلم علی سبعین وجھاً لی فی کلھا المخرج۔

(ترجمہ) یعنی امام جعفر فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک بات میں ستر پہلو رکھتا ہوں۔ جس کروٹ چاہوں پلٹ جاؤں (بدر الدجی بحوالہ بحار الانوار صفحہ ۲۔ بصائر الدرجات جز سادس) +

(۳) محمد بن یحیی عن محمد بن احمد عن عمر بن علی عن عمر بن یزید عن محمد بن عمر عن بعض من حدثہ ان ابا جعفر علیہ السلام کان یقول من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یدخل الحمام الا بمیزر قال فدخل ذات یوم الحمام فتنور فلما ان اطبقت النورۃ علی بدنہ القی المیزر فقال لہ مولی لہ بابی انت وامی انک لتوصینا بالمیزر ولزومہ وقد القیتہ عن نفسک فقال اما علمت ان النورۃ قد اطبقت العورۃ (فروع کافی۔ مجلد ثانی۔ جزء الثانی۔ کتاب الزی والتجمل صفحہ ۱۶۱) ترجمہ بحذف اسناد۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے تھے۔ کہ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔ وہ حمام میں بغیر لنگی باندھے نہ جائے۔ راوی کا بیان ہے کہ ایک روز امام حمام میں داخل ہوئے۔ اور اپنی شرمگاہ کو آپ نے چونہ لگایا۔ جب چونہ نے آپ کے بدن کو چھپا لیا۔ تو آپ نے لنگی کو پھینک دیا۔ آپ کے ایک آزاد کردہ غلام نے عرض کی۔ کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں۔ آپ ہم کو تو لنگی باندھنے اور اس کے لازم ہونے کی نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ اور خود بدولت نے اس کو پھینک دیا ہے۔ اس پر امام نے فرمایا۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ چونہ نے شرمگاہ کو چھپا لیا ہے۔ انتہےٰ۔ افسوس! کہاں ائمہ باحیا۔ اور کہاں

یہ حرکت بیجا ہے۔

(۴)۔ عن حماد بن عثمان قال سألت ابا عبد اللہ علیہ السلام او اخبرنی من سألہ عن الرجل یأتی المرأۃ فی ذالک الموضع وفی البیت جماعۃ فقال لی ورفع صوتہ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ من کلف مملوکہ مالا یطیق فلیبعہ۔ ثم نظر فی وجوہ اہل البیت ثم اصغی لی فقال لا باس بہ (کتاب الاستبصار فیما اختلف من الاخبار مطبوعہ مطبع جعفری - مجلد ثانی - باب اتیان النساء فیما دون الفرج صفحہ ۱۳۰) (ترجمہ) حماد بن عثمان کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ مسئلہ دریافت کیا یا مجھے خبر دی اس شخص نے جس نے امام سے دریافت کیا تھا کہ حضرت مرد کا اپنی بیوی کے مقعد میں دخول کرنا کیسا ہے؟ اس وقت گھر میں ایک جماعت (مخالفین کی) موجود تھی۔ اس لئے امام نے باآواز بلند یہ فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ کا ارشاد ہے۔ کہ جو شخص اپنے مملوک سے اس کی حیثیت سے زیادہ خدمت لے۔ اسے چاہیئے کہ بیچ دے۔ پھر امام نے گھر والوں کے چہروں کی طرف دیکھا پھر اپنا منہ میری طرف جھکا کر (چپکے سے) فرمایا۔ کہ اس میں کچھ حرج نہیں۔ کتاب الاستبصار میں صفحہ مذکورہ بالا (نیز فروع کافی - جلد ثانی - جزء اول - صفحہ ۲۳۳) پر دوسری روایت میں مذکور ہے۔ کہ صفوان نے یہی مسئلہ امام رضا علیہ السلام سے دریافت کیا۔ جواب ملا - نعم ذالک لہ۔ یعنی مرد کا اپنی عورت کے مقعد میں دخول کرنا جائز ہے۔ یہ سن کر صفوان نے پوچھا کہ کیا آپ بھی ایسا کیا کرتے ہیں۔ جواب ملا انا لا نفعل ذالک۔ یعنی ہم ایسا نہیں کیا کرتے شیخ الطائفہ طوسی یوں تطبیق دیتا ہے کہ بنا بر قول امام رضا (انا لا نفعل ذالک) اس فعل میں ایک طرح کی کراہت پائی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ فعل ناجائز نہیں۔ مگر اس سے بچنا افضل ہے۔ اور یہ احتمال بھی ہے۔ کہ امام رضا کا قول بنا بر تقیہ ہے۔ افسوس! ائمہ پاک اور یہ تعلیم ہے۔

(۵) عن ابی العباس البقباق قال سأل رجل ابا عبد اللہ علیہ السلام ونحن عندہ عن عاریۃ الفرج قال حرام ثم مکث قلیلا ثم قال لکن لا باس بان یحل الرجل جاریتہ لاخیہ (فروع کافی - مجلد ثانی - جزء اول صفحہ ۲۰۰) ترجمہ - ابو العباس بقباق کا بیان ہے۔ کہ ہم امام جعفر صادق کی خدمت میں حاضر تھے۔ ایک شخص نے آپ سے فرج کے عاریت دینے کا مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ حرام ہے۔ پھر کچھ دیر کے بعد فرمایا لیکن اس میں حرج نہیں۔ کہ ایک شخص اپنی باندی اپنے بھائی کے لئے حلال کر دے۔ انتہی

(۶) عن زرارۃ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان سال من ذکرک شئی من مذی او وذی وانت فی الصلوٰۃ فلا تغسلہ ولا تقطع الصلوٰۃ ولا تنقض لہ الوضوء وان بلغ عقبیک فانما ذلک بمنزلۃ النخامۃ (فروع کافی۔ مجلد اول۔ کتاب الطہارۃ۔ باب المذی والوذی۔ صفحہ ۱۲) ترجمہ۔ امام جعفر صادق فرماتے ہیں۔ کہ اگر نماز کی حالت میں تیرے ذکر سے مذی یا وذی نکل کر ٹخنوں تک بھی بہ جائے۔ تو اس کو نہ دھو۔ اور نماز قطع نہ کر۔ اور وضو نہ توڑ۔ کیونکہ مذی یا وذی بمنزلہ آب بینی کے ہے۔ انتہے +

اسی صفحہ پہ دوسری روایت میں امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ اگر مذی نکل کر ران تک بہ جائے۔ تو نماز کو قطع نہ کرنا چاہیئے۔ اور نہ اس کو ران سے دھونا چاہیئے کیونکہ یہ منی کے مجرے سے نہیں نکلتی۔ یہ تو بمنزلہ آب بینی کے ہے۔ افسوس! کہاں ائمہ اطہار۔ اور کہاں مذی و وذی کی طہارت! +

(۷) عن زرارۃ عن ابی جعفر علیہ السلام قال قلت لہ ان رجلا من موالیک یعمل الحمائل بشعر الخنزیر قال اذا فرغ فلیغسل یدہ (تہذیب الاحکام مطبوعہ ایران۔ جلد ثانی کتاب المکاسب۔ صفحہ ۱۱۴) ترجمہ۔ زرارہ کا بیان ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کے یاروں میں سے ایک شخص سور کے بالوں سے (تلواروں کے) حمائل بناتا ہے۔ امام نے فرمایا۔ جب بنا چکے تو اسے اپنا ہاتھ دھو لینا چاہیئے۔ انتہی

اس روایت کے بعد دوسری روایت یہ ہے۔ عن برد الاسکاف قال سألت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن شعر الخنزیر یعمل بہ فقال خذ منہ فاغسلہ بالماء حتی یذہب ثلث الماء ویبقی ثلثان ثم اجعلہ فی فخارۃ جدیدۃ لیلۃ باردۃ فان جمد فلا تعمل بہ وان لم یجمد لیس علیہ دسم فاعمل بہ واغسل یدک اذا مسستہ عند کل صلوٰۃ قلت و وضوء قال لا اغسل الید کما تمس الکلب ترجمہ۔ برد اسکاف کا بیان ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سور کے بالوں کی نسبت سوال کیا۔ کہ جن سے کوئی چیز بنائی جائے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ بالوں کو لے کر پانی میں جوش دے۔ یہاں تک کہ ایک تہائی پانی جل جائے۔ اور دو تہائی باقی رہ جائے۔ پھر اس کو سرد رات میں کورے مٹکے میں ڈال دے۔ اگر جم جائے۔ تو ان بالوں سے کوئی چیز نہ بنائی جائے۔ اور اگر نہ جمے تو ان پہ چربی نہیں۔ لہٰذا ان کو اپنے کام میں لا۔ اور جب تیرا ہاتھ ان بالوں کو لگے۔ تو ہر نماز کے بعد ہاتھ کو دھونے

میں نے عرض کیا۔ کہ کیا وضو بھی پھر کرے۔ فرمایا۔ کہ نہیں۔ تو اپنا ہاتھ دھو ڈال۔ جیسا
کہ کتے کے چھونے سے دھوتا ہے۔ انتہی۔ اسی طرح زرارہ نے امام صادق علیہ السلام
سے دریافت کیا۔ کہ اگر سور کے بالوں کی رسی سے کوئیں سے پانی نکالا جائے۔ تو کیا
اس پانی سے وضو کرنا جائز ہے۔ امام نے فرمایا۔ کہ کچھ حرج نہیں۔ (دیکھو فروع کافی۔
حصہ اول۔ کتاب الطہارۃ۔ صفحہ ۴۴ ایسی ہی روایتوں کی بناء پر شیعہ کا بڑا مجتہد سید مرتضیٰ
علم الہدیٰ سور کے بالوں اور ہڈیوں کو پاک بتاتا ہے۔ (دیکھو جامع عباسی)

(۸)۔ الحسین بن محمد الاشعری عن معلی بن محمد عن علی بن السندی القمی قال حدثنا
عیسیٰ بن عبد الرحمن عن ابیہ قال دخل ابن عکاشۃ بن محصن الاسدی علی ابی جعفر
علیہ السلام وکان ابو عبد اللہ ؑ قائما عندہ فقدم الیہ عنبا فقال حبۃ حبۃ یاکل
الشیخ الکبیر والصبی الصغیر وثلثۃ واربعۃ یاکل من یظن انہ لا یشبع وکلہ
حبتین حبتین فانہ یستحب فقال لابی جعفر علیہ السلام لای شیٔ لا تزوج ابا عبد اللہ
وقد ادرک التزویج قال وبین یدیہ صرۃ مختومۃ فقال اما انہ سیجیٔ نخاس
من اھل بربر فینزل دار میمون فنشتری لہ بھذہ الصرۃ جاریۃ قال فاتی لذلک
ما اتی فدخلنا یوما علی ابی جعفر علیہ السلام فقال الا اخبرکم عن النخاس الذی
ذکرتہ لکم قد قدم فاذھبوا فاشتروا بھذہ الصرۃ منہ جاریۃ قال فاتینا النخاس
فقال قد بعت ما کان عندی الا جاریتین مریضتین احدھما امثل من الاخری
قلنا فاخرجھما حتی ننظر الیھما فاخرجھما فقلنا بکم تبیعنا ھذہ المتماثلۃ قال بسبعین
دینارا قلنا احسن قال لا انقص من سبعین دینارا قلنا لہ نشتریھا منک بھذہ الصرۃ
ما بلغت ولا ندری ما فیھا وکان عندہ رجل ابیض الراس واللحیۃ قال فکوا وزنوا فقال
النخاس لا تفکوا فانھا ان نقصت حبۃ من سبعین دینارا لم ابایعکم فقال الشیخ ادنوا
فدنونا وفککنا الخاتم ووزنا الدنانیر فاذا ھی سبعون دینارا لا تزید ولا تنقص
فاخذنا الجاریۃ فادخلناھا علی ابی جعفر وجعفر قائم عندہ فاخبرنا ابا جعفر بما کان
فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال لھا ما اسمک قالت حمیدۃ فقال حمیدۃ فی الدنیا محمودۃ فی
الآخرۃ اخبرینی عنک ابکر انت ام ثیب قالت بکر قال وکیف ولا یقع فی ایدی النخاسین
شیٔ الا افسدوہ فقالت کان یجیئنی فیقعد منی مقعد الرجل من المرأۃ فیسلط اللہ علیہ

وجلاء ابیض ا رأس و اللحیۃ فذہ یزا لی بلطمہ حتی یقوم عنی فنفعل بی مرارًا و فعل الشیخ بہ مرارًا فقا

(اصول کافی ۔ کتاب الحج صفحہ ۳۰۰-۴۰۳) ترجمہ بحذف اسناد ابن عکاشہ بن محصن اسدی امام محمد باقر کی خدمت میں آیا ۔ اس وقت آپ کے پاس جعفر صادق کھڑے تھے ۔ امام محمد باقر نے ابن عکاشہ پہ ایک انگور پیش کیا ۔ و فرمایا عمر رسیدہ بوڑھا اور چھوٹا لڑکا انگور کو ایک ایک دانہ کھاتا ہے ۔ اور جو شخص گمان کرتا ہے ۔ کہ میں سیر نہ ہوں گا ۔ وہ تین تین یا چار چار دانہ کھاتا ہے ۔ تو انگور کو دو دو دانے کر کے کھا کیونکہ یہ مستحب ہے ۔ ابن عکاشہ نے امام محمد باقر سے کہا ۔ آپ جعفر صادق کا نکاح کیوں نہیں کر دیتے حالانکہ وہ حد نکاح کو پہنچا ہوا ہے ۔ راوی کا بیان ہے ۔ کہ امام محمد باقر کے سامنے ایک سر مہر تھیلی تھی ۔ آپ نے فرمایا ۔ آگاہ رہو ۔ بے شک اہل بربر سے ایک بردہ فروش عنقریب آئے گا ۔ وہ میموں کے گھر میں اترے گا ۔ ہم اس تھیلی کے عوض اس سے ایک لونڈی جعفر کے لئے خرید لیں گے ۔ راوی کا بیان ہے ۔ کہ اس پر کچھ عرصہ گزرا ۔ جو گزرا ۔ ہم ایک روز امام محمد باقر کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ آپ نے فرمایا ۔ آگاہ رہو میں تمہیں اس بردہ فروش کی خبر دیتا ہوں ۔ جس کا میں نے تم سے ذکر کیا تھا ۔ کہ وہ آگیا ہے ۔ سو تم جاؤ ۔ اور اس تھیلی کے عوض اس سے ایک لونڈی خرید لاؤ ۔ راوی کا قول ہے ۔ کہ ہم بردہ فروش کے پاس آیا ۔ اس نے کہا ۔ میں نے سب بیچ دیا ۔ جو میرے پاس تھا ۔ سوائے دو بیمار لونڈیوں کے جن میں سے ایک دوسری سے بڑھ چڑھ کر ہے ۔ ہم نے کہا کہ اُن کو نکال ۔ تاکہ ہم دیکھ لیں ۔ پس اس نے ان دونوں کو نکالا ۔ ہم نے پوچھا کہ اس خوبصورت کو کتنے میں بیچتا ہے ۔ اس نے کہا ۔ ستر دینار میں ۔ ہم نے کہا کچھ رعایت کیجئے ۔ وہ بولا ۔ میں ستر دینار سے کم نہ کروں گا ۔ ہم نے کہا ۔ ہم تجھ سے اس تھیلی کے عوض خواہ کتنے کی ہو ۔ خریدتے ہیں ۔ اور ہمیں معلوم نہیں کہ اس میں کتنے ہیں ۔ اس بردہ فروش کے پاس ایک شخص سفید ریش و سر تھا ۔ وہ بولا ۔ اسے کھولو ۔ اور وزن کرو ۔ بردہ فروش نے کہا کہ نہ کھولو ۔ کیونکہ اگر ستر دینار سے ایک حبہ کم نکلا ۔ تو میں تمہارے ہاتھ نہ بیچوں گا ۔ اس بوڑھے شخص نے کہا ۔ میرے نزدیک آجاؤ ۔ پس ہم اس کے نزدیک ہو گئے ۔ ہم نے مہر کو توڑا اور دیناروں کو گنا ۔ تو ناگاہ وہ ستر دینار تھے ۔ نہ زیادہ نہ کم ۔ ہم نے لونڈی کو لیا ۔ اور اسے امام محمد باقر کے پاس لے گئے ۔ اس وقت جعفر صادق ان کے پاس کھڑے تھے ۔ ہم نے امام محمد باقر سے تمام ماجرا کہہ سنایا ۔ آپ نے اللہ کی حمد و ثنا کی ۔ پھر اس لونڈی سے پوچھا ۔ کہ تیرا نام کیا ہے ۔ وہ بولی ۔ حمیدہ ۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا میں حمیدہ اور آخرت میں محمودہ ہے مجھے بتا ۔ کہ تو اچھوتی ہے ۔ یا کسی مرد کے پاس گئی ہے ۔ اس نے جواب دیا ۔ اچھوتی ۔ آپ نے فرمایا ۔

یا جعفر حلّها الیک ولی خیر اهل الارض موسیٰ بن جعفر علیه السلام

اچھوتی کیونکہ۔ حالانکہ بردہ فروشوں کے ہاتھوں میں کوئی شئے نہیں ہوتی۔ جس کا اچھوتا پن وہ خراب نہ کردیں۔ اس نے عرض کیا۔ کہ بردہ فروش میرے ساتھ فعل بد کا قصد تو کیا کرتا تھا اور میری دورانوں کے بیچ بیٹھ جایا کرتا تھا۔ مگر اللہ تعالےٰ اس پہ ایک سفید سر وریش مرد کو مسلط کر دیتا تھا۔ جو اسے چپت مارنے لگتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ مجھ سے دور ہو جاتا تھا۔ اس نے میرے ساتھ بارہا ایسا کیا۔ اور اس پیر مرد نے بھی اس سے بارہا ایسا کیا۔ یہ سن کر امام محمد باقر نے فرمایا۔ جعفر! اسے لے جاؤ۔ اسی لونڈی سے بہترین اہل زمین یعنے موسیٰ بن جعفر علیہ السلام پیدا ہوئے۔ انتہےٰ۔

اس قصے میں دونوں اماموں کا خوب مذاق اڑایا ہے۔ کیا جعفر صادق کے لئے کوئی حرہ نہ ملتی تھی۔ کہ لونڈی خریدنی پڑی۔ پھر اس لونڈی سے غیروں کے سامنے اچھوتی یا غیر اچھوتی کا سوال جعفر کی موجودگی میں جس کی عنقریب وہ بیوی ہونے والی ہے۔ عام اشخاص کو بھی زیبا نہیں۔ ائمہ کا تو کیا ذکر۔

(۹) عن الحسین بن ثویر وابی سلمۃ السراج قالا سمعنا اباعبداللہؑ وھو یلعن فی دبر کل مکتوبۃ اربعۃ من الرجال واربعا من النساء التیمی والعدوی وفعلان ومعاویۃ ویسمیھم وفلانۃ وفلانۃ وھند وام الحکم اخت معاویۃ۔ (تہذیب الاحکام۔ مجلد اول۔ باب کیفیۃ الصلوٰۃ وصفتہا۔ صفحہ ۲۲۷۔ فروع کافی۔ کتاب الصلوٰۃ صفحہ ۲۰۳) ترجمہ۔ حسین بن ثویر اور ابو سلمہ سراج کا بیان ہے۔ کہ ہم نے امام جعفر صادق کو سنا۔ حالانکہ آپ ہر نماز فرض کے بعد چار مردوں پہ ان کے نام لے کر اور چار عورتوں پر لعنت کیا کرتے تھے۔ یعنے ابو بکر۔ عمر۔ عثمان۔ معاویہ اور عائشہ۔ حفصہ۔ ہند۔ اور معاویہ کی بہن ام الحکم انتہےٰ۔ صادق اور یہ وظیفہ؟

(۱۰) سئل ابو جعفر وابو عبداللہ علیہما السلام فقیل لہما انا نشتری ثیابا یصیبہا الخمر وودک الخنزیر عند حیاکتہا انصلی فیہا قبل ان نغسلہا فقالا نعم لا باس انما حرم اللہ اکلہ وشربہ ولم یحرم لبسہ ومسہ والصلوٰۃ فیہ (من لا یحضرہ الفقیہ۔ مطبوعہ مطبع جعفریہ لکھنؤ ۱۳۰۰ ہجری صفحہ ۸۰) ترجمہ۔ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے دریافت کیا گیا کہ ہم ایسے کپڑے خرید لیتے ہیں جن میں بننے کے وقت شراب اور سور کی چربی لگ جاتی ہے۔ کیا ہم ان کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھ لیا کریں۔ دونوں اماموں نے جواب دیا۔ ہاں کچھ ڈر نہیں۔ خدا نے صرف شراب کا پینا اور سور کی چربی

کا کھانا حرام کیا ہے ان کا پہننا چھونا اور اس میں نماز پڑھنا حرام نہیں کیا ہے۔ انتہٰے +
نظر بر اختصار ہم اس قسم کی اور روایتیں یہاں درج نہیں کرتے۔ مگر حضرت زید شہید کا قصہ پس انداز نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت زید امام محمد باقر کے بھائی ہیں۔ انہوں نے امامت کا دعوےٰ کیا تھا۔ اس کی کیفیت اصول کافی میں مذکور ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ایک روز حضرت زید بن علی بن حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہم امام محمد باقر کے پاس آئے۔ اور ان کو کوفیوں کے خط دکھائے۔ جن میں حضرت زید کو لکھا تھا۔ کہ آپ کوفہ میں تشریف لے آئیں۔ ہمارے لشکر تیار ہیں۔ ان کو ساتھ لے کر بنو امیہ پر خروج کریں۔ امام محمد باقر نے پوچھا۔ کہ اس خط وکتابت کی ابتدا ان کی طرف سے ہے۔ یا یہ آپ کے مکتوب کا جواب ہیں۔ حضرت زید نے فرمایا۔ کہ یہ ابتدا ان کی طرف سے ہے۔ امام محمد باقر نے فرمایا۔ کہ یہ خروج پیش از وقت ہے۔ آپ کوفیوں کے دھوکہ میں نہ آئیں۔ حضرت زید نے خفا ہو کر فرمایا۔ لیس الامام منا من جلس فی بیتہ وارخی سترہ وثبط عن الجھاد ولکن الامام منا من منع حوزتہ وجاھد فی سبیل اللہ حق جھادہ ودفع عن رعیتہ وذب عن حریمہ (ہم میں سے امام وہ نہیں جو اپنے گھر بیٹھ رہا اور پردہ لٹکایا۔ اور جہاد سے رک گیا۔ لیکن امام ہم میں سے وہ ہے۔ جس نے اپنی مملکت کو ضرر سے بچایا۔ اور خدا کی راہ میں جہاد کیا۔ جیسا کہ چاہیئے۔ اور اپنی رعیت اور اپنے حریم سے ضرر کو دور کیا) شیعہ کا علامہ ملا خلیل اس کی شرح یوں کرتا ہے۔ پس غضبناک شد زید نزد آں ایما باین کہ تو امام نیستی من امامم بعد از آں برائے اینکہ خروج بسیف یکے از شروط امامت است آں در ملت نہ در تو گفت نیست امام از جملہ ما اہل بیت رسول کسے کہ نشست در خانہ خود الخ۔ یعنی زید یہ سنکر خفا ہوا۔ یہ اشارہ ہے اس امر کیطرف کہ تو امام نہیں ہے میں امام ہوں۔ بعد ازاں زید نے اس واسطے کہ تلوار کے ساتھ خروج امامت کی شروط میں سے ایک شرط ہے وہ مجھ میں ہی ہے تجھ میں نہیں یوں کہا۔ کہ ہم اہلبیت رسول میں سے امام وہ نہیں۔ جو اپنے گھر بیٹھ رہا۔ الخ حضرت زید کا یہ کلام سنکر امام محمد باقر نے کہا کہ آپ جو امامت کیلئے تلوار کے ساتھ خروج وغیرہ شرط قرار دیتے ہیں۔ اور وہ اپنی ذات میں پاتے ہیں۔ اس کا ثبوت کتاب و سنت و نظائر امم سابقہ سے پیش کریں۔ ہر ایک امر کیلئے محل مقرر ہے۔ خروج کا وقت ابھی نہیں آیا۔ پھر فرمایا۔ اتریدیا اخی ان تحیی ملۃ قوم قد کفروا بایات اللہ وعصوا رسولہ واتبعوا اھواءھم بغیر ھدی من اللہ وادعوا الخلافۃ بلا برھان من اللہ ولا عھد من رسولہ (ترجمہ) اے میرے بھائی کیا تو چاہتا ہے کہ اس قوم کی ملت کی تجدید کرے جنہوں نے اللہ کی آیتوں سے انکار کیا۔ اور رسول خدا کی نافرمانی کی۔ اور جو ہدایت الہٰی کے بغیر اپنی نفسانی خواہشوں کے تابع ہو گئے۔ اور خلافت کے دعویدار بن گئے۔ حالانکہ ان کے

ان کے لئے اللہ کی طرف سے کوئی برہان نہیں۔ اور نہ رسول خدا کی طرف سے کوئی وصیت ہے انتہا۔ (دیکھو اصول کافی۔ صفحہ ۲۲۴۔۲۲۵)

قصہ مذکورہ بالا سے جس کو شیعہ کا رئیس المحدثین محمد بن یعقوب کلینی باب ما یفصل بہ بین دعوی المحق والمبطل فی امر الامامة (اس باب میں بیان ہے اس چیز کا جس سے امامت کے معاملہ میں سچے اور جھوٹے کے دعوے میں فرق ہو سکے) کے تحت میں لایا ہے صاف ظاہر ہے کہ حضرت زید امامت کے مدعی تھے۔ آخر کار انہوں نے امام محمد باقر کی وفات کے بعد بنو امیہ پر تلوار کے ساتھ خروج کیا اور شہید ہوئے۔ وہ حسب بیان اصول کافی محمد باقر اور جعفر صادق میں سے کسی کو امام تسلیم نہ کرتے تھے۔ کیونکہ ان میں وہ شرط پائی نہ جاتی تھی جو بنا بر قول زید امام میں ہونی چاہیئے۔ لہٰذا شیعہ کے شہید ثالث کا مجالس المومنین میں یہ لکھنا۔ (تحقیق آنست کہ زید بن علی علیہما السلام مدعی خلافت نبود۔ و یقین مے دانست کہ مستحق خلافت حقیقی در زمان او امام جعفر صادق است) پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔ اور بنا بر اعتقاد اثنا عشریہ حضرت زید شہید پر جو فتوے لگتا ہے۔ وہ ناظرین کو معلوم ہے۔ ملا باقر مجلسی حضرت زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال یوں لکھتا ہے۔ بدانکہ اہل کوفہ از جملہ منافقین بودند دعوائے تشیع مے کردند و آں ملاعین باحضرت امیر المومنین و امام حسن و امام حسین علیہم السلام ماجراہا کردند کہ شنیدہ اید۔ و دشمن بنی امیہ نیز بودہ اند۔ و ہر چند خواستند کہ برایشاں خروج کنند نتوانستند۔ آخر تلبیس کردند۔ و پیش یک یک از شیعاں رفتند۔ و گفتند کہ شما مے دانید کہ امر بمعروف واجب است۔ و ایں ظلم کہ بنی امیہ کردند و مارا از خلق برآوردند این فرض دین است۔ کہ برایشاں خروج کنیم۔ و اگر خروج نکنیم۔ کافر باشیم۔ قومے از شیعہ فریب خوردند غرض ایشاں آن بود کہ بقیہ اہل بیت رسالت را برطرف کنند۔ جملگی رفتند پیش زید و چنداں الحاح کردند کہ زید رغبت کرد در خروج باوجود آنکہ مکرر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام باو گفتہ بود۔ کہ میدانم کلاے بے سازی و تراحے کشتہ۔ کوفیاں باتو یاری نخواہند کرد و این کار تو تمام نمیشود و از تو نیت از اولاد عباس است قبول نکرد۔ مرماں اور انگذاشتند و بریں داشتند و بیعت ہزار کس ازان مردان ناپاک سوار و پیادہ سوگند خوردند۔ چون زید خروج کرد و بان لشکر بدر جامع کوفہ رسید جملہ زید را گذاشتند و گر نمیکند مگر قلیلے چون زید آں حال را دید۔ گفت رفضونی یعنی مرا گذاشتند و رہا کردند۔ ازاں روز شیعہ برافضی موسوم شدند و بعضے مے گویند عمر بن سعد حرامزادہ اصحاب حضرت سید الشہداء را بایں اسم خواند۔ پس زید را بگرفتہ کشتند و بر دار زدند۔ و چہار سال آں جناب مصلوب بود۔ و بعد ازاں اورا سوختند۔ و خاکسترش

رابیا دوا دند۔ و حضرت صادق علیہ السلام در ہنگامے کہ مصلوب بود بر وے نماز گزاردند۔ و بعد از ان یحییٰ پسر او بخراسان رفت و بعضے مردم اورا بامامت بر داشتند۔ بعد او نیز مقتول شد و مصلوب گردید۔ و بعد از ایشاں امامت بمحمد نام کہ صاحب طالقان بود رسید و اورا در ایام معتصم باللہ عباسی اسیر کردند۔ و در حبس وفات یافت۔ زیدیہ الحال شرفا مکہ و اہل یمن و توابع اویند۔ و در اصول اشاعرہ اند۔ و در فروع بعضے شافعی اند و بعضے حنفی۔ و زیدیہ امامت را مخصوص فرزندان فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہا مے دانند۔ بشرط آنکہ آں فرزند عالم و زاہد و شجاع باشد۔ و خروج بسیف کند خواہ از اولاد حسن و خواہ از اولاد حسین علیہما السلام باشد۔ و بعضے از ایشان ثلثہ را خلیفہ مے دانند۔ و بعضے سب شیخین مے کنند و ایشاں چندیں فرقہ اند (تذکرۃ الائمہ۔ نسخہ قلمی نوشتہ ۱۲۷۳ھ ورق ۱۶۱) ترجمہ۔ جان لے کہ اہل کوفہ منافقین میں سے تھے اور شیعہ ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ ان ملعونوں نے حضرت امیر المومنین اور امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کے ساتھ وہ سلوک کیے۔ جو تم نے سنے ہیں۔ یہ اہل کوفہ بنو امیہ کے بھی دشمن تھے۔ انہوں نے ہر چند چاہا کہ بنو امیہ پر خروج کریں۔ مگر نہ کر سکے۔ ان کا کوئی سردار نہ تھا۔ آخر انہوں نے مکر و فریب سے کام لیا۔ اور شیعوں میں سے ایک ایک کے پاس جا کر کہنے لگے۔ کہ تمہیں معلوم ہے۔ کہ امر بالمعروف واجب ہے۔ بنو امیہ نے جو یہ ظلم کیا۔ اور خلقت کو ہلاک کیا۔ ہمارا دینی فرض ہے۔ کہ ان پر خروج کریں۔ اگر ہم خروج نہ کریں گے تو کافر ہوں گے۔ شیعہ کی ایک جماعت دھوکہ میں آگئی۔ ان کی غرض یہ تھی کہ باقی اہل بیت کو بھی برطرف کر دیں۔ وہ سب کے سب زید کے پاس گئے۔ اور اس قدر اصرار کیا کہ زید خروج کی طرف مائل ہو گئے۔ باوجودیکہ حضرت امام باقر علیہ السلام نے زید سے بار بار کہا تھا کہ میں جانتا ہوں۔ کہ تجھ سے کچھ نہ بن آئے گا۔ اور وہ تجھے مار ڈالیں گے۔ اہل کوفہ تیری مدد نہ کریں گے۔ اور تیرا یہ کام پورا نہ ہو گا۔ یہ تیرے حصہ میں نہیں۔ اولاد عباس کے حصہ میں ہے۔ مگر زید نے قبول نہ کیا۔ انہوں نے زید کا پیچھا نہ چھوڑا۔ اور اسے خروج پر آمادہ کر دیا۔ ان ناپاک بدبختوں میں سے بیس ہزار سوار و پیادہ نے قسم کھائی۔ جب زید نے خروج کیا۔ اور اس لشکر کے ساتھ کوفہ کی جامع مسجد کے دروازے پر پہنچا۔ سوائے قلیل تعداد کے سب زید کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ جب زید نے یہ حال دیکھا تو کہا کہ کوئی یعنے وہ مجھے چھوڑ گئے۔ اس دن سے شیعہ کا نام رافضی ہو گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ عمر بن سعد حرامزادہ (نعوذ باللہ) نے حضرت سید الشہداء کے اصحاب کا یہ نام رکھا

تھا۔ پس مخالفوں نے زید کو پکڑ کر شہید کر دیا۔ اور سولی پر لٹکا دیا۔ آپ چار سال مصلوب ہی رہے۔ بعد ازاں انہوں نے آپ کو جلا دیا۔ اور آپ کی راکھ کو اڑا دیا۔ جس وقت آپ مصلوب تھے حضرت صادق علیہ السلام نے آپ پر نماز پڑھی۔ زید کے شہید ہونے کے بعد آپ کا صاحبزادہ یحییٰ خراسان میں چلا گیا۔ بعض لوگوں نے اس کو اپنا امام قرار دیا۔ پھر وہ بھی مقتول ہو کر مصلوب ہوا۔ بعد ازاں امامت محمد صاحب طالقان کو پہنچی۔ اس کو معتصم باللہ عباسی کے عہد میں قید کر لیا گیا۔ اور قید ہی میں اس نے وفات پائی۔ اس زمانے میں زیدیہ شعار مکہ اور اہل یمن و مضافات یمن ہیں۔ وہ اصول میں اشاعرہ ہیں۔ اور فروع میں بعضے شافعی اور بعضے حنفی ہیں۔ زیدیہ امامت کو فرزندان فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہا سے مخصوص سمجھتے ہیں۔ بشرطیکہ عالم و زاہد و شجاع ہو۔ اور تلوار کے ساتھ خروج کرے۔ خواہ امام حسن کی اولاد سے ہو یا امام حسین کی۔ ان میں سے بعضے ثلاثہ کو خلیفہ جانتے ہیں۔ اور بعضے شیخین پر تبرا کرتے ہیں۔ اور ان کے کئی فرقے ہیں۔ انتہیٰ

حالات مندرجہ بالا کا خلاصہ یہ ہوا۔ کہ کوفہ کے شیعوں نے پہلے حضرت زید شہید رضؓ کو دعوتی خطوط بھیجے۔ پھر خود ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کو خروج کی ترغیب دی۔ ان میں سے بیس ہزار نے اور بقول مصنف حبیب السیر (مجالس المومنین) چالیس ہزار نے امامت پر حضرت زید کی بیعت کی۔ حضرت زید نے ان کو ساتھ لے کر یوسف بن عمر ثقفی پر خروج کیا۔ جو ہشام بن عبد الملک کی طرف سے عراق کا حاکم تھا۔ عین مقابلہ کے وقت انہوں نے بیعت توڑ کر فرار کی راہ لی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ حضرت زید شہید ہو گئے۔ یہ اہل کوفہ اول درجے کے متقی مومن تھے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ وہ منافق بدیں معنے تھے۔ کہ زبانی تو اہلبیت کی محبت کا دم بھرتے تھے مگر دل سے یہی چاہتے تھے کہ یہ بھی نہ رہیں۔ مسلمانوں میں نااتفاقی پیدا ہو جائے۔ جس کا انجام یہ ہو کہ دنیا میں اسلام کا نام لیوا کوئی باقی نہ رہے۔ یہی اس فرقہ کے بانی ابن سبا کا منشا تھا۔

زیدیہ کو اثنا عشریہ نہایت برا سمجھتے ہیں۔ چنانچہ رجال کشی صفحہ ۱۴۹ میں مذکور ہے۔ کہ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ الزیدیۃ ھم النصاب یعنے زیدیہ ہی ناصب یعنی دشمن اہل بیت ہیں۔ اور امام علی نقی علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ زیدیہ اور واقفیہ اور نصاب سب یکساں ہیں اور امام محمد تقی علیہ السلام کا قول ہے۔ کہ آیہ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ نصاب و زیدیہ و واقفیہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ زیدیہ کے فرقوں کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ تذکرۃ الائمہ میں اصطلاح رافضی کی جو اصل بیان کی گئی ہے۔ وہ خلاف تصریح

کتب شیعہ ہے۔ چنانچہ کتاب الروضہ صفحہ ۱۶ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ قول مذکور ہے۔ بل اللہ سماکم یعنے شیعہ کا نام رافضی تو خدا نے رکھا ہے ؛

امام جعفر صادق کی زندگی میں دو اور مدعی امامت ظاہر ہوئے۔ جن کا طویل قصہ اصول کافی "باب مایفصل بہ بین دعوے المحق والمبطل فی امر الامامۃ" میں مذکور ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ جب محمد نفس زکیہ بن عبداللہ محض بن حسن مثنےٰ بن حسن مجتبےٰ بن علی بن ابی طالب کو بغداد سے یہ خبر آئی۔ کہ اس کے والد اور چچوں اور چچیرے بھائیوں کو منصور دوانقی نے قتل کر ڈالا۔ تو اس نے لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی (دعا الناس لبیعتہ صفحہ ۲۲۸) سب نے بالاتفاق اس کی بیعت کی۔ پھر وہ اپنے خاندان کے سرداروں سے بیعت لینے کی فکر میں ہوا۔ اور اپنے کوتوال عیسٰی بن زید بن علی بن حسین کے مشورے سے امام جعفر صادق کو طلب کیا۔ عیسے نے امام صادق سے کہا۔ کہ آپ اسلام لائیں۔ تاکہ سلامت رہیں۔ امام صادق نے کہا۔ کہ کیا محمد صلے اللہ علیہ وآلہ کے بعد کوئی نیا نبی آیا ہے۔ نفس زکیہ نے کہا۔ کہ نہیں۔ لیکن ہماری مراد یہ ہے۔ کہ آپ بیعت کریں۔ تاکہ آپ کی جان و مال و اولاد امن میں رہے۔ اور آپ کو لڑائی کی تکلیف نہ دی جائے۔ (لا ولکن بایع تأمن علے نفسک ومالک وولدک ولا تکلفن حربا ص ۲۲۹

امام صادق نے ہر چند عذر کیا۔ مگر نفس زکیہ نے کہا۔ کہ آپ کو بیعت کرنے سے چارہ نہیں۔ امام جعفر صادق نہیں مانتے۔ نفس زکیہ کہتا ہے۔ کہ آپ کو طوعاً یا کرہاً بیعت کرنی پڑے گی۔ امام صادق سختی سے انکار کرتے ہیں۔ نفس زکیہ حکم دیتا ہے۔ کہ ان کو قید خانہ میں لے جاؤ۔ چنانچہ وہ قید خانہ میں بھیجے جاتے ہیں۔ آخر کار نفس زکیہ مدینہ میں خروج کرتا ہے۔ اور وہیں ۱۴۵ھ میں شہید ہو جاتا ہے۔ یہ خبر سن کر نفس زکیہ کا بھائی ابراہیم بھی بصرہ میں خروج کرتا ہے۔ اور کوفہ سے ۱۶ میل کے فاصلہ پر بمقام باخمری میں شہید ہو جاتا ہے۔ امامیہ کے فرقہ حسنیہ کے ہاں اماموں کی ترتیب یوں ہے۔ علی مرتضےٰ۔ حسن مجتبےٰ۔ حسن مثنےٰ ملقب بہ ضامن آل محمد۔ عبداللہ محض۔ محمد نفس زکیہ۔ ابراہیم رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین ؛

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام جعفر صادق علیہ السلام کے پانچ بیٹوں (اسماعیل۔ عبداللہ۔ موسیٰ۔ اسحاق۔ محمد) میں دربارہ امامت بہت اختلاف ہے۔ اسماعیل جو سب سے بڑے تھے باپ کی حیات میں

انتقال کر گئے۔ امامیہ کا فرقہ اسماعیلیہ بنا بر نص امام جعفر صادق ان الامر فی الکبیر مالم تکن فیہ عاھۃ (امامت بڑے میں ہوتی ہے۔ جب تک اس میں کوئی عیب نہ ہو۔ اصول کافی صفحہ ۲۲۰) اسماعیل کو امام صادق کے بعد امام جانتے ہیں۔ امام صادق کی وفات پر عبداللہ نے جو اسماعیل کے بعد سب سے بڑے تھے امامت کا دعوےٰ کیا۔ لوگوں نے اس کے دعوے کو تسلیم کر لیا۔ چنانچہ ہشام بن سالم کہتا ہے۔ کنا بالمدینۃ بعد وفاۃ ابی عبداللہ علیہ السلام انا وصاحب الطاق والناس مجتمعون علی عبداللہ بن جعفر انہ صاحب الامر بعد ابیہ یعنے امام صادق علیہ السلام کی وفات کے بعد میں اور صاحب طاق ابو جعفر احول مدینہ میں تھے۔ اور لوگ عبداللہ بن جعفر پر متفق تھے کہ وہ اپنے باپ کے بعد امام ہیں (اصول کافی صفحہ ۲۲۰)۔ اسی وقت موسےٰ کاظم نے بھی امامت کا دعوےٰ کیا۔ جب ابو علی حسن بن عبداللہ نے جو زاہد و عابد یگانہ تھا۔ موسےٰ سے دریافت کیا۔ کہ اس زمانے کا امام کون ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں تجھے بتا دوں۔ تو کیا تو تسلیم کر لے گا۔ ابو علی نے کہا۔ ہاں میں تسلیم کر لوں گا۔ اس پر موسےٰ نے کہا۔ انا ھو یعنے میں وہ امام ہوں۔ (اصول کافی۔ صفحہ ۲۲۲) موسےٰ کاظم نے فیصلہ کے لئے ایک عجیب امتحان پیش کیا۔ جس کا ذکر شیعہ کے قطب راوندی نے یوں کیا ہے۔ ف منہا ان ابا المفضل بن عمر قال لما قضی الصادق ع کان وصیتہ فی الامامۃ لموسیٰ فادعی اخوہ عبداللہ الامامۃ وکان اکبر ولد جعفر فی وقتہ ذالک وھو المعروف بالافطح فامر موسیٰ بجمع حطب کثیرۃ فی وسط دارہ فارسل الی عبداللہ یسألہ ان یصیر الیہ فصار عندہ مع جماعۃ من وجوہ الامامیۃ فلما جلس الیہ اخیہ عبداللہ امر موسیٰ ان تضرم النار فی ذالک الحطب فاضرمت ولا یعلم الناس ما سبب ذالک حتے صار الحطب کلہ جمرا ثم قام موسیٰ وجلس بثیابہ فی وسط النار واقبل یحدث الناس ساعۃ ثم قام تنفض ثیابہ ورجع الی المجلس فقال لاخیہ عبداللہ انک کنت تزعم انک الامام بعد ابیک فاجلس فی ذالک المجلس قالوا فرأینا عبداللہ تغیر لونہ ثم قام یجر ردائہ حتی اخرجہ من دار موسیٰ (کتاب الخرائج والجرائح مطبوعہ بمبئی ۱۳۰۱ھ ہجری صفحہ ۳۹) ترجمہ۔ موسےٰ کاظم کے معجزات میں سے ایک یہ ہے۔ کہ ابو المفضل بن عمر نے بیان کیا۔ کہ جب امام صادق علیہ السلام نے وفات پائی۔ تو آپ نے موسےٰ کے لئے امامت کی وصیت کی تھی۔ مگر موسےٰ کے بھائی عبداللہ نے امامت کا دعوےٰ کیا۔ جو اس وقت امام جعفر کی اولاد میں سب سے بڑا تھا۔ اور ملقب بہ افطح

تھا۔ پس موسےٰ نے اپنے گھر کے وسط میں بہت سی لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دیا۔ اور عبداللہ کو اپنے پاس بلا بھیجا۔ وہ امامیہ کے سرداروں کی ایک جماعت کے ساتھ آپ کے پاس آیا جب عبداللہ موسیٰ کے پاس بیٹھ گیا۔ تو موسےٰ نے حکم دیا۔ کہ ان لکڑیوں میں آگ لگائی جاوے۔ پس ان میں آگ لگائی گئی۔ اور لوگوں کو اس کا سبب معلوم نہ تھا۔ یہاں تک کہ تمام لکڑیاں سرخ ہوگئیں پھر موسےٰ اٹھے اور اپنے کپڑوں سمیت آگ کے بیچ میں بیٹھ گئے۔ اور کچھ دیر لوگوں سے کلام کرتے رہے۔ بعد ازاں اٹھے اور اپنے کپڑے جھاڑ کر مجلس میں آبیٹھے۔ اور اپنے بھائی عبداللہ سے کہنے لگے کہ تو اپنے باپ کے بعد امامت کا مدعی ہے۔ تو آگ کے بیچ میں میری جگہ جا بیٹھ۔ حاضرین کا قول ہے۔ کہ ہم نے دیکھا کہ عبداللہ کا رنگ بدل گیا۔ پھر وہ اپنی چادر کھینچتا ہوا اٹھا۔ یہاں تک کہ موسےٰ کے گھر سے نکل گیا۔ انتہےٰ۔ عبداللہ مذکور نے اپنے والد کے ستر دن بعد وفات پائی۔ امامیہ کا فرقہ فطحیہ عبداللہ افطح کی امامت کا قائل ہے۔ (رجال کشی صفحہ ۱۶۴) اسحاق بن جعفر اپنے بھائی موسےٰ کاظم کی امامت کا قائل تھا۔ مگر محمد بن جعفر زیدیہ کی رائے رکھتا تھا۔ (کشف الغمہ) امامیہ کا فرقہ شمطیہ یعنے اصحاب یحیےٰ بن ابی الشمط کہتے ہیں۔ کہ امام صادق کی بعد امامت ان کے پانچ بیٹوں کو بدیں ترتیب پہنچی۔ اسمٰعیل۔ محمد۔ موسےٰ کاظم۔ عبداللہ۔ اسحاق۔ واقفیہ کہتے ہیں۔ کہ امامت موسےٰ کاظم پر موقوف ہے۔ ان کے بعد کوئی اور نیا امام نہ ہوگا۔

امام موسےٰ کاظم کی زندگی میں دو اور مدعی امامت بہ مسلک زیدیہ ظاہر ہوئے۔ ان میں سے ایک نے مدینہ میں خروج کیا تھا۔ جس کا ذکر اصول کافی صفحہ ۲۳۱ میں بدیں الفاظ مذکور ہے۔ لما خرج الحسین بن علی المقتول بفخ واحتوی علی المدینۃ دعا موسیٰ بن جعفر علیہ السلام الی البیعۃ فاتاہ فقال لہ یا بن عم لا تکلفنی ما کلف ابن عمک عمک اباعبداللہ علیہ السلام یعنے جب حسین بن علی بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب نے خروج کیا۔ جو مدینہ پر مسلط ہوگئے اور آخر کار مقام فخ (مکہ سے ۶ میل) میں (بتاریخ ۸ ذی الحجہ ۱۶۹ھ) شہید ہوگئے۔ تو انہوں نے موسےٰ بن جعفر علیہ السلام کو اپنی بیعت کی دعوت دی۔ موسےٰ کاظم نے ان کے پاس آکر کہا۔ اے چچا کے بیٹے تو مجھے تکلیف نہ دے اس بات کی جس کی تکلیف تیرے چچا کے بیٹے (نفس زکیہ) نے تیرے چچا جعفر صادق علیہ السلام کو دی تھی۔ انتہےٰ۔ اس خروج کی تفصیل مروج الذہب للمسعودی اور معجم البلدان للحموی میں مذکور ہے۔ حسین مذکور کے بعد یحیےٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب نے امامت کا دعوےٰ کیا۔ اور امام موسےٰ

کاظم کو ایک خط لکھا۔ جس میں درج تھا کہ تم لوگوں کو میری بیعت سے رد کرتے ہو۔ تم نے اور تم سے پہلے تمہارے والد نے امامت کا ناحق دعویٰ کیا ہے۔ خط کے الفاظ یہ ہیں۔ وقد شاورت فی الدعوۃ للرضا من آل محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وقد احتجبتہا و احتجبہا ابوک من قبلک وقد یماد عیتما لیس لکم (اصول کافی صفحہ ۲۴۲)۔

شیعہ کی کتابوں میں امام موسےٰ کاظم کی نسبت یہ روایت موجود ہے۔ عن ابی الحسن الماضی علیہ السلام قال العورۃ عورتان القبل والدبر فاما الدبر فمستور بالالیتین واما القبل فاسترہ بیدک فاذا سترت القضیب والبیضتین فقد سترت العورۃ (فروع کافی جلد ثانی جزو ثانی کتاب الزی والتجمل۔ باب الحمام۔ صفحہ ۲۰۰) ترجمہ۔ ابوالحسن ماضی علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ شرمگاہیں دو ہیں۔ اگلی اور پچھلی۔ لیکن پچھلی تو چوتڑوں سے چھپی ہوئی ہے۔ رہی اگلی۔ سو اس کو اپنے ہاتھ سے چھپالو۔ جب تم نے قضیب اور دونوں خصیوں کو چھپا لیا۔ تو تم نے اپنی شرمگاہ کو چھپالیا۔ انتہےٰ۔ افسوس! کہاں امام موسےٰ کاظم۔ اور کہاں یہ قول۔

امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام رضا کا ذکر پہلے ضمناً آچکا ہے۔ یہاں ایک اور روایت ان کے متعلق درج کی جاتی ہے۔ عن موسیٰ بن عبد الملک عن رجل قال سألت ابا الحسن الرضا علیہ السلام عن اتیان الرجل المراۃ من خلفہا فی دبرھا فقال احلتہا آیۃ من کتاب اللہ تعالیٰ قول لوط علیہ السلام ھؤلاء بناتی ھن اطہر لکم وقد علم انہم لا یریدون الفرج (کتاب الاستبصار۔ جلد ثانی۔ باب اتیان النساء فی مادون الفرج صفحہ ۱۳۰) ترجمہ ایک شخص نے ابوالحسن رضا علیہ السلام سے پوچھا۔ کہ مرد کا پیچھے سے اپنی عورت کے مقعد میں دخول کرنا کیسا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ اس فعل کو قرآن مجید کی ایک آیت نے حلال کر دیا ہے۔ وہ حضرت لوط علیہ السلام کا یہ قول ہے۔ ھؤلاء بناتی ھن اطہر لکم (یہ میری لڑکیاں ہیں۔ یہ تمہارے واسطے حلال ہیں۔) اور حضرت کو معلوم تھا کہ ان کی قوم کی مراد فرج نہیں۔ انتہےٰ۔ آیت زیر بحث سورہ ہود میں ہے۔ جہاں مذکور ہے کہ فرشتے جوانان خوبرو کی صورت بن کر حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے۔ ان کی قوم جو اغلام کی عادی تھی۔ دوڑی آئی۔ حضرت نے فرمایا کہ تم میرے مہمانوں میں میری فضیحت نہ کرو۔ اس کام کے لئے میری لڑکیاں

موجود ہیں۔ وہ تمہارے واسطے پاکیزہ تر ہیں مفسرین اہلسنت نے حضرت کے قول کی یہ تفسیر لکھی ہے۔ کہ یہ عورتیں جو میری لڑکیاں یا لڑکیوں کے برابر ہیں۔ ان کو اللہ تعالےٰ نے اس کام کے لئے پیدا کیا ہے۔ تم ان سے نکاح کر لو۔ مگر امام رضا نے بنابر روائیت مذکورہ بالا یہ تفسیر فرمائی۔ کہ تم ان کی دبر میں دخول کر لو۔ امام رضا کی زندگی میں ۱۹۹ھ ہجری میں کئی بزرگوں نے امامت کے دعوے کے ساتھ خروج کیا۔ ابن طباطبا علوی یعنی محمد بن ابراہیم بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن حسن مثنےٰ کوفہ میں ظاہر ہوئے۔ امام موسےٰ کاظم کے صاحبزادے زید نے بصرہ میں خروج کیا۔ امام موسےٰ کاظم کے دوسرے صاحبزادے ابراہیم یمن میں ظاہر ہوئے۔ اور مدت تک یمن پر قابض رہے۔ امام جعفر صادق کے صاحبزادے محمد نے مکہ اور نواحی حجاز میں خروج کیا۔ محمد مذکور کو امیر المومنین کہا جاتا تھا۔ مزید تفصیل کے لئے تاریخ کامل و مروج الذہب وغیرہ دیکھو۔

امام محمد تقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ امام رضا کے صاحبزادے ہیں۔ ان کا قصہ اصول کافی میں بدیں الفاظ مذکور ہے

قال (علی بن جعفر ع) قال له اخوته ونحن ایضاً ما کان فینا امام قط حائل اللون فقال لهم الرضاء هو ابنی قالوا فان رسول الله صلے الله علیه واله قد قضی بالقافة فبیننا وبینك القافة قال ابعثوا انتم الیهم فاما انا فلا ولا تعلموهم لما دعوتموهم ولتکونوا فی بیوتکم فلما جاؤا اقعدونا فی البستان واصطف عمومته واخوته واخواته واخذ والرضا علیه السلام والبسوه جبة صوف وقلنسوة منها ووضعوا علی عنقه مسحاة وقالوا له ادخل البستان کانك تعمل فیه ثم جاؤا بابی جعفر علیه السلام فقالوا الحقوا هذا الغلام بابیه فقالوا لیس له هٰهنا اب ولکن هٰذا عم ابیه وهٰذا عمه وهٰذه عمته وان یکن له هٰهنا اب فهو صاحب البستان فان قدمیه وقدمیه واحدة فلما رجع ابو الحسن علیه السلام قالوا هٰذا ابوه قال علی بن جعفر فقمت فمصصت ریق ابی جعفر علیه السلام ثم قلت له اشهد انك امامی عند الله فبکی الرضا علیه السلام ثم قال یا عم الم تسمع ابی وهو یقول قال رسول الله صلے الله علیه واله بابی ابن خیر الاماء ابن النوبیة الطیبة الفم المنتجبة الرحم ویلهم لعن الله الاعیس وذریته صاحب الفتنة ویقتلهم سنین

وشهوراً وايّاما يسومهم خسفا ويسقيهم كأساً مصبرة وهو الطريد الشريد الموتور بأبيه وجده صاحب الغيبة يقال مات او هلك اى واد سلك افيكون هذا يا عم الا منى فقلت صدقت جعلت فداك

(اصول کافی) ترجمہ۔ علی بن جعفر صادق کا بیان ہے۔ کہ امام رضا کے بھائیوں اور ہم نے بھی امام رضا سے کہا۔ کہ ہم میں کبھی کوئی امام حائل اللون (رنگ بدلا ہوا۔ سبز چہرہ) نہیں ہوا (جس سے ان کی مراد یہ تھی کہ محمد تقی آپ کا بیٹا نہیں۔ صافی شرح کافی) امام رضا نے فرمایا۔ کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ وہ بولے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے (حضرت اسامہ کو ان کے والد زید سے الحاق کرتے ہیں۔ صافی) علمائے قیافہ کے قول پر فیصلہ فرمایا تھا۔ پس ہمارے اور آپ کے مابین علمائے قیافہ حکم ہیں۔ امام رضا نے فرمایا۔ کہ میں تو ان کو نہیں بلاتا۔ تم ان کو بلا بھیجو۔ اور ان کو وہ مطلب نہ بتاؤ۔ جس کے لئے تم ان کو طلب کرتے ہو۔ اور وہ تمہارے گھروں میں اتریں۔ جب علمائے قیافہ آئے۔ تو انہوں نے ہم کو باغ میں بٹھایا۔ اور امام رضا کے چچوں بھائیوں اور بہنوں نے صف باندھی۔ اور امام رضا کو پکڑ کر پشم کا جبہ اور اسی جنس کی ٹوپی پہنائی۔ اور ان کی گردن پر ایک کدال رکھ دیا۔ اور ان سے کہا۔ کہ آپ باغ میں داخل ہو جائیں۔ گویا کہ آپ اس میں کام کرتے ہیں۔ پھر وہ امام محمد تقی علیہ السلام کو لائے۔ اور علمائے قیافہ سے کہا۔ کہ اس لڑکے کو اس کے باپ سے الحاق کرو۔ وہ بولے۔ کہ اس مجلس میں کوئی اس کا باپ نہیں ہے۔ لیکن یہ اس کے باپ کا چچا ہے۔ اور یہ اس کا چچا ہے۔ اور یہ اس کی پھوپھی ہے۔ اگر اس مکان میں کوئی اس کا باپ ہے۔ تو وہ باغ میں کام کرنے والا ہے۔ کیونکہ اس کی اور اس کی چال یکساں ہے۔ جب امام رضا واپس ہوئے۔ تو علمائے قیافہ نے کہا کہ یہ اس کا باپ ہے۔ علی بن جعفر صادق کا قول ہے۔ کہ یہ سن کر میں اٹھا۔ اور میں نے امام محمد تقی علیہ السلام کا لعاب دہن چوسا۔ پھر میں نے ان سے کہا۔ کہ آپ اللہ کے نزدیک میرے امام ہیں۔ امام رضا علیہ السلام رو پڑے۔ پھر فرمایا۔ اے میرے چچا۔ کیا تو نے میرے باپ کو نہیں سنا کہ کہتے تھے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا۔ میرا باپ فدا ہو۔ بہترین کنیزاں کے بیٹے۔ نوبیہ کے بیٹے (امام محمد تقی) پر وہ نوبیہ جس کا منہ خوشبودار اور جس کا رحم برگزیدہ ہے۔ اور صاحب فتنہ کے دل میں ڈالا جائے گا۔ کہ عباس اور اس کی اولاد پر اللہ کی لعنت کی ہے۔ وہ صاحب فساد اولاد عباس کو سالوں مہینوں، دنوں قتل کرے گا۔ اور ان کو ذلت چکھائے گا۔

اور ان کو جام تلخ پلائے گا۔ اور وہ نوبیہ کا بیٹا دور کیا گیا۔ بھگایا ہوا باپ دادے کے سبب مظلوم اور غائب ہو گا۔ (یہاں تک کہ) کہا جائے گا۔ کہ وہ مر گیا یا گمراہ ہو گیا۔ کسی صحرا میں چلا گیا۔ اے میرے چچا کیا یہ (محمد تقی) میرے سوا کسی اور کا بیٹا ہو سکتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ قربان جاؤں آپ نے سچ فرمایا۔ انتہٰی +

اس قصے میں کئی امور غور طلب ہیں۔ جو ذیل میں درج ہیں۔

اوّل۔ امام موسےٰ کاظم کثیر الاولاد تھے۔ ان کی اولاد کی تعداد اٹھارہ یا انیس لڑکے اور بیس لڑکیاں تھیں۔ (جنات الخلود) اور ایک قول میں تئیس لڑکے اور سینتیس لڑکیاں بتائی جاتی ہیں۔ (بحر الجواہر للسید محمد باقر) یہ واقعہ ۲۰۹ھ ہجری کا ہے۔ جب کہ امام محمد تقی کی عمر دو سال کی تھی۔ اس وقت امام رضا کے بھائی اور بہنوں میں سے اکثر زندہ ہوں گے اور آپ کے چچوں میں سے محمد بن جعفر صادق اور علی بن جعفر صادق تو یقیناً زندہ تھے ان سب کا ایسے افترا پر متفق ہو جانا بعید از عقل معلوم ہوتا ہے۔

دوم۔ امام رضا کو مالی کے بھیس میں باغ میں داخل کرنا پھر محمد تقی کو علمائے قیافہ پر پیش کرنا ایک ناٹک کا تماشا ہے۔ اس میں باپ بیٹے ہر دو کی توہین ظاہر ہے۔

سوم۔ امام رضا کا قول۔ کہ میں تو علمائے قیافہ کو نہیں بلاتا۔ اس امر پر مبنی ہے۔ کہ اہل علم قیافہ کا قول ان کے نزدیک معتبر نہ تھا۔ (صافی شرح کافی) حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسامہ بن زید کا فیصلہ اسی طرح فرمایا تھا۔ اس میں جناب رسالتمآب علیہ الوف التحیۃ والصلوٰۃ کی صریح مخالفت ہے۔

چہارم۔ جب علمائے قیافہ نے اپنا فیصلہ سنایا۔ تو امام رضا نے اس کی تائید میں ایک حدیث نبوی سنا دی۔ اگر واقعی یہ حدیث تھی۔ تو امام رضا نے پہلے ہی کیوں نہ سنا دی۔ تاکہ کسی کو چون و چرا کی گنجائش نہ رہتی۔ اور باپ بیٹے کی توہین نہ ہوتی۔

پنجم۔ اس حدیث امام رضا میں بقول ملا خلیل شارح کافی ابعس سے مراد رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کے چچا حضرت عباس اور صاحب فتنہ سے مراد حکام چنگیزی ہیں۔ امام محمد تقی کی تعریف کے ساتھ عباس و اولاد عباس کی مذمت کو کیا ربط۔ خلیفہ مامون عباسی نے سادات کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا تھا۔ اپنی لڑکی ام الفضل کا نکاح امام محمد تقی سے کر دیا تھا۔ اور فدک اولاد فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا پر رد کر دیا تھا۔ شیعہ جو

حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی طرف سے خار کھائے ہوئے ہیں اس کی وجہ پہلے مذکور ہو چکی ہے :-

ششم اس حدیث میں جو الفاظ طرید شرید غائب امام محمد تقی کے لئے استعمال ہوئے ہیں ان سے امام موصوف کی توہین عیاں ہے۔ ملا خلیل نے ان الفاظ کو شیعہ کے امام غائب علیہ السلام پر چسپاں کرنے کی بے جا کوشش کی ہے۔

ہفتم۔ حدیث کے الفاظ الموتورُ بابیہ وجدہ سے پایا جاتا ہے۔ کہ امام محمد تقی کے والد کی طرح دادا پر بھی کچھ افترا ہو گا جسکی تصریح نہیں کیگئی۔ قصہ زیر بحث دوسرے طریق سے بدین الفاظ مروی ہے۔ در مناقب روئیت کردہ کہ حضرت جواد بسیار سبزہ و گندم گوں بود۔ باین جہت بعضے شک نمودند در فرزند رضا بودن او۔ و آنحضرت در خراسان بود۔ پس بنی عبد المطلب جمعیت کردند و قیافہ دانان را جمع کردند۔ و حضرت جواد را کہ در سن دو سالگی بود بر ایشان عرض کردند۔ چوں قیافہ دانان را نظر بر آن حضرت افتاد بر رو در افتادند و سجدہ کردند۔ بعد از ان بر خواستند و گفتند۔ وائے بر شما مثل ایں ستارہ درخشاں و نور تاباں را بر امثال ما اشخاص عرض مے کنید۔ بخدا قسم ایں حسب زکی زاہر و نسب مہذب طاہر است کہ از ستارگان زواہر و رحمہائے پاکیزہ طواہر بہم رسیدہ۔ بخدا قسم است نیست او مگر ذریۂ امیر المومنین۔ پس آن طفل بزرگوار بزبانے بندہ تر از تیغ آبدار فرمود۔ حمد مر خدائے را کہ مارا از نور خود خلق کردہ و برگزیدہ است مارا از بریہ خود۔ و ما را امین بر وحی خود قرار دادہ۔ وائے مردمان منم محمد بن علی رضا۔ پسر امام موسےٰ کاظم پسر امام جعفر صادق پسر امام محمد باقر پسر امام علی سید العابدین پسر امام حسین شہید سید الشہدا پسر امیر المومنین علی بن ابی طالب و پسر فاطمہؓ دختر محمد مصطفےٰ۔ در مثل منی شک مے آورید۔ و بر خدا و جدم افترا مے زنید۔ و مرا بر قیافہ داناں عرض مے کنید۔ بخدا کہ من بہتر از خود آن اشخاص مے دانم آنچہ در دل خود پنہاں کردہ اند۔ و من داناترم مردم بآنچہ بعد ازاں خواہا شد یعنی کہ خدا بما عطا فرمودہ پیش ازاں کہ عالم را تمام کند۔ و خدا را گواہ مے گیرم کہ اگر نہ اینست کہ مشرکاں و ذریۂ کافراں و اہل بغی و عدوان ہجوم آوردہ اند بر ما و عالم را شک و شرک و شقاق گرفتہ است چیزے چند مے کردم کہ اولین و آخرین از آن تعجب کنند و بعد ازاں دست خود را بر سینہ گرفتہ گفت۔ یا محمد ساکت شو چنانچہ پدران تو ساکت شدند۔ و صبر

کن - چنانچہ صبر کردند پیغمبران اولوالعزم - و تعجیل مکن کہ وعدہ خدائے از برائے ایشان نیست
مگر یک ساعت از روز کہ منقضی شود دولت ایشان و ہلاک شوند اہل بغی و عدوان - و بعد از ان
آمد و دست یک مرد را کہ در پہلوئے او بود گرفت و براہ افتاد و پا بر گردن ہمہ مردیکہ در آنجا جمع
شدہ بودند گذارد و راہ مے داند باو - و بخدا قسم کہ مشایخ و بزرگان آل ابوطالب نظر مے کردند باو
و مے گفتند - اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ ؂ و چوں ایں خبر بخراسان بحضرت رضا رسید
فرمود الحمد للہ کہ خدا بفرزندمن شرف ابراہیم فرزند رسول خدا را داد و بمادر فرزندم شرف ماریہ
قبطیہ چہ او را نیز تہمت زدہ بودند - و تشکیک کردہ بودند - و بعد از ان ظاہر شد فساد تشکیک
ایشان و فرمود پسرم تاسی و اقتدا نمود بابراہیم فرزند رسول خدا (بحر الجواہر للسید محمد باقر مطبوعہ
ایران ۱۲۹۶ھ صفحہ ۲۴۷) ترجمہ - مناقب میں روایت ہے - کہ حضرت محمد تقی جواد بہت سبزہ
اور گندم گون تھے - اس وجہ سے بعضوں نے ان کے رضا کے بیٹے ہونے میں شک کیا -
اس وقت امام رضا خراسان میں تھے - پس بنی عبد المطلب نے جمع ہو کر علمائے قیافہ کو بلا لیا
اور حضرت جواد کو جو دو سال کے تھے - ان پر پیش کیا - جب علمائے قیافہ کی نظر حضرت
پر پڑی - انہوں نے منہ کے بل گر کر سجدہ کیا - بعد ازاں اٹھ کر کہنے لگے - وائے تم پر ایسے
چمکتے ستارے اور روشن نور کو ہم سے اشخاص پر پیش کرتے ہو - خدا کی قسم یہ روشنی پاک
حسب اور پاک مہذب نسب ہے - جو روشن ستاروں اور پاک پاکیزہ رحموں سے یہاں پہنچا
ہے - خدا کی قسم وہ بجز اولاد امیر المومنین نہیں ہے - پس اس بزرگوار لڑکے نے آب دار
تلوار سے زیادہ کاٹنے والی زبان سے فرمایا - حمد ہے خدا کے لئے جس نے ہم کو اپنے
نور سے پیدا کیا - اور اپنی خلقت میں سے ہم کو برگزیدہ کیا - اور ہم کو اپنی وحی کے امین قرار
دیا - اے لوگو میں ہوں محمد بن علی رضا بن امام موسے کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد
باقر - بن امام علی زین العابدین بن سید الشہداء امام حسین بن امیر المومنین علی بن ابی طالب
و فاطمہ بنت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ - تم مجھ سے بندے میں شک کرتے ہو - اور خدا
اور میرے دادا پر افترا کرتے ہو - اور مجھے علمائے قیافہ پر پیش کرتے ہو - خدا کی قسم میں خود
ان اشخاص سے بہتر ہوں - مجھے معلوم ہے - جو کچھ انہوں نے اپنے دل میں پوشیدہ کیا ہے
میں اس علم کے ساتھ جو خدا نے اس جہاں کی پیدائش کے پورا کرنے سے پہلے ہم کو عطا کیا -
سب لوگوں سے زیادہ جاننے والا ہوں - اس امر کو جو اس کے بعد ہوگا - اور میں خدا کو گواہ

بتاتا ہوں - کہ اگر یہ بات نہ ہو - کہ مشرکوں اور کافروں کی اولاد اور اصحاب بغاوت وستم نے ہم پر ہجوم کیا ہوا ہے - اور دنیا کو شک و شرک و مخالفت نے گھیرا ہوا ہے - تو میں چند ایسی چیزیں دکھاتا - کہ اولین و آخرین ان سے تعجب کرتے - بعد ازاں حضرت جواد نے اپنا ہاتھ سینہ پر رکھ کر فرمایا - اے محمد چپ ہو جا - جیسا کہ تیرے آباؤ اجداد چپ ہو گئے - اور صبر کر جیسا کہ اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا - اور جلدی نہ کر - کیونکہ ان کے واسطے خدا کا وعدہ دن کی ایک ساعت ہے - کہ ان کی سلطنت کا خاتمہ ہو جائے گا - اور اصحاب بغاوت وستم ہلاک ہو جائیں گے بعد ازاں حضرت نے آکر ایک شخص کا ہاتھ پکڑ لیا - جو آپ کے پہلو میں تھا - اور راستہ لیا جو لوگ وہاں جمع تھے آپ نے ان سب کی گردن پر پاؤں رکھا - وہ آپ کو راستہ دیتے تھے - خدا کی قسم آل ابو طالب کے بزرگ و مشایخ آپ کو دیکھ کر کہتے تھے اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ جب یہ خبر حضرت رضا کو خراسان میں پہنچی - فرمایا - الحمد للہ کہ خدا نے میرے بیٹے کو رسول خدا کے صاحبزادے ابراہیم کا شرف بخشا - اور میرے بیٹے کی والدہ کو ماریہ قبطیہ کا شرف عطا کیا - کیونکہ حضرت ماریہ پر بھی لوگوں نے تہمت لگائی تھی - اور شک کیا تھا اور بعد ازاں ان کے شک کا غلط ہونا ظاہر ہو گیا تھا - اور فرمایا کہ میرے بیٹے نے ابراہیم فرزند رسول خدا کی پیروی کی - انتہے - یہ روایت کافی کی روایت کے معارض ہے - کیونکہ جب امام رضا اس موقع پر حاضر ہی نہیں - تو ان کا علمائے قیافہ کے بلانے سے انکار کرنا اور مالی کے بھیس میں باغ میں داخل کیا جانا اور پھر علمائے قیافہ کے فیصلہ کو حسب مراد پا کر اس کی تائید میں ایک حدیث سنانا یہ سب غلط ٹھیرتا ہے - مگر روایت مناقب بھی اعتراض سے خالی نہیں - کیونکہ باپ کی عدم موجودگی میں علمائے قیافہ کا دو سال کے بچے کو اس کے باپ سے الحاق کرنا متعذر ہے - اور فیصلہ کے بعد اسی دو سالہ لڑکے سے وہ تقریر منسوب کرنا جو اوہام شیعہ کے مطابق ہے - شیعی یاروں کی ایجاد ہے - ایسی روایتیں محض توہین و تذلیل اہل بیت کے لئے وضع کی گئی ہیں +

امام محمد تقی کی زندگی میں سنہ ۲۰۷ ہجری میں عبدالرحمن بن احمد بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب نے امامت کے دعوے کے ساتھ یمن میں خروج کیا - اسی طرح سنہ ۲۱۹ ہجری میں محمد بن قاسم بن عمر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب نے خراسان میں امامت کا دعوے کیا - (تاریخ کامل لابن اثیر) +

امام علی نقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام علی نقیؒ آٹھ برس کے تھے۔ کہ ان کے والد امام محمد تقیؒ نے وفات پائی۔ وفات کے وقت (دیکھو اصول کافی۔ باب الاشارۃ والنص علی ابی الحسن الثالث ص۲۱۰) محمد تقی نے پیام آور کے ذریعے خیران زاکانی کو جو آپ کے در دولت کا ملازم تھا خلوت میں یہ کہلا بھیجا۔ کہ میرے بعد میرا بیٹا علی نقی امام ہے۔ احمد بن محمد بن عیسےٰ نے جو آپ کی بیماری کا حال دریافت کرنے آیا کرتا تھا۔ اس پیام کو دیوار کے پیچھے سے سن لیا۔ جب پیام آور چلا گیا۔ تو احمد نے خیران سے پوچھا۔ کہ وہ پیام آور کیا کہہ گیا۔ خیران نے کہا۔ خیر ہے۔ احمد نے کہا۔ مجھ سے کیوں چھپاتے ہو۔ میں نے سب سن لیا ہے۔ اس پر خیران نے کہا۔ کہ تونے خلاف قرآن تجسس کیا ہے۔ مگر تو اس شہادت کو یاد رکھنا۔ شاید کسی روز ہمیں اس کی ضرورت پڑے اور قبل از وقت کسی سے نہ کہنا۔ بعد ازاں خیران نے مضمون پیام دس رقعوں میں لکھکر اور ان پر مہر لگا کر شیعہ میں سے دس مشہور اشخاص کے حوالہ کر دیا۔ جب امام محمد تقی نے وفات پائی۔ تو سرداران شیعہ امامیہ محمد بن فرج کے ہاں جمع ہو کر امامت کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔ وہاں خیران کو طلب کیا گیا۔ اور وہ دس اشخاص بھی بلائے گئے۔ خیران نے رقعوں کا مضمون کھول کر سنایا۔ اور کہا کہ امام محمد تقی نے مجھے اس امر پر مامور کیا تھا۔ اس پر بعض نے خیران سے کہا۔ کہ تمہارے ساتھ کوئی اور گواہ ہونا چاہیئے۔ خیران نے کہا۔ کہ احمد بن محمد بن عیسےٰ گواہ ہے۔ جب احمد مذکور سے دریافت کیا گیا۔ تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ اور کہ دیا کہ میں نے کچھ نہیں سنا۔ خیران نے مباہلہ کی دھمکی دی۔ تو کہ دیا کہ میں نے یہ مضمون سنا ہے۔ کیا ایسی روائیت سے امامت ثابت ہو سکتی ہے +

امام علی نقیؒ کا قول اس کتاب کے پہلے حصہ میں آچکا ہے۔ یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ علی نقی کی زندگی میں ۲۵۰ھ میں ابو الحسین یحییٰ بن عمر علوی نے کوفہ میں امامت کے دعوے کے ساتھ خروج کیا۔ اور کوفہ پر قابض ہو گیا۔ اسی سال حسن بن زید علوی (متوفی ۲۷۰ھ) نے طبرستان میں امامت کا دعوے کیا۔ اور طبرستان

وجرجان پر متسلط ہو گیا حسن مذکور کے بعد اس کے بھائی محمد بن زید نے امامت کا دعویٰ کیا۔ اور دیلم پر قابض ہو گیا۔ طبرستان میں حسن کے بعد حسن بن علی حسینی معروف بہ اطروش اور اس کے بیٹے نے پھر حسن بن قاسم حسنی نے امامت کا دعویٰ کیا ۲۵۰ھ ہی میں احمد بن عیسیٰ علوی اور ادریس بن موسیٰ علوی رے میں اور کرکی علوی یعنی حسن بن اسماعیل بن محمد بن عبداللہ بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب قزوین میں امامت کے مدعی ہوئے +

امام حسن عسکری و امام محمد مہدی رضی اللہ تعالےٰ عنہما

امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک حسن عسکری گیارہویں امام ہیں۔ ان کی زندگی میں ۲۵۶ھ میں ابن الصوفی علوی نے مصر میں اور علی بن زید علوی نے کوفہ میں امامت کے دعوے کے ساتھ خروج کیا۔ (کامل ابن اثیر) حسن عسکری کے بعد حسب عقیدہ اثنا عشریہ ان کے بیٹے محمد بارہویں امام اور مہدی منتظر ہیں۔ مگر جعفریہ کہتے ہیں۔ کہ حسن عسکری کے بعد ان کے بھائی جعفر بن علی نقی امام ہیں۔ کیونکہ حسن عسکری کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ اسی وجہ سے ان کی میراث جعفر مذکور کو ملی۔ اثنا عشریہ نے محمد مہدی کے جو حالات لکھے ہیں۔ ان سے جعفریہ کے قول کی تردید تو کیا تائید ہوتی ہے۔ ہم ذیل میں ان حالات کو بطریق اختصار بیان کرتے ہیں۔

زیر بحث محمد مہدی کی والدہ کا نام بنا بر قول اصح نرجس بتایا جاتا ہے۔ جو یشوعا بن قیصر روم کی دختر اور شمعون حواری عیسےٰ کی نسل سے تھی۔ نرجس کا اصلی نام ملیکہ تھا۔ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا مع ائمہ کرام ملیکہ کے خواب میں تشریف لانا۔ اور خواب ہی میں اس کو مسلمان کرنا اور امام حسن عسکری سے نکاح کر دینا۔ پھر امام حسن کا خواب میں ملیکہ کو بتانا کہ فلاں روز قیصر لشکر اسلام سے جنگ کرے گا۔ تو اپنے تئیں اسیران جنگ میں شامل کر دینا۔ یہ سب خواب پریشان کی باتیں ہیں۔ جنکی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ اس طرح ملیکہ اسیر ہو کر بغداد پہنچتی ہے۔ اور اپنا نام نرجس رکھ لیتی ہے۔ جو کنیزوں کے لئے موزون ہے۔ امام نقی بشیر بن سلیمان کو سامرہ سے بھیجتے ہیں۔ وہ دوسو بیس اشرفی کے عوض ملیکہ کو خرید لاتا ہے۔ اور امام کی خدمت

میں پیش کر دیتا ہے۔ (حق الیقین و جنات الخلود)۔ سید محمد باقر موسوی محمد مہدی کی ولادت وغیرہ کی نسبت یوں لکھتا ہے۔ در کمال الدین از محمد بن عبداللہ مطہری روایت کردہ۔ کہ گفت۔ رفتم نزد حکیمہ خاتون بعد از وفات ابو محمد و از او پرسیدم۔ حجت خدا امروز کیست وبیان کردم چیزے را کہ از اختلاف مردم بہم رسیدہ است۔ فرمود بنشین۔ چوں نشستم گفت۔ خدائے تعالیٰ ہرگز زمین خود را از حجت ناطق و صامت خالی نگزاشتہ و نمی گذارد و امامت بغیر از امام حسن و امام حسین علیہما السلام در دو برادر قرار ندادہ از برائے ہیں کہ ظاہر شود کہ عدیلے و نظیرے از برائے ایشان نیست۔ کہ مثل ایشان باشد۔ بلکہ اولاد حسین را بر اولاد حسن تفضیل داد چنانچہ اولاد ہارون را بر اولاد موسےٰ ترجیح داد۔ باوجود این کہ رعیت موسےٰ بود۔ و فضیلت امامت از برائے اولاد امام حسین است تا روز قیامت۔ و امت را باید حیرتے دست دہد کہ سعید و شقی و نیک و بد در بوتہ امتحان در آیند۔ و در ان حیرت باید نیک از بد امتیاز یابد۔ و بعد از وفات ابو محمد نیز ہمان حیرت واقع شدہ و این اختلافات دست دادہ۔ راوی گوید کہ عرض کردم اے خاتون من از برائے امام حسن عسکری اولادے باقی ماندہ۔ پس تبسمے کرد و گفت۔ اگر عقبے از برائے او نباشد زمین خالی از حجتے خواہد بود۔ و بغیر از حسنین امامت در دو برادر قرار نگرفت۔ گفتم پس اے سیدۂ من شرح کن از برائے ما کیفیت ولادت مولائے مرا و طریق غائب شدن او را۔ فرمود جاریہ داشتم کہ نام او نرجس بود۔ روزے پسر برادرم ابو محمد بزیارت من آمد۔ و بسیار نگاہہائے خیرہ بنرجس نمود۔ گفتم اے آقائے من شاید میلے باو بہم رسانیدہ باشی بفرستم او را از برائے تو۔ فرمود نہ اے عمہ تعجب دارم ازین کہ باید از شکم این جاریہ مولودے بیرون آید۔ کہ زمین را پر از عدالت کند بعد از انکہ از ظلم و جور پر شدہ باشد۔ گفتم پس بفرستم او را۔ فرمود از پدرم ابوالحسن اذن بخواہ پس رختہائے خود را پوشیدم۔ و رفتم بمنزل برادرم ابوالحسن و چون سلام دادم و نشستم۔ ابتدا نمود آنحضرت بمن و فرمود نرجس را از برائے پسرم ابو محمد ببر۔ گفتم از برائے ہمین آمدم کہ از تو اذن بخواہم۔ فرمود خوشا بحال تو کہ زن مبارکے ہستی از اہل بیت۔ و خدا است تعالےٰ مقدر کردہ کہ ترا شریک کند دین نعمت عظمےٰ۔ حکیمہ گوید۔ چون برگشتم بمنزل خود۔ نرجس را آرائیش کردم و در خانہ خود او را بابو محمد دادم۔ و آنحضرت چند روز نزد من ماند۔ بعد از ان رفت بخانہ والد ماجدش نرجس را نیز فرستادم۔ و چند مدت

ازین مقدمه گذشت که ابو الحسن از دنیا رفت و ابو محمد بجاے او نشست وہمان نسبت که
اورا زیارت مے کردم ابو محمد را نیز زیارت مے کردم - پس روزے رفتم بزیارت ابو محمدؑ و تمام
روز نزد او بودم - چون شب خواستم بروم - فرمود اے عمه امشب نزد ما بمان که درین شب
مولودے از من متولد مے شود که قدر او پیش خدا بسیار باشد و زمین مرده را زنده سازد
پرسیدم از که متولد مے شود - فرمود از نرجس - گفتم من در نرجس اثر حملے نے بینم - فرمود
ازین همین نرجس نه از دیگرے - پس جستم از جاے خود - و رفتم نزد نرجس - و بنهایت
وقت و تامل در شکم و پشت او کردم - و اصلا اثر حملے ندیدم - برگشتم و عرض کردم با بو محمدؑ
که اثر حملے در او ندیدم - آنحضرت خندید و فرمود - اول صبح اثر حمل ظاهر شود - و طفل متولد
گردد چه مثل او مثل مادر موسےؑ است که حمل او ظاهر نشد و هیچ کس ندانست که حامله است -
تا مین زائیدن بعلت آنکه فرعون شکم زنان حامله را مے شگافت بجهت تفحص موسےؑ - و این
فرزند من نظیر موسےؑ مے باشد - حکیمه گوید دران شب بخوابیدم - و انتظار کشیدم تا
هنگام طلوع صبح و نرجس در پهلوے من خوابیده بود - در کمال آرام - چون صبح شد جست از
جا در نهایت فزع و خوف او را بسینه خود چسپانیدم - و بسم الله گفتم - ناگاه ابو محمد از
اطاق دیگر صدا زد که سوره انا انزلناه فی لیلة القدر را بخوان - و بر او بدم - پس من انا انزلناه
مے خواندم - و بر او مے دمیدم - پس پرسیدم ترا چه مے شود گفت آنچه مولاے من
خبر داد ظاهر شد و من انا انزلناه مے خواندم - و آن طفل نیز در رحم با من موافقت مے نمود
در قرات - و سلام کرد بر من پس ترسیدم که ناگاه صداے ابو محمد رسید که اے عمه
مترس و تعجب مدار - از امر خداے که حق تعالے در طفولیت زبان ما را گویا بحکمت مے سازد
و در بزرگی حجت بر خلق خدا مے گرداند - هنوز سخن ابو محمد تمام نشده بود که دیدم نرجس از نظر من
ناپیدا شد و گویا پرده در پیش چشم من کشیده شد - پس برخاستم و دویدم رو
باطاقیکه ابو محمد بود که او را خبر کنم و فریاد مے زدم - که نرجس را بردند که ناگاه صداے آنحضرت
رسید که اے عمه برگرد بجاے خود و اضطراب مکن که او را مے بینی - پس برگشتم و دقیقه نگذشت
که دیدم نرجس بر سر جاے خود نشسته و چنان نورے با او احاطه کرده که چشم را خیره مے کند
و مولاے خود صاحب الامر را دیدم که بسجده رفته و انگشتان سبابه خود را رو بآسمان
کرده مے گوید - اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له و اشهد ان محمدا رسول الله

وان الی امیر المومنین ۔ و یک یک از ائمہ را شمرد تا بخودش رسید گفت ۔ اللّٰھم انجزلی
وعدی و اتمم لی امری و ثبت وطاتی واملا الارض بی عدلا و قسطا ۔ پس حضرت امام حسن
فریاد زد کہ اے عمہ اورا بردار و نزد من آر ۔ پس او را برداشتم و بردم ۔ و ہمین کہ برابر پدرش
رسید سلام کرد و آن حضرت از من گرفت و دیدم مرغان سفید چند کہ بر بالائے سر آن طفل
بال مے زوند ۔ پس بیکے از مرغان گفت بگیر این طفل را و نزد خود نگاہ دار و بعد از چہل روز
از برائے من بیار اورا و نیکو پرستاری و محافظت کن اورا ۔ پس آن مرغ اورا گرفت ۔ و
بآسمان پرواز نمود ۔ و سائر مرغان از عقب او رفتند و ابو محمد مے گفت ۔ استودعك
اللذی استودعتہ ام موسے ۔ پس نرجس بگریہ در آمد ۔ برادر زادہ ام گفت گریہ مکن و ساکت
شو کہ شیر برو حرام است مگر از پستان تو و بتو بر خواہد گشت ۔ چنانچہ موسے بمادرش برگشت
چنانچہ در قرآن مجید فرمودہ فرددناہ الی امہ کی تقر عینہا ولا تحزن ۔ حکیمہ گوید پرسیدم
آن مرغ چہ بود ۔ فرمود روح القدس بود کہ موکل است بائمہ و ایشان را تربیت مے کند
بعلم و حکمت و متوجہ توفیق و تائید ایشان است ۔ حکیمہ گوید بعد از چہل روز پسر برادرم فرستاد
از عقب من ۔ چون رفتم ۔ دیدم طفلے در پیش روئے او راہ میرود ۔ عرض کردم کہ این دو سالہ
مے نماید ۔ خندید و فرمود ۔ اولاد انبیاء و اوصیا ہرگاہ ائمہ شدند بخلاف دیگرانند و طفل ما چون
یک ماہہ مے شود مثل یک سالہ دیگرانست ۔ و ما در شکم مادر سخن مے گوئیم ۔ و قرآن میخوانیم
و عبادت پروردگار مے کنیم ۔ و در شیر خوارگی ملائکہ فرمان بردار ما مے باشند ۔ و ہر صبح و ہر
شام بر ما نازل مے شوند ۔ (بحر الجواہر مطبوعہ ایران صفحہ ۴۷۰ ۔ ۴۷۱) ۔ ترجمہ ۔ کمال الدین میں
محمد بن عبداللہ مطہری سے روایت ہے ۔ کہ میں امام حسن عسکری کی وفات کے بعد حکیمہ
خاتون کے پاس گیا ۔ اور اس سے پوچھا کہ حجت خدا آج کون ہے ۔ اور میں نے وہ اختلاف
بیان کر دیا ۔ جو لوگوں میں پیدا ہو گیا تھا ۔ حکیمہ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ ۔ جب میں بیٹھ گیا ۔ تو
ارشاد فرمایا کہ خدا تعالےٰ نے اپنی زمین کو کبھی حجت ناطق و صامت سے خالی نہیں رکھا
اور نہ رکھے گا ۔ اور سوائے حسنین علیہما السلام کے دو بھائیوں میں امامت قرار نہیں
دی تاکہ ظاہر ہو جائے کہ کوئی ان کا عدیل و نظیر نہیں جو ان کی مثل ہو ۔ بلکہ اولاد حسین کو اولاد
حسن پر فضیلت دی ۔ جیسا کہ اولاد ہارون کو اولاد موسےٰ پر ترجیح دی ۔ باوجودیکہ ہارون
موسےٰ کی رعیت تھے ۔ اور امامت کی فضیلت روز قیامت تک امام حسین کی اولاد کے

لئے ہے۔ امت کو حیرت ہونی چاہیئے کہ سعید وشقی اور نیک وبد امتحان کی کٹھالی میں آئیں اور اس حیرت میں نیک وبد میں امتیاز ہو جائے۔ امام حسن عسکری کی وفات کے بعد بھی وہی حیرت وقوع میں آئی۔ اور یہ اختلافات پیدا ہو گئے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی۔ اے میری خاتون کیا حسن عسکری سے کوئی اولاد باقی ہے۔ حکیمہ نے بحالت تبسم فرمایا کہ اگر ان کے ہاں اولاد نہ ہو۔ تو زمین حجت سے خالی ہوگی۔ اور سوائے حسنین کے دو بھائیوں میں امامت قرار نہیں پائی۔ میں نے عرض کی۔ اے میری سردار تب مجھ سے میرے آقا کی ولادت اور ان کے غائب ہونے کی کیفیت بالتفصیل بیان فرما دے۔ یہ سن کر حکیمہ نے فرمایا۔ کہ میرے ہاں ایک کنیز تھی جس کا نام نرجس تھا۔ ایک دن میرا بھتیجا امام حسن عسکری مجھ سے ملنے آیا۔ اس نے نرجس کی طرف بہت حیرت کی نگاہیں کیں۔ میں نے عرض کی۔ اے میرے آقا! شاید نرجس کی طرف آپ کا میلان ہو گیا ہے۔ کیا میں اسے آپ کے لئے بھیج دوں فرمایا۔ نہ اے پھوپھی! مجھے تعجب ہے۔ کہ اس کنیز کے پیٹ سے ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ جو زمین کو ظلم وجور سے پر ہونے کے بعد عدل سے پر کر دے گا۔ میں نے عرض کی۔ تو کیا میں اسے بھیج دوں۔ فرمایا کہ میرے باپ امام نقی سے اجازت طلب کیجئے۔ لہٰذا میں اپنے کپڑے پہن کر اپنے بھائی امام نقی کے ہاں پہنچی۔ جب میں سلام کر کے بیٹھ گئی۔ تو حضرت نے مجھ سے کلام شروع کیا۔ اور فرمایا کہ نرجس کو میرے بیٹے حسن عسکری کے واسطے لے جاؤ میں نے عرض کی۔ کہ میں اسی مطلب کے لئے آئی ہوں کہ آپ سے اجازت لے لوں فرمایا۔ تیرا حال بہت اچھا ہے۔ تو ہم اہلبیت میں سے مبارک عورت ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے مقدر کر دیا ہے۔ کہ تجھے اس نعمت عظمیٰ میں شریک کرے۔ حکیمہ کا بیان ہے کہ جب میں اپنے گھر واپس آئی۔ تو میں نے نرجس کو آراستہ کیا۔ اور اپنے گھر میں ائسے حسن عسکری کے حوالہ کیا۔ حضرت چند روز میرے پاس رہے۔ بعد ازاں اپنے والد ماجد کے گھر تشریف لے گئے۔ میں نے نرجس کو بھی بھیج دیا۔ اس کے بعد تھوڑا عرصہ گزرا کہ امام نقی نے دنیا سے انتقال فرمایا۔ اور حسن عسکری ان کے جانشین ہوئے۔ میں جس طرح امام نقی کی زیارت کیا کرتی تھی۔ اسی طرح حسن عسکری کی زیارت کو جایا کرتی تھی۔ چنانچہ ایک روز میں آپ کی زیارت کو گئی۔ اور سارا دن آپ کی خدمت میں رہی۔ جب شام کو واپس آنے لگی۔ تو آپ نے فرمایا۔ پھوپھی! آج کی رات ہمارے پاس رہو۔ کیونکہ

اس رات میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہو گا۔ جس کی قدر خدا کے نزدیک بہت ہو گی۔ وہ مردہ زمین کو زندہ کر دے گا۔ میں نے پوچھا۔ کہ کس سے پیدا ہو گا۔ فرمایا۔ نرجس سے۔ میں نے عرض کی کہ میں نرجس میں حمل کی کوئی علامت نہیں پاتی۔ فرمایا۔ اسی نرجس سے نہ کسی اور سے۔ پس میں اپنی جگہ سے اچھل پڑی۔ اور نرجس کے پاس گئی۔ اور اس کے پیٹ اور پیٹھ میں نہائیت غور و تامل کیا۔ مگر حمل کی کوئی علامت بالکل نہ پائی۔ میں نے لوٹ کر عرض کی۔ اے حسن میں نے اس میں حمل کا کوئی نشان نہیں پایا۔ حضرت نے ہنس کر فرمایا۔ کہ علی الصباح حمل کا نشان ظاہر ہو جائے گا۔ اور لڑکا پیدا ہو گا۔ کیونکہ نرجس کا حال موسٰے کی والدہ کی مانند ہے جس کا حمل ظاہر نہ ہوا۔ اور کسی نے تولد کے وقت تک نہ جانا کہ حاملہ ہے۔ اس لئے کہ فرعون موسٰی کی تلاش میں حاملہ عورتوں کے پیٹ پھاڑتا تھا۔ میرا یہ لڑکا موسٰے کی مثل ہو گا۔ حکیمہ کا بیان ہے۔ کہ میں اس رات نہ سوئی۔ اور طلوع صبح تک انتظار کرتی رہی۔ اور نرجس نہائیت آرام سے میرے پہلو میں سوئی ہوئی تھی۔ جب صبح ہوئی۔ تو نرجس نہائیت خوف اور ڈر سے چونک اٹھی۔ میں نے اس کو اپنے سینہ سے لگا لیا۔ اور بسم اللہ پڑھی۔ کہ اتنے میں اچانک حسن نے دوسرے کمرے سے آواز دی۔ کہ سورہ قدر پڑھکر اسے دم کر دو۔ پس میں سورہ قدر پڑھکر اسے دم کرتی تھی۔ میں نے نرجس سے پوچھا کہ تجھے کیا ہوتا ہے۔ وہ بولی کہ جو کچھ میرے آقا نے خبر دی تھی وہ ظاہر ہو گیا۔ اور میں سورہ قدر پڑھ رہی تھی۔ اور وہ لڑکا بھی ماں کے رحم میں میرے ساتھ وہی سورت پڑھ رہا تھا۔ اس لڑکے نے مجھے سلام کیا۔ میں ڈر گئی۔ کہ اچانک حسن عسکری کی آواز آئی۔ کہ۔ اے پھوپھی! ڈر مت۔ اور امر الہٰی سے تعجب نہ کر کہ خدا تعالےٰ بچپن میں ہماری زبان کو حکمت کے ساتھ گویا کر دیتا ہے۔ اور بزرگی میں اپنی مخلوقات پر حجت بنا دیتا ہے۔ ابھی حسن کا کلام تمام نہ ہوا تھا۔ کہ میں نے دیکھا۔ کہ نرجس میری نظر سے غائب ہو گئی۔ گویا میری آنکھ کے سامنے پردہ گرا دیا گیا۔ میں اٹھ کر اس کمرے کی طرف دوڑی جس میں حسن عسکری تھے۔ تاکہ ان کو خبر دوں۔ میں فریاد کرتی تھی۔ کہ نرجس کو لے گئے۔ ناگاہ حضرت کی آواز آئی کہ۔ اے پھوپھی اپنی جگہ پر واپس جا۔ اور گھبرا مت۔ تو اسے موجود پائے گی۔ میں واپس آئی اور ایک دقیقہ نہ گزرا۔ کہ میں نے دیکھا کہ نرجس اپنی جگہ پر بیٹھی ہوئی ہے اور اسے ایسے نور نے گھیرا ہوا ہے کہ جس سے آنکھ چندھیا جاتی ہے۔ اور میں نے اپنے آقا زادہ (محمد مہدی) کو دیکھا۔ کہ سجدے میں گرے ہوئے ہیں۔ اور اپنی سبابہ انگلیوں کو آسمان

کی طرف اٹھا کر یہ پڑھ رہے ہیں ۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشہد ان محمد رسول اللہؐ ۔ اور کہ رہے ہیں کہ میرا باپ امیر المومنین ہے ۔ اور ائمہ میں سے ایک ایک کا نام لے رہے ہیں ۔ یہاں تک کہ جب اپنا نام آتا ہے ۔ تو کہتے ہیں ۔ خدایا تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے ۔ وہ پورا کردے ۔ اور میرے امر کو پورا کر دے ۔ اور میرا قدم ثابت رکھ ۔ اور میرے ذریعے زمین کو عدل وانصاف سے پر کر دے ۔ پس امام حسن نے چلا کر فرمایا کہ ۔ اے پھوپھی ! اسے میرے پاس اٹھا لا ۔ میں اس کو اٹھا کرلے گئی ۔ اس نے اپنے والد کے پاس پہنچتے ہی سلام کیا ۔ حضرت نے اس کو مجھ سے لے لیا ۔ میں نے دیکھا ۔ کہ چند سفید پرندے اس لڑکے کے سر پہ منڈلا رہے ہیں حضرت نے ان میں سے ایک پرندے سے فرمایا ۔ کہ اس لڑکے کو لو ۔ اور اپنے پاس رکھو ۔ اور چالیس دن کے بعد میرے پاس لاؤ ۔ اس کی خدمت وحفاظت اچھی طرح کرو ۔ وہ پرندہ اس لڑکے کو لے کر آسمان کی طرف اڑ گیا ۔ باقی پرندے اس کے پیچھے چلے گئے ۔ اور امام عسکری یہ فرما رہے تھے ۔ کہ میں تجھ کو اس ذات کے سپرد کرتا ہوں ۔ جس کے سپرد موسےٰ کو موسےٰ کی ماں نے کیا تھا ۔ یہ دیکھ کر نرجس رونے لگی ۔ میرے بھتیجے نے کہا ۔ رو مت چپ رہ ۔ کیونکہ بجز تیرے پستان کے اور دود اس پر حرام ہے ۔ وہ تیرے پاس آجائے گا ۔ جیسا کہ موسیٰ اپنی ماں کے پاس آگئے ۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالےٰ ہے "پس ہم نے اس کو اس کی ماں کی طرف واپس کر دیا ۔ تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی رہے ۔ اور غم نہ کرے" حکیمہ کا قول ہے ۔ کہ میں نے حضرت سے دریافت کیا کہ وہ پرندہ کیا تھا ۔ فرمایا ۔ روح القدس تھا ۔ جو اماموں پر موکل ہے ۔ اور علم وحکمت سے ان کی تربیت کرتا ہے ۔ اور ان کی تائید وتوفیق کی طرف متوجہ ہے ۔ حکیمہ کا بیان ہے ۔ کہ چالیس روز کے بعد میرے بھتیجے نے مجھے بلا بھیجا ۔ جب میں گئی ۔ تو میں نے دیکھا ۔ کہ ایک لڑکا حضرت کے آگے پاؤں چلتا ہے ۔ میں نے عرض کی ۔ کہ یہ دو سال کا معلوم ہوتا ہے ۔ ہنس کر فرمایا ۔ کہ انبیا واوصیا کی اولاد جب امام ہوتی ہے ۔ تو دوسروں کے خلاف ہوتی ہے ۔ ہمارا بچہ جب ایک مہینہ کا ہوتا ہے ۔ تو دوسروں کے یکسالہ بچے کی مانند ہوتا ہے ۔ ہم ماں کے پیٹ میں بات کرتے ہیں ۔ اور قرآن پڑھتے اور اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں ۔ اور شیر خوارگی میں فرشتے ہمارے فرماں بردار ہوتے ہیں ۔ اور ہر صبح وشام ہم پر نازل ہوتے ہیں ۔ انتہےٰ ۔

ناظرین غور فرمائیں ۔ کہ ظالموں نے کس طرح قرآنی قصہ کی مدد سے یہ سارا افسانہ

گمراہ ہے۔ محمد مہدی کی پیدائش ۲۵۵ھ میں یا ایک سال قبل بیان کی جاتی ہے۔ امام حسن عسکری (متوفی ۲۶۰ھ ہجری) کی وفات کے وقت خلیفہ وقت کی طرف سے جو کارروائی عمل میں آئی وہ اصول کافی میں بروایت احمد بن عبید اللہ بن خاقان جو خلیفہ معتمد عباسی کا وزیر مال تھا۔ یوں مذکور ہے:- ولقد ورد على السلطان واصحابه فى وقت وفاة الحسن بن على ما تعجبت منه وما ظننت انه يكون وذلك انه لما اعتل بعث الى ابى ان ابن الرضا قد اعتل فركب من ساعته فبادر الى دار الخلافة ثم رجع مستعجلا ومعه خمسة من خدم امير المومنين كلهم من ثقاته وخاصته فيهم نحرير فامرهم بلزوم دار الحسن وتعرف خبره وحاله وبعث الى نفر من المتطببين فامرهم بالاختلاف اليه وتعاهده صباحا ومساء فلما كان بعد ذلك بيومين او ثلاثة اخبر انه قد ضعف فامر المتطببين بلزوم داره وبعث الى قاضى القضاة فاحضره مجلسه وامره ان يختار من اصحابه عشرة ممن يوثق به فى دينه وامانته وورعه فاحضرهم فبعث بهم الى دار الحسن وامرهم بلزومه ليلا ونهارا فلم يزالوا هناك حتى توفى عليه السلام فصارت سر من راى ضجة واحدة وبعث السلطان الى داره من فتشها وفتش حجرها وختم على جميع ما فيها وطلبوا اثر ولده وجاؤا بنساء يعرفن الحمل فدخلن على جواريه ينظرن اليهن فذكر بعضهن ان هناك جارية بها حبل فجعلت فى حجرة ووكل بها نحرير الخادم واصحابه ونسوة معهم ثم اخذوا بعد ذلك فى تهيئته وعطلت الاسواق وركبت بنوهاشم والقواد والى وسائر الناس الى جنازته فكانت سر من راى يومئذ شبيها بالقيامة فلما فرغوا من تهيئته بعث السلطان الى ابى عيسى بن المتوكل فامره بالصلوٰة عليه فلما وضعت الجنازة للصلوٰة عليه دنا ابو عيسى منه فكشف عن وجهه فعرضه على بنى هاشم من العلوية والعباسية والقواد والكتاب والقضاة والمعدلين وقال هذا الحسن بن على بن محمد بن الرضا مات حتف انفه على فراشه حضره من حضره من خدم امير المومنين وثقاته فلان وفلان ومن القضاة فلان وفلان ومن المتطببين فلان وفلان ثم غطى وجهه وامر بحمله فحمل من وسط داره ودفن فى البيت الذى دفن فيه ابوه فلما دفن اخذ السلطان والناس فى طلب ولده وكثر التفتيش فى المنازل والدور وتوقفوا عن قسمة ميراثه ولم يزل

اللاتین ذکروا بحفظ الجاریۃ التی توھم علیھا الحمل لازمین حتی تبین بطلان الحمل عنھن فلما بطل الحمل عنھن قسم میراثہ بین امہ واخیہ جعفر وادعت امہ وصیتہ وثبت ذلک عند القاضی (اصول کافی صفحہ ۳۲۵)۔ ترجمہ۔ بے شک تحقیق خلیفہ معتمد علی اللہ اور اس کے یاروں پہ امام حسن بن علی کی وفات کے بعد ایک واقعہ وقوع میں آیا۔ کہ جس سے میں نے تعجب کیا۔ مجھے گمان نہ تھا۔ کہ وہ واقعہ وقوع میں آئے گا۔ وہ یہ ہے کہ جب امام حسن بن علی بیمار ہوئے تو بادشاہ نے میرے باپ عبید اللہ وزیر کو بلا بھیجا۔ کہ ابن الرضا (حسن عسکری) بیشک بیمار ہو گئے۔ پس میرا باپ اسی وقت سوار ہو کر جلدی خلیفہ کے گھر پہنچا۔ اور پھر جلدی واپس آیا۔ اور اس کے ساتھ امیر المومنین معتمد علی اللہ کے پانچ نوکر تھے۔ جو اس کے ثقات وخواص میں سے تھے۔ ان پانچوں میں نحریر بھی تھا۔ میرے باپ نے ان کو حکم دیا۔ کہ حسن عسکری کے گھر کے دروازے پہ حاضر رہو۔ اور اس کی خبر رکھو۔ اور اس کا حال دریافت کرتے رہو۔ اور طبیبان حاذق کی ایک جماعت کو بلوا کر حکم دیا۔ کہ حسن عسکری کے پاس آمد ورفت رکھو۔ اور صبح وشام ان کی خبر لیتے رہو۔ جب اس پہ دو تین روز گذر گئے۔ تو میرے باپ کو خبر دی گئی۔ کہ حسن کمزور ہو گئے ہیں۔ پس آپ نے ان طبیبوں کو حکم دیا۔ کہ حسن کے گھر کے دروازے پہ حاضر رہو۔ اور قاضی القضاۃ کو بلا بھیجا۔ اور اس کو اپنی مجلس میں حاضر کر کے حکم دیا۔ کہ تم اپنے یاروں میں سے ایسے دس شخص انتخاب کر لو۔ جن کی دیانت وامانت وپرہیزگاری پہ لوگوں کو اعتماد ہو۔ قاضی نے ایسے اشخاص کو حاضر کیا۔ میرے باپ نے قاضی کو ان کے ساتھ حسن عسکری کے گھر کی طرف بھیجا۔ اور حکم دیا کہ رات دن ان کے پاس حاضر رہو۔ وہ وہیں حاضر رہے۔ یہاں تک کہ حسن عسکری علیہ السلام نے وفات پائی۔ اور سر من رای نالہ وفغان بن گیا۔ خلیفہ معتمد نے امام موصوف کے گھر میں ایک جماعت کو بھیجا۔ جنہوں نے گھر کی اور گھر کے حجروں کی تلاشی لی۔ اور جو کچھ گھر میں تھا اس پہ مہر لگا دی۔ اور حسن کے لڑکے کے لئے جستجو کی۔ اور وہ عورتیں بلائی گئیں۔ جو حمل کی شناخت کر سکتی تھیں۔ وہ امام کی کنیزوں پہ داخل ہوئیں۔ اور انہیں دیکھتی تھیں۔ بعض عورتوں نے ذکر کیا کہ یہاں ایک کنیز ہے۔ جس کو حمل ہے۔ وہ کنیز حجرے میں کر دی گئی۔ اور اس پہ نحریر خادم اور اس کے ساتھی اور عورتیں مقرر کر دی گئیں۔ بعد ازاں

غسل و کفن کی تیاری کی گئی - اور بازار بند ہو گئے - اور بنو ہاشم اور سردار اور میرا باپ اور باقی لوگ جنازے کے لئے سوار ہو گئے - اس روز سامرہ قیامت کی مانند ہو گیا - جب امام کے غسل و کفن سے فارغ ہوئے - تو خلیفہ نے ابو عیسےٰ بن متوکل کو بلوا کر حکم دیا - کہ نماز جنازہ پڑھاؤ - جب نماز کے لئے جنازہ (صحن میں) رکھا گیا - تو ابو عیسےٰ اس کے قریب ہوئے - اور امام کا منہ کھول کر بنو ہاشم یعنے اولاد علی و اولاد عباس اور سرداروں اور محرروں اور قاضیوں اور مسلم العدالت لوگوں کو دکھایا - اور کہا - کہ یہ حسن بن علی بن محمد بن رضا ہیں - جو اپنی اجل سے اپنے بستر پر مرے ہیں - موت کے وقت آپ کے پاس امیر المومنین کے خدام و ثقات میں سے فلاں فلاں اور قاضیوں میں سے فلاں فلاں اور طبیبان حاذق میں سے فلاں فلاں حاضر تھے بعد ازاں آپ کا منہ ڈھانپ دیا - اور جنازے کے اٹھائے جانے کا حکم دیا - پس گھر کے صحن سے اٹھایا گیا - اور اس گھر میں دفن کئے گئے جس میں ان کے والد مدفون تھے - جب دفن ہو چکے - تو خلیفہ اور لوگ حسن کے بیٹے کے لئے جستجو کرنے لگے - اور کنیزوں کے مکانوں اور لوگوں کے گھروں کی خوب تلاشی لی - اور امام کی میراث کے تقسیم کرنے میں توقف کیا - وہ لوگ جن کے سپرد اس کنیز کی نگہبانی تھی - جس پر حمل کا وہم تھا - برابر حاضر رہے - یہانتک کہ ظاہر ہو گیا - کہ حمل نہیں ہے - جب امام کی کنیزوں سے حمل کا خیال باطل ہو گیا - تو امام کی میراث ان کی والدہ اور ان کے بھائی جعفر میں تقسیم کی گئی - اور ان کی ماں نے جعفر کے وصی ہونے کا دعوےٰ کیا - اور وہ قاضی کے نزدیک ثابت ہو گیا - انتہیٰ -

مندرجہ بالا سرکاری رپورٹ اثنا عشری قلم سے لکھی ہوئی ہمارے پاس موجود ہے جس سے پایا جاتا ہے - کہ یہ ساری تلاشی بغرض دریافت وارث حقیقی تھی - مگر اثنا عشریہ کا خیال ہے - کہ خلیفہ امام قائم کو قتل کرنا چاہتا تھا - وہ کہتے ہیں کہ امام قائم پیدائش ہی کے وقت سے جان کے خوف سے غائب تھے - ان کی غیبت دو طرح کی بتاتے ہیں - ایک صغرےٰ دوسری کبرےٰ - صغرےٰ ۷۴ سال ہے - جس میں سے پانچ سال اپنے والد کے ساتھ اور ۶۹ سال بعد میں رہے - اس عرصہ میں امام موصوف سفیروں کے ذریعے نذر و نیاز لیتے اور اپنے شیعوں کی درخواستوں اور سوالات کا جواب دیتے رہے - اس کے بعد غیبت کبرےٰ شروع ہوئی - جو اب تک جاری ہے - اور معلوم نہیں کہ کب تک رہے - (بحر الجواہر) شیعہ کے ائمہ نے امام قائم کے ظہور و خروج کے وقت کے متعلق عجیب گل افشانی

کی ہے۔ جو روایات ذیل سے ظاہر ہے :۔

(۱) اصبغ بن نباتہ حضرت امیر علیہ السلام سے سوال کرتا ہے۔ کہ یکون الغیبۃ والحیرۃ یعنے امام غائب کی غیبت اور لوگوں کی حیرت کتنی مدت ہو گی۔ حضرت امیر جواب میں فرماتے ہیں۔ ستۃ ایام او ستۃ اشہر او ست سنین یعنے چھ دن یا چھ مہینے یا چھ سال (اصول کافی۔ باب الغیبۃ۔ صفحہ ۲۱۱) امام غائب کی غیبت کو اس وقت قریباً گیارہ سو سال گذر چکے ہیں۔ مگر امام موصوف اب تک ظاہر نہیں ہوئے۔

(۲) عن ابی حمزۃ الثمالی قال سمعت ابا جعفر یقول یا ثابت ان اللہ تبارک و تعالی قد کان وقت ھذا الامر فی السبعین فلما ان قتل الحسین صلوات اللہ علیہ اشتد غضب اللہ علی اھل الارض فاخرہ الی اربعین ومائۃ فحدثناکم فاذعتم الحدیث فکشفتم قناع الستر ولم یجعل اللہ بعد ذلک وقتا عندنا و یمحو اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب قال ابو حمزۃ فحدثت بذلک ابا عبد اللہ علیہ السلام فقال قد کان ذلک۔

(اصول کافی۔ صفحہ ۲۳۲) ترجمہ۔ ابو حمزہ ثمالی کا بیان ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو سنا کہ فرماتے تھے۔ اے ثابت اللہ تبارک و تعالےٰ نے اس امر (ظہور مہدی) کا وقت ۷۰ھ ہجری معین کیا تھا۔ جب امام حسین صلوات اللہ علیہ شہید ہوئے۔ تو خدا کا غضب اہل زمین پر سخت ہو گیا۔ پس اسے ۱۴۰ھ ہجری تک تاخیر کر دیا۔ ہم نے تم سے بتا دیا۔ مگر تم نے ہماری حکائیت کو فاش کر دیا۔ اور ہمارے ستر کے پردے کو پھاڑ دیا۔ اس کے بعد خدا نے ہمارے نزدیک کوئی وقت معین نہیں کیا۔ خدا مٹاتا ہے جو چاہتا ہے۔ اور ثابت رکھتا ہے (جو چاہتا ہے) اور اس کے پاس اصل کتاب ہے۔ ابو حمزہ کا قول ہے کہ میں نے اس حدیث کی حکائیت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کر دی۔ انہوں نے فرمایا کہ بے شک ایسا ہی تھا۔ انتہےٰ۔ اصول کافی میں باب کراہیۃ التوقیت کے تحت میں یہ پہلی روائیت ہے۔ ملا خلیل صافی میں لکھتا ہے۔ کہ این جا مراد توقیت دعوے علم است بوقت ظہور مہدی موعود پیش از آنکہ ظاہر شود۔ اور عنوان باب کا ترجمہ یوں کرتا ہے :۔

این باب بیان نہی اللہ تعالےٰ است از تعین وقت ظہور مہدی موعود۔ مگر اس روائیت کی شرح میں یوں رقمطراز ہے۔ مخفی نماند کہ امثال این حدیث از قبیل استعارہ تمثیلیہ است کہ شایع است در قرآن و احادیث۔ مراد آنست کہ وقت ظہور دولت آل محمد صلے اللہ علیہ و آلہ

معلوم ما نیست۔ این قدر معلوم است کہ اگر قتل امام حسین علیہ السلام نمے بود۔ در سال ہفتادم ہجری مے شد۔ واگر فاش کردن شیعہ اسرار ما را نبیستی کہ باعث ضلالت پیروان ایشان رسد نمے بود در سال صد وچہل مے شد۔ پس مراد بحدیث۔ تحدیث ناکم فاذعتم الحدیث بیان توقیت نیست بلکہ اسرار دیگر است مثل بیان شرک ائمہ ضلالت وشرک ہر کہ پیروش ایشان مے رود۔ انتہیٰ۔ لہٰذا فلیل کا اس حدیث کو از قبیل استعارہ تمثیلیہ قرار دینا درست نہیں۔ کیونکہ اس طرح اس حدیث وعنوان باب میں مطابقت نہیں رہتی۔ لہٰذا حدیث میں ھذا الامر سے مراد ظہور مہدی ہی ہے۔ جب خدا نے ظہور مہدی کے لئے ۷۰ھ ہجری معین کیا ہوا تھا۔ تو تولد مہدی کے لئے اس سے بھی پہلے کوئی وقت معین کیا ہوگا پھر بر مسلک شیعہ خدا کو بدا ہو گیا ہوگا۔ تعالیٰ اللہ عن ذٰلک علواً کبیرا

(۴۳) از حضرت صادق مروی است کہ فاصلہ درمیان قتل نفس زکیہ وخروج قائم بیش از پانزدہ روز نباشد (بحر الجواہر۔ صفحہ ۴۶۳) ترجمہ۔ حضرت صادق سے مروی ہے۔ کہ نفس زکیہ کے قتل ہونے اور امام قائم کے خروج کے درمیان پندرہ دن سے زیادہ فاصلہ نہ ہوگا۔ انتہیٰ۔ نفس زکیہ یعنی محمد بن عبد اللہ محض بن حسن مثنیٰ یوم دوشنبہ ۱۴ رمضان ۱۴۵ھ ہجری کو شہید ہوئے تھے۔ مگر امام قائم اب تک غائب ہیں۔

اثنا عشریہ کہتے ہیں کہ صاحب الزمان خوف کے مارے غائب ہیں۔ چنانچہ جب امام جعفر صادق سے غائب ہونے کی وجہ دریافت کی گئی۔ تو آپ نے اپنے پیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ انہ یخاف۔ یعنی ان کو خوف ہے۔ زرارہ نے امام کے اشارے کی تفسیر قتل سے کی ہے۔ (اصول کافی۔ صفحہ ۲۱۱)۔ بر تقدیر صحت روایت وتفسیر زرارہ خوف قتل امام کے غائب ہونے کی وجہ نہیں بن سکتا۔ کیونکہ حسب عقیدہ شیعہ ائمہ اپنے اختیار سے مرتے ہیں۔ ان کو اپنی موت کا وقت معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ علم ما کان وما یکون رکھتے ہیں۔ چنانچہ اصول کافی میں ایک باب کا عنوان یہ ہے۔ ان الائمۃ یعلمون متی یموتون وانہم لا یموتون الا باختیار منہم۔ (ائمہ جانتے ہیں کہ وہ کب مریں گے اور وہ اپنے اختیار سے مرتے ہیں)۔ دوسرے باب کا عنوان یوں ہے۔ ان الائمۃ یعلمون علم ما کان وما یکون وانہ لا یخفیٰ علیہم شیئ۔ (اماموں کو علم ما کان وما یکون ہوتا ہے اور ان پر کوئی شئے پوشیدہ نہیں ہوتی۔) پس جب صاحب الزمان کی موت ان کے اپنے

اختیار میں ہے۔ اور ان کو یقیناً معلوم ہے۔ کہ میں حضرت عیسٰی بن مریم علیہ السلام کے نزول تک زندہ رہوں گا۔ دجال کے ساتھ مقاتلہ کروں گا۔ اور اپنے اور اپنے اسلاف کے دشمنوں سے انتقام بھی لوں گا۔ اور مالک شرق و غرب بن جاؤں گا۔ بعد ازاں اپنی آئی موت مروں گا۔ تو ان کو قتل کا وہم تک نہیں ہو سکتا۔ بالخصوص اس وقت کہ دینی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ اور صاحب الزمان جانتے ہیں۔ کہ ایران و عراق و ہندوستان وغیرہ میں میرے مشتاق کثرت سے ہیں۔ جن کے پاس کافی سامان جنگ بھی موجود ہے۔ بایں ہمہ آپکا ظہور نہ فرمانا بحث طلب ہے۔ اگر کہا جائے کہ ان کو قتل کا تو وہم نہیں۔ مگر ایذا رسانی کا خطرہ ہے۔ تو یہ خطرہ بھی غائب ہونے کی وجہ نہیں بن سکتا۔ کیونکہ اس میں شک نہیں کہ ائمہ اور لوگوں سے افضل ہیں۔ ان کی عبادت بھی اعلٰے و اتم ہے۔ لہٰذا یہ بعید از عقل ہے۔ کہ وہ راہ خدا میں اذیت و مشقت اٹھانے سے گریز کریں۔ اور اس طرح مجاہدہ و مشقت کے اجر جزیل سے محروم رہیں۔ شیعہ اپنے امام غائب علیہ السلام کا نہائیت بے قراری سے انتظار کر رہے ہیں۔ چنانچہ آٹھویں صدی ہجری کا مشہور سیاح ابن بطوطہ اپنے سفر نامہ میں یوں لکھتا ہے۔ ثم وصلت الی مدینۃ الحلۃ وھی مستطیلۃ مع الفرات واھلھا کلھم امامیۃ اثنا عشریہ و بہا مسجدا علی بابہ ستر حریر یقولون ان محمد بن الحسن العسکری دخل ھذا المسجد وغاب فیہ وھو عندھم الامام المھدی المنتظر فیھم کل یوم یلبس آلۃ الحرب مائۃ منھم ویاتون باب المسجد ومعھم دابۃ مسرجۃ ملجمۃ ومعھم الطبول والبوقات ویقولون اخرج یا صاحب الزمان فقد کثر الظلم والفساد وھذا اوان خروجک لیفرق اللہ بک بین الحق والباطل ویقفون الی اللیل ثم یعودون کذالک دابھم ابدًا (نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار للشیخ الشبلنجی صفحہ ۱۵۲) ترجمہ۔ بعد ازاں میں شہر حلہ میں پہنچا جو دریائے فرات کے ساتھ پھیلا ہوا ہے۔ اس شہر کے باشندے سب کے سب اثنا عشریہ ہیں۔ یہاں ایک مسجد ہے جس کے دروازے پر ریشم کا پردہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ محمد بن حسن عسکری اس مسجد میں داخل ہوئے۔ اور غائب ہو گئے۔ محمد مذکور ان کے نزدیک امام مہدی منتظر ہیں۔ ان میں سے ایک سو آدمی ہر روز لڑائی کے ہتھیار لگا کر مسجد کے دروازے پر آتے ہیں۔ ان کے ساتھ زین و لگام سے آراستہ ایک گھوڑا ہوتا ہے۔ اور ڈھول اور

ترنم ہوتے ہیں۔ وہ یوں پکارتے ہیں۔ اے صاحب زمان ظلم و فساد بکثرت ہو گیا ہے۔ یہ آپ کے خروج کا وقت ہے۔ تاکہ خدا آپ کے ذریعے حق و باطل میں فرق کر دے۔ وہ رات تک ٹھیرتے ہیں۔ پھر چلے جاتے ہیں۔ ہمیشہ ان کی یہی عادت ہے۔ یہی مضمون مقدمہ ابن خلدون میں بھی مذکور ہے۔

حسب عقیدہ اثنا عشریہ جب صاحب الزمان مکہ میں ظہور فرمائیں گے۔ تو ان کے پاس ۱۷ ہزار آیتوں والا اصلی قرآن حضرت امیر علیہ السلام کا جمع کیا ہوا موجود ہوگا۔ علاوہ اسکے دیگر کتب سماویہ و مواریث انبیا مصحف فاطمہ و جامعہ۔ جفر اکبر و جفر اصغر اور جفر احمر اور جبتر شیعہ ہوگا۔ صندوق جفر احمر میں رسول اللہ کا سلاح ہوگا۔ جسے امام صاحب خونریزی کے لئے کھولیں گے۔ مکہ سے مدینہ پہنچ کر جو قیامت برپا کریں گے۔ اور رجعت میں جو ستم ڈھائیں گے وہ اس کتاب کے حصہ اول میں بطریق اختصار مذکور ہو چکا ہے۔ ہم یہاں اس کا اعادہ گوارا نہیں کر سکتے۔

امام غائب علیہ السلام کی غیبت کو اس وقت قریباً گیارہ سو برس ہو چکے ہیں۔ اس عرصہ دراز میں اطراف عالم میں آپ کی اولاد بھی بکثرت ہوگی۔ (جنات الخلود) سید محمد باقر موسوی یوں لکھتا ہے۔ در کتاب نزہتہ الناظر مسطور است کہ امروز مکان حضرت صاحب، در جزیرہ از جزائر مغرب است۔ کہ آن را علقمیہ خوانند و ہر یک از اولاد ذکور آنحضرت کہ طاہر و قاسم و ہاشم و ابراہیم و عبدالرحمن سلام اللہ علیہم باشند در جزیرہ از آں جزائر حاکم اند و نام آں جزائر این است۔ ناعمہ۔ مبارکہ۔ صالحیہ۔ خضریہ۔ بیضاویہ نوریہ و مسکن آن حضرت در جزیرہ ایست کہ آن را کاملیہ گویند و زوجہ آنحضرت از دختران ابولیث است (بحر الجواہر صفحہ ۲۵۶)

ترجمہ۔ کتاب نزہتہ الناظر میں لکھا ہے۔ کہ آج کل حضرت صاحب کا مکان مغرب کے جزیروں میں سے ایک جزیرہ میں ہے۔ کہ جس کو علقمیہ کہتے ہیں۔ اور حضرت کے صاحبزادوں طاہر، قاسم، ہاشم، ابراہیم، عبدالرحمن سلام اللہ علیہم میں سے ہر ایک ان جزائر میں سے ایک جزیرہ میں حاکم ہے۔ اور ان جزیروں کے نام یہ ہیں۔ ناعمہ۔ مبارکہ۔ صالحیہ۔ خضریہ۔ بیضاویہ نوریہ۔ اور حضرت کا مسکن ایک جزیرے میں ہے۔ جس کو کاملیہ کہتے ہیں۔ اور حضرت کی بیوی ابولیث کی لڑکیوں میں سے ہے۔ انتہی۔ یہ جزائر کسی کتاب جغرافیہ میں مذکور نہیں۔ غور کیجئے۔ امام موہوم۔ امام کا مسکن موہوم۔ اولاد موہوم۔ اولاد کے قلمرد موہوم۔ اسی طرح

اثنا عشریہ کا امام گم - قرآن گم - مذہب گم - ہدایت گم -

ناظرین نے اوراق سابقہ میں دیکھ لیا - کہ شیعہ نے بارہ اماموں کو کس طرح ذلیل کیا ہے - کسی کی عمر بھر نافرمانی کرتے رہے - اور آخر کار شہید کر دیا - کسی کو مذل المومنین کا خطاب عطا کیا - کسی کو دغا سے اپنے ہاں بلا کر قتل کر ڈالا - کسی کے منہ سے یزید جیسے فاسق کی غلامی کا اقرار کرا دیا - کئی ایک کی طرف ایسے حیا سوز اور گندے مسائل منسوب کر دئے - کہ العیاذ باللہ - کسی کے نسب میں بٹہ لگا کر ناٹک کا تماشا دکھا دیا - کسی کی امامت کا فاکہ اڑا دیا - کسی کے حرم سرا کی تلاشی کا قصہ گھڑ لیا - اور ایک موہوم بچہ کو اس سے منسوب کر کے امام غائب بنا دیا - اور اس بچہ کے لئے موہوم مسکن اور موہوم اولاد قرار دی - طرفہ یہ کہ بقول اثنا عشریہ یہ بارہ کے بارہ ہی اپنے دین کو چھپاتے اور جھوٹ بولتے رہے - حتےٰ کہ وہ بیچارے خود شاکی ہیں - کہ ہمارے شیعہ ہم پر جھوٹ تھوپنے والے ہیں - جیسا کہ اس کتاب کے حصہ اول میں بیان ہوا - ان بارہ کے سوا اہلبیت میں سے اگر کبھی اور نے امامت کا دعوے کیا - یا بارہ میں سے کسی ایک کی امامت کا انکار کیا - تو اسے روسیاہ جہنمی بتایا گیا - چنانچہ حضرت امیر علیہ السلام کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ محمد بن حنفیہ کے صاحبزادے ابو ہاشم - امام زین العابدین کے صاحبزادے زید شہید - زید شہید کے صاحبزادے یحیےٰ - حسن مثنےٰ کے صاحبزادے عبداللہ محض - عبداللہ محض کے صاحبزادے محمد نفس زکیہ - نفس زکیہ کے بھائی ابراہیم - امام جعفر صادق کے دو صاحبزادے عبداللہ افطح اور محمد - حسن مثنےٰ کے دو پوتے حسین بن علی اور یحیےٰ بن عبداللہ محض - ابن طباطبا علوی امام موسےٰ کاظم کے دو صاحبزادے زید اور ابراہیم - عبدالرحمٰن علوی - محمد بن قاسم علوی ابوالحسین یحیےٰ علوی - حسن بن زید علوی اور اس کا بھائی محمد بن زید علوی - حسن بن قاسم علوی - احمد بن عیسےٰ علوی - ادریس بن موسےٰ علوی - کرکی علوی - امام حسن عسکری کا بھائی جعفر بن علی - ابن الصوفی علوی - علی بن زید علوی - سب کے سب اسی ضمن میں آتے ہیں - العیاذ باللہ :-

شیعہ کا اس امر پر اتفاق ہے - کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت امیر علیہ السلام بلا فصل امام ہیں - مگر حضرت امیر علیہ السلام کے بعد ان میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے - ہم ذیل میں ایک نہایت مختصر نقشہ درج کرتے ہیں جس سے امامت اور مہدی منتظر

کے بارے میں شیعہ کے اختلافات کا پتہ لگ سکتا ہے :-

نمبر شمار	نام فرقہ	تعداد و ترتیب ائمہ	مہدی منتظر
۱	کربیبیہ	علی مرتضےٰ کے بعد محمد بن حنفیہ امام ہیں	محمد بن حنفیہ کوہ رضوی میں زندہ ہیں ۔
۲	ہاشمیہ	محمد بن حنفیہ کے بعد ابو ہاشم امام ہیں ۔ پھر امامت میں اختلاف ہے ۔	
۳	مختاریہ	علی مرتضیٰ اور حسنین کے بعد محمد بن حنفیہ امام ہیں ۔	
۴	زیدیہ	علی مرتضیٰ اور حسنین کے بعد زید شہید امام ہیں ۔	
۵	باقریہ	علی مرتضیٰ ۔ حسن ۔ حسین ۔ علی زین العابدین ۔ محمد باقر ۔	محمد باقر
۶	ناؤسیہ	علی مرتضےٰ ۔ حسن ۔ حسین ۔ علی زین العابدین ۔ محمد باقر ۔ جعفر صادق ۔	جعفر صادق ۔
۷	حاصریہ	علی مرتضیٰ ۔ حسن ۔ حسین ۔ علی زین العابدین ۔ محمد باقر ۔ زکریا بن محمد باقر ۔	زکریا کوہ حاصر میں زندہ ہیں ۔
۸	قرمطیہ	علی مرتضےٰ ۔ حسن ۔ حسین ۔ علی زین العابدین ۔ محمد باقر ۔ جعفر صادق ۔ اسماعیل بن جعفر صادق	اسماعیل
۹	مبارکیہ	اسماعیل کے بعد ان کے صاحبزادے محمد خاتم الائمہ ہیں ۔	محمد بن اسماعیل
۱۰	افطحیہ	جعفر صادق کے بعد ان کے صاحبزادے عبداللہ افطح امام ہیں ۔ جو وفات پا چکے ہیں ۔	عبداللہ افطح مراجعت فرمائیں گے ۔
۱۱	ممطوریہ	جعفر صادق کے بعد ان کے صاحبزادے موسےٰ کاظم خاتم الائمہ ہیں ۔	موسےٰ کاظم
۱۲	شمطیہ	جعفر صادق کے بعد ان کے پانچ بیٹے باری باری ترتیب امام ہیں ۔ اسماعیل ۔ محمد ۔ موسےٰ کاظم ۔ عبداللہ ۔ اسحاق ۔	
۱۳	ثعلبیہ یا محمدیہ	علی مرتضےٰ ۔ حسن مثنیٰ ۔ عبداللہ محض ۔ محمد نفس زکیہ ۔	محمد نفس زکیہ

نمبر شمار	نام فرقہ	تعداد و ترتیب ائمہ	مہدی منتظر
۱۴	اثنا عشریہ	علی مرتضٰے۔ حسن۔ حسین۔ علی زین العابدین۔ محمد باقر۔ جعفر صادق۔ موسٰے کاظم۔ علی رضا۔ محمد تقی۔ علی نقی۔ حسن عسکری۔ محمد مہدی۔	محمد مہدی سرداب سُر من رائے میں غائب ہیں
۱۵	جعفریہ	حسن عسکری کے کوئی اولاد نہ تھی۔ ان کے بھائی جعفر بن علی امام ہیں۔	جعفر بن علی
۱۶	سبائیہ	علی مرتضٰے شہید نہیں ہوئے۔ ابن ملجم نے شیطان کو جو آپ کی شکل میں متمثل تھا۔ قتل کیا۔ آپ ابر میں پوشیدہ ہیں۔ رعد آپ کی آواز اور برق آپ کا چابک ہے۔ مہدی موعود آپ ہی ہیں۔	
۱۷	جارودیہ	اس فرقہ کا ایک گروہ قائل ہے۔ کہ محمد بن قاسم علوی جنہوں نے ۲۱۹ھ ہجری میں خروج کیا تھا۔ امام اور مہدی منتظر ہیں۔ (مروج الذہب للمسعودی۔ کتاب الفصل فی الملل والاہواء والنحل لابن حزم الظاہری۔	
۱۸	جارودیہ	اس فرقہ میں سے بعض کہتے ہیں۔ کہ ابوالحسین یحیٰے بن عمر جنہوں نے ۲۵۰ھ ہجری میں خروج کیا تھا امام و مہدی منتظر ہیں۔ (کتاب الفصل لابن حزم)۔	
۱۹	کیسانیہ	اس فرقہ کا ایک گروہ قائل ہے کہ ابو مسلم سراج زندہ اور مہدی منتظر ہیں۔ (کتاب الفصل)	
۲۰	کیسانیہ	دوسرا گروہ قائل ہے کہ عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب زندہ اور مہدی منتظر ہیں۔ (کتاب الفصل)	
۲۱	مہدویہ	محمد بن عبداللہ جو اسماعیل بن جعفر صادق کی اولاد سے ہیں۔ خاتم الائمہ اور مہدی منتظر ہیں۔	

محض امامت کے بارے میں شیعہ میں اس قدر اختلاف ہے۔ دیگر عقائد کے لحاظ سے ان میں جو اختلافات ہیں۔ ان کے بیان کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ تحفہ اثنا عشریہ میں صرف امامیہ کے ۳۲ فرقے مذکور ہیں۔ کیسانیہ۔ زیدیہ اور غلات کے فرقے ان کے

علاوہ ہیں۔ باین ہمہ کہا جاتا ہے۔ کہ شیعہ میں اختلاف نہیں۔ چنانچہ اصول کافی (باب، فیہ نکت ونتف۔ صفحہ ۲۷۰) میں ہے۔ عن ابی عبیدة الحذاء قال سألت ابا جعفر علیه السلام عن الاستطاعة وقول الناس فقال وتلا هذه الآیة ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربك ولذالك خلقهم یا ابا عبیدة الناس مختلفون فی اصابة القول وکلهم هالك قال قلت له قوله الا من رحم ربك قال هم شیعتنا ولرحمته خلقهم وهو قوله ولذالك خلقهم۔ ترجمہ۔ ابو عبیدہ حذاء کا بیان ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے استطاعت اور اس میں لوگوں کے قول کی نسبت سوال کیا۔ آپ نے آیہ[1] ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربك ولذالك خلقهم پڑھ کے فرمایا۔ اے ابو عبیدہ لوگ بات کے پہنچنے میں مختلف ہیں۔ اور وہ سب کے سب ہلاک ہونے والے ہیں۔ میں نے آپ سے عرض کیا۔ کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ الا من رحم (مگر جس پر تیرا رب رحم کرے) فرمایا۔ وہ ہمارے شیعہ ہیں۔ اللہ نے ان کو اپنی رحمت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور ولذالك خلقهم کے یہی معنے ہیں۔ انتہےٰ۔ اس کے ساتھ امام محمد باقر کا یہ دوسرا قول بھی ملاحظہ ہو۔ وتفرقت هذه الامة بعد نبیها صلے الله علیه وآله علی ثلث وسبعین فرقة اثنتان وسبعون فرقة فی النار وفرقة فی الجنة ومن الثلث وسبعین فرقة ثلث عشرة فرقة تنتحل ولایتنا ومودتنا اثنتا عشرة فرقة منها فی النار وفرقة فی الجنة وستون فرقة من سائر الناس فی النار (کتاب الروضہ للکلینی صفحہ ۱۰۶) ترجمہ۔ یہ امت اپنی نبی صلے اللہ علیہ وآلہ کے بعد ۷۳ فرقوں میں متفرق ہو گئی۔ جن میں سے ۷۲ دوزخ میں اور ایک بہشت میں ہو گا۔ اور منجملہ ۷۳ فرقوں کے ۱۳ فرقے ہماری ولایت ومحبت کے مدعی ہیں۔ جن میں سے ۱۲ دوزخ میں اور ایک بہشت میں۔ اور باقی لوگوں کے ۶۰ فرقے دوزخ میں ہوں گے۔ انتہےٰ۔ اس روایت میں امام محمد باقر شیعہ کے ۱۳ فرقے تسلیم فرماتے ہیں۔ مگر یہ طفل تسلی دیتے ہیں۔ کہ بہشتی فرقہ

---

[1] پوری آیت یوں ہے۔ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۝ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝

(ہود ع ۱۰) ترجمہ۔ اگر تیرا پروردگار چاہتا۔ تو لوگوں کو ایک امت بنا دیتا۔ وہ ہمیشہ مختلف رہیں گے۔ مگر جس پر تیرا پروردگار رحم کرے۔ اور اسی کے لئے ان کو پیدا کیا ہے۔ اور تیرے پروردگار کا کلمہ پورا ہو گیا۔ میں بے شک جن وانسان سب سے دوزخ کو بھر دوں گا۔ انتہےٰ۔ اس آیت میں ذالک کا [illegible] اختلاف کی طرف ہے۔ [illegible] کی طرف نہیں کہ شیعہ سمجھے ہیں۔

ان ۱۳ ہی میں سے ایک ہو گا۔ کیا ایسا فرقہ بہشتی ہو سکتا ہے۔ جس کے پاس ہدائت کے لئے کتاب الٰہی بھی موجود نہیں۔ مولانا شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالےٰ نے کیا خوب فرمایا ہے۔ کہ حقیقت میں جتنا اختلاف مذاہب اور اختلاف آراء اور اختلاف اصول و فروع حضرت مرتضیٰ کی اولاد سے پیدا ہوا ہے۔ اور کہیں ایسا اختلاف ظہور میں نہیں آیا۔ ان میں سے ہر فرقہ اپنے اپنے مذہب کی طرف بلاتا تھا۔ بلکہ ان میں سے بہت سے اپنے مذہب کے رواج دینے کے لئے حدیثیں وضع کرنا جائز سمجھتے تھے۔ خواہ وہ وضع صریح ہو۔ یا تاویل کے ساتھ (تحفہ شیعہ حصہ اوّل صفحہ ۲۲۶) یہی حال فرقہ اثنا عشریہ کا ہے جنہوں نے اپنے زعم میں بارہ امام مقرر کر لئے ہیں۔ اور ان کے لئے خیالی شرطیں گھڑ لی ہیں۔ جن کا ذکر انشاء اللہ مناسب موقع پر آئے گا۔

اب ہم ذیل میں بتوفیق الٰہی طریق قال اقول کو ملحوظ رکھتے ہوئے اعتراضات شیعہ مع جوابات پیش کرتے ہیں:-

قال السیّد ہدا وامام

دوسرا امر جو آنحضرت صلعم کی رحلت کے قریب واقع ہوا۔ اور جس نے رسول اللہ کے ارادے کو پورا ہونے نہ دیا وہ جیش اسامہ سے تعلق رکھتا ہے۔ رسول اللہ نے اسامہ کی سرکردگی میں کفار کے مقابلہ کو لشکر بھیجنا چاہا تھا۔ اور اس قدر آپ کو اس امر میں کد تھی۔ کہ آپ نے یہ فرمایا کہ جو لشکر اسامہ کی شرکت سے اختلاف کرے گا۔ وہ مورد لعنت ہو گا۔ (دیکھو ملل و نحل علامہ شہرستانی الخلاف الثانی فی مرضہ قال جھزوا جیش اسامۃ لعن اللہ من تخلف عنھا۔ اور بھی دیکھو شرح مواقف کا آخر جو تذییل الکتاب کے عنوان سے لکھا گیا ہے۔ صفحہ ۷۴۶ مطبوعہ نولکشور) بلاشبہ اگر آپ کچھ روز اور بھی زندہ رہتے۔ تو یہ لشکر اسامہ کی کمان میں اعدائے اسلام کی طرف روانہ ہو جاتا۔ مگر بعض اکابر صحابی اور دیگر مسلمانان وقت نے بھی اس سے پوری مخالفت کی۔ اس لئے جیش اسامہ بمقابلہ کفار کے روانہ نہ ہو سکا۔ اور رسول اللہ کو اپنے ارادے میں ناکامی ہوئی تعجب ہے کہ ان حضرات مسلمانوں نے مورد لعنت ہونا گوارا کیا۔ اور گھر بیٹھے رہے۔ یہ کس طرح کا ایمان ہے۔ کہ رسول اللہ تاکید اکید کے ساتھ کسی امر کے لئے حکم دیں۔ اور

وہ حکم نہ بجالایا جائے۔ کوئی شک نہیں۔ کہ اس نافرمانی کا کوئی سبب خاص تھا۔ ظاہرا ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر اسامہ لشکر اسلام لے کر کفار کی جانب چل نکلتے۔ تو سقیفہ بنی ساعدہ کا اجماع ظہور میں نہ آسکتا۔ اور یقیناً امر خلافت کسی اور پہلو پر قرار لیتا۔ المختصر یہی دو قصے رسول اللہ کے عہد کے ایسے ہیں۔ جو آپ کی رحلت کے قریب میں واقع ہوئے اور بانی اسلام اور پیروان اسلام کے درمیان مخالفت سخت کا نقشہ دکھلاتے ہیں۔ (مصباح الظلم وایضاح البہم۔ صفحہ ۶ — ۷)

اقول

پہلا امر جو مصنف نے بیان کیا ہے۔ وہ حدیث قرطاس ہے۔ جس کی مفصل بحث اس کتاب کے پہلے حصے میں آچکی ہے۔ دوسرا امر جو یہاں زیر بحث ہے۔ وہ تخلف از لشکر اسامہ ہے۔ جواب سے پہلے ہم مصنف کی غرض کو وضاحت کے ساتھ بتانا چاہتے ہیں۔ اس کے متعلق ملا باقر مجلسی جو رافضیوں کا شیخ الاسلام ہے۔ بحوالہ طبرسی یوں لکھتا ہے۔ پس اسامہ بن زید را امیر کرد و لشکرے از منافقان و اہل فتنہ وغیر ایشان برائے او ترتیب داد و امر کرد او را کہ با اکثر صحابہ بیرون رود و بسوئے بلاد روم بآن موضعے کہ پدرش در آنجا شہید شدہ بود و غرض حضرت از فرستادن این لشکر آن بود کہ مدینہ از اہل فتنہ و منافقان خالی شود و کسے با امیر المومنین منازعہ نکند تا امر خلافت بر آنحضرت مستقر گردد۔ ترجمہ۔ پس رسول اللہ نے اسامہ بن زید کو امیر بنایا۔ اور اس کے واسطے منافقوں اور اہل فتنہ وغیرہ کا ایک لشکر تیار کیا۔ اور اسے حکم دیا کہ اکثر صحابہ کو ساتھ لے کر بلاد روم کی طرف اس مقام پر چلا جائے۔ جہاں اس کا باپ شہید ہوا تھا۔ حضرت کی غرض اس لشکر کے بھیجنے سے یہ تھی۔ کہ مدینہ اہل فتنہ اور منافقوں سے خالی ہو جائے۔ اور کوئی شخص حضرت امیر المومنین کے ساتھ جھگڑا نہ کرے۔ تاکہ خلافت کا معاملہ حضرت امیر پر قرار پکڑے۔ انتہیٰ۔ یہی ملا صاحب آگے چل کر لکھتا ہے۔ کہ حضرت ابو بکر کو رسول اللہ نے شدت مرض میں نماز پڑھانے کے لئے طلب نہیں کیا تھا۔ بلکہ حضرت عائشہ نے آپ کی اجازت و اطلاع کے بغیر کہ دیا تھا۔ کہ ابو بکر کو نماز پڑھانے کے لئے بلالو۔ اور حضرت حفصہ نے کہا تھا۔ کہ اس مطلب کے لئے عمر کو بلالو۔ رسول اللہ یہ سن کر مسجد میں تشریف لائے۔ اور دیکھا کہ ابو بکر

منافق جماعت کرا رہے ہیں۔ آپ نے ان کو محراب سے ہٹا دیا۔ اور خود از سر نو نماز پڑھائی۔ بعد ازاں آپ نے ابو بکر و عمر اور مسلمانوں کی ایک جماعت کو اپنے دولت خانے میں طلب فرمایا اور ان پر خفا ہو کر ارشاد فرمایا۔ کہ کیا میں نے تم کو لشکر اسامہ کے ساتھ جانے کا حکم نہ دیا تھا تم نے کیوں نافرمانی کی۔ پھر فرمایا۔ روانہ کنید لشکر اسامہ را و بیروں روید بالشکر اسامہ۔ خدا لعنت کند کسے را کہ تخلف نماید از لشکر اسامہ۔ اس کو تین دفعہ اعادہ فرما کر آپ بیہوش ہو گئے۔ (حیات القلوب نولکشوری۔ حصہ دوم۔ صفحہ ۸۴۰ - ۸۴۲) اس بیان سے معترضین کے یہ دعاوی ظاہر ہوتے ہیں:-

(۱) حضرات شیخین اور دیگر صحابہ کرام منافق اور اہل فتنہ تھے۔

(۲) لشکر اسامہ کے بھیجنے سے غرض یہ تھی۔ کہ حضرت علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ کو آسانی سے خلافت بلا فصل مل جائے۔ اسی واسطے رسول اللہ نے اس لشکر میں صحابہ منافقین بالخصوص حضرات شیخین کو بھرتی کیا تھا۔ جو خلافت علی کے سخت مخالف تھے

(۳) رسول اللہ نے شدت مرض میں کسی کو خلیفہ نماز مقرر نہ کیا تھا۔

(۴) رسول اللہ نے فرما دیا تھا کہ خدا اسے لعنت کرے جو لشکر اسامہ سے تخلف کرے۔ لہٰذا متخلفین یعنے حضرات شیخین اور دیگر متعینان لشکر جو حضرت کی حیات میں اسامہ کو چھوڑ کر مدینہ میں واپس آ گئے۔ سزاوار لعنت ہیں۔ اور سزاوار لعنت سزاوار خلافت نہیں ہو سکتا۔

اب بالترتیب ان دعاوی کی تردید سنئیے۔

پہلے دعوٰے کی تردید

حضرات ثلاثہ کو اور دیگر صحابہ کرام کو منافق و مرتد بتانا اپنے ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔ ہم اس کتاب کے حصہ اول میں قرآن کریم کی آیات محکمات سے جن میں تاویل کی گنجائش نہیں۔ صحابہ کرام، مہاجرین و انصار کا کامل الایمان اور بہشتی ہونا ثابت کر آئے ہیں۔ اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ یہاں چند حوالے کتب شیعہ سے نقل کئے جاتے ہیں۔ جن سے صحابہ کرام کے فضائل ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) شیعہ کے علامہ حلی نے شرح تجرید میں یوں لکھا ہے۔ قال علیہ السلام

یوماعلی المنبر انا الصدیق الاکبر انا الفاروق الاعظم اسلمت قبل ان اسلم ابو بکر و امنت قبل ان امن - یعنے حضرت امیر علیہ السلام نے ایک دن منبر پر فرمایا - کہ میں ہوں صدیق اکبر میں ہوں فاروق اعظم - اسلام لایا قبل اسلام لانے ابو بکر کے اور ایمان لایا قبل ایمان لانے ابو بکر کے - (آیات بینات) -

(۲) مرزا رفیع باذل شیعی حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کا قصہ اس عنوان (در کیفیت ایمان آوردن عمر بن خطاب) سے شروع کر کے یوں لکھتا ہے - ع

عمر بعد از ان از پس چند گاہ　　در آمد بدین رسول الہ - الخ

(حملہ حیدری مطبوعہ مطبع سلطانی ۱۲۶۷ھ ہجری - جلد اول صفحہ ۲۱)

(۳) جنگ بدر میں ۳۱۳ صحابی شامل تھے - جن میں سے ۹۷ مہاجرین (حیات القلوب) اور باقی انصار تھے - مہاجرین میں حضرات خلفائے ثلاثہ قطعاً شامل تھے - اس لڑائی میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان اصحاب کے لئے عریش میں یوں دعا مانگی تھی -

الٰہی گر این چند تن از عباد　　کہ کردند حکم ترا انقیاد
بحکم تو بستند ہر کس میاں　　ندیدند بیش و کم دشمناں
بمانند از فتح کوتاہ دست　　بیابند از دست اعدا شکست
بروے زمین تا قیامت دگر　　نگردد پرستندہ دادگر
بکن یاری دین خود از کرم　　ظفر بخش مارا بر اہل ستم -
باین زاری و عجز در سجدہ بود　　کہ خواہش بفرمان حق در ربود
در آمد صف خصم نزدیک شد　　زبس گرد خورشید تاریک شد
ابو بکر نزد نبی داشت جائے　　بگفت اے بحق خلق را رہنمائے
در آمد بہ تنگی سپاہ ضلال　　چہ فرمائی اکنون برائے قتال

(حملہ حیدری - جلد اول صفحہ ۸۳)

غور کیجئے یہ خدا کے فرمانبردار ۳۱۳ اصحاب اپنے آقائے نامدار صلے اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے اپنے سے تگنی تعداد سے لڑنے مرنے کو تیار اور فقط حکم کے منتظر ہیں کیا منافقین ایسا کر سکتے ہیں - کیسے ظالم ہیں وہ لوگ جو ان کو منافق کہتے ہیں -

(۴) ابو علی طبرسی (متوفی ۵۴۸ھ ہجری) سورہ ممتحنہ کے شروع کی آیات کا شان نزول

یوں بیان کرتا ہے۔ نزلت فی حاطب ابن ابی بلتعة وذلک ان سارة مولاة ابی
عمرو بن صیفی بن هاشم اتت رسول الله من مکة الی المدینة بعد بدر بسنتین
فقال لها رسول الله امسلمة جئت قالت لا قال امهاجرة جئت قالت لا قال فما جاء
بک قالت کنتم الاصل والعشیرة والموالی فقد ذهب الموالی واحتجت حاجة شدیدة فقدمت
علیکم لتعطونی وتکسونی وتحملونی قال فاین انت من شبان مکة وکانت مغنیة نائحة
قالت ما طلب منی بعد وقعة بدر فحث رسول الله علیها بنی عبد المطلب فکسوها و
حملوها واعطوها نفقة وکان رسول الله یتجهز لفتح مکة فاتاها حاطب ابن ابی بلتعة
وکتب معها کتابا الی اهل مکة واعطاها عشرة دنانیر عن ابن عباس وعشرة دراهم
عن مقاتل بن حیان وکساها بردا علی ان توصل الکتاب الی اهل مکة وکتب فی الکتاب
من حاطب بن ابی بلتعة الی اهل مکة ان رسول الله یریدکم فخذوا حذرکم فخرجت
سارة ونزل جبرئیل فاخبر النبی صلی الله بما فعل فبعث رسول الله علیا وعمارا و
عمر والزبیر وطلحة والمقداد بن الاسود وابا مرثد وکانوا کلهم فرسانا وقال لهم
انطلقوا حتی تاتوا روضة خاخ فان بها ظعینة معها کتاب من حاطب الی المشرکین
فخذوه منها فخرجوا حتی ادرکوها فی ذلک المکان الذی ذکره رسول الله فقالوا
لها این الکتاب فحلفت بالله ما معها من کتاب فنحوها وفتشوا متاعها فلم یجدوا
معها کتابا فهموا بالرجوع فقال علی والله ما کذبنا ولا کذبنا وسل سیفه وقال
لها اخرجی الکتاب والا والله لاضربن عنقک فلما رات الجد اخرجته من ذوائبها
قد اخبأته فی شعرها فرجعوا بالکتاب الی رسول الله فارسل الی حاطب فاتاه فقال
له هل تعرف الکتاب قال نعم قال فما حملک علی ما صنعت قال یا رسول الله والله ما
کفرت منذ اسلمت ولا غششتک منذ نصحتک ولا احببتهم منذ فارقتهم ولکن
لم یکن احد من المهاجرین الا وله بمکة من یمنع عشیرتهم وکنت عزیزا ای غریبا
وکان اهلی بین ظهرانیهم فخشیت علی اهلی فاردت ان اتخذ عندهم یدا و
قد علمت ان الله ینزل بهم بأسه وان کتابی لا یغنی عنهم شیئا فصدقه رسول الله و
عذره فقام عمر بن الخطاب وقال دعنی یا رسول الله اضرب عنق هذا المنافق
فقال رسول الله وما یدریک یا عمر لعل الله اطلع علی اهل بدر فغفر لهم فقال لهم

اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم (مجمع البیان - مجلد ثانی صفحہ ۴۱۹ - ۴۲۰) - ترجمہ - یہ آیتیں حاطب بن ابی بلتعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں - اور وہ اس طرح ہے کہ ابو عمرو بن صیفی بن ہاشم کی کنیز سارہ نام جنگ بدر سے چھ سال کے بعد مکہ سے مدینہ میں رسول اللہ کی خدمت میں آئی - آپ نے اس سے دریافت فرمایا - کہ کیا تو مسلمان ہونے آئی ہے - وہ بولی - کہ نہیں - آپ نے فرمایا - کیا تو مہاجرت کے لئے آئی ہے - وہ بولی کہ نہیں آپ نے فرمایا - پھر تو کیوں آئی ہے - اس نے عرض کی - کہ آپ اصل و عشیرہ و موالی تھی میرے موالی (بدر کے دن دنیا سے) چلے گئے - اور میں سخت محتاج ہو گئی - اس لئے میں آپ کی خدمت میں آئی ہوں - کہ آپ مجھے نفقہ و پوشاک و سواری عطا فرمائیں - آپ نے فرمایا - تو مغنیہ نائحہ تھی - جوانان مکہ سے تو نے سوال کیوں نہ کیا - وہ کہنے لگی کہ جنگ بدر کے بعد کسی نے میرے راگ و نوحہ کی طرف خیال نہیں کیا - یہ سن کر رسول اللہ نے اولاد عبدالمطلب کو اس کے بارے میں ترغیب دی - لہٰذا انہوں نے اسے لباس و سواری و نفقہ دیا - اس وقت رسول اللہ فتح مکہ کے لئے تیاری کر رہے تھے - حاطب بن ابی بلتعہ سارہ کے پاس آیا - اور اسے اہل مکہ کی طرف ایک خط لکھکر دیا - اور اس کو بقول ابن عباس دس دینار اور بقول مقاتل بن حیان دس درہم دئے - اور چادر پہنائی - تاکہ وہ خط اہل مکہ کو پہنچا دے - اس کا مضمون یہ تھا - کہ یہ خط حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے اہل مکہ کو ہے کہ رسول اللہ تم پر چڑھائی کرنا چاہتے ہیں - تم اپنے بچاؤ کی تدبیر کر لو - سارہ یہ خط لے کر روانہ ہو گئی - جبرئیلؑ نے رسول اللہؐ کو اس کی خبر دے دی - اس لئے آپ نے علیؑ و عمار و عمر و زبیر و طلحہ و مقداد بن اسود و ابو مرثد کو بھیجا - جو سب کے سب سوار تھے - اور ان سے فرما دیا کہ روانہ ہو جاؤ - جب تم روضہ خاخ میں پہنچو گے تو وہاں کجاوے میں ایک عورت تم کو ملے گی - جس کے پاس حاطب کی طرف سے مشرکین مکہ کے لئے ایک خط ہے - تم وہ خط لے لینا - وہ چلے گئے - یہاں تک کہ اسی مکان میں جس کا ذکر رسول نے کیا تھا - وہ عورت ملی - انہوں نے اس سے پوچھا - کہ وہ خط کہاں ہے - اس نے خدا کی قسم کھا کر کہا - کہ میرے پاس کوئی خط نہیں - اس پر انہوں نے اسے اتار کر اس کے اسباب کی تلاشی لی - مگر اس کے پاس کوئی خط نہ ملا - اس لئے انہوں نے لوٹ آنے کا ارادہ کیا - حضرت علیؑ نے فرمایا - خدا کی قسم رسولؐ اللہ نے ہم سے جھوٹ نہیں فرمایا - اور

نہ ہم نے جھوٹ بولا ہے۔ اور اپنی تلوار کھینچ کر اس سے کہا۔ وہ خط نکالو۔ ورنہ خدا کی قسم میں تیری گردن اڑا دوں گا۔ جب اس نے یہ جد وجہد دیکھا۔ تو اپنے گیسوؤں سے خط نکال دیا۔ جسے اس نے اپنے بالوں میں چھپایا ہوا تھا۔ پس وہ خط لے کر رسول اللہ کی خدمت میں واپس آئے۔ آپ نے حاطب کو بلا بھیجا۔ جب حاطب حاضر ہوا۔ تو آپ نے اس سے فرمایا۔ کیا تو یہ خط پہچانتا ہے۔ حاطب نے عرض کی کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا تو نے ایسا کیوں کیا۔ اس نے عرض کی۔ کہ یارسول اللہ خدا کی قسم میں جب سے اسلام لایا ہوں۔ کافر نہیں ہوا۔ اور جب سے آپ کا خیر خواہ بنا ہوں۔ آپ کا بدخواہ نہیں ہوا۔ اور جب سے ان سے جدا ہوا ہوں۔ ان کا دوست نہیں بنا۔ مگر مہاجرین میں سے ایک بھی ایسا نہیں۔ جس کے قبیلے کا کوئی خبر گیر مکہ میں نہ ہو۔ میں بے وطن ہوں اور میرے اہل ان کے درمیان ہیں مجھے اپنے اہل کی نسبت اندیشہ ہے۔ اسلئے میں نے چاہا۔ کہ اہل مکہ کے ساتھ کچھ احسان کروں۔ حالانکہ میں جانتا تھا کہ خدا ان پر عذاب و سختی نازل کرے گا۔ اور میرا خط ان سے کسی چیز کو نہ ٹال سکے گا۔ یہ سن کر رسول اللہ نے حاطب کی تصدیق فرمائی۔ اور اس کا عذر قبول فرمایا۔ اس پر عمر بن خطاب نے کھڑے ہو کر عرض کی۔ یارسول اللہ مجھے اجازت دیجئے۔ کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا۔ اے عمر! تو کیا جانے۔ تحقیق اللہ تعالٰے اہل بدر سے واقف ہے۔ اس واسطے اس نے ان کو بخش دیا۔ اور اسی واسطے فرما دیا۔ کہ تم جو چاہو کرو۔ میں بے شک تمہیں بخش چکا۔ انتہےٰ۔ اس قصہ کو علی بن عیسٰی اردبیلی نے بھی اپنی مشہور کتاب کشف الغمہ میں جو ۶۸۷ھ ہجری کی تصنیف ہے۔ ذکر کیا ہے۔ اس میں اخیر حصہ یوں ہے۔ فقال عمر یا رسول اللہ مرنی بقتلہ۔ فقد نافق فقال انہ من اھل بدر ولعل اللہ اطلع علیھم فغفر لھم (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ مطبوعہ ایران ۱۲۹۴ھ ہجری۔ صفحہ ۶۲) ترجمہ۔ پس عمرؓ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ مجھے اس کے قتل کر دینے کی اجازت دیجئے۔ کیونکہ وہ منافق ہو گیا ہے آپ نے فرمایا کہ حاطب اہل بدر سے ہے۔ اور بے شک اللہ تعالٰے اہل بدر سے واقف ہے۔ اس واسطے اس نے ان کو بخش دیا ہے۔ انتہےٰ۔ اس قصہ میں یہ اشکال پیش کیا جاتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے باوجود حضرت

عمرؓ نے کیوں کہہ دیا۔ کہ مجھے اس منافق کے قتل کی اجازت دیجئے۔ جواب میں گزارش ہے کہ اس کی وجہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی دینی صلابت اور منافقین سے بغض و عداوت تھی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا۔ کہ جنگی تیاریوں کو مشرکین مکہ سے پوشیدہ رکھا جائے۔ حضرت فاروق اعظم نے گمان کیا۔ کہ حاطب اس حکم کی مخالفت کے سبب مستوجب قتل ہے۔ چونکہ آپ کو جزم ویقین نہ تھا۔ اس وجہ سے حاطب کے قتل کی اجازت طلب کی اور موالات کفار کے سبب اس پر منافق کا اطلاق کر دیا۔ مگر حاطب معذور تھے۔ انہوں نے بنا بر تاویل ایسا کیا تھا۔ کہ اس طرح میرے بال بچے بچ جائیں گے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی کچھ نقصان نہ پہنچے گا۔ اور ان کی نیت نیک تھی۔ اسی واسطے اللہ تعالےٰ نے اس آیت (یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّی وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ) میں ان کے ایمان کی شہادت دی۔ اللہ تعالےٰ کے ارشاد مبارک اعملوا ما شئتم (کرو جو چاہو) سے یہ مراد نہیں۔ کہ اہل بدر کے لئے معاصی مباح ہو گئے۔ بلکہ یہ خطاب اکرام و تشریف متضمن اس امر کو ہے۔ کہ ان کو وہ صلاح حال حاصل ہو گئی جس کے طفیل خدا تعالےٰ نے ان کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے اور ان میں اس بات کی صلاحیت پیدا ہو گئی کہ آئندہ اگر بالفرض ان سے کوئی گناہ سرزد ہو۔ تو معاف کر دیا جائے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول پاک کا صدق ظاہر کر دیا۔ اہل بدر تا حیات اہل جنت کے اعمال پر رہے۔ اگر بالفرض والتقدیر کسی سے شاذ و نادر کوئی لغزش ظہور میں آئی۔ توفیق توبہ و مغفرت الٰہی اس کے شامل حال ہوئی حاصل کلام یہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اہل بدر کے حسن عاقبت کی خبر دی ہے۔ اور آپ صادق ہیں۔ لہٰذا اہل بدر کا بہشتی ہونا ثابت ہے۔

(۵) شیعہ کا رئیس المحدثین محمد بن یعقوب کلینی غزوہ حدیبیہ کے بیان میں بروایت امام جعفر صادق یوں لکھتا ہے۔ وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اراد ان یبعث عمر فقال یا رسول اللہ ان عشیرتی قلیل وانی فیهم علی ما تعلم ولکنی ادلك علی عثمان بن عفان قال فارسل الیه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فقال انطلق الی قومك من المومنین فبشرهم بما وعدنی ربی من فتح مکة فلما انطلق عثمان لقی ابان بن سعید فتاخر عن السرج فحمل عثمان بین یدیه ودخل عثمان فاعلمهم

فجلس سهیل بن عمرو عند رسول الله صلے الله علیه وآله وجلس عثمان فی عسکر المشرکین و بایع رسول الله صلے الله علیه وآله المسلمین وضرب باحدی یدیه علی الاخری لعثمان وقال المسلمون طوبیٰ لعثمان قد طاف بالبیت وسعی بین الصفا والمروة واحل فقال رسول الله صلی الله علیه وآله ما کان لیفعل فلما جاء عثمان قال له رسول الله صلے الله علیه وآله اطفت بالبیت فقال ما کنت لاطوف بالبیت ورسول الله صلے الله علیه وآله لم یطف به الحدیث (روضہ کلینی ص۱۵۱) ترجمہ - رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے ارادہ کیا تھا کہ عمرؓ کو (بطور قاصد مشرکین مکہ کی طرف) بھیجیں - عمرؓ نے عرض کی - یارسول اللہ میرا قبیلہ کم ہے اور میں مشرکین مکہ میں جیسا ہوں آپ کو معلوم ہے - لیکن میں آپ کو عثمان بن عفان کی طرف اشارہ کرتا ہوں - پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے ان کو بلا بھیجا اور فرمایا کہ تو اپنی قوم مومنین کی طرف جا اور ان کو فتح مکہ کی بشارت دے - جس کا خدا نے مجھسے وعدہ کیا ہے - جب عثمان روانہ ہوئے - تو (راستے میں) ابان بن سعید سے ملے ابان عقب زین پر بیٹھ گیا اور عثمان کو اپنے آگے سوار کرلیا - عثمان مکہ میں داخل ہوئے اور ان کو حضرت کا پیام پہنچایا - اور وہ جنگ کے لیئے تیار تھے - پس سہیل بن عمرو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ کے پاس تھا - اور عثمان مشرکین کے لشکر میں تھے - رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے مسلمانوں سے بیعت رضوان لی - اور عثمان کے لیئے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر مارا - مسلمانوں نے کہا - خوش نصیب ہے عثمان کہ جس نے بیت اللہ کا طواف کیا - اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی اور حلال ہوگیا - رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ عثمان ایسا نہیں کرنے کا - جب عثمان آئے - تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے پوچھا - کہ کیا تم نے بیت اللہ کا طواف کیا - عثمان نے عرض کی - میں طواف کس طرح کرتا جبکہ آپ نے طواف نہ کیا - الحدیث انتھے -

روایت مذکورہ بالا سے امور ذیل معلوم ہوئے -

(۱) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے خلوص پر اس قدر اعتماد تھا - کہ آپ نے ان کو مشرکین مکہ کی طرف رسالت کے لیئے انتخاب فرمایا - مگر جب فاروق اعظم نے یہ عذر بیان کیا - کہ مکہ میں میرے قبیلہ کے لوگ کم ہیں اور مشرکین

پر میری شدت آپ کو معلوم ہے۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس عذر کو مسموع فرما کر ان کی جگہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو بھیجا۔

(ب) حضرت عثمان نے جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی حالانکہ مکہ میں ان کے قتل ہونے کا احتمال تھا۔ کیونکہ کفار مسلمانوں کے سخت دشمن تھے۔

(ج) بیعت رضوان کے وقت حضرت عثمان مکہ میں تھے۔ مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیعت کی شرف میں یوں داخل فرمایا۔ کہ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر مار کر فرمایا۔ کہ یہ بیعت عثمان ہے۔ بیعت رضوان میں چودہ سو یا کچھ زیادہ صحابہ تھے۔ وہ سب آیہ لقد رضی اللہ عن المؤمنین کے مصداق ہیں۔

(د) اس بیعت میں رسول اللہ کا ہاتھ عثمان کا ہاتھ قرار پایا۔ اور یہ عثمان کے کے لئے منقبت عظمیٰ ہے۔

(ہ) حضرت عثمان میں کمال ادب تھا۔ کفار مکہ آپ سے کہتے ہیں کہ تم اگر چاہو تو بیت اللہ کا طواف کرلو۔ مگر آپ جواب دیتے ہیں کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ اپنے آقائے نامدار صلے اللہ علیہ وسلم کے بغیر اکیلا طواف کروں۔ اُدھر جب مسلمانوں نے کہا کہ خوشحال عثمان کا کہ ان کو خانہ کعبہ کا طواف نصیب ہوا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر فرماتے ہیں۔ کہ عثمان بغیر ہمارے ایسا نہیں کرسکتا۔ آقا ہو تو ایسا خادم ہو تو ایسا۔ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ ہمزیہ میں کیا خوب فرمایا ہے۔

وابی ان یطوف بالبیت اذلم ... یدن منہ الی النبی فناء

فجزتہ عنہا ببیعۃ رضوا ... ن ید من نبیہ بیضاء

ادب عندہ تضاعفت الاعمال ... بالترک حبذا الادباء

ترجمہ اشعار

اور حضرت عثمان نے بیت اللہ کے طواف سے انکار کر دیا۔ اسلئے کہ بیت اللہ کی کوئی طرف رسول اللہ کے قریب نہ تھی۔

پس ان کو رسول اللہ کے ید بیضا نے بیعت رضوان میں اس عمل نیک کا بدلہ دیا۔

یہ (تنہا طواف نہ کرنا) عثمان میں ایک بڑا ادب تھا۔ جس کے سبب ان کو طواف سے دگنا ثواب ملا۔ اصحاب محمد کیا خوب ادیب تھے۔

اس میں شک نہیں کہ صحابہ کرام سب کے سب باادب تھے۔ مگر حضرت عثمان میں یہ خوبی خصوصیت سے تھی۔ کیونکہ اُن میں وصف حیا جو منشا ادب ہے سب سے زیادہ تھا آپ نے جب سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اپنا دایاں ہاتھ کبھی اپنی شرمگاہ پر نہ رکھا۔

(۶) حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ لله بلاد فلان فقد قوم الاود وداوی العمد خلف الفتنة واقام السنة ذهب نقی الثوب قلیل العیب اصاب خیرها و سبق شرها ادی الی الله طاعته واتقاه بحقه رحل وترکهم فی طرق متشعبة لا یهتدی فیها الضال ولا یستیقن المهتدی (نہج البلاغۃ مطبوعہ بیروت سنہ ۱۳۰۷ھ - جزء اول - ص ۲۵۰) ترجمہ۔ خدا کے لیے ہے فلاں شخص کی بھلائی۔ جس نے کجی کو سیدھا کیا۔ اور بیماری کی دوا کی۔ فتنہ کو پیچھے چھوڑا۔ اور سنت کو قائم رکھا۔ پاک لباس کم عیب گیا۔ خلافت کے خیر کو پایا۔ اور اس کے شر سے پہلے چلا گیا۔ اللہ کی طاعت کو بجا لایا۔ اور حق اللہ میں اللہ سے ڈرا۔ رحلت فرما گیا۔ اور لوگوں کو متفرق راستوں میں چھوڑ گیا جن میں گمراہ راستہ نہیں پاتا۔ اور راہ پانے والا متیقن نہیں ہوتا۔ انتہے۔ اس کلام میں بعض اکابر شیعہ نے تحریف کی ہے۔ کہ بجائے ممدوح کے نام کے لفظ فلاں لکھ دیا۔ تاکہ خصم کو استدلال کی گنجائش نہ رہے۔ مگر شارحین نے اسے ظاہر کر دیا ہے۔ چنانچہ شیعہ کا علامہ کمال الدین ابن میثم بحرانی اس کلام کی شرح یوں کرتا ہے۔ قوله لله بلاد فلان لفظ یقال فی معرض المدح کقولهم لله دره ولله ابوه واصله ان العرب اذا ارادوا مدح شیئ وتعظیمه نسبوه الی الله تعالی بمعنی ان اللفظ وروی لله بلاء فلان ای عمله الحسن فی سبیل الله والمنقول ان المراد بفلان عمر وعن القطب الراوندی انه انما اراد بعض اصحابه فی زمن رسول الله ممن مات قبل وقوع الفتن وانتشارها وقال ابن ابی الحدید ان ظاهر الاوصاف المذکورة فی الکلام یدل علی انه اراد رجلا ولی امر الخلافة قبله لقوله قوم الاود وداوی العمد ولم یرد عثمان لوقوعه فی الفتنة وتسببها بسببه ولا ابا بکر لقصر مدة خلافته وبعد عهده عن الفتن فکان الاظهر انه اراد عمر واقول ارادته لابی بکر اشبه من ارادته لعمر لما ذکره فی خلافة عمر وذمها فی خطبته المعروفة بالشقشقیة کما سبقت الاشارة الیه وقد وصفه بامور احسنها تقویمه الاعوج

الخلق عن سبیل اللہ الی الاستقامة فیہ الثانی مداواتہ للعلل واستعار لفظ العمد للامراض النفسانیة باعتبار استلزامها للاذی کالعمد ووصف المداواة لمناسبة تلک الامراض بالمواعظ البالغة والزواجر القارعة القولیة والفعلیة الثالثة اقامتہ للسنة ولزومها الرابع وتخلیفہ للفتنة ای موتہ قبلها ووجہ کون ذلک مدحا لہ هو اعتبار عدم توقعها بسببہ و فی زمنہ بحسن تدبیرہ الخامس ذهابہ نقی الثوب واستعار لفظ الثوب لعرضہ وتقاہ کنایة عن دنس المذام السادس قلة عیوبہ السابع اصابتہ خیرها وسبق شرها والضمیر فی الموضعین یشبہ ان یرجع الی المعهود ضمنا من الخلافة ای اصاب مافیها من الخیر المطلوب وهو العدل واقامة دین اللہ الذی بہ یکون الثواب الجزیل فی الاخرة والشرف الجلیل فی الدنیا وسبق شرها ای مات قبل وقوع الفتنة فیها وسفک الدماء لاجلها الثامن اداؤہ الی اللہ طاعتہ التاسع اتقاہ لہ بحقہ ای ادی حقہ خوفا من عقوبتہ العاشر رحیلہ الی الاخرة تارکا للناس بعدہ فی طرق متشعبة من الجهالات لایهتدی فیها من ضل عن سبیل اللہ ولا یستیقن المهتدی فی سبیل اللہ انہ علی سبیلہ لاختلاف طرق الضلال وکثرة المخالف لہ الیها - ترجمہ - للہ بلاد فلان ایک لفظ ہے - جو مقام مدح میں بولا جاتا ہے - مثل للہ درہ اور للہ ابوہ کے اور اس کی اصل یہ ہے - کہ عرب جس وقت کسی شئے کی تعریف یا تعظیم کا ارادہ کرتے ہیں - تو اس شئے کو اس لفظ کے ساتھ اللہ تعالے کی طرف منسوب کرتے ہیں - اور ایک روایت میں للہ بلاء فلان بھی ہے یعنی اس کا عمل نیک فی سبیل اللہ ہے - اور منقول ہے - کہ لفظ فلاں سے مراد عمرؓ ہیں - اور قطب راوندی سے روایت ہے - کہ لفظ فلاں سے مراد اصحاب علی میں سے بعض ہے - جو زمانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں وقوع فتنہ اور اس کے انتشار سے پہلے وفات پا گیا اور ابن ابی الحدید کہتے ہیں - کہ اس کلام میں ظاہر اوصاف مذکورہ اس پر دلالت کرتا ہے - کہ مراد ایسا شخص ہے جو حضرت امیر سے پیشتر متولی امر خلافت ہو چکا ہے - کیونکہ آپ نے تقوم الاود اور داوی العمد ذکر کیا ہے - اور عثمان تو مراد نہیں ہو سکتے - کیونکہ وہ فتنہ میں پڑے اور ان کے سبب فتنہ پھیلا - اور ابو بکر بھی مراد نہیں - کیونکہ ان کی خلافت کی مدت کم اور ان کا زمانہ فتنوں سے بعید ہے - پس اظہر یہ ہے - کہ عمرؓ مراد ہیں - اور میں کہتا ہوں کہ ابو بکر کا مراد ہونا بہ نسبت عمرؓ کے حق سے زیادہ مشابہ ہے - کیونکہ آپ نے

اپنے مشہور و معروف خطبہ شقشقیہ میں عمرؓ کی خلافت کے معائب اور اس کی مذمت بیان کی ہے۔ چنانچہ اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔ حضرت امیرؑ نے اس ممدوح کے لیے اوصاف بیان کئے ہیں۔ پہلا وصف یہ ہے کہ اس ممدوح نے کجی کو سیدھا کیا۔ یہ کنایہ ہے۔ اس سے کہ خلق اللہ میں جو راہ خدا سے کجی تھی۔ اس ممدوح نے اس کو دور کر کے ان کو راہ استقامت پہ لگا دیا۔ دوسرا وصف یہ ہے کہ اس ممدوح نے عمد یعنے مرض کی دوا کی۔ یہاں لفظ عمد امراض نفسانیہ کے لئے مستعار ہے۔ بدیں اعتبار کہ امراض نفسانیہ عمد کی طرح اذیت کو مستلزم ہیں۔ اور امراض نفسانیہ کا علاج قولی مواعظ بلیغہ اور فعلی دھمکیوں سے ہے تیسرا وصف یہ ہے کہ اس ممدوح نے سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خلق میں قائم رکھا اور خود بھی سنت پر عامل رہا۔ چوتھا وصف یہ ہے کہ اس ممدوح نے فتنہ کو اپنے پیچھے چھوڑا یعنی فتنہ واقع ہونے سے پیشتر انتقال کر گیا۔ یہ امر اس کے لئے بدیں اعتبار ہے کہ اس کی حسن تدبیر سے اس کے سبب اور اس کے زمانے میں کوئی فتنہ وقوع میں نہ آیا پانچواں وصف اس ممدوح کا دنیا سے پاک لباس رخصت ہونا ہے۔ یہاں لفظ ثوب یعنے لباس اُس کی آبرو کے لئے اور لباس کا پاک ہونا مذمتوں سے سلامتی کے لئے مستعار ہے چھٹا وصف یہ ہے۔ کہ قلیل العیب تھا۔ ساتواں وصف یہ ہے کہ وہ ممدوح خلیفہ ہو کر خلافت کی بھلائی کو پہنچا۔ اور وہ خیر مطلوب عدل و انصاف اور اقامت دین الٰہی ہے۔ جس کے سبب آخرت میں ثواب اور دنیا میں شرف جلیل ہوتا ہے۔ اور خلافت کے شر سے محفوظ رہا۔ یعنی خلافت میں فتنہ کے واقع ہونے اور خلافت میں خونریزی ہونے سے پیشتر وفات پا گیا۔ ....

...... آٹھواں وصف یہ ہے۔ کہ ممدوح خدا کی طاعت بجا لایا۔ نواں وصف یہ ہے۔ کہ اُس ممدوح نے حق اللہ کو بخوف عقوبت الٰہی پوری طرح ادا کیا۔ دسواں وصف یہ ہے۔ کہ ممدوح اپنے بعد لوگوں کے جہالتوں سے ایسے پریشان راستوں میں چھوڑ کر آخرت کو سدھارا کہ گمراہی کے راستوں کے اختلاف اور مخالفین کی کثرت کے سبب نہ ان میں راہ خدا سے گمراہ راہ یاب ہو سکے۔ اور نہ یابندہ راہ خدا اپنی راہ یابی کا یقین کر سکے

خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ فلاں سے میرا خواہ صدیق اکبر ہوں۔ یا فاروق اعظم

ہمارا مدعا ثابت ہے۔ وہ ممدوح باوصاف عشرہ خلیفہ راشد و مومن کامل ہے اس سے خلافت بلافصل کا افسانہ باطل ہو گیا۔ شارح ابن میثم نے جب دیکھا کہ حضرت امیر کی اس تقریر سے مذہب شیعہ کی بیخ کنی ہوتی ہے۔ تو حفظ مذہب کے لئے اِس طرح خامہ فرسائی کی۔ واعلم ان الشیعة قد اوردوا ھھنا سوالاً فقالوا ان ھذہ الممادح التی ذکرھا علیہ السلام فی حق احد الرجلین تنافی ما اجمعنا علیہ من تخطیتھم واخذھما المنصب الخلافة فاما ان لا یکون ھذا الکلام من کلامہ علیہ السلام او ان یکون اجماعنا خطاء ثم اجابوا من وجھین احدھما لا نسلم التنافی المذکور فانہ جاز ان یکون ذلک المدح منہ علیہ السلام علی وجہ استصلاح من یعتقد صحة خلافة الشیخین واستجلاب قلوبھم بمثل ھذا الکلام الثانی انہ جاز ان یکون مدحہ ذلک لاحدھما فی معرض توبیخ عثمان بوقوع الفتنة فی خلافتہ واضطراب الامر علیہ واستیثارہ ببیت مال المسلمین ھو وبنو ابیہ حتی کان ذلک سبباً لثوران المسلمین من الامصار الیہ وقتلھم لہ ونبہ علی ذلک بقولہ وخلف الفتنة وذھب نقی الثوب قلیل العیب اصاب خیرھا وسبق شرھا وقولہ وترکھم فی طرق متشعبة فان مفھوم ذلک یستلزم ان الوالی بعدہ ھذا الموصوف قد اتصف باضداد ھذہ الصفات واللہ اعلم۔ ترجمہ جان لے کہ شیعہ نے یہاں ایک سوال بدین طور وارد کیا ہے۔ کہ امیر علیہ السلام نے جو مدح و توصیف شیخین میں سے ایک کے حق میں ذکر کی ہے۔ وہ ہمارے اس اجماع کے خلاف ہے۔ جو ہم نے اِن دونوں کے خطا پر ہونے اور منصب امامت کے چھیننے پر منعقد کیا ہے۔ پس یا تو یہ کلام امیر علیہ السلام کا کلام نہیں یا ہمارا اجماع خطا پر ہے۔ بعد ازاں انہوں نے اِس کا دو طرح سے جواب دیا ہے۔ اول یہ کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ یہ تعریف و توصیف ہمارے اجماعی تخطیہ کے منافی ہے کیونکہ ممکن ہے۔ کہ آپ نے یہ مدح اس کلام کے ساتھ شیخین کی خلافت کے صحیح جاننے والوں کی اصلاح اور دلداری کے طور پر کی ہو۔ دوسرے یہ کہ شیخین میں سے ایک کی مدح بطور تعریض کے حضرت عثمان کی توبیخ

کے موقع ہیں ہو۔ بدیں وجہ کہ اِن کی خلافت میں فتنہ واقع ہوا۔ اور امر خلافت مضطرب رہا۔ اور اُنہوں نے اور اِن کے بھائیوں نے مسلمانوں کے بیت المال کو اپنے لئے مخصوص کر لیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہروں سے مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ان کو قتل کر ڈالا۔ اور اس پر آپ نے اپنے اس قول سے متنبہ فرمایا۔ فتنہ کو پیچھے چھوڑا۔ پاک دامن کم عیب رخصت ہوا۔ خلافت کی بھلائی پائی۔ اور برائی سے بچا۔ لوگوں کو پریشان راستوں میں چھوڑ گیا۔ کیونکہ ان کلمات کا مفہوم مخالف یہ نکلتا ہے۔ کہ جو خلیفہ اوصاف مذکورہ کے ساتھ متصف ہے۔ اس کے بعد جو خلیفہ ہوا ہے۔ وہ ان صفات کے اضداد کے ساتھ متصف ہے۔ واللہ اعلم۔ انتہےٰ۔ ابن میثم نے اپنے مذہب کی حفاظت کے لئے جو ایک اعتراض کے دو جواب دئے ہیں۔ وہ ہر دو درجہ اعتبار سے ساقط ہیں۔ اوّل تو شیعہ کا اجماع نہایت پوچ اور ناقابل حجت ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ جب تک قول امام معصوم اس میں داخل نہ ہو۔ وہ قابل حجت نہیں ہو سکتا۔ اور قول امام کا اس میں داخل ہونا کسی قطعی حجت سے ثابت نہیں۔ کتاب اللہ ان کے نزدیک محرّف ہے۔ جس سے استدلال نہیں ہو سکتا۔ اخبار غیر شیعہ ان کے نزدیک غیر معتبر ہیں۔ اور اخبار شیعہ جن میں سے اکثر آحاد ہیں۔ علل سے خالی نہیں۔ اور ان میں اختلاف کا وہ طوفان برپا ہے۔ کہ کوئی خبر ایسی نہیں۔ جس کی ضد دوسری خبر نہ ہو علاوہ ازیں اجماع کے نقل کرنے والے نقل اجماع میں اکثر غلطی کر جاتے ہیں (اساس الاصول) پس اجماع شیعہ فی حد ذاتہ لغو اور پوچ ہے۔ وہ بمقابلہ اس قول صریح امام کے جو قرناً بعد قرن منقول ہوتا چلا آیا ہے۔ کسی طرح التفات کے لائق نہیں ہو سکتا۔ پس ابن میثم کا محل اعتراض میں اپنے اجماعی تخطیہ کو اس قول کے مقابلہ میں ڈالنا اور اس کے برابر ظاہر کرنا خطا ہے۔ اگر بفرض محال اجماع کو تسلیم کر لیا جائے۔ اور منافات کو مان لیا جائے۔ تو حسب تقریر مصنف تحفہ اثنا عشریہ رفع منافات کی یہ توجیہ کہ آپ نے یہ کلام محض مدارات اور دلداری معتقدین صحت خلافت شیخین کے لئے فرمائی تھی۔ صحیح نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ امام معصوم نے دس جھوٹ مؤکد بقسم بولے۔ اور وہ بھی صرف ایک غرض دنیاوی کے حصول کے لئے جس کے حصول کی ناامیدی ہو چکی ہو۔ اور ایسے بزرگوں کے سامنے جنہوں نے کتاب اللہ کی تحریف کی اور دین کو بدل ڈالا۔ اور مرتد

ہو گئے۔ ایسے لوگوں کے روبرو ایسے خلفاء جور کی ایسی تعریف کرنا جس سے زیادہ کوئی تعریف متصور نہیں ہو سکتی۔ یقیناً اعانت کفر ہے۔ تو کیونکر ممکن ہے کہ حضرت اسد اللہ اس کا ارتکاب فرماتے۔ باوجودیکہ حدیث اذا امدح الفاسق غضب الرب۔ (جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے۔ تو پروردگار غضبناک ہوتا ہے) بھی سن چکے ہوں۔ اگر ایسے بزرگ اس قسم کے اغراض دنیویہ کے حصول کے لئے ایسی نازیبا تدبیریں کریں۔ تو پھر مکاران دنیا طلب اور ان میں کیا فرق ہوگا۔ اسی طرح دوسری توجیہ بھی پوچ ہے۔ بوجوہ ذیل:۔

اوّل یہ کہ توبیخ عثمان کی اس طرح بھی ہو سکتی تھی۔ کہ یہ دس جھوٹ لازم نہ آتے۔

دوسرے۔ یہ کہ اگر موافق اوصاف مذکورہ سیرت شیخین محمود تھی۔ تو ان کی خلافت ثابت ہوگئی۔ اور اگر محمود نہ تھی تو اس کے ترک پر عثمان کو توبیخ کرنا یعنی چہ۔

تیسرے۔ یہ کہ عثمان کی مخالفت سیرت شیخین کے ساتھ اس عبارت میں ہرگز مذکور نہیں۔ نہ صراحتہً نہ اشارۃً۔ اور یہ کلام خطبات کوفہ میں ارشاد فرمائی تھی۔ اس وقت عثمان کہاں تھے۔ اور فتنہ و فساد کہاں تھا۔ بلکہ یہ کلام بظاہر اس وجہ سے کہ اپنے زمانہ خلافت میں مہمات کا سرانجام اور حسن انتظام ایسا نہ ہوا۔ جیسا کہ زمانہ شیخین میں تھا۔ بطور حسرت و افسوس و غبطہ ہے۔ اگر توبیخ عثمان منظور ہوتی۔ تو صاف فرمانے سے کون مانع تھا کہ اس نے یہ کیا اور یہ نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ اس وقت بجز اہل شام اور کون آپ کا مخالف تھا۔ اور جب وہ لوگ قتل عثمان کا الزام آپ کے ذمے لگاتے تھے۔ تو پھر توبیخ عثمان سے کیا خوف تھا۔ اور نہ تقیہ کی کیا ضرورت تھی۔ پس واضح ہوگیا۔ کہ نہ وہ اعتراض صحیح ہے۔ نہ اس کے جواب۔ بلکہ حضرت امیرؓ کا یہ قول صحیح ہے۔ اور یہ مدح و توصیف واقعی ہے۔

(۷) نصر بن مزاحم منقری تمیمی نے جو شیعی امامی اور امام محمد باقر کا ہمعصر تھا۔ کتاب صفین میں حضرت امیر علیہ السلام کا ایک خط نقل کیا ہے۔ جو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے خط کے جواب میں ہے۔ وہ خط بہت طویل ہے۔ اس کا ایک ٹکڑا یہ ہے۔ وذکرت ان اللہ اجتبی لہ من المسلمین اعوانا ایدہ اللہ بہم فکانوا فی منازلہم عندہ علی قدر فضائلہم زعمت فی الاسلام وانصحہم للہ ورسولہ الخلیفۃ وخلیفۃ الخلیفۃ ولعمری ان مکانہما من الاسلام لعظیم وان المصاب بہما لجرح فی الاسلام شدید رحمہما

الله وجزاهما باحسن الجزاء وذكرت ان عثمان كان فى الفضل ثالثاً فان يكن عثمان محسناً فسيجزيه الله باحسانه وان يك مسيئاً فسيلقى رباً غفوراً لا يتعاظمه ذنب ان يغفره (الى ان قال) وفى المهاجرين خير كثير نعرفه جزاهم الله باحسن اعمالهم۔ (کتاب صفین مطبوعہ ایران سنہ ۱۳۰۱ھ صفحہ ۴۸۔ ۴۹۔ وقعۃ صفین مطبوعہ مطبع عباسیہ بیروت سنہ ۱۳۴۰ہجری۔ صفحہ ۶۳ و ۶۵) ترجمہ اور تو نے ذکر کیا۔ کہ خدا نے اپنے رسول کے لئے مسلمانوں میں سے مددگار چھانٹے جن کے ساتھ حضرت کی تائید کی۔ سو وہ اپنی اسلامی فضیلتوں کے اعتبار سے آپ کے نزدیک اپنے اپنے مراتب میں تھے۔ ان میں سے اسلام میں سب سے افضل جیسا کہ تو نے گمان کیا۔ اور اللہ اور اللہ کے رسول کا سب سے زیادہ خیر خواہ خلیفہ رسول اللہ اور اس خلیفہ کا خلیفہ تھا مجھے اپنی زندگی کی قسم کہ اسلام میں ان دونوں کا مرتبہ بے شک بڑا ہے۔ اور ان کی موت کی مصیبت بے شک اسلام میں سخت زخم ہے۔ خدا ان دونوں پر رحم فرمائے۔ اور ان کو جزائے احسن دے۔ اور تو نے ذکر کیا۔ کہ عثمان فضیلت میں تیسرے ہیں۔ سو اگر عثمان نیکوکار تھے۔ تو خدا ان کو ان کی نیکی کی جزا دے گا۔ اور اگر بدکردار تھے۔ تو رب غفور کے پاس جائیں گے۔ جس کی بخشش کے آگے کوئی گناہ بڑا نہیں (یہاں تک کہ فرمایا حضرت امیرؑ نے) اور مہاجرین میں خیر کثیر ہے جسے ہم پہچانتے ہیں۔ خدا ان کو ان کے نیک اعمال کی جزا دے۔ انتہےٰ۔ جب یہ کلام جو مذہب تشیع کا بیخ کن ہے شیعہ کی نظر سے گذرا۔ تو انہوں نے بدیں خیال کہ مبادا کسی خصم کے ہاتھ لگ جائے اور گلو گیر مذہب ہو۔ اس میں تصرف کرنا شروع کیا۔ چنانچہ سید شریف رضی (متوفی ۴۰۶ھ) نے اسے الفاظ ذیل میں ظاہر کیا۔

وزعمت ان افضل الناس فى الاسلام فلان فلان امراً ان تم اعتزلك كله وان نقص لم يلحقك ثلمته وما انت والفاضل والمفضول والسائس والمسوس وما للطلقاء وابناء الطلقاء والتمييز بين المهاجرين الاولين وترتيب درجاتهم الخ (نہج البلاغہ مطبوعہ بیروت سنہ ۱۳۰۷ہجری۔ جزء ثانی۔ صفحہ ۱۷) ترجمہ۔ اور تو نے گمان کیا۔ کہ اسلام میں سب لوگوں سے افضل فلاں فلاں تھے۔ یہ فضیلت اگر ثابت ہو جائے۔ تو تجھے اس کا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اور اگر ثابت نہ ہو۔ تو تجھے اس کا عیب لاحق نہ ہوگا۔ اور تجھے فاضل و مفضول اور حاکم و محکوم سے کیا علاقہ۔ اور طلقاء اور طلقاء کی اولاد کو مہاجرین اولین کے درمیان

تمیز اور ان کے درجوں کی ترتیب سے کیا علاقہ - الخ - انتہے - یہ ہے شریف رضی کی شرافت کہ اوّل تو حضرت معاویہ کے کلام میں بجائے الخلیفہ اور خلیفۃ الخلیفہ کے لفظ فلاں فلاں استعمال کئے تاکہ خصم استدلال نہ کر سکے - دوسرے یہ کہ اس کے بعد جو امیر کا کلام مؤکد بقسم مع دعائے خیر مذکور ہے - اسے بالکل ساقط کر دیا - تیسرے یہ کہ حضرت عثمان کا ذکر خیر بھی درمیان سے اڑا دیا - چوتھے یہ کہ حضرت امیرؑ نے جو مہاجرین میں خیر کثیر کے وجود کا اعتراف کیا - اور ان کے لئے دعائے خیر کی - اس کی جگہ یہ مضمون رکھ دیا - کہ طلقاء اور ابناء طلقاء کو مہاجرین کے درمیان تمیز اور ان کے درجات کی ترتیب سے کیا علاقہ - طلقاء ان اسیران جنگ کو کہتے ہیں جو رہا کر دیے جائیں - یہاں طلقاء اور ابناء طلقاء سے ابوسفیان ومعاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی طرف اشارہ ہے - مطلب یہ ہے کہ اے معاویہ مہاجرین کے آگے تیری اور تیرے باپ کی کیا ہستی ہے - مہاجرین تو وہ ہیں جن کی ہجرت محض دین کے لئے تھی - جنہوں نے دین اسلام کی مدد کی - اور حضرت امیر سے جنگ نہ کیا - اس سے مقصود خلفائے ثلاثہ اور ابوسفیان ومعاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو فضیلت ہجرت سے خارج کرنا ہے - شریف رضی کی اس جرأت سے شراح نہج البلاغہ کو بڑی دقت پیش آئی - کیونکہ حضرت امیرؑ کے خطبات اور کتب ورسائل کتب تواریخ میں موجود ہیں - لہٰذا انہوں نے حفظ مذہب کے لئے اصل کے ساتھ کچھ اپنی بھی تک بندی کر دی - چنانچہ کمال الدین میثم بن علی بن میثم بحرانی شیعی نے اپنی شرح کبیر میں جو ۶۷۷ھ ہجری میں اختتام کو پہنچی کلام زیر بحث کو یوں نقل کیا ہے - وذکرت ان اللہ اجتبی لہ من المسلمین اعوانا ایدہ بھم فکانوا فی منازلھم عندہ علی قدر فضائلھم فی الاسلام وکان افضلھم فی الاسلام کما زعمت وانصحھم للہ ولرسولہ الخلیفۃ الصدیق وخلیفۃ الخلیفۃ الفاروق ولعمری ان مکانھما فی الاسلام لعظیم وان المصاب بھما لجرح فی الاسلام شدید یرحمھما اللہ وجزاھما باحسن ما عملا غیر انک ذکرت امرا ان تم اعتزلک کلہ وان نقص لم یلحقک ثلمۃ وما انت والصدیق فالصدیق من صدق بحقنا وابطل باطل عدونا وما انت والفاروق فالفاروق من فرق بیننا وبین اعدائنا وذکرت ان عثمان کان فی الفضل ثالثا فان یک عثمان محسنا فسیجزیہ اللہ باحسانہ وان یک مسیئا فسیلقی ربا غفورا لایتعاظمہ ذنب ان یغفرہ (الی ان قال) وفی المھاجرین خیر کثیر نعرفہ جزاھم اللہ باحسن اعمالھم

ثم ما انت والتمیز بین المہاجرین الاولین وترتیب درجاتھم الخ - ترجمہ - اور تو نے ذکر کیا کہ خدا نے اپنے رسول کے لئے مسلمانوں میں سے مددگار چھانٹے جن کے ساتھ حضرت کی تائید کی بسو وہ اپنی اسلامی فضیلتوں کے اعتبار سے آپ کے نزدیک اپنے اپنے مراتب میں تھے - اور اسلام میں سب سے افضل جیسا کہ تو نے گمان کیا - اور اللہ اور اللہ کے رسول کا سب سے زیادہ خیر خواہ خلیفہ صدیق اور اس خلیفہ کا خلیفہ فاروق تھا - اور مجھے اپنی زندگی کی قسم کہ ان دونوں کا مرتبہ اسلام میں بے شک بڑا ہے - اور ان کی موت کی مصیبت اسلام میں بے شک سخت زخم ہے - اللہ ان دونوں پر رحم فرمائے - اور ان کو ان کے نیک اعمال کی جزا دے - مگر تو نے ایک امر ذکر کیا - جو اگر ثابت ہو جائے - تو تجھے اس کا کچھ فائدہ نہیں - اور اگر ثابت نہ ہو - تو تجھے کوئی عیب لاحق نہ ہوگا - اور تجھے صدیق سے کیا علاقہ - صدیق تو وہ ہے - جو ہمارے حق کی تصدیق کرے - اور ہمارے دشمن کے باطل کا بطلان کرے - اور تجھے فاروق سے کیا علاقہ - فاروق تو وہ ہے - جو ہمارے اور ہمارے دشمنوں کے درمیان فرق کرے - اور تو نے ذکر کیا کہ عثمان فضیلت میں تیسرے تھے - اگر عثمان نیکوکار تھے - تو خدا ان کو ان کی نیکی کی جزا دے گا - اور اگر وہ بدکردار تھے - تو رب غفور کے پاس جائیں گے - جس کی بخشش کے آگے کوئی گناہ بڑا نہیں - (یہاں تک کہ فرمایا حضرت امیر نے) اور مہاجرین میں خیر کثیر ہے جسے تو پہچانتا ہے - خدا ان کو ان کے نیک اعمال کا بدلہ دے - پھر تجھے مہاجرین اولین کے درمیان تمیز اور ان کے درجوں کی ترتیب سے کیا تعلق - الخ - انتہٰے - اس عبارت میں الحاقات (غیر انلک الخ - ثم ما انت والتمیز الخ) نے مطلب میں عجیب خبط و تناقض پیدا کر دیا ہے - ترتیب مضامین یوں ہے - حضرت امیرؑ نے پہلے تو بنابر قول معاویہؓ شیخین کی افضلیت و حقیت خلافت اور صدیقیت و فاروقیت کا ذکر کیا ہے - پھر ہر دو کی فضیلت و علو مرتبت کا اعتراف کرتے ہوئے دعا دی ہے - بعد ازاں فضیلت شیخین کو مشکوک قرار دے کر امیر معاویہ سے خطاب ہے کہ تو نے جو خط میں صدیق و فاروق کی فضیلت کا ذکر کیا ہے - اگر وہ فضیلت ثابت ہو جائے تو تجھے کچھ فائدہ نہیں - اور اگر ثابت نہ ہو تو تجھے کچھ نقصان نہیں - بعد ازاں شیخین کی صدیقیت و فاروقیت کو تسلیم کرتے ہوئے پھر امیر معاویہ سے خطاب ہے - کہ تو کجا اور صدیق و فاروق کجا - اس کے بعد اسی سے انکار ہے - اور بتایا گیا ہے - کہ صدیقیت تو ہمارے حق کی تصدیق

اور فاروقیت ہماری اور ہمارے اعدا کی فیما بین تفریق ہے۔ لہٰذا نہ ابوبکر صدیق ہیں۔ نہ عمر فاروق۔ اسی طرح پہلے تو تمام مہاجرین میں خیر کثیر کے وجود کا اعتراف ہے۔ بعد ازاں اسی سے انکار ہے اور اشارہ کیا ہے۔ کہ امیر معاویہ اور خلفائے ثلاثہ وغیرہ فضیلت ہجرت کے مستحق نہیں۔ پس ظاہر ہے کہ یہ الحاقات ہرگز حضرت امیر کا کلام نہیں۔ بلکہ کسی مخبوط الحواس لایعقل کا تصرف ہیں۔

(۸) حضرت امیر علیہ السلام اہلبیت کے ذکر کے بعد صحابہ کرام کی مدح میں فرماتے ہیں۔ لقد رأیت اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ فما اری احدا منھم یشبھہ لقد کانوا یصبحون شعثا غبرا وقد باتوا سجدا وقیاما یراوحون بین جباھھم وخدودھم ویقفون علی مثل الجمر من ذکر معادھم۔ کان بین اعینھم رکب المعزی من طول سجودھم۔ اذا ذکر اللہ ھملت اعینھم حتی تبل جیوبھم ومادوا کما یمیل الشجر یوم الریح العاصف خوفا من العقاب ورجاء للثواب (نہج البلاغہ مطبوعہ بیروت جزاول صفحہ ۱۱۳ - ۱۱۴) اس کلام میں حضرت امیر نے اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سات اوصاف بیان فرمائے ہیں۔ اول وہ زاہد اور تارک زینت دنیا تھے۔ آشفتہ مو اور گرد آلود رہا کرتے تھے۔ دوسرے وہ رات عبادت الٰہی میں گذارتے تھے تیسرے جب طول سجود سے کسی کی پیشانی ماندہ ہو جاتی۔ تو وہ بجائے پیشانی کے اپنا رخسارہ زمین پر رکھتا۔ چوتھے ذکر معاد و احوال قیامت سے وہ ایسے بے چین ہو جاتے کہ گویا آگ کی چنگاری پہ کھڑے ہیں۔ پانچویں طول سجود سے ان کی پیشانیاں سیاہ ہو گئی تھیں۔ اور ان کا چمڑا مثل بکری کے گھٹنے کے بے حس اور سخت ہو گیا تھا۔ چھٹے جب اللہ کا ذکر ہوتا تو اتنے روتے کہ گریبان تر ہو جاتے۔ ساتویں کبھی عذاب الٰہی کے خوف سے وہ ایسے بے قرار ہوتے جیسا کہ درخت کی ٹہنی تیز ہوا کے جھونکے سے ہوا کرتی ہے۔ اور کبھی ثواب الٰہی کے اشتیاق میں درخت کی شاخ کی طرح جھومتے +

(۹) حضرت امیر علیہ السلام حضرت معاویہ رضی اللہ تعالٰے عنہ کے ایک خط کے جواب میں فرماتے ہیں۔ کنتم ممن دخل فی الدین اما رغبۃ واما رھبۃ علی حین فاز اھل السبق بسبقھم وذھب المھاجرون الاولون بفضلھم (نہج البلاغہ۔ جزء ثانی۔ صفحہ ۱۰) ترجمہ۔ تم ان میں سے ہو جو دین میں رغبت سے یا ڈر سے داخل ہوئے۔

جس وقت سابقین شرف سبقت سے بہرہ ور ہو چکے۔ اور مہاجرین اولین فضیلت لیگئے۔ انتہی

(۱۰) جب باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالے عنہ پر ہجوم کیا۔ تو حضرت امیرؓ نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر یوں خطاب فرمایا۔ ان الناس ورائی وقد استسفرونی بینک وبینھم وواللہ ما ادری ما اقول لک ما اعرف شیئا لا تعرفہ۔ انک لتعلم ما نعلم ما سبقناک الی شیٔ فنخبرک عنہ ولا خلونا بشیٔ فنبلغکہ وقد رائیت کما رأینا و سمعت کما سمعنا وصحبت رسول اللہ کما صحبنا وما ابن ابی قحافۃ ولا ابن الخطاب اولی بعمل الحق منک وانت اقرب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وشیجۃ رحم منھما وقد نلت من صھرہ ما لم ینالا۔ الخ (نہج البلاغہ۔ جز اول صفحہ ۱۷۱) ترجمہ۔ لوگ میرے پیچھے ہیں۔ انہوں نے مجھے اپنے اور آپ کے درمیان سفیر بنا کر بھیجا ہے۔ خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ آپ سے کیا کہوں۔ میں ایسی کوئی شے نہیں پہچانتا جس سے آپ ناواقف ہوں۔ اور نہ کوئی ایسی بات آپ کو بتا سکتا ہوں جس کو آپ نہ جانتے ہوں۔ آپ بے شک وہی جانتے ہیں جو ہم جانتے ہیں کسی چیز میں ہم نے آپ سے سبقت نہیں کی۔ جو ہم آپ کو بتائیں۔ اور نہ ہم کسی چیز میں منفرد ہیں۔ جو آپ کو پہنچاویں۔ بے شک آپ نے دیکھا جیسا ہم نے دیکھا۔ اور آپ نے سنا جیسا ہم نے سنا۔ اور آپ رسول اللہ کی صحبت میں رہے۔ جیسا کہ ہم رہے۔ نہ ابو قحافہ کے بیٹے اور نہ خطاب کے بیٹے۔ آپ کی نسبت حق پر عمل کرنے کے زیادہ سزاوار ہیں۔ آپ قرابت میں ان دونوں کی نسبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ قریب ہیں۔ اور تحقیق آپ نے رسول اللہ کی دامادی کی فضیلت پائی ہے۔ جو ان دونوں نے نہیں پائی۔ الخ۔ انتہے۔

اس خطبہ میں حضرت امیرؓ نے شرف صحبت وغیرہ کسی بات میں اپنے آپ کو حضرت عثمان سے افضل نہیں بتایا۔ اور یہ بھی صاف فرما دیا ہے۔ کہ حضرت عثمان کو رسول اللہ کی دامادی کا شرف حاصل ہے۔ باوجود اس تصریح کے شیعہ اس سے انکار کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی فقط ایک بیٹی فاطمہ تھیں۔ اور زینب ورقیہ وام کلثوم آپ کی صاحبزادیاں نہ تھیں۔ اس کی تردید میں نہج البلاغہ کی عبارت مذکورہ بالا کے علاوہ اقتباسات ذیل پیش کئے جاتے ہیں

(۱) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ

جَلَابِیْبِھِنَّ (احزاب - ع) ترجمہ - اسے نبی اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہ دیجئے - کہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکالیں - انتہے - اس آئیت میں ازواج بنات، نسار بصیغہ جمع وارد ہیں - جس سے ثابت ہے - کہ ازواج مطہرات کی طرح حضرت کی بیٹیاں بھی دو سے زیادہ تھیں +

(ب) عن حماد بن عثمان عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ ابا بنات (فروع کافی - مجلد ثانی - جز اول صفحہ ۲۵۶) ترجمہ - امام جعفر صادق فرماتے ہیں - کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ بیٹیوں کے باپ تھے - اسی صفحہ پر یہ روائیت ہے عن الجارود بن المنذر قال لی ابو عبد اللہ علیہ السلام بلغنی انہ ولد لک ابنۃ و انک تسخطہا وما علیک منہا ریحانۃ تشمہا وقد کفیت رزقہا وقد کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ ابا بنات - اس روائیت میں مذکور ہے - کہ جارود بن منذر کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی جس سے وہ ملول ہوا - اس کی تسلی کے لئے امام جعفر صادق نے فرمایا کہ ایسا نہ ہونا چاہیئے - دیکھو رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ کے ہاں کئی بیٹیاں تھیں -

(ج) شیعہ کا رئیس المحدثین محمد بن یعقوب کلینی لکھتا ہے - فولد لہ منہا قبل مبعثہ القاسم ورقیۃ وزینب وام کلثوم وولد لہ بعد المبعث الطیب والطاھر والفاطمۃ علیہا السلام (اصول کافی - باب مولد النبی صلے اللہ علیہ و آلہ ووفاتہ - صفحہ ۲۷۸) ترجمہ - پس رسول اللہ کے ہاں خدیجہ سے بعثت سے پہلے پیدا ہوئے - قاسم اور رقیہ اور زینب اور ام کلثوم - اور بعثت کے بعد آپ کے ہاں پیدا ہوئے طیب اور طاہر اور فاطمہ علیہا السلام انتہے

(د) اصول کافی میں ایک طویل روائیت میں مذکور ہے - کہ زرارہ امام محمد باقر کی خدمت میں عرض کرتا ہے - کہ آپ میری جوانی کو دیکھتے ہیں - میں نے اب تک اس خیال سے نکاح نہیں کیا - کہ مبادا غیر شیعہ امامیہ کی عورت میرے واسطے ملال نہ ہو - بہت سی قیل و قال کے بعد امام ایسے نکاح کے جواز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مثال اور حضرت نوح و لوط علیہما السلام کی عورتوں کا قصہ جو سورہ تحریم میں مذکور ہے پیش کرتے ہیں - زرارہ عرض کرتا ہے - کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اس کدخدائی میں میرے مرتبہ میں نہیں - آپ کی بیوی آپ کے زیر دست تھی - اور دل سے آپ کے حکم اور دین کے ماننے والی تھی - اس پر امام نے فرمایا کہ کیا تو سمجھتا ہے - کہ سورہ تحریم میں فخانتاھما میں حضرت نوح یا

لوط کی عورت کی خیانت سے مراد زنا اور چوری ہے۔ ایسا نہیں۔ بلکہ وہاں خیانت سے مراد وہ عمل ہے۔ جو شوہر کے دین کے انکار پر دلالت کرتا ہے۔ اور ساتھ ہی تائید میں فرمادیا۔ وقد زوج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ فلاناً۔ یعنی تحقیق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے فلاں شخص کو اپنی بیٹی دی (اصول کافی ۔صفحہ ۵۶۵) صافی میں اس کا فارسی ترجمہ یوں مذکور ہے۔ وبتحقیق دختر داد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ عثمان را۔ مراد اینست کہ در وقت دادن دختر نیز معلوم او بود (اور تحقیق بیٹی دی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے عثمان کو۔ مراد یہ ہے۔ کہ عثمان کا نفاق رسول اللہ کو معلوم ہو گیا۔ اور بیٹی واپس لے لی۔ یا مراد یہ ہے۔ کہ بیٹی دینے کے وقت بھی عثمان کا نفاق آپ کو معلوم تھا)۔

نفاق معلوم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ شد و دختر را واپس گرفت یا مراد اینست کہ

(ھ) عن ابی جعفر علیہ السلام قال اوصت فاطمۃ الی علی علیہ السلام ان یتزوج ابنۃ اختہا من بعدہا ففعل (فروع کافی۔ مجلد ثانی۔ جزء اول صفحہ ۲۴۳) ترجمہ۔ امام محمد باقر فرماتے ہیں۔ کہ حضرت فاطمہ نے علی علیہ السلام سے وصیت کی کہ میرے بعد میری بہن کی لڑکی سے نکاح کر لینا۔ پس آپ نے ایسا ہی کیا۔ انتہے۔

(و) عن فاطمۃ بنت علی عن امامۃ بنت ابی العاص بن الربیع وامہا زینب بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ قالت اتانی امیر المومنین علی علیہ السلام فی شہر رمضان فاتی بعشاء وتمر وکماۃ فاکل علیہ السلام وکان یحب الکماۃ (فروع کافی۔ مجلد ثانی۔ جزء ثانی۔ صفحہ ۱۵۹) ترجمہ۔ فاطمہ بنت علی نے روایت کی۔ کہ امامہ نے جو ابو العاص بن ربیع کی بیٹی تھی۔ اور جس کی ماں زینب بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ تھیں۔ بیان کیا۔ کہ امیر المومنین علی علیہ السلام ماہ رمضان میں میرے پاس آئے۔ آپ کے لئے شام کا کھانا اور کھجور اور کھمبی لائی گئی۔ اور آپ نے تناول فرمایا۔ آپ کھمبی کو پسند فرماتے تھے۔ انتہے +

(ز) عن ابی صوبیر رفکرہ عن ابیہ ان امامۃ بنت ابی العاص وامہا زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کانت تحت علی بن ابی طالب علیہ السلام بعد فاطمۃ فخلف علیہا بعد علی المغیرۃ بن النوفل فذکرانہا وجعت وجعا شدیدا حتی اعتقل لسانہا فجاءہا الحسن والحسین ابنا علی علیہ السلام وھی لا تستطیع الکلام فجعلا یقولان لہا والمغیرۃ کارہ لذلک اعتقت فلانا واہلہ فجعلت تشیر براسہا لا وکذا وکذا فجعلت تشیر براسہا

اذی نعم لا تقصم بالکلام فاجاذ ذلک لہا (من لا یحضرہ الفقیہ ۔ جزء رابع ۔ باب الوصیۃ بالکتب والایماء ۔ صفحہ ۲۷۳) ۔ اس روایت میں بھی بتایا گیا ہے ۔ کہ ابو العاص کی بیٹی امامہ حضرت زینب بنت رسول اللہ کے بطن سے تھی ۔ فاطمہ کے بعد حضرت علی نے اس سے نکاح کر لیا تھا ۔ حضرت علی کے بعد اس نے مغیرہ بن نوفل سے شادی کر لی تھی ۔

(ح) شیعہ کے ہاں رمضان میں ہر روز تسبیحات کے بعد جو درود پڑھنا چاہیئے ۔ اس میں یہ الفاظ ہیں ۔ اللھم صل علی فاطمۃ بنت نبیک محمد علیہ وآلہ السلام والعن من اذی نبیک فیھا ۔ اللھم صل علی القاسم والطاھر ابنی نبیک ۔ اللھم صل علی رقیۃ بنت نبیک والعن من اذی نبیک فیھا ۔ اللھم صل علی ام کلثوم بنت نبیک والعن من اذی نبیک فیھا ۔ (تہذیب الاحکام ۔ للطوسی مطبوعہ ایران ۔ مجلد اول ۔ کتاب الصلوٰۃ ۔ صفحہ ۱۵۲)

ترجمہ ۔ یا اللہ رحمت بھیج فاطمہ پر جو تیرے نبی محمد علیہ وآلہ السلام کی بیٹی ہے ۔ اور لعنت بھیج اس پر جو تیرے نبی کو اس کے سبب اذیت دے ۔ یا اللہ رحمت بھیج قاسم اور طاہر پر جو تیرے نبی کے بیٹے ہیں ۔ یا اللہ رحمت بھیج اپنے نبی کی بیٹی رقیہ پر اور لعنت بھیج اس پر جو تیرے نبی کو اس کے سبب اذیت دے ۔ یا اللہ رحمت بھیج اپنے نبی کی بیٹی ام کلثوم پر اور لعنت بھیج اس پر جو تیرے نبی کو اس کے سبب اذیت دے ۔ انتہے ۔ جو لوگ رقیہ اور ام کلثوم کو رسول اللہ کی صاحبزادیاں نہیں سمجھتے ۔ وہ اس روایت کی رو سے مورد لعنت ٹھیرتے ہیں :۔

(ط) عن یزید بن خلیفۃ قال کنت عند ابی عبد اللہ فسالہ رجل من القمیین فقال یا ابا عبد اللہ تصلی النساء علی الجنائز قال فقال ابو عبد اللہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کان ھدر دم المغیرۃ بن ابی العاص وحدث حدیثا طویلاً وان زینب بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ توفیت وان فاطمۃ خرجت فی نسائھا فصلت علی اختھا (تہذیب الاحکام ۔ مجلد اول ۔ باب الصلوٰۃ علی الاموات ۔ صفحہ ۲۱۵) اس روایت میں امام جعفر صادق کا بیان ہے ۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ کی صاحبزادی زینب نے وفات پائی تو فاطمہ عورتوں کے ساتھ نکلی ۔ اور اس نے اپنی بہن پر نماز پڑھی ۔

(ی) شیخ الطائفہ طوسی اپنی کتاب مبسوط (مطبوعہ ایران ۔ کتاب النکاح) میں یوں لکھتا ہے ۔ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ امھات فی معنی العقد علیھن

ولیس امہات حتی تحرم بناتہن وامہاتہن لانہن لیست بامہات علی الحقیقۃ نسبا
او رضاعا فیکون بناتہن اخوات وامہاتہن جدات ولا یتجاوز التحریم بہن لانہ
لا دلیل علیہ ولانہ علیہ السلام زوج بناتہ زوج فاطمۃ علیہ السلام علیا وھو امیر
المومنین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وامہا خدیجۃ ام المومنین وزوج بنتہ رقیہ
وام کلثوم عثمان لما ماتت الثانیۃ قال لوکانت الثالثۃ لزوجناہ ایاھا وزوج الزبیر
اسماء بنت ابی بکر وھی اخت عائشۃ وتزوج طلحۃ اختہا الاخری - ترجمہ - نبی
صلے اللہ علیہ وآلہ کی ازواج مطہرات عقد نکاح کے لحاظ سے امہات ہیں - وہ امہات نہیں کہ
ان کی بیٹیاں اور مائیں حرام ہوں - کیونکہ وہ نسب یا رضاع کے لحاظ سے حقیقی امہات نہیں
کہ ان کی بیٹیاں بہنیں اور ان کی مائیں دادیاں ہوں اور حرمت نکاح ان ازواج سے تجاوز
نہیں کرتی - کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں - اور اس لئے کہ نبی علیہ السلام نے اپنی بیٹیوں
کا نکاح کر دیا - چنانچہ امیر المومنین علی صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے فاطمہ کا نکاح کر دیا جن
کی ماں ام المومنین خدیجہ ہیں - اور اپنی بیٹی رقیہ وام کلثوم کا نکاح عثمان سے کر دیا - جب
دوسری نے وفات پائی - تو رسول اللہ ؐ نے فرمایا کہ اگر تیسری ہوتی - تو میں ضرور اس کا نکاح
عثمان سے کر دیتا - اور زبیر کا نکاح ابوبکر کی بیٹی اسماء سے کر دیا - جو عائشہ کی بہن ہے -
اور طلحہ نے اس کی دوسری بہن سے نکاح کیا - انتہٰی -

(ث) ابن بابویہ قمی کتاب الخصال (مطبوعہ ایران سنہ ۱۳۰۲ھ صفحہ ۳۷ - ۳۸) میں یوں
لکھتا ہے - کان لرسول اللہ ص سبعۃ اولاد - حدثنا ابی ومحمد بن الحسن رضی اللہ
عنہما قالا حدثنا سعد بن عبد اللہ البرقی عن ابیہ عن ابن ابی عمیر عن علی بن ابی
حمزۃ عن ابی بصیر عن ابی عبد اللہ قال ولد لرسول اللہ ص من خدیجۃ القاسم و
الطاہر وھو عبد اللہ وام کلثوم ورقیۃ وزینب وفاطمۃ وتزوج علی بن ابی طالب فاطمۃ
علیہما السلام وتزوج ابو العاص بن الربیع وھو رجل من بنی امیۃ زینب وتزوج
عثمان بن عفان ام کلثوم فماتت ولم یدخل بہا فلما ساروا الی بدر زوجہ رسول
اللہ ص رقیۃ وولد لرسول اللہ ابراھیم من ماریۃ القبطیۃ وھی ام ابراھیم ام ولد
ترجمہ - رسول اللہ کے ہاں بچے سات تھے - (بحذف اسناد) امام جعفر صادق فرماتے
ہیں - کہ رسول اللہ کے ہاں خدیجہ سے پیدا ہوئے قاسم اور طاہر جو عبد اللہ ہیں - اور ام کلثوم

اور رقیہ اور زینب اور فاطمہ۔ علی بن ابی طالب نے فاطمہ علیہا السلام سے نکاح کیا۔ اور ابو العاص بن ربیع نے جو بنی امیہ میں سے تھا۔ زینب سے نکاح کیا۔ اور عثمان بن عفان نے ام کلثوم سے نکاح کیا۔ جو دخول سے پیشتر وفات پاگئی۔ جب بدر کو گئے۔ تو رسول اللہ نے عثمان کا نکاح رقیہ سے کر دیا۔ اور رسول اللہ کے ہاں ماریہ قبطیہ سے ابراہیم پیدا ہوئے۔ ابراہیم کی ماں ماریہ قبطیہ ام ولد ہے۔ انتہے۔ اس روایت کے متصل دوسری روایت امام جعفر صادق کی مذکور ہے۔ جس میں ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ ایک روز حضرت عائشہ نے فاطمہؑ سے کہا۔ کہ تیری ماں خدیجہ کو ہم پر کوئی فضیلت نہیں۔ فاطمہؑ نے رسول اللہ سے اس امر کی شکایت کر دی۔ رسول اللہ نے خفا ہو کر فرمایا۔ ان خدیجۃ ولدت منی طاہرا وھو عبد اللہ وھو المطھر وولدت منی القاسم وفاطمۃ ورقیۃ وام کلثوم وزینب۔ یعنے خدیجہ نے مجھ سے جنا طاہر کو جو عبد اللہ اور مطہر ہے۔ اور مجھ سے جنا قاسم، فاطمہ، رقیہ، ام کلثوم اور زینب کو۔ انتہے۔

(ل) ابو عمرو کشی اپنی مشہور کتاب معرفۃ اخبار الرجال (مطبوعہ بمبئی ۱۳۱۷ھ ہجری صفحہ ۱۴۲) میں لکھتا ہے۔ (محمد بن مسعود) قال کتب الی الفضل قال حدثنا ابن ابی عمیر عن ابراہیم بن عبد الحمید عن اسمٰعیل بن جابر قال لما قدم ابو اسحاق من مکۃ فذکر لہ قتل المعلی بن خنیس قال فقام مغضبا یجر ثوبہ فقال لہ اسمٰعیل ابنہ یا ابت این تذھب فقال لو کانت نازلۃ لقدمت علیہا فجاء حتی قدم علی داود بن علی فقال لہ یا داود اتیت ذنبا لا یغفرہ اللہ لک قال وما ذلک الذنب قال قتلت رجلا من اھل الجنۃ ثم مکث ساعۃ ثم قال ان شاء اللہ فقال لہ داود انت قد اذنبت ذنبا لا یغفرہ اللہ لک قال وما ذلک قال زوجت ابنتک فلانا الاموی قال ان کنت زوجت فلانا الاموی فقد زوج رسول اللہ عثمان ولی برسول اللہ اسوۃ۔ الخ۔ ترجمہ بحذف اسناد جب ابو اسحاق (امام جعفر صادق) مکہ سے آئے۔ تو ان سے معلی بن خنیس کے قتل ہونے کا ذکر کیا گیا۔ راوی کا بیان ہے۔ کہ امام یہ سن کر غصہ کی حالت میں کھڑے ہو گئے۔ اور اپنا کپڑا زمین پر گھسیٹنے لگے۔ ان کے بیٹے اسماعیل نے عرض کی۔ کہ اے باپ آپ کہاں جا رہے ہیں۔ امام نے فرمایا۔ اگر کوئی سخت بلا ہوئی۔ تو میں ضرور اس سے پیش آؤں گا۔ پس آپ آئے یہاں تک کہ داؤد بن علی کے پاس پہنچے۔ اور اس سے فرمایا۔ کہ اے داؤد بے شک البتہ تو نے ایسا گناہ کیا ہے۔ کہ خدا اسے معاف نہ کرے گا۔ داؤد نے پوچھا کہ وہ گناہ کیا ہے۔ امام نے

پوچھا وہ کیا ہے۔ داؤد نے کہا کہ آپ نے اپنی بیٹی فلاں اموی کو نکاح میں دی ہے۔ امام نے فرمایا۔ کہ اگر میں نے فلاں اموی کو اپنی بیٹی دی ہے (تو کیا ہوا) خود رسول اللہ نے اپنی بیٹی عثمان کو دے دی۔ اور میرے واسطے رسول اللہ میں اسوۂ حسنہ ہے۔ الخ۔ انتہٰی۔

(۵) ملا باقر مجلسی لکھتا ہے۔ در قرب الاسناد بسند معتبر از حضرت صادق ع روایت کردہ است کہ از برائے رسول خدا از خدیجہ متولد شدند طاہر و قاسم و فاطمہ و ام کلثوم و رقیہ و زینب و فاطمہ را بحضرت امیر المومنین تزویج نمود۔ و تزویج کرد بابو العاص بن ربیع کہ از بنی امیہ بود زینب را و بعثمان بن عفان ام کلثوم را و پیش از آنکہ بخانۂ آن برود برحمت الٰہی واصل شد و بعد از و حضرت رقیہ را باو تزویج نمود (حیات القلوب۔ جلد دوم۔ صفحہ ۷۱۸) یعنی قرب الاسناد میں بسند معتبر حضرت صادق سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ کے ہاں خدیجہ سے پیدا ہوئے۔ طاہر و قاسم و فاطمہ و ام کلثوم و رقیہ و زینب۔ آپ نے فاطمہ کا نکاح حضرت امیر المومنین سے کر دیا۔ اور زینب کا نکاح ابو العاص بن ربیع سے کر دیا۔ جو بنو امیہ میں سے تھا اور ام کلثوم کا نکاح عثمان بن عفان سے کر دیا۔ ام کلثوم پیشتر اس کے کہ عثمان کے گھر جائے انتقال کر گئی۔ اس کے بعد حضرت رقیہ کا نکاح عثمان سے کر دیا۔ انتہٰی۔ یہی ملا صاحب وقائع سال چہارم ہجرت کے تحت میں لکھتا ہے۔ عبد اللہ پسر رقیہ کہ از عثمان بہم رسیدہ بود۔ فوت شد (حیات القلوب۔ جلد دوم۔ صفحہ ۴۴۸)۔ پھر صفحہ ۷۱۹ پر لکھتا ہے جمعے از علمائے خاصہ و عامہ را اعتقاد آنست کہ رقیہ و ام کلثوم دختران خدیجہ بودند از شوہر دیگر۔ کہ پیش از حضرت رسول داشتہ و حضرت ایشان را تربیت کردہ بود و دختر حقیقی آن جناب نبودند و بعضے گفتہ اند کہ دختران ہالہ خواہر خدیجہ بودہ اند و بر نفی این دو قول روایات معتبرہ دلالت مے کند۔ ترجمہ۔ علمائے خاصہ و عامہ کی ایک جماعت کا اعتقاد یہ ہے۔ کہ رقیہ و ام کلثوم خدیجہ کی بیٹیاں دوسرے شوہر سے تھیں جو حضرت رسول سے پہلے تھا۔ اور حضرت نے ان کو پالا تھا اور آن جناب کی حقیقی بیٹیاں نہ تھیں۔ بعضوں نے کہا ہے۔ کہ وہ خدیجہ کی بہن ہالہ کی بیٹیاں تھیں۔ ان دونوں قولوں کے غلط ہونے پر معتبر روائتیں دلالت کرتی ہیں۔ انتہٰی۔

(۱۱) مفسر منہج الصادقین لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ و یوم حنین کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حنین و اوطاس کی غنیمت سے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ و آلہ نے مولفۃ القلوب کو حصہ دیا۔ اور مہاجرین کو زیادہ اور انصار کو کم۔ اس تقسیم سے انصار غمگین اور رنجیدہ ہوئے۔ اور بعضے کہنے لگے

کہ پیغمبر نے تمام غنیمت کا مال اپنی قوم کو دیا۔ اور ہم کو محروم کیا۔ آنحضرت کو اس کے سننے سے نہایت رنج ہوا۔ اور انصار کو جمع کر کے فرمایا کہ تم دوزخ کے کنارے پر تھے۔ خداوند تعالےٰ نے میرے واسطے سے تم کو اس سے نجات دی۔ کیا یہ سچ نہیں ہے۔ سب نے کہا یا رسول اللہ سچ ہے۔ اسی طرح آپ نے چند باتیں اور فرما کر کہا۔ کہ تم بھی اس کے جواب میں کہہ سکتے ہو کہ میں تنہا آیا تھا اور تم نے میری مدد کی۔ اور میں خائف تھا۔ تم نے امان دی۔ اور لوگ میری تکذیب کرتے تھے تم نے تصدیق کی۔ انصار یہ بات سن کر رونے لگے اور ہائے ہائے کرنے لگے۔ اور پیغمبر خدا کے پاؤں پر گر کر کہنے لگے۔ کہ یا رسول اللہ تن و جان و مال ہمارا آپ پر قربان ہے۔ ہمارا مال آپ کے اختیار میں ہے۔ اگر آپ چاہیں اپنی قوم کو عطا فرمائیں۔ اور جو کچھ آپ کی نسبت ہم لوگوں میں سے بعض نے کہا ہے۔ وہ بے ادب اور ادنے درجہ کے لوگ ہیں۔ اور اب وہ توبہ کرتے ہیں۔ آپ ان کے لئے استغفار فرمائیے۔ تب آپ نے ہاتھ دعا کے لئے اٹھایا۔ اور فرمایا۔ اللھم اغفر الانصار ولابناء الانصار ولابناء ابناء الانصار یا معشر الانصار اما ترضون ان ینصرف الناس بالشاۃ والغنم وفی سھمکم رسول اللہ قالوا بلی یا رسول اللہ۔ یعنے شما راضی نیستید کہ مردمان بازگردند و نصیب ایشان گوسفند وچارپائے باشد و در نصیب شما رسول خدا باشد گفتند بلے۔ رضینا باللہ ربا و برسولہ پس فرمود کہ الانصار کرشی وعیبتی لو سلک الناس وادیا وسلکت الانصار شعبا لسلکت شعب الانصار۔ انصار سر من اند و خواص من اند اگر مرداں بوادی سلوک کنند و انصار بشعبے۔ من بطریق انصار سلوک کنم (جلد دوم مطبوعہ ایران صفحہ ۱۰) ماخوذ از آیات بینات۔

(۱۲) انصار کے بارے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یوں وصیت فرمائی ہے۔ پس وصیت مے کنم شمارا بانصار زیرا کہ وانستید حقہائے ایشان را وسعیہائے ایشاں را نزد خداوند رسول ونزد مومنان۔ توسعہ دادند برائے شما در خانہائے خود ونصف میوہائے خود را بشما بخشیدند وانتیار کردند شمارا بر خود ہر چند کہ خود محتاج بودند۔ پس کسے کہ والی امرے شود درمیان مسلمانان باید کہ نیکو کار انصار را بنوازد وا زبدکردار ایشان عفو نماید (حیات القلوب۔ جلد دوم صفحہ ۸۴۹)۔ اس وصیت سے مدح انصار کے علاوہ یہ مفہوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو اپنا خلیفہ معین نہ فرمایا۔ بلکہ ارشاد فرمایا۔ کہ جو خلیفہ ہو میں اس کو وصیت کرتا ہوں۔ لہٰذا حضرت علیؓ کی خلافت منصوص نہ تھی۔

(۱۳) حضرت امیر علیہ السلام انصار کی مدح میں فرماتے ہیں۔ ھم واللّٰہ ربوا الاسلام کما یربی الفلو مع غنائھم بایدیھم السباط والسنتھم السلاط (نہج البلاغہ۔ جز الثانی صفحہ ۱۳۰)
ترجمہ۔ خدا کی قسم انہوں نے باوجود اپنے استغنا کے اسلام کو اپنے فیاض ہاتھوں اور فصیح زبانوں سے یوں پالا۔ جیسا کہ بچھیرا پالا جاتا ہے۔ انتہےٰ۔

(۱۴) بقول شیعہ حضرت فاطمۃ الزہراء نے فدک کے معاملہ میں خلیفہ وقت کے خلاف انصار سے بدیں الفاظ مدد طلب کی۔ یا معشر الانصار ویا عضاد الملۃ وحضنۃ الاسلام ما ھذہ الفترۃ عن نصرتی (شرح کمال الدین میثم بحرانی تحت قول بلی کانت فی ایدینا فدک) یعنے اے انصار کے گروہ اے ملت کے مددگارو اے اسلام کی محکم پناہ میری امداد سے یہ تمہاری سستی کیسی ہے۔ انتہےٰ۔

(۱۵) ملا باقر مجلسی بحوالہ علی بن ابراہیم وشیخ مفید وطبرسی وغیرہ غزوہ احزاب کے بیان میں یوں لکھتا ہے۔ چون این خبر بحضرت رسول رسید۔ اصحاب خود را طلبید۔ وبایشان مشورت کرد۔ وایشان ہفت صد نفر بودند پس سلمان گفت یا رسول اللّٰہ جماعت قلیل در مقاومۂ مبارزہ در برابر جماعت کثیر نمے توانند ایستاد۔ حضرت فرمود پس چہ کنیم سلمان گفت خندقے مے کنیم بردور خود کہ حجابے باشد میان تو وایشان۔ کہ ایشان از ہر جانب بر سر ما نیایند وجنگ از یک جانب باشد۔ وما در بلاد عجم وقتیکہ لشکر گرانے متوجہ ما مے شد۔ چنین مے کردیم کہ جنگ از موضع معینے واقع شود۔ پس جبرئیل بر حضرت رسول نازل شد وگفت رائے سلمان صواب ست وبآن عمل مے باید کرد۔ حضرت فرمود کہ زمین را پیمودند از ناحیہ احد تا برایج۔ وہر بست گام یا سی گام را بجماعتے از مہاجران وانصار داد کہ حفر نمائند وامر کرد کہ بیلہا وکلنگہا آوردند وحضرت خود ابتدا کرد در حصۂ مہاجران وکلنگے برداشت وخود میکندید وحضرت امیر المومنین خاک را نقل مے کرد تا آنکہ عرق کرد وماندہ شد وفرمود کہ عیشے نیست مگر عیش آخرت خداوندا بیامرز انصار ومہاجران را۔ وچون مردم دیدند کہ حضرت خود متوجہ کندن گردید اہتمام بسیار کردند در کندن وخاک را نقل مے کردند چون روز دوم شد۔ بامداد آمدند بر سر خندق وحضرت در مسجد فتح نشست وصحابہ مشغول کندن شدند۔ ناگاہ بسنگے رسیدند کہ کلنگ بہ آن کارے نمے کرد۔ پس جابر بن عبد اللّٰہ انصاری را بخدمت حضرت فرستادند کہ حقیقت حال را عرض نماید۔ جابر گفت کہ چون بمسجد فتح رفتم دیدم حضرت بر پشت خوابیدہ است وردائے مبارک را در زیر سر گذاشتہ واز گرسنگی بر شکم خود سنگے بستہ است

گفتم یارسول اللہ سنگے در خندق پیدا شدہ کہ کلنگ دران اثرنمے کند۔ پس برخاست وبسرعت روانہ شد۔ چون بآن موضع رسید۔ آبے طلبید وازان وضو ساخت وکف آبے در وہان حکمت نشان کرد۔ ومضمضہ نمود وبرآن سنگ ریخت پس کلنگ راگرفت وضربتے برآن سنگ زد کہ کہ ازان برقے ساطع شد ودر آن برق قصرہائے شام را دیدیم۔ پس بار دیگر کلنگ را زد وبرقے ساطع شد کہ قصرہائے مدائن را دیدیم۔ پس بار دیگر کلنگ زد وبرقے لامع شد کہ قصرہائے یمن را دیدیم۔ پس فرمود کہ این مواضع را کہ برق برآنہا تابید شما فتح خواہید کرد۔ مسلمانان از استماع این بشارت شاد شدند وخدا را حمد کردند ومنافقان گفتند کہ وعدہ ملک کسرےٰ وقیصر مےدہد واز ترس بدور خود خندق مے کند۔ پس حق تعالےٰ آیہ قل اللّٰھم مالک الملک را برائے تکذیب وتادیب منافقان فرستاد وابن بابویہ روایت کردہ است کہ چون کلنگ اول را زد سنگ شکست وفرمود کہ اللہ اکبر کلید ہائے شام را خدا بمن داد وبخدا سوگند کہ قصرہائے سرخ آن را مے بینم۔ پس کلنگ دیگر زد وثلث دیگر را شکست وگفت اللہ اکبر خدا کلید ہائے ملک فارس را بمن داد وبخدا سوگند کہ الحال قصر سفید مدائن را مے بینم وچون کلنگ سوم را زد وباقی سنگ جدا شد۔ گفت اللہ اکبر کلید ہائے یمن بمن دادند وبخدا سوگند کہ دروازہ ہائے صنعا را مے بینم۔ (حیات القلوب۔ جلد دوم صفحہ ۴۴۸۔ ۴۴۹)۔ ترجمہ۔ جب حضرت رسولؐ کو یہود وقریش کی آمد کی خبر پہنچی۔ تو آپ نے اپنے اصحاب کو بلا کر ان سے مشورہ کیا۔ اور وہ سات سو تھے۔ پس سلمان نے عرض کیا کہ یارسول اللہ جنگ ومقابلہ میں قلیل جماعت کثیر جماعت کے برابر نہیں ٹھیر سکتی۔ حضرت نے فرمایا کہ پھر کیا کریں سلمان نے عرض کیا۔ کہ ہم اپنے گرد ایک خندق کھود لیتے ہیں۔ جو آپ کے اور دشمنوں کے درمیان ایک روک ہو۔ تاکہ وہ ہر طرف سے ہم پر حملہ آور نہ ہوں۔ اور لڑائی ایک طرف سے ہو۔ بلاد عجم میں جب بھاری لشکر ہمارے مقابل ہوتا تھا۔ تو ہم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ تاکہ لڑائی ایک معین جگہ سے واقع ہو۔ پس جبرئیلؑ نے حضرتؐ پر نازل ہو کر عرض کی۔ کہ سلمان کی رائے درست ہے۔ اسی پر عمل کرنا چاہیئے۔ حضرت نے حکم دیا کہ احد کی طرف سے رایح (راتع؟) تک زمین کو ماپ لیں۔ آپ نے مہاجرین وانصار کی ہر جماعت کو بیس بیس یا تیس تیس قدم زمین کھودنے کو دی۔ اور حکم دیا کہ بیلچے اور کسیاں لے آئیں۔ حضرت نے خود مہاجرین کے حصہ میں ابتدا کی۔ اور کسی اٹھالی۔ آپ کھود رہے تھے اور حضرت امیر المومنین مٹی اٹھا رہے تھے۔

یہاں تک کہ حضرت رسول کو پسینہ آگیا۔ اور ماندہ ہوگئے۔ فرمانے لگے کہ آخرت کی عیش کے سوا کوئی عیش نہیں۔ خدایا انصار و مہاجرین کو بخش دے۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ حضرت خود کھود رہے ہیں۔ تو وہ بڑی کوشش سے کھودتے اور مٹی اٹھاتے جاتے تھے۔ جب دوسرا روز ہوا۔ تو وہ خندق پہ آئے۔ اور حضرت مسجد فتح میں بیٹھ گئے۔ اور صحابہ کھودنے میں مشغول ہوگئے۔ ناگاہ ایک پتھر نمودار ہوا جس پر کسی اثر نہ کرتی تھی۔ پس انہوں نے جابر بن عبداللہ انصاری کو حضرت کی خدمت میں بھیجا۔ کہ حقیقت حال عرض کرے۔ جابر کا بیان ہے۔ کہ جب میں مسجد فتح میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت پیٹھ کے بل سوئے ہوئے ہیں۔ اور چادر مبارک سر کے نیچے رکھی ہوئی ہے۔ اور بھوک کے سبب اپنے پیٹ پہ ایک پتھر باندھا ہوا ہے۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ خندق میں ایک پتھر نمودار ہوا ہے۔ جس پر کسی اثر نہیں کرتی پس حضرت اٹھے۔ اور جلدی روانہ ہوگئے۔ جب اس جگہ پہنچے۔ تو آپ نے پانی طلب کیا۔ اور اس سے وضو کیا۔ اور ایک چلو اپنے حکمت نشان منہ میں ڈال کر کلی کی۔ اور اس پتھر پہ پھینک دیا۔ پھر کسی لے کر اس پتھر پہ پھینک دیا۔ پھر کسی لے کر اس پتھر پہ ایک ضرب لگائی۔ جس سے ایک روشنی نمودار ہوئی۔ اور اس روشنی میں ہم نے شام کے محل دیکھے۔ پھر دوسری بار کسی ماری اور ایک روشنی نمودار ہوئی۔ جس میں ہم نے مدائن کے محل دیکھے۔ پھر ایک اور دفعہ آپ نے کسی ماری اور ایک روشنی نمودار ہوئی۔ جس میں ہم نے یمن کے محل دیکھے۔ پس آپ نے فرمایا۔ کہ جن جگہوں پر روشنی چمکی ہے۔ تم ان کو فتح کرو گے۔ مسلمان یہ خوشخبری سن کر خوش ہوئے۔ اور خدا کی حمد کی۔ مگر منافق کہنے لگے کہ حضرت کسریٰ و قیصر کے ملک کا وعدہ دیتے ہیں۔ اور ڈر کے مارے اپنے گرد خندق کھودتے ہیں۔ پس خدا تعالےٰ نے منافقوں کی تکذیب و تادیب کے لئے آیہ قل اللّٰھم مالک الملک نازل فرمائی۔ ابن بابویہ نے روایت کی ہے۔ کہ جب حضرت نے پہلی بار کسی ماری۔ پتھر ٹوٹ گیا۔ اور آپ نے فرمایا۔ اللہ اکبر۔ خدا نے ملک شام کی کنجیاں مجھے دیں۔ اور خدا کی قسم کہ میں وہاں کے سرخ محلوں کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے دوسری بار کسی ماری اور دوسری تہائی توڑ دی اور فرمایا۔ اللہ اکبر خدا نے ملک فارس کی کنجیاں مجھے دیں۔ اور خدا کی قسم کہ میں مدائن کا سفید محل اب دیکھ رہا ہوں جب آپ نے تیسری بار کسی ماری اور باقی پتھر ٹوٹ گیا۔ تو فرمایا۔ اللہ اکبر یمن کی کنجیاں مجھے دیدی گئیں اور خدا کی قسم کہ میں صنعا کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔ انتہےٰ۔ اس بیان سے

ظاہر ہے کہ جو جہاد خلفائے ثلاثہ کے زمانے میں ہوئے۔ اور جو ملک انہوں نے فتح کئے ان کی بشارت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی سے دے دی تھی۔ اور ان کی فتوحات کو اپنی فتوحات سے تعبیر فرمایا تھا۔

(۱۶) فروع کافی میں ایک طویل حدیث بروایت ابو عمرو زبیری مذکور ہے۔ جس میں حضرت امام جعفر صادق نے شرائط جہاد بیان فرمائی ہیں۔ اس میں یہ الفاظ ہیں۔ فلما نزلت هذه الآية اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا في المهاجرين الذين اخرجهم اهل مكة من ديارهم واموالهم احل لهم جهادهم بظلمهم اياهم واذن لهم في القتال فقلت فهذه نزلت في المهاجرين بظلم مشركي اهل مكة لهم فما بالهم في قتالهم كسرى وقيصر ومن دونهم من مشركي قبائل العرب فقال لو كان انما اذن لهم في قتال من ظلمهم من اهل مكة فقط لم يكن لهم الى قتال جموع كسرى وقيصر وغير اهل مكة من قبائل العرب سبيل لان الذين ظلموهم غيرهم وانما اذن لهم في قتال من ظلمهم من اهل مكة لاخراجهم اياهم من ديارهم واموالهم بغير حق ولو كانت الآية انما عنت المهاجرين الذين ظلمهم اهل مكة كانت الآية مرتفعة الفرض عمن بعدهم اذا لم يبق من الظالمين والمظلومين احد وكان فرضها مرفوعا من الناس بعدهم اذا لم يبق من الظالمين والمظلومين احد وليس كما ظننت ولا كما ذكرت ولكن المهاجرين ظلموا من جهتين ظلمهم اهل مكة باخراجهم من ديارهم واموالهم فقاتلوهم باذن الله لهم في ذلك وظلمهم كسرى وقيصر ومن كان دونهم من قبائل العرب والعجم بما كان في ايديهم مما كان المؤمنون احق به منهم فقد قاتلوهم باذن الله عز وجل لهم في ذلك وبحجة هذه الآية يقاتل مومنو كل زمان وانما اذن الله عز وجل للمومنين الذين قاموا بما وصف الله عز وجل من الشرائط التي شرطها الله على المومنين في الايمان والجهاد ومن كان قائما بتلك الشرائط فهو مؤمن وهو مظلوم وماذون له في الجهاد بذلك المعنى ومن كان على خلاف ذلك فهو ظالم وليس من المظلومين وليس بماذون له في القتال۔ (فروع کافی۔ نولکشوری حصہ اول صفحہ ۶۱۱ - ۶۱۲)۔ ترجمہ۔ جب آیہ اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا۔ مہاجرین کے بارے میں نازل ہوئی۔ جن کو اہل مکہ نے ان کے گھروں اور مالوں سے نکال دیا تھا۔ تو مظلوم تھے

کے سبب ان کے لئے اہل مکہ سے جہاد کرنا جائز ہو گیا۔ اور ان کو قتال کی اجازت دی گئی۔ راوی کا قول ہے۔ کہ اس پر میں نے عرض کیا۔ کہ یہ آیت تو مہاجرین کے بارے میں نازل ہوئی۔ کیونکہ مشرکین مکہ نے ان پر ظلم کیا تھا۔ مگر مہاجرین نے کسرے اور قیصر سے اور مشرکین مکہ کے سوا دیگر مشرکین قبائل عرب سے کیوں جنگ کیا۔ امام نے فرمایا کہ اگر مہاجرین کو فقط اہل مکہ ظالمین کے ساتھ جنگ کی اجازت ہوتی۔ تو ان کے لئے کسرے و قیصر کی فوجوں اور اہل مکہ کے سوا دیگر قبائل عرب سے لڑنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ کیونکہ مہاجرین پر ظلم کرنے والے یہ نہ تھے۔ بلکہ اور تھے۔ اور مہاجرین کو اہل مکہ ظالمین کے ساتھ جنگ کی اجازت صرف اس لئے دی گئی تھی۔ کہ انہوں نے مہاجرین کو ان کے گھروں اور مالوں سے ناحق نکال دیا تھا۔ اور اگر آیت میں مراد فقط مہاجرین ہوں۔ جن پر اہل مکہ نے ظلم کیا تھا۔ تو یہ آیت مرتفعۃ الغرض ہوئی۔ ان سے جو ان مہاجرین کے بعد ہوئے۔ جب کہ ظالموں اور مظلوموں سے کوئی نہ رہا۔ اور اس آیت کا فرض مرفوع ہوا۔ ان لوگوں سے جو ان کے بعد ہوئے۔ جب کہ ظالموں اور مظلوموں میں سے کوئی نہ رہا۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ جیسا کہ تو نے گمان کیا۔ اور نہ ایسا ہے۔ جیسا کہ میں نے ذکر کیا۔ لیکن مہاجرین پر دو جہت سے ظلم تھا۔ اہل مکہ نے انپر ظلم کیا۔ کہ ان کو گھروں اور مالوں سے نکال دیا۔ پس انہوں نے باذن الٰہی اہل مکہ سے جہاد کیا۔ اور کسرے و قیصر نے اور اہل مکہ کے سوا دیگر قبائل عرب و عجم نے بھی ان پر ظلم کیا۔ کیونکہ جو (ملک و سلطنت) ان کے ہاتھوں میں تھا۔ مومنین ان کی نسبت اس کے زیادہ مستحق تھے۔ اس لئے مہاجرین نے ان سے بھی باذن الٰہی جہاد کیا اور اسی آیت کی دلیل سے ہر زمانے کے مومنین جہاد کرتے ہیں۔ اور اللہ عزوجل نے صرف ایسے مومنوں کو جہاد کی اجازت دی ہے۔ جو ایمان و جہاد کے بارے میں خدا کی قائم کردہ شرائط کو قائم رکھتے ہیں۔ جس شخص میں وہ شرطیں موجود ہوں وہ مومن و مظلوم ہے۔ اور اسی واسطے ماذون لہ فی الجہاد ہے۔ اور جو شخص اس کے برعکس ہو۔ وہ ظالم ہے۔ نہ کہ مظلوم۔ اسے قتال کی اجازت نہیں (بلکہ مومنین کو اس سے قتال کرنا چاہیئے۔) انتہٰی۔ اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ کسرے و قیصر پر بھی جہاد بحکم خدا ہوا تھا۔ اور مہاجرین جنہوں نے جہاد کیا خدا کی طرف سے ماذون

تھے۔ اس حدیث میں یہ بھی بیان کر دیا گیا ہے۔ کہ جہاد کی اجازت نہیں۔ مگر ان مومنوں کو جو متصف بصفات التائبون العابدون الحامدون السائحون ہوں۔ پس مہاجرین کا ان اوصاف سے متصف ہونا ثابت ہو گیا۔ اور یہ امر محتاج بیان نہیں۔ کہ ایسے گروہ کے سردار اور خلیفہ بھی ایمان اور اعمال اور تمام صفات حسنہ سے متصف تھے کیونکہ جو لوگ ایمان اور حسن اعمال میں کامل ہوں وہ ایسے شخصوں کی سرداری اور امامت کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ جو منافقین و مرتدین میں داخل اور اہلبیت کے دشمن اور ان کے حقوق کے غاصب ہوں۔

(۱۷) شیعہ کا علامہ علی بن عیسٰے اردبیلی امام حسن رضی اللہ تعالٰے عنہ کے حال میں لکھتا ہے۔ ومن کلامه علیه السلام ما کتبه فی کتاب الصلح الذی استقر بینه و بین معاویة حیث رای حقن الدماء واطفاء الفتنة وهو بسم الله الرحمن الرحیم هذا ما صالح علیه الحسن بن علی بن ابی طالب .... معاویة بن ابی سفیان صالحه علی ان یسلم الیه ولایة امر المسلمین علی ان یعمل فیهم بکتاب الله تعالٰی و سنة رسوله صلی الله علیه واٰله وسلم وسیرة الخلفاء الراشدین ولیس لمعاویة بن ابی سفیان ان یعهد الی احد من بعده عهدا بل یکون الامر من بعده شوری بین المسلمین وعلی ان الناس اٰمنون حیث کانوا من ارض الله شامهم وعراقهم وحجازهم ویمنهم وعلی ان اصحاب علی وشیعته اٰمنون علی انفسهم واموالهم ونسائهم واولادهم وعلی معاویة بن ابی سفیان بذالک عهد الله ومیثاقه و ما اخذ الله علی احد من خلقه علیه بالوفاء بما اعطی الله من نفسه وعلی ان لا یبغی للحسن بن علی ولا لاخیه المسلمین ولا لاحد من اهل بیت رسول الله صلی الله علیه واٰله وسلم غائلة سرا وجهرا ولا یخیف احدا منهم فی افق من الاٰفاق شهد علیه بذالک وکفی بالله شهیدا فلان وفلان والسلام۔ ولما تم الصلح واب برم الامر التمس معاویة من الحسن علیه السلام ان یتکلم بجمع من الناس ویعلمهم انه قد بایع معاویة وسلم الامر الیه فاجابه الی ذالک فخطب وقد حشر الناس خطبة حمد الله تعالٰے وصلی علی نبیه صلی الله علیه واٰله فیها وهی من کلامه المنقول عنه علیه السلام۔ قال ایها الناس ان اکیس الکیس التقی واحمق الحمق الفجور وانکم لو طلبتم ما بین

جابلق وجابرس رجلاً جده رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما وجدتموہ غیری وغیر اخی الحسین وقد علمتم ان اللہ ھداکم بجدی محمد فانقذکم بہ من الضلالۃ ورفعکم بہ من الجھالۃ واعزکم بہ بعد الذلۃ وکثرکم بہ بعد القلۃ ان معاویۃ نازعنی حقاً ھو لی دونہ فنظرت لصلاح الامۃ وقطع الفتنۃ وقد کنتم بایعتمونی علی ان تسالمون من سالمت وتحاربون من حاربت فرایت ان اسالم معاویۃ واضع الحرب بینی وبینہ وقد بایعتہ ورایت ان حقن الدماء خیر من سفکھا ولم ارد بذالک الا صلاحکم وبقائکم وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ مطبوعہ ایران ۱۲۹۴ سنہ ہجری صفحہ ۱۷۰)۔ ترجمہ۔ اور امام حسن علیہ السلام کے کلام سے ہے وہ جو آپ نے صلح کی کتاب میں لکھا جو آپ کے اور معاویہ کے درمیان قرار پائی۔ جب آپ نے مسلمانوں کو قتل سے بچانا اور آتش فتنہ کو فرو کرنا پسند فرمایا اور وہ صلحنامہ یہ ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ ہے جس پر حسن بن علی بن ابی طالب نے معاویہ بن ابی سفیان سے صلح کی۔ صلح اس بات پر قرار پائی۔ کہ حسن مسلمانوں کی سرداری معاویہ کو سپرد کر دے گا۔ بشرطیکہ معاویہ ان میں اللہ کی کتاب اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور خلفائے راشدین کے طریقہ پر عمل کرتا رہے۔ اور معاویہ بن ابی سفیان کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اپنے بعد کسی کے لئے وصیت کرے۔ بلکہ معاویہ کے بعد خلافت کا معاملہ شورے پر رہے گا۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ لوگ خدا کی زمین میں جس جگہ رہیں گے امن میں رہیں گے۔ اہل شام شام میں، اہل عراق عراق میں، اہل حجاز حجاز میں، اور اہل یمن یمن میں۔ اور یہ بھی شرط ہے۔ کہ اصحاب علی اور آپ کا گروہ اپنی جان و مال اور اپنی عورتوں اور بچوں پر بے خوف رہیں گے۔ اور معاویہ بن ابی سفیان پر اس امر کی بابت اللہ کا عہد و میثاق ہے۔ اور اللہ کا عہد جو اپنے کسی بندے پر ہوتا ہے۔ اس بندے پر اس کا پورا کرنا واجب ہے۔ اور یہ بھی شرط ہے۔ کہ معاویہ نہ حسن بن علی کے لئے نہ ان کے بھائی حسین کے لئے اور نہ اہل بیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے کسی کے لئے پوشیدہ اور ظاہر کوئی بدی سوچے گا۔ اور نہ روئے زمین کی کسی طرف میں ان میں سے کسی پر ظلم کرے گا۔ اس پہ فلاں فلاں نے گواہی کی اور اللہ کی گواہی کافی ہے والسلام جب صلح تمام ہوگئی۔ اور معاملہ طے ہو گیا۔ تو معاویہ نے حسن علیہ السلام سے التماس

کی کہ آپ لوگوں کے مجمع میں کلام کریں اور انہیں بتا دیں کہ میں نے معاویہ سے بیعت کر لی ہے۔ اور خلافت اس کے سپرد کر دی ہے۔ امام نے اس التماس کو قبول کیا اور لوگوں کے مجمع میں ایک خطبہ پڑھا جس میں اللہ تعالےٰ کی حمد اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ پر درود تھا۔ یہ خطبہ آپ سے منقول ہے۔ اس میں آپ نے فرمایا۔ کہ اے لوگو داناؤں میں دانا وہ ہے جو پرہیزگار ہو۔ اور احمقوں میں احمق وہ ہے۔ جو بدکردار ہو۔ اگر تم جابلقؔ و جابرسؔ کے درمیان ایسا شخص تلاش کرو جس کے نانا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں۔ تو سوا میرے اور میرے بھائی حسین کے نہ پاؤ گے۔ تمہیں معلوم ہے کہ خدا نے تم کو میرے نانا محمدؐ کے واسطے سے ہدائیت دی۔ اور گمراہی سے بچایا۔ اور جہالت سے نکالا۔ اور ذلت کے بعد تم کو عزت دی۔ اور قلت کے بعد تم کو کثیر بنایا۔ تحقیق معاویہ نے مجھ سے خلافت میں جو میرا ہی حق تھا۔ جھگڑا کیا۔ پس میں نے صلاح امت اور قطع فتنہ کے لئے غور کیا۔ تم نے مجھ سے اس شرط پر بیعت کی تھی۔ کہ جس سے میری صلح ہو اس سے تمہاری بھی صلح ہو۔ اور جس سے میری لڑائی ہو۔ اس سے تمہاری بھی لڑائی ہو۔ سو میں نے سوچا کہ معاویہ سے صلح کر لوں۔ اور لڑائی کو جو اس کے اور میرے درمیان ہے۔ بند کر دوں۔ تحقیق میں نے اس سے بیعت کر لی۔ اور حفظ خون کو خونریزی سے بہتر پایا۔ اس صلح سے میرا ارادہ بجز تمہاری صلاح و بقا کے اور کچھ نہیں اور میں نہیں جانتا شائد یہ تمہارے واسطے آزمائش اور ایک وقت تک فائدہ ہے۔ انتہیٰ

صلح نامہ مذکورہ بالا انہی الفاظ میں میرزا غیاث الدین شیرازی شیعی کی تاریخ حبیب السیر میں بھی منقول ہے۔ اس مقام پر امور ذیل خصوصیت سے قابل غور ہیں۔

اوّل امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اس صلح نامہ کی رو سے ولائیت امر مسلمین جس سے مراد امامت کبریٰ اور خلافت راشدہ ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے سپرد کر دی۔ اس سے شیعہ کے اس قول کی تردید ہو گئی۔ کہ امامت تالی نبوت ہے جس طرح نبوت دوسرے کو تسلیم نہیں کی جا سکتی۔ اسی طرح امامت بھی کسی دوسرے کو نہیں دی جا سکتی۔

دوّم۔ تفویض خلافت کے ساتھ ایک تو یہ شرط بڑھائی کہ امیر معاویہ رضی کتاب اللہ

ؔعہ یہ دو شہروں کے نام ہیں۔ جابرس اقصیٰ شرق میں اور جابلق اقصیٰ مغرب میں ہے

وسنت رسول اللہ اور سیرت خلفائے راشدین پر عمل کریں۔ خلفائے راشدین سے جناب امیر علیہ السلام مراد نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اول تو جمع کا واحد پر اطلاق بلا قرینہ صحیح نہیں علاوہ ازیں ظاہر ہے۔ کہ امیر معاویہؓ جناب امیرؓ کو امام حق اور خلیفہ راشد نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ نصر بن مزاحم شیعی کتاب صفین میں لکھتا ہے۔ قال معاویۃ لعمرو یا ابا عبد اللہ الی ادعوک الی جہاد ھذا الرجل الذی عصی ربہ وقتل الخلیفۃ واظہر الفتنۃ وفرق الجماعۃ وقطع الرحم قال عمرو والی من قال الی جہاد علیؓ (وقعۃ صفین مطبوعہ بیروت صفحہ ۲۹) ترجمہ۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص سے کہا۔ اے ابو عبداللہ میں آپ کو اس شخص کے خلاف جہاد کرنے کی طرف بلاتا ہوں۔ جس نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی اور خلیفہ کو قتل کیا۔ اور فساد ظاہر کیا۔ اور جماعت کو پراگندہ کر دیا۔ اور قطع رحم کیا۔ عمرو نے پوچھا کہ کس کی طرف بلاتے ہو۔ امیر معاویہؓ نے فرمایا۔ کہ علیؓ کے خلاف جہاد کرنے کی طرف۔ انتہے تو جب حضرت علیؓ مرتضےٰ امیر معاویہؓ کے نزدیک خلیفہ راشد ہی نہ تھے۔ معاہدہ میں ان کی اتباع کو کس طرح تسلیم کر لیتے۔ پس خلفاء راشدین سے مراد حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہم ہیں۔ کیونکہ بجز ان کے اور کوئی خلیفہ نہیں ہوا تھا۔ کہ جس کی سیرت کے اتباع کا عہد لیتے۔ اگر ہم تسلیم کریں۔ کہ حضرت امیرؓ بھی خلفائے راشدین میں شامل ہیں۔ تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ نہ ہمیں کچھ نقصان۔ اور نہ اہل تشیع کو کچھ نفع۔ کیونکہ حضرات ثلاثہ بہر صورت اس میں داخل ہیں۔ امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضرات ثلاثہ کی خلافت راشدہ تسلیم کرنے کے ساتھ اپنی خلافت دہی اور اپنے والد ماجد کی خلافت بلافصل کو باطل کر دیا۔ خلع خلافت کے ساتھ آپ نے دوسری شرط یہ قرار دی۔ کہ امیر معاویہؓ کے بعد خلافت کا معاملہ شوریٰ پر ہوگا۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت امام کے نزدیک امامت کے لئے نہ نص شرط ہے۔ نہ عصمت۔

سوئم۔ امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے خطبہ سے ظاہر ہے۔ کہ آپ نے خلافت راشدہ و امامت کبریٰ جس میں نزاع تھا۔ امیر معاویہؓ کے سپرد کر دی۔ اور ان کو خلیفہ حق تسلیم کر لیا۔ اور ان کی بیعت بھی کر لی۔ اور یہ بھی ثابت ہے۔ کہ آپ نے تفویض خلافت محض صلاح امت اور قطع فتنہ کے لئے کی۔ نہ اس لئے کہ آپ کو خوف تھا کہ میرا لشکر مجھکو پکڑ کر امیر معاویہ کے حوالے کر دے گا۔ یا بوقت قتال مجھکو تنہا چھوڑ کر راہ فرار اختیار

کرے گا۔ یا دشمن سے مل جائے گا۔

(۱۸) ابن شہر آشوب وغیرہ روایت کردہ اند کہ روزے آن حضرتؐ نظر کرد بسوئے ذراعہائے سراقہ بن مالک کہ باریک و پرمو بود۔ پس فرمود کہ چگونہ خواہد بود حال تو در ہنگامیکہ دست رنجہائے پادشاہ عجم را در دستہائے خود کردہ باشی۔ پس چون در زمان عمر فتح مدائن کردند۔ عمر او را طلبید۔ و دست رنجہائے پادشاہ عجم را در دستہائے او کرد (حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۱۷۲) ترجمہ۔ ابن شہر آشوب وغیرہ نے روایت کی ہے۔ کہ ایک دن آنحضرتؐ نے سراقہ بن مالک کے بازوں کی طرف دیکھا جو باریک اور پر مو تھے۔ پس فرمایا کہ تیرا حال کس طرح ہوگا جب کہ تو شاہ عجم کے کنگن اپنے ہاتھوں میں پہنے گا۔ پس جب عمرؓ کے زمانہ میں صحابہؓ نے مدائن کو فتح کیا۔ تو عمرؓ نے سراقہ کو طلب کرکے پادشاہ عجم کے کنگن اس کے ہاتھوں میں ڈال دئیے۔ انتہے۔ اس سے حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے جہاد کا درست ہونا لازم آتا ہے۔ ورنہ وہ مال ناجائز ہوتا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس سے بچنے کی خبر دے جاتے۔

(۱۹) اصول کافی میں مولد علی بن الحسین علیہما السلام کے تحت میں یہ روایت مذکور ہے۔ عن ابی جعفر علیہ السلام قال لما اقدمت بنت یزدجرد علی عمر اشرف لہا عذارٰی المدینۃ واشرق المسجد بضوئہا لما دخلتہ فلما نظر الیہا عمر غطت وجہہا وقالت افیروج بادا ھرمز فقال عمر اتشتمنی ھذہ وھم بہا فقال لہ امیر المومنین علیہ السلام لیس ذلک لک خیرہا رجلا من المسلمین واحسبہا بفیئہ فخیرہا فجاءت حتی وضعت یدہا علی راس الحسین علیہ السلام فقال امیر المومنین بل اشہو بالفیہ ثم قال للحسین یا ابا عبد اللّٰہ لیلدن لک منہا خیر اہل الارض فولدت علی بن الحسین۔ الخ۔ (اصول کافی۔ صفحہ ۲۹۶) ترجمہ۔ امام محمد باقر علیہ السلام کا بیان ہے۔ کہ جب یزدجرد کی بیٹی عمر رضی اللہ کے پاس لائی گئی تو مدینہ کی لڑکیاں اس کے دیکھنے کے لئے گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئیں۔ اور جب وہ مسجد مدینہ میں داخل ہوئی۔ تو مسجد اس کے حسن کی تابش سے روشن ہوگئی۔ جب عمرؓ نے اس کی طرف دیکھا۔ تو اس نے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ اور کہا۔ بدروز گار باد ہرمز عمرؓ نے کہا۔ کیا یہ مجھے گالی دیتی ہے۔ اور اس کی تکلیف کا قصد کیا۔ امیر المومنینؑ نے آپ سے

کہا۔ کہ یہ گالی آپ کے لئے نہیں۔ آپ اس کو اختیار دیں کہ مسلمانوں میں سے کسی کو چن لے۔ اور اس کو اس شخص کی غنیمت کے حصہ میں باعتبار خمس شمار کریں۔ پس عمرؓ نے اس کو اختیار دیا۔ وہ آئی۔ یہانتک کہ اس نے اپنا ہاتھ حسین علیہ السلام کے سر پر رکھ دیا۔ امیر المومنین علیہ السلام نے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ "جہاں شاہ"۔ اس پر امیر المومنین نے فرمایا۔ بلکہ تیرا نام شہر بانویہ ہے۔ پھر حضرت امیرؑ نے حسین سے فرمایا۔ اے ابو عبداللہ تیرے ہاں اس سے ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ جو اہل زمین میں سب سے بزرگ ہوگا۔ پس اس نے علی بن حسین جنا۔ الخ۔ انتہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ شاہ بانو بنت یزدجرد غنیمت میں آئی تھی۔ اگر جہاد صحابہ کرام صحیح نہ ہوتا۔ تو شاہ بانو کا لینا درست نہ ہوتا۔ اور روایت ابو عمرو زبیری میں بیان ہو چکا ہے کہ جہاد کی اجازت کیسے مومنوں کے لئے ہے۔ لہٰذا صحابہ کرام اور ان کے سردار حضرت فاروق اعظم میں مجاہدین فی سبیل اللہ کے اوصاف ثابت ہوئے۔

(۲۰) صحیفہ کاملہ میں جسے زبور آل محمد اور مصحف اہل بیت کہا جاتا ہے۔ وکان من دعائه علیه السلام فی الصلوٰة علی اتباع الرسل ومصدقیهم کے تحت میں یہ دعا مذکور ہے۔ فاذکرهم منک بمغفرة ورضوان اللهم واصحاب محمد صلی الله علیه وسلم خاصة الذین احسنوا الصحابة والذین ابلوا البلاء الحسن فی نصره وکانفوه واسرعوا الی وفادته وسابقوا الی دعوته واستجابوا له حیث اسمعهم حجة رسالاته وفارقوا الازواج والاولاد فی اظهار کلمته وقاتلوا الآباء والابناء فی تثبیت نبوته وانتصروا به ومن کانوا منطوین علی محبته یرجون تجارة لن تبور فی مودته والذین هجرتهم العشائر اذ تعلقوا بعروته وانتفت منهم القرابات اذ سکنوا فی ظل قرابته فلا تنس لهم اللهم ما ترکوا لک وفیک وارضهم من رضوانک وبما حاشوا الخلق علیک وکانوا مع رسولک دعاة لک الیک واشکرهم علی هجرهم فیک دیار قومهم وخروجهم من سعة المعاش الی ضیقه ومن کثرت فی اعزاز دینک من مظلومهم اللهم واوصل الی التابعین لهم باحسان الذین یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان خیر جزائک الذین قصدوا سمتهم وتحروا وجهتهم ومضوا علی شاکلتهم لم یثنهم ریب فی بصیرتهم

ولم یختلجهم شک فی قفو آثارهم والائتمام بهدایة منارهم مکانفین وموازرین
لهم یدینون بدینهم ویهتدون بهدیهم یتفقون علیهم ولا یتهمونهم فیما
ادوا الیهم (صحیفہ کاملہ مطبوعہ مطبع طبی حکیم عبد المجید کلکتہ ۱۲۴۸ھ مجر۔ صفحہ ۱۳) - ترجمہ۔
خدایا تو بخشش اور خوشنودی سے یاد کر اتباع رسل اور ان کے تصدیق کنندوں کو خصوصاً
اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو۔ جنہوں نے حق صحبت کو اچھی طرح ادا کیا۔ اور جن کی شجاعت
کا حضرت کی اعانت میں خوب امتحان ہوا۔ انہوں نے آپ کی مدد کی۔ اور آپ کی رسالت
کے قبول کرنے میں جلدی کی۔ اور آپ کی دعوت کی اجابت میں سبقت کی۔ جب آپ
نے ان کو اپنی پیغمبری کی حجت (قرآن مجید) سنائی۔ تو انہوں نے آپ کی پیغمبری کو قبول
کیا۔ اور آپ کے کلمہ کے ظاہر کرنے کے لئے اپنے بال بچوں اور بیویوں کو چھوڑا۔
اور آپ کی نبوت کے برقرار رکھنے کے لئے اپنے باپ بیٹوں سے لڑائی کی۔ اور
آپ کی مدد سے غلبہ حاصل کیا۔ وہ آپ کی محبت پر لپٹے ہوئے تھے۔ اور آپ کی دوستی
میں ایسی سوداگری کے امیدوار تھے۔ جس میں خسارہ ہرگز نہ ہوگا۔ جب انہوں نے آپ
کی ہدایت کی دستاویز کو پکڑا۔ تو ان کے کنبے قبیلے کے لوگوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا
جب وہ آپ کی قرابت کے سایہ میں آٹھہرے۔ تو ان کے رشتہ داروں کے رشتے ٹوٹ
گئے۔ خدایا تو ان کی ہجرت کو نہ بھلا۔ جو تیرے لئے اور تیری راہ میں تھی۔ اور تو ان کو اپنی
خوشنودی سے راضی کر۔ (اور جزا دے ان کو) اس لئے کہ انہوں نے خلقت کو تیری طرف
جمع کر دیا۔ اور وہ تیرے رسول کے ساتھ تیرے لئے اور تیری ہی طرف لوگوں کو بلانے
والے تھے۔ اور ان کو جزا دے۔ کہ انہوں نے تیری راہ میں اپنی قوم کے شہروں کو چھوڑا
اور عیش و آرام چھوڑ کر تنگی معاش کو اختیار کیا۔ اور احسان کر ان مظلوم صحابہ پر جن کے
وجود سے تو نے اپنے دین کے اعزاز کے لئے مسلمان بکثرت کر دئے۔ خدایا تو صحابہ
کے تابعین کو بہترین جزا دے جنہوں نے نیکی میں صحابہ کی پیروی کی۔ وہ تابعین جو
یوں دعا کیا کرتے۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے
پہلے ایمان لائے۔ معاف کر دے۔ وہ تابعین جنہوں نے صحابہ کی سیرت کا اتباع کیا۔
اور ان کے عمل کا قصد کیا۔ اور ان کے طریقہ و مذہب پر چلے۔ ان تابعین کو صحابہ کی بصیرت
میں کسی شک نے نہیں پھیرا۔ اور صحابہ کے آثار کی پیروی کرنے اور ان کی روشنی کی ہدایت

کے اقتدار کرنے میں کوئی شک ان کے دل میں نہ آیا۔ وہ صحابہ کی حمایت و مدد کرنے والے اور ان کے دین کے معتقد تھے۔ اور ان ہی کی راہ چلتے اور ان کی نصرت پر متفق تھے۔ اور جو کچھ صحابہ نے ان کو پہنچایا اس میں ان پر تہمت نہ رکھتے تھے۔ انتہیٰ

دعا مندرجہ بالا سے امور ذیل معلوم ہوئے۔

(۱) حضرت امام سجاد صحابہ کرام کے حق میں دعائے خیر فرماتے تھے۔ (۲) حضرت امام زین العابدین تابعین کے لئے بھی دعائے خیر فرماتے تھے۔ (۳) صحابہ کرام نے ایمان لاکر خالصاً لوجہ اللہ ہجرت اختیار کی۔ (۴) صحابہ کرام نے آنحضرت صلے اللہ علیہ و سلم کو مدد دی۔ اور غزوات میں کفار پر غالب آئے۔ کفار پر غلبہ پانا دو چار کا کام نہ تھا۔ چنانچہ جنگ بدر میں ۳۱۳ اور احد میں قریباً ایک ہزار اور حنین میں بارہ ہزار اور تبوک میں تیس ہزار صحابہ شامل تھے۔ (۵) صحابہ کرام عاشق رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تھے۔ رسول کی محبت آخرت میں ان کو سود مند ہوگی۔ (۶) جب صحابہ کرام ایمان لائے۔ تو ان کے کنبے کے لوگ ان کی ایذا کے درپے ہوگئے۔ اور ان سے رشتہ قرابت قطع کردیا۔ (۷) صحابہ کرام نے دعوت اسلام دی اور ان کی سعی سے ہزارہا بندگان خدا دائرہ اسلام میں داخل ہوئے (۸) صحابہ کرام کے تابعین صحابہ کی راہ پر چلے۔ اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہے انہوں نے صحابہ کے ایمان و ہدایت میں کوئی شک نہ کیا۔ اور نہ ان پر کسی طرح کا طعن و تشنیع کیا۔ (۹) صحابہ کرام نے احادیث و قرآن جیسا کہ ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملا تھا۔ بلا کم و کاست تابعین کو پہنچا دیا۔ یہ فضائل صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم جو امام زین العابدین نے بیان فرمائے۔ تمام مہاجرین و انصار بالخصوص خلفائے ثلاثہ رضے اللہ تعالیٰ عنہم میں موجود تھے۔

(۱۲) امام حسن عسکری اپنی تفسیر میں حضور ختم المرسلین اور آپ کی آل و اصحاب کی فضیلت یوں بیان فرماتے ہیں :- وذلک ان رسول اللہ قال لما بعث اللہ عزوجل موسی بن عمران واصطفاه نجیا وفلق البحر فنجی بنی اسرائیل واعطاه التورٰیۃ والالواح رای مکانہ من ربہ عزوجل فقال یا رب لقد اکرمتنی بکرامۃ لم تکرم بہا احدا قبلی فہل فی انبیاءک عندک من ھو اکرم منی فقال اللہ عزوجل یا موسٰے اما علمت ان محمدا افضل عندی من جمیع ملٰئکتی وجمیع خلقی قال موسیٰ

یارب فان کان محمد افضل عندک من جمیع خلقک فہل فی آل الانبیاء اکرم من آلی قال اللہ عزوجل یاموسیٰ اما علمت ان فضل آل محمد علی جمیع آل النبیین کفضل محمد علی جمیع المرسلین فقال یارب فان کان آل محمد عندک کذالک فہل فی صحابۃ الانبیاء اکرم من صحابتی قال اللہ عزوجل یاموسیٰ اما علمت ان فضل صحابۃ محمد علی جمیع صحابۃ المرسلین کفضل آل محمد علی جمیع آل النبیین وکفضل محمد علی جمیع المرسلین فقال موسےٰ یارب فان کان محمد وآلہ واصحابہ کما وصفت فہل فی امم الانبیاء افضل عندک من امتی ظللت علیہم الغمام وانزلت علیہم المن والسلوی وفلقت لہم البحر فقال اللہ یاموسیٰ اما علمت ان فضل امۃ محمد علی جمیع الامم کفضلی علی جمیع خلقی (الحدیث) (تفسیر امام حسن عسکری مطبوعہ مطبع جعفری لکھنؤ ۱۳۱۰ ہجری صفحہ ۱۵) ترجمہ۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ کہ جب اللہ عزوجل نے موسےٰ بن عمران کو مبعوث فرمایا۔ اور ان کو اپنا ہمراز انتخاب کیا۔ اور سمندر کو پھاڑ کر بنی اسرائیل کو نجات دی۔ اور موسےٰ کو توریت اور تختیاں عطا کیں۔ تب موسےٰ نے اپنے پروردگار عزوجل کی بارگاہ میں اپنا رتبہ دیکھا۔ اور عرض کی۔ اے میرے پروردگار تو نے مجھ کو وہ بزرگی بخشی ہے۔ جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں بخشی۔ کیا تیرے نبیوں میں کوئی نبی تیرے نزدیک مجھ سے زیادہ بزرگ ہے۔ اس پر اللہ عزوجل نے فرمایا۔ اے موسےٰ کیا تجھے معلوم نہیں کہ محمد میرے نزدیک میرے تمام فرشتوں اور میری تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔ موسےٰ نے عرض کی۔ اے میرے پروردگار اگر محمدؐ تیرے نزدیک تیری تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔ تو کیا نبیوں کی آل میں کسی کی آل میرے آل سے بزرگ ہے۔ اللہ عزوجل نے جواب دیا۔ اے موسےٰ کیا تجھے معلوم نہیں کہ آل محمدؐ کی فضیلت تمام نبیوں کی آل پر ایسی ہے۔ جیسا کہ محمدؐ کی فضیلت تمام پیغمبروں پر ہے۔ پس موسےٰ نے عرض کی۔ اے میرے پروردگار اگر آل محمد تیرے نزدیک ایسی فضیلت رکھتی ہے۔ تو کیا نبیوں کے اصحاب میں کسی کے اصحاب میرے اصحاب سے بزرگ ہیں۔ اللہ عزوجل نے جواب دیا۔ اے موسےٰ کیا تجھے معلوم نہیں۔ کہ اصحاب محمدؐ کی فضیلت تمام نبیوں کے اصحاب پر ایسی ہے جیسا کہ آل محمدؐ کی فضیلت تمام نبیوں کی آل پر اور محمد کی فضیلت تمام نبیوں پر ہے۔ پس موسےٰ نے عرض کی اے

میرے پروردگار اگر محمدؐ اور ان کی آل اور ان کے اصحاب ایسے ہیں جیسا کہ تو نے بیان کیا۔ تو کیا نبیوں کی امتوں میں کوئی امت تیرے نزدیک میری امت سے افضل ہے جس پر تو نے بادلوں کا سایہ کیا۔ اور من وسلوٰے نازل کیا۔ اور جس کے لئے تو نے سمندر کو پھاڑا۔ اللہ نے فرمایا۔ اے موسےٰ کیا تجھے معلوم نہیں کہ امت محمدؐ کی فضیلت تمام امتوں پر ایسی ہے جیسا کہ میری فضیلت تمام مخلوقات پر ہے۔ الحدیث۔ انتہےٰ

اسی تفسیر میں دوسری جگہ صفحہ ۱۹۲ پر ہے۔ (اوحی اللہ الی آدم) ان اللہ لیفیض علی کل واحد من محبی محمد وآل محمد واصحابہ من الرحمۃ مالو قسمت علی عدد کل ما خلق اللہ من اول الدھر الی آخرہ وکانوا کفارا لکفاھم ولاداھم الی عاقبۃ محمودۃ والایمان باللہ حتی یستحقوا بہ الجنۃ وان رجلا ممن یبغض آل محمد واصحابہ الخیرین او واحدا منھم لعذبہ اللہ عذابا لو قسم علی مثل عدد خلق اللہ لاھلکھم اجمعین۔ (اللہ تعالےٰ نے آدم پر وحی کی) کہ خدا محبین محمدؐ وآل محمدؐ واصحاب محمدؐ میں سے ہر ایک پر ایسی رحمت نازل کرے گا کہ اگر وہ شروع زمانہ سے اخیر تک کی تمام مخلوقات پر جو کافر ہوں تقسیم کی جائے۔ تو ان کے لئے کافی ہو اور ان کی عاقبت اچھی بناوے۔ اور ان کو مومن بناوے۔ یہاں تک کہ وہ جنت کے مستحق بن جائیں۔ اور اگر کوئی شخص خیار آل محمدؐ اور خیار اصحاب محمدؐ سے یا ان میں سے کسی ایک سے دشمنی رکھے۔ تو خدا اس کو ایسا عذاب دے گا کہ اگر وہ عذاب تمام مخلوقات پر تقسیم کیا جائے تو ان سب کو ہلاک کر دے۔ انتہےٰ

(۲۲) شیعہ کا عالم عامل ادیب کامل ناشر اخبار ائمہ ابرار محی مناقب حیدر کرار وآلہ الاطہار اپنی مشہور کتاب کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ (مطبوعہ ایران ۱۲۹۴ھ ہجری صفحہ ۲۲۰) میں لکھتا ہے۔ عن عروۃ بن عبد اللہ قال سألت ابا جعفر محمد بن علی علیہما السلام عن حلیۃ السیوف فقال لا باس بہ قد حلی ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سیفہ قلت فتقول الصدیق قال فوثب وثبۃ واستقبل القبلۃ وقال نعم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یقل لہ الصدیق فلا صدق اللہ لہ قولا فی الدنیا ولا فی الاخرۃ۔ ترجمہ۔ عروہ بن عبداللہ کا بیان ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقر بن علی علیہما السلام سے پوچھا کہ تلواروں کے قبضہ کو حلیہ کرنا درست ہے یا نہیں۔ امام نے جواب دیا کہ حلیہ کرنے میں کچھ ڈر نہیں۔ اس لئے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنی تلوار کے قبضہ کو حلیہ کیا۔ میں نے عرض کی۔ کیا آپ بھی ابوبکر کو صدیق کہتے ہیں۔ راوی کا قول ہے۔ کہ یہ سنتے ہی امام اپنی جگہ

سے اچھل پڑے۔ اور قبلہ کی طرف منہ کر کے فرمایا۔ ہاں وہ صدیق ہیں! ہاں وہ صدیق ہیں! ہاں وہ صدیق ہیں!!! جو کوئی ان کو صدیق نہ کہے۔ خدا نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں اس کے قول کی تصدیق کرے۔ انتہے۔

(۲۳) شیعہ کا رکن اسلام شیخ جلیل ابو عمرو محمد بن عمر بن عبد العزیز کشی اپنی کتاب معرفۃ اخبار الرجال (مطبوعہ بمبئی۔ صفحہ ۲۰) میں یہ حدیث لایا ہے۔ حمدویہ وابراہیم قالا حدثنا ایوب بن نوح عن صفوان عن عاصم بن حمید عن فضیل الرسان قال سمعت ابا داؤد وھو یقول حدثنی بریدۃ الاسلمی قال سمعت رسول اللہ یقول ان الجنۃ تشتاق الی ثلاثۃ قال فجاء ابو بکر فقیل لہ یا ابا بکر انت الصدیق وانت ثانی اثنین اذ ھما فی الغار فلو سالت رسول اللہ من ھولاء الثلاثۃ قال انی اخاف ان اسالہ فلا اکون منھم فیعیرنی بذلک بنو تیم قال ثم جاء عمر فقیل لہ یا ابا حفص ان رسول اللہ قال ان الجنۃ تشتاق الی ثلاثۃ وانت الفاروق الذی ینطق الملک علی لسانک فلو سالت رسول اللہ من ھولاء الثلاثۃ فقال انی اخاف ان اسألہ فلا اکون منھم فیعیرنی بنو عدی۔ الحدیث۔ ترجمہ۔ بحذف اسناد۔ بریدہ اسلمی کا بیان ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے سنا کہ بہشت تین شخصوں کا مشتاق ہے۔ راوی کہتا ہے۔ کہ اتنے میں ابو بکر آ گئے۔ ان سے کہا گیا۔ کہ اے ابو بکر آپ صدیق ہیں۔ اور آپ ثانی اثنین اذ ھما فی الغار ہیں۔ کاش آپ رسول اللہ سے دریافت کریں۔ کہ یہ تین کون ہیں۔ ابو بکر نے جواب دیا۔ کہ میں ڈرتا ہوں۔ کہ اگر میں حضرت سے دریافت کروں اور ان تینوں میں میں نہ ہوں۔ تو بنو تیم مجھے اس پر سرزنش کریں گے۔ راوی کہتا ہے۔ کہ پھر عمر آ گئے۔ ان سے کہا گیا۔ کہ ابو حفص رسول اللہ نے فرمایا ہے۔ کہ بہشت تین شخصوں کا مشتاق ہے۔ آپ فاروق ہیں۔ جن کی زبان پر فرشتہ بولتا ہے۔ کاش آپ رسول اللہ سے دریافت کریں کہ یہ تین کون ہیں۔ عمرؓ نے جواب دیا۔ کہ میں ڈرتا ہوں۔ کہ اگر میں حضرت سے دریافت کروں۔ اور ان تینوں میں نہ ہوں۔ تو بنو عدی مجھے اس پر سرزنش کریں گے۔ الحدیث۔ انتہیٰ

اس روائیت سے ظاہر ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حضرت ابو بکر ملقب بہ صدیق اور حضرت عمر ملقب بہ فاروق تھے۔ اور سب اصحاب مقدم الذکر کو صدیق و یار غار اور موخر الذکر کو فاروق و ناطق بالصدق والصواب جانتے تھے

فضائل خلفاء و صحابہ کرام میں مذکورہ بالا چوبیس اقتباسات کے علاوہ کتب شیعہ میں اور حوالہ جات بھی ہمارے زیر نظر ہیں جن کو طوالت کے خوف سے یہاں نقل نہیں کیا جاتا خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ ہم حضرات خلفائے ثلاثہ و دیگر صحابہ کرام کے فضائل تین قسم کے دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔ اول قرآن مجید کی آیات محکمات سے جن میں تاویل کی گنجائش نہیں۔ دوم۔ احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جن کا قدر مشترک حد تواتر و یقین کو پہنچا ہوا ہے۔ سوم روایات جناب امیر علیہ السلام و دیگر ائمہ سے جو متواتر ہیں۔ اگر یہ دلائل باطل ٹھیرائے جائیں۔ تو ہم حضرات شیعہ سے التماس کریں گے۔ کہ وہ کسی اور دلیل قطعی سے جناب امیر علیہ السلام کا ایمان ثابت کریں۔ جس میں خوارج کو بھی چون و چرا کی گنجائش نہ ہو۔ مطرقۃ الکرامہ صفحہ ۲۵ تا ۲۸ میں سوال از جمیع علمائے شیعہ کے ضمن میں مضمون زیر بحث کے متعلق یوں لکھا ہے۔ الحاصل اس قسم کے دلائل اہل حق اثبات ایمان و فضائل جناب خلفاء و دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین میں قائم کرتے ہیں۔ اور بڑے دعوے کے ساتھ سینہ ٹھوک کر کہتے ہیں۔ کہ شیعہ و خوارج بھی بجز ان دلائل کے کوئی دوسری دلیل اثبات ایمان، جناب امیر یا جناب شیخین میں ہرگز پیش نہیں کر سکتے۔ اور اگر بالفرض یہ دلائل معروضہ باطل ہو جائیں۔ تو پھر ہرگز کسی طرح کسی کا ایمان خلفاء و صحابہ میں سے (جن میں جناب امیر بھی شامل ہیں) ثابت نہیں ہو سکتا ہے۔ بلکہ مصداق کا رد باستخوان رسالت وحقیت اسلام میں خلل واقع ہوتا ہے۔ بلکہ حضرات شیعہ کو دو مرحلے سخت و شوار یہ پیش آتے ہیں۔ کہ اول تو یہ کہ جب ان دلائل کو بوجہ عداوت صحابہ تاویلات رکیکہ کر کے باطل اور غلط قرار دیں گے اور یہ دلائل بزعم ان کے غلط اور باطل ہو جائیں گے۔ تو اثبات ایمان جناب امیرؓ میں ان کو اپنا مستدل کسی طرح قرار نہ دے سکیں گے۔ نہ کوئی دوسری دلیل اثبات ایمان جناب امیر میں ان کے پاس موجود ہے۔ پس اثبات ایمان جناب امیرؓ سے عاجز ہوں گے۔ دوسرا مرحلہ یہ ہے۔ کہ جب مخالفین شیعہ یا مخالفین جناب امیر شیعہ کی کتب مذہبی سے جناب امیر کے خارج از ایمان ہونے کا ثبوت دیں گے۔ اور دے روایات معتبرہ شیعہ معاذ اللہ توبہ توبہ جناب امیر کا نفاق وارتداد کالشمس فی نصف النہار اثبات کو پہنچائیں گے۔ تو اس وقت ان حضرات دشمن دوست نما کو اثبات ایمان سے عاجز ہونے پر اکتفا نہ ہوگا۔ بلکہ صراحتاً

بموجب اپنی ایمانی روایات کے اقرار کفر و نفاق افضل الائمہ کرنا پڑے گا۔ اور رجعت صغرے بلکہ کبرے کا مزہ یاد آجائے گا۔ شاید کسی ناواقف کو تامل و تردد ہو کہ جن کا دلارد و تمسک اس حد تک پہنچا ہو کہ انبیاء و رسل سے بھی بڑھا دیا ہو۔ ان کی کتب دین و ایمان سے ثبوت کفر و نفاق کے کیا معنے۔ مگر سچ ہے دوستی بے خرد خود دشمنی است۔ چنانچہ انبیاء علیہم السلام کو بھی باوجود دعوے عصمت کفر تک نہ چھوڑا۔ اب ذرا متوجہ ہو کر سنئے۔ اور اس کا ثبوت لیجئے۔ مشتے از خروارہ و قطرہ از بحارہ۔ تفصیل دوسرے وقت پر حوالہ ہو کر اجمالاً عرض ہوتا ہے۔ بعد وفات جناب سرور کائنات علیہ و علیٰ آلہ الصلوات ثقلین یعنے کتاب اللہ اور عترت باقی رہی جن کے تمسک اور حفظ اور نگہداشت کی وصیت کمال شد و مد کے ساتھ کی گئی تھی۔ اب حضرات شیعہ انصاف و عقل کی آنکھوں سے اپنی ہی کتابوں میں پڑھیں۔ اور دیکھیں کہ جناب امیر نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ اول کتاب اللہ کو لیجئے۔ جب وفات سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اصحاب مرتد ہوئے اور دین کو درہم و برہم کیا۔ اور اپنی مرضی کے موافق جھوٹے اور غلط مسائل لوگوں کو بتلا کر گمراہ کرنے لگے۔ اور کتاب اللہ کو جس کی نگہبانی کا وعدہ بکمال تاکید ہوا تھا تحریف کیا اور سورتیں اس میں سے نکال ڈالیں اور جو چاہا اس میں بڑھایا۔ جس سے آج تک قلوب مخلصین پاش پاش ہیں۔ اور وہی قرآن محرف تمام عالم میں مشرق سے مغرب تک پھیلایا۔ ایسی سخت ضرورت کے وقت میں جناب اسد اللہ نے اصلی قرآن منزل من اللہ کو جس میں مدائح اہل بیت اور فضائح صحابہ صاف صاف لکھے ہوئے تھے۔ ایسا صندوق تقیہ میں دبکایا کہ آج تک شیعان ایران اور فدائیان کوفۃ الہند کو خواب میں بھی زیارت نہیں ہوئی۔ اور انشاء اللہ قیامت تک نہ ہوگی۔ اور ہمیشہ بلکہ اپنی خلافت کے زمانے میں بھی اس جھوٹے اور مصنوعی قرآن کو اپنی نمازوں میں پڑھتے رہے اور اپنے شیعوں کو اسی کی تلاوت کا حکم اور تلاوت پر مثوبات اخروی کا مژدہ سناتے رہے۔ نہ کبھی دشمنان دین کو تحریف و اشاعت قرآن محرف سے روکا۔ بایں ہمہ قوت و شجاعت کہ عمر فاروق آپ سے مرتے دم تک ڈرتے رہے ایک بھی دھمکی نہ دی۔ ایک بھی معجزہ نہ دکھلایا۔ اگر روک نہیں سکتے تھے۔ تو اپنا سچا قرآن ہی شائع کر دیتے۔ اگر اور کسی کی خلافت میں خوف تھا۔ (خوف کیسا آپ کی موت و حیات تو اختیاری تھی) تو اپنی ہی خلافت میں شایع کرتے۔ اور اگر شائع کرنا خلاف مصلحت تھا۔ تو سو پچاس اپنے شیعان پاک

ہی کو تعلیم فرما دیتے (کیا شیعان پاک اور فدائیان جانباز ناصبی و خارجی تھے۔ کہ ان سے بھی
مخفی رکھا) سچ تو یہ ہے کہ حفظ وصیت کے یہی معنی تھے کہ آحاد امت سے اس کو کوئی دیکھ
بھی نہ سکے۔ اہل عقل و انصاف غور کریں کہ یہ کام کسی پکے مسلمان اور سچے خیر خواہ اسلام
کا ہے۔ یا کسی بدخواہ مسلمانان اور دشمن اسلام کا۔ نہیں! نہیں۔ صرف چھپانے پر ہی اکتفا
نہیں فرمایا۔ بلکہ حضرت افضل الائمہ نفس رسول ہمیشہ بموجب ارشاد فنبذوہ[۱] وراء ظہورہم
واشتروا بہ ثمنا قلیلا۔ اس کے اوامر و نواہی کی مخالفت کرتے رہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ
تو ان[۲] الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والہدیٰ من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب
اولئک یلعنہم اللہ ویلعنہم اللاعنون فرما کر قرآن اور اس کے احکام کے چھپانے والوں کو مورد
اپنی لاعنین کی لعنت کا فرمائے۔ اور وصی رسول برخلاف حکم الٰہی اسکو ایسا چھپاویں کہ کسی کو بھی پتہ
نہ چلے اور اصول شیعان اور مخلصان پاک پر (معاذ اللہ) مصداق اس آیت کے بنیں اللہ
تعالیٰ تو ان الذین توفہم الملئکۃ الآیۃ فرما کر دار الکفر سے ہجرت واجب فرمائے۔ اور باوجود
قدرت پر ہجرت ترک کرنے والوں کے لئے ماواھم جہنم اور ساءت مصیرا فرمائے
اور جناب فاروق اعظم شیعہ باوجود قدرت گھر سے بھی قدم نہ نکالیں۔ جب ابدو بادزیر فرمان
تھے۔ تو بلاد دعاد میں ہی اپنے شیعہ کو لے جاکر آباد ہو جاتے بلکہ ہمیشہ کفار و اشرار کے
یار غار و رفیق و غمگسار لیل و نہار ہم نوالہ و ہم پیالہ رہے اور بقول مومنین مخلصین مورد
ماواھم جہنم اور ساءت مصیرا کے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ جاھد الکفار و
المنافقین فرمائے۔ اور خلیفہ برحق جہاد کی جگہ کفار کے ہاتھوں پر بیعت خلافت کر کے
ربقہ اطاعت و انقیاد گردن میں ڈالیں اور بجائے مغلظت صدیق اکبر شیعہ اہل کفر و نفاق کی
جھوٹی تعریفیں اور خوشامدیں علی الاعلان کریں۔ جناب باری عزاسمہٗ تولا تتولوا قوما غضب
اللہ علیہم اور من یتولہم منکم فانہ منہم فرمائے۔ اور جناب سید الاوصیا ان
سے موالات فرمائیں۔ اس سے بڑھکر اور کیا موالات ہو سکتی ہے۔ کہ ان کو خلعت دامادی
پہنائیں۔ اور شرف مصاہرت سے مشرف فرمائیں۔ خداوند عالم تو فاصدع بما تؤمر
فرمائے۔ اور من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الکفرون تک کی دھمکی دے

[۱] پھینک دیا انہوں نے اس کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے اور لی اس کے بدلے تھوڑی قیمت ۱۲ [۲] جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ اتارا ہم نے صاف حکم اور ہدایت کی باتیں بعد اسکے کہ ہم نے ان کو بیان کر دیا لوگوں کے لئے کتاب میں یہی ہیں جن پر لعنت کرتا ہے اللہ اور لعنت کرتے ہیں لعنت کرنے والے ۱۲

اور امام برحق دین کو دبائے۔ اور غلط مسائل خلاف ما انزل اللہ سے لوگوں کو گمراہ کرتے رہیں۔ حق جل وعلا تو ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار وما لکم من دون اللہ من اولیاء ثم لا تنصرون فرمائے۔ اور امام الائمہ اہل ظلم سے دوستیاں کریں۔ ان کے اموال غنائم بے تکلف کھائیں۔ ان کے غنائم کی چھوکریوں سے جو حرام تھیں بے دغدغہ صحبتیں کریں حق تعالیٰ تو خلافت موعودہ بقولہ وعد اللہ الذین آمنوا منکم الآیۃ کو (جس کے مخالفین کو فسق کا لقب دیا ہے) مؤکد من اللہ فرمائے اور سید الاولیاء اس کے توڑنے کے منصوبے باندھیں۔ علاوہ ازیں بموجب حکم کتاب مختوم خدا تعالےٰ کی طرف سے تو بمقابلہ خلفائے جور بکمال تشدید وتاکید صبر وسکوت کا حکم صادر ہوا اور خلیفہ رسول بلا فصل اس کے برخلاف ادنے معاملہ میں جیسا میزاب عباس تلوار کشی فرمائیں۔ قتل وقتال پہ آمادہ ہو جائیں۔ (شاید ایسی خلافت ماخوذ خلاف سے ہوگی) پس اہل عقل اپنی میزان عقل میں اندازہ فرمائیں۔ کہ یہ کام کسی ادنے ایمان والے کا ہو سکتا ہے۔ اس انبار کفریات کی کہاں تک تعداد کی جائے۔ الغرض قرآن ناطق نے قرآن صامت کی فی الواقع خوب ہی نگہداشت کی اور کتاب اللہ سے بہت ہی اچھا تمسک فرمایا۔ پھر حیرت ہے۔ کہ اس پر بھی ان کو افضل امت اور نفس رسول فرمائیں۔ اور ان کے منکر کو کافر ٹھیرائیں :۔

اب عترت کی طرف ذرا متوجہ ہو کر اجمالی حالات سن لیجئے۔ کہ جب کفار ومنافقین نے جناب سیدہ معصومہ پر (دروغ برگردن راوی) ظلم اور زیادتیاں کیں۔ باغ فدک جو ہبہ یا وصیت یا میراث میں ملا تھا غصب کیا۔ اور آپ کو برسر منبر گالیاں دیں اور تہمت فاحشہ کے ساتھ متہم کیا۔ اور آپ کے شکم مبارک پہ ضرب کا ایسا صدمہ پہنچایا۔ جس سے بعد سقوط حمل اہل بیت کے دو معصوم ہلاک ہوئے۔ اور خانہ رشک جنت کو آگ لگادی اور جلا ڈالا اور جناب سیدہ نے بلبلا کر اسد اللہ سے پدرم مردو یاورم سست شد بہزار حسرت وافسوس کہا۔ فرمائیے تو سہی ایسے وقت میں آپ کے اسد اللہ الغالب نے اہل بیت پیغمبر کی کیا دستگیری فرمائی اور کیا حفظ ونگہداشت کی۔ قطع نظر عترت ہونے کی غیرت وحمیت کے (جو اوصاف عالیہ میں سے ہے) مقتضا سے ہی فرمائیے کہ آپ کو کیا کرنا تھا۔ ایسے موقع میں ایک ادنے آدمی بھی اپنی جان دے دیتا ہے۔ مگر ظاہر یہ ہے۔ کہ اسد اللہ کفار ومنافقین سے مل گئے۔ اور بخوف منافع دنیاویہ ظالموں سے مل کر اہل بیت رسالت کی توہین وتذلیل کرائی۔ چنانچہ

بقول علامہ مجلسی جناب سیدہ نے ناخوش ہوکر مثل جنین پردہ نشین رحم شدہ ومثل خائنین درخانہ گریختہ۔ گرگان سے درندوے برند تواز جائے خود حرکت نہ کنی۔ فرمایا۔ اور ذرا حمیت اور غیرت اسلامی کو جوش نہ آیا۔ اہل عقل وانصاف غور فرمائیں کہ اگر کسی میں تھوڑا سا بھی اسلام ہو وہ اہلبیت نبوت پر باوجود قدرت اس قدر ظلم وستم دیکھ سکتا ہے۔ یہ وہی کر سکتا ہے کہ جس کے دل میں ایمان کی بلکہ ایمان کے ساتھ غیرت کی بو بھی نہ ہو۔ اس سے بڑھکر لیجئے کہ وہی کفار ومنافقین دختر اسد اللہ اور نواسی رسول اللہ کو جبراً چھین لے گئے اور سالہا سال تک اپنے عقد وتصرف میں رکھا یہاں تک کہ اولاد بھی ہوئی جس پر آج تک شیعان پاک نوحہ کرتے چلے آئے ہیں۔ مگر اسد اللہ نے ان کی رعائت سے یہاں تک صبر وسکوت کیا کہ مطلق چون وچرا نہ کیا۔ اس دختر نیک اختر نے طمانچہ تک مارا۔ پر اسد اللہ کو ذرا بھی جوش ایمانی نہ آیا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ ملی ہوئی بھگت تھی۔ کوئی ایمان والا کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ کسی مومن کا کام ہے۔ یہ کام تو کسی ایسے شخص کا ہو سکتا ہے۔ جس نے اپنے دین کو بعوض دنیا بیچ ڈالا ہو۔ بالجملہ بروئے روایات مذہبی شیعہ صدہا ایسے امور ہیں۔ جن سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایمان لانا اور ہجرت کرنا اور اعانت رسول کرنا صرف دکھلانے کے لئے تھا۔ اور ان کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان نہ تھا۔ نعوذ باللہ من تلك الكفريات۔

لہٰذا اب جمیع علمار شیعہ سے سوال کیا جاتا ہے۔ کہ آپ حضرات اگر دلائل مذکورہ سے ایمان وفضائل جناب شیخین وغیرہ کے قائل نہیں ہوتے تو جناب امیرؑ کا مومن ہونا کسی ایسی دلیل قطعی سے ثابت کردیں جو شرائط مندرجہ التماس کے موافق ہو۔ حوصلہ وہمت کی بات تو یہ ہے۔ کہ ان سب دلیلوں کو چھوڑ کر کوئی ایسی دلیل ڈھونڈ کر لائیں۔ کہ اس میں کسی احتمال کی بھی گنجائش نہ ہو۔ اور اس کے مقدمات خصم کو مسلم ہوں۔ اور حضرت امیرؑ کا ایمان بھی اس سے ثابت ہو جائے۔ مگر ناظرین دیکھ لیں گے۔ کہ انشاء اللہ تعالٰے ابد الدہر تک بھی شیعہ کو کوئی ایسی دلیل نصیب نہ ہو گی۔ اور ممکن نہیں کہ بدون اختیار مذہب حق ان کو کامیابی حاصل ہو۔ اور وہ اپنے اصول پر جواب دے سکیں۔ انتہٰے۔ بلفظہ +

دوسرے دعوی کی تردید

لشکر اسامہ کے بھیجنے سے غرض یہ نہ تھی کہ حضرت امیر کی خلافت بلا فصل میں کوئی سد راہ

باقی نہ رہے۔ بلکہ اس سے غرض اسامہ کے والد حضرت زید کا انتقام لینا اور کفار کی سرکوبی تھی۔ اسی واسطے یہ لشکر حضرت زید کے قتل گاہ کی طرف بھیجا گیا۔ اور ان کے قاتل کو قتل اور کفار کو پامال کر کے واپس آ گیا۔ خلافت بلا فصل کا افسانہ جو شیعہ نے گھڑ لیا ہے اس کی تردید فضائل صحابہ کرام کے ضمن میں اوپر آ چکی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو آخری وصیت منبر پر فرمائی اس میں کسی کو خلیفہ معین نہ فرمایا۔ بلکہ فرمایا کہ میرے بعد جو خلیفہ مقرر ہو وہ ایسا کرے۔ خود حضرت امیر خلافت شیخین کی صحت کے قائل اور ان کے مداح ہیں۔ امام حسن علیہ السلام صلح نامہ میں حضرات ثلاثہ کا خلفاء راشدین ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں حضرت امیر کے ارشادات ذیل اسی بارے میں قابل غور ہیں:-

(۱) ومن خطبة له علیه السلام لما ارید علی البیعة بعد قتل عثمان رضی الله عنه دعونی والتمسوا غیری فانا مستقبلون امراً له وجوه والوان لا تقوم له القلوب ولا تثبت علیه العقول وان الآفاق قد اغامت والمحجة قد تنکرت واعلموا ان اجبتکم رکبت بکم ما اعلم ولم اصغ الی قول القائل وعتب العاتب وان ترکتمونی فانا کاحدکم ولعلی اسمعکم واطوعکم لمن ولیتموه امرکم وانا لکم وزیراً خیر لکم منی امیراً (نہج البلاغہ مطبوعہ بیروت۔ جزو اول صفحہ ۱۰۹) ترجمہ۔ حضرت امیر علیہ السلام کا ایک خطبہ اس وقت کا جبکہ قتل عثمان کے بعد آپ کی بیعت میں داخل ہونے کی درخواست کی گئی یہ ہے کہ مجھے چھوڑ دو اور کوئی دوسرا ڈھونڈو۔ کیونکہ ہم ایسے امر کی طرف متوجہ ہیں۔ جس کے رخ مختلف اور رنگ جدا جدا ہیں۔ نہ دل اس کو سنبھال سکتے ہیں۔ نہ عقلیں اس پر ثابت قدم رہ سکتی ہیں اور تحقیق آفاق پہ ابر چھا گیا۔ اور راہ راست بے پہچان ہو گیا۔ اور تم کو معلوم رہے۔ کہ اگر میں تمہاری درخواست بیعت کو قبول کر لوں تو تم کو اس راستے پر چلاؤں گا جس کو میں پہچانتا ہوں اور کسی قائل کے قول اور ناخوش ہونے والے کے خشم و ملامت کی طرف متوجہ نہ ہوں گا۔ اور اگر تم مجھ کو چھوڑ دو گے۔ تو میں تم میں سے ایک کی مثل ہوں گا۔ اور مجھے امید ہے۔ کہ میں اس کا جس کو تم اپنا خلیفہ بناؤ گے تم سے زیادہ حکم سننے والا اور زیادہ اطاعت کرنے والا ہوں گا۔ اور تمہارے لئے خلیفہ بننے کی نسبت میرا وزیر بننا بہتر ہے۔ انتہٰے۔ اس خطبہ میں حضرت امیرؑ نے بنا بر مظنہ فسادات آئندہ خلافت سے انکار کر دیا۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ آپ کی خلافت منصوصہ نہ تھی۔ ورنہ آپ رد نہ کرتے۔ کیونکہ خلافت حسب عقیدہ شیعہ

تالی نبوت ہے ۔ جس طرح نبوت رد نہیں ہو سکتی ۔ خلافت بھی رد نہیں ہو سکتی ۔ حضرت امیر کے الفاظ دعونی والتمسوا غیری الخ سے ظاہر ہے ۔ کہ خلافت کا مدار اہل حل وعقد کی بیعت پر ہے اہل حل وعقد کی بیعت جس کے ہاتھ پر واقع ہوگی وہ خلیفہ ہو جائے گا ۔ ورنہ مامور و محکوم رہیگا اس سے خلفائے ثلاثہ کی خلافت ثابت ہوتی ہے ۔ اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے ۔ کہ حضرت علیؑ اس وقت تک امیر و خلیفہ نہ تھے ۔ حضرت کا ارشاد کہ مجھے امید ہے کہ جس کو تم خلیفہ بناؤ گے میں تمہاری نسبت اسکے حکم کا زیادہ سننے والا اور زیادہ مطیع ہوں گا ۔ اس مطلب کی مزید وضاحت کر رہے ہیں ۔ کیونکہ اس ارشاد میں حضرت زیادتی سمع اور زیادتی اطاعت اس کی نسبت فرماتے ہیں ۔ جس کو مخاطبین اہل حل وعقد خود اپنے اختیار سے بدون کسی نص کے اپنا حاکم وامیر بنالیویں ۔ اور بدیہی ہے کہ اس کا واجب الاطاعۃ بالخصوص حضرت کی نسبت ہونا بدون اس کے ممکن نہیں کہ وہ امام حق اور خلیفہ راشد ہو ۔ اگر وہ جائر و غاصب ہو تو حضرت کے لئے ہرگز واجب الاطاعۃ نہیں ہو سکتا ۔ لہذا روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے ۔ کہ نہ جناب امیرؑ خلیفہ بلافصل ہیں ۔ اور نہ خلافت منصوص من اللہ ہے ۔ بلکہ انعقاد خلافت کا مدار بیعت اہل حل وعقد پر ہے ۔ خطبہ کے اخیر الفاظ (امیر بننے کی نسبت میرا وزیر ہونا تمہارے واسطے بہتر ہے) سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے ۔ کہ آپ شہادت عثمان کے وقت تک امیر نہ تھے اور اپنی امارت کو اہل حل وعقد کی بیعت پر موقوف سمجھتے تھے ✦

(۲) حضرت امیرؑ نے بیعت خلافت کے بعد طلحہ و زبیر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ۔ و اللہ ما کانت لی فی الخلافۃ رغبۃ ولا فی الولایۃ اربۃ ولکنکم دعوتمونی الیہا وحملتمونی علیہا (نہج البلاغہ ۔ جزو اول صفحہ ۲۳۱) ۔ ترجمہ ۔ خدا کی قسم مجھے خلافت میں رغبت نہ تھی ۔ اور نہ ولائیت میں کوئی غرض تھی لیکن تم نے مجھکو خلافت کی دعوت دی ۔ اور مجھ کو اس پر آمادہ کیا انتہٰ ۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیر کی خلافت منصوص نہ تھی ۔ اور نہ آپ خلیفہ بلافصل تھے ✦

(۳) نصر بن مزاحم شیعی امامی نے بالاسناد بیان کیا ہے ۔ کہ حضرت معاویہ نے حبیب بن مسلمہ فہری اور شرجیل بن سمط اور معن بن یزید بن اخنس سلمی کو حضرت امیر کی خدمت میں بھیجا کہ ان سے قاتلین عثمان کی حوالگی کا مطالبہ کریں ۔ حضرت امیر نے ان کے جواب میں حمد وثنا کے بعد یوں فرمایا ۔ اما بعد فان اللہ بعث النبی صلے اللہ علیہ وآلہ فانقذ بہ من الضلالۃ و

ابوالنعمان محمد بشیر قادری
خطیب جامع مسجد [illegible]

انعش به من الهلکة وجمع به بعد الفرقة ثم قبضه الله الیه وقد ادی ما علیه ثم استخلف الناس ابا بکر ثم استخلف ابو بکر عمر واحسنا السیرة وعدلا فی الامة وقد وجدنا علیهما ان تولیا الامر دوننا ونحن آل الرسول واحق بالامر فغفرنا ذلك لهما ثم ولی امر الناس عثمان فعمل باشیاء عابها الناس علیه فسار الیه ناس فقتلوه ثم اتانی الناس وانا معتزل امرهم فقالوا لی بایع فابیت علیهم فقالوا لی بایع فان الامة لا ترضی الا بك وانا نخاف ان لم تفعل ان یفترق الناس فبایعتهم الخ (کتاب صفین مطبوعہ ایران صفحہ ۱۰۵۔ وقعہ صفین مطبوعہ مطبع عباسیہ صفحہ ۱۴۹) ترجمہ۔ بعد حمد وثنا آنکہ اللہ تعالے نے پیغمبر صلے اللہ علیہ آلہ کو مبعوث فرمایا۔ پس آپ کے ذریعے (لوگوں کو) گمراہی اور ہلاکت سے بچایا۔ اور فرقت کے بعد جمع کیا۔ بعدازاں آپ کو اپنی طرف قبض کیا۔ اور آپ نے اپنا فرض ادا کیا۔ پھر لوگوں نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا۔ پھر ابوبکر نے عمر کو خلیفہ بنایا۔ ان دونوں نے اپنی سیرت کو اچھا رکھا اور امت میں عدل کیا۔ ہم نے ان دونوں پر غصہ کیا کہ وہ ہمارے بغیر امر خلافت کے متولی ہو گئے۔ حالانکہ ہم آل رسول خلافت کے زیادہ مستحق تھے۔ پس ہم نے ان کو یہ معاف کر دیا پھر عثمان لوگوں کے امر کے متولی بنائے گئے۔ انہوں نے کچھ ایسی باتیں کیں۔ جن کے سبب لوگوں نے ان پر عیب لگایا۔ پس کچھ لوگ آپ پر حملہ آور ہوئے اور آپ کو شہید کر دیا۔ پھر لوگ میرے پاس آئے حالانکہ میں ان کے امر سے کنارہ کش تھا۔ اور مجھ سے کہنے لگے کہ بیعت لو۔ پس میں نے انکار کر دیا۔ وہ بولے کہ بیعت لو۔ کیونکہ امت آپ کے سوا کسی پر راضی نہیں۔ اگر آپ ایسا نہ کریں گے۔ تو ہمیں ڈر ہے۔ کہ لوگ جدا جدا ہو جائیں گے۔ لہٰذا میں نے ان سے بیعت لی الخ۔ انتہے:۔

یہاں امور ذیل قابل غور ہیں:۔

(ا) حضرت امیرؑ نے جو اپنے آپ کو احق بالخلافۃ فرمایا۔ اس سے ظاہر ہے کہ خلفائے ثلاثہ آپ کے نزدیک حقیق بالخلافۃ ضرور تھے۔

(ب) حضرات شیخین رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی خلافت صحیح تھی۔ حضرت امیر کو بتقاضائے بشریت جو ان پر اعتراض تھا وہ آپ نے بطیب خاطر رفع دفع کر دیا۔ اور ان کی خلافت راشدہ کو تسلیم کر لیا:۔

(ج) حضرت عثمان کی شہادت کے بعد جب حضرت امیر پر خلافت پیش کی گئی۔ تو آپ نے

پہلے انکار کر دیا۔ پھر صلاح امت کے خیال سے قبول فرمایا ۔

(د) حضرت عثمان کے زمانے تک حضرت امیر خلیفہ بالفعل نہ تھے۔ فعلیت خلافت کا مدار بیعت اہل حل وعقد پر ہے۔ چنانچہ ارشاد امیر ہے۔ انما الشوریٰ للمہاجرین والانصار یہ حضرات جس مستحق کو خلیفہ بنائیں وہ بالفعل خلیفہ ہو جائے گا۔ اور جس کے ہاتھ پر بیعت کر لیں وہی خلیفہ حق کہلائے گا۔

(ہ) حضرت امیر کا اپنے تئیں احق بالخلافۃ فرمانا بموجب اپنے گمان اور رائے کے تھا۔ احقیت یا استحقاق خلافت فعلیت خلافت کے لئے کچھ قابل اعتبار نہیں۔ کیونکہ فعلیت خلافت کا مدار اہل حل وعقد کی بیعت پر ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

امور مذکورہ بالا سے خلافت بلا فصل کا بطلان کالشمس فی النہار ظاہر ہے۔ حضرت امیر اپنے آپ کو احق بالخلافۃ فرما رہے ہیں۔ مگر شیعہ نے جو ان کے حالات بیان کئے ہیں ان سے خلافت کا استحقاق تو درکنار حضرت امیر کا ایمان تک ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ اوپر آچکا ہے۔

(۴) حضرت ابو بکر صدیق نے اپنی وفات کے وقت وصیت کی کہ میرے بعد عمرؓ خلیفہ ہوں گے۔ اس وصیت سے پہلے اعیان روزگار جو صدیق اکبر کی خدمت میں حاضر تھے ان کا گمان تھا کہ خلافت کی وصیت حضرت طلحہ کے لئے ہوگی۔ وہ لوگ جو خلافت عمر کو ناپسند کرتے تھے اعتراض کرنے لگے۔ مگر حضرت امیرؓ نے بڑے زور سے صدیق اکبر کی تائید کی۔ اس کے متعلق شیعہ کی معتبر تاریخ روضۃ الصفا (مطبوعہ بمبئی ۱۲۶۲ھ ہجری۔ جلد دوم۔ صفحہ ۲۶۰) کے الفاظ یہ ہیں۔ وجمعے کہ خلافت عمر را کارہ بودند گفتند اے خلیفہ رسول خدا وریں امر خطیر تاملے بسزا فرما زیراکہ در قیامت خلفا از حال رعایا و زیر دستان مسئول خواہند بود۔ علی گفت اے طلحہ ما ہیچ کس را بغیر از عمر اطاعت نخواہیم کرد۔ بخدا سوگند کہ تحمل این بار گران جز او را کسے نمی دانیم۔ وشمہ از اوصاف او بیان کردہ بجانب ابی بکر توجہ نمودہ گفت۔ اے خلیفہ رسول خدا پسندیدہ شما پسندیدہ ماست ورضائے مامقرون برضائے شماست۔ بر ہمگنان معلوم است۔ کہ مدت الحیوۃ بروجہ احسن زیستی و پیوستہ بنظر مرحمت در حال امت نگریستی۔ باری سبحانہ وتعالیٰ ترا جزائے خیر دہا دو بعنایت و مغفرت خود مخصوص گرداناد۔ انتہیٰ۔ ترجمہ جو لوگ عمرؓ کی خلافت کو ناپسند کرتے تھے کہنے لگے۔ اے خلیفہ رسول خدا اس بڑے امر میں

مناسب تامل فرمائیے۔ کیونکہ قیامت کے دن خلیفوں سے رعایا اور زیر دستوں کے حال کی بابت سوال ہوگا۔ علی علیہ السلام نے کہا کہ اے طلحہ ہم عمر کے سوا کسی کی اطاعت نہ کریں گے خدا کی قسم مجھے عمر کے سوا کوئی اور شخص معلوم نہیں۔ جو اس بھاری بوجھ کو اٹھا سکے۔ آپ نے عمرؓ کے کچھ اوصاف بیان فرمائے۔ پھر ابو بکرؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے۔ اے خلیفہ رسول خدا آپ کا پسندیدہ ہمارا پسندیدہ ہے۔ اور ہماری رضا آپ کی رضا کے ساتھ ہے۔ سبکو معلوم ہے۔ کہ عمر بھر آپ نے نہایت اچھی طرح سے زندگی بسر کی ہے۔ آپ ہمیشہ امت کے حال پر نظر رحمت فرماتے رہے ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالےٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ اور اپنی عنایت و مغفرت سے مخصوص کرے۔ انتہےٰ۔ حضرت امیرؑ کے اس ارشاد سے خلافت بلا فصل کا بطلان ظاہر ہے۔

(۵) خلافت عثمان کی صحت کو بھی حضرت امیرؑ نے تسلیم کر لیا تھا۔ چنانچہ جب لوگ حضرت عثمان کی بیعت کرنے لگے۔ تو حضرت امیر نے فرمایا۔ لقد علمتم انی احق الناس بہا من غیری وواللہ لاسلمن ما سلمت امور المسلمین (نہج البلاغہ۔ جز اول صفحہ ۱۲۷) ترجمہ۔ بے شک تمہیں معلوم ہے۔ کہ میں غیر کی نسبت خلافت کا زیادہ مستحق ہوں۔ خدا کی قسم میں عثمان کے لئے خلافت تسلیم کرتا ہوں۔ جب تک کہ مسلمانوں کے امور (فتنہ و فساد سے) سلامت رہیں۔ انتہےٰ۔

ارشادات مذکورہ بالا کے علاوہ قرآن مجید کی آیات بھی جن سے حضرات ثلاثہ کی خلافت ثابت ہوتی ہے۔ خلافت بلا فصل کو باطل کر رہی ہیں۔

(۳)
تیسرے دعوےٰ کی تردید

معترض کا یہ قول کہ سیدنا ابو بکر صدیق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شدت مرض میں بغیر اجازت کے مسلمانوں کو نماز پڑھانے لگ گئے۔ صریح البطلان ہے۔ صدیق اکبر کی طرف سے ایسی جرأت ایک نماز میں نہیں بلکہ سترہ نمازوں میں قطع نظر نقل متواتر کے عقلاً بھی مستبعد و محال ہے۔ ایس ذاکر حسین جعفر شیعی امامی اثنا عشری لکھتا ہے ایام مرض میں جب وقت نماز آتا۔ بلال آں حضرتؐ کو اطلاع دیتے۔ اور حضرت باہر آ کر نماز پڑھاتے۔ مگر اکثر مورخین نے لکھا ہے۔ کہ آخری سترہ نمازوں میں حاضر نہ ہو

سکے۔ اس موقعہ پر طبری نے لکھا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ علی کو بلا بھیجو۔ پس علی کو بلانے گئے عائشہ نے کہا اگر ابو بکر کو بلالوں تو کیا حرج ہے۔ اور حفصہ نے کہا۔ اگر عمر کو بلالوں تو کیا حرج ہے۔ پس یہ سب آنحضرت کے پاس آکر جمع ہو گئے۔ پس فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ اب تو چلے جاؤ جب مجھے ضرورت ہوگی تو بلالوں گا۔ پس یہ لوگ چلے گئے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ نماز کا وقت آگیا۔ جواب ملا البتہ۔ فرمایا۔ بس تو ابو بکر کو حکم دے دو۔ کہ لوگوں کو نماز پڑھاویں (تاریخ اسلام حصہ دوم۔ مطبوعہ مقبول پریس دہلی ۱۳۳۱ھ صفحہ ۱۶۸)

چوتھے دعوی کی تردید

مصنف کا قول کہ حضرت شیخین و دیگر صحابہ کرام نے لشکر اسامہ سے تخلف کیا غلط ہے۔ متعینان لشکر میں سے کسی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نافرمانی نہ کی۔ نہ کسی نے تخلف کیا۔ بلکہ تیار ہو کر مدینہ سے باہر تین میل کے فاصلہ پر جمع ہو گئے۔ اور سب چلنے ہی کو تھے۔ کہ حضرت اسامہ کو ان کی والدہ ام ایمن نے پیغام بھیجا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حالت نزع میں ہیں۔ اس حال میں حضرت اسامہ اور متعینان لشکر کس طرح گوارا کر سکتے تھے کہ باوجود قرب کے اپنے آقائے نامدار صلے اللہ علیہ وسلم کی آخری زیارت اور شمول جنازہ سے محروم رہیں۔ حضرت صدیق اکبر نے مسند خلافت پر متمکن ہوتے ہی حکم دیا کہ اسامہ مع متعینان لشکر فوراً روانہ ہو جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ شیعہ کی معتبر تاریخ روضۃ الصفا (جلد دوم صفحہ ۷۴۲) میں یوں لکھا ہے۔ چون امر خلافت بر صدیق اکبر قرار گرفت فرمود تا در مدینہ ندا کردند کہ ہیچ کس از لشکریان اسامہ تخلف ننماید و ہر کرا رسول اللہ نامزد فرمود کہ با اسامہ برود باید کہ دران امر تاخیر و تسویف جائز ندارد۔ بعضے اصحاب رائے و کیاست معروض صدیق گردانیدند کہ معظم لشکر اسلام این جماعت اند کہ مے فرمائی کہ ہمراہ اسامہ بغزا روند۔ اکنون چون مسموع مے شود کہ قبائل عرب و فرق یہود کہ در حوالی مدینہ اند در مقام ارتداد و مخالفت اند مبادا کہ از رفتن اسامہ خللے بملک و ملت راہ یابد۔ اگر روزے چند این مہم در حیز تاخیر و تعویق ماند بصواب نزدیک تر باشد۔ صدیق در جواب گفت کہ اگر سباع ضارہ در غیبت اسامہ مرا پارہ پارہ سازند من او را خواہم فرستاد۔۔۔۔۔ القصہ صدیق فرمان داد تا اسامہ بمقصد شتابد۔ اسامہ بموجب فرمودہ براحلہ نشست و روے توجہ بدیار شام آورد۔۔۔۔۔ نقل است کہ بعد از انتقال

حضرت مقدس نبوی آرباب شقاق وعناد را تصور آن بود کہ اہل اسلام را قوت وشوکتے نماندہ
کہ لشکر کشندہ آسان بدفع ایشان سے توان پرداخت۔ چون بمسامع آن جماعت رسید کہ
اسامہ با لشکرے چنان قوی از مدینہ بیرون رفت رعب وخوف بر خاطر ہمہ استیلا یافت واز مسلمانان
حسابہا بر گرفتند۔ بصحت پیوستہ کہ از لشکر اسامہ ہیچ کس تخلف ننمود۔ مگر فاروق۔ واین صورت
بواسطہ آن بود کہ در حین وداع صدیق با او گفت کہ در سوانح مہمات بحضور عمر احتیاج است اگر
رائے تو اقتضا فرماید او را رخصت دہ تا باز گردد۔ اسامہ ملتمس ابوبکر مبذول داشتہ عمر بمدینہ
مراجعت نمود انتہے۔ ترجمہ۔ جب صدیق اکبر خلیفہ ہوئے۔ تو ان کے حکم سے مدینہ میں منادی
کردی گئی۔ کہ لشکریان اسامہ میں سے کوئی تخلف نہ کرے۔ اور جس کو رسول اللہ نے اسامہ
کے ساتھ جانے کے لئے نامزد فرمایا ہے۔ اسے چاہیئے کہ اس امر میں تاخیر کو جائز نہ رکھے
اصحاب رائے وکیاست میں سے بعضوں نے صدیق اکبر کی خدمت میں عرض کی کہ لشکر اسلام
کا بڑا حصہ یہ جماعت ہے۔ جن کو آپ حکم دیتے ہیں۔ کہ اسامہ کے ساتھ جنگ کے لئے
جائیں۔ اب جو سنا جاتا ہے۔ کہ قبائل عرب اور یہود کے فرقے جو مدینہ کے نواح میں ہیں۔ ارتداد
ومخالفت کے درپے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ اسامہ کے جانے سے ملک وملت میں کچھ خلل آجائے
اگر چند روز یہ مہم تاخیر وتعویق میں رہے۔ تو صواب کے زیادہ نزدیک ہے۔ صدیق نے جواب
میں کہا۔ کہ اسامہ کی غیر حاضری میں اگر ضرر پہنچانے والے درندے مجھے ٹکڑے ٹکڑے کردیں
میں اسے بھیجوں گا۔۔۔۔۔ حاصل کلام صدیق نے حکم دیا۔ کہ اسامہ اپنی منزل مقصود کی طرف
جلدی روانہ ہوجائے۔ حسب الحکم اسامہ اونٹ پر سوار ہو کر ملک شام کی طرف متوجہ ہوئے۔
۔۔۔۔ نقل ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد دشمنوں کا یہ خیال تھا۔ کہ
مسلمانوں میں لشکر کشی کی قوت وطاقت نہیں رہی۔ ان کو آسانی سے دور کیا جاسکتا ہے
جب ان مخالفین کے کانوں میں یہ خبر پہنچی۔ کہ اسامہ ایسے زبردست لشکر کے ساتھ مدینہ
سے روانہ ہوگیا ہے۔ تو سب کے دلوں پر رعب وخوف غالب ہوگیا۔ اور مسلمانوں سے
ڈرنے لگے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے۔ کہ سوائے فاروق کے لشکر اسامہ میں سے
کسی نے تخلف نہیں کیا۔ اور فاروق کا تخلف اس واسطے تھا۔ کہ وداع کے وقت صدیق
نے اسامہ سے کہا۔ کہ مہمات آئندہ میں عمرؓ کی حاضری کی ضرورت ہے۔ اگر آپ کی رائے
مقتضی ہو۔ تو ان کو واپس ہونے کی اجازت دے دیں۔ اسامہ نے ابوبکر کی التماس کو

کو قبول فرمایا۔ اور عمرؓ مدینہ کو لوٹ آئے۔ انتہٰی ؛

مولینا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالےٰ نے اپنی لاجواب کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں مطاعن ابوبکر رضے اللہ تعالےٰ عنہ کے ضمن میں اس طعن کا جو جواب دیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ یہ طعن ابوبکر صدیق پر کس وجہ سے کیا جاتا ہے۔ آیا اس وجہ سے کہ آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم کے بعد تجہیز لشکر سے اعراض کیا یا اس وجہ سے کہ خود لشکر سے تخلف کیا۔ اگر بوجہ اول طعن ہے تو یہ صریح غلط ہے۔ کیونکہ آپ نے خلاف مرضی جمیع اصحاب تجہیز لشکر کی جس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ جمادالاولیٰ ۸ھ ہجری میں جنگ موتہ میں روم و عرب کے مشرکین نے حضرت زید بن حارثہ رضے اللہ تعالےٰ عنہ کو شہید کر دیا تھا۔ اس لئے یوم دوشنبہ ۲۶ ماہ صفر ۱۱ھ ہجری کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا۔ کہ رومیوں سے جنگ کرنے اور زید بن حارثہ کا بدلہ لینے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ دوسرے روز آپ نے اسامہ بن زید کو بلا کر ارشاد فرمایا۔ کہ میں نے تمہیں اس لشکر کا سردار مقرر کر دیا۔ تم اس کو لے کر اپنے باپ کے قتل گاہ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ آپ نے اسامہ کو جنگ کے متعلق اور ہدایات بھی دیں۔ چہارشنبہ کے دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بخار اور درد سر شروع ہو گیا پنجشنبہ کی صبح کو آپ نے اپنے مبارک ہاتھ سے اسامہ کے لئے جھنڈا تیار کیا۔ اور اس سے فرمایا کہ راہ خدا میں جہاد کرو اور کافروں سے لڑائی کرو۔ اسامہ وہ جھنڈا لے کر نکلے اور بریدہ بن حصیب اسلمی کو علمبردار بنا کر وہ جھنڈا اس کے ہاتھ میں دیا۔ اور مدینہ منورہ سے تین میل شام کی طرف مقام جرف میں قیام کیا تاکہ سپاہ جمع ہو جائے۔ چنانچہ صدیق اکبر و فاروق اعظم و ابو عبیدہ بن جراح و سعد بن ابی وقاص و سعید بن زید و قتادہ بن نعمان و سلمہ بن اسلم وغیرہ اعیان مہاجرین و انصار نے اس لشکر میں شرکت کے لئے تیاری کر لی۔ پنجشنبہ ۸ ربیع الاول کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بوجہ شدت مرض حضرت ابوبکر کو بلا کر خلیفۂ نماز مقرر کیا۔ چنانچہ وفات شریف تک وہی نماز پڑھاتے رہے۔ جو اصحاب اسامہ کے ساتھ جانے کے لئے متعین ہوئے تھے۔ وہ یوم شنبہ ۱۰ ربیع الاول کو گروہ گروہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہو کر لشکر گاہ میں پہنچے۔ یکشنبہ کے دن مرض اتنا زیادہ ہو گیا کہ حضور اقدس بول نہ سکتے تھے۔ اسامہ بقصد وداع حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حضور کے سر اور ہاتھ مبارک کو بوسہ دیا۔ حضور اپنا دست مبارک آسمان کی طرف اٹھا کر اسامہ پر رکھتے تھے

اسامہ رخصت ہو کر لشکر گاہ میں پہنچے۔ دوسرے روز صبح کے وقت اسامہ پھر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اس وقت مرض میں تخفیف تھی۔ حضور نے اسامہ کو وداع کرتے ہوئے فرمایا۔ اغد علی برکۃ اللہ۔ اسامہ نے جرف میں پہنچ کر لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ اور خود سوار ہونے کو تھے کہ ان کی والدہ ام ایمن کا قاصد پہنچا کہ رسول اللہ کا وقت قریب آگیا ہے لہٰذا اسامہ مع عمر فاروق و ابو عبیدہ بن جراح کے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ دن ڈھلے ہی حضور نے وفات پائی۔ یہ سن کر تمام سپاہ جرف سے مدینہ میں واپس آگئی۔ اور بریدہ نے وہ جھنڈا رسول اللہ کے حجرے کے آگے کھڑا کر دیا۔ جب صدیق اکبر خلیفہ ہوئے۔ تو انہوں نے بریدہ کو حکم دیا۔ کہ وہ جھنڈا اسامہ کے گھر پر لے جاؤ۔ تاکہ وہ متعینان لشکر کے ساتھ روانہ ہو جائیں۔ چنانچہ اسامہ مع لشکر جرف میں پہنچے۔ اس اثنا میں خبر لگی کہ حوالی مدینہ میں بعض قبائل عرب مرتد ہو گئے ہیں۔ اور مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے بعض اصحاب نے حضرت صدیق اکبر سے عرض کی کہ اس حالت میں ایسے لشکر جرار کا دور دراز مہم پر بھیجنا مصلحت وقت نہیں۔ صدیق اکبر نے جواب دیا۔ کہ خواہ میری جان جائے میں خلاف فرمان رسول اللہ نہیں کر سکتا۔ مگر اسامہ سے درخواست کی کہ عمر فاروق کو یہاں چھوڑ جائیں۔ تاکہ محافظت مدینہ اور مشورہ وغیرہ میں ان سے مدد لی جائے۔ غرض اسامہ کی اجازت سے فاروق اعظم مدینہ میں واپس آگئے۔ اور یکم ربیع الثانی ۱۱ھ ہجری کو اسامہ نے کوچ کیا۔ اور بیس روز میں مقام ابنیٰ میں پہنچے۔ وہاں تاخت و تاراج کے بعد اسامہ نے اپنے والد کے قاتل کو قتل کیا۔ اور مظفر و منصور واپس آگئے۔ (دیکھو طبقات ابن سعد۔ صحیح بخاری۔ روضۃ الصفا وغیرہ)۔

اور اگر اس وجہ سے حضرت صدیق اکبر (اور فاروق اعظم) پر طعن ہے۔ کہ انہوں نے لشکر اسامہ سے تخلف کیا۔ تو اس کے چند عمدہ جواب ہیں:۔

اوّل۔ رئیس وقت جب کسی شخص کو لشکر میں تعین کرے۔ اور پھر اپنی خدمتوں میں سے کسی دوسری خدمت پر مامور کر دے۔ تو یہ ماموری صریح دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ اس شخص کو لشکر کے تعیناتیوں میں سے موقوف کر دیا۔ اور ان میں سے اس ایک کو مستثنیٰ کر لیا۔ اور پہلا حکم منسوخ ہو گیا۔ بعینہ یہی حال ابو بکر صدیق کا ہوا۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی اول بیماری میں اس لشکر کو جدا کر کے اسامہ کے ساتھ جانے پر متعین فرمایا۔ پھر جب آپ کا مرض بڑھ گیا۔ اور اسامہ اور ان کے ہمراہیوں نے کوچ میں توقف کیا تو خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

نے ان متعینانِ لشکر میں سے ابوبکر کو منتخب کر کے امامت نماز میں اپنا نائب کیا۔ اور اس کام میں ابوبکر کو مشغول کر دیا۔ یہاں تک کہ آپ نے انتقال فرمایا۔ پس ابوبکر کی تعیناتی خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں موقوف ہو چکی تھی۔ اور آپ کی وفات کے بعد ابوبکر کا جانا نہ جانا دونوں برابر تھا۔ اور شریعت سے ثابت ہے۔ کہ ابتداءِ جہاد فرض کفایہ ہے۔ اور لشکر اسامہ کی تجہیز بھی اسی قبیل سے تھی۔ پس بالخصوص لشکر کے ساتھ ابوبکر کے نہ جانے میں کوئی قباحت لازم نہیں آتی۔ کیونکہ مدینہ منورہ سے کفار اور مرتدوں کے فتنہ کا دفع کرنا فرض عین تھا۔ پس ابوبکر نے کفایہ کو ترک کر کے فرض عین کو ادا کیا۔ اور یہی حکم شرعی ہے۔ خصوصًا جب کہ تمام لشکر ابوبکر کی تجہیز و تحریص سے لڑنے کے لئے نکلا۔ تو ان سب کا ثواب بھی آپ کی طرف عائد ہؤا اور لاجرم یہ فرض کفایہ بھی آپ ہی کے جریدۂ اعمال میں ثابت ہؤا۔

دوئم۔ جنگ و جہاد کے لئے لوگوں کو متعین کرنا کچھ وحی اور احکام منزل من اللہ میں سے نہیں ہے۔ بلکہ ایسے امور سیاست مدنی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا۔ سیاست مدن ابوبکر سے متعلق ہو گئی۔ اور اب یہ باتیں ان کے ہاتھ میں اور ان کی صلاح سے وابستہ ہو گئیں کہ جس کو چاہیں اسامہ کے ہمراہ کر دیں۔ جس کو چاہیں اپنے حضور میں رکھیں۔ اور خود چاہے نکلیں یا نہ نکلیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک بادشاہ اپنے لشکر کو کسی طرف جنگ میں جانے کے لئے متعین کرے۔ اور اثنائے تہیہ سفر میں خود سفر آخرت کر جائے۔ تو اب جو بادشاہ اس کا قائم مقام ہوگا۔ اس کو اختیار ہے کہ بادشاہ سابق کے بعض تعیناتیوں کو اپنے حضور میں رہنے دے۔ کیونکہ وہ اسی میں ملک و دولت کی اصلاح و بہبودی دیکھتا ہے۔ اور اس قدر تصرف کرنے میں نہ بادشاہ اوّل کی مخالفت لازم آتی ہے۔ نہ اس کی نافرمانبرداری۔ کیونکہ مخالفت تو اس وقت ہوتی جب اس کے مقرر کئے ہوئے امیر کی جگہ دوسرا سردار مقرر کیا جاتا یا اس کے دشمنوں سے مصالحت کر لی جاتی۔ حالانکہ صدیق اکبر نے ایسا کوئی کام نہیں کیا۔ حاصل یہ کہ امور جزئیہ اور ملک و دین کے مصالح وقتیہ رئیس وقت کی صوابدید سے ہوتے ہیں۔ اور ایسے امور میں اپنی عقل و رائے سے تصرف کرنا جائز ہے اور پیغمبر کا حکم ایسے امور میں قطعًا وحی اور باب تشریع سے نہیں ہے۔

سوئم۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے بعد ابوبکر صدیق کا منصب دوسرا ہو گیا۔ وہ اپنے پہلے منصب ہی پر قائم نہیں رہے۔ پہلے عام مومنین کے زمرہ میں تھے۔ اب خلیفہ رسول اللہ ہوئے

اور پیغمبر کی جگہ پر جلوہ افروز ہوئے ۔منصب بدل جانے کے بعد احکام بھی بدل جاتے ہیں ۔
جیسے لڑکا جب بالغ ہو تو جو احکام بالغ کے ہیں وہ اس پر جاری ہوں گے ۔ اسی طرح مجنون
جب اچھا ہو جائے ۔مقیم جب مسافر ہو جائے ۔ اور مسافر جب اقامت کرے ۔ غلام جب آزاد
ہو جائے ۔ رعیت جب حاکم ہو جائے ۔ فقیر جب تونگر ہو جائے ۔ تونگر جب فقیر ہو جائے وغیرہ
وغیرہ ۔ پس ناظرین غور فرمائیں ۔ کہ ابو بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ جب پیغمبرؐ کے خلیفہ اور قائمقام ہوئے
تو آپ کو اسامہ کے ساتھ جانا کیا ضرور تھا ۔ اس لئے کہ پیغمبرؐ خود اگر زندہ ہوتے تو کبھی اسامہ
کے ساتھ نہ جاتے اور نہ ساتھ جانے کا ارادہ رکھتے ۔ البتہ لشکر کا سامان کرنا اور اس کا روانہ کرنا
ابو بکرؓ کے ذمہ واجب تھا ۔ کیونکہ یہ پیغمبرؐ کا کام تھا اور اس کام کو پیغمبرؐ کے سچے خلیفہ صدیق اکبرؓ نے
خوب انجام دیا ۔

چہارم ۔ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے ۔ کہ ابو بکر صدیق اسامہ کے ساتھ جانے ہی پر مامور تھے ۔
پیغمبرؐ کے استخلاف نماز سے وہ مستثنےٰ نہیں ہوسکتے ۔ تو غایت مافی الباب یہ ہو گا کہ ابو بکرؓ کی
عصمت میں خلل آ جائے ۔ اور آپ معصوم نہیں رہیں گے ۔ تو بھی کوئی حرج نہیں ۔ کیونکہ امامت
کے لئے معصوم ہونا ضروری نہیں ہے ۔ بلکہ عدالت ضروری ہے ۔ اور عدالت میں دو ایک گناہ
صغیرہ کرنے سے نقصان نہیں آتا ۔

پنجم ۔ دو ایک مطاعن جو شیعہ ابو بکر و عمر اور دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم پر اہل سنت
و جماعت کی روائیتوں سے ثابت کرتے ہیں ۔ اول تو وہ ثابت نہیں ہیں ۔ بالفرض اگر ثابت بھی
ہوں ۔ تو شیعہ کو چاہیئے ۔ کہ سنیوں کی ان تمام روائیتوں کو جو ابو بکر اور دیگر صحابہ کرام کے
مناقب و فضائل اور بشارات عالیہ میں وارد ہیں ۔ اور جو ان کے فضائل وغیرہ آیات کریمہ اور
احادیث صحیحہ اور اقوال ائمہ سے ثابت ہیں اور جن میں سے بعض روایات کتب شیعہ میں بھی
مندرج ہیں ۔ ان سب کو پلہ ترازو میں رکھیں ۔ اور ان چند مطاعن کو ترازو کے دوسرے پلہ میں
رکھیں ۔ پھر تول کر دیکھیں کہ کونسا پلہ بھاری نکلتا ہے ۔ اور کس قدر بھاری نکلتا ہے ۔

ششم ۔ یہ ضروری نہیں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم وجوب ہی کے واسطے مقرر ہو
جیساکہ علامہ مرتضےٰ شیعی نے اپنی کتاب الدرر والغرر میں ثابت کیا ہے ۔ پس اگر رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر کو اسامہ کے ساتھ جانے کے لئے حکم بھی فرمایا ہو ۔ اور آپ نہ گئے ہوں
تو کوئی خلل لازم نہیں آتا ۔ کیونکہ ممکن ہے یہ حکم ندب و استحسان کے واسطے ہو ۔ اور امر مندوب کا

کا ترک کرنا گناہ و معصیت نہیں ہے۔

ہفتم۔ شیعوں کے مذہب میں بدلائل منصوصہ ثابت ہے۔ کہ حضرت آدم اور حضرت یونس علیہما السلام نے بلا واسطہ خدا کے حکم کے خلاف کیا۔ تو اگر امام نے بھی رسول کے ایک حکم کو نہ مانا۔ تو کونسی قباحت ہے۔ اس لئے کہ امام رسول کا نائب ہے۔ اور نائب چاہے کتنا ہی بزرگ ہو اصل سے کم ہی ہوگا۔

حدیث زیر بحث میں بحوالہ ملل و نحل شہرستانی (متوفی ۵۴۸ھ ہجری) جو جملہ لعن اللہ من تخلف عنہا نقل کیا گیا ہے۔ اس کے کئی جواب ہیں:۔

اول۔ یہ جملہ موضوع ہے۔ کسی صحیح حدیث میں وارد نہیں۔ چنانچہ علامہ علی بن برہان الدین حلبی (متوفی ۱۰۴۴ھ ہجری) لکھتے ہیں۔ فلا منافاۃ بین القول بان ابابکر رضی اللہ عنہ کان من جملۃ الجیش وبین القول بانہ تخلف عنہ لانہ کان من جملۃ الجیش اولا وتخلف لما امرہ صلے اللہ علیہ وسلم بالصلاۃ بالناس وبھذا یرد قول بعض الرافضۃ طعنا فی ابی بکر رضی اللہ عنہ انہ تخلف عن جیش اسامۃ رضی اللہ عنہ لما علمت ان تخلفہ عنہ کان بامر منہ صلے اللہ علیہ وسلم لاجل صلاتہ بالناس وقول ھذا الرافضی انہ صلے اللہ علیہ وسلم لعن المتخلف عن جیش اسامۃ مردود لانہ لم یرد اللعن فی حدیث اصلا (سیرت حلبیہ مطبوعہ مصر۔ جز ثالث صفحہ ۲۸۹)۔ ترجمہ:۔ پس اس قول میں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ منجملہ لشکر کے تھے۔ اور اس قول میں کہ وہ لشکر سے پیچھے رہ گئے کوئی منافات نہیں۔ کیونکہ آپ پہلے منجملہ لشکر کے تھے۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھاؤ تو پیچھے رہ گئے۔ کیونکہ تجھے معلوم ہے کہ آپ کا تخلف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے لوگوں کو نماز پڑھانے کے لئے تھا۔ اور اس رافضی کا قول کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لشکر اسامہ سے پیچھے رہ جانے والے پر لعنت کی مردود ہے۔ کیونکہ یہ لعنت کسی حدیث میں ہرگز وارد نہیں ہوئے۔ انتہے۔

دوم۔ یہ جملہ سوائے ملل و نحل شہرستانی کے اہلسنت کی کسی معتبر کتاب میں نہیں ملتا۔ چنانچہ شیعہ کا فخر المحققین حاجی میرزا ابوالفضل اس کے متعلق یوں لکھتا ہے۔ محمد بن عبد الکریم شہرستانی در کتاب ملل و نحل نقل کردہ کہ پیغمبر فرمود۔ جھزوا جیش اسامۃ لعن اللہ من تخلف عنہا۔ و صدر این حدیث اگرچہ متواتر است و لے ذیل آن کہ مشتمل بر لعن است

از طرق عامہ من بندہ در غیر ملل و نحل ندیدہ ام (شفاء الصدور فی شرح زیارۃ العاشور۔ مطبوعہ بمبئی ۱۳۱۰ھ ہجری۔ صفحہ ۳۶۷) ترجمہ۔ محمد بن عبد الکریم شہرستانی نے کتاب ملل و نحل میں نقل کیا ہے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا۔ کہ لشکر اسامہ کی تیاری کرو۔ خدا لعنت کرے اسے جو اس لشکر سے پیچھے رہا۔ اس حدیث کا پہلا حصہ اگرچہ متواتر ہے۔ مگر اخیر حصہ جو لعنت پر مشتمل ہے۔ میں نے اہل سنت کے طریقوں سے سوائے ملل و نحل کے کسی اور کتاب میں نہیں دیکھا۔ انتہے۔ شہرستانی کی نسبت حافظ ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ ہجری) لسان المیزان (مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن۔ جزء خامس۔ صفحہ ۲۶۳) میں یوں نقل فرماتے ہیں۔ قال ابن السمعانی فی معجم شیوخہ وکان متہما بالمیل الی اہل القلاع یعنے الاسماعیلیۃ والدعوۃ الیہم لضلالاتہم وقال الخوارزمی صاحب الکافی لولا تخبطہ فی الاعتقاد ومیلہ الی اہل الزیغ والالحاد کان ہو الامام فی الاسلام۔ ترجمہ ابن سمعانی (متوفی ۵۶۲ھ ہجری) نے اپنی کتاب معجم الشیوخ میں لکھا ہے کہ محمد بن عبد الکریم شہرستانی اہل بدع یعنے اسماعیلیہ کی طرف میلان اور ان کی گمراہیوں کی طرف لوگوں کو دعوت دینے کے ساتھ متہم تھا۔ اور خوارزمی صاحب کافی نے کہا ہے۔ کہ اگر اعتقاد میں اس کا خبط اور اہل زیغ و الحاد کی طرف اس کا میلان نہ ہوتا۔ وہ اسلام میں امام ہوتا۔ انتہے۔ شیخ الاسلام تاج سبکی (متوفی ۷۷۱ھ ہجری) شہرستانی کے حال میں لکھتے ہیں۔ فی تاریخ شیخنا الذہبی ان ابن السمعانی ذکر انہ کان متہما بالمیل الی اہل القلاع یعنے الاسماعیلیۃ والدعوۃ الیہم والنصرۃ لطاماتہم وانہ قال فی التحبیر انہ متہم بالالحاد والمیل الیہم غال فی التشیع۔ انتہے مختصراً (طبقات شافعیۃ الکبرے۔ جزء رابع۔ صفحہ ۷۹) ترجمہ۔ ہمارے شیخ ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ ہجری) کی تاریخ میں ہے۔ کہ ابن سمعانی نے ذکر کیا۔ کہ شہرستانی اسماعیلیہ کی طرف میلان اور انکے مذہب کی طرف دعوت اور ان کے بے اصل اقوال کی تائید کے ساتھ متہم تھا۔ اور ابن سمعانی نے اپنی کتاب تحبیر میں کہا کہ شہرستانی الحاد اور ملحدون کی طرف میلان کے ساتھ متہم اور غالی شیعہ تھا۔ انتہے۔ ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ ہجری) نے منہاج السنۃ (جزء الثالث صفحہ ۲۰۷ و ۲۰۹) میں یوں لکھا ہے۔ ما ینقلہ الشہرستانی وامثالہ من المصنفین فی الملل و النحل عامتہ مما ینقلہ بعضہم عن بعض وکثیر من ذلک لم یحرر فیہ اقوال المنقول عنہم ولم یذکر الاسناد فی عامۃ ما ینقلہ بل ہو ینقل من کتب من صنف المقالات قبلہ مثل ابی عیسے الوراق وہو من المصنفین للرافضۃ المتہمین فی کثیر مما ینقلونہ ومثل ابی یحیی و

وغیرہما من الشیعۃ وینقل ایضاً من کتب بعض الزیدیۃ والمعتزلۃ الطاعنین فی کثیر من الصحا
وبالجملۃ فالشہرستانی یظہر المیل الی الشیعۃ اما باطنہ واما مداہنۃ لہم فان ھذا الکتاب
الملل والنحل صنفہ لرئیس من رؤساءہم وکانت لہ ولایۃ دیوانیہ وکان للشہرستانی مقصود
فی استعطافہ لہ وکذلک صنف لہ کتاب المصادعۃ بینہ وبین ابن سینا لمیلہ الی التشیع و
الفلسفۃ واحسن احوالہ ان یکون من الشیعۃ ان لم یکن من الاسماعیلیۃ اعنی المصنف
لہ ولھذا تحامل فیہ للشیعۃ تحاملاً بیناً واذا کان فی غیر ذلک من کتبہ یبطل مذھب
الامامیۃ فھذا یدل علی المداھنۃ لہم فی ھذا الکتاب لاجل من صنفہ لہٗ - ترجمہ شہرستانی
اور اس کی مثل دیگر مصنفین جو کچھ ملل ونحل میں نقل کرتے ہیں - وہ بالعموم اس قبیل سے ہے -
کہ جس کو ان میں سے بعض بعض سے نقل کرتا ہے - اور اس میں سے بہت سا حصہ ایسا ہے -
کہ اس میں اس نے منقول عنہم کے اقوال نہیں لکھے اور نقل کرنے میں عموماً اسناد ذکر نہیں کیا -
بلکہ وہ اپنے سے پہلے مصنفین کی کتابوں سے نقل کرتا ہے مثل ابو عیسےٰ وراق کے جو ان
مصنفین میں سے ہے - جو رافضیوں کے لئے تصنیف کرتے ہیں - اور منقول کے حصہ کثیر
میں متہم ہیں - اور مثل ابو یحییٰ اور دیگر شیعہ کے - اور نیز وہ بعض زیدیہ ومعتزلہ کی کتابوں
سے نقل کرتا ہے - جو بہت سے صحابہ میں طعن کرتے ہیں) - حاصل کلام یہ کہ شہرستانی شیعہ
کی طرف میلان ظاہر کرتا ہے - دل سے یا ان کی خوشامد کے لئے - کیونکہ یہ کتاب ملل و
نحل اس نے ایک شیعی رئیس کے لئے تصنیف کی جس کے لئے ولائیت دیوانی تھی - اور
شہرستانی کا مقصود اس کا دل اپنے ہاتھ میں لانا تھا - اسی طرح شہرستانی نے اس
رئیس کے لئے تشیع اور فلسفہ کی طرف میلان کے سبب کتاب المصارعۃ بینہ وبین ابن سینا
تصنیف کی - اس رئیس کا احسن احوال یہ ہے - کہ شیعہ میں سے ہو - اس واسطے شہرستانی
نے اس کتاب میں شیعہ کی طرف داری میں ستم ڈھایا ہے - شہرستانی اپنی دوسری
کتابوں میں مذہب امامیہ کی تردید کرتا ہے - اس سے پایا جاتا ہے - کہ اس نے اس کتاب
میں مصنف لہٗ کی رعایت سے شیعہ کی مداہنت کی ہے - انتہےٰ - اندرین حالت شہرستانی
کی یہ روایت بلا اسناد جس کے ساتھ وہ متفرد ہے کیا وقعت رکھ سکتی ہے -

سوم - بالفرض اگر یہ جملہ حدیث رسول مان بھی لیا جائے - تو اس کے معنے یہ ہوں گے
کہ اسامہ کو تنہا چھوڑنا اور اس مہم سے پہلو تہی کرنا حرام ہے - سو معلوم ہے کہ جب ابو بکر خدمت

امامت پر متعین ہوئے۔ ان سب باتوں سے مستثنیٰ ہو گئے۔ نیز جملہ لعن اللہ من تخلف میں لفظ مَن موافق اصول شیعہ کے عام ہے تو معنے یہ ہوئے کہ مسلمانوں میں کا جو شخص جیش اسامہ سے تخلف کرے اس پر اللہ کی لعنت ہو اس صورت میں نہ صرف ابوبکرؓ و عمرؓ بلکہ حضرت علی اور دیگر صحابہ موجودین سب مورد لعنت ٹھیریں گے پس اب شیعہ جو جواب حضرت علی کی طرف سے دیں وہی جواب ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں اہل سنت وجماعت کی طرف سے سمجھ لیں۔ ہاں اگر شیعہ یہ کہیں کہ یہ وعید و عتاب ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے۔ جو اسامہ کے لشکر کے ساتھ جانے کے لئے متعین تھے۔ تو ہم جواب دیں گے۔ کہ جہزوا جیش اسامۃ (اسامہ کے لشکر کا سامان کرو) صرف متعینان لشکر کی طرف خطاب نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ لشکر اسامہ ہی سے یہ فرمانا کہ لشکر اسامہ کو درست کرو کلام بے معنے ہو جائے گا۔ پس ضرور ہوا کہ یہ خطاب عام ہو۔ جس میں حضرت علی وغیرہ سب شامل ہوں۔

مصنف نے ملل و نحل شہرستانی کے علاوہ آخر شرح مواقف کا بھی حوالہ دیا ہے۔ جو تذییل الکتاب کے عنوان سے لکھا گیا ہے۔ اس تذییل میں یہ عبارت ہے۔ قال الآمدی کان المسلمون عند وفاۃ النبی علیہ السلام علی عقیدۃ واحدۃ وطریقۃ واحدۃ الا من کان یبطن النفاق و یظہر الوفاق ثم نشأ الخلاف فیما بینہم اولا فی امور اجتہادیۃ لا توجب ایمانا ولا کفرا وکان غرضہم منہا اقامۃ مراسم الدین وادامۃ مناہج الشرع القویم وذلک کاختلافہم عند قول النبی فی مرض موتہ ائتونی بقرطاس اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدی حتی قال عمر ان النبی قد غلبہ الوجع حسبنا کتاب اللہ وکثر اللغط فی ذلک حتی قال النبی قوموا عنی لا ینبغی عندی التنازع وکاختلافہم بعد ذلک فی التخلف عن جیش اسامۃ فقال قوم بوجوب الاتباع لقولہ علیہ السلام جہزوا جیش اسامۃ لعن اللہ من تخلف عنہا وقال قوم بالتخلف انتظارا لما یکون من رسول اللہ فی مرضہ الخ۔ ترجمہ۔ آمدی نے کہا کہ پیغمبر علیہ السلام کی وفات کے وقت مسلمان ایک عقیدہ اور ایک طریقہ پر تھے۔ سوائے ان کے جو دل میں نفاق رکھتے اور موافقت ظاہر کرتے تھے پھر ان کے درمیان پہلے امور اجتہادیہ میں اختلاف پیدا ہوا۔ جو نہ موجب ایمان ہیں۔ نہ موجب کفر اور ان امور سے ان کا مقصود مراسم دین کا قائم رکھنا اور شرع قویم کے طریقوں کا باقی رکھنا تھا مثلاً پیغمبر علیہ السلام کی وفات شریف کے وقت ان میں اختلاف ہوا۔ جب کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے فرمایا کہ میرے پاس کاغذ لاؤ - میں تمہیں ایک تحریر لکھ دوں جس سے تم میرے بعد گمراہ نہ ہوگے یہاں تک کہ حضرت عمر نے کہا - کہ پیغمبر علیہ السلام پر درد غالب ہو گیا ہے - ہمارے لئے کتاب اللہ کافی ہے - اور اس بارے میں شور زیادہ ہو گیا - یہاں تک کہ حضور نے فرمایا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ - میرے پاس جھگڑنا مناسب نہیں - اس کے بعد ان کے درمیان لشکر اسامہ سے تخلف کے بارے میں اختلاف ہوا - ایک جماعت نے کہا کہ رسول اللہ کے قول (لشکر اسامہ کا سامان کرو - خدا لعنت کرے اسے جو تخلف کرے) کا اتباع واجب ہے - دوسروں نے کہا - ٹھہر جاؤ - تاکہ دیکھیں کہ مرض میں رسول اللہ کا کیا حال ہوتا ہے - الخ - انتہے - آمدی نے اختلاف کے بیان کرنے میں شہرستانی کا اتباع کیا ہے - ملل و نحل میں جس ترتیب اور جن الفاظ میں یہ اختلافات بیان ہوئے ہیں - آمدی نے وہی ترتیب اور قریباً وہی الفاظ اختیار کئے ہیں - یہ آمدی کون ہیں - بغور سنئے -

حافظ ابن حجر عسقلانی لسان المیزان (مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ - حیدر آباد دکن - جز ثالث صفحہ ۱۳۴) میں ان کا ذکر یوں کرتے ہیں - السیف الآمدی المتکلم علی بن ابی علی صاحب التصانیف - وقد نفی من دمشق لسوء اعتقادہ وصح عنہ انہ کان یترک الصلوٰۃ نسأل اللہ العافیۃ وکان من الاذکیاء مات سنۃ اثنتین وثلاثین وست مائۃ سامحہ اللہ و عفی عنہ انتہے وکان مولد سیف الدولۃ بآمد وقدم بغداد وقرأ القرات وتفقہ لاحمد بن حنبل وسمع من ابی الفتح بن شاتیل وحدث عنہ بغریب الحدیث لابی عبید ثم تحول شافعیا وصحب ابا القاسم بن فضلان واشتغل علیہ فی الخلاف وحفظ طریقۃ الشریف ونظر فی طریقۃ اسعد المیہنی وتفنن فی علم النظر ثم دخل مصر وتصدر بہا لاقراء العقلیات واعاد بمدرسۃ الشافعیؒ ثم قاموا علیہ ونسبوہ للتعطیل وکتبوا محضراً فخرج منہا واستوطن حماۃ وصنف التصانیف ثم تحول الی دمشق ودرس بالعزیزیۃ ثم عزل منہا ومات فی صفر سنۃ احدی وثلاثین وست مائۃ ترجمہ سیف آمدی متکلم علی بن ابی علی صاحب تصانیف - اعتقاد بد کے سبب دمشق سے نکال دیا گیا - اس کی نسبت یہ امر ثابت ہے - کہ وہ نماز چھوڑ دیتا تھا - ہم خدا سے عافیت مانگتے ہیں - اور وہ تیز طبع عالموں میں سے تھا - اس نے ۶۳۲ھ ہجری میں وفات پائی - خدا اس سے درگزر کرے - اور اسے معاف کر دے انتہے - سیف الدولہ کا مولد آمد تھا - وہ بغداد میں آیا اور علم قرائت پڑھا - اور احمد بن حنبل کی فقہ پڑھی - اور ابوالفتح بن شاتیل سے حدیثیں سنیں - اور اس سے غریب الحدیث لابی عبید کی روایت

کی۔ پھر وہ شافعی ہوگیا۔ اور ابوالقاسم بن فضلان کی صحبت میں رہا۔ اور اس سے علم مناظرہ پڑھتا رہا
اور اس کا طریق سیکھا۔ اور اسعد میہنی کے طریقہ میں نظر کی اور علم نظر میں ماہر ہوگیا۔ پھر وہ مصر میں داخل
ہوا۔ اور وہاں معقولات کی تعلیم کے لئے صدر نشین بنا۔ اور مدرسہ شافعی میں لوٹ آیا۔ پھر اہل مصر
اس کے خلاف اکھٹے ہو گئے۔ اور اس کو تعطیلؔ سے منسوب کیا۔ اور ایک محضر لکھا۔ لہٰذا وہاں سے
نکل گیا۔ اور حماہ میں جا آباد ہوا۔ اور بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ پھر دمشق کو چلا گیا۔ اور مدرسہ
عزیزیہ میں مدرس بن گیا۔ پھر وہاں سے بھی معزول ہوگیا۔ اور اس نے ۶۳۱ھ ہجری میں وفات
پائی۔ انتہے۔ کیا آمدی جیسے بد اعتقاد شخص کی روایت بلا اسناد مقام حجت میں پیش ہونے
کے قابل ہو سکتی ہے؟ ہر گز نہیں۔

قال السید امداد امام۔

یوں تو قصہ خلافت کا سقیفہ ہی میں طے پا گیا۔ مگر بنی ہاشم وہاں نہ تھے۔ اس لئے بنی ہاشم
کی طرف سے اہل سقیفہ کو پورے طور پر اندیشہ لگا ہوا تھا۔ مگر چونکہ ان کے سردار علی ابن ابی طالب
کسی سخت کارروائی کی طرف متوجہ نہیں معلوم ہوئے۔ جس کا اصل سبب یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اپنی
رحلت کے قریب حضرت رسول اللہ نے آپ کو سمجھا دیا تھا۔ کہ میرے بعد تم فوری طور پر اپنے مخالفین
کے مقابلہ میں تلوار نہ کھینچنا تاکہ اسلام جو اس وقت ایک ابتدائی حالت میں تھا برباد نہ ہو جائے۔ بنی
ہاشم بھی بہ تبعیت علیؑ خاموش ہو رہے۔ اس پر بھی یہ بات اہل سقیفہ کی طرف سے مناسب سمجھی گئی۔
کہ علی سے بیعت لی جائے چنانچہ حضرت عمر ابن الخطاب علیؑ کے پاس گئے۔ اور علیؑ کو حضرت ابوبکر
کے حضور میں لے آئے۔ اس جلسہ میں علیؑ نے حضرت ابوبکر سے یہ کہا کہ آپ نے انصار کو یہ کہہ کر
کہ حدیث نبوی کی رو سے شخص قریش کو خلیفہ ہونا چاہیئے۔ انصار سے حصول حق فرمایا۔ اب آپ
سے میں طالب داد ہوتا ہوں۔ کہ جو داد آپ نے انصار سے پائی ہے۔ وہی داد اب آپ مجھے
دیجئے۔ میں قریش ہوں۔ ہاشمی ہوں۔ برادر رسول اللہ ہوں۔ داماد رسول اللہ ہوں۔ وغیرہ وغیرہ
(دیکھو روضۃ الاحباب جلد دوم صفحہ ۳۳ - و ۳۴) اس کا جواب ہی کیا تھا جو اہل خلافت کی
طرف سے ملتا۔ بہر حال جب علیؑ سے بیعت کے لئے ارشاد کیا گیا۔ تو علیؑ نے بیعت نہیں کی۔
اہلسنت کہتے ہیں۔ کہ علیؑ نے بی بی فاطمہؑ کے رحلت کے بعد بیعت کی (دیکھو صحیح مسلم صفحہ ۱۲۵)

ؔ خدا کو بے کار سمجھنا۔ اور اس کی صفات کی نفی کرنا ۱۲۔

مگر شیعہ بیعت سے تامتر انکار رکھتے ہیں۔ راقم کو حضرت علیؑ کے تمام معاملات ملکی و مالی و اخلاقی پر نظر غور ڈالنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ نے حضرت فاطمہ کی رحلت کے بعد بھی حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت خلافت یا اور کسی قسم کی بیعت نہیں کی کس واسطے کہ آپ سچے اور نہائیت صاف دل آدمی تھے۔ مصباح الظلم صفحہ ۷ - ۸

اقول

جس خلافت کا تصفیہ سقیفہ میں ہوا۔ وہ خلافت نبوت تھی۔ کوئی دنیوی خلافت نہ تھی۔ کہ اس میں قرابت یا دامادی کو دخل ہوتا۔ اگر قرابت کا لحاظ ہوتا۔ تو حضرت عباس و امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہما احق بالخلافہ ہوتے۔ حسب بیان اصول کافی حضرت امیر کے لئے وصیت نامہ آسمانی میں صبر کی وصیت درج تھی۔ مگر موسے مرتضےٰ نے اس وصیت کے خلاف کیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو گدھے پر سوار کر کے تین رات مہاجرین و انصار میں سے ہر ایک کے دروازے پر جاتے رہے۔ جب کافی مدد نہ ملی۔ تو حضرت صدیق اکبر کی بیعت کر لی جیسا کہ پہلے آچکا ہے۔ وقت بیعت کی نسبت کئی روائتیں ہیں۔ یہاں ہمیں ان روایات میں وجہ تطبیق یا ترجیح سے بحث نہیں۔ مقصود صرف یہ ہے۔ کہ حضرت امیرؑ نے بیعت کی۔ خواہ کسی وقت ہو۔ دیکھو عبارات ذیل :۔

(۱) کتاب سلیم بن قیس ہلالی میں جو اصحاب امیرؑ میں سے تھا بروایت سلمان فارسی پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ کہ حضرت امیر علیہ السلام نے اپنے معاونین کی قلت کے سبب وفات شریف سے تین روز کے بعد بیعت کی۔ کتاب کے الفاظ یہ ہیں۔ ثم تناول ید ابی بکر فبایعہ (پھر حضرت امیر نے ابو بکر کا ہاتھ پکڑا۔ اور آپ کی بیعت کی)۔

(۲) امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ جاؤا بامیر المومنین علیہ السلام مکرھا فبایع (کتاب الروضۃ صفحہ ۱۱۵ - رجال کشی صفحہ ۴) ترجمہ۔ وہ امیر المومنین علیہ السلام کو زبردستی لے آئے۔ پس آپ نے بیعت کی۔ انتہے۔

(۳) امام محمد باقر علیہ السلام کا بیان ہے۔ کتم علی علیہ السلام امرہ و بایع مکرھا حیث لم یجد اعوانا (کتاب الروضہ صفحہ ۱۲۹) ترجمہ۔ علی علیہ السلام نے اپنا امر پوشیدہ رکھا۔ اور بحالت مجبوری بیعت کی جب آپ کو مددگار نہ ملے۔ انتہے :۔

روایات مذکورہ بالا سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت امیرؑ نے بیعت کی۔ مگر یہ کہنا کہ یہ بیعت بجبر و اکراہ تھی درست نہیں۔ اس لئے کہ حضرت امیر علیہ السلام کی شجاعت و قوت اس درجہ کی تھی۔ کہ حضرات شیخین تو کیا آپ تمام دنیا کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ علاوہ ازیں اوپر آچکا ہے۔ کہ حضرت امیرؑ نے بطیب خاطر خلافت ثلاثہ کو تسلیم کر لیا تھا۔ اگر شیخین سے کچھ شکایت تھی۔ تو بخوشی معاف فرما دیا تھا۔ ان روایات سے پایا جاتا ہے۔ کہ حضرت امیرؑ نے جناب رسالت مآب علیہ الوف التحیۃ والصلوٰۃ کی وفات شریف کے بعد ہی حضرت صدیق اکبر کی بیعت کر لی تھی۔ اگر ۶ ماہ والی روایت کی ترجیح تسلیم کر لی جائے۔ تو اس تاخیر کا باعث یہ نہ تھا۔ کہ حضرت مولٰے مرتضٰے صدیق اکبرؓ کی بیعت پر راضی نہ تھے۔ بلکہ اس کی وجہ وہی تھی جو خود حضرت امیرؑ نے صدیق اکبر سے بدین الفاظ بیان فرمائی تھی۔ انا قد عرفنا فضلك وما اعطاك الله ولم ننفس عليك خيرا ساقه الله اليك ولكنك استبددت علينا بالامر وكنا نرى لقرابتنا من رسول الله صلے الله عليه وسلم نصيبا حتى فاضت عينا ابى بكر۔ (صحیح بخاری مطبوعہ مصر۔ جز ثالث صفحہ ۳۵) ترجمہ۔ بے شک ہم آپ کی فضیلت کو اور جو کچھ خدا نے آپ کو عطا کیا ہے۔ اس کو پہچانتے ہیں۔ اور آپ کی خلافت پر جو خدا نے آپ کو عطا کی ہے۔ حسد نہیں کرتے۔ لیکن آپ نے امر خلافت میں ہم سے مشورہ نہیں لیا۔ حالانکہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے قرابت کے سبب مشاورت میں اپنا حصہ سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ ابو بکر کے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ انتہٰے۔

قال السیّد امداد امام

یہاں پر مجھے اس سے کوئی بحث نہیں ہے۔ کہ خلافت حق طور پر قائم ہوئی یا نہیں۔ یہاں پر صرف یہ دیکھنا ہے۔ کہ اس خلافت کا اثر آل محمدؐ پر کیا ہوا؟ فوری اثر تو یہ ہوا کہ بنی ہاشم سے حکومت دور ہو گئی۔ جس کے باعث جو منزلت آل محمدؐ کی عہد رسول خدا میں تھی باقی نہ رہی۔ میری دانست میں آل محمدؐ کے ظاہری تنزل کی فعلی ابتدا یہیں سے ہوتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ ہم دکھلا سکیں گے۔ کہ آل محمدؐ کی بے توقیریاں بڑھتے بڑھتے اس درجہ تک پہنچ گئیں کہ کربلا کی بے ادبیوں کے بعد اہل حرم دمشق کے کوچہ و بازار میں بڑی بے رحمی کے ساتھ تشہیر کئے گئے اور اس کے بعد بھی خون ائمہ خاندان پیغمبرؐ کا ہوتا رہا۔ اور سادات کشیاں بڑی کشادہ پیشانی کے ساتھ ہوتی رہیں۔ مصباح الظلم صفحہ ۸ - ۹ *

اقول

از روئے آیہ استخلاف خلافت جس ترتیب سے وقوع میں آئی ہے وہی حق ہے۔ اس سے نبوت کی تاکید اور رسالت کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ ترتیب خلاف قیاس و معقول واقع ہوئی ہے۔ تاکہ نبوت کا التباس ملک کے ساتھ نہ ہو جائے۔ اور جانشینی میں بادشاہوں کا طریق نہ برتا جائے۔ جو اپنے بیٹوں اور گھر والوں کو اپنا جانشین بناتے ہیں۔ جیسا کہ اس کتاب کے حصہ اوّل میں مذکور ہوا۔ چونکہ مصنف اس نکتہ سے ناآشنا ہے۔ اس لئے اس ترتیب کو اہلبیت کی دنیوی تنزل کا ایک سبب بتا رہا ہے۔ آل محمدؐ کے ساتھ خلفائے ثلاثہ کا سلوک قابل تحسین رہا ہے۔ جب حضرت علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ نے اپنی بیعت کی تاخیر کا سبب بیان کیا۔ تو صدیق اکبر نے فرمایا۔ والذی نفسی بیدہ لقرابۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم احب الی ان اصل من قرابتی (صحیح بخاری۔ مطبوعہ مصر۔ جزثالث۔ صفحہ ۳۵) یعنے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میرے نزدیک اپنے خویش و اقرباء کی نسبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خویش و اقربا سے محبت و سلوک رکھنا پسندیدہ تر ہے۔ انتہےٰ۔ ۱۵ھ میں جب حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ وظائف مقرر کرنے لگے تو حضرت علی و عبدالرحمٰن بن عوف رضے اللہ تعالےٰ عنہما نے عرض کیا کہ پہلے آپ اپنی ذات خاص کے واسطے مقرر کر لیں۔ یہ سن کر حضرت فاروق اعظم نے فرمایا۔ لا بل ابدأ بعم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ثم الاقرب فالاقرب۔ یعنے میں اپنی ذات سے شروع نہیں کرتا۔ بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا سے شروع کرتا ہوں بعد ازاں الاقرب فالاقرب پر عمل ہوگا۔ چنانچہ حضرت عباس کا وظیفہ پچیس ہزار اور حضرات حسنین میں سے ہر ایک کو بدری اصحاب کے برابر پانچ پانچ ہزار اور ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کے لئے دس دس ہزار مقرر کیا۔ اور اپنے واسطے محض قوت لایموت پسند کیا۔ (کامل ابن اثیر) خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے اہلبیت کے ساتھ جو نیک سلوک کیا۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ اہل بیت کی اس توقیر پر غور کیجئے۔ کہ عبدالملک بن مروان کی خلافت میں ان کا صاحبزادہ ہشام حج کے لئے شام سے بیت اللہ شریف میں آتا ہے۔ مگر کثرت ہجوم کے سبب حجر اسود تک پہنچنے نہیں پاتا۔ اور عاجز آکر ایک کرسی پر بیٹھا ہوا یہ نظارہ دیکھ رہا ہے۔ کہ اتنے میں حضرت امام زین العابدین تشریف لاتے ہیں۔ لوگ

دیکھتے ہی راستہ چھوڑ دیتے ہیں۔ اور آپ حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں۔ شامیوں میں سے ایک
شخص حیران ہو کر ہشام سے پوچھتا ہے۔ کہ یہ کون ہیں۔ ہشام اس خیال سے کہ مبادا اہل شام
امام زین العابدین کی امارت میں رغبت کریں۔ جواب دیتا ہے۔ کہ میں ان کو نہیں جانتا۔ فرزدق
شاعر جو اس موقع پر حاضر ہے۔ آگے بڑھکر جواب دیتا ہے۔ کہ میں ان کو جانتا ہوں۔ وہ شامی
کہتا ہے۔ کہ بتائیے۔ اس پر فرزدق حضرت امام کی مدح میں ایک فی البدیہ قصیدہ پڑھتا ہے
جو کتب فریقین میں موجود ہے۔ اس کے ساتھ ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ بنو امیہ میں سے
بعض نے آل محمدؐ پر بڑا تشدد کیا ہے۔ مگر سب سے زیادہ تشدد خود شیعہ نے کیا ہے۔ حضرت
امیر علیہ السلام کی نافرمانی کرنے والے اور ان کے قاتل کون تھے؟ امام حسینؓ کو شہید کرنے
والے کون تھے؟ دیگر ائمہ اہل بیت کی تذلیل و توہین کرنے والے کون تھے؟ ان سب
سوالوں کا جواب یہی ہے کہ شیعہ تھے۔ طرفہ یہ کہ قدماء و اکابر شیعہ امام حسین کو قتل کرنے کے
بعد بھی شیعہ کے فرقہ ناجیہ اور محبان اہل بیت کے زمرہ میں شامل کر لئے گئے۔ چنانچہ شیعہ
کے شہید ثالث نے مجالس المومنین میں یہ عبارت لکھی ہے سلیمان بن صرد خزاعی ساکن
کوفہ است و سبب خروج او بر بنی امیہ آن بود کہ چون طائفہ کوفیان با مسلم بیعت کردہ نقض
عہد کردند و نوبت بشہادت امام حسین رسانیدند۔ سلیمان بعد از چند ماہ متنبہ شدہ انگشت
حسرت بدندان گرفتہ بر خود نفرین مے کرد کہ خسران دنیا و آخرت نصیب ما شد کہ بعد از
آنکہ امیر المومنین حسین را طلب داشتیم تیغ بر روئے او کشیدیم تا از بے وفائی ما رسید
باو آنچہ رسید و روساء این جماعت پنج نفر بودند۔ سلیمان بن صرد خزاعی و مسیب بن نجبہ
و عبداللہ بن سعد و عبداللہ بن وال و رفاعہ بن شداد و این پنج کس از معارف اصحاب
امیر المومنینؑ بودند و چون عزیمت ایشان بطلب خون امام حسین تصمیم یافت۔ جمعے کثیر در سرائے
سلیمان بن صرد خزاعی جمع آمدند و مسیب بن نجبہ کہ مصحوب عمر سعد بکربلا رفتہ بود آغاز سخن
کردہ گفتند خدا تعالٰے ما را بطول عمر مبتلا گردانید تا در انواع فتنہ ہا افتادیم۔ و بامور ناشائستہ
متہم گشتیم۔ اکنوں از اعمال سیئہ خویش نادم گشتہ مے خواہیم کہ دست در دامن توبہ و انابت
زنیم شاید کہ خداوند عز و علا توبہ ما را قبول کردہ بما رحمت کند و ہر کس از آن جماعت کہ بکربلا رفتہ
بودند عذرے مے گفتند سلیمان بن صرد گفت۔ ہیچ چارہ نمے دانیم۔ جز آنکہ خود را در عرضہ
تیغ آوریم چنانچہ بسیارے از بنی اسرائیل تیغ در یک دیگر نہادند قال اللہ تعالٰے انکم

ظلمتم انفسکم الآیۃ و مجموع شیعہ بزانوے استغفار در آمدہ گفتند مصلحت آن است کہ شمشیر ہا را از نیام بیرون کردہ سنا ہنا راست کنیم و جہان را از لوث دشمنان آل محمدؐ پاک گردانیم الخ۔ اب اگر یہ عذر پیش کیا جائے گا۔ کہ قاتلان امام کی توبہ قبول نہیں ہوتی ہے۔ تو اس شبہ کو علاوہ دیگر مباحث کے عیون اخبار الرضا کی حدیث سے ہم رفع کئے دیتے ہیں۔ حیث روی الصدوق باسنادہ سمع الرضا بعض اصحابہ یقول لعن اللہ من حارب امیر المومنینؑ فقال لہ قل الا من تاب واصلح ثم قال ذنب من تخلف عنہ ولم یتب اعظم من ذنب من قاتلہ وتاب۔ انتہٰی بلفظہ (تنقیح المسائل صفحہ ۱۶۳) مقتل ابو مخنف میں بروایت ابن طاؤس لکھا ہے۔ کہ جب اہل حرم اسیر ہو کر نکلے۔ تو شیعان محاربین امام نوحہ و زاری کرنے لگے۔ اور ماتم امام میں لباس سیاہ پہنا۔ تب اہل حرم نے فرمایا۔ کہ جب یہ لوگ ماتم امام کرتے ہیں۔ تو قاتل کون ہے۔ (تنقیح المسائل للمولوی علی بخش حاشیہ صفحہ ۱۶۴)۔ دمشق میں یزید نے آل محمدؐ کے ساتھ جو سلوک کیا۔ وہ بحوالہ حق الیقین پہلے بیان ہو چکا ہے۔ یہاں بغرض مزید توضیح تنقیح المسائل صفحہ ۱۶۴ تا ۱۶۶ کی عبارت نقل کی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ اب دیکھئے یزید کے ساتھ اخلاص و محبت پیدا کرنا امام سجاد کا اور یزید کی بیعت کر لینی اور دیت خون امام کی لے لینی اور باہم عہد و پیمان محبت کا قائم ہونا اور قتل امام حسین سے تبرا کرنا یزید کا کس دھوم دھام سے محدثین شیعہ نے بیان کیا ہے۔ کہ اس کو محمول بر تقیہ بھی نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ بعد خروج بجہاد جب امام حسینؑ و اعوان و انصار کا تقیہ ممنوع تھا۔ تو امام سجاد علیہ السلام کا بھی بعد خروج بجہاد کے بسبب داخل اعوان امام ہونے کے تقیہ کیوں جائز ہوگا۔ لامحالہ یزید کے جوائز لینے اور دعوتیں کھانے اور اخلاص بڑھانے سے امام سجاد نے اطاعت کی۔ اسی لئے مدینہ میں بیعت بھی کی ہوگی۔ اور جب یزید کو پاک صاف ٹھہرا دیا۔ تو شاید نماز عقیلہ بعد مغرب حضرات امامیہ اسی کے طفیل میں بامید ثواب پڑھا کرتے ہوں گے۔ کہ علی المشہور امام سجاد نے یزید کو تعلیم کی تھی۔ چونکہ اس سے مجھ کو اس مقام میں بحث اور حجت نہیں ہے۔ لہٰذا دیگر روایات پر قناعت کرتا ہوں۔ باقر مجلسی جلاء العیون

ع صدوق نے اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی کہ امام رضا نے اپنے اصحاب میں سے بعض کو یہ کہتے سنا۔ خدا لعنت کرے اس کو جس نے امیر المومنین سے جنگ کیا۔ اس پر امام نے اس سے کہا کہ کہہ سوائے اس کے جس نے توبہ کی اور نیکی کی۔ پھر فرمایا جس شخص نے حضرت امیرؑ سے تخلف کیا۔ اور توبہ نہ کی اس کا گناہ بڑا ہے۔ اس شخص کے گناہ سے جس نے حضرت سے قتال کیا اور توبہ کی ۱۲

میں لکھتے ہیں۔ یزید گفت اے ہند تو نوحہ وزاری بکن بر فرزند رسول خدا و بزرگ قریش کہ ابن زیاد لعین در امر او تعجیل کرد و من راضی بکشتن او نبودم۔ پس اہل بیت را در خانہ او جائے داد و ہر چاشت وشام حضرت امام زین العابدین را بر سر خوان خود مے طلبید۔ ایضاً فیہ۔ یزید چون این جواب را شنید طمانچہ بر روئے خود زد و گریست و گفت مرا بقتل حسین چہ کار است۔ ایضاً فیہ۔ روز ہشتم یزید اہل بیت را طلبید و نوازش و عذر خواہی کرد و تکلیف بماندن شام کرد چون قبول نکردند۔ محملہائے مزین برائے ایشان ترتیب داد و اموال برائے خرچ ایشان حاضر کرد و گفت اینہا عوض آن است کہ نسبت بشما واقع شدہ۔ ایضاً فیہ۔ و بروایت شیخ مفید و دیگران یزید نعمان بن بشیر را کہ از صحابہ رسول صلعم بود طلبید و گفت۔ مردے را کہ بصلاح و سداد و امانت و دیانت موصوف باشد با ایشان ہمراہ کن۔ الخ۔ ایضاً فیہ۔ یزید گفت خدا لعنت کند ابن مرجانہ را بخدا سوگند کہ اگر من بجائے او مے بودم امام حسین ہر چہ از من طلب مے کرد۔ اجابت مے کردم۔ و بکشتن او راضی نمے شدم۔ باید کہ ہمیشہ نامہ ہائے تو بمن رسد و ہر حاجت کہ داشتہ باشی از من طلب نما۔ کہ باجابت مقرون است۔ پس آن مردے را کہ برائے حراست و رفاقت ایشان مقرر شدہ بود۔ طلبید و سفارش بسیار در باب رعایت ایشان نمود۔ ایضاً فیہ۔ کلینی بسند حسن از حضرت امام محمد باقر روایت کردہ است۔ کہ چون یزید بہارادے حج بمدینہ آمد حضرت امام زین العابدین بیعت یزید کردند و یزید گفت کہ خود را حفظ کردی و از شرافت و بزرگی تو چیزے کم نشد۔ فقط۔ بعد نقل روایت کے مجلسی فرماتے ہیں۔ مے تواند بود کہ مسلم ابن عقبہ از جانب آن لعین آمدہ بود و چنین بیعت گرفتہ باشد۔ چنانچہ بر راویان اشتباہے شدہ باشد۔ فقط۔ اور طبرسی نے احتجاج میں روایت کی ہے۔ ....

احتجاج علی بن الحسین علی یزید قال لہ علی بن الحسین یا یزید بلغنی انک ترید قتلی فان کنت لابد قاتلی فوجہ مع ہؤلاء والنسوۃ من یردھن الی حرم رسول اللہ صلعم فقال لہ یزید لا یؤدیھن غیرک لعن اللہ ابن مرجانۃ فواللہ ما امرتہ بقتل ابیک ولو کنت متوالیا لقتالہ ماقتلتہ ثم احسن جائزتہ وحملہ والناس الی المدینۃ بلفظہ۔ تنبیہ۔ بعد تشریف لے جانے امام سجاد کے کوفہ سے مدینہ منورہ کو ارتباط و محبت یزید کا یہاں تک مستحکم رہا کہ جب مسلم بن عقبہ کو یزید نے مدینہ طیبہ میں بھیجا۔ تو درباره حفاظت و لحاظ و پاس امام کے یزید نے کمال تاکید کردی مجلد یازدہم۔ بحار الانوار میں جو حدیث مشعر بیان اس قصہ کے ہے۔ دیکھ لیجئے۔ اس میں

صاف یہ عبارت ہے۔ وانتظر علی بن الحسین فاکفف عنه واستوص له خیرا۔ الخ۔ اسی حدیث میں جو عبارت ثم اتی مروان بعلی بن الحسین ممشی بین مروان وابنه عبد الملک حتے جلس بینهما عنده سے آخر تک ہے۔ اور قدح شراب کا ذکر ہے۔ ذرا اس کو بھی ملاحظہ کر کے نتائج کو سوچ لیجئے۔ والعاقل تکفیه الاشارة۔ اور محمد بن حنفیہ کا خدمت یزید میں جانا اور مال کثیر حاصل کرنا اور خود یزید کے ہاتھ پر بیعت بلا اکراہ کرنا اور امیر المومنین یزید کو کہنا مزید بر آں ہے۔ کما فی البحار۔ اب منصف مزاج امامیہ میں اگر کوئی ہو۔ تو انصاف سے کہہ دے کہ جب طلب کرنے والے اور قتل کرنے والے اور پھر رونے والے اور پھر توبہ کرنے والے حضرات شیعہ ہیں۔ تو کس منہ سے دبیر و انیس کے مرثیے پڑھکر محبان امام حسینؑ بنتے ہیں۔ اور جب یزید کے وہ حالات بیان کر رہے ہیں۔ جو زبان باقر مجلسی سے کسی قدر ہم نے لکھے۔ تو غزالی و ابن عمر پر طعن کرنا کیا تعصب ہے۔ فافهم انتہے۔ بلفظہ۔

قال السید امداد امام

معاملۂ فدک

خلافت کے قائم ہونے کے تھوڑے ہی روز کے بعد بی بی فاطمہؑ کو دار القضا میں فدک کے مقدمہ کی تقریب سے جانا پڑا۔ جاننا چاہیئے کہ فدک صوبہ حجاز کا ایک ایسا علاقہ ہے۔ جو مدینہ سے دو تین روز کی راہ پر واقع ہے۔ صاحب صراح لکھتے ہیں۔ کہ فدک خیبر کا علاقہ ہے واضح ہو کہ خیبر داخل حجاز ہے۔ پس اس رو سے فدک کا علاقہ حجاز ہونا نہایت درست ہے پہلے یہ علاقہ کفار خیبر کی ملک تھا۔ مگر ان سے مصالحہ کے بعد رسول اللہ کے قبضہ میں چلا آیا اور رسول اللہ کا خالصہ قرار پایا۔ شرح ابن الحدید۔ جلد ۲ صفحہ ۲۹۲ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت ابو بکر کو فدک کے مال نبی ہونے سے انکار تھا۔ مگر جمیع مفسرین کہتے ہیں۔ کہ فدک رسول اللہ کا مال تھا۔ اور حقیقت حال بھی یہی ہے۔ کہ یہ ایسا ہی تھا۔ آخر اتفاق مفسرین بھی کوئی شے ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو جمیع مفسرین کے اتفاق کی کیا صورت ہوتی۔ بہر حال یہ ایک نہایت آباد اور زرخیز علاقہ تھا۔ اس میں چشمے اور باغات وغیرہ بہت تھے۔ اور جناب رسول اللہ کو اس سے ایک اچھی صورت آمدنی کی تھی۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ رسولؐ مقبول امیروں

کی طرح زندگی بسر نہیں کرتے تھے۔ مگر اس کی وافر آمدنی سے محتاجوں کے بہت سے کام نکلتے تھے رسول اللہ نے اپنے حین حیات اس علاقہ کو بحکم قرآنی وآت ذالقربیٰ حقہ حضرت بی بی یعنے صاحب زادی صاحبہ صلوٰت اللہ علیہا وابیہا کو ہبہ کر دیا تھا۔ اس رو سے حضرت سیدہ اس علاقہ پر قابض تھیں۔ تفسیر درمنثور سیوطی کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب فدک کا علاقہ از روئے مصالحہ کے رسول اللہ کے قبضہ میں آیا۔ تب جبرئیل علیہ السلام یہ آیت بالا لے کر نازل ہوئے۔ اور رسول اللہ سے عرض کی کہ فدک کو اپنے عزیزوں کو دے دیجئے۔ آنحضرت نے پوچھا کہ عزیز کون۔ جبرئیل نے کہا کہ فاطمہؑ وحسنؑ وحسینؑ۔ جناب رسالت مآب نے حکم خدا کی تعمیل کی۔ اور فدک کو تحریر ہبہ کے ذریعہ سے جناب فاطمہؑ کے قبضہ میں دے دیا (دیکھو معارج النبوۃ۔ رکن ۴ صفحہ ۲۲۱ وحبیب السیر وروضۃ الصفا صفحہ ۱۳۵۔ جلد ۲) مگر جب خلافت حضرت ابوبکر پر قرار پائی۔ تو خلیفہ صاحب نے اسے ضبط کر لیا۔ کتب بالا کے معائنہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ فدک کی ضبطی کے وقت فدک حضرت سیدہ کے قبضہ میں تھا۔ جواہر العقدین کی روایت کے الفاظ سے بھی صاف صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ کہ قبضہ حضرت سیدہ سے فدک لیا گیا۔ بہر حال جب دار القضا میں حضرت سیدہ نے اس بے دخلی کی نسبت یہ جتلایا کہ میرے والد ماجد نے مجھے علاقہ ہبہ کر دیا ہے تو حضرت ابوبکر جو فطرتاً ایک نیک مزاج آدمی تھے۔ نہایت آشتی سے بولے کہ میرا یہ گمان تھا۔ کہ آپ میراث کی حیثیت سے اس کی دعوے دار ہوئی ہیں۔ درحالے کہ قول رسول اللہ کا یہ ہے۔ کہ نحن معشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا لا صدقۃ۔ یعنے ہم گروہ انبیا میں وراثت کوئی شے نہیں ہے۔ ہم جو ترکہ چھوڑ جاتے ہیں۔ صدقہ کا حکم رکھتا ہے۔ مگر ایسی صورت میں کہ تمہارے باپ تم کو یہ علاقہ اپنی حیات میں ہبہ کے طور پر دے گئے ہیں۔ تمہارا قبضہ اس پر ناجائز نہیں قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ کہ کر حضرت خلیفہ ردّ فدک کے بارے میں کوئی تحریری حکم دینا چاہتے تھے کہ حضرت عمر نے حضرت خلیفہ کو ایسی تحریر سے منع کیا۔ اور یہ ارشاد فرمایا کہ فاطمہؑ ایک عورت سے زیادہ نہیں ہے۔ یعنے جس طرح سب عورتیں ہیں۔ فاطمہؑ بھی ایک عورت ہے۔ اس سے گواہ طلب کیجئے۔ اس پر حضرت بی بی نے اپنے شوہر حضرت علی اور ام ایمن اور اسما بنت عمیس کو گواہی میں پیش کیا۔ ان اشخاص کی گواہی پر حضرت خلیفہ نے ردّ فدک کا تحریری حکم صادر فرمایا۔ جب اس کی خبر حضرت عمر کو ہوئی۔ آپ نے حضرت خلیفہ کے ہاتھ سے اس تحریری حکم کو چھین کر چاک کر ڈالا (دیکھو شرح ابن الحدید۔ جلد ۲۔ صفحہ ۳۰۵) اور یہ فرمایا کہ فاطمہؑ علیؑ کی زوجہ ہے۔ علیؑ کی گواہی کیونکر

قابل پذیرائی ہو سکتی ہے۔ علی جب کہیں گے۔ تو اپنے نفع کی کہیں گے۔ باقی رہیں وہ عورتیں ان کی گواہی ناکافی متصور ہے۔ جب حضرت سیدہ نے حضرت عمر کی یہ تقریر سنی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اے صاحبو! آپ رسول اللہ سے سن چکے ہیں۔ کہ یہ دونوں بیبیاں اہل جنت سے ہیں۔ پس ان سے دروغ گوئی عمل میں نہیں ہو سکتی ہے۔ لیکن حضرت سیدہ کا یہ جواب پذیرا نہ ہوا۔ فدک آپ سے لے لیا گیا۔ اس وقت حضرت سیدہ نے ان لفظوں میں فریاد کی کہ وا ابتاہ واحمداہ اور اس کے بعد آپ اپنے گھر کو واپس گئیں۔ مصباح الظلم صفحہ ۲۰-۲۱۔

اقول

صراح میں ہے۔ فدک بفتحتین نام دیہے از خیبر۔ یعنے فدک بفتحتین خیبر کا ایک گاؤں ہے قاموس اور منتخب میں بھی اس طرح ہے۔ مصباح اللغۃ میں ہے۔ کہ وہ ایک شہر ہے جو مدینہ سے دو روز کی راہ ہے۔ اور خیبر سے ایک منزل۔ معجم البلدان یاقوت حموی میں ہے۔ کہ فدک ایک گاؤں ہے۔ حجاز میں مدینہ سے دو دن کی راہ اور بعض روایت میں تین دن کی راہ۔ ان عبارتوں سے ظاہر ہے۔ کہ اہلسنت کے نزدیک فدک ایک گاؤں یا زیادہ سے زیادہ ایک شہر کا نام ہے۔ مگر اہل تشیع اسے گاؤں کیا بلکہ ایک بڑا صوبہ یا ملک قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا۔

مصنف کی طرح تمام شیعہ یہی کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فدک حضرت فاطمۃ الزہرا کو ہبہ کر دیا تھا۔ چنانچہ علامہ میثم بحرانی شارح نہج البلاغہ قول امیر علی کانت فی ایدینا فدك کے تحت میں لکھتا ہے۔ ثم المشهور بين الشيعة والمتفق عليه عندهم ان رسول الله اعطاها فاطمة۔ یعنے شیعہ کے درمیان مشہور اور ان کے ہاں متفق علیہ یہ امر ہے۔ کہ رسول اللہ نے فدک فاطمہ کو عطا کر دیا تھا۔ انتہے۔ علمائے امامیہ اس کے ثبوت میں روایات ذیل پیش کرتے ہیں۔ جن کو وہ سنیوں کی روائتیں کہتے ہیں۔ (آیات بینات)۔

(۱) شیعہ کا ثقۃ الاسلام علی بن طاؤس حلی اپنی کتاب طرائف فی معرفۃ مذاہب الطوائف میں لکھتا ہے۔ ومن طريف مناقضاتهم ما رووه في كتبهم الصحيحة عندهم بوجبا لهم عن مشائخهم حتى استند ولاه عن سيد الحفاظ ابن مردويه قال اخبرنا محي السنة ابو الفتح عبدوس بن عبد الله الهمداني اجازة قال حدثنا القاضي ابو نصر شعيب بن علي قال

حدثنا موسے بن سعید قال حدثنا الولید بن علی قال حدثنا عباد بن یعقوب قال حدثنا علی بن عباس عن فضیل عن عطیة عن ابی سعید قال لما نزلت آیة وآت ذا القربے حقه دعا رسول اللہ فاطمہؓ فاعطاھا فدك۔ ترجمہ۔ اور سنیوں کے عجیب مناقضات میں سے وہ روائیت ہے۔ جس کو انہوں نے اپنی صحیح کتابوں میں اپنے مشایخ سے روائیت کیا ہے۔ یہاں تک کہ سید الحفاظ ابن مردویہ کی سند سے یوں روائیت ہے۔ کہ کہا ابن مردویہ نے۔ کہ خبر دی ہم کو محی السنہ ابو الفتح عبدوس بن عبد اللہ ہمدانی نے اجازۃً کہ حدیث کی ہم سے قاضی ابو نصر شعیب بن علی نے کہ حدیث کی ہم سے موسے بن سعید نے کہ حدیث کی ہم سے ولید بن علی نے کہ حدیث کی ہم سے عباد بن یعقوب نے کہ حدیث کی ہم سے علی بن عباس نے فضیل سے۔ فضیل نے عطیہ سے۔ عطیہ نے ابو سعید سے۔ کہا ابو سعید نے کہ جب آیہ وآت ذا القربے حقه نازل ہوئی۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ علیہا السلام کو بلایا۔ اور فدک انہیں دے دیا۔ انتہے۔

(۲) شیعہ کا علامہ طبرسی تفسیر مجمع البیان میں آیہ وآت ذا القربے حقه کے تحت میں لکھتا ہے۔ اخبرنا السید ابو حمید مھدی بن نزار الحسنی قراءۃ قال حدثنا الحاکم ابو القاسم بن عبد اللہ الحسکانی قال حدثنا الحاکم الوالد ابو محمد قال حدثنا عمر بن احمد بن عثمان ببغداد شفاھا قال اخبرنی عمر بن الحسین بن علی بن مالك قال حدثنا جعفر بن محمد الاحمسی قال حدثنا حسن بن حسین قال حدثنا ابو معمر بن سعید جیثم وابو علی القاسم الکندی ویحیی بن یعلی وعلی بن مسھر عن فضیل بن مرزوق عن عطیة الکوفی عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت قوله وآت ذا القربے حقه اعطی رسول اللہ فاطمة فدك۔ ترجمہ۔ خبر دی ہم کو سید ابو حمید مہدی بن نزار حسنی نے قراءۃً کہ حدیث کی ہم سے حاکم ابو القاسم بن عبد اللہ حسکانی نے کہ حدیث کی ہم سے حاکم والد ابو محمد نے کہ حدیث کی ہم سے عمر بن احمد بن عثمان نے بغداد میں بالمشافہہ کہ خبر دی مجھ کو عمر بن حسین بن علی بن مالک نے کہ حدیث کی ہم سے جعفر بن محمد احمسی نے۔ کہ حدیث کی ہم سے ابو معمر بن سعید جثیم اور ابو علی قاسم کندی اور یحیی بن یعلی اور علی بن مسہر نے فضیل بن مرزوق سے۔ فضیل نے عطیہ کوفی سے۔ عطیہ نے ابو سعید خدری سے۔ کہا ابو سعید خدری نے کہ جب آیہ وآت ذا القربے حقه نازل ہوئی۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

نے فدک فاطمہؑ کو دے دیا۔ انتہیٰ۔

(۳) ملا باقر مجلسی بحار الانوار کی کتاب الفتن باب نزول الآیات فی امر فدک میں یہ روایت لایا ہے۔ محمد بن العباس عن علی بن العباس المقانعی عن ابی کریب عن معاویۃ عن فضیل بن مرزوق عن عطیہ عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت فآت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ واعطاھا فدک۔ ترجمہ۔ محمد بن عباس نے علی بن عباس مقانعی سے۔ اس نے ابو کریب سے ابو کریب نے معاویہ سے۔ معاویہ نے فضیل بن مرزوق سے۔ فضیل نے عطیہ سے۔ عطیہ نے ابو سعید خدری سے روایت کی۔ کہا ابو سعید خدری نے کہ جب آیہ فآت ذا القربی حقہ۔ نازل ہوئی۔ تو رسول اللہ صلعم نے فاطمہؑ کو بلایا۔ اور اسے فدک دے دیا۔ انتہیٰ۔

(۴) بحار الانوار کی کتاب الفتن ہی میں یہ روایت ہے۔ روی السید ابن طاؤس فی کتاب سعد السعود من تفسیر محمد بن العباس بن علی بن مروان قال روی حدیث فدک فی تفسیر قولہ تعالیٰ وآت ذا القربی حقہ عن عشرین طریقا فمنہا ما رواہ عن محمد بن محمد بن سلیمان الاعبدی وھیثم بن خلف الدوری وعبد اللہ بن سلیمان بن الاشعث ومحمد بن القاسم بن زکریا قالوا حدثنا عباد بن یعقوب قال اخبرنا علی بن عابس وحدثنا جعفر بن محمد الحسینی عن علی بن منذر الطریقی عن علی بن عابس عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ العوفی عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت وآت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ واعطاھا فدک۔ ترجمہ۔ سید ابن طاؤس نے کتاب سعد السعود میں تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے نقل کیا ہے۔ کہ وہ کہتا ہے۔ کہ ہبہ فدک کی حدیث آیہ وآت ذا القربی حقہ کی تفسیر میں بیس طریقوں سے مروی ہے۔ ان میں سے ایک وہ ہے جسے اس نے محمد بن محمد بن سلیمان اعبدی اور ہیثم بن خلف دوری اور عبد اللہ بن سلیمان بن اشعث اور محمد بن قاسم بن زکریا سے روایت کیا ہے۔ کہ یہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ ہم سے روایت کی ہے عباد بن یعقوب نے کہ ہم کو خبر دی ہے۔ علی بن عابس نے۔ اور نیز حدیث کی ہم سے جعفر بن محمد حسینی نے علی بن منذر طریقی سے۔ اس نے علی بن عابس سے۔ اس نے فضیل بن مرزوق سے۔ اس نے عطیہ عوفی سے۔ اس نے ابو سعید خدری سے۔ کہا ابو سعید خدری نے کہ جب آیہ وآت ذا القربی حقہ نازل ہوئی۔ تو رسول اللہ صلعم نے فاطمہؑ کو بلایا۔ اور فدک اسے دے دیا۔ انتہیٰ۔

(۵) مولوی دلدار علی صاحب نے عماد الاسلام میں کنز العمال شیخ علی متقی سے یہ روایت نقل کی ہے۔ عن ابی سعید قال لما نزلت وآت ذا القربیٰ حقه قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم یا فاطمة لک فدک۔ رواہ الحاکم فی تاریخه وقال تفرد به ابراھیم بن محمد بن میمون عن علی بن عابس۔ ابن النجار۔ ترجمہ۔ ابو سعید سے روایت ہے کہ جب آیہ وآت ذا القربیٰ حقه نازل ہوئی۔ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے فاطمہ فدک تمہارے واسطے ہے۔ اسے حاکم نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے۔ اور کہا کہ ابراہیم بن محمد بن میمون علی بن عباس سے اس کے ساتھ متفرد ہے۔ انتہیٰ۔

(۶) سید محمد مجتہد طعن الرماح میں بحوالہ تفسیر در منثور یہ روایت لایا ہے۔ اخرج البزار وابو یعلیٰ وابن ابی حاتم وابن مردویة عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنه قال لما نزلت ھٰذہ الآیة وآت ذا القربیٰ حقه دعا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فاطمة فاعطاھا فدک۔ یعنے ابو سعید خدری رضے اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جب آیہ وآت ذا القربے حقه نازل ہوئی۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ کو بلایا۔ اور فدک اسے دے دیا۔ انتہےٰ۔

(۷) طرائف میں ایک روایت بشر بن الولید اور واقدی اور بشر بن غیاث سے لکھی ہے روی غیر واحد منھم من بشر بن الولید والواقدی و بشر بن غیاث فی احادیث یرفعونھا الی محمد صلعم نبیھم انه لما فتح خیبر اصطفیٰ لنفسه قریٰ من قری الیھود فنزل جبریلؑ بھٰذہ الآیة فآت ذا القربیٰ حقه فقال محمد صلعم من ذا القربیٰ وما حقه قال فاطمة ع فدفع الیھا فدک ثم اعطاھا العوالی بعد ذٰلک فاستغلتھا حتی توفی ابوھا محمد صلعم۔ ترجمہ۔ بشر بن الولید اور واقدی اور بشر بن غیاث نے مرفوع حدیثوں میں روایت کی ہے۔ کہ جب خیبر فتح ہوا۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دیہات یہود میں سے کئی گاؤں اپنی ذات کے لئے علیحدہ کر لئے۔ پس جبرئیلؑ یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔ کہ ذا القربے کو ان کا حق دے دو۔ اس پر آپ نے پوچھا۔ کہ ذا القربیٰ کون ہیں۔ اور ان کا حق کیا ہے جبرئیلؑ نے کہا۔ کہ ذا القربیٰ فاطمہؑ ہیں۔ پس آپ نے فدک انہیں دے دیا۔ بعد ازاں مدینہ کے شرقی دیہات بھی ان کو عطا کئے۔ حضرت فاطمہؑ ان دیہات کا غلہ لیا کرتیں۔ یہانتک کہ ان کے والد حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔

(۸) عماد الاسلام میں بحوالہ معارج النبوۃ یہ روایت مذکور ہے۔ ودر مقصد اقصے مذکور است که بعضے گویند که حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بسوئے خیبر امیر المومنین علی را فرستاد و مصالح بر دست امیر واقع شد بر آن نہج که حضرت امیر قصد خون ایشان نکند و حوائط خواص از آل رسول باشد۔ پس جبرئیل فرود آمد و گفت که حق تعالےٰ مے فرماید که حق خویشان بده رسول گفت که خویشیں من کیستند و حق ایشان چیست۔ جبرئیلؑ گفت فاطمہ است۔ حوائط فدک را باو ده و آن چه از خدا و رسول اوست در فدک ہم باو بده۔ پیغمبرؐ فاطمہؑ را بخواند و برائے وے حجتے نوشت و آن وثیقه بوده که بعد از وفات رسول پیش ابو بکر آورد و گفت۔ این کتاب رسول خداست برائے من و حسن و حسین۔ انتہیٰ۔ یہی روایت روضۃ الصفاء میں بھی مذکور ہے۔

درحقیقت یہ سب ایک ہی روایت کے مختلف طریقے ہیں۔ پہلے چار طریقوں میں پورا اسناد مذکور ہے۔ باقی چار میں صرف بعض راویوں کے نام بیان کئے گئے ہیں۔ پہلے چار نمبروں میں اسناد کا سلسلہ ابو سعید پر ختم ہوتا ہے۔ اور ابو سعید سے عطیہ نے اور عطیہ سے فضیل بن مرزوق نے آگے چلایا ہے۔ اور ان ہی سے اس روایت کا سلسلہ آگے بڑھا ہے۔ مگر ابو سعید کے نام میں ایک عجیب دھوکا دیا گیا ہے۔ جس سے ناظرین کو شبہ ہوتا ہے۔ کہ یہ ابو سعید ابو سعید خدری ہیں جو صحابی تھے۔ حالانکہ یہ ابو سعید ابو سعید خدری نہیں ہیں۔ بلکہ یہ وہ ابو سعید ہے۔ جو کلبی کے لقب سے مشہور اور صاحب تفسیر ہیں۔ ان کے بہت سی نام اور مختلف کنیتیں ہیں۔ اور اسی سبب سے لوگوں کو اکثر ان کے نام میں دھوکا ہو جاتا ہے کبھی ان کا نام محمد بن سائب کلبی سے لیا جاتا ہے۔ اور کبھی حماد بن سائب کلبی کہہ کر پکارے جاتے ہیں۔ اور ان کی تین کنیتیں ہیں۔ ایک ابو نصر اور دوسری ابو ہشام اور تیسری ابو سعید۔ اور ان ہی سے عطیہ عوفی روایت کرتے ہیں۔ اور چونکہ عطیہ عوفی شیعہ تھے۔ وہ اس قسم کی حدیثوں کو اپنے شیخ ابو سعید کلبی سے اس طور پر روایت کرتے ہیں۔ کہ جس سے دھوکا ہو کہ یہ ابو سعید خدری صحابی سے روایت ہے۔ کیونکہ وہ حدثنا یا قال ابو سعید کہہ کر چپ ہو جاتے ہیں۔ کلبی یا اور مشہور نام ان کا نہیں لیتے تاکہ لوگوں کو شبہ ہو کہ یہ جن سے روایت کرتے ہیں۔ وہ ابو سعید خدری صحابی ہیں۔ چنانچہ یہ مغالطہ ظاہر ہو گیا۔ اور ان کی یہ ہوشیاری کھل گئی (آیات بینات) بغرض توضیح ہم عطیہ و ابو سعید کا حال کتب اسماء الرجال

سے نقل کرتے ہیں۔ تقریب میں ہے۔ عطیۃ بن سعد الکوفی یخطی کثیراً وکان شیعیاً مدلساً یعنے عطیہ بن سعد کوفی اکثر خطا کرتا تھا۔ اور روایت میں تدلیس کرتا تھا۔ روایت میں خطا کرنا اور شیعی ہونا محتاج بیان نہیں۔ مگر تدلیس کیا چیز ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی مقدمہ اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں:۔ صورتش آنست کہ راوی نام شیخ خود در انبرد و از شیخ کہ فوق اوست روایت کند و نفظیکہ موہم سماع است بیارد و حال آنکہ ازوے سماع ندارد۔ چنانکہ گوید عن فلان وقال فلان و تدلیس مذموم و مکروہ است مگر آنکہ ثابت شود کہ وے تدلیس نمے کند مگر از ثقہ و در آن غرض فاسد نباشد مثل اخفائے سماع از شیخ بجہت صغر سن و عدم جاہ و شہرت و ستر حال کہ سبب طعن گردد۔ انتہے۔ میزان الاعتدال میں عطیہ کی نسبت یوں لکھا ہے۔ عطیۃ بن سعد العوفی الکوفی تابعی شہیر ضعیف...... قال سالم المرادی کان عطیۃ یتشیع...... وقال احمد ضعیف الحدیث وکان ھشیم یتکلم فی عطیۃ وروی ابن المدینی عن یحیی قال عطیۃ وابو ھارون وبشر بن حرب عندی سواء وقال احمد بلغنی ان عطیۃ کان یاتی الکلبی فیاخذ عنہ التفسیر کان یکنیہ بابی سعید فیقول قال ابو سعید قلت یعنی یوھم انہ الخدری وقال النسائی وجماعۃ ضعیف۔ یعنی عطیۃ بن سعد عوفی کوفی تابعی مشہور ضعیف ہے...... سالم مرادی کا قول ہے کہ عطیہ شیعی تھا...... اور احمد کہتے ہیں کہ وہ ضعیف الحدیث تھا۔ اور ہشیم کو عطیہ میں کلام ہے۔ اور ابن مدینی نے یحیے سے روایت کی کہ وہ کہتے ہیں کہ عطیہ اور ابو ہارون اور بشر بن حرب میرے نزدیک برابر ہیں۔ اور امام احمد کہتے ہیں۔ کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے۔ کہ عطیہ کلبی کے پاس آتا۔ اور اس سے تفسیر لیتا۔ اور اس کی کنیت ابو سعید رکھتا اور یوں کہتا۔ کہ ابو سعید نے ایسا کہا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں۔ کہ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ اس کا مقصود یہ تھا کہ لوگ سمجھیں۔ کہ یہ ابو سعید خدری ہیں۔ اور امام نسائی اور ایک جماعت نے ان کو ضعیف بتایا ہے۔ انتہے۔ سخاوی نے رسالہ منظومہ جزری میں باب من لہ اسماء مختلفۃ ولغوت متعددۃ میں جہاں کلبی کا ذکر لکھا ہے۔ وہاں یہ بیان کیا ہے۔ وھو ابو سعید الذی روی عنہ عطیۃ العوفی موھما انہ الخدری یعنے یہی کلبی ابو سعید کی کنیت سے پکارا جاتا ہے۔ اور عطیہ عوفی اسی کنیت سے اس سے روایت کرتا ہے۔ تاکہ لوگوں کو خیال ہو کہ یہ ابو سعید خدری ہیں عطیہ کے حال سے یہ بات ظاہر ہو گئی۔ کہ روایت زیر بحث ابو سعید خدری سے جو صحابی ہیں نہیں ہے۔ بلکہ ابو سعید کلبی سے ہے۔ جس کا حال تہذیب التہذیب میں یوں مذکور ہے۔ قال معتمر

بن سلیمان عن ابیه کان بالکوفة کذابان احدهما الکلبی وقال الدوری عن یحیی بن معین لیس بشیء وقال معاویة بن صالح عن یحیی ضعیف وقال البخاری ترکه یحیی وابن مهدی وقال عبد الواحد بن غیاث عن ابن مهدی جلس الینا ابو جزء علی باب ابی عمرو بن العلاء فقال اشهد ان الکلبی کافر قال فحدثت بذلك یزید بن زریع فقال سمعته یقول اشهد انه کافر قال فماذا زعم قال سمعته یقول کان جبریل یوحی الی النبی صلی الله علیه وآله وسلم فقام النبی لحاجته وجلس علی فاوحی الی علی فقال یزید انا لم اسمعه یقول هذا ولکنی رأیته یضرب صدره ویقول انا سبائی انا سبائی۔ قال العقیلی هم صنف من الرافضة اصحاب عبد الله بن سبا وقال ابن فضیل عن مغیرة عن ابراهیم انه قال لمحمد بن السائب ما دمت علی هذا الرأی لا تقربنا وکان مرجئا وقال ابو عاصم زعم لی سفیان الثوری قال قال الکلبی ما حدثت عن ابی صالح عن ابن عباس فهو کذاب فلا ترووه وقال الاصمعی عن قرة بن خالد کانوا یرون ان الکلبی یزرف یعنی یکذب وقال یزید بن هارون کبر الکلبی وغلب علیه النسیان وقال ابو حاتم الناس مجمعون علی ترك حدیثه هو ذاهب الحدیث لا یشتغل به وقال النسائی لیس بثقة ولا یکتب حدیثه وقال علی بن الجنید والحاکم ابو احمد والدارقطنی متروك وقال الجوزجانی کذاب ساقط وقال ابن حبان وضوح الکذب فیه اظهر من ان یحتاج الی الاغراق فی وصفه روی عن ابی صالح التفسیر وابو صالح لم یسمع من ابن عباس لا یحل الاحتجاج به وقال الساجی متروك الحدیث وکان ضعیفا جدا لفرطه فی التشیع وقد اتفق ثقات اهل النقل علی ذمه وترك الروایة عنه فی الاحکام والفروع قال الحاکم ابو عبد الله روی عن ابی صالح احادیث موضوعة وذکر عبد الغنی بن سعید الازدی انه حماد بن السائب الذی روی عنه ابو اسامة وتقدم فی ترجمة عطیة انه کان یکنی الکلبی اباسعید ویروی عنه۔ انتهی۔ ملخصاً۔ ترجمہ معتمر اپنے باپ سلیمان کی روائیت سے بیان کرتا ہے۔ کہ کوفہ میں دو کذاب تھے۔ ان میں سے ایک کلبی ہے۔ اور دوری نے بروائیت یحیی بن معین بیان کیا۔ کہ کلبی لیس بشئ ہے۔ اور معاویہ بن صالح بروائیت یحیے بیان کرتا ہے کہ کلبی ضعیف ہے۔ اور امام بخاری کا بیان ہے۔ کہ کلبی کو یحیے اور ابن مہدی نے ترک کر دیا ہے۔ عبدالواحد بن غیاث نے ابن مہدی سے روائیت کی۔ کہ ابن جزء نے ابو عمرو بن علاء کے

دروازے میں ہمارے پاس بیٹھ کر کہا - کہ میں گواہی دیتا ہوں - کہ کلبی کافر ہے - ابن مہدی نے کہا - کہ میں نے یزید بن زریع سے اس کا تذکرہ کیا - وہ بولا کہ میں نے ابو جزء کو یہ کہتے سنا ہے - کہ میں شہادت دیتا ہوں - کہ کلبی کافر ہے - کہا کہ کلبی نے کیا کہا - جواب دیا کہ میں نے اسے یہ کہتے سنا ہے - کہ حضرت جبریئل نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی القا کرتے تھے - آپ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے - تو علی بیٹھ جاتے - اور جبریئل علی پر وحی القا کرتے - اس پر یزید نے کہا کہ میں نے کلبی کو یہ کہتے نہیں سنا ہے - مگر میں نے دیکھا ہے - کہ کلبی سینہ ٹھونک کر کہا کرتا تھا - کہ میں سبائی ہوں - میں سبائی ہوں - عقیلی کا قول ہے - کہ سبائیہ رافضیوں کی ایک قسم ہے - اور وہ عبداللہ بن سبا کے چیلے ہیں - ابن فضیل نے بروایت مغیرہ بیان کیا - کہ ابراہیم نے محمد بن سائب سے کہا - کہ جب تک تو اس رائے پر ہے ہمارے نزدیک نہ آنا - اور وہ مرجی تھا - ابو عاصم کہتے ہیں - کہ سفیان ثوری نے مجھ سے بیان کیا - کہ کلبی کا قول ہے - کہ میں نے جو کچھ بروایت ابی صالح ابن عباس سے نقل کیا ہے - وہ جھوٹ ہے - تم اسے روایت نہ کرنا - اصمعی نے بروایت قرہ بن خالد بیان کیا کہ لوگ سمجھتے تھے - کہ کلبی جھوٹ بولتا ہے - اور یزید بن ہارون کا قول ہے - کہ کلبی عمر رسیدہ ہو گیا - اور اس پر نسیان غالب ہو گیا - ابو حاتم کا بیان ہے - کہ لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے - کہ کلبی کی حدیث چھوڑ دینی چاہیئے - اور اس کی طرف توجہ نہ کرنا چاہیئے - نسائی کا قول ہے - کہ کلبی ثقہ نہیں - اور اس کی حدیث نہیں لکھی جاتی - اور علی بن جنید اور ابو احمد حاکم اور دارقطنی کہتے ہیں - کہ کلبی متروک ہے - جوزجانی کہتا ہے - کہ وہ بڑا جھوٹا ساقط عن الاعتبار ہے - ابن حبان کا قول ہے - کہ کلبی کا جھوٹ ایسا ظاہر ہے - کہ محتاج بیان نہیں - اس نے ابو صالح سے تفسیر روایت کی ہے - اور ابو صالح نے ابن عباس سے سنا نہیں اس کے ساتھ احتجاج جائز نہیں - ساجی کہتا ہے - کہ کلبی کی حدیث متروک ہے - اور وہ تشیع میں غلو کے سبب نہایت ضعیف ہے - اور ثقات ناقلین اس کی مذمت اور احکام و فروع میں اس کی روایت کے چھوڑ دینے پر متفق ہیں - اور ابو عبداللہ حاکم کا بیان ہے - کہ اس نے ابو صالح سے موضوع حدیثیں روایت کی ہیں - اور عبدالغنی بن سعید ازدی نے ذکر کیا کہ وہ حماد بن سائب ہے - جس سے ابو اسامہ نے روایت کی ہے - اور عطیہ عوفی کے حال میں پہلے آ چکا ہے - کہ عطیہ مذکور کلبی کو ابو سعید کی کنیت سے یاد کرتا - اور اس سے حدیثیں روایت

کرتا ہے۔ انتہٰی۔

اگرچہ عطیہ و کلبی کے حالات معلوم ہونے کے بعد ہبہ فدک کی روایت کے غلط و موضوع ہونے میں کچھ شک نہیں ہو سکتا۔ مگر مزید توضیح کے لئے ہم بعض دیگر رواۃ پر بھی سرسری نظر ڈالتے ہیں۔ پہلے چار نمبروں میں عطیہ سے نیچے فضیل بن مرزوق کا نام ہے۔ جس کی نسبت تہذیب التہذیب میں لکھا ہے۔ عن ابن معین صالح الحدیث الا انه شدید التشیع۔ قال ابن ابی حاتم عن ابیه صالح الحدیث صدوق یهم کثیرا یکتب حدیثه قلت یحتج به قال لا وقال النسائی ضعیف قال مسعود عن الحاکم لیس هو من شرط الصحیح وقد عیب علی مسلم اخراجه لحدیثه قال ابن حبان فی الثقات یخطئی وقال فی الضعفاء کان یخطئی علی الثقات ویروی عن عطیة الموضوعات۔ ترجمہ۔ ابن معین سے روایت ہے کہ فضیل صالح الحدیث ہے۔ مگر کٹر شیعی ہے۔ ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے روایت کی۔ کہ فضیل صالح الحدیث صدوق ہے۔ وہم بہت کرتا ہے۔ اس کی حدیث لکھی جاتی ہے میں نے پوچھا کہ کیا اس کی حدیث کے ساتھ احتجاج کیا جاتا ہے۔ میرے باپ نے جواب دیا۔ کہ نہیں۔ نسائی نے کہا کہ فضیل ضعیف ہے۔ مسعود نے بروایت حاکم کہا۔ کہ وہ شرط صحیح سے نہیں۔ اور مسلم پر یہ اعتراض کیا گیا ہے۔ کہ اس نے فضیل کی حدیث نقل کی ہے۔ ابن حبان نے ثقات میں کہا۔ کہ فضیل خطا کرتا ہے۔ اور کتاب ضعفاء میں فرمایا۔ کہ وہ ثقات کی طرف خطا منسوب کرتا تھا۔ اور عطیہ عوفی سے موضوع حدیثیں روایت کرتا تھا۔ انتہٰی۔

نمبر ۱ و ۴ میں فضیل سے نیچے علی بن عابس ہے۔ جس کی نسبت تہذیب التہذیب میں یوں ہے۔ علی بن عابس الاسدی الازرق الکوفی الملائی۔ قال الدوری عن ابن معین کانه ضعیف وفی روایة عنه لیس بشیئ وکذا البخاری عن یحیی وقال ابو داؤد عن یحیی ضعیف وکذا قال الجوزجانی والنسائی والازدی وقال ابن حبان فحش خطاؤه فاستحق الترك۔ یعنے دوری نے بروایت ابن معین علی ابن عابس کو ایک روایت میں ضعیف اور دوسری میں لیس شیئ کہا۔ بخاری نے بھی بروایت یحیی ایسا ہی کہا ہے۔ اور ابو داؤد نے بروایت یحیے ضعیف کہا۔ اور ایسا ہی جوزجانی اور نسائی و ازدی نے کہا ہے۔ ابن حبان نے کہا کہ اس کی خطا فحش ہے۔ اور ترک کا مستحق ہے۔ انتہٰی۔

میزان الاعتدال میں ہے۔ القاسم بن زکریا حدثنا عباد بن یعقوب حدثنا علی بن عابس عن فضیل بن مرزوق عن عطیة عن ابی سعید قال لما نزلت وآت ذا القربیٰ حقه دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمة فاعطاها فدک۔ قلت هذا باطل ولو کان وقع ذلک لما جاءت فاطمة رضی اللہ عنہا تطلب شیئاً هو فی حوزها وملکها وفیه غیر علی من الضعفاء

ترجمہ۔ قاسم بن زکریا نے کہا کہ عباد بن یعقوب نے ہم سے بیان کیا۔ کہ ہم سے علی بن عابس نے بیان کیا کہ فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے اور عطیہ نے ابوسعید سے روایت کی کہ جب آیہ وآت ذا القربیٰ حقه نازل ہوئی۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ کو بلایا۔ اور اسے فدک دے دیا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ روایت باطل ہے۔ اگر آپ فدک دے دیتے۔ تو فاطمہ رضی اللہ عنہا اس شے کی طلب میں نہ آتیں جو آپ کے قبضے اور ملک میں ہوتی۔ اور اس حدیث میں سوائے علی بن عابس کے اور بھی ضعیف راوی ہیں۔ انتہے۔ نمبر۲ میں اس خبر کو فضیل سے روایت کرنے والوں میں ایک یحیےٰ بن یعلی ہے۔ جس کی نسبت تقریب میں ہے۔ یحییٰ بن یعلی الاسلمی الکوفی شیعی ضعیف۔ نمبر۳ میں فضیل سے نیچے معاویہ ہے۔ جو مبہم ہے۔ غرض یہ کہ اس روایت کے پہلے چار طریقوں میں اخیر کے راوی شیعی ہیں جنہوں نے اس روایت کو وضع کیا ہے۔ اور جہاں ابوسعید کے ساتھ خدری لکھا ہے۔ وہ غلط ہے۔ کیونکہ وہ خدری نہیں بلکہ کلبی ہے۔

اب ہم نہایت اختصار کے ساتھ باقی چار طریقوں پر نظر ڈالتے ہیں جن میں پورا اسناد مذکور نہیں۔ نمبر۵ جو کنز العمال سے منقول ہے۔ اس کی نسبت گزارش ہے۔ کہ اوّل تو حاکم خود شیعی ہیں۔ چنانچہ لسان المیزان میں لکھا ہے۔ محمد بن عبد اللہ الضبی النیسابوری الحاکم ابو عبد اللہ الحافظ صاحب التصانیف امام صدوق ولکنه یصحح فی مستدرکه احادیث ساقطة فیکثر من ذٰلک فما ادری هل خفیت علیه فما هو ممن یجهل ذٰلک وان علم فهو خیانة عظیمة ثم هو شیعی مشهور بذٰلک من غیر تعرض للشیخین وقد قال ابو طاهر سألت ابا اسماعیل عبد اللہ الانصاری عن الحاکم ابی عبد اللہ فقال امام فی الحدیث رافضی خبیث قلت ان اللہ یحب الانصاف ما الرجل برافضی بل شیعی فقط۔ ترجمہ۔ ابوعبداللہ حاکم حافظ صاحب تصانیف امام صدوق ہیں۔ مگر اپنی مستدرک میں غیر معتبر حدیثوں کو صحیح بتاتے ہیں۔ اور ایسا بہت کرتے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ آیا وہ حدیثیں ان پر پوشیدہ

رہیں ۔ وہ ایسے تو نہیں کہ اس سے جاہل ہوں ۔ اگر ان کو معلوم تھا ۔ تو یہ بڑی خیانت ہے پھر وہ مشہور شیعی ہیں شیخین سے تعرض نہیں کرتے ۔ ابو طاہر کا بیان ہے ۔ کہ میں نے ابو اسماعیل عبداللہ انصاری سے ابو عبداللہ حاکم کی نسبت دریافت کیا ۔ انہوں نے جواب دیا ۔ کہ وہ حدیث میں امام اور خبیث رافضی ہیں ۔ میں نے کہا ۔ کہ خدا انصاف کو پسند فرماتا ہے ۔ وہ شخص رافضی نہیں بلکہ فقط شیعی ہے ۔ انتہیٰ ۔ اگر تفصیل مطلوب ہو ۔ تو طبقات الشافعیۃ الکبریٰ للتاج السبکی کو دیکھنا چاہیئے ۔
دوسرے یہ کہ ابراہیم جو شیعی ہے ۔ علی بن عابس سے جس کا حال اوپر معلوم ہو چکا ہے ۔ اس خبر کے ساتھ متفرد ہے ۔ اور علی بن عابس سے ابو سعید تک کا سلسلہ نامعلوم ہے ۔ غالباً اس سلسلہ میں فضیل و عطیہ ہوں گے ۔ بہر حال یہ طریق بھی کسی طرح قابل حجت نہیں بنمبر ۶ تفسیر در منثور سے بحوالہ ابن مردویہ وغیرہ بلا اسناد مذکور ہے ۔ ہم اس کتاب کے حصہ اول میں بیان کر چکے ہیں ۔ کہ در منثور کی کوئی روایت ہم پر حجت نہیں ہو سکتی ۔ تاوقتیکہ اصول روایت و درایت پر پوری نہ اترے ۔ اگرچہ اس روایت کا اسناد مذکور نہیں ۔ مگر بظاہر یہ وہی روایت ہے ۔ جو سید الحفاظ ابن مردویہ سے طرائف میں اوپر نقل ہو چکی ہے ۔ جس میں فضیل و عطیہ و کلبی پائے جاتے ہیں ۔ بنمبر ۷ طرائف میں بشر بن ولید اور واقدی اور بشر بن غیاث سے بلا اسناد منقول ہے ۔ غالباً یہ وہی روایت ابو سعید و عطیہ و فضیل ہے ۔ چونکہ اسے واقدی وغیرہ نے روایت کیا ہے ۔ اس واسطے اس کی طرف چنداں توجہ کی بھی ضرورت نہیں ۔ کیونکہ واقدی کی نسبت تقریب میں ہے ۔ متروک مع سعۃ علمہ یعنے واقدی باوجود بڑے عالم ہونے کے متروک ہیں ۔ بشر بن غیاث واقدی سے بھی بڑھے ہوئے ہیں ۔ ان کی نسبت لسان المیزان میں ہے مبتدع ضال لا ینبغی ان یروی عنہ قال الخطیب حکی عنہ اقوال شنیعۃ اساء اھل العلم قولھم فیہ وکفرہ اکثرھم لاجلھا قال ابو زرعۃ الرازی بشر المریسی زندیق وقال الازدی زائغ صاحب رأی لا یقبل لہ قولہ ولا یخرج حدیثہ (بشر بن غیاث بدعتی گمراہ ہے ۔ اس سے حدیث کی روایت نہ چاہیئے ۔ خطیب نے کہا کہ اس سے برے اقوال منقول ہیں اہل علم اس کی نسبت بری رائے رکھتے ہیں ۔ ان میں سے اکثر نے ان اقوال کے سبب اس کی تکفیر کی ہے ۔ ابو زرعہ رازی نے کہا ۔ کہ بشر مریسی زندیق ہے ۔ اور ازدی نے کہا کہ وہ گمراہ صاحب رائے ہے ۔ اس کا قول قبول نہ کیا جائے ۔ اور نہ اس کی حدیث نقل کی جائے) بشر بن ولید کی نسبت لسان المیزان میں ہے ۔ قال صالح بن محمد جزرۃ دھو صدوق لکنہ لا یعقل

قد کان خوف وقال السلیمانی منکر الحدیث وقال الاجری سألت ابا داؤد البشر بن الولید ثقة قال لا (صالح بن محمد جزرہ کا قول ہے کہ وہ صدوق ہے۔ مگر لایعقل ہے۔ بڑھاپے کے سبب اس کی عقل جاتی رہی تھی۔ اور سلیمانی کا قول ہے کہ وہ منکر الحدیث ہے۔ اور آجری کا قول ہے۔ کہ میں نے ابو داؤد سے پوچھا کہ کیا بشر بن ولید ثقہ ہے۔ اس نے جواب دیا کہ نہیں) ایسے لوگوں کی روائیت سے استدلال کرنا صاف بتا رہا ہے۔ کہ امامیہ کو کوئی صحیح روائیت اس باب میں نہیں ملی۔ اور ملتی کیونکر جبکہ اس کا وجود ہی نہ تھا۔ اور نہ ہے لہذا اس روائیت کے موضوع ہونے میں کچھ شک نہیں۔ نمبر ۸ معارج النبوۃ سے بحوالہ مقصد اقصےٰ بعنوان بعضے گویند منقول ہے۔ اول تو کتاب معارج النبوۃ ایسی نہیں۔ کہ اس کی روایات بطور سند پیش ہو سکیں۔ دوسرے یہ کہ صاحب معارج نے باوجود التزام لکھنے واقعات کے اس روائیت ہبہ کو واقعہ قرار نہیں دیا ہے۔ بلکہ روائیت ماقبل کو جو اس کے منافی ہے۔ واقعہ لکھا ہے۔ تیسرے یہ کہ اس روائیت کو مقصد اقصےٰ جیسی غیر معروف کتاب سے بعنوان بعضے گویند نقل کیا ہے۔ چوتھے یہ کہ اس روائیت ہبہ کا اسناد بیان نہیں کیا۔ بدین وجوہ یہ روائیت ساقط عن الاعتبار ہے۔ اگر روائیت ابو سعید کے اسناد سے قطع نظر کی جائے۔ تو بھی اس سے شیعہ کا مدعا حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ آیہ وآت ذا القربٰی حقہ وابن السبیل عام ہے۔ اس خطاب کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مختص ہونے اور ذا القربٰی میں قرابت سے مراد خاص قرابت ولادیہ ہونے پر کوئی قرینہ موجود نہیں۔ علاوہ ازیں اس روائیت کی صحت میں اس بنا پر کلام ہے۔ کہ سورہ بنی اسرائیل جس میں یہ آئیت وارد ہے۔ مکی ہے۔ اور آیہ مذکورہ مکی ہونے سے مستثنےٰ نہیں۔ لہذا یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہرا کو مکہ میں فدک کس طرح ہبہ کر دیا۔ حالانکہ فدک تو خیبر سے واپس ہونے پر ۷ھ ہجری میں بطریق صلح حضرت کے قبضہ میں آیا تھا۔ لہذا اگر ہبہ ہوتا۔ تو مدینہ میں بعد تسلط ہوتا۔ بعض علمائے شیعہ کا یہ کہنا کہ بطور پیش بندی قبل از قبضہ فدک مکہ میں یہ آئیت نازل ہوئی ہوگی۔ بے فائدہ ہے۔ کیونکہ احادیث شیعہ سے ثابت ہے۔ کہ آئیت زیر بحث فدک کے قبضہ میں آنے کے بعد نازل ہوئی ہے۔ ان سب امور سے قطع نظر کر کے اگر ہم اس روائیت کے مضمون کو صحیح تسلیم کر لیں۔ تو بھی محض ہبہ ثابت ہوگا۔ فدک پر قبضہ ثابت نہ ہوگا۔ چنانچہ سید مرتضےٰ نے جو قاضی عبدالجبار کے ابطال تصرف کا جواب شافی میں دیا ہے۔ اس کی نسبت ابن ابی الحدید شیعی

معتزلی یوں لکھتا ہے۔ فاما قول قاضی القضاۃ لو کانت فی یدھا لکان الظاھر انھا لھا۔ و
اعتراض المرتضیٰ علیہ بقولہ انہ لم یعتمد فی انکار ذٰلک علی حجۃ بل قال لو کانت فی یدھا
لکان الظاھر انھا لھا والامر علی ما قال فمن این انھا لم تخرج عن یدھا علی وجہ کما ان الظاھر
یقتضی خلافہ فانہ لم یجب عما ذکرہ قاضی القضاۃ لان معنی قولہ انھا لو کانت فی یدھا ای متصرفۃ فیھا لکانت
الید حجۃ فی الملکیۃ لان الید والتصرف حجۃ لا محالۃ فلو کانت فی یدھا تتصرف فیھا وفی ارتفاعھا کما یتصرف
الناس فی ضیاعھم واملاکھم لما احتاجت الی الاحتجاج بآیۃ المیراث ولا بدعوی النحل لان الید
حجۃ فھلا قالت لابی بکر ھذہ الارض فی یدی ولا یجوز انتزاعھا منی الا بحجۃ وحینئذ کان یسقط احتجاج
ابی بکر بقولہ نحن معاشر الانبیاء لا نورث لانھا ما تکون قد ادعتھا میراثا لیحتج علیھا بالخبر وخبر ابی
سعید فی قولہ فاعطاھا فدک یدل علی الھبۃ لا علی القبض والتصرف لانہ یقال اعطانی فلان کذا
فلم اقبضہ ولو کان الاعطاء ھو القبض والتصرف لکان ھذا الکلام متناقضا (شرح ابن
ابی الحدید مطبوعہ مصر مجلد رابع صفحہ ۱۰۵) ترجمہ۔ رہا قاضی القضاۃ کا یہ قول کہ اگر فدک حضرت
فاطمہؑ کے ہاتھ میں ہوتا۔ تو ظاہر تھا کہ وہ فاطمہؑ ہی کا ہے۔ اور اس پر مرتضےٰ کا یوں اعتراض
کرنا کہ قاضی القضاۃ نے قبضۂ فاطمہؑ کے انکار کرنے میں کسی دلیل پر اعتماد نہیں کیا۔ بلکہ یوں
کہہ دیا کہ اگر فدک حضرت فاطمہؑ کے ہاتھ میں ہوتا۔ تو ظاہر تھا کہ وہ فاطمہؑ ہی کا ہے۔ اور
ہے بھی یونہی جیسا اس نے کہا۔ مگر یہ کہاں سے معلوم ہوا۔ کہ فدک کسی وجہ سے حضرت
فاطمہؑ کے ہاتھ سے نہیں نکلا۔ جیسا کہ ظاہر اس کے خلاف کا مقتضی ہے۔ سو مرتضےٰ نے
قاضی القضاۃ کے قول کا جواب نہیں دیا۔ کیونکہ قاضی القضاۃ کے قول کے یہ معنے ہیں۔ کہ اگر
فدک حضرت فاطمہؑ کے ہاتھ میں ہوتا۔ یعنے وہ اس پر قابض ہوتیں۔ تو حضرت فاطمہؑ کا قبضہ
ملکیت میں حجت ہوتا۔ کیونکہ قبضہ و تصرف بے شک حجت ہے۔ پس اگر فدک حضرت فاطمہؑ کی
ہاتھ میں ہوتا۔ اور وہ اس میں اور اس کے منافع میں یوں تصرف کرتیں۔ جیسا کہ لوگ اپنی
زمینوں اور ملکیتوں میں تصرف کیا کرتے ہیں۔ تو وہ آیہ میراث کے ساتھ حجت پکڑنے اور
ہبہ کے دعوے کی محتاج نہ ہوتیں۔ کیونکہ قبضہ کا ہونا حجت ہے۔ پس (بصورت تصرف)
انہوں نے حضرت صدیق اکبر سے یوں کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ زمین میرے قبضہ میں ہے۔
اس کا میرے قبضہ سے نکالنا بجز حجت کے جائز نہیں۔ اس وقت حضرت ابوبکر کا حدیث
نحن معاشر الانبیاء کے ساتھ حجت پکڑنا ساقط ہو جاتا۔ کیونکہ حضرت فاطمہ بطریق ارث

اس کی دعوے دار ہ بنتیں کہ ان کے خلاف حدیث سے احتجاج ہو سکتا۔ رہا مرتضےٰ علم الہدیٰ کا استدلال حدیث ابوسعید کے فقرے فاعطاھا فدک (پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فدک فاطمۂ کو عطا کر دیا) سے۔ سو وہ فقرہ ہبہ پر دلالت کرتا ہے۔ نہ کہ قبض و تصرف پر اس لئے کہ کہا جاتا ہے۔ اعطانی فلان کذا فلم اقبضہ (فلاں شخص نے مجھے یہ چیز عطا کی۔ پس میں نے اسے قبض نہ کیا) اگر اعطاء (عطا کرنا) قبض و تصرف ہوتا۔ تو یہ کلام متناقض ہوتا۔ انتہٰی۔ اگر بالفرض ہبہ باقبضہ تسلیم کیا جائے۔ تو آیہ زیر بحث کے حکم کی پوری تعمیل یا تو معاذ اللہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خود نہیں کی۔ یا خدا نے نہیں کرائی۔ کیونکہ مساکین و مسافر محروم چھوڑ دئے گئے۔ بہر حال روائیت ابوسعید کسی طرح ہم پر حجت نہیں ہو سکتی۔

حضرت زہراء رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا ہبہ فدک کا دعوےٰ اور حضرت علی و ام ایمن یا حسنینؑ کی شہادت اہلسنت و جماعت کی کسی معتبر باسناد صحیح روائیت میں مذکور نہیں۔ بلکہ کتب اہل سنت میں اس کے برخلاف موجود ہے۔ جیسا کہ عنقریب مذکور ہوگا۔ مولانا شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ واما قصۂ ہبہ و گواہی دادن ام ایمن و امام حسن پس باطل محض است۔ ہیچ جا روایتے بآں صحیح نشدہ (قرۃ العینین مجتبائی۔ صفحہ ۲۳۰) مصنف نے جن کتابوں کا حوالہ پیش کیا ہے۔ ان میں سے ابن ابی الحدید کی شرح ہے۔ جو شیعی معتزلی ہے۔ روضۃ الصفا اور حبیب السیر کتب تواریخ شیعہ میں سے ہیں۔ درمنثور اور معارج النبوۃ کا حال اوپر معلوم ہو چکا۔ جواہر العقدین للسمہودی کی جس روائیت کی طرف اشارہ ہے۔ وہ علامہ سمہودی کی دوسری کتاب وفاء الوفا میں یوں مذکور ہے۔ روی ابن شبة عن النمیر بن حسان قال قلت لزید بن علی وانا ارید ان اھجن امر ابی بکر ان ابا بکر انتزع من فاطمة رضی اللہ تعالےٰ عنہا فدک فقال ان ابا بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان رجلا رحیما وکان یکرہ ان یغیر شیئا ترکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتتہ فاطمة رضی اللہ تعالےٰ عنہا فقالت ان رسول اللہ اعطانی فدک فقال لہا ھل لک علی ھذا بینة فجاءت بعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فشھد لہا ثم جاءت بام ایمن فقالت الیس تشھد انی من اھل الجنة قال بلی قالت فاشھد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعطاھا فدک فقال ابو بکر فبرجل وامرأة تستحقینھا او تستحقین لہا القضیة قال زید بن علی وایم اللہ لو رجع لی الامر لقضیت فیہا بقضاء ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (وفاء الوفا۔ جزء ثانی صفحہ ۱۶۱) ترجمہ۔ حافظ ابن شبہ (متوفی ۲۶۲ھ ہجری) نے نمیر بن حسان

سے روائیت کی کہ میں نے زید بن علی سے بارادۂ تہجین و تذلیل ابو بکر کہا کہ ابو بکر نے فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے فدک چھین لیا تھا۔ اس پر حضرت زید نے جواب دیا کہ ابو بکر رضے اللہ تعالےٰ عنہ ایک نرم دل آدمی تھے۔ وہ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کسی چیز کو تغیر و تبدیل کر دیں۔ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا ان کے پاس آئیں اور فرمایا کہ رسول اللہ نے فدک مجھے دے دیا تھا۔ ابو بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ کے پاس اس پر کوئی گواہ ہے۔ وہ علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو لائیں۔ انہوں نے فاطمہ کے حق میں شہادت دی پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ام ایمن کو پیش کیا۔ ام ایمن نے کہا کہ کیا تم اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ میں اہل جنت سے ہوں۔ ابو بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا کہ بے شک۔ تب ام ایمن نے کہا۔ کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فدک فاطمہؑ کو عطا کیا تھا۔ یہ سن کر ابو بکر رضے اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا۔ کیا ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے دعوےٰ فدک ثابت ہو سکتا ہے حضرت زید بن علی نے فرمایا کہ خدا کی قسم اگر یہ معاملہ میرے سامنے پیش ہوتا۔ تو میں وہی حکم دیتا جو ابو بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے دیا تھا۔ انتہےٰ۔ اس روائیت کو مولوی دلدار علی نے عماد الاسلام میں اور سید محمد نے طعن الرماح میں نقل کیا ہے۔ ابن ابی الحدید نے اس کا پورا اسناد اپنی شرح میں ابو بکر جوہری کی کتاب سقیفہ و فدک کے حوالہ سے یوں نقل کیا ہے۔ قال ابو بکر اخبرنا ابو زید قال ثنا محمد بن عبد اللہ بن الزبیر قال ثنا فضیل بن مرزوق قال ثنا البختری بن حسان قال قلت لزید بن علی وانا اھجن امر ابی بکر ان ابا بکر انتزع فدک من فاطمۃ الخ۔ ترجمہ۔ ابو بکر جوہری نے کہا کہ ابو زید نے ہمیں خبر دی کہ محمد بن عبد اللہ بن زبیر نے ہم سے بیان کیا کہ فضیل بن مرزوق نے ہم سے بیان کیا کہ بختری بن حسان نے ہم سے بیان کیا کہ میں نے زید بن علی سے بارادۂ تہجین و تذلیل ابو بکر کہا کہ ابو بکرؓ نے فدک فاطمہؓ سے چھین لیا۔ الخ۔ اس روائیت کے متعلق گذارش ہے کہ اول تو ابن ابی الحدید شیعی معتزلی اس روائیت کا ناقل ہے۔ دوسرے یہ کہ ابن ابی الحدید نے اس روائیت کو ابو بکر جوہری کی کتاب سقیفہ و فدک سے نقل کیا ہے۔ یہاں بحث طلب امر یہ ہے کہ آیا کوئی کتاب جوہری کی اس نام کی ہے بھی یا نہیں؟ سوائے ابن ابی الحدید کے اور کسی مشہور عالم نے اس کتاب کا ذکر نہیں کیا۔ اور نہ اس سے کچھ لیا ہے۔ ایسی گمنام کتاب کی روائیت کب قابل توجہ ہو سکتی ہے۔ تیسرے یہ کہ جوہری نے یہ روائیت عمر بن شبہ سے لی ہے۔ جن کی

کی کنیت ابو زید ہے۔ اگرچہ ابن شبہ معتبرین سے ہیں۔ مگر اس کا کیا ثبوت کہ جوہری نے جو روائت ان کے نام سے نقل کی اور جوہری کے نام سے جو کچھ ابن ابی الحدید نے لکھا وہ جعل سے خالی ہے چوتھے یہ کہ ابو زید نے اس کو محمد بن عبداللہ بن زبیر سے روائت کیا ہے جس کی نسبت تہذیب التہذیب میں لکھا ہے۔ قال العجلی کوفی ثقة یتشیع (عجلی نے کہا کہ وہ کوفی اور ثقہ ہے۔ مگر اپنے آپ کو شیعی ظاہر کرتا ہے) فضیل بن مرزوق کا حال پہلے آچکا ہے۔ کہ وہ پکا شیعی ہے۔ نمیر بن حسان یا بختری بن حسان کے رافضی ہونے میں شک نہیں۔ اس لئے کہ وہ خود بتا رہا ہے کہ میں نے حضرت زید سے بارادہ تذلیل ابوبکر سوال کیا۔ لہٰذا یہ روائت بھی ہم پر بطور حجت پیش نہیں ہو سکتی۔

مصنف نے جو قصہ ہبہ فدک اور شہادت کو بحوالہ شرح ابن ابی الحدید لکھا ہے۔ خود شارح موصوف نے بدین الفاظ اس پر نکتہ چینی کی ہے۔ واما مایرویہ رجال الشیعة والاخباریون منهم فی کتبهم من قولهم انهما اهاناها واسمعاها کلاما غلیظا وان ابابکر رق لها حیث لم یکن عمر حاضرا فکتب لها بفدک کتابا فلما خرجت به وجدها عمر فمد یده الیه لیاخذه مغالبة فمنعته فدفع بیده فی صدرها واخذ الصحیفة فخرقها بعد ان تفل فیها فمحاها وانها دعت علیه فقالت بقر الله بطنك كما بقرت صحیفتی فشیٔ لا یرویه اصحاب الحدیث ولا ینقلونه وقدر الصحابة یجل عنه وکان عمر اتقی الله واعرف لحقوق الله من ذلك (شرح نہج البلاغہ جلد رابع۔ صفحہ ۸۷)۔ ترجمہ۔ وہ جو شیعہ کے راوی اور اخباری اپنی کتابوں میں روائت کرتے ہیں کہ شیخین نے حضرت فاطمہؓ کی اہانت کی اور ان کو سخت کلام سنایا۔ اور نیز یہ کہ حضرت ابوبکر کو حضرت فاطمہ پر ترس آیا جب کہ حضرت عمر حاضر نہ تھے۔ پس آپ نے فدک کے بارے میں حضرت فاطمہ کو ایک وثیقہ لکھ دیا۔ جب وہ وثیقہ لے کر نکلیں۔ تو حضرت عمر ان کو ملے۔ پس حضرت عمر نے وثیقہ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔ تاکہ اسے زبردستی چھین لیں۔ حضرت فاطمہؑ نے ان کو منع کیا۔ پس انہوں نے فاطمہؓ کے سینہ پر ہاتھ مارا اور وہ وثیقہ چھین لیا۔ اور اس میں تھوک کر پھاڑ دیا۔ اور مٹا دیا۔ اور حضرت فاطمہؓ نے ان کو یوں بددعا دی "خدا تیرا پیٹ پھاڑ دے جس طرح تو نے میرا وثیقہ پھاڑا ہے"۔ یہ ایسا قصہ ہے جسے اصحاب حدیث روائت نہیں کرتے اور نہ اسے نقل کرتے ہیں۔ اور صحابہ کی قدر اس سے برتر ہے۔ اور حضرت عمر ایسے خدا ترس اور حقوق اللہ کے پہچاننے والے تھے۔ کہ ان سے ایسی حرکت سرزد نہ ہو سکتی تھی۔ انتہٰے۔ علاوہ ازیں وہ قصہ شرح ابن ابی

الحدید میں مرتضےٰ علم الہدےٰ کی کتاب شافی سے لیا گیا ہے جس کا اسناد یوں بیان گیا گیا ہے۔ روی ابراھیم بن السعید الثقفی عن ابراھیم بن میمون قال حدثنا عیسےٰ بن عبداللہ بن محمد بن علی بن ابی طالب علیہ السلام عن ابیہ عن جدہ عن علی علیہ السلام قال جاءت فاطمۃ علیہ السلام الی ابی بکر الخ۔ اس اسناد میں ابراھیم بن سعید ثقفی مجہول ہے۔ اور ابراھیم بن میمون شیعی ہے۔ جیسا کہ منتہی المقال فی اسماء الرجال میں مذکور ہے جو شیعہ کی معتبر کتاب ہے۔ اور عیسےٰ بن عبداللہ بن محمد کی نسبت میزان الاعتدال میں ہے۔ قال الدارقطنی متروک الحدیث وقال ابن حبان یروی عن اٰبائہ اشیاء موضوعۃ۔ (دارقطنی نے کہا کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ اور ابن حبان نے کہا۔ کہ وہ اپنے آباؤ اجداد سے موضوع باتیں روائت کرتا ہے) اندریں حالات یہ قصہ ہمارے نزدیک کیا وقعت رکھ سکتا ہے:۔

اب ہم شیعہ کی اصح الکتب سے ایک روائت نقل کرتے ہیں۔ جس سے فدک کے رد اور دیگر حالات ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ روائت یہ ہے۔ علی بن محمد بن عبداللہ عن بعض اصحابنا اظنہ السیاری عن علی بن اسباط قال لما ورد ابوالحسن موسےٰ علیہ السلام علی المھدی راٰہ یرد المظالم فقال یا امیرالمومنین ما بال مظلمتنا لا ترد فقال لہ وما ذٰلک یا ابا الحسن قال ان اللہ تبارک وتعالےٰ لما فتح علی نبیہ صلی اللہ علیہ و اٰلہ فدک وما والاھا لم یوجف علیہ بخیل ولا رکاب فانزل اللہ علی نبیہ صلے اللہ علیہ واٰلہ واٰت ذا القربٰی حقہ فلم یدر رسول اللہ من ھم فراجع فی ذٰلک جبرئیلؑ ربہ فاوحی اللہ الیہ ان ادفع فدک الی فاطمۃ فدعاھا رسول اللہ فقال لھا یا فاطمۃ ان اللہ امرنی ان ادفع الیک فدک فقالت قد قبلت یا رسول اللہ من اللہ ومنک فلم یزل وکلاؤھا فیھا حیٰوۃ رسول اللہ فلما ولی ابوبکر اخرج عنھا وکلاؤھا فاتتہ تسألہ ان یردھا علیھا فقال لھا ائتینی باسود او احمر یشھد لک بذٰلک فجاءت بامیر المومنین علیہ السلام وام ایمن فشھدا لھا فکتب لھا بترک التعرض فخرجت والکتاب معھا فلقیھا عمر فقال لھا ما ھٰذا معک یا بنت محمد قالت کتاب کتبہ لی ابن ابی قحافۃ قال ارینہ فابت فانتزعہ من یدھا ونظر فیہ ثم تفل فیہ ومحاہ وخرقہ فقال لھا ھٰذا لم یوجف علیہ ابوک بخیل ولا رکاب فضعی الجبال فی رقابنا فقال لہ المھدی یا ابا الحسن حدھا لی فقال حد منھا جبل احد وحد منھا عریش مصر

وحد منها سيف البحر وحد منها دومة الجندل فقال له كل هذا قال نعم يا امير المومنين هذا كله ان هذا كله مما لم يوجف اهله على رسول الله بخيل ولا ركاب فقال كثير وانظر فيه (اصول کافی نول کشوری۔ کتاب الحجۃ۔ باب الفئ والانفال۔ صفحہ ۳۵۴)۔ ترجمہ۔ علی بن محمد بن عبداللہ نے ہمارے اصحاب میں سے بعض سے روایت کی جسے میں سیاری گمان کرتا ہوں۔ اور اس بعض نے علی بن اسباط سے روایت کی کہ کہا علی بن اسباط نے کہ جب امام ابوالحسن موسےٰ کاظم مہدی عباسی پر وارد ہوئے۔ تو دیکھا کہ مہدی ردِّ مظالم[1] کر رہا ہے۔ پس امام نے کہا اے امیر المومنین ہمارے مظلمہ کا کیا حال ہے۔ کہ واپس نہیں کیا جاتا۔ مہدی نے کہا۔ اے ابوالحسن وہ کیا ہے۔ امام نے فرمایا۔ کہ جب اللہ تبارک وتعالےٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ پر فدک اور فدک کے ملحق کو فتح کیا۔ کہ جس پر آپ نے گھوڑے اور اونٹ نہ دوڑائے۔ تو اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ پر آیہ وآت ذا القربیٰ نازل فرمائی۔ پس رسول اللہ نے نہ جانا کہ ذا القربیٰ کون ہیں۔ پس اس امر میں آپ نے جبرئیلؑ کی طرف رجوع فرمایا۔ اور جبرئیلؑ نے اپنے رب کی طرف رجوع کیا۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ فدک فاطمہؑ کو دے دیجئے۔ رسول اللہ نے فاطمہؑ کو بلایا۔ اور ان سے فرمایا۔ کہ اے فاطمہ تحقیق خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ فدک تجھے دے دوں۔ فاطمہؑ نے کہا۔ یارسول اللہ میں نے اللہ سے اور آپ سے قبول کیا۔ رسول اللہ کی حیات میں فاطمہؑ کے وکیل اس میں رہے۔ جب ابوبکر خلیفہ ہوئے تو انہوں نے فاطمہؑ کے وکیلوں کو فدک سے نکال دیا۔ پس فاطمہؑ خلیفہ کے پاس آئیں۔ اور ان سے درخواست کی کہ فدک مجھے واپس دے دیجئے۔ خلیفہ نے کہا کہ کسی سیاہ یا سرخ (عربی یا عجمی) کو میرے پاس لاؤ۔ جو آپ کے حق میں فدک کی ملکیت کی گواہی دے۔ لہٰذا وہ امیر المومنین علیہ السلام اور ام ایمن کو لائیں۔ جنہوں نے آپ کے حق میں گواہی دی۔ اس پر خلیفہ نے لکھ دیا کہ فاطمہؓ سے (معاملہ فدک میں) تعرض نہ کیا جائے۔ فاطمہ وہ وثیقہ لے کر نکلیں۔ عمرؓ (راستہ میں) ان سے ملے۔ اور پوچھا کہ اے بیٹی محمدؐ کی یہ تیرے پاس کیا ہے۔ وہ بولیں کہ وثیقہ ہے۔ جو ابو قحافہ کے بیٹے نے میرے لئے لکھ دیا ہے۔ کہا کہ مجھے دکھاؤ۔ فاطمہؑ نے انکار کر دیا۔ عمرؓ نے ان کے ہاتھ سے چھین لیا۔ اور اس میں نظر کی۔ پھر اس پر تھوک دیا۔ اور اسے مٹا دیا۔ اور پھاڑ ڈالا۔ اور ان[2] سے کہا۔ اس پر تیرے باپ نے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے۔ پس تو ہماری

---

[1] مظالم جمع ہے مظلمہ کی۔ اور مظلمہ وہ مال ہے جو ظلم سے لیا جائے ۱۲ [2] صافی شرح کافی میں ہے۔ پس گفت عمر فاطمہ را مجموع آنچہ تصرف مے خواہی یعنی اکثر آن نہ دوانیدہ بر آن پدر تو اسپان لشکر را و نہ شتران لشکر را۔ باقی برصفحہ ۲۲۹

گردنوں پر پہاڑ رکھ دے۔ یہ سن کر مہدی نے امام سے کہا۔ اے ابوالحسن فدک کے حدود مجھ سے بیان کرو۔ امام نے فرمایا۔ فدک کی ایک حد کوہ احد ہے۔ دوسری عریش مصر۔ تیسری کنارہ بحر۔ چوتھی دومۃ الجندل ہے۔ اس پر مہدی نے کہا۔ یہ سب؟ امام نے کہا۔ ہاں اے امیر المومنین یہ سب۔ کیونکہ اس سب کے باشندوں پر رسول اللہ نے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے۔ مہدی بولا۔ کہ یہ تو بہت ہے۔ میں اس میں غور کروں گا۔ انتہیٰ۔

روائیت مذکورہ بالا میں امور ذیل قابل غور ہیں:۔

(۱) اس روائیت میں آیہ وآت ذاالقربیٰ۔ کا جو شان نزول بیان کیا گیا ہے۔ اسکی تردید پہلے ہو چکی ہے۔

(۲) یہ جو مذکور ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات شریف میں فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے قبضہ میں تھا۔ اور اس میں ان کے وکیل رہا کرتے تھے۔ اس کی تردید بھی پہلے آچکی ہے۔

(۳) یہ حضرت صدیق اکبر پر افتراء ہے۔ کہ آپ نے خلاف نص قرآنی ایک مرد اور ایک عورت کی شہادت پر رد فدک کا تحریری حکم دے دیا۔

(۴) حضرت عمر فاروق کی طرف جن افعال کی نسبت کی گئی ہے۔ وہ ان سے بری ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

(۵) فدک کے حدود جو شیعہ کے امام معصوم موسےٰ کاظم بیان فرماتے ہیں۔ یہ ہیں۔ ایک حد کوہ احد ہے۔ جو مدینہ منورہ سے قریباً تین میل مشرق کی جانب ہے۔ دوسری حد عریش مصر ہے۔ جو شام سے مصر کے راستے میں بحیرہ روم کے کنارے عین سرحد مصر پر ہے۔ (معجم البلدان للیاقوت)۔ تیسری حد کنارہ بحر جس کا اطلاق اکثر بحر عمان کے کنارے پر ہوتا ہے (صافی شرح کافی)۔ چوتھی حد دومۃ الجندل ہے۔ جو دمشق سے جنوب کو پانچ دن کی مسافت پر ہے۔ اور مدینہ منورہ سے ۱۵ یا ۱۶ دن کی راہ ہے۔ (طبقات ابن سعد)۔ ان حدود سے شیعہ کے خیالی فدک کی وسعت کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے

بقیہ صفحہ نمبر ۲۲۸:۔ بایں معنے کہ اگر فدک را بتو دہم بایں سبب کہ نوشتہ شد۔ این جا لازم مے آید کہ اکثر ممالک محروسہ را بتو دہم۔ پس بگذار کہ بہارا در گردن ما یعنے مارا زیر بار خود کن تا ما ترک خلافت مے کنیم ۱۲ منہ

اللہم اغفر لکاتبہ ولمن سعے فیہ ولوالدیہم اجمعین:۔

شیعہ کا شہید ثالث مجالس المومنین میں فدک کے حال میں لکھتا ہے۔ صاحب معجم البلدان گفتہ فدک قریہ ایست میان حجاز درمیان او و مدینہ دو روزہ راہ است و بعضے گفتہ اند سہ روزہ و آن قریہ از کفار خیبر بود کہ بطریق مصالحہ در تحت تصرف آن حضرت آمدہ بود و بموجب دین الٰہی خالصہ حضرت رسالت پناہی شدہ بود و در آن جا چشمہ آب روان و درختہائے خرما بسیار بود۔ مخفی نماند کہ این تحدید منافی آن است کہ صاحب کتاب طرائف باسناد خود از حضرت امام موسےٰ کاظم روایت نمودہ کہ از آن حضرت حدود فدک را پرسیدند در جواب گفت۔ حد اول عریش مصر است و حد دوئم دومۃ الجندل و حد ثالث تیما و حد رابع جبل احد از مدینہ و لاشک ان صاحب البیت ابصر بالبیت و بہر تقدیر مراد بفدک قریہ ایست کہ حضرت پیغمبر در وقت نزول این آیہ و اٰت ذا القربیٰ حقہ آن را بحضرت فاطمہ علیہا السلام بخشیدہ بود۔ ترجمہ مصنف معجم البلدان نے کہا کہ فدک حجاز میں ایک گاؤں ہے مدینہ اور اس کے درمیان دو دن کا فاصلہ ہے۔ بعض نے کہا ہے۔ کہ تین دن کا۔ یہ گاؤں کفار خیبر کا تھا۔ جو باہمی صلح کے طریق سے آن حضرت صلے اللہ علیہ و آلہ کے قبضہ میں آیا تھا۔ اور دین الٰہی کے بموجب حضرت رسالت پناہ کا خالصہ ہو گیا تھا۔ وہاں آب رواں کا چشمہ اور خرما کے درخت بہت تھے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ یہ حدبندی منافی ہے۔ اس کے جو صاحب کتاب طرائف نے اپنے اسناد کے ساتھ حضرت امام موسےٰ کاظم سے روائت کیا ہے۔ کہ حضرت امام سے فدک کے حدود دریافت کئے گئے۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ کہ حد اول عریش مصر اور حد دوم دومۃ الجندل اور حد سوم تیما اور حد چہارم کوہ احد مدینہ کے متصل ہے۔ اور شک نہیں کہ گھر والے کو گھر کا حال زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ بہر تقدیر فدک سے مراد وہ گاؤں ہے۔ جو حضرت پیغمبر نے آیہ و اٰت ذا القربیٰ حقہ کے نزول کے وقت حضرت فاطمہ علیہا السلام کو عنایت کیا تھا۔ انتہےٰ شیعہ کا جناب مقدس اردبیلی لکھتا ہے۔ فدک دہے است کہ رسول خدا در وقت نزول آیہ و اٰت ذا القربیٰ حقہ بفاطمہ بخشیدہ بود (حدیقۃ الشیعہ۔ مطبوعہ ایران۔ صفحہ ۶)۔ ملا خلیل شارح اصول کافی لکھتا ہے۔ فدک موضعے است نزدیک

مدینہ۔ تعجب ہے کہ شیعی مصنفین اپنے امام معصوم کے خلاف فدک کو گاؤں بتا رہے ہیں۔

(۶) اس روایت سے ظاہر ہے کہ فدک مال فیئے تھا۔ چنانچہ صافی میں اس کی شرح میں یوں لکھا ہے۔ لم یوجف معلوم از باب افعال است وضمیر مستتر راجع بہ رسول است۔ باور خیل برائے تعدیہ بمفعول دوم است ومفعول اوّل محذوف است بتقدیر لم یوجف العسکر واشارہ است بقول اللہ تعالیٰ در سورہ حشر وما افاء اللہ علیٰ رسولہ منہم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب ولکن اللہ یسلط رسلہ علی من یشاء واللہ علی کل شیئ قدیر ہ ما افاء اللہ علی رسولہ من اہل القریٰ فللّٰہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتمیٰ والمسٰکین وابن السبیل کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم بیان این ظاہر مے شود۔ انتہےٰ۔ ان دو آیتوں میں سے پہلی آیت میں فیئے کا ذکر ہے۔ فیئے اس مال کو کہتے ہیں جو کفار سے بغیر قتال مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ دوسری آیت میں مصارف فیئے کا ذکر ہے۔ دوسری آیت کے بعد کی تین آیتوں میں ذا القرابیٰ والیتمیٰ والمساکین و ابن السبیل سے بدل کے طور پر فقراء مہاجرین و انصار اور تابعین الیٰ یوم القیامہ کا ذکر ہے۔ اس سے پایا جاتا ہے۔ کہ فیئے کا مصرف عامہ مسلمین کی مصالح وضروریات ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریق عمل مال فیئے میں یوں تھا۔ کہ اپنے اہل وعیال کا ایک سال کا نفقہ رکھ لیتے۔ باقی کو عامہ مسلمین کی ضروریات میں صرف فرماتے۔ اور مساکین ومحتاجوں میں سے جس کو چاہتے عطا فرماتے۔ مال غنیمت کے برعکس فیئے میں خمس وقسمت نہ تھی۔ بلکہ فیئے کا اختیار حضور کے دست مبارک میں تھا۔ آپ کے بعد آپ کے جانشینوں نے اس بارے میں پورے طور پر آپ کا اتباع کیا۔ تفسیر منہج الصادقین میں ہے۔ سوم فیئے است (یعنے منجملہ اموالیکہ ائمہ وولاۃ دران تصرف دارند) وآن مالے است کہ از کفار بمسلمانان منتقل

---

[1] اور جو فیئے بنا دیا ہے۔ خدا نے اپنے رسول پر ان سے۔ سو تم نے نہیں دوڑائے اس پر گھوڑے اور نہ اونٹ لیکن خدا جتا دیتا ہے اپنے رسولوں کو جس پر چاہے۔ اور خدا سب چیز کر سکتا ہے۔ اور جو فیئے بنا دے خدا اپنے رسول پر بستیوں سے سو واسطے خدا کے اور واسطے رسول کے اور واسطے قرابت والے کے اور یتیموں کے اور محتاجوں کو اور مسافر کو تا نہ آوے دینے میں دولتمندوں کے تم میں سے ۱۲

اہل وعیال کے لئے مقرر کیا۔ اور اپنے اہل کے نفقہ سے جو کچھ بچ رہتا۔ اسے فقراء مہاجرین میں تقسیم فرما دیتے۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ انتہٰی۔

ذیل میں ہم اسی بحث کے متعلق کتب اہل سنت وجماعت سے چند اور روائتیں نقل کرتے ہیں :۔

(۱) عن ابن شہاب قال اخبرنی عروۃ بن الزبیر ان عائشۃ ام المومنین رضی اللہ عنہا اخبرتہ ان فاطمۃ علیہا السلام ابنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سألت ابابکر الصدیق بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقسم لها میراثها ما ترك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مما افاء اللہ علیہ فقال لها ابوبکر ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال لا نورث ما ترکنا صدقۃ فغضبت فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فهجرت ابابکر فلم تزل مهاجرتہ حتی توفیت وعاشت بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستۃ اشہر قالت وکانت فاطمۃ تسأل ابابکر نصیبها مما ترك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خیبر وفدك وصدقتہ بالمدینۃ فابی ابوبکر علیها ذالك وقال لست تارکا شیئا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعمل بہ الا عملت بہ فانی اخشی ان ترکت شیئا من امرہ ان ازیغ فاما صدقتہ بالمدینۃ فدفعها عمر الی علی وعباس واما خیبر وفدك فامسکهما عمر وقال هما صدقۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانتا لحقوقہ التی تعروہ ونوائبہ وامرهما الی من ولی الامر قال فهما علی ذالك الیوم (صحیح بخاری - مطبوعہ مصر - جزء ثانی - کتاب الجہاد - باب فرض الخمس)۔

(۲) حدثنا ابو الیمان اخبرنا شعیب عن الزہری قال اخبرنا مالك بن اوس بن الحدثان النصری ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ دعاہ اذ جاءہ حاجبہ یرفا فقال لہ هل لك فی عثمان وعبد الرحمٰن والزبیر وسعد یستاذنون فقال نعم فادخلهم فلبث قلیلاً ثم جاء فقال هل لك فی عباس وعلی یستاذنان قال نعم فلما دخلا قال عباس یا امیر المومنین اقض بینی وبین هذا وهما یختصمان فی الذی افاء اللہ علی رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم من مال بنی النضیر فاستب علی وعباس فقال الرهط یا امیر المومنین اقض بینهما وارح احدهما من الاخر فقال عمر اتئدوا انشدکم باللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض هل تعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا نورث ما ترکنا صدقۃ یرید بذلك نفسہ قالوا قد قال ذالك فاقبل عمر علی علی وعباس فقال انشدکما باللہ هل تعلمان ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قد قال

ذلك قالا نعم قال فانى احدثكم عن هذا الامر ان الله سبحانه كان خص رسوله صلى الله
عليه وسلم فى هذا الفيئ بشئ لم يعطه احدا غيره فقال جل ذكره وما افاء الله على رسوله
منهم فما اوجفتم عليه من خيل ولا ركاب الى قوله قدير فكانت هذه خالصة لرسول الله
صلى الله عليه وسلم ثم والله ما احتازها دونكم ولا استأثرها عليكم لقد اعطاكموها و
قسمها فيكم حتى بقى هذا المال منها فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم ينفق على اهله
نفقة سنتهم من هذا المال ثم ياخذ ما بقى فيجعله مجعل مال الله فعمل ذلك رسول الله
صلى الله عليه وسلم حياته ثم توفى النبى صلى الله عليه وسلم فقال ابوبكر فانا ولى رسول
الله صلى الله عليه وسلم فقبضه ابوبكر فعمل فيه بما عمل به رسول الله صلى الله عليه وسلم
وانتم حينئذ فاقبل على على وعباس وقال تذكران ابا بكر فيه كما تقولان والله يعلم انه فيه
لصادق بار راشد تابع للحق ثم توفى الله عزوجل ابا بكر فقلت انا ولى رسول صلى الله عليه
وسلم وابى بكر فقبضته سنتين من امارتى اعمل فيه بما عمل فيه رسول الله صلى الله
عليه وسلم وابوبكر والله يعلم انى فيه صادق بار راشد تابع للحق ثم جئتمانى كلاكما وكلمتكما
واحدة وامركما جميع فجئتنى يعنى عباسا فقلت لكما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم
قال لا نورث ما تركنا صدقة فلما بدا لى ان ادفعه اليكما قلت ان شئتما دفعته اليكما على
ان عليكما عهد الله وميثاقه لتعملان فيه بما عمل فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم
وابوبكر وما عملت فيه منذ وليت والا فلا تكلمانى فقلتما ادفعه الينا بذلك فدفعته اليكما
افتلتمسان منى قضاء غير ذلك فوالله الذى باذنه تقوم السماء والارض لا اقضى فيه بقضاء
غير ذلك حتى تقوم الساعة فان عجزتما عنه فادفعاه الى فانا اكفيكماه قال فحدثت هذا الحديث
عروة بن الزبير فقال صدق مالك بن اوس انا سمعت عائشة رضى الله عنها زوج النبى
صلى الله عليه وسلم تقول ارسل ازواج النبى صلى الله عليه وسلم عثمان الى ابى بكر يسألنه
ثمنهن مما افاء الله على رسوله صلى الله عليه وسلم فكنت انا اردهن فقلت لهن الا تتقين
الله الم تعلمن ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يقول لا نورث ما تركنا صدقة يريد بذلك
نفسه انما ياكل آل محمد صلى الله عليه وسلم فى هذا المال فانتهى ازواج النبى صلى
الله عليه وسلم الى ما اخبرتهن قال فكانت هذه الصدقة بيد على منعها على عباسا
فغلبه عليها ثم كان بيد حسن بن على ثم بيد حسين بن على ثم بيد على بن حسين وحسن

بن حسن کلاھما کا نایتداولانہا ثم بید زید بن حسن وھی صدقۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حقا (صحیح بخاری ۔ جزء ثالث ۔ کتاب المغازی ۔ باب حدیث بنی النضیر) ۔

(۳) حدثنا ابراھیم بن موسیٰ اخبرنا ھشام اخبرنا معمر عن الزھری عن عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان فاطمۃ علیہا السلام والعباس اتیا ابا بکر یلتمسان میراثہما ارضہ من فدک وسھمہ من خیبر فقال ابو بکر سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا نورث ما ترکنا صدقۃ انما یأکل آل محمد فی ھذا المال واللہ لقرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب الی ان اصل من قرابتی (صحیح بخاری ۔ کتاب المغازی ۔ باب حدیث بنی النضیر) ۔

(۴) حدثنا عبد اللہ بن جراح نا جریر عن المغیرۃ قال جمع عمر بن عبد العزیز بنی مروان حین استخلف فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت لہ فدک فکان ینفق منہا ویعود منہا علی صغیر بنی ھاشم ویزوج فیہا ایمھم وان فاطمۃ سألتہ ان یجعلہا لہا فابی فکانت کذلک فی حیوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی مضیٰ لسبیلہ فلما ان ولی ابو بکر عمل فیہا بما عمل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حیاتہ حتی مضیٰ لسبیلہ فلما ان ولی عمر عمل فیہا بمثل ما عملا حتیٰ مضیٰ لسبیلہ ثم اقطعہا مروان ثم صارت لعمر بن عبد العزیز قال عمر یعنی ابن عبد العزیز فرأیت امرا منعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ لیس لی بحق وانی اشھدکم انی قد رددتہا علیٰ ما کانت یعنی علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سنن ابی داؤد ۔ مجلد دوم ۔ کتاب الخراج ۔ باب فی تدوین العطاء) ۔

(۵) اخبرنا محمد بن عمر قال ثنا ابراھیم بن جعفر بن محمد الانصاری عن ابیہ قال کانت فدک صفیا لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکانت لابن السبیل وسألتہ ابنتہ فدک ان یھبہا لہا فابی رسول اللہ ذلک علیہا فلم یطمع فیہا طامع ثم توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والامر علیٰ ذلک فولی ابو بکر فسلک بہا ما کان رسول اللہ یفعل ثم کان عثمان فمثل ذلک فلما کانت الجماعۃ علی معاویۃ سنۃ اربعین ولی معاویۃ مروان بن الحکم المدینۃ فکتب الی معاویۃ یطلب الیہ فدک فاعطاہ ایاھا فکانت بید مروان یبیع ثمرھا بعشرۃ آلاف دینار کل سنۃ ثم نزع مروان عن المدینۃ وغضب علیہ معاویۃ فقبضہا منہ فکانت بید وکیلہ

بالمدینة و طلبها الولید بن عتبة بن ابی سفیان من معاویة فابی معاویة ان یعطیه و طلبها سعید بن العاص فابی معاویة ان یعطیه فلما ولی معاویة مروان المدینة المرة الاخرة ردها علیه بغیر طلب من مروان ورد علیه غلتها فیما مضی فکانت بید مروان فاعطی عبد الملك نصفها واعطی عبد العزیز بن مروان نصفها فوهب عبد العزیز نصفها الذی کان بیده لعمر بن عبد العزیز قال فلما توفی عبد الملك طلب عمر بن عبد العزیز الی الولید حقه فوهبه له وطلب الی سلیمان حقه فوهبه له ثم بقی من اعیان بنی عبد الملك حتی خلصت لعمر بن عبد العزیز قال جعفر فلما ولی عمر بن عبد العزیز الخلافة وما یقوم به و یحیا له الا هی تغل عشرة آلاف دینار فی کل سنة واقل قلیلا و اکثر فلما ولی الخلافة سأل عن فدك وفحص عنها فاخبر بما کان من امرها فی عهد رسول الله والی بکر وعمر وعثمان حتی کان معاویة قال فکتب عمر الی ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم کتاباً فیه بسم الله الرحمن الرحیم من عبد الله عمر امیر المومنین الی ابی بکر بن محمد سلام علیك فانی احمد الیك الله الذی لا اله الا هو اما بعد فانی نظرت فی امر فدك وفحصت عنه فاذا هو لا یصلح لی ورأیت ان اردها علی ما کانت علیه فی عهد رسول الله والی بکر وعمر وعثمان واترك ما حدث بعدهم فاذا جاءك کتابی فاقبضها وولها رجلا یقوم فیها بالحق والسلام علیك (طبقات ابن سعد مطبوعہ جرمنی - جزء خامس - ترجمہ عمر بن عبد العزیز - صفحہ ۲۸۶ - ۲۸۷) -

ترجمہ احادیث مذکورہ بالا

(۱) ابن شہاب نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اسے خبر دی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ علیہا السلام نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیق سے درخواست کی کہ میری میراث جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چھوڑی ہے - اس میں سے جو خدا نے آپ پر فئے کردی مجھے بانٹ دیں - حضرت ابو بکر نے حضرت فاطمہ سے کہا - کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - ہم میراث نہیں چھوڑتے - جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں - وہ صدقہ ہے - اس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ غضب میں آئیں - اور حضرت ابو بکر کے پاس

سے چلی آئیں۔ حضرت ابوبکر سے آپ کا ہجران ہمیشہ رہا۔ یہاں تک کہ آپ نے وفات پائی۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں۔ حضرت عائشہ کا بیان ہے۔ کہ حضرت فاطمہ حضرت ابوبکر سے اس میں سے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا۔ یعنے خیبر و فدک وصدقہ مدینہ میں سے اپنا حصہ طلب کرتی تھیں۔ حضرت ابوبکر نے اس سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا کہ جو کچھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ میں اسے کئے بغیر نہیں چھوڑنے کا کیونکہ اگر میں آپ کے امر میں سے کوئی چیز ترک کر دوں۔ تو مجھے ڈر ہے کہ راہ حق سے برگشتہ ہو جاؤں لیکن مدینہ میں آپ کا صدقہ۔ سو اُسے حضرت عمر نے حضرت علی و عباس کے سپرد کر دیا۔ اور خیبر و فدک کو اپنے پاس رکھا۔ اور فرمایا کہ یہ دونوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقہ ہیں۔ جو آپ کے حوادث و حوائج اور ان حقوق کے لئے موقوف تھے جو پیش آیا کرتے تھے۔ اور یہ دونوں اس کے سپرد رہیں جو والی ہو۔ کہا زہری نے (بوقت بیان حدیث) کہ یہ دونوں آج تک اسی حال پر ہیں۔ (صحیح بخاری)۔

(۲) حدیث کی ہم سے ابوالیمان نے کہ خبر دی ہم کو شعیب نے زہری سے کہ کہا زہری نے کہ خبر دی ہم کو مالک بن اوس بن حدثان نصری نے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا۔ میں آپ کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں آپ کا خادم یرفا آپ کے پاس آیا اور عرض کی کہ عثمان و عبدالرحمن و زبیر و سعد دروازے پر کھڑے اذن طلب کر رہے ہیں۔ کیا آپ انہیں اندر آنے کی اجازت دیتے ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ کہ ہاں؎۔ پس جب دونوں داخل ہوئے۔ تو عباس نے کہا۔ اے امیر المومنین میرے اور اس کے درمیان حکم کر۔ اور وہ اس مال میں جھگڑ رہے تھے۔ جو اللہ تعالیٰ نے بنی نضیر کے مالوں سے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر فیئے کیا تھا۔ پس علی و عباس نے ایک دوسرے کو سخت سست کہا۔ پس اس گروہ نے کہا۔ اے امیر المومنین ان دونوں کے درمیان حکم کر۔ اور ایک کو دوسرے سے نجات دہ۔ یہ سن کر حضرت عمر نے فرمایا۔ کہ ٹھہرو۔ میں تمہیں اس خدا کی قسم دیتا ہوں۔ جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "ہم میراث نہیں چھوڑتے۔ جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔" جس سے حضور کی مراد خود ذات شریف تھی۔ وہ بولے کہ بے شک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے۔ پس حضرت عمر حضرت علی و عباس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور کہنے لگے۔ میں تم دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں۔ کیا تمہیں معلوم ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

؎ حضرت عمر نے فرمایا کہ ہاں۔ حضرت عباس و علی اذن طلب کرتے ہیں۔ کیا آپ اذن دیتے ہیں۔ پھر تھوڑی دیر ٹھہر کر یرفا آیا اور کہنے لگا ... میں انہیں اندر آنے دیا

ایسا فرمایا ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ ہاں۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ میں تمہیں اس امر کی خبر دیتا ہوں کہ اللہ سبحانہ نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو اس فیئے میں ایسی چیز سے مخصوص کیا ہے کہ آپ کے سوا کسی کو وہ عطا نہیں کی۔ پس یہ آیت پڑھی۔ وما افاء اللّٰہ علیٰ رسولہ منھم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب الآیۃ۔ پس یہ اموال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خالصہ تھے۔ پھر اللہ کی قسم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تمہارے بغیر ان کو اپنے واسطے جمع نہیں کیا اور نہ تم کو چھوڑ کر ان کو اپنے واسطے انتخاب کیا۔ اور وہ مال تمہیں دے دیئے۔ اور تم میں تقسیم کر دئے۔ یہاں تک کہ ان میں سے یہ مال بچ رہا۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس مال میں سے اپنے عیال پر ایک سال کا نفقہ صرف فرماتے تھے۔ پھر جو باقی رہتا۔ اسے لیتے اور ان مصارف میں صرف فرماتے جن میں مال خدا کو صرف فرمایا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں اسی طرح عمل فرمایا۔ پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ پس ابوبکر نے کہا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوں۔ اور اس پر قبضہ کر لیا۔ اور اس میں عمل کیا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کیا تھا۔ پس حضرت عمر حضرت علی و عباس کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے۔ کہ تم اس وقت زعم کرتے تھے۔ کہ ابوبکر اس عمل میں ایسے ہیں جیسا کہ تم کہ رہے تھے۔ اور خدا جانتا ہے۔ کہ ابوبکر اس معاملہ میں صادق نیکو کار اور براہ راست اور حق کے تابع تھے۔ پھر اللہ عزوجل نے ابوبکر کو موت دی۔ پس میں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر کا خلیفہ ہوں۔ اور اپنی خلافت کے دو سال میں نے اس مال کو قبض کیا۔ اور میں نے اس میں عمل کیا جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر نے کیا تھا۔ اور خدا جانتا ہے۔ کہ میں اس معاملہ میں صادق نیکو کار اور براہ راست اور حق کا تابع ہوں۔ پھر تم دونوں میرے پاس آئے۔ تمہاری بات ایک تھی۔ اور تمہارا امر ایک تھا۔ اے عباس تو میرے پاس آیا۔ پس میں نے تم دونوں سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ ہم میراث نہیں چھوڑتے۔ جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں۔ وہ صدقہ ہے۔ جب میری یہ رائے ہوئی۔ کہ وہ مال تمہارے سپرد کر دوں۔ تو میں نے کہا۔ اگر تم چاہو میں تمہارے سپرد کر دیتا ہوں۔ اس شرط پر کہ تم پر خدا کا عہد وثیقہ ہے۔ کہ تم اس میں اسی طرح عمل کرو گے۔ جیسا کہ اس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر نے عمل کیا۔ اور جیسا کہ میں نے عمل کیا۔ جب سے کہ میں خلیفہ ہوا۔ ورنہ (اس بارے میں) تم مجھ سے کلام نہ کرو۔ تم نے کہا کہ اس شرط پر ہمارے سپرد کر دو۔ پس میں نے وہ مال تمہارے سپرد کر دیا۔ کیا تم مجھ سے التماس کرتے ہو کہ میں اس کے خلاف حکم کروں۔ اس خدا

کی قسم جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں۔ پس اس میں اس کے سوا اور حکم نہ کروں گا۔ یہاں تک کہ قیامت برپا ہو جائے۔ اگر تم اس کام سے عاجز ہو۔ تو وہ مال میرے سپرد کردو میں اس مشقت سے تم کو بچا دیتا ہوں۔ کہا (زہری نے) کہ میں نے یہ حدیث عروہ بن زبیر سے بیان کی۔ عروہ نے کہا کہ مالک بن اوس نے سچ کہا ہے۔ میں نے حضرت عائشہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ فرماتی تھیں۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ازواج نے حضرت عثمان کو حضرت ابوبکر کی خدمت میں اپنی میراث طلب کرنے کے لئے بھیجا۔ اس میں سے .... جو اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول پر فیئے کیا تھا۔ پس میں نے ان کو روکا اور کہا کہ کیا تم خدا سے نہیں ڈرتیں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ کہ ہم میراث نہیں چھوڑتے۔ جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے جس سے مراد آپ کی ذات شریف تھی۔ آل محمد اسی مال سے تو کھاتے ہیں۔ پس ازواج پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم طلب میراث سے باز آئیں۔ اور انہوں نے رجوع کیا اس کی طرف جو میں نے بتایا تھا۔ کہا (عروہ نے) کہ یہ صدقہ حضرت علی کے ہاتھ میں تھا۔ علی نے عباس کو اس سے روک دیا۔ اور اس پر غلبہ پایا۔ پھر یہ مال حسن بن علی کے ہاتھ میں رہا۔ پھر حسین بن علی کے ہاتھ میں پھر علی بن حسین اور حسن بن حسن دونوں کے ہاتھ میں رہا اور دونوں نوبت بنوبت اس میں تصرف کرتے تھے۔ پھر زید بن حسن کے ہاتھ میں رہا۔ اور بطریق راستی یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا صدقہ تھا۔ (صحیح بخاری)۔

(۳) حدیث کی ہم سے ابراہیم بن موسےٰ نے کہ خبر دی ہم کو ہشام نے کہ خبر دی ہم کو معمر نے زہری سے۔ زہری نے عروہ سے۔ عروہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ فاطمہ علیہا السلام اور عباس حضرت ابوبکر کے پاس آئے حالانکہ وہ زمین فدک اور حصہ خیبر سے اپنی میراث طلب کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر نے جواب دیا کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے۔ کہ فرما رہے تھے۔ کہ ہم میراث نہیں چھوڑتے۔ جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔ آل محمدؐ اس مال میں سے کھاتے ہیں۔ خدا کی قسم قرابت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق کی نگہداشت مجھے اپنی قرابت سے محبوب تر ہے۔ (صحیح بخاری)۔

(۴)۔ حدیث کی ہم سے عبداللہ بن جراح نے کہ خبر دی ہم کو جریر نے مغیرہ سے۔ کہا مغیرہ نے کہ عمر بن عبدالعزیز نے بنی مروان کو جمع کیا۔ جس وقت وہ خلیفہ بنائے گئے۔ پس فرمایا کہ فدک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے خالصہ تھا۔ آپ اس میں سے (اہل وعیال اور فقراء ومساکین

پر) خرچ کیا کرتے تھے۔ اور اس میں سے بنو ہاشم کے چھوٹوں پر احسان کیا کرتے تھے اور اسی میں سے بنو ہاشم کی بیوہ عورتوں کے نکاح کیا کرتے تھے۔ بے شک حضرت فاطمہ نے آپ سے درخواست کی کہ فدک مجھے ہبہ کر دیجئے۔ مگر حضور اقدس نے انکار کر دیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات شریف میں فدک اسی طرح رہا۔ یہاں تک کہ حضور نے وفات پائی۔ جب حضرت ابو بکر خلیفہ بنائے گئے۔ تو انہوں نے اس میں اسی طرح عمل کیا جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی حیات شریف میں کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ نے وفات پائی۔ جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے۔ تو انہوں نے اس میں عمل کیا جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ نے کیا تھا۔ یہاں تک کہ آپ نے وفات پائی۔ پھر مروان نے فدک کو اپنی جاگیر بنایا۔ بعد ازاں فدک عمر بن عبدالعزیز کے تصرف میں آیا۔ کہا عمر یعنے ابن عبدالعزیز نے۔ پس میں نے دیکھا کہ وہ امر جس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ کو روکا تھا۔ میرے لئے سزاوار نہیں تحقیق میں تمہیں گواہ بناتا ہوں۔ کہ میں نے فدک اسی وجہ پر لوٹا دیا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر کے زمانے میں تھا۔ (سنن ابی داؤد)۔

(۵) خبر دی ہم کو محمد بن عمر نے۔ کہا حدیث کی ہم سے ابراہیم بن جعفر بن محمد انصاری نے اپنے باپ سے۔ کہا جعفر نے کہ فدک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خالصہ تھا۔ اور مسافروں کے لئے موقوف تھا۔ آپ کی صاحبزادی (فاطمہ الزہراء) نے درخواست کی کہ فدک مجھے ہبہ کر دیجئے مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا۔ پس کسی طامع نے اس میں طمع نہ کی۔ بعد ازاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ اور فدک کی حالت اسی طرح تھی۔ پس حضرت ابو بکر خلیفہ ہوئے۔ آپ نے اس میں وہی عمل کیا۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ پھر حضرت ابو بکر نے وفات پائی۔ اور حضرت عمر خلیفہ ہوئے۔ حضرت عمر نے اس میں وہی عمل کیا۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ پھر حضرت عثمان خلیفہ ہوئے۔ انہوں نے بھی اسی طرح کیا۔ جب سنہ ۴۰ ہجری میں حضرت معاویہ کی امارت پر اجماع ہو گیا۔ تو آپ نے مروان بن الحکم کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا۔ مروان نے بذریعہ تحریر حضرت معاویہ سے فدک طلب کیا۔ حضرت معاویہ نے فدک اسے دے دیا۔ پس فدک مروان کے ہاتھ میں تھا۔ وہ ہر سال اس کا پھل دس ہزار دینار کو بیچ دیا کرتا تھا۔ بعد ازاں مروان کو حکومت مدینہ سے علیحدہ کر دیا گیا۔ حضرت معاویہ اس پر ناراض ہو گئے۔ اور اس سے فدک لے لیا۔ وہ مدینہ میں حضرت معاویہ کے وکیل کے

ہاتھ میں تھا۔ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان اور سعید بن العاص نے یکے بعد دیگرے فدک طلب کیا۔ مگر حضرت معاویہ نے انکار کر دیا۔ جب حضرت معاویہ نے مروان کو دوسری بار مدینہ کا حاکم بنایا۔ تو فدک بن مانگے اسے دے دیا۔ اور فدک کی گذشتہ آمدنی بھی اس کو دلادی۔ اس طرح فدک مروان کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے اس کا نصف (اپنے بیٹے) عبدالملک کو اور نصف (دوسرے بیٹے) عبدالعزیز بن مروان کو دے دیا۔ عبدالعزیز نے اپنا نصف (اپنے بیٹے) عمر بن عبدالعزیز کو دے دیا۔ کہا (جعفر بن محمد نے) کہ جب عبدالملک نے وفات پائی۔ تو عمر بن عبدالعزیز نے ولید (بن عبدالملک) سے اس کا حصہ طلب کیا۔ ولید نے دے دیا۔ عمر بن عبدالعزیز نے سلیمان (بن عبدالملک) سے بھی اس کا حصہ طلب کیا۔ سلیمان نے بھی اسے ہبہ کر دیا۔ پھر عبدالملک کی دیگر اولاد کا حصہ باقی رہا۔ یہاں تک کہ سارا فدک عمر بن عبدالعزیز کو مل گیا۔ کہا جعفر نے کہ عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے۔ درآں حالے کہ ان کا اور ان کے عیال کا گذارہ فدک ہی پر تھا۔ جس کی سالانہ آمدنی دس ہزار دینار یا کچھ کم و بیش تھی۔ جب ان کو خلافت ملی۔ تو انہوں نے فدک کا حال دریافت کیا۔ اور تفتیش کی۔ پس ان کو خبر دی گئی اس کی حالت سے جو رسول اللہ و ابوبکر و عمر اور عثمان کے عہد میں تھی۔ یہاں تک کہ امیر معاویہ کا زمانہ آیا۔ کہا (جعفر نے) پس عمر بن عبدالعزیز نے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کی طرف یہ نامہ لکھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللہ کے بندے امیر المومنین عمر کی طرف سے ابوبکر بن محمد کے نام۔ تجھ پر سلام ہو۔ میں تجھ سے اللہ کی حمد کرتا ہوں۔ کہ جس کے سوا کوئی معبود حق نہیں۔ بعد حمد و صلوٰۃ آنکہ میں نے فدک کے معاملہ میں غور کیا۔ اور تفتیش کی۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ وہ میرے لائق نہیں ہے۔ میری رائے ہے کہ میں اس کو اسی وجہ پر رد کر دوں جس پر وہ رسول اللہ اور ابوبکر و عمر و عثمان کے عہد میں تھا۔ اور ترک کر دوں جو ان کے بعد حادث ہوا۔ پس جس وقت میرا یہ نامہ تیرے پاس پہنچے۔ تو فدک کو قبض کر۔ اور ایسے شخص کو اس کا متصرف بنا جو اس میں حق کے ساتھ قیام کرے۔ والسلام علیک۔ (طبقات ابن سعد)۔

روایات مذکورہ بالا سے ظاہر ہے۔ کہ حدیث لانورث اور اموال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مسلمانوں اور ان کے مصالح میں مشترک ہونا اور ان کا انتظام خلیفۂ وقت کی رائے پر موقوف ہونا صحابہ کرام حتے کہ حضرت علی و عباس کے درمیان متفق علیہ تھا۔ روائیت نمبر(۲) سے یہ بھی ثابت ہے۔ کہ حضرت عمر نے حضرت علی و حضرت عباس کو اموال بنی نضیر صرف بطریق تولیت عطا فرمائے

تھے ۔ نہ کہ بطریق ملک ۔ کیونکہ حدیث لانورث کے اعتراف کے باوجود ان کا اموال مذکور کا مطالبہ کرنا صرف ان کی تولیت و تصرف کا مطالبہ تھا ۔ شاید یہاں کوئی یہ اعتراض کرے ۔ کہ جب حضرت عمر نے ان کو اموال مذکورہ بطریق تولیت عطا فرما دیئے ۔ تو پھر انہوں نے کس واسطے خصومت کی ۔ اس کا جواب علامہ خطابی نے یوں دیا ہے ۔ کہ تولیت میں شرکت ان پر شاق گذری ۔ اس لئے انہوں نے تولیت میں تقسیم طلب کی ۔ تاکہ ہر ایک اپنے حصہ کے تصرف میں مستقل ہو ۔ مگر حضرت عمر نے تولیت کی تقسیم سے انکار کر دیا ۔ تاکہ اس پر ملک کا نام جاری نہ ہو ۔ کیونکہ قسمت مالوں ہی میں ہوتی ہے ۔ اور زمانہ گذرنے پر ملک کا گمان ہو جاتا ہے روایات نمبر ۳ ۔ ۴ ۔ ۵ سے فدک کا حال خصوصیت سے معلوم ہوتا ہے ۔ فدک پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا تصرف متولیانہ تھا ۔ خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عہد میں بلحاظ تولیت و مصرف کے فدک کا وہی حال تھا ۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں تھا ۔ حضرت معاویہ نے مروان کو بطور جاگیر دے دیا ۔ شاید بدین تاویل کہ جو امر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہو ۔ وہی آپ کے خلیفہ کے لئے ہوتا ہے ۔ چونکہ حضرت معاویہ کو خود تو ضرورت نہ تھی ۔ لہٰذا اپنے بعض اقرباء کے ساتھ سلوک کیا ۔ واللہ اعلم ۔ مگر حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنی خلافت میں فدک کو اسی حالت پر بحال کر دیا ۔ جس پر وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عہد میں تھا ۔

قال السید امداد امام

اس قصہ کے تھوڑے ہی دن بعد آپ افراط شکستگی قلب سے بیمار ہوئیں ۔ اور ارباب زمانہ کی طرف سے کمال بیزاری کی حالت میں رحلت فرما گئیں ۔ صحیح بخاری جزء خامس اور صحیح مسلم کے جزء ثالث میں مسطور ہے ۔ کہ اس فدک کے معاملہ کے بعد حضرت سیدہ ؑ حضرت ابوبکر سے بہت آزردہ ہوئیں ۔ اور بالکلیہ حضرت خلیفہ سے قطع تعلق فرمایا ۔ اور اپنی بقیہ زندگی میں ان سے بات نہ کی ۔ اور جب حضرت سیدہ ؑ نے ودیعت حیات فرمائی تو حضرت امیر علیہ السلام نے آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی نعش مبارک کو رات کے وقت دفن کیا ۔ اور اس کی خبر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو نہ دی (مصباح الظلم صفحہ ۲۱) ۔

اقول

جناب سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا رنج والم میں ایک مکان میں خانہ نشین ہو گئیں۔ یہ مکان بقیع میں قبہ عباس کے قریب ہے۔ جس میں بنا بر ارجح الاقوال آپ کا مرقد مبارک ہے۔ آپ کے پہلو میں بقول ابن عبدالبر آپ کے فرزند دلبند حضرت امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ مدفون ہیں۔ امام غزالی زیارت بقیع کے بیان میں امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی قبر مبارک کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ زائر کو چاہئیے کہ مسجد فاطمہ میں نماز پڑھے۔ پھر لکھتے ہیں۔ انہ المعروف ببیت الحزن لان فاطمۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اقامت به ایام حزنها علی ابیها صلی اللہ علیہ وسلم (یعنے مسجد فاطمہ بیت الحزن کے نام سے معروف ہے کیونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اپنے والد بزرگوار صلے اللہ علیہ وسلم کے غم میں وہاں مقیم رہیں) آپ اسی حالت میں بیمار ہو گئیں۔ اس وقت معمول تھا۔ کہ عورتوں کا جنازہ مردوں کی طرح بے پردہ لے جایا کرتے تھے۔ اس لئے حالت مرض میں آپ نے بنا بر روایت حافظ عمر بن شبہ فرمایا۔ انی لاستحیی من جلالة جسمی اذا اخرجت علی الرجال غدا (میں اپنے جسم کی جلالت سے حیا کرتی ہوں جس وقت کل مجھے لوگوں کے سامنے نکالا جائے گا)۔ یہ سن کر حضرت اسماء بنت عمیس نے کہا۔ کہ میں نے ملک حبشہ میں دیکھا ہے۔ کہ عورتوں کے لئے ایک قسم کا نعش بناتے ہیں۔ اور کجاوہ کی مانند ایک نعش بنایا۔ جس کا ذکر حافظ ابن عبدالبر نے بروایت ام جعفر بالتفصیل کیا ہے۔ یہی مضمون بطریق اختصار دولابی نے روایت کیا ہے۔ روایت دولابی میں یہ الفاظ ہیں۔ لما ارتها النعش تبسمت وما رؤیت متبسمة یعنی بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا یومئذ (جب اسماء نے حضرت فاطمہؓ کو وہ نعش دکھایا۔ تو آپ نے تبسم فرمایا۔ اور آپ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد سوائے اس دن کے حالت تبسم میں نہ دیکھی گئی تھیں)۔ دولابی نے یہ بھی روایت کی ہے۔ کہ حضرتؓ زہرا نے وصیت فرمائی تھی کہ حضرت علیؓ اور اسماء بنت عمیس مجھے غسل دیں۔ اور بقول ابن عبدالبر حضرتؓ علی سے یہ بھی کہا تھا کہ مجھے رات کے وقت دفن کیجیو۔ اس پر علامہ سمہودی لکھتے ہیں۔ قلت لعلها ارادت بذالك المبالغة فی التستر وهو السبب فی عدم اعلامه ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ویتأید بذالك روایة دفنها بالبقیع (میں کہتا ہوں کہ شاید حضرت زہرا کی مراد اس سے ستر میں مبالغہ تھا۔ اور یہی سبب تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو خبر نہ دی گئی۔ اور اس سے حضرت زہراء

کے بقیع میں دفن ہونے کی روایت کو تقویت ہوتی ہے)۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ حضرت فاطمہؑ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غم ہی میں اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ چونکہ آپ ستر بہت چاہتی تھیں۔ اس واسطے آپ نے کجاوہ کی مانند جنازہ کو پسند فرمایا۔ جس کا اس وقت تک عرب میں رواج نہ تھا۔ (طبقات ابن سعد۔ جزو ثامن۔ صفحہ ۱۸)۔ اور حضرت علی سے وصیت کی کہ مجھے رات کو دفن کرنا۔ اس واسطے آپ کو بقیع ہی میں دفن کیا گیا۔ (تفصیل کے لیئے دیکھو وفاء الوفا۔ جزو ثانی۔ صفحہ ۹۲ تا ۹۵)۔

اس میں شک نہیں۔ کہ حدیث صحیح بخاری میں وارد ہے۔ کہ حضرت علی نے حضرت صدیق اکبر کو حضرت زہراء کی وفات کی اطلاع نہ دی۔ جس کی وجہ اوپر بیان ہوئی۔ مگر یہ کسی حدیث صحیح میں نہیں آیا۔ کہ حضرت صدیق اکبر کو خبر نہ ہوئی۔ یہ کس طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔ کہ حضرت اسماء بنت عمیس جو اس وقت حضرت ابو بکر کے تحت میں تھیں۔ حضرت زہراء کو غسل دیں۔ اور حضرت ابو بکر کو خبر نہ ہو۔ روایت ام جعفر میں صاف مذکور ہے۔ کہ جب حضرت زہراء نے وفات پائی۔ تو حضرت عائشہ تشریف لائیں۔ مگر حضرت اسماء نے اندر جانے سے روک دیا۔ حضرت عائشہ نے حضرت صدیق اکبر کے آگے شکایت کی۔ حضرت ابو بکر تشریف لائے۔ اور دروازے میں کھڑے ہو کر فرمانے لگے۔ اے اسماء تجھے کیا ہوا۔ کہ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو آپ کی صاحبزادی فاطمہؑ کے پاس جانے سے روکتی ہے۔ اسی کی موید ہیں وہ روایات جن میں مذکور ہے۔ کہ صدیق اکبر نے حضرت زہراء پر نماز پڑھی۔ چنانچہ طبقات ابن سعد (جزو ثامن۔ صفحہ ۱۹) میں ہے۔ اخبرنا محمد بن عمر حدثنا قیس بن الربیع عن مجالد عن الشعبی قال صلی علیہا ابو بکر رضی اللہ عنہ وعنہا اخبرنا شبابۃ بن سوار حدثنا عبد الاعلی بن ابی المساور عن حماد عن ابراہیم قال صلی ابو بکر الصدیق علی فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکبر علیہا اربعاً۔ ترجمہ۔ خبر دی ہم کو محمد بن عمر نے۔ کہ حدیث کی ہم سے قیس بن ربیع نے مجالد سے۔ مجالد نے شعبی سے۔ کہا شعبی نے کہ نماز پڑھی حضرت زہراء پر ابو بکر نے رضی اللہ تعالے عنہ وعنہا۔ ہم کو خبر دی شبابہ بن سوار نے کہ حدیث کی ہم سے عبد الاعلیٰ بن المساور نے حماد سے۔ حماد نے ابراہیم سے کہا ابراہیم نے کہ نماز پڑھی ابو بکر صدیق نے فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ پس آپ نے ان پر چار تکبیریں کہیں۔ انتہے۔ رہا حضرت فاطمہ کا غضب و ہجران۔ سو اس کی نسبت شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ کرمانی در شرح بخاری گفتہ۔ اما غضب فاطمہ رضی

اللہ عنہا۔ پس امرے بود کہ حاصل شد بر مقتضائے بشریت و ساکن شد بعد از ان۔ و اما ہجران۔ مراد بران انقباض و کوفت طبیعت است از ملاقات نہ ہجران محرم از ترک سلام و مانند آن۔ انتہٰے۔ اشعۃ اللمعات۔ جلد ثالث۔ صفحہ ۸۱ م)۔ مولانا شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ و آنچہ بخاطر این بندہ مے گزرد آنست کہ انقباض زہرار رضی اللہ عنہا امرے جبلی بود و غیر مقدور و بترک آنچہ واجب شرع است از رد سلام و عیادت و مثل آن نمے کشید۔ انتہٰے۔ (قرۃ العینین صفحہ ۲۲۹) حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔ کہ گویا حضرت زہراء حدیث لا نورث میں تخصیص سمجھتی تھیں۔ اور منافع ارض و عقار میں میراث کو جائز خیال کرتی تھیں۔ مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ عموم کے قائل تھے۔ لہٰذا جب آپ نے حضرت صدیق اکبر کو عموم پر مصمم پایا۔ تو ان سے انقطاع کیا۔ علامہ نووی فرماتے ہیں۔ فلم تکلمہ یعنی فی ھذا الامر او لانقباضھا لم تطلب عنہ حاجۃ ولا اضطرت الی لقائہ فتکلمہ ولم ینقل قط انھما التقیا فلم تسلم علیہ ولا کلمتہ۔ (ترجمہ) حضرت زہرار نے حضرت ابوبکر سے کلام نہ کی۔ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ خاص اسی امر کی بابت کلام نہ کی۔ یا انقباض کے سبب حضرت ابوبکر سے کوئی حاجت طلب نہ کی اور نہ ملاقات کی ضرورت پڑی۔ کہ حضرت ابوبکر سے کلام کرتیں۔ اور یہ ہرگز منقول نہیں کہ دونوں کی ملاقات ہوئی ہو۔ اور حضرت زہرار نے ان کو سلام نہ کیا ہو۔ اور نہ کلام کیا ہو۔ انتہٰے۔ علامہ سمہودی (وفاء الوفاء۔ جزء ثانی صفحہ ۱۵۷) لکھتے ہیں۔ وفی روایۃ لہ ان فاطمۃ والعباس اتیا ابابکر و ذکرہ مختصرا کما فی روایۃ الصحیح ایضا و قال فیہ فھجرتہ فاطمۃ فلم تکلمہ فی ذالک المال حتی ماتت و کذا نقل الترمذی عن بعض مشائخہ ان معنی قول فاطمۃ لابی بکر و عمر لا اکلمکما ای فی ھذا المیراث ولا یردہ قولہ فھجرتہ اذ لیس المراد الھجر الحرام بل ترکہا للقائہ والمدۃ قصیرۃ و قد اشتغلت فیما یحزنھا ثم بمرضھا و یؤید ذالک ما رواہ البیہقی باسناد صحیح الی الشعبی مرسلا ان ابابکر عاد فاطمۃ فقال لھا علی ھذا ابوبکر یستأذن علیک قالت اتحب ان آذن لہ قال نعم فاذنت لہ فدخل علیھا فترضاھا حتی رضیت عنہ ترجمہ۔ اور حافظ عمر بن شبہ کی ایک روائت میں ہے۔ کہ حضرت فاطمہ و عباس حضرت ابوبکر کے پاس آئے۔ ابن شبہ نے اس کو مختصر طور پر روائت کیا ہے۔ جیسا کہ روائت صحیح میں ہے۔ ابن شبہ نے اس میں کہا ہے۔ کہ حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکر سے ہجران کیا۔ اور اس مال میں ابوبکر سے کلام نہ کیا۔ یہاں تک کہ وفات پائی۔ اسی طرح ترمذی نے اپنے بعض مشائخ سے

نقل کیا ہے۔ کہ حضرت فاطمہ نے جو حضرت ابو بکر و عمر سے کہا کہ میں تم دونوں سے کلام نہ کروں گی۔ اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ اس میراث کے بارے میں کلام نہ کروں گی۔ اور قول فہجرتہ (پس حضرت زہراء نے حضرت ابو بکر سے ہجران کیا) اس کو رد نہیں کرتا۔ کیونکہ اس سے مراد ہجران حرام نہیں۔ بلکہ حضرت ابو بکر کی ملاقات کا ترک ہے۔ اور یہ مدت بھی تھوڑی تھی۔ آپ اس میں اپنے غم میں پھر اپنے مرض میں مبتلا رہیں۔ اس معنے کی تائید اس خبر سے ہوتی ہے جسے امام بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ بطریق ارسال امام شعبی سے روائیت کیا ہے کہ حضرت ابو بکر حضرت فاطمہ کی عیادت کو آئے۔ حضرت علی نے حضرت فاطمہ سے کہا۔ کہ حضرت ابو بکر دروازے میں آپ سے اندر آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ حضرت زہراء نے کہا۔ کیا تم پسند کرتے ہو۔ کہ میں ان کو اجازت دے دوں حضرت علی نے جواب دیا۔ کہ ہاں۔ پس حضرت زہراء نے اجازت دے دی۔ حضرت ابو بکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ سے معذرت کرنے لگے۔ یہاں تک کہ آپ ان سے راضی ہو گئیں۔ انتہٰے۔ یہی مرسل شعبی طبقات ابن سعد (جزء ثانی۔ صفحہ ۱۷) میں بدیں الفاظ مذکور ہے۔ اخبرنا عبد اللّٰہ بن نمیر حدثنا اسمٰعیل عن عامر قال جاء ابو بکر الیٰ فاطمۃ حین مرضت فاستأذن فقال علی ھذا ابو بکر علی الباب فان شئت ان تاذنی لہ قالت و ذٰلک احب الیک قال نعم فدخل علیھا واعتذر علیھا وکلمھا فرضیت عنہ۔ ترجمہ۔ خبر دی ہم کو عبد اللہ بن نمیر نے کہ حدیث کی ہم سے اسماعیل نے عامر سے۔ کہا عامر شعبی نے کہ جب فاطمہ بیمار ہوئیں۔ ابو بکر ان کی عیادت کو آئے۔ اور اجازت مانگی۔ علی نے کہا۔ کہ ابو بکر دروازے میں ہیں۔ اگر آپ چاہیں ان کو اجازت دیں۔ فاطمہ بولیں۔ کیا یہ آپ کے نزدیک پسندیدہ تر ہے؟ جواب دیا کہ ہاں۔ پس ابو بکر فاطمہؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ان سے معذرت کی۔ اور کلام کیا۔ پس وہ آپ سے راضی ہو گئیں۔ انتہٰے۔ کتب شیعہ سے بھی حضرت زہراء کی رضامندی ثابت ہے۔ تحفۂ اثنا عشریہ میں اس بارے میں کتاب مجاج السالکین وغیرہ کی روائیت نقل کی گئی ہے۔ ہم بخوف طوالت اسے یہاں نقل نہیں کرتے۔ جس کا جی چاہے۔ وہاں دیکھ لے۔

قال السیّد امداد امام

لفظ غضبت پر رائے

واضح ہو کہ حدیث بخاری میں لفظ غضبت دیکھا جاتا ہے۔ جس کے معنے غضبناک ہوئیں۔ بلاشبہ یہ محل غضبناک ہونے کا تھا۔ اس لئے کہ فدک آپ کے خیال کی رو سے آپ کا مال تھا۔ جو خلافت اوٹے کی طرف سے لیا گیا۔ مگر نہائیت جائے شرم ہے۔ کہ قاضی ثناراللہ صاحب پانی پتی نے سیف المسلول میں غضبت کے معنے ندمت یعنے شرمندہ ہوئیں لکھ دیا ہے۔ یہ شرمندگی کا کیا محل تھا۔ حضرت سیدہ فدک کو اپنا مال سمجھے ہوئے تھیں اور اپنے مال کی واپسی کی نظر سے دارالقضا میں دعوے دار ہوئی تھیں۔ حضرت علی اور دیگر گواہان نے بھی آپ کے دعوے کو حق سمجھ کر آپ کی طرف سے گواہیاں دی تھیں۔ آئندہ بھی اہالیان خاندان پیغمبرؐ فدک کو مال فاطمہ جانتے رہے۔ اور اس لئے عمر بن عبدالعزیز خلیفۂ بنی امیہ اور بھی چند دیگر خلفائے بنی عباس ردّ فدک کرتے رہے۔ المختصر کہیں سے یہ ظاہر نہیں ہوتا ہے۔ کہ حضرت فاطمہ اور اولاد فاطمہ فدک کے چھین جانے کو امر حق مانتی تھی۔ ایسی صورت میں بی بی فاطمہ اگر حضرت ابوبکر سے ناراض ہو کر ان پر غضبناک ہوئیں۔ تو یہ امر خلاف محل نہیں ہوا۔ کس واسطے کہ جب کوئی آدمی کسی سے نہائیت ناراض ہوتا ہے تو غیظ و غضب کا اظہار کرتا ہے نہ کہ شرمندگی کا۔ بخاری کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت سیدہ نے حضرت ابوبکر سے ترک کلام کر دیا۔ اسی طرح شرح ابن الحدید جلد ۲ صفحہ ۲۹۲ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سیدہ نے بوقت وفات یہ وصیت فرمائی کہ ابوبکر آپ کے جنازے کی نماز تک نہ پڑھنے پائیں۔ ان باتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حضرت سیدہ حضرت ابوبکر پر غضبناک ہوئی تھیں۔ آپ حضرت ابوبکر کے مقابلہ میں کسی طور پر شرمندہ نہیں ہوئیں۔ مصباح الظلم صفحہ ۲۱-۲۲۔

اقول

کتاب سیف المسلول ہمارے پاس موجود نہیں۔ لہٰذا ہم بطور تحقیق قاضی صاحب کی

تحریر کی نسبت کچھ نہیں کر سکتے۔ ہاں صحیح بخاری ہی میں بجائے غضبت کے وجدت بھی وارد ہے جس کے معنے غضب و غم و ندامت کو شامل ہیں۔ شاید قاضی صاحب نے وجدت کے معنے مذمت بتائے ہوں گے۔ کیونکہ حضرت سیدہ نے جب باغ فدک میراث میں طلب کیا۔ تو حضرت ابو بکر نے جواب میں حدیث ما ترکنا صدقۃ پیش کی۔ یہ جواب کافی سن کر حضرت سیدہ نادم ہوئی ہوں گی۔ اگر وجدت کے معنے غضبت تسلیم کئے جائیں۔ تو یہ اشکال پیدا ہوتا ہے۔ کہ حق بات کو سن کر غضبناک ہونا حضرت سیدہ کی شان کے خلاف ہے۔ اس اشکال کا جواب پہلے آچکا ہے مصنف نے یہاں دعوائے ارث کو دعوائے ہبہ کے ساتھ خلط ملط کر دیا ہے۔ اہل سنت کی کسی معتبر روائت سے دعوائے ہبہ اور شہادت کا ثبوت نہیں ملتا۔ حضرت سیدہ کا غضب یا ندامت صرف دعوائے ارث سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی واسطے جواب میں حضرت صدیق اکبر نے حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نورث پیش کی تھی۔ جسے سن کر حضرت سیدہ خاموش ہوگئیں۔ ہماری کتب معتبرہ سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ حضرت سیدہ نے خلیفہ اول کے فیصلہ کو غلط فرمایا ہو۔ بلکہ آپ کا سکوت اس فیصلہ کے حق ہونے کا ثبوت ہے۔ علامہ نووی شرح مسلم میں تحریر فرماتے ہیں۔ قال القاضی عیاض وفی ترك فاطمة منازعة ابی بکر بعد احتجاجه علیها بالحدیث التسلیم للاجماع علی قضیة وانها لما بلغها الحدیث وبین لها التاویل ترکت رأیها ثم لم یکن منها ولا من احد من ذریتها بعد ذلك طلب المیراث ثم ولی علی الخلافة فلم یعدل بها عما فعله ابو بکر وعمر۔ ترجمہ۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالٰے عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰے عنہا پر حدیث کے ساتھ احتجاج کیا۔ تو حضرت سیدہ نے حضرت صدیق اکبر کے ساتھ منازعت کو ترک کر دیا۔ اس ترک منازعت سے پایا جاتا ہے۔ کہ حضرت سیدہ نے اس قضیہ پر اجماع کو تسلیم کر لیا۔ اور جب آپ کو وہ حدیث پہنچی اور آپ سے اس کی تاویل بیان کی گئی۔ تو آپ نے اپنی رائے چھوڑ دی۔ پھر اس کے بعد نہ حضرت سیدہ نے اور نہ آپ کی اولاد میں سے کسی نے میراث طلب کی۔ پھر حضرت علی خلیفہ ہوئے۔ تو آپ نے اس بارے میں اس طریقہ سے عدول نہ کیا جس پر حضرت ابو بکر و عمر عمل کرتے رہے۔ انتہٰی حضرت فاطمہ کے علاوہ اولاد فاطمہ بھی فیصلہ صدیق اکبر کو درست تسلیم کرتی رہی ہے۔ حضرت زید شہید کا قول پہلے مذکور ہو چکا ہے یہاں شیعہ کے امام معصوم محمد باقر کا قول نقل کیا جاتا ہے۔ علامہ سمہودی لکھتے ہیں۔ رویٰ ابن شبة ایضاً عن کثیر النوی قال قلت لابی جعفر جعلنی اللہ فداءك ارأیت ابا بکر وعمر رضی اللہ تعالٰی عنهما هل ظلماکم من حقکم شیئاً اوذهبا به قال لا والذی انزل الفرقان علی عبده لیکون

للعالمین نذیرا ما ظلما نا من حقنا مثقال حبۃ من خردل قلت جعلت فداءک فاتولاھما قال نعم ویحک تولھما فی الدنیا والاخرۃ وما اصابک ففی عنقی ثم قال فعل اللہ بالمغیرۃ وبکیان فانھما کذبا علینا اھل البیت۔ (وفاء الوفا۔ جزء ثانی، صفحہ ۱۶۱)۔ ترجمہ۔ اور ابن شبہ ہی نے کثیر النوی سے روایت کی ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقر سے عرض کی۔ کہ خدا مجھے آپ پہ قربان کر دے۔ آپ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی نسبت بتائیے۔ کہ آیا انہوں نے تمہارے حق میں سے کچھ کم کر دیا۔ یا تمہارا حق غصب کر لیا۔ امام نے جواب دیا۔ کہ نہیں قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا۔ تاکہ وہ سب جہانوں کے لئے ڈرانے والا ہو۔ کہ ان دونوں نے ہمارے حق میں سے ایک رائی کے دانہ کی مقدار بھی کم نہیں کیا۔ میں نے عرض کی۔ کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں کیا میں ان کو دوست رکھوں۔ امام نے فرمایا۔ کہ ہاں۔ تجھ پر افسوس۔ تو دنیا اور آخرت میں ان دونوں سے دوستی رکھ۔ پھر جو تجھے تکلیف ہو وہ میری گردن پر ہے۔ پھر فرمایا کہ خدا مغیرہ اور بکیان کا برا کرے کہ انہوں نے ہم اہلبیت پر جھوٹ تھوپ دیا۔ انتہےٰ۔ ابن ابی الحدید شیعی معتزلی کے اس قول کا کیا اعتبار کہ حضرت سیدہ نے وصیت فرمائی تھی۔ کہ حضرت صدیق اکبر میرے جنازہ کی نماز تک نہ پڑھنے پائیں۔ اگر ایسی وصیت کو تسلیم کر لیا جائے۔ تو اس کی وجہ حضرت سیدہ کا ستر و حیا ہو تھا۔ آپ یہ نہ چاہتی تھیں۔ کہ میرے جنازہ پر نامحرم کی نظر پڑے۔ کدورت و ناخوشی اس کی وجہ نہیں ہو سکتی۔ صاحب تحفہ اثنا عشریہ یہ فرماتے ہیں۔ و دلیل عقلی بر آن کہ حاضر نہ کردن ابوبکر بر جنازہ حضرت زہرا از ہمیں جہت بود نہ بنا بر کدورت و ناخوشی آنست کہ اگر بنا بر کدورت و ناخوشی باشد ازین جہت خواہد بود کہ ابوبکر بروے نماز نگذارد۔ و این خود درست نمے شود۔ زیرا کہ باجماع مؤرخین طرفین از شیعہ و سنی چون جنازہ امام حسن رضی اللہ عنہ برآوردند۔ امام حسین بسعید بن ابی العاص کہ از جانب معاویہ امارت مدینہ داشت اشارت کردہ فرمود کہ اگر نہ سنت جدمن بر آن بودے کہ امام جنازہ امیر باشد ہرگز ترا پیش نمے کردم۔ پس معلوم شد کہ حضرت زہرا بنا بر پاس نماز ابوبکر این وصیت نہ فرمودہ بود والا حضرت امام حسین خلاف وصیت زہرا چہ قسم بعمل مے آوردند۔ و ظاہر است کہ سعید بن ابی العاص بہزار مرتبہ از ابوبکر کمتر بود در لیاقت امامت نماز و صرف شش ماہ بود کہ جناب پیغمبر پدر بزرگوار حضرت زہرا ابوبکر را پیش نماز جمیع مہاجرین و انصار ساختہ و بتاکید تمام این مقدمہ را پرداختہ چہ احتمال است کہ حضرت زہرا درین مدت قلیل این واقعہ از یاد رفتہ باشد۔ انتہےٰ۔ (تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۲۸۱)۔ حضرت صدیق اکبر کا حضرت سیدہ کے جنازے کی نماز پڑھنا پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ حضرت عمر بن

عبدالعزیز وغیرہ نے جو رد فدک کیا وہ بروجہ تملیک نہ تھا۔ بلکہ بروجہ تولیت تھا جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عہد میں تھا۔ اس میں سے مناسب حصہ آل محمد پر خرچ ہوتا۔ باقی سب مصالح عامہ مسلمین میں صرف کیا جاتا۔

قال السیّد امداد امام۔

قاضی ثناء اللہ صاحب کو ایسے بد قرینہ معنے گھڑنے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ آپ کو چونکہ اس قول نبوی سے اطلاع تھی۔ کہ فاطمہ کا ایذا دینے والا خدا اور رسول کا ایذا دینے والا ہے۔ آپ کو اس کی ضرورت ہوئی۔ کہ حضرت ابوبکر کے وفور محبت میں غضبت کے معنے مذمت قرار دیں۔ الامان۔ الامان۔ مصباح الظلم۔ صفحہ ۲۲۔

اقولُ

اغضاب وایذا کے معنے قصداً دوسرے کو خشمناک کرنا اور اذیت پہنچانا ہے۔ حضرت صدیق اکبر سے ایسا وقوع میں نہیں آیا۔ کیونکہ آپ نے حضرت سیدہ کے دعوے کے جواب میں جو حدیث پیش کی وہ آپ نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنی تھی۔ اس کی تعمیل آپ پر واجب تھی۔ اس تعمیل میں جس سے مقصود اطاعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھا اگر حضرت فاطمۂ غضبناک ہو گئیں۔ تو اسے اغضاب وایذا نہیں کہتے۔ اگر حضرت صدیق اکبر کو اس عتاب کا مورد فرض کیا جائے۔ تو حضرت علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہٗ آپ سے بڑھکر مطعون ٹھیریں گے۔ کیونکہ جب حضرت علی نے ابوجہل کی بیٹی کی خواستگاری کی تھی۔ تو اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطبہ میں فرمایا تھا۔ فاطمۃ منی فمن اغضبھا اغضبنی (فاطمہ مجھ سے ہے جس نے اسے غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا۔ اور ایک روایت میں ہے یریبنی ما ارابھا ویوذینی ما اٰذاھا (ناخوش کرتی ہے مجھے وہ چیز جو ناخوش کرتی ہے فاطمہ کو اور اذیت دیتی ہے مجھے وہ چیز جو اذیت دیتی ہے فاطمہ کو)۔ پس اگر فرض کیا جائے کہ حضرت صدیق اکبر نے حضرت سیدہ کو خشمناک کیا۔ اور اذیت دی۔ تو یہ صرف اس واسطے کیا۔ کہ خدا و رسول کی اطاعت کی جائے۔ اس میں ان کے

نفس کی غرض کوئی نہ تھی۔ برعکس اس کے حضرت موئے مرتضٰے نے یہ خواستگاری جو کی تھی اس میں ان کے نفس کی غرض تھی۔ وبینہما بون بعید۔ اسی طرح واقعہ حدیث قمریا ابا تراب میں بھی حضرت علی نے حضرت فاطمہ کو اذیت دی۔ لہٰذا اگر موئے مرتضٰے حدیث ایذا کے وعید سے مستثنٰے ہیں۔ تو حضرت صدیق اکبر بطریق اولٰے ایسے ہیں۔ پس حدیث ایذا اپنے اطلاق پر نہیں رہ سکتی۔ جو کام بطور امر بالمعروف یا بغرض اصلاح کیا جائے۔ اس کے سبب اگر کسی کو رنج پہنچے۔ تو اسے ایذا نہیں کہتے۔ فافہم۔

بیان بالا کے علاوہ مضمون زیر بحث کے متعلق کچھ اور عرض کیا جاتا ہے۔ امام جعفر صادق اور حضرت امام محمد باقر علیہما السلام سے مروی ہے۔ کہ رسول خدا نے فرمایا کہ بتحقیق کہ خدا غضب فاطمہ سے غضبناک ہوتا ہے۔ اور رضا فاطمہ سے راضی ہوتا ہے (مجالس الابرار ترجمہ اردو بحار الانوار۔ جلد دہم۔ مطبوعہ مطبع جعفری لکھنؤ۔ صفحہ ۶۷)۔ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ خداوند عالم نے وحی کی اپنے پیغمبر پر کہ فاطمہ سے کہو کہ وہ نافرمانی علی کی نہ کریں۔ کیونکہ علی جب غیظ و غضب کرتے ہیں۔ تو میں ان کے غصہ سے غصہ کرتا ہوں (مجالس الابرار۔ صفحہ ۱۵۵)۔ کتاب علل الشرائع میں حبیب بن ثابت سے روائیت کی ہے۔ کہ کہا اس نے۔ علی اور فاطمہ علیہما السلام کے درمیان کسی قسم کی گفتگو ہو گئی تھی۔ جب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ تشریف لائے۔ فرش بچھا دیا ان حضرت کے لئے۔ حضرت نے اس پر آرام فرمایا۔ جناب سیدہ علیہا السلام تشریف لائیں اور ایک طرف کو حضرت کے لیٹ رہیں۔ اور امیر المومنین علیہ السلام تشریف لائے۔ اور دوسری جانب حضرت کے لیٹ رہے۔ پس رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ نے ایک ہاتھ جناب امیر علیہ السلام کا لے کر اپنی ناف مبارک پر رکھا۔ اور جناب سیدہ علیہا السلام کا ہاتھ بھی لے کر اپنی ناف پر رکھا اور چپکے سے کوئی بات دونوں صاحبوں سے فرمائی۔ یہاں تک کہ دونوں صاحبوں میں اصلاح کرا دی۔ جب حضرت باہر تشریف لائے۔ لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ تشریف لے گئے تھے رنجیدہ اور باہر تشریف لائے فرحناک۔ حضرت نے فرمایا کہ کیوں نہ شاد ہوں۔ حالانکہ میں نے اصلاح کی ہے دو شخصوں کے درمیان کہ جو محبوب ترین اہل زمین ہیں۔ اور کتاب مصباح الانوار میں حبیب سے مثل اسی روائیت کے مروی ہے۔ اور کتاب علل الشرائع میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی ہے۔ کہ وہ کہتے ہیں کہ میں اور جعفر طیار رضی اللہ تعالٰے عنہ بلاد حبشہ میں تھے۔ ایک کنیز ان کے لئے ہدیہ بھیجی گئی۔ کہ قیمت اس کی چار ہزار درہم تھی

جب ہیں مدینہ میں آیا۔ تو جعفر طیار نے اسی کنیز کو اپنے بھائی امیر المومنین علیہ السلام کے واسطے
ہدیہ بھیجا۔ اور اس کنیز نے خدمت ان جناب کی کی۔ امیر المومنین علیہ السلام نے اس کنیز کو خانہ
جناب سیدہ علیہا السلام میں رکھا۔ ایک دن جناب سیدہ علیہا السلام جو گھر میں تشریف
لائیں۔ ملاحظہ کیا کہ سر مبارک امیر المومنین علیہ السلام کا اس جاریہ کی گود میں ہے۔ جب جناب
سیدہ علیہا السلام نے یہ حال ملاحظہ کیا۔ جناب امیر علیہ السلام سے دریافت فرمایا۔ کہ یا علی
کیا تم نے کوئی کام کیا۔ اس حضرت نے فرمایا۔ اے دختر رسول قسم خدا کی میں نے کوئی کام اس
سے نہیں کیا۔ اب جو کہنا چاہتی ہو کہو۔ کہ میں اسے بجا لاؤں۔ جناب سیدہ علیہا السلام نے
فرمایا کہ میں چاہتی ہوں کہ مجھے رخصت دو کہ میں اپنے باپ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کے
مکان پر جاؤں۔ حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے رخصت دی۔ حضرت فاطمہ علیہا
السلام نے برقع و چادر سر پر ڈالا۔ اور اپنے پدر بزرگوار کے مکان کی طرف متوجہ ہوئیں قبل اسکے
کہ جناب سیدہ علیہا السلام اپنے پدر بزرگوار کے مکان پر پہنچیں۔ جبرئیل بحکم رب جلیل رسالتمآب
صلے اللہ علیہ وآلہ پر نازل ہوئے اور کہنے لگے۔ کہ خدا تعالے آپ کو سلام کہتا ہے۔ اور فرماتا
ہے۔ اس وقت فاطمہ تمہارے پاس شکایت علی کی لے کر آتی ہیں۔ ان سے علی کے باب
میں کوئی امر قبول نہ کرنا۔ جب جناب سیدہ علیہا السلام داخل خانہ رسالتمآب صلے اللہ علیہ
وآلہ ہوئیں۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ تم میرے پاس شکایت علی کی لے کے آئی ہو۔ جناب سیدہ
علیہا السلام نے ارشاد فرمایا۔ کہ قسم ہے خدائے کعبہ کی کہ میں اسی لئے آئی ہوں۔ رسالتمآب
صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا۔ کہ واپس جاؤ علی کے پاس۔ اور کہو کہ میں رغم انف اپنے راضی
ہوں۔ جس میں تمہاری رضا ہو۔ جناب سیدہ علیہا السلام یہ سن کر واپس آئیں خدمت
امیر المومنین علیہ السلام میں۔ اور تین مرتبہ فرمایا۔ کہ میں رغم انف پر اپنے راضی ہوں جس امر
میں تمہاری رضا ہو۔ اے ابو الحسن۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اے فاطمہؑ
تم نے شکایت کی میرے حبیب اور دوست اور مددگار میرے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ سے
ہائے کیا شرمندگی اور رسوائی ہوئی مجھے رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ سے۔ میں خدا کو گواہ
کر کے کہتا ہوں کہ میں نے اس جاریہ کو رضائے خدا کے لئے آزاد کیا۔ اور چار سو درہم کہ میرے
پاس بچے ہیں۔ وہ میں تصدق دیتا ہوں فقرائے مدینہ پر۔ پس کپڑے اور نعلین پہن کر رسالتمآب
صلے اللہ علیہ وآلہ کے پاس تشریف لے چلے۔ دوبارہ جبرئیل نازل ہوئے خدمت رسالتمآب

صلے اللہ علیہ وآلہ میں اور کہنے لگے کہ خداوند عالم فرماتا ہے بعد سلام کے۔ کہ علی سے کہو کہ میں نے تم کو بہشت عطا کیا عوض میں جاریہ کے آزاد کرنے کے بسبب خوشنودی فاطمہ کے اور تم کو میں نے اختیار جہنم کا دیا بعوض تمہارے چار سو درہم تصدق کرنے کے۔ جسے چاہو تم داخل بہشت کرو میری رحمت سے اور جسے چاہو تم جہنم سے نکالو میرے عفو کے سبب سے۔ اس وقت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ میں ہوں تقسیم کرنے والا بہشت اور دوزخ کا جانب خدا و رسول سے۔ ابن شہر آشوب نے کتاب مناقب میں مثل اس روائیت کے ابو ذر غفاری سے روائیت کی ہے۔ اور کتاب اشارۃ المصطفےٰ میں بھی مثل اس روائیت کے تھوڑے تغیر سے مذکور ہے۔ (مجالس الابرار۔ صفحہ ۲۱۰ تا ۲۱۲)۔

اب ناظرین غور فرمائیں۔ کہ روائیت حبیب بن ثابت میں حضرت سیدہ اور امیر المومنین ایک دوسرے سے ناراض پائے جاتے ہیں۔ اور روائیت ابو ذر غفاری میں حضرت سیدہ حضرت مولیٰ مرتضےٰ پر خفا ہوتی ہیں۔ اور امیر المومنین کی جھوٹی شکائیت اپنے والد بزرگوار صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاتی ہیں۔

علاوہ ازیں ایک اور روائیت پہلے آچکی ہے جس میں مذکور ہے کہ جب حضرت فاطمہ دربار ابو بکر سے گھر واپس آئیں۔ تو حضرت علی پر نہائیت خفا ہوئیں۔ اور ان سے ان غضب آمیز الفاظ میں خطاب فرمایا۔ مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ ومثل خائباں در خانہ گریختۂ و بعد از آنکہ شجاعان دہر را بر خاک ہلاک افگندی مغلوب این نامردان گردیدۂ۔ پسر ابو قحافہ معیشت فرزندانم را مے گیرد و تو از جائے خود حرکت نے کنی الخ۔ ان روایات کا دیکھئے شیعہ کیا جواب دیتے ہیں۔

قال السیّد امداد امام۔

ہر انصاف پسند یہی سمجھتا ہے۔ کہ حضرت سیدہ حضرت ابو بکر سے غیظ و غضب کے ساتھ کنارہ کش ہوئیں۔ اور تا دم آخر ان سے بیزار اور کنارہ کش رہیں۔ حتےٰ آنکہ اپنے پدر بزرگوار کی رحلت کے بعد چھ مہینے کے اندر نہائیت دل شکستگی کی حالت میں سفر آخرت اختیار کر گئیں۔ مصباح الظلم۔ صفحہ ۲۲۔

اقول

حضرت سیدہ کی رضامندی بروایت فریقین پہلے آچکی ہے۔ اس سے قطع نظر امتداد غضب حدیث سے ثابت نہیں۔ حدیث بخاری کے الفاظ یہ ہیں۔ فغضبت فاطمۃ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فهجرت ابا بکر فلم تزل مهاجرۃ حتی توفیت۔ ترجمہ۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ غصہ ہوئیں۔ اور ابو بکر کو چھوڑا۔ پس ابو بکر سے آپ کا ہجران ہمیشہ رہا۔ یہاں تک کہ آپ نے وفات پائی۔ انتہے۔ اس حدیث سے تادم آخر حضرت سیدہ کی بیزاری ثابت نہیں ہوتی۔ ہاں ہجران تازیست ثابت ہے۔ کیونکہ حتیٰ توفیت امتداد غضب کی غایت نہیں۔ بلکہ امتداد مهاجرت کی غایت ہے۔ اور ہجران سے مراد انقباض اور ترک طلب حاجت ہے نہ کہ ہجران محرم جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے۔

قال السید امداد امام

واضح ہو کہ حضرت فاطمہ کی آزادگی آپ کے مخالفین کے نزدیک جو کچھ بے وزن معلوم ہو۔ مگر راقم اس کو ایسا دہشت انگیز امر سمجھتا ہے۔ کہ بیان سے باہر ہے۔ فقیر آپ کی آزردگی کو خدا اور رسول کی آزردگی سمجھتا ہے۔ بلکہ خدا اور رسول کی آزردگی سے بھی اسے زیادہ ہولناک جانتا ہے۔ اس لئے کہ حضرت سیدہ خدا اور رسول دونوں کو پیاری ہیں۔ ایسی محبوب اور پاک ذات کی آزردگی معاذ اللہ عقبےٰ میں کیا عالم پیدا کر سکتی ہے۔ محتاج بیان نہیں ہے۔ (مصباح الظلم صفحہ ۲۲۳)۔

اقول

ہمارے نزدیک فدک کے بارے میں جو فیصلہ حضرت صدیق اکبر نے صادر فرمایا۔ وہی درست اور وہی ان پر واجب تھا۔ کیونکہ حدیث لانورث خود انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنی تھی۔ اس لئے وہ نص قطعی اور واجب التعمیل تھی۔ اس کی خلاف ورزی میں خدا اور رسول کی آزردگی ظاہر تھی۔ اب خیال کیجئے ایک صورت میں خدا و رسول کی آزردگی

تھی۔ اور دوسری صورت میں حضرت فاطمہ کی آزردگی۔ دونوں میں سے جو اہون تھی۔ وہ حضرت صدیق اکبر نے اختیار کی۔ فقیر جرأت نہیں کر سکتا کہ خدا و رسول کی آزردگی کے مقابلہ میں حضرت سیدہ کی آزردگی کو کچھ اہمیت دے۔ حضرت سیدہ معصومہ نہ تھیں۔ ہاں محفوظہ تھیں۔ یہ انبیائے کرام ہی کی شان ہے۔ کہ معصوم تھے۔ اہل سنت و جماعت کی یہ بڑی خوش قسمتی ہے کہ حضور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرات اہل بیت اور صحابہ کرام ہر دو کا اسی طرح احترام بجا لاتے ہیں۔ جیسا کہ ان کے آقائے نامدار صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ اور اطاعت خدا و رسول کو سب سے مقدم جانتے ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مواعید کو مدنظر رکھکر مشاجرات صحابہ کرام میں سکوت کو پسند فرماتے ہیں اگر مجبور ہوں جیسا کہ شیعہ کے جواب میں ہونا پڑتا ہے۔ تو ان کے لئے محامل نیک اور تاویلات حسنہ ظاہر کرنے میں کوتاہی نہیں کرتے۔ وجہ یہ کہ صحابہ کرام سے جو کچھ وقوع میں آیا۔ وہ از روئے اجتہاد تھا۔ نہ کہ اغراض نفسانیہ اور مصالح دنیویہ کے لئے جیسا کہ بعض جہلا خیال کرتے ہیں۔ لہٰذا اگر ایک مصیب تھا۔ تو دوسرا گو مخطی مگر ماجور اور طعن سے کوسوں دور تھا۔ اہل سنت ایسے معاملات میں اس قسم کی تاویل سے بچتے ہیں۔ کہ جس سے ایک طرف کی تنقیص شان لازم آئے اسی واسطے حضرت سیدہ کی آزردگی کو تقاضائے بشریت یا تاویل لا نورث پر محمول کرتے ہیں۔ کیونکہ اس سے حضرت سیدہ کے کمال میں کوئی نقص لازم نہیں آتا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علےٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں غضب سے کوئی نقص نہ آیا۔ اس کے برعکس شیعہ کو دیکھئے کہ صحابہ کرام کے حق میں باوجود تقیہ کیا کیا کہتے ہیں۔ اور اہل بیت کی طرف کیسے بے اصل اور بے سروپا امور منسوب کرتے ہیں۔ یہ طریقہ کسی طرح آل محمدؐ کی خوشنودی کا موجب نہیں ہو سکتا۔ کاش شیعہ اس پہ غور کریں۔ صحابہ کرام اور اہل بیت عظام سب خدا و رسول کے پیارے ہیں۔ ان کی آزردگی معاذ اللہ عقبےٰ میں کیا عالم پیدا کر سکتی ہے۔ محتاج بیان نہیں ہے۔

قال السید امداد امام۔

معاملہ فدک پہ قانونی نظر

واضح ہو کہ یہ قصہ فدک کا اہل سنت اور اہل تشیع میں قصہ قرطاس کی طرح ایک بڑی نزاعی

شکل رکھتا ہے۔ اہل فراست اس کے بارے میں اپنی رائے جس طرح چاہیں قائم کر لیں۔ مگر راقم کی یہ بات سمجھ میں نہ آئی کہ حضرت رسول کا نحن معشر الانبیاء الی آخرہ فرمانا کیا تھا جو توریت سے مخالفت رکھتا ہے۔ اور قرآن مجید سے بھی۔ قرآن میں تو حضرت سلیمانؑ کا وارث داؤد ہونا صاف صاف طور پر مذکور ہے۔ اسی طرح توریت کا بھی مضمون ہے۔ بہ اسباب ظاہرہ قول قول رسول نہیں ہو سکتا۔ اگر حضرت رسولؐ خاص اپنی نسبت ایسا فرماتے تو خیر ایک بات ہوتی۔ تمام انبیاء کی نسبت آپ کا ایسا فرمانا بالکل بے محل معلوم ہوتا ہے۔ اس قول کی نسبت علمائے امامیہ کہتے ہیں۔ کہ قول لا نورث ما ترکناہ صدقۃ خلاف عربیت و مخل فصاحت ہے۔ پس یہ قول رسول اللہ کا قول نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ آپ افصح عرب تھے۔ اس اعتراض کے جواب میں قاضی شاذان خاموش نظر آتے ہیں۔ قاضی موصوف کے پاس اس کا جواب ہی کیا تھا۔ خاموش نہ رہ جاتے تو کیا کرتے۔ یہ ایک موضوع قول تھا۔ اس لئے کہ بخاری جلد ۵۔ صفحہ ۵۹ کی رو سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آن حضرت نے سلاح و بغلہ سفید و دلدل و زمین فدک کو ترکہ چھوڑا تھا۔ اسی طرح اور اشیاء کا ترکہ چھوڑنا کتاب اسعاف الراغبین۔ صفحہ ۱۰ وغیرہ سے ثابت ہوتا ہے۔ یہ سب اشیائے متروکہ عدم ارث کا حکم نہیں رکھتی تھیں۔ اس لئے کہ واقعہ کربلا کے وقت چند چیزیں رسول اللہ صلعم کی مثلاً دستار آنحضرت صلعم جناب امام حسین علیہ السلام کے پاس ارث کے طور پر نہ بہ سبیل صدقہ موجود تھی۔ خیر۔ قصہ فدک کی بنا پر جو ایک فقہی اختلاف سنی اور شیعہ کے درمیان واقع ہو گیا ہے وہ یہ ہے کہ امر شہادت میں حضرات علمائے اہل سنت کے نزدیک شوہر کی شہادت اس کی زوجہ کی طرف سے یا باپ کی شہادت اس کے بیٹے کی جانب سے ناجائز قرار پا گئی ہے۔ (دیکھو شرح مواقف۔ نولکشوری پریس۔ مقصد رابع از مرصد رابع۔ صفحہ ۷۳۵) اس کے برخلاف شیعوں کے علما نے اس طرح کی شہادت کو قابل پذیرائی مانا ہے۔ ظاہراً اس امر میں زمانے کی قانونی ترقی فقہ شیعی کی طرف دار معلوم ہوتی ہے۔ عقل بھی یہی کہتی ہے۔ کہ کوئی ضرور نہیں۔ کہ شوہر یا باپ رشتہ مندی کی وجہ سے بہ حیثیت گواہ دروغ گوئی کا مرتکب ہو۔ جھوٹ گواہی ایک غیر رشتہ مند بھی اسی طرح دے سکتا ہے۔ جس طرح شوہر یا باپ مجرد رشتہ دار ہونے سے ایسے اشخاص ناقابل گواہی کیونکر قرار دئے جا سکتے ہیں۔ قاضی کو دیکھنا چاہیئے۔ کہ گواہ کس رنگ کا آدمی ہے۔ مجرد شوہر یا باپ ہونے سے ناقابل سماعت گواہ کسی کو قرار دینا انصاف کا خون کرنا ہے۔ فدک کے قصہ میں عدالت کو دیکھنا تھا۔ کہ علی کس ترکیب کے گواہ ہیں۔ علیؑ سے دروغ گوئی عمل میں آ سکتی

تھی یا نہیں۔ مجرد یہ امر کہ علیؓ مدعیہ کے شوہر تھے۔ اس لئے ان کی گواہی قابل وثوق نہیں ہو سکتی ہے۔
یہ ایک امر ایسا ہے۔ جو قانونی کم حوصلگی سے خبر دیتا ہے۔ مصباح الظلم۔ صفحہ ۲۵۔

اقول

سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے وراثت انبیاء علیہم السلام کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا وہ بالکل درست ہے۔ انبیائے کرام دنیا میں اس لئے مبعوث نہ ہوئے۔ کہ مال جمع کر کے اپنی اولاد کے لئے چھوڑ جائیں۔ اور اگر کوئی ایسا وارث نظر نہ آئے۔ تو بدیں خیال کہ عصبات ہمارے مال کے وارث ہو جائیں گے درگاہ الٰہی سے لڑکا طلب کریں جو ان کے بعد ان کے اندوختہ کا مالک ہو۔ جو شخص ان کی نسبت یہ گمان کرتا ہے۔ وہ حقیقت میں شان نبوت کی تحقیر و توہین کرتا ہے۔ ان کو تو اللہ تعالےٰ نے اس واسطے بھیجا کہ احکام الٰہی کو بندگان خدا تک پہنچا دیں۔ اور خود ان احکام کو عملی جامہ پہنا کر امت کے لئے اسوۂ حسنہ بنیں۔ ان کی نظروں میں مال دنیا کی ذرا بھی وقعت نہ تھی۔ ان کو شب و روز یہی فکر دامن گیر رہتی تھی۔ کہ لوگ شریعت الٰہی پر کاربند رہیں۔ اور وہ شریعت تبدل و تغیر سے محفوظ رہے۔ ان کی میراث اگر ہے تو یہی دین الٰہی ہے۔ اسی واسطے العلماء ورثۃ الانبیاء ارشاد ہوا ہے۔ پیغمبر چونکہ اعدائے دین سے امت کی حمایت اور امور امت کی اقامت اور ان کے مصالح کی رعایت میں بمنزلہ والد کے ہوتا ہے۔ اس لئے اگر کوئی ترکہ از قسم اموال دنیا رہ جائے۔ تو وہ وقف علی الامت سمجھا جاتا ہے۔ ہم اس مسئلے کو بعون و نصرت الٰہی یہاں کسی قدر بسط و تفصیل سے لکھتے ہیں:۔

(۱) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی میراث کے متعلق کنز العمال (مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن۔ جزء سادس۔ الفصل الرابع فیما یتعلق بمیراثہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ صفحہ ۵) میں ہے

ان النبی لا یورث وانما میراثہ فی فقراء المسلمین والمساکین۔ (مسند امام احمد بروائیت ابو بکرؓ)۔

النبی لا یورث (مسند ابو یعلی بروائیت حذیفہؓ)۔

کل مال النبی صدقۃ الا ما اطعمہ اھلہ وکساھم انا لا نورث (ابو داؤد بروائیت زبیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ)۔

لا نقتسم ورثتی دینارا ما ترکت بعد نفقۃ نسائی ومؤنۃ عاملی فھو صدقۃ (مسند امام احمد۔ بخاری ومسلم۔ ابو داؤد۔ بروائیت ابو ہریرہ رضؓ)

لا نورث ما ترکناہ صدقۃ (مسند امام احمد۔ بخاری ومسلم۔ ابو داؤد وترمذی ونسائی۔ بروائیت عمر وعثمان وسعد وطلحہ وزبیر وعبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالےٰ عنہم)۔ (مسند امام احمد۔ بخاری ومسلم بروائیت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا)۔ (مسلم وترمذی بروائیت ابو ہریرہؓ)

لا نورث ما ترکناہ صدقۃ وانما یاکل آل محمد فی ھذا المال (مسند امام احمد۔ بخاری ومسلم۔ ابو داؤد ونسائی بروائیت ابو بکرؓ)

لا نورث ما ترکناہ فھو صدقۃ وانما ھذا المال لآل محمد لنائبتھم ولضیفھم فاذا مت فھو الی اولی الامر بعدی (ابو داؤد بروائیت عائشہ رضؓ)۔

روایات مذکورہ بالا سے ظاہر ہے۔ کہ خبر زیر بحث کو حضرات صدیق اکبر وفاروق اعظم وذوالنورین وحذیفہ بن الیمان وعائشہ صدیقہ وابو ہریرہ وعبدالرحمٰن بن عوف وسعد بن ابی الوقاص وطلحہ بن عبیداللہ وزبیر بن العوام رضی اللہ تعالےٰ عنہم روایت کرتے ہیں۔ بلکہ حضرت مولےٰ مرتضےٰ وعباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما بھی۔ کیونکہ جب حضرت فاروق اعظم نے خدا کی قسم دے کر پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے۔ تو دونوں نے جواب دیا کہ ہاں۔ یہ اجلہ صحابہ ہیں۔ ان میں سے آٹھ تو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ جن میں حضرت علی بھی ہیں۔ جن کو شیعہ معصوم جانتے ہیں۔ حضرت حذیفہ کی نسبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ما حدثکم حذیفۃ فصدقوہ (جو کچھ حذیفہ حدیث کریں تم اس کو سچ جانو)۔ حضرت عائشہ تو صدیقہ ہی ہیں حضرت عباس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں۔ جن کی نسبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ العباس منی وانا منہ (عباس مجھ سے ہے اور میں عباس سے ہوں)۔ اور نیز فرماتے ہیں من اذی عمی فقد آذانی (جس نے میرے چچا کو اذیت دی۔ اس نے بلا شبہ مجھے اذیت دی) ایسے اجلہ صحابہ کی روایت جس وقعت کی مستحق ہے وہ محتاج بیان نہیں ۔

(۲)۔ اگر اس خبر کے راوی فقط حضرت صدیق اکبر ہوتے۔ تو بھی ان کے حق میں اس کی قطعیت آیہ قرآنی کے برابر تھی۔ کیونکہ اسے انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا تھا۔ خبر کی تقسیم متواتر وغیر متواتر ان لوگوں کے لئے ہے جنہوں نے دوسروں کے واسطہ سے سنا ہو۔ مگر جس نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بحالت ایمان دیکھا اور ان سے بلا واسطہ سنا۔ اس کے حق

میں وہ خبر متواتر بلکہ متواتر سے بھی بڑھکر ہے۔ اس قصے کے وقت صحابہ کرام جمع تھے۔ کسی نے اس بارے میں اختلاف نہ کیا۔ بلاشبہ ایسی خبر آیہ مواریث کی مخصص بن سکتی ہے۔ جس میں پہلے بھی بہت تخصیص ہو چکی ہے۔ مثلاً کافر کی اولاد وارث نہیں۔ غلام وارث نہیں۔ قاتل وارث نہیں۔

(۳)۔ اصول کافی (کتاب فرض العلم۔ باب صفۃ العلم وفضلہ وفضل العلماء صفحہ ۱۷) میں ہے
عن ابی عبد اللہ قال ان العلماء ورثۃ الانبیاء وذالک ان الانبیاء لم یورثوا درھما ولا دینارا وانما ورثوا احادیث من احادیثھم فمن اخذ بشیٔ منھا فقد اخذ حظا وافرا الخ
ترجمہ۔ امام جعفر صادق فرماتے ہیں۔ کہ علماء پیغمبروں کے وارث ہیں۔ کیونکہ پیغمبروں نے میراث میں نہیں چھوڑا کوئی درہم نہ دینار سوائے اس کے نہیں کہ انہوں نے میراث میں اپنی احادیث میں سے کچھ احادیث چھوڑی ہیں۔ پس جس شخص نے ان میں سے کسی چیز کو لیا۔ اس نے میراث کا حصہ کامل لیا۔ انتہے۔ اس روایت میں کلمہ انما حصر کے لئے ہے۔ پس شیعہ کے امام معصوم کے قول سے ثابت ہو گیا۔ کہ پیغمبروں نے کسی کے لئے کوئی چیز سوائے علم واحادیث کے میراث میں نہیں چھوڑی۔

(۴) لا نورث ما ترکناہ صدقۃ کو خلاف عربیت ومخل فصاحت بتانا سراسر نادانی ہے ما ترکناہ صدقۃ بطور استیناف لا نورث کی علت ہے۔ ما ترکناہ مبتدا ہے۔ اور صدقۃ بالرفع خبر ہے۔ دوسری روایت ما ترکناہ فھو صدقۃ اس مطلب کو بالکل واضح کر رہی ہے۔ حدیث کے معنے یہ ہیں۔ کہ ہم میراث نہیں چھوڑتے۔ ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں۔ وہ صدقہ و وقف ہے پس یہ قول رسول خدا نہ خلاف عربیت ہے۔ نہ مخل فصاحت ہے۔ ہاں اگر کسی کے دماغ میں خلل ہو۔ وہ اور بات ہے۔ انبیاء کرام کے مال میں جو میراث جاری نہیں اس میں حکمت یہ ہے۔ کہ لوگ گمان نہ کریں کہ انبیاء اپنے وارثوں کے لئے مال جمع کرتے آئے تھے۔

(۵)۔ خبر زیر بحث کو موضوع ثابت کرنے کے لئے مصنف نے جس حدیث بخاری کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ عن عمرو بن الحارث اخی جویریۃ قال ما ترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند موتہ دینارا ولا درھما ولا عبدا ولا امۃ ولا شیئا الا بغلتہ البیضاء وسلاحہ وارضا جعلھا صدقۃ رواہ البخاری۔ (مشکوٰۃ۔ باب در مہمات ولواحق باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم) ترجمہ۔ عمرو بن حارث برادر جویریہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی موت کے وقت نہ کوئی دینار چھوڑا نہ درہم نہ غلام نہ لونڈی اور نہ کوئی اور شئے مگر اپنی سفید خچر (دلدل) اور اپنا ساز جنگ اور زمین (مال بنی نضیر و فدک وغیرہ) جسے آپنے

صدقہ بنا دیا۔ اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ انتہٰے۔ اس حدیث میں یہ صاف مذکور ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ترکہ صدقہ وقف تھا۔ اہلسنت وجماعت کی کسی معتبر روایت میں مذکور نہیں کہ یہ اشیاء ارث کا حکم رکھتی تھیں۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو کوئی وجہ نہ تھی کہ حضرت صدیق اکبر حضرت زہراء کو ترکہ سے محروم رکھتے۔ کیونکہ بنابریں تقدیر ازواج مطہرات کو بھی ترکہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سے حصہ پہنچتا تھا۔ جن میں خود ان کی صاحبزادی عائشہ صدیقہ بھی تھیں۔ اور قریباً نصف حصہ میراث حضرت عباس کو ملتا جو ابتدائے خلافت سے حضرت ابو بکرؓ کے رفیق و مشیر تھے۔ اگر حضرت فاطمہؓ کے ساتھ حضرت صدیق اکبر کو عداوت تھی۔ جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں۔ تو حضرات ازواج مطہرات وعباس کے ساتھ کیا خصومت تھی کہ ان کو محروم الارث کر دیا۔ لہٰذا ظاہر ہے۔ کہ حضرت صدیق اکبر نے عداوت وبغض کی وجہ سے ایسا نہیں کیا بلکہ محض اس واسطے کہ آپ نے نص زیر بحث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے سنی تھی۔ اس نص کو پیش کر کے آپ نے ساتھ ہی فرما دیا۔ کہ خدا کی قسم قرابت رسول اللہ کے حق کی نگہداشت مجھے اپنی قرابت سے محبوب تر ہے۔ اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت صدیق اکبر کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت کا کس قدر پاس تھا مگر اس نص کی موجودگی میں معذور تھے۔ صاحب تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۲۷۷ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ بعضے علمائے شیعہ کہتے ہیں۔ کہ اگر متروکہ پیغمبر میں میراث جاری نہیں۔ تو شمشیر وزرہ اور بغلہ سپید یعنے دلدل وغیرہ کس واسطے حضرت امیرؑ کو دئے گئے۔ ہم جواب دیتے ہیں کہ یہ دینا خود دلیل ہے۔ اس امر کی کہ متروکہ پیغمبر میں میراث جاری نہیں۔ کیونکہ حضرت امیرؑ کو کسی وجہ سے میراث پیغمبر علیہ السلام نہ پہنچتی تھی)۔ اگر وارث ہوتے تو حضرت زہراء وازواج مطہرات وعباس ہوتے۔ پس حضرت امیر علیہ السلام کو دینا اسی واسطے تھا کہ متروکہ پیغمبرؐ تمام مسلمانوں پر وقف کا حکم رکھتا ہے۔ خلیفہ وقت جس کو چاہے۔ کوئی چیز عطا کرے۔ خلیفہ اول نے حضرت امیرؑ کو ان اشیاء کے لائق بلکہ الیق سمجھ کر عطا کر دیں۔ متروکہ پیغمبرؐ میں سے بعض چیزیں حضرت زبیر بن العوام کو بھی ملی ہیں۔ جو جناب پیغمبر علیہ السلام کے پھوپھی زادے تھے۔ اسی طرح محمد بن مسلمہ

---

[1] اصول کافی (باب ما عند الائمۃ من سلاح رسول اللہ ومتاعہ صفحہ ۱۴۳) میں ہے۔ عن ابی بصیر عن ابی عبد اللہ قال قال ترک رسول اللہ من المتاع سیفا ودرعا وعنزۃ ورحلا وبغلتہ الشھباء فورث ذلک کلہ علی بن ابی طالب۔

ترجمہ۔ ابو بصیر کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا کہ رسول اللہ نے متاع میں سے چھوڑے ایک تلوار اور ایک زرہ اور ایک چھوٹا نیزہ اور ایک زین اور اپنی سپید بغلہ۔ پس علی بن ابی طالب نے یہ سب میراث میں لئے۔ انتہٰے۔

انصاری کو بھی بعض چیزیں دی گئیں۔ پس یہ تقسیم عدم توریث کی صریح دلیل ہے۔ اس کو معرض شبہ میں لانا اہلسنت کے حق میں ایک اور دلیل زیادہ کر دینا ہے۔ ؎

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد
انتہٰے۔

مصنف کا یہ قول کہ حدیث لا نورث آیہ قرآنی وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوُدَ وَقَالَ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَاُوْتِیْنَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِیْنُ (سورہ نمل۔ع ۲) کے مخالف ہے غلط ہے۔ بلکہ اس آیت کے موافق ہے۔ کیونکہ اس آیت میں وراثت علم و نبوت مراد ہے چنانچہ اصول کافی میں ہے۔

(۱) محمد بن یحییٰ عن سلمۃ بن الخطاب عن عبد اللہ بن محمد عن عبد اللہ بن القسم عن ذرعۃ بن محمد عن المفضل بن عمر قال قال ابو عبد اللہ ان سلمان ورث داؤد و ان محمد اورث سلیمان و انا ورثنا محمد ان عندنا علم التوراۃ والانجیل والزبور وتبیان ملفی الالواح قال قلت ان ھذا لھو العلم قال لیس ھذا ھو العلم ان العلم الذی یحدث یوما بعد یوم و ساعۃ بعد ساعۃ (اصول کافی۔ کتاب الحجہ۔ باب ان الائمۃ ورثوا علم النبی وجمیع الانبیاء والاوصیاء الذین من قبلہم صفحہ ۱۳۷)۔ ترجمہ۔ (بحذف اسناد)۔ امام جعفر صادق فرماتے ہیں۔ کہ سلیمان داؤد کے وارث ہوئے۔ اور محمد سلیمان کے وارث ہوئے۔ اور ہم محمد کے وارث ہوئے اور ہمارے پاس ہے علم توریت وانجیل وزبور کا اور بیان واضح اس کا جو الواح موسےٰ میں تھا۔ راوی کا بیان ہے۔ کہ میں نے کہا۔ بے شک یہی علم ہے۔ امام نے فرمایا کہ یہی علم نہیں۔ علم وہ ہے جو روز بروز ساعت بساعت حادث ہوتا ہے۔ انتہٰے۔ شیعہ کا علامہ ملا خلیل قزوینی اس روایت کی شرح یوں کرتا ہے۔ گفت امام جعفر صادق علیہ السلام بدرستیکہ سلیمان بمیراث گرفت علم را از داؤد چنانچہ اللہ تعالےٰ گفتہ در سورہ نمل کہ وورث سلیمٰن داؤد۔ و بدرستیکہ محمد بمیراث برد علم را از سلیمان و بدرستیکہ ما اہل بیت محمد بمیراث بردیم علم را از محمد و بدرستیکہ نزد ماست علم توریت موسےٰ و علم انجیل و علم زبور و علم نسخہ کہ بیان واضح الواح موسےٰ است باین معنے کہ ہر چہ از شکستن بعض الواح خوانند یا از بالا رفتن بعض الواح مجہول باشد از اں نسخہ تشخیص یابد چنانچہ در سورہ اعراف گفتہ۔ وفی نسختھا ھدی ورحمۃ۔ راوی گفت گفتم بدرستیکہ ہر آئنہ اینست

؎۱ اور وارث ہوئے سلیمان داؤد کے۔ اور بولے اے لوگو ہم سکھلائے گئے ہیں بولی اڑتے جانوروں کی اور دئے گئے ہیں ہر چیز سے۔ بے شک یہی ظاہر ہے فضیلت ۱۲

وبس علم عظیم باین معنے کہ منحصر است علم عظیم دریں۔ گفت نیست این وبس علم عظیم۔ بدرستیکہ علم عظیم آنست کہ حادث مے شود باستقبال و فکر روز بروز و ساعت بساعت۔ مراد اینست کہ این قسم علوم نیز داخل علم عظیم ماست پس منحصر در سابق نیست (صافی شرح اصول کافی)۔

(۲)۔ احمد بن ادریس عن محمد بن عبد الجبار عن صفوان بن یحیی عن شعیب الحداد عن ضریس الکناس قال کنت عند ابی عبد اللہ ؑ وعندہ ابو بصیر فقال ابو عبد اللہ ان داؤد ورث علم الانبیاء وان سلیمان ورث داؤد وان محمد ا ورث سلیمان وانا ورثنا محمدا وان عندنا صحف ابراہیم والواح موسے فقال ابو بصیر ان ھذا لھو العلم فقال یا ابا محمد لیس ھذا ھو العلم انما العلم ما یحدث باللیل والنھار یوما بیوم وساعۃ بساعۃ (اصول کافی۔ کتاب الحجہ صفحہ ۱۳۷) ترجمہ (بحذف اسناد) ضریس کناسی کا بیان ہے کہ میں امام جعفر صادق کی خدمت میں تھا اور آپ کے پاس ابو بصیر تھا۔ امام نے فرمایا کہ داؤد نبیوں کے علم کے وارث ہوئے اور سلیمان داؤد کے وارث ہوئے۔ اور محمد سلیمان کے وارث ہوئے اور ہم محمد کے وارث ہوئے۔ اور ہمارے پاس صحف ابراہیم اور الواح موسےٰ ہیں۔ ابو بصیر بولا کہ بے شک یہی علم عظیم ہے۔ امام نے فرمایا کہ اے ابو محمد یہی علم عظیم نہیں۔ سوائے اس کے نہیں کہ علم عظیم وہ ہے جو رات دن اور ساعت بساعت حادث ہوتا ہے۔ انتہٰے

مذکورہ بالا ہر دو روائیت سے ظاہر ہے کہ آیت میں وراثت سے مراد وراثت علم و نبوت ہے نہ کہ وراثت مال و متروکہ۔ اور قرینہ عقلیہ بھی قول معصوم کے مطابق اسی وراثت پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس لڑکے تھے۔ (تاریخ کامل ابن اثیر) جو سب آپ کے وارث تھے۔ حالانکہ خدا تعالےٰ نے حضرت سلیمان کے اختصاص و امتیاز کے مقام میں یہ عبارت فرمائی۔ جو وراثت ان سے مختص ہو اور دوسرے بھائی اس میں شریک نہ ہو سکیں وہ یہی وراثت علم و نبوت ہے۔ کیونکہ دوسرے بھائیوں کو یہ چیزیں حاصل نہ تھیں۔ نیز ظاہر ہے۔ کہ ہر ایک بیٹا اپنے باپ کی میراث لیتا ہے۔ اور اس کے مال کا وارث ہوتا ہے۔ ایسی وراثت کی خبر دینا لغو محض ہے۔ اور کلام الٰہی لغو سے پاک ہے۔ جس چیز میں تمام جہان شریک ہے۔ اس میں حضرت سلیمان کو شریک بیان کرنے میں کونسی بزرگی ہے۔ کہ خدا تعالےٰ فضائل و مناقب کے بیان میں اس وراثت عامہ کا ذکر کرے۔ نیز کلام آئندہ صریح ناطق ہے۔ کہ اس وراثت سے مراد وراثت علم ہے۔ کیونکہ ارشاد باری تعالےٰ ہے۔ وقال یا ایھا الناس علمنا منطق الطیر (اور بولے اے لوگو

ہمیں اڑتے جانوروں کی بولی سکھائی گئی)۔

مصنف کا یہ قول کہ خبر زیر بحث تورات سے مخالفت رکھتی ہے۔ اس کی نادانی پر دال ہے کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام جن کی اولاد میں نبوت چلی ان کی نسبت تورات موجودہ میں یوں مذکور ہے۔ پھر خداوند نے ہارون کو فرمایا۔ تو ان کی زمین میں سے میراث نہ لینا اور تیرے لئے ان کے درمیان حصہ نہ ہوگا۔ کیونکہ بنی اسرائیل میں تیرا حصہ اور تیری میراث میں ہوں۔ دیکھ میں نے سارے دسویں حصے جو بنی اسرائیل نکالیں بنی لاوی کو میراث دیئے۔ یہ اس خدمت کا جو کہ وے کرتے ہیں یعنے جماعت کے خیمے کی خدمت کا بدلا ہے۔ اور آگے کو بنی اسرائیل جماعت کے خیمے کے نزدیک ہرگز نہ آویں۔ نہ ہو کہ وے گنہگار ہوں اور مر جاویں۔ بلکہ بنی لاوی جماعت کے خیمے کی خدمت کریں۔ وے ان کے گناہ اٹھانے والے ہوں گے۔ تمہارے قرنوں میں یہ ہمیشہ کے لئے قانون ہوگا۔ کہ تم بنی اسرائیل کے درمیان میراث نہ پاؤ گے (گنتی۔ باب ۱۸۔ آیات ۲۰ تا ۲۴)۔ اسی طرح کتاب استثنا باب ۱۸ کی پہلی دو آیتوں میں ہے۔ کاہنوں اور لاویوں کا بلکہ سارے فرقے لاوی کا حصہ اور میراث اسرائیل کے درمیان نہ ہوگا۔ وے تو خداوند کی قربانیاں جو آگ سے گزرانی جائیں۔ اور اسی کی میراث کھائیں گے۔ پس ان کی میراث ان کے بھائیوں کے ساتھ نہ ہوگی بلکہ خداوند ہی ان کی میراث ہے۔ جیسا اس نے انہیں فرمایا تھا۔ انتہے۔

علمائے شیعہ اس مقام پر ایک اور روایت بھی پیش کیا کرتے ہیں۔ جس میں حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا ذکر ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔ وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِن وَرَاءِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا (سورہ مریم۔ ع ۱)۔ ترجمہ۔ اور میں ڈرتا ہوں چچیرے بھائیوں سے اپنے پیچھے۔ اور عورت میری بانجھ ہے۔ سو بخش مجھ کو اپنے پاس سے ایک ولی جو وارث ہو میرا اور وارث ہو آل یعقوب کا۔ اور کر دے اس کو اے میرے رب رضی و پسندیدہ۔ انتہے۔ صاحب تحفہ اثنا عشریہ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ اس آیت میں بھی وراثت سے مراد قطعاً وراثت علم و نبوت ہے ورنہ لازم آئے گا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام تمام بنی اسرائیل احیاء و اموات کے مال کے وارث ہوں۔ اور یہ ظاہر البطلان ہے۔ نیز حضرت زکریا علیہ السلام نے دو لفظ فرمائے۔ ایک وَلِيًّا دوسرا يَرِثُنِي۔ یعنے آپ نے بارگاہ الٰہی سے ایک ولی طلب کیا۔ جو صفت وراثت سے موصوف ہو۔ پس اگر اس وراثت سے مراد خاص وراثت علمی نہ ہو۔ تو یہ صفت محض لغو ٹھیرتی ہے۔ اور اس

کے ذکر میں کوئی فایدہ نہیں۔ کیونکہ بیٹا تمام شریعتوں میں باپ کا وارث ہوا کرتا ہے۔ اور لفظ ولی سے بے تکلف وراثت مال سمجھی جاتی ہے۔ نیز یہ محال عادی ہے کہ حضرت زکریا جو زہد و بے تعلقی میں معروف ہیں۔ وراثت مال سے ڈر کر بارگاہ الٰہی میں ایسے ولد کی درخواست کریں جو آپ کے عصبات کو محروم الارث کر دے۔ ایسا تو وہی کرتا ہے جو کمال درجے کا حریص دنیا ہو۔ نیز اگر حضرت زکریا کو ڈر تھا کہ میرے چچیرے بھائی میرے مال کو بے جا خرچ کریں گے۔ تو یہ ڈر کا مقام نہ تھا۔ کیونکہ جب انسان مر جاتا ہے۔ اس کے مال کا خرچ کرنا اس کے وارثوں کے ذمہ ہوتا ہے خواہ بجا کریں یا بیجا۔ مردہ کو اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں۔ علاوہ ازیں اس خوف کو بارگاہ الٰہی میں عرض کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس کا علاج تو خود ان کے ہاتھ میں تھا کہ اپنی وفات سے پہلے تمام مال کو خیرات و تصدق کر دیتے۔ ان کو موت ناگہانی کا خوف بھی نہ تھا۔ کیونکہ انبیا کو ان کی موت سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ اور موت و حیات کا اختیار دیا جاتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ یہاں وراثت منصب مراد ہے۔ حضرت زکریا کا خیال تھا کہ مبادا اشرار بنی اسرائیل میرے بعد منصب نبوت پر مستولی ہو کر احکام الٰہی کی تحریف اور شرائع ربانی کو تبدیل کر دیں۔ اور میرے علم کی محافظت نہ کریں اور اس پر عمل بجا نہ لائیں۔ اور فساد عظیم کا موجب ہوں۔ اس لئے انہوں نے جناب الٰہی سے ایک ولد طلب کیا۔ اس طلب ولد سے ان کا مقصد اجرا احکام الٰہی اور ترویج شریعت اور اپنے خاندان میں بقائے نبوت تھا۔ جو موجب تضاعف اجر ہو۔ انتہٰے۔

اگرچہ شاہ صاحب نے تحفۃ الموالی کا مطلب صاف بیان فرما دیا ہے۔ مگر شیعہ کا مجتہد سید محمد آنکھیں بند کر کے آپ کے جواب میں یوں لکھتا ہے۔ اگر مراد وراثت نبوت و علم ہے بودہ خوف از بنی اعمام معنے نداشت و آن حضرت اعلم و اعرف بمعارف ربانیہ بود۔ پس چگونہ میترسید کہ حق تعالےٰ میراث نبوت را بکسے دہد کہ او اہلیت رسالت و نبوت نداشتہ باشد یا آنکہ علم و حکمت را بکسے عطا فرماید کہ قابلیت و لیاقت آن نداشتہ باشد (طعن الرماح مطبوعہ مطبع سلطان المطابع صفحہ ۱۱۷) یعنے اگر وراثت نبوت و علم مراد ہوتی۔ تو بنی اعمام سے ڈر بے معنے تھا اور حضرت زکریا اعلم و اعرف بمعارف ربانیہ تھے۔ پس آپ کس طرح ڈرتے تھے کہ حق تعالےٰ میراث نبوت ایسے شخص کو دے جو رسالت و نبوت کی اہلیت نہ رکھتا ہو۔ یا علم و حکمت ایسے شخص کو عطا فرمائے جو اس کی قابلیت و لیاقت نہ رکھتا ہو۔ انتہٰے۔ اس کے جواب میں بوجوہ ذیل گزارش ہے :-

اوّلاً۔ حضرت زکریا کے موالی جو اشرار بنی اسرائیل تھے ان سے حضرت کو یہ ڈر تھا۔ کہ کہیں میرے قائم مقام بن کر دین کو تحریف کر دیں۔ اس واسطے بارگاہ الٰہی سے ولد طلب کیا جو صلاحیت نبوت رکھتا ہو۔ آپ کو یہ ڈر نہ تھا اور نہ ہو سکتا تھا کہ خدا تعالےٰ میرے بعد کسی نالائق کو نبی بنا دے۔

ثانیاً۔ سید محمد جو یہاں وراثت مال مراد لیتا ہے۔ اس کا بطلان خود قرآن مجید سے ظاہر ہے۔ بدیں طور کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت زکریا کو ایسا ولد عطا نہ کیا جو صاحب اولاد ہو کہ جس سے وراثت مال کا سلسلہ جاری رہے۔ بلکہ آپ کو ایسا فرزند عطا کیا جو عورتوں کے پاس نہ جاتا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالےٰ ہے۔ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّىْ فِى الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (آل عمران ع ۴)۔ ترجمہ۔ پس اس کو فرشتوں نے آواز دی اور وہ محراب میں کھڑا نماز پڑھتا تھا۔ کہ اللہ تجھکو یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو اللہ کے کلمہ (عیسیٰؑ) کی گواہی دینے والا اور سردار اور (عورتوں سے بے رغبت اور نیکوں میں سے نبی ہو گا۔ انتہٰے۔ پس ظاہر ہوا کہ حضرت زکریا نے ایسا ولد طلب کیا تھا۔ جو صلاحیت نبوت رکھتا ہو نہ کہ ایسا ولد جو وارث مال ہو۔

ثالثاً۔ حضرت زکریا علیہ السلام ابیا کی نسل سے تھے (لوقا۔ باب۔ آیہ ۵) اور ابیا حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔ (۱ تواریخ۔ باب ۲۴۔ آیہ ۱۰ نحمیاہ باب ۱۲۔ آیہ ۴ و ۱۷) اور یہ پہلے آچکا ہے کہ حضرت ہارون کے خاندان میں وراثت مال کا سلسلہ جاری نہ تھا۔ لہٰذا حضرت زکریا کو وراثت مال کا تو خوف ہی نہ تھا۔ اگر اس خاندان میں ایسا سلسلہ جاری بھی ہوتا۔ تو بھی حضرت زکریا کو وراثت مال کا خوف نہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ مردے کے وارث اگر مال متروکہ کو بیجا صرف کریں۔ تو مردے پر کوئی مؤاخذہ نہیں۔ علاوہ ازیں اس صورت میں اس کا علاج خود حضرت زکریا کے ہاتھ میں تھا۔ کہ تمام مال کو خیرات و تصدق کر دیتے۔ بارگاہ الٰہی میں عرض کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ لامحالہ آیہ زیر بحث میں وراثت علم و نبوت ہی مراد ہے لوقا کی آیہ مذکورۃ الصدر یوں ہے۔ یہودیہ کے بادشاہ ہیرودیس کے دنوں میں ابیا کے فریق میں سے زکریا نامی ایک کاہن تھا۔ اس کی جورو ہارون کی بیٹیوں میں سے تھی۔ اور اس کا نام الیسابات تھا۔ عربی ترجمہ میں یوں ہے۔ کان فی ایام هیرودس ملك الیهودیة کاهن اسمه زکریا من فرقة ابیا وامرأته من بنات هرون واسمها الیصابات۔ انتھے۔ اس آیت کی تفسیر میں پادری اسکاٹ صاحب یوں لکھتا ہے۔ جب کاہنوں کا شمار یہاں تک بڑھ گیا۔ کہ

سب ایک ہی وقت ہیکل میں خدمت نہیں کر سکتے تھے۔ تب داؤد نے انہیں چوبیس جماعتوں میں بانٹ دیا۔ کہ اپنی اپنی باری پر ایک ایک جماعت ہفتہ ہفتہ خدمت کرے۔ (۱ تواریخ باب ۲۴) ان میں سے ابیاہ کے باری دار آٹھویں جماعت کے لوگ تھے۔ سردار کاہن کے سوا باقی کاہنوں کو اجازت تھی کہ دوسرے فرقوں میں شادی کریں۔ مگر زکریا نے اپنے ہی فرقہ میں شادی کی تھی۔ کہانت کے سبب ہارون کی نسل بہت عزت دار تھی۔ اور یہ بیان اس واسطے یہاں ہوا ہو گا۔ تاکہ ظاہر ہو کہ یوحنا کا تولد بہت عزت دار گھرانے میں ہوا۔ وہ خاص ہارون کی نسل سے تھا (انجیل لوقا و یوحنا کی تفسیر مطبوعہ الہ آباد ۱۸۷۱ء صفحہ ۷)۔

رابعاً شیعہ کی بڑی معتبر تفسیر صافی میں ہے۔ وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِن وَرَاءِي بعد موتی ان لا یحسنوا خلافتی علی امتی ویبدلوا علیهم دینهم وقرئ بالقصر وفتح الیاء فی المجمع عن الباقرؑ هم العمومة وبنوا العم والقمی یقول تخفت الورثة من بعدی وفی الجوامع قرء السجاد والباقرؑ خفّت بفتح الخاء وتشدید الفاء وکسر التاء ای قلّوا وعجزوا من اقامة الدین بعدی۔ ترجمہ۔ اور میں ڈرتا ہوں موالی سے اپنے پیچھے اپنی موت کے بعد کہ وہ میری امت پر میرے اچھے خلیفہ نہ ہوں گے اور ان پر ان کے دین کو بدل دیں گے۔ اور ورای کو قصر (بدون ہمزہ) اور فتح یاء کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ مجمع میں امام باقرؑ سے روایت ہے۔ کہ موالی سے مراد چچے اور چچوں کی اولاد ہے۔ اور قمی کہتا ہے کہ معنے یہ ہیں۔ کہ میں اپنے پیچھے وارثوں سے ڈرتا ہوں۔ اور جوامع میں ہے۔ کہ امام سجاد و باقر علیہما السلام نے بجائے خِفْتُ کے خَفَّتْ پڑھا ہے۔ یعنے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میرے بعد میرے موالی کم ہو جائیں گے۔ اور دین کے قائم رکھنے سے عاجز آ جائیں گے۔ انتہٰے۔ یہاں قابل غور امر یہ ہے۔ کہ صاحب تفسیر صافی کے علاوہ شیعہ کے دو معصوم امام بھی ہمارے ہی مؤید ہیں۔

ملا فتح اللہ کاشانی خلاصۃ المنہج میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتا ہے۔ جمیع اصحاب ما بایں استدلال کردہ اند بر آنکہ انبیا مال را بمیراث گرفتہ اند نہ آنکہ ما یعرف خود را صدقہ مے کردہ اند۔ زیرا کہ میراث بارث مذکور مال است نہ علم و نبوت۔ چہ لفظ میراث را در لغت و شریعت اطلاق نمے کنند مگر بر آنچہ نقل کردہ مے شود از مورث بوارث از اموال و در غیر اموال استعمال نمے کنند مگر بطریق مجاز و از حقیقت بمجاز نقل کردن خلاف اصل است و بدون دلیل غیر جائز و دیگر آنکہ زکریا بعد ازیں فرمود وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا یعنے بگردان فرزند مرا اے پروردگار من شائستہ و پسندیدہ کہ از قول و عمل

اوراضی باشی وہمیشہ مطیع وفرماں بردار تو باشد۔ پس اگر مراد از ارث نبوت باشد۔ چناں کہ مخالف
می گوید ذکر این بعد ازان بے معنے بود ولغو وعبث باشد ہمچنانکہ نیکو نیست کہ کسے گوید بار خدایا
پیغمبرے بما فرست واورا عاقل ومرضی خود گردان زیراکہ ہرگاہ شخصے منصب نبوت داشتہ باشد
البتہ متصف خواہد بود برضائے خدا تعالیٰ وآنچہ اعظم از انست مؤید اینست کہ زکریا تصریح فرمودہ بآنکہ
مے ترسم از بنی اعمام خود بعد از فوت خود پس طلب وارث بجہت خوف او بودہ باشد از بنی اعمام
واین خوف معقول نیست مگر بمال نہ نبوت زیراکہ زکریا اعلم ازان بود بآنکہ او سبحانہ نبوت وعلم کسبی
دہد کہ از اہل او نبود۔ پس این کہ مخالف از پیغمبرؐ نقل کردہ ... کہ نحن معاشر الانبیاء لا نورث
ما ترکناہ صدقۃ۔ محض افترا باشد وعین عناد وطغیان ولہٰذا سیدۃ النساء تکذیب این
سخن کردہ ودر رد آن استشہاد فرمود بآیہ یرثنی ویرث من آل یعقوب۔ حاصل کہ زکریا بجہت
خوف آنکہ مبادا میراث او بہ بنی اعمام منتقل شود وآن را در فسق وفجور صرف کنند وموجب دیاد
.... فسق ومعصیت ایشان از حق تعالےٰ طلب فرزند صالح کرد کہ مرضی او سبحانہ باشد ومامور
امراو۔ انتہیٰ۔ ترجمہ ہمارے تمام اصحاب نے اس آیت کے ساتھ استدلال کیا ہے۔ اس
امر پر کہ انبیاءؑ نے میراث میں مال لیا ہے۔ نہ یہ کہ اپنے ترکہ کو صدقہ کر دیا ہے۔ کیونکہ میراث بارث
مذکور مال ہے۔ نہ کہ علم ونبوت۔ اس لئے کہ لغت وشریعت میں لفظ میراث کا اطلاق فقط ان
اموال پر ہوتا ہے جو مورث سے وارث کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔ غیر اموال میں اس لفظ کو
صرف بطریق مجاز استعمال کرتے ہیں۔ اور حقیقت سے مجاز کی طرف نقل کرنا خلاف اصل ہے
اور بغیر دلیل کے جائز نہیں۔ اور دوسرے یہ کہ زکریا نے اس کے بعد فرمایا وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا
یعنے اے میرے پروردگار میرے بیٹے کو شائستہ وپسندیدہ بنا کہ تو اس کے قول وفعل سے
راضی ہووے۔ اور وہ ہمیشہ تیرا مطیع وفرماں بردار رہے۔ پس اگر ارث سے مراد نبوت ہوتی جیسا
کہ مخالف کہتا ہے۔ تو یرثنی کے بعد رضی کا ذکر بے معنے اور لغو وعبث ہوتا۔ جیسا کہ یہ اچھا نہیں
کہ کوئی کہے۔ بار خدایا تو ہمارے واسطے ایک پیغمبر بھیج۔ اور اس کو عاقل اور اپنا پسندیدہ بنا۔
کیونکہ جب ایک شخص کو منصب نبوت حاصل ہو۔ تو وہ البتہ رضائے خدا تعالےٰ سے اور رضاء
سے جو بڑھ کر ہے اس سے متصف ہوگا۔ اس کا مؤید ہے زکریا کا قول صریح کہ میں مرنے کے
بعد اپنے بنی اعمام سے ڈرتا ہوں۔ پس وارث کا طلب کرنا بنی اعمام کے خوف سے ہوگا۔ اور یہ
خوف معقول نہیں مگر مال پر نہ کہ نبوت پر۔ کیونکہ یہ تو حضرت زکریا کی عقل میں نہ آسکتا تھا۔ کہ اللہ

سبحانہ علم و نبوت ایسے شخص کو دے جو اس کا اہل نہ ہو۔ پس یہ جو مخالف نے پیغمبرؐ سے نقل کیا ہے۔ کہ نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ۔ محض افترا اور عین عناد و طغیان ہے۔ اسی واسطے سیدۃ النساء نے اس قول کی تکذیب کی اور آیہ یَرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ آلِ یَعْقُوْبَ سے استشہاد کیا۔ حاصل یہ کہ زکریا نے اس خوف سے کہ مبادا میری میراث میرے بنی اعمام کی طرف منتقل ہو جائے۔ اور وہ اس کو فسق و فجور میں صرف کریں۔ اور وہ ان کے فسق و معصیت کی زیادتی کا موجب ہو حق تعالیٰ سے فرزند صالح طلب کیا جو پسندیدۂ خدا اور اس کے امر کا مطیع ہو۔ انتہیٰ۔ اس کے جواب میں گذارش ہے :۔

اولاً۔ ملا کاشانی کا یہ قول کہ انبیا نے میراث میں مال لیا ہے مجرد دعوے ہے۔ جس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اور انبیا تو درکنار وہ اتنا بھی ثابت نہیں کرسکتا کہ حضرت زکریا نے میراث میں کوئی مال لیا۔ حضرت یحییٰ کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَآتَیْنَاہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا۔ (اور ہم نے دیا یحییٰ کو حکم بچپن میں) اس کے تحت میں تفسیر صافی میں ہے۔ فی الکافی عن الباقر مات زکریا فورثہ ابنہ یحییٰ الکتاب والحکمۃ وھو صبی صغیر ثم تلا ھذہ الآیۃ۔ ترجمہ۔ کافی میں امام محمد باقر سے روایت ہے۔ کہ حضرت زکریا نے وفات پائی۔ تو ان کے صاحبزادے یحییٰ نے وراثت میں کتاب و حکمت پائی۔ حالانکہ وہ چھوٹے بچے تھے۔ پھر امام نے یہ آیت پڑھی۔ انتہیٰ۔ پس قول معصوم سے ثابت ہوگیا۔ کہ حضرت زکریا کا ترکہ کتاب و حکمت ہی تھا جو ان کے بیٹے حضرت یحییٰ نے وراثت میں لیا۔ صاحب تحفہ اثنا عشریہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر شیعہ کہیں کہ لفظ وراثت علم میں مجاز اور مال میں حقیقت ہے۔ لہٰذا حقیقت سے مجاز کی طرف اس لفظ کا نقل کرنا بغیر ضرورت کے جائز نہیں۔ ہم اس کا جواب یوں دیں گے۔ کہ یہاں ضرورت یہ ہے کہ قول معصوم تکذیب سے محفوظ رہے۔ اور نیز ہم تسلیم نہیں کرتے کہ لفظ وراثت مال میں حقیقت ہے۔ بلکہ منقولات عرفیہ کی مانند غلبہ استعمال سے عرف فقہا میں اس میں تخصیص آگئی ہے۔ درحقیقت اس کا اطلاق وراثت علم و منصب سب پر صحیح ہے۔ بصورت تسلیم یہ مجاز متعارف و مشہور ہے۔ خصوصاً استعمال قرآن میں یہاں تک کہ حقیقت کی برابری کا دم بھرتا ہے۔ ثم اورثنا الکتٰب الذین اصطفینا من عبادنا فخلف من بعدھم خلف ورثوا الکتٰب۔ ترجمہ۔ پھر ہم نے کتاب کے وارث بنائے وہ لوگ جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے انتخاب کیا۔ پس ان کے بعد ناخلف ان کے جانشین ہوئے جو کتاب کے وارث ہوئے انتہیٰ۔ قول معصوم سے شاہ صاحب کی مراد قول امام جعفر صادق ہے۔

جو روایت کلینی میں پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ شیعہ کے سید سند علامہ فہامہ فاقد الاقران زبدۃ الاعیان العامل الکامل المعقود علیہ الانامل سمی رسول اللہ الجلیل مولانا ومقتدانا ملا خلیل بن الغازی القزوینی نے اس روایت کے ترجمہ میں بتا دیا ہے۔ کہ امام کی مراد وراثت علم ہے اور یہ روایت تفسیر آیہ ورث سلیمٰن داؤد ہے۔ یہ بھی پہلے آچکا ہے۔ کہ آیہ وانی خفت الموالی میں حسب قرارت دو معصوم وراثت علم و نبوت ہی مراد ہے۔ اور تورات سے بھی ہمارا یہی مدعا ثابت ہے۔

ثانیاً۔ ملا کاشانی نے دوسری دلیل اپنے مدعا پر یہ بیان کی ہے۔ کہ اگر آیہ وانی خفت الموالی میں وراثت نبوت مراد ہے۔ تو حضرت زکریا کی دعا کا ماحصل یہ ہوگا کہ بار خدایا مجھے ولد نبی عطا فرما اور اسے اپنا پسندیدہ بنا۔ حالانکہ نبی جو ہوگا۔ وہ پسندیدہ ہی ہوگا۔ لہٰذا وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا لغو و عبث ٹھیرا۔ اور قرآن لغو سے پاک ہے۔ پس آیت میں وراثت نبوت مراد نہیں ہوسکتی۔ امام رازی اپنی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں۔ واعلوا انهم ذکروا فی تفسیر الرضی وجوها (احدها) ان المراد واجعله رضیا من الانبیاء وذلك لان کلهم مرضیون فالرضی منهم مفضل علی جملتهم فائق لهم فی کثیر من امورهم فاستجاب الله تعالیٰ له ذلك فوهب لهٗ سیداً وحصوراً ونبیاً من الصلحین لم یعص ولم یهم بمعصیة وهذا غایة ما یکون به المرء رضیا (وثانیها) المراد بالرضی ان یکون رضیاً فی امته لا یتلقی بالتکذیب ولا یواجه بالرد (وثالثها) المراد بالرضی ان لا یکون متهما فی شیئ ولا یوجد فیه مطعن ولا ینسب الیه شیئ من المعاصی (ورابعها) ان ابراهیم واسمٰعیل علیهما السلام فالا فی الدعاء ربنا واجعلنا مسلمین لك وکانا فی ذلك الوقت مسلمین وکان المراد هناك ثبتنا علیٰ هذا او المراد اجعلنا فاضلین من انبیائك المسلمین فکذا ههنا۔ (انتہٰی)۔ ترجمہ۔ جان لے کہ مفسرین نے رضی کی تفسیر میں کئی وجہیں ذکر کی ہیں۔ اول وجہ یہ کہ مراد یہ ہے۔ کہ خدایا تو اس کو نبیوں میں سے رضی بنا دے۔ اور یہ اس لئے کہ تمام پیغمبر مرضی و پسندیدہ ہوتے ہیں پس ان میں سے رضی (راضی وخوشنود) تمام پر فضیلت اور بہت سے امور میں ان پر فوقیت رکھتا ہے۔ سو اللہ تعالےٰ نے آپ کی یہ دعا قبول کی۔ اور آپ کو ایک لڑکا عطا فرمایا جو سردار اور عورتوں سے بے رغبت اور صالحین میں سے نبی تھا جس نے گناہ نہ کیا۔ اور نہ گناہ کا قصد کیا۔ اور یہ غایت ہے اس امر کی جس کے ساتھ انسان رضی ہوتا ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ رضی

سے مراد یہ ہے۔ کہ وہ اپنی امت میں رضی ہو۔ کہ امت آپ کی تکذیب وتردید نہ کرے تیسری
وجہ یہ کہ رضی سے مراد یہ ہے۔ کہ وہ کسی بات میں متہم نہ ہو۔ اور اس میں طعن کی کوئی گنجائش
نہ ہو۔ اور نہ کوئی گناہ اس کی طرف منسوب ہو۔ چوتھی وجہ یہ کہ حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام نے اپنی دعا
میں عرض کی تھی۔ کہ اے رب ہمارے تو ہم کو اپنا فرمانبردار بنا۔ حالانکہ وہ اس وقت فرمانبردار تھے۔ وہاں مراد یہ تھی کہ تو ہم
کو اپنی فرمانبرداری پہ ثابت او قائم رکھ یا مراد یہ تھی کہ تو ہم کو اپنے فرمانبرداربیوں میں فاضل بنا۔ اسی طرح یہاں ہے۔ اتنے
معترض نے جو اپنے وہم کی تائید میں قول حضرت زکریا علیہ السلام و انی خفت الموالی نقل کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ حضرت
زکریا کو خوف تھا۔ کہ مبادا میرے بنی میرے مال کو بے جا صرف کریں۔ اس کا جواب اوپر آچکا ہے۔ پیغمبروں
کو مال دنیا کی کیا فکر۔ ان کو تو اقامت دین کا خیال ہوتا ہے۔ اور ان کی بعثت سے مقصود
بھی یہی ہے۔ خطبہ فاطمہ جس کا معترض نے ذکر کیا ہے۔ ہم اس کی صحت کے قائل نہیں۔ آیہ
یرثنی ویرث من آل یعقوب مفید مطلب معترض نہیں۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ لہٰذا حدیث
نحن معاشر الانبیاء کو موضوع بتانا عین عناد وطغیان ومکابرہ ہے۔

رہا ہبہ فدک وشہادت کا قصہ۔ سو وہ ہماری کسی معتبر بالاسناد الصحیح روایت سے ثابت
نہیں۔ شرح مواقف کا جو مصنف نے حوالہ دیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ (فان قیل ادعت) فاطمۃ
(انہ) علیہ السلام (نحلھا) ای اعطاھا فدکا نحلۃ (وشھد) علیہ (علی والحسن و
الحسین وام کلثوم) والصحیح ام ایمن وھی امرأۃ اعتقھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وکانت حاضنۃ اولادہ فزوجھا من زید فولدت لہ اسامۃ (فرد ابوبکر شھادتھم)
فیکون ظالما (قلنا اما الحسن والحسین فللفرعیۃ) لان شھادۃ الولد لا تقبل لاحد
ابویہ واجدادہ عند اکثر اھل العلم وایضا ھما کانا صغیرین فی ذٰلک الوقت (واما
علی وام کلثوم فلقصورھما عن نصاب البینۃ) وھو رجلان او رجل وامرأتان (ولعلہ)
ای ابا بکر (لم یر الحکم بشاھد ویمین لانہ مذھب کثیر من العلماء) وایضا قد ذھب
بعضھم الی ان شھادۃ احد الزوجین للاٰخر غیر مقبولۃ۔ ترجمہ (اگر کہا جائے۔ کہ
دعوے کیا) فاطمہ نے (کہ آن حضرت) علیہ السلام نے (عطا کیا آپ کو) یعنے آپ کو فدک
بطور ہبہ وعطیہ عطا کیا (اور شہادت دی) اس پر (علی وحسن وحسین وام کلثوم نے) صحیح
ام ایمن ہے۔ اور وہ ایک عورت تھی۔ جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر دیا تھا
اور وہ آپ کی اولاد کی دایہ تھی۔ پس حضور نے زید سے اس کا نکاح کر دیا تھا جس سے اسامہ

پیدا ہوئے۔ (پس ابو بکر نے ان کی شہادت کو رد کیا) اس لئے وہ ظالم ہوئے۔ (ہم جواب میں کہیں گے۔ کہ حسن وحسین کی شہادت رد ہوئی بوجہ فرعیت کے) کیونکہ بیٹے کی شہادت آباء و اجداد میں سے کسی کے لئے اکثر اہل علم کے نزدیک مقبول نہیں۔ اور نیز وہ دونوں صغیر تھے۔ (رہے علی وام کلثوم۔ سو ان کی شہادت مقبول نہ ہوئی نصاب شہادت کی کمی کے سبب) نصاب شہادت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں۔ (شائد اس نے) یعنے ابو بکر نے (ایک شاہد اور یمین پر حکم لگا دینے کو پسند نہ کیا۔ کیونکہ یہ بھی بہت سے علماء کا مذہب ہے) اور نیز بعض اہل علم کا مذہب یہ ہے۔ کہ زوجین میں سے ایک کی شہادت دوسرے کے لئے مقبول نہیں۔ انتہٰے۔ اس عبارت میں امور ذیل قابل غور ہیں:۔

(۱)۔ اس عبارت سے شیعہ یہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ حضرت فاطمہ کی طرف سے ہبہ فدک کا دعوٰے اور اس پر حضرات علی و حسنین وام ایمن کی شہادت اور ابو بکر کا رد شہادت کرنا علمائے اہل سنت کے نزدیک بھی مسلم ہے۔ (طعن الرماح۔ صفحہ ۴)۔ مگر یہ مغالطہ ہے۔ صاحب مواقف نے اسے کلام الشیعۃ یدل علی الامور کے تحت میں نقل کیا ہے۔ اور اس عنوان کے تحت میں ان امور کو مع جوابات بیان کیا ہے جن سے شیعہ اپنے زعم میں حضرت علی کی امامت ثابت کرتے ہیں۔ ان امور میں سے ایک تو یہ ہے کہ شیعہ کہتے ہیں۔ کہ امام کو معصوم ہونا چاہیئے۔ حضرت ابو بکر بالاتفاق معصوم نہ تھے۔ لہٰذا امامت علی متعین ہے۔ دوسرا امر یہ ہے کہ شیعہ کے نزدیک بیعت اثبات امامت کا طریق نہیں اور حضرت ابو بکر کی امامت بالاتفاق بیعت سے ثابت ہے۔ لہٰذا وہ امام نہ تھے۔ تیسرا امر یہ ہے کہ حضرت علی افضل الخلق تھے۔ اور مفضول کی امامت جائز نہیں۔ چوتھا امر یہ ہے۔ کہ کئی وجہ سے ابو بکر میں امامت کی اہلیت نہ تھی۔ وجہ اول یہ کہ ابو بکر ظالم تھے۔ ان کے ظالم ہونے کے ثبوت میں شیعہ کی طرف سے ایک دلیل تو یہ ہے۔ کہ وہ بعثت سے پہلے کافر تھے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ انہوں نے حضرت فاطمہ کو ان کی میراث فدک نہ دیا۔ حالانکہ وہ بروے آیہ مواریث مستحق تھیں۔ اور نیز وہ معصومہ تھیں۔ لہٰذا وہ دعوٰے فدک میں سچی تھیں مصنف مواقف شیعہ کی ان دلیلوں کی تردید کرنے کے بعد عبارت زیر بحث کو لایا ہے۔ جس کا مطلب صاف یہ ہے۔ کہ اگر ابو بکر کے ظالم ہونے کو شیعہ اپنی اس روائیت سے ثابت کریں۔ کہ حضرت زہرا نے ہبہ فدک کا دعوٰے کیا تھا۔ اور حضرات علی و حسنین و

اور شوہر کی زوجہ کے لئے اور غلام کی شہادت اپنے آقا کے لئے اور آقا کی اپنے غلام کے لئے اور شریک کی شہادت اپنے شریک کے لئے اور اجیر کی شہادت مستاجر کے لئے جائز نہیں ۔ انتہے (تفصیل کے لئے دیکھو فتح القدیر شرح ہدایہ)۔

قال السید امداد امام

معاونین فیصلہ فدک فرماتے ہیں کہ "اگر فدک ناحق طور پر حضرت سیدۃٔ سے چھین لیا گیا تھا۔ تو حضرت علی نے اپنے عہد خلافت میں فدک کو کیوں نہ واپس لے لیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت سیدۃٔ کا دعوے برسر حق نہ تھا" اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اگر امام رازی کی تحقیق درست ہے۔ تو حضرت علیؑ کے عہد خلافت میں حضرت علیؑ کے قبضہ میں تھا۔ ایسی صورت میں حضرت علیؑ کس چیز کو کس سے واپس لے لیتے۔ امام موصوف لکھتے ہیں۔ کہ خلیفہ اوّل نے باوجود شہادت ام ایمن کے فدک جناب سیدۃٔ کو نہ دیا۔ اور حضرت عمر نے حضرت علیؑ کو دے دیا۔ اور بوقت خلافت چہارم فدک حضرت علیؑ کے قبضہ میں تھا۔ اس سے معترض کا جواب ہو جاتا ہے۔ مگر راقم کے نزدیک یہ تجویز امام رازی کی محض خلاف قرائن ہے۔ حضرت عمر ایسا کیوں کرنے لگے۔ فدک آل محمد سے برابر نکلا رہا۔ بار اول اسے خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز نے آل محمد کو رد کیا ہے۔ بہرحال اعتراض بالا کا جواب راقم اس طور پہ دیتا ہے کہ اگر حضرت سیدۃ حضرت علیؑ کے عہد خلافت میں زندہ رہتیں۔ تو حضرت علیؑ حضرت سیدۃٔ کو ضرور رد فدک کر دیتے۔ اس لئے کہ آپ اس سے پورے طور پہ واقف تھے۔ کہ حضرت رسولؐ نے فدک کو حضرت سیدۃٔ کو ہبہ کر دیا تھا۔ اگر آپ اس امر سے واقف نہ ہوتے۔ تو معاملہ فدک میں آپ حضرت سیدۃٔ کے گواہ مقدمہ قرار نہ دئے جاتے۔ اب چونکہ حضرت فاطمہ زندہ نہ تھیں۔ آپ نے اپنے عہد میں فدک کی طرف توجہ مبذول نہ فرمائی حقیقت حال یہ ہے۔ کہ حضرت فاطمہؑ کی رحلت کا غم حضرت علیؑ کے دل پہ بے حد تھا۔ کبھی آپ کا دل قبول نہیں کر سکتا تھا کہ حضرت سیدۃٔ کے گذشتہ معاملات اندوہگین کو از سر نو تازہ کریں۔ جو حضرات معاملات قلبی سے خبر رکھتے ہیں۔ میری اس تھوڑی تحریر کو بہت مان سکتے ہیں۔ سنگدل نفس پرور شقی المزاج کیا جانے کہ معاملات قلبی کیا ہوتے ہیں۔ علاوہ اس کے آپ کے خلیفہ ہوتے ہی اہل زمانہ نے آپ کو نہایت تنگ کرنا شروع کر دیا۔ امیر معاویہ نے اغوا کر کے ام المومنین حضرت عائشہؓ

کو آمادہ جنگ کرا دیا۔ حضرت زبیر اور طلحہ نکث بیعت کر کے ام المومنین کی طرف جا ملے واقعہ جنگ جمل کا پیش آیا۔ پھر امیر معاویہ سے آپ کی شہادت کے وقت تک ہنگامۂ عظیم قائم رہا۔ ان مکروہات میں مبتلا رہ کر آپ فدک کی طرف کیونکر متوجہ ہو سکتے تھے۔ امر واقعی یہ ہے۔ کہ معاملات خلافت جو قومی اور دینی کام تھے ان سے حضرت علی کو اپنے چار برس اور پانچ مہینے کی خلافت میں اتنی فرصت ہی کہاں حاصل ہوئی کہ اپنے ذاتی اور خانگی امور کی طرف رخ کر سکتے۔ پس ان اسباب کی وجہ سے فدک جو خاندان پیغمبرؐ سے عہد خلافت اولیٰ میں نکل گیا تھا۔ حضرت علیؑ کے عہد خلافت میں بھی نکلا ہی رہا۔ مصباح الظلم۔ صفحہ ۲۶۔۲۷ +

اقول

مصنف نے امام رازی کی کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ بظاہر یہ تفسیر کبیر میں سے ہے۔ کیونکہ امام رازی آیہ وما افاء اللہ علیٰ رسولہ منہم کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ کہ اگر یہ آیت متعلق اموال بنی نضیر کے ہو۔ تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کے اموال لڑائی کے بعد ضبط کئے گئے۔ اس لئے چاہیئے کہ وہ مال غنیمت ہوں نہ مال فیئے۔ اس کے جواب میں مفسرین کے دو قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے۔ کہ یہ آیت فدک کے متعلق ہے۔ دوسرا قول یہ ہے۔ کہ اموال بنی نضیر کے بارے میں ہے۔ یہاں زیر بحث پہلا قول ہے جس میں فدک کی کیفیت درج ہے۔ مصنف نے اسی میں سے نقل کیا ہے۔ شیعہ اسے ہبہ فدک کے دعوے کے ثبوت میں پیش کیا کرتے ہیں۔ مگر انہیں معلوم رہے۔ کہ یہ قول بلا اسناد مذکور ہے۔ اسے مقام حجت میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ امام رازی نے اسے صرف نقل کر دیا ہے۔ اس کی تصحیح یا تائید نہیں کی۔ اگر ایسا کرتے بھی۔ تو ان کا مجرد قول بمقابلہ روایات معتبرہ بالاسانید الصحیحہ کیا وقعت رکھ سکتا ہے۔ لہٰذا ایسے قول مفسرین کو تحقیق رازی بتانا نادانی ہے۔ ہم پہلے بتا چکے ہیں۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد فدک یکے بعد دیگرے خلفائے اربعہ کے تصرف میں رہا۔ اور اس کا مصرف وہی تھا۔ جو عہد نبوی میں تھا۔ حضرت مولےٰ مرتضےٰ کے بعد ۴۰ھ میں حضرت معاویہؓ نے اسے بنا بر تاویل مروان کے قبضہ میں بطور جاگیر دے دیا۔ مگر شیعہ کہتے ہیں۔ کہ فدک حضرت علیؓ کے قبضہ میں نہیں آیا۔ اس لئے ان پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے اپنے عہد خلافت میں اسے آل محمد پر رد کیوں نہ کیا۔ مصنف نے اس اعتراض کا جو جواب دیا ہے۔ وہ بالکل لغو اور پوچ ہے۔ کیونکہ جب حضرت امیر مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو ردّ فدک خانگی امور میں سے نہ تھا

بلکہ از قبیل فرائض منصبی تھا۔ حق دار کو حق پہنچانا خلیفہ وقت کا فرض ہے۔ یہ کہنا کہ حضرت فاطمہؓ کے غم میں حضرت امیرؓ کو فرائض منصبی فراموش ہو گئے تھے۔ ان کی توہین و تذلیل ہے۔ اس غم کے ساتھ جنگ جمل کا بہانہ بھی عجیب ہے۔ حضرت امیرؓ تو حسب بیان شیعہ ایسے شجاع تھے۔ کہ اکیلے تمام دنیا کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ ان کے دشمن حضرات خلفائے ثلاثہ وغیرہ انتقال فرما چکے تھے۔ اب اپنی خلافت میں انکو کس کا ڈر تھا۔ حیدر کرار اور ذوالفقار آبدار۔ مقابلہ کی کس میں طاقت تھی۔ اس اعتراض کے جو جوابات شیعہ کے ائمہ معصومین کی طرف منسوب ہیں وہ بھی اطمینان بخش نہیں۔ چنانچہ شیعہ کا رئیس المحدثین محمد بن یعقوب کلینی حضرت امیر علیہ السلام کے ایک خطبہ میں یہ عبارت نقل کرتا ہے۔ قد عملت الولاۃ قبلی اعمالا خالفوا فیھا رسول اللّٰہ متعمدین لخلافہ ناقضین لعھدہ مغیرین لسنتہ ولو حملت الناس علی ترکھا وحولتھا الی مواضعھا والی ما کانت فی عھد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ لتفرق عنی جندی حتی ابقی وحدی او قلیل من شیعتی الذین عرفوا فضلی وفرض امامتی من کتاب اللّٰہ عز ذکرہ وسنۃ نبیہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ ارایتم لو امرت بمقام ابراہیم علیہ السلام فرددتہ الی الموضع الذی وضعہ فیہ رسول اللّٰہ ورددت فدک الی ورثۃ فاطمۃ علیھا السلام...... اذا لتفرقوا عنی (کتاب الروضہ۔ صفحہ ۲۹)۔ ترجمہ۔ مجھ سے پہلے خلیفوں نے کئی عمل ایسے کئے جن میں انہوں نے رسول اللہؐ کی مخالفت کی اور عمداً آپ کے خلاف کیا۔ اور آپ کے عہد کو توڑ ڈالا۔ اور آپ کی سنت کو بدل دیا۔ اگر میں لوگوں کو ان اعمال کے ترک کی ترغیب دوں اور ان اعمال کو ان کے محل کی طرف اور اس حالت کی طرف جو عہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ میں تھی لوٹا دوں۔ تو البتہ میرا لشکر مجھ سے جدا ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ میں اکیلا رہ جاؤں گا۔ یا میرے ساتھ تھوڑے سے شیعہ رہ جائیں گے۔ جنہوں نے میری فضیلت اور میری امامت کے فرض کو کتاب اللہ عز ذکرہ اور سنت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ سے پہچان لیا ہے۔ تم بتاؤ اگر میں مقام ابراہیم السلام کے بارے میں حکم دے دوں اور اسے اس جگہ کی طرف لوٹا دوں جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے اسے رکھا تھا۔ اور فدک حضرت فاطمہ علیہا السلام کے وارثوں پر رد کر دوں ...... تو اس وقت وہ ضرور مجھ سے الگ ہو جائیں گے۔ انتہےٰ۔ نہائت تعجب کا مقام ہے۔ کہ شیعہ ایک طرف تو حضرت امیر علیہ السلام کی شجاعت کے بیان میں رطب اللسان ہیں۔ اور دوسری طرف ان کو ایسا بزدل ظاہر کر رہے ہیں کہ سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے بدلی جا رہی ہے مگر آپ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ کیا ایسا بزدل خلافت کا مستحق ہو سکتا ہے؛

سید نعمت اللہ جزائری اپنی مشہور کتاب انوار نعمانیہ میں لکھتا ہے۔ واما علیؓ لو سکت لی

اور آپ ہم کو اس سے منع کر رہے ہیں۔ ارأیت الذی ینھی۔ عبداً اذا صلیٰ اور منجملہ ایسے احکام کے فدک و عوالی مدینہ کا اولاد فاطمہؑ پر رد کرنا تھا۔ کیونکہ متقدمین کی درشتی کے سبب یہ مظنۂ فتنہ و فساد تھا۔ شیخ صدوق طاب ثراہ نے کتاب العلل میں اس کے اور اسباب بیان کئے ہیں جن میں سے ایک کو بسند ابو بصیر روایت کیا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق سے پوچھا کہ امیر المومنین نے اپنی خلافت میں فدک کیوں نہ لیا۔ اور کس سبب سے اسے چھوڑ دیا۔ امام نے فرمایا کہ ظالم و مظلوم دونوں اللہ سبحانہ کے ہاں پہنچ چکے تھے۔ اور خدا نے مظلوم کو ثواب اور ظالم کو عذاب دے دیا تھا۔ اس لئے حضرت امیر نے ناپسند کیا کہ اس چیز کو واپس لیں جس پر اللہ نے غاصب کو عذاب اور مغصوب کو ثواب دے دیا۔ شیخ صدوق نے اس کا ایک اور جواب دیا ہے جسے اس نے بسند ابراہیم کرخی روایت کیا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق سے پوچھا کہ حضرت امیرؑ نے اپنی خلافت میں فدک کس واسطے نہ لیا۔ امام نے جواب دیا کہ اس میں آپ نے رسول اللہؐ کا اقتدا کیا۔ کہ فتح مکہ کے وقت جبکہ عقیل بن ابی طالب نے آپ کا گھر بیچ دیا تھا آپ سے عرض کی گئی کہ یا رسول اللہؐ آپ اپنے گھر میں نزول کیوں نہیں فرماتے۔ آپ نے جواب دیا کہ کیا عقیل نے ہمارے واسطے کوئی گھر چھوڑا ہے۔ ہم اہلبیت اشیائے مغصوبہ کو واپس نہیں لیتے۔ اسی واسطے حضرت امیرؑ نے اپنی خلافت میں فدک واپس نہ لیا شیخ صدوق نے اس کا تیسرا جواب یوں دیا ہے۔ کہ علی بن فضال نے امام ابوالحسنؑ سے دریافت کیا۔ کہ حضرت امیر المومنین نے اپنی خلافت میں فدک کس واسطے واپس نہ لیا۔ حضرت امام نے فرمایا۔ کہ ہم اہلبیت کے حقوق ظالموں سے بجز اللہ تعالےٰ کے اور کوئی نہیں لیتا۔ ہم مومنوں کے اولیا ہیں۔ ہم ان کے لئے حکم کرتے ہیں اور ان کے ظالموں سے ان کے حقوق لیتے ہیں۔ مگر اپنے حقوق نہیں لیتے۔ انتہےٰ۔

سید نعمت اللہ نے جو یہ بتایا کہ حضرت امیرؑ اپنے عہد خلافت میں بھی اقامت احکام پر قادر نہ تھے اور فتنہ و فساد کے خوف سے ہاں میں ہاں ملاتے رہے۔ ہم اس کے جواب میں گزارش کرتے ہیں۔ کہ ایسی حالت میں تو حضرت امیرؑ لائق امامت ہی نہ تھے۔ کیونکہ الجبان لا یستحق الامۃ (بزدل امامت کا مستحق نہیں) مسلمات شیعہ سے ہے۔ ان کو چاہیئے تھا کہ وہاں سے ہجرت کر جاتے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِھِمْ قَالُوْا فِیْمَ کُنْتُمْ قَالُوْا کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُھَاجِرُوْا فِیْھَا فَاُولٰٓئِکَ مَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ۝ (نساء ع ۱۴) ترجمہ۔ تحقیق جن لوگوں کی جان کھینچتے ہیں فرشتے اس حال میں کہ وہ اپنا برا کر رہے ہیں .... کہتے ہیں فرشتے (ان سے) تم کس حال میں تھے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم کمزور تھے اس ملک میں۔ فرشتے کہتے ہیں۔ کیا خدا کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں وطن چھوڑ جاتے سو

ایسوں کا ٹھکانا ہے دوزخ اور بُری جگہ پھر جانے کی ہے۔ انتہیٰ۔ صاحب تفسیر صافی اس آیت کے تحت میں یوں لکھتا ہے۔ اقول وفی الآیۃ دلالۃ علی وجوب الھجرۃ من موضع لایتمکن الرجل فیہ من اقامۃ دینہ۔ ترجمہ۔ میں کہتا ہوں کہ اس آیت میں دلالت ہے ہجرت کے واجب ہونے پر ایسی جگہ سے جہاں انسان اپنے دین کی اقامت پر قادر نہ ہو۔ انتہیٰ۔ یہ مسلّم ہے کہ حضرت امیر نے ہجرت نہیں فرمائی۔ پس ثابت ہوا کہ آپ ردّ فدک پر قادر تھے۔ لہٰذا اعتراض قائم رہا۔ باقی رہے امام جعفر صادق کے تین جواب۔ پہلے جواب میں یوں کلام ہے۔ کہ عذاب وثواب اخروی تو قیامت کے دن ہوگا۔ اس سے حضرت امیر پر سے یہ اعتراض نہیں اٹھ سکتا کہ انہوں نے اپنی خلافت میں باوجود قدرت کے اولاد فاطمہؓ پر کس واسطے ردّ فدک نہ کیا حالانکہ ردّ مظالم ان پر فرض تھا۔ حضرت امام کے دوسرے جواب میں بدیں طور کلام ہے۔ کہ امام محمد باقر نے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز سے فدک واپس لیا۔ اور ان کے قبضہ میں رہا۔ پھر خلفائے عباسیہ میں سے جو اہلبیت کے حق کا لحاظ کرتے تھے وہ اولاد فاطمہؓ پر ردّ کرتے رہے۔ چنانچہ مامون نے اپنے عامل قثم بن جعفر کو لکھا۔ کہ فدک اولاد فاطمہ کو دے دو۔ اس وقت امام علی رضا نے لیا۔ پھر متوکل اس پر متصرف ہوگیا۔ بعد ازاں معتضد نے رد کیا۔ مکتفی نے پھر لے لیا۔ اور مقتدر نے ردّ کیا (دیکھو مجالس المومنین۔ حال فدک)۔ علاوہ ازیں حضرت عثمان کی شہادت کے بعد حضرت امیر علیہ السلام نے خلافت مغصوبہ کو قبول کیا۔ اور حضرت امام حسین اسی خلافت مغصوبہ کے لئے یزید سے برسر پیکار ہوئے۔ جس کا خاتمہ ان کی شہادت پر ہوا۔ پس اگر اہلبیت شے مغصوب کو نہیں لیتے۔ تو ان حضرات نے کس واسطے فدک واپس لے لیا۔ اس کا جواب سید محمد مجتہد یوں دیتا ہے۔ کہ اہلبیت خود بخود شے مغصوب کو طلب نہیں کرتے۔ اگر بن مانگے کوئی ردّ کرے۔ تو اسے قبول کر لیتے ہیں۔ چنانچہ مجتہد موصوف روایت ابراہیم کرخی کو نقل کر کے لکھتا ہے۔ واین حدیث صریح است در این کہ اہلبیت از خود خواہش استرجاع شئے مغصوب نے نمایند (طعن الرماح۔ صفحہ ۱۳۷) جائے غور ہے کہ روایت کے الفاظ یہ ہیں انا اھل بیت لانسترجع شیئًا یوخذ منا ظلمًا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ ہم اہل بیت شئے مغصوب کو واپس نہیں لیتے۔ مجتہد صاحب نے از خود خواہش کی قید اپنی طرف سے بڑھا دی ہے۔ بفرض محال اگر اسے تسلیم کر لیا جائے۔ تو بھی وہ جواب خلل سے خالی نہیں۔ کیونکہ حسب بیان شیعہ جب حضرت ابو بکرؓ نے خلافت چھین لی۔ تو حضرت امیر اسی خلافت مغصوبہ کے لئے حضرت فاطمہؓ کو گدھے پر سوار کر کے تین رات مہاجرین وانصار میں سے ہر ایک کے گھر مدد مانگتے پھرے۔ جب مدد نہ ملی۔ تو مجبورًا خانہ نشین ہو گئے۔ جیسا کہ اس کتاب میں پہلے آچکا ہے۔ اسی طرح بحار الانوار میں کتاب الاختصاص سے بسند عبداللہ بن سنان امام جعفر صادق سے ایک طویل روایت نقل کی ہے۔ جس میں مذکور ہے۔ کہ جب حضرت ابو بکرؓ نے حضرت فاطمہ کے وکیل

کو تفویض کیا۔ جاننا چاہیئے۔ کہ خلفائے بنی امیہ میں یہی ایک ایسا خلیفہ گزرا ہے۔ جس کی طرف انسانیت کی نسبت کی جاسکتی ہے۔ بقیہ خلفا تمامتر قہر الٰہی کا نمونہ تھے۔ یا ایسے تھے کہ ان کو انسانیت چھو بھی نہیں گئی تھی۔ اس خلیفہ ثانی نے جب فدک کو امام ممدوح کے حوالہ کر دیا تو لوگوں نے اس سے کہا۔ کہ طعنت علی الشیخین یعنی شیخین پر تو نے طعنہ کا کام کیا۔ (دیکھو روایت ابوالمقدام داخل شرح ابن ابی الحدید۔ صفحہ ۶۰) خلیفہ نے ان کے جواب میں یہ کہا۔ ھما طعنا علی انفسھما۔ یعنے شیخین نے فدک کو لے کر اپنے اوپر طعن کا دروازہ کھولا۔ جاننا چاہیئے۔ کہ عمر بن عبدالعزیز آخر کے خلفائے بنی امیہ سے تھے۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ سلسلہ خلفائے بنی امیہ میں یہ ایک نہایت انصاف پسند خلیفہ تھے۔ اس انصاف پسندی کی بدولت انہیں رد فدک کرنا پڑی۔ مصباح الظلم۔ صفحہ ۲۷۔

اقول

جس روایت کا حوالہ مصنف نے شرح ابن ابی الحدید سے دیا ہے۔ اس کی صحت میں کلام ہے۔ ہم اسے تسلیم نہیں کرتے۔ بوجوہ ذیل :-

اولاً۔ اس کا ناقل ابن ابی الحدید معتزلی شیعی ہے۔

ثانیاً۔ اس کا راوی ابوالمقدام مجروح ہے۔ چنانچہ علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں۔ هشام بن زياد ابو المقدام البصري۔ ضعفه احمد وغيره۔ قال النسائي متروك وقال ابن حبان يروي الموضوعات عن الثقات وقال ابوداؤد كان غير ثقة وقال البخاري يتكلمون فيه۔ ترجمہ۔ ہشام بن زیاد ابوالمقدام بصری کو احمد وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔ نسائی نے کہا۔ کہ متروک الحدیث ہے۔ ابن حبان کا قول ہے۔ کہ وہ موضوع حدیثیں ثقات کے نام سے روایت کرتا ہے۔ اور ابوداؤد کا قول ہے۔ کہ وہ ثقہ نہیں۔ اور امام بخاری کا قول ہے۔ کہ لوگ اس کی نسبت کلام کرتے ہیں۔ انتہٰے

تہذیب التہذیب میں ہے۔ هشام بن زياد بن ابي يزيد القرشي ابو المقدام بن ابي هشام المدني مولى عثمان قال عبد الله بن احمد عن ابيه ضعيف الحديث وقال الدوري عن ابن معين ليس بثقة وقال في موضع آخر ضعيف ليس بشيء وقال البخاري يتكلمون فيه وقال ابوداؤد غير ثقة وقال الترمذي يضعف وقال النسائي وعلي بن الجنيد الازدي متروك الحديث وقال ابو حاتم ضعيف الحديث ليس بالقوي وقال ابن حبان يروي الموضوعات عن الثقات لا يجوز الاحتجاج به وقال الدارقطني ضعيف وترك ابن المبارك حديثه وقال ابن سعد كان

بعض اکابر نے جس کا نام فاضل متبحر میرزا عبداللہ افندی نے اپنی کتاب ریاض العلماء میں بتایا ہے۔ اور اس کا کلام نقل کیا ہے۔ اور جس کا اسم شریف بندہ اس کتاب میں اس دعوے باطل کے مقام میں لینا نہیں چاہتا۔ عمر بن عبدالعزیز کے لعن میں توقف کیا ہے۔ حالانکہ اس توقف کی کوئی وجہ نہیں بلکہ اس پر لعن و تبرا کرنا اوضح واضحات اور اوجب واجبات سے ہے۔ کیونکہ اس نے جو غصب خلافت اور ادعائے امامت کیا اور حیات و ممات میں اس گناہ عظیم کو اپنی گردن پر لیا۔ اس سے بڑھکر کوئی گناہ نہیں۔ اور ائمہ حق کو امر و نہی سے روکنے سے زیادہ کوئی ضرر امت پر نہیں۔ اگر اس نے کوئی احسان کیا تو وہ مداہنت و ملک داری کی جہت سے کیا۔ حقیقت میں اہل سنت نے اس کی خوب مدح کی ہے۔ کہ اسے عمر ثانی بتاتے ہیں۔ ہم بھی اسی وصف کے ساتھ اسے یاد کرتے ہیں۔ اور اس کے حق میں یہی اعتقاد رکھتے ہیں۔ اس نے عدل تقدیری کو عمر سے میراث میں پایا۔ کیونکہ اس کی ماں عاصم بن عمر بن الخطاب کی بیٹی تھی۔ ہاں اس کی ظاہری سیرت تمام بنی امیہ سے ممتاز تھی۔ اور حضرت امام باقر کا کلام بتقدیر صحت نسبت اسی معنے پر محمول ہے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا کہ عمر بنی امیہ کا نجیب ہے۔ یعنے بہ نسبت طائفہ بنی امیہ کے اس میں کچھ نجابت ہے۔ اگرچہ فی نفسہ وہ خلق خدا میں سب سے نانجیب ہے۔ انتہے۔

ناظرین! یہ ہے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کی انصاف پسندی کا صلہ جو شیعہ نے دیا ہے +

فدک کے متعلق کافی لکھا جا چکا ہے۔ لہٰذا اس بحث کو صحیح مسلم کی ایک حدیث پر ختم کیا جاتا ہے۔ جس سے شیعہ غلط نتائج اخذ کرتے ہیں۔

قال السید علی الحائری

اسی مسلم میں ہے۔ کہ حضرت عمر نے عباس اور علی کے دعوے طلب میراث کے جواب میں کہا ہے:۔

لما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوبکر انا ولی رسول اللہ فجئتما تطلب میراثک من ابن اخیک ویطلب ھذا میراث امراتہ من ابیھا فقال ابوبکر قال رسول اللہ صلعم ما نورث ما ترکناہ صدقۃ فرأیتماہ کاذبا غادرا خائنا اثما واللہ یعلم انہ لصادق بار راشد تابع

الحق ثم توفی ابو بکر فقلت انا ولی رسول صلعم وولی ابی بکر فرأیتمانی کاذبا آثما غادرا خائنا والله یعلم انی لصادق بار راشد تابع للحق ۔ مسلم جلد ۲ ۔ صفحہ ۹۱ سطر ۲ مطبوعہ نولکشور یعنے جب رسول اللہ صلعم نے وفات پائی ۔ تو ابو بکر نے کہا ۔ کہ میں رسول اللہ صلعم کا ولی ہوں ۔ پس تم دونوں میرے پاس آئے ۔ اے عباس تم تو اپنی میراث بھتیجے کے مال سے طلب کرنے لگے ۔ اور یہ (علی) اپنی زوجہ کا حق میراث پدری سے طلب کرنے لگے ۔ پس ابو بکر نے کہا ۔ کہ پیغمبر صلعم نے فرمایا ہے ۔ کہ ہم انبیا میراث نہیں چھوڑتے ۔ ہمارا ترکہ صدقہ ہوا کرتا ہے ۔ پس تم دونوں نے ابو بکر کو کاذب غادر خائن اور آثم سمجھ لیا ۔ ان کی وفات کے بعد میں پیغمبر اور ابو بکر کا ولی قرار پایا ۔ پس تم دونوں نے مجھے بھی کاذب آثم غادر اور خائن سمجھ لیا ۔

اب حضرت عمر کے اس مذکورہ قول سے یہ ثابت ہوا کہ عباس اور جناب امیر علیہ السلام عمر وابو بکر کو خائن آثم غادر اور کاذب سمجھتے تھے ۔ پھر اہل سنت ایسی حالت میں کیونکر کہہ سکتے ہیں ۔ کہ علی علیہ السلام اور خلفائے ثلاثہ میں باہم کمال اتفاق، اتحاد اور محبت تھی ۔ اگر ایسا ہوتا تو باعتراف عمر علی علیہ السلام ان کو ایسا نہ سمجھتے ۔ فاتوا برھانکم ان کنتم صادقین ۔ موعظہ حسنہ ۔ صفحہ ۲۸

اقول

جواب سے پہلے ہم اس حدیث کو مع ترجمہ بتمامہ ذیل میں نقل کرتے ہیں :-

حدثنی عبد اللہ بن محمد بن اسماء الضبعی حدثنا جویریۃ عن مالک عن الزھری ان مالک بن اوس حدثہ قال ارسل الی عمر بن الخطاب فجئتہ حین تعالی النھار قال فوجدتہ فی بیتہ جالسا علی سریر مفضیا الی رمالہ متکئا علی وسادۃ من ادم فقال لی یا مال انہ قد دف اھل ابیات من قومک وقد امرت فیھم برضخ فخذہ فاقسمہ بینھم قال قلت لو امرت بھذا غیری قال خذہ یا مال قال فجاء یرفا فقال ھل لک یا امیر المومنین فی عثمان وعبد الرحمن بن عوف والزبیر وسعد فقال عمر نعم فاذن لھم فدخلوا ثم جاء فقال ھل لک فی عباس وعلی قال نعم فاذن لھما فقال عباس یا امیر المومنین اقض بینی وبین ھذا الکاذب الآثم الغادر الخائن قال فقال القوم اجل یا امیر المومنین فاقض بینھم وارحھم فقال مالک بن اوس یخیل الی انھم قد کانوا قدموھم لذلک فقال عمر اتئدا انشدکم باللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض اتعلمون ان رسول اللہ

[illegible]

طلب کرتا تھا۔ ابو بکرؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "ہم میراث نہیں چھوڑتے جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے"۔ پس دونوں نے ان (ابو بکرؓ) کو کاذب، آثم، غادر، خائن سمجھا۔ اور خدا جانتا ہے کہ وہ بے شک صادق نیکو کار اور براہ راست اور تابع حق تھے۔ پھر ابو بکر نے وفات پائی۔ اور میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ولی اور ابو بکرؓ کا ولی ہوں۔ پس تم دونوں نے مجھ کو کاذب آثم غادر خائن سمجھا۔ اور خدا جانتا ہے۔ کہ میں بے شک صادق نیکو کار اور براہ راست اور تابع حق ہوں۔ پس میں ان اموال پر متصرف ہو گیا۔ پھر تو اور یہ میرے پاس آئے۔ حالانکہ تم دونوں متفق تھے۔ اور دونوں کا معاملہ واحد تھا۔ پس تم نے کہا۔ کہ یہ اموال ہمارے سپرد کر دیجئے میں نے کہا کہ اگر تم چاہو۔ تو میں یہ مال اس شرط پر تمہارے سپرد کر دیتا ہوں کہ تم پہ اللہ کا عہد ہے کہ تم ان میں وہی عمل کرو گے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ پس تم دونوں نے یہ مال اس شرط پر لے لئے۔ عمرؓ نے پوچھا۔ کہ کیا یہ سچ ہے۔ دونوں بولے کہ ہاں۔ فرمایا۔ کہ پھر تم دونوں میرے پاس آئے تاکہ میں تمہارے درمیان فیصلہ کروں۔ خدا کی قسم میں تم دونوں کے درمیان فیصلہ سابقہ کے سوا اور فیصلہ ہرگز نہ کروں گا۔ یہاں تک کہ قیامت برپا ہو جائے۔ اگر تم اس سے عاجز ہو۔ تو وہ مال مجھے واپس کر دو۔ انتہے۔

اس حدیث کی تشریح میں امور ذیل قابل غور ہیں:۔

اوّل۔ حضرت علی و عباس نے دربارہ ابو بکر صدیق میں میراث کا دعوے کیا۔ مگر جب حضرت صدیق اکبر نے حدیث لا نورث کی طرف توجہ دلائی۔ تو ہر دو نے اپنے دعوے سے رجوع کیا۔ اور حضرت صدیق اکبر کا برسر حق ہونا تسلیم کر لیا۔ یہی وجہ تھی کہ جب حضرت فاروق اعظم نے اپنے عہد خلافت میں ہر دو سے سوال کیا۔ کہ کیا تمہیں معلوم ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ ہم میراث نہیں چھوڑتے جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں۔ وہ صدقہ ہے۔ تو دونوں نے جواب دیا کہ ہاں۔ علاوہ ازیں حضرت مولے مرتضےٰ نے اپنے عہد خلافت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں کچھ تغیر و تبدل نہیں کیا جس سے پایا جاتا ہے۔ کہ آپ نے حضرت صدیق کا برسر حق ہونا تسلیم کر لیا تھا۔

دوم۔ اموال فیئے پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قبضہ متولیانہ تھا نہ کہ مالکانہ۔ آپ ان میں سے اپنا ایک سال کا نفقہ علیحدہ کر لیتے۔ اور باقی کو مصالح مسلمین میں صرف فرماتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد آپ کے جانشینوں نے بھی آپ ہی کا اتباع کیا۔

سوم۔ حضرت علی و عباس اموال بنی نضیر کے لئے دو دفعہ حضرت فاروق اعظم کی خدمت میں

حاضر ہوئے۔ جب پہلی دفعہ تشریف لائے۔ تو ان میں کوئی باہمی نزاع و اختلاف نہ تھا۔ جیسا کہ حدیث
کے الفاظ وانتما جمیع وامر کما واحد سے عیاں ہے۔ بلکہ متفقہ طور پر ان اموال کے لئے خلیفہ وقت
سے ان کی درخواست تھی۔ یہ مسلّم ہے۔ کہ ان کو حدیث لا نورث کی صحت کا علم تھا۔ وہ ان اموال کو
از قبیل وقف قرار دیتے تھے۔ اس لئے بطور تملیک تو نہ مانگ سکتے تھے۔ مگر بظاہر وہ یہ سمجھتے تھے کہ
واقف کے ورثہ موقوف کی تولیت و تصرف کے لئے اوروں سے زیادہ سزاوار ہیں۔ اس لئے ان کی
درخواست یہ تھی کہ وہ اموال ان کی تولیت و تصرف میں کر دئے جائیں۔ لہٰذا حضرت فاروق اعظم نے
ہر دو کو ان اموال کا متولی قرار دیا۔ بشرطیکہ وہ ان میں اسی طرح عمل کریں جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد تولیت و تصرف میں شرکت حضرت عباس پر ناگوار گذری۔ وہ
چاہنے لگے کہ تولیت تقسیم ہو جائے۔ اور ہر ایک اپنے حصہ کے تصرف میں مستقل ہو جائے۔ حضرت
علیؓ اس تقسیم سے مانع ہوئے۔ اس لئے دونوں میں نزاع و اختلاف پیدا ہو گیا۔ جس کے فیصلہ کے لئے
دوبارہ دربار فاروقیؓ میں حاضر ہوئے (مجمع البحار۔ تحت لغت تئد) حضرت عباسؓ بولے۔ اے
امیر المؤمنین میرے اور اس کاذب، آثم، غادر، خائن کے درمیان فیصلہ کیجئے۔ یہ سن کر حضرت
فاروق اعظمؓ نے حضرت علیؓ کی حمایت کی۔ اگرچہ بظاہر حضرت علیؓ و عباسؓ دونوں سے خطاب
ہے۔ مگر اس سے مقصود حضرت عباسؓ کو سنانا ہے۔ کہ اگر حضرت علیؓ اس معاملہ میں یعنی تقسیم تولیت
سے منع کرتے ہیں جو کہ موہم اجرائے میراث ہے۔ کاذب، آثم، غادر، خائن ہیں۔ تو تمہارے اعتقاد
میں حضرت ابوبکر بھی ان اوصاف سے متصف ٹھیرے۔ (حالانکہ خدا جانتا ہے۔ کہ وہ بے شک
صادق، بار، راشد، تابع للحق تھے)۔ اور میں بھی تمہارے اعتقاد میں ان اوصاف سے متصف ٹھیرا
(حالانکہ خدا جانتا ہے۔ کہ میں بے شک صادق، بار، راشد، تابع للحق ہوں) کیونکہ میں اور صدیق
اکبر تقسیم و اجرائے میراث سے منع کرنے میں حضرت علی سے متفق ہیں۔ اور اسی حدیث سے متمسک
ہیں جس کو تم سب جانتے ہو۔ حدیث کے الفاظ فرأیتماہ۔ فرأیتمانی اس مطلب کی تائید کر رہے
ہیں۔ حضرت فاروق اعظم کا مقصد اس سے یہ تھا کہ حضرت عباس حضرت امیر سے جھگڑا نہ کریں۔
اس سے ظاہر ہے۔ کہ نہ حضرت عباس حضرات شیخین کو کاذب، آثم، غادر، خائن سمجھتے تھے۔
اور نہ شیخین واقع میں ایسے تھے۔ کہاں ہیں وہ مخالفین جو کہتے ہیں۔ کہ بنا بر شہادت فاروق سیناں
حضرت علیؓ و عباسؓ حضرات شیخین کو کاذب، آثم، غادر، خائن جانتے تھے۔ (طعن الرماح صفحہ ۱۳۰)
وہ پہلے اسی حدیث کی رو سے حضرت امیر کا متصف بدیں اوصاف ہونا تسلیم کرلیں۔ پھر حضرات شیخین

ابوداؤد اراد ان لا یوقع علیہ اسم قسم۔ یعنے کہا ابوداؤد نے کہ حضرت عمرؓ کی مراد یہ تھی کہ اس مال فیئے پر تقسیم کا نام نہ بولا جائے (سنن ابو داؤد۔ جزثانی۔ کتاب الخراج والفیئ۔ صفحہ ۵۷)۔

چہارم۔ جب حضرت عباس نے دربار فاروقی میں یوں درخواست کی۔ اے امیرالمومنین درمیان میرے اور درمیان اس کاذب آثم، غادر، خائن کے فیصلہ کیجئے۔ تو حضرت علی ساکت رہے۔ اس کی وجہ علامہ سندی نے حاشیہ بخاری میں یوں لکھی ہے۔ کانہ بمنزلۃ الوالد لعلی ثم لعل معنی ھذا الکلام بینی وبین من یعاملنی معاملۃ من یتصف بھذہ الاوصاف وھذا ابناء علی انہ ما رضی بمعاملتہ وان معاملۃ علی فی نفسہ لا تکون کذالک وھذا یجری بین الاکابر فی المعاملۃ واللہ تعالیٰ اعلم

ترجمہ۔ کیونکہ حضرت عباس حضرت علی کے لئے بمنزلہ والد کے تھے۔ اس کلام کے معنے شاید یہ ہیں۔ کہ فیصلہ کیجئے درمیان میرے اور درمیان اس (علی) کے۔ جو مجھ سے اس شخص کا سا معاملہ کرتا ہے۔ جو ان اوصاف سے متصف ہو۔ یہ مبنی ہے اس پر کہ حضرت عباس معاملہ علی سے راضی نہ تھے۔ اور معاملہ علی واقع میں ایسا نہ تھا۔ اکابر کے درمیان معاملات میں ایسا ہو جایا کرتا ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔ انتہے۔ علامہ نووی شرح مسلم میں اس کے متعلق یوں لکھتے ہیں۔ قال المازری واذا کان ھذا اللفظ لا بد من اثباتہ ولم نضف الوھم الی رواتہ فاجود ما حمل علیہ انہ صدر من العباس علی جھۃ الادلال علی ابن اخیہ لانہ بمنزلۃ ابنہ وقال ما لا یعتقدہ وما یعلم براءۃ ذمۃ ابن اخیہ منہ ولعلہ قصد بذالک ردعہ عما یعتقد انہ مخطیئ فیہ وان ھذہ الاوصاف یتصف بھا لو کان یفعل ما یفعلہ عن قصد وان علیا کان لا یراھا موجبۃ لذالک فی اعتقادہ۔ ترجمہ۔ مازری نے کہا۔ کہ جب اس لفظ (کاذب، آثم الخ) کا اثبات ناگزیر ہو۔ اور ہم اس کے راویوں کی طرف وہم منسوب نہ کریں۔ تو اس کا سب سے اچھا محمل یہ ہے۔ کہ یہ الفاظ عباس کی طرف سے محبت کے سبب اپنے بھتیجے پر ناز وافراط ہے کیونکہ علی بمنزلہ عباس کے بیٹے کے تھے۔ عباس کہہ گئے وہ لفظ جس کی صحت کا وہ اعتقاد نہ رکھتے تھے اور جس سے وہ اپنے بھتیجے کو بری جانتے تھے۔ شاید عباس کا مقصد اس سے علی کو روکنا تھا۔ اس بات سے جس کی نسبت ان کا اعتقاد تھا کہ ان کا بھتیجا اُس میں خطا کار ہے۔ اور ان اوصاف سے متصف ہے۔ اگر وہ بالقصد ایسا کرتا ہے۔ اور علی اپنے اعتقاد میں اس کو موجب اس کا نہ سمجھتے تھے انتہے۔ فافہم۔

مذکورہ بالا تشریح سے صاف ظاہر ہے۔ کہ مجتہد لاہوری اور مجتہد لکھنوی میں سے کوئی بھی اس حدیث کا مطلب نہیں سمجھا۔ انہوں نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے اس حدیث کا صرف ایک ٹکڑا نقل

کرکے اس پر غلط رائے زنی کی ہے۔ جیسا کہ علمائے شیعہ کا شعار ہے۔

قال السید امداد امام

آل محمدؐ کی بے توقیری کے اسباب

واضح ہو کہ راقم الحروف کو اس جگہ اس سے کوئی بحث نہیں ہے۔ کہ معاملہ فدک میں بی بی فاطمہؑ برسرِ حق تھیں یا نہیں۔ یہاں صرف اسی قدر دیکھنا ہے۔ کہ فدک کی بے دخلی سے آل محمدؐ پر کیا اثر پیدا ہوا۔ ظاہر ہے۔ کہ علاقہ فدک سے آل محمدؐ کو ایک کثیر جمع وصول ہوا کرتی تھی جس کو وہ حضرات زیادہ غربا و مساکین میں تقسیم کیا کرتے تھے۔ پس اس کے باقی نہ رہنے سے آل محمدؐ کی دنیوی وجاہت میں بڑا فرق آ گیا۔ کوئی شک نہیں کہ جس طرح حکومت کے نکل جانے سے پبلک بے توقیری آل محمدؐ کو لاحق ہو گئی اس طرح فدک کے نکل جانے سے پرائیویٹ نقصان وجاہت بھی ان کے لئے ہو گیا۔ بلاشبہ فدک کی بے دخلی آل محمدؐ کی بے توقیری کا دوسرا زینہ نظر آتی ہے۔ ان دونوں مصیبتوں کے ساتھ ہی ساتھ ایک تیسرا خوف آگین معاملہ آل محمدؐ کو پیش آگیا۔ وہ یہ کہ بنی امیہ جن کو جناب رسول خدا کی حیرت انگیز قابلیت نے بڑی مشکل سے دس برس کی عرصہ میں زیر و زبر کر ڈالا تھا۔ جناب رسول خدا کی رحلت کے بعد امر خلافت کے طے پاتے ہی فرمانروائے ملک شام ہو گئے۔ شام میں جس قدر جلد یہ ثروت بنی امیہ کو نصیب ہو گئی۔ ایسی کامیابی ہر قبیلہ کی توقع سے باہر تھی۔ اہل واقفیت سے پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ بنی امیہ کا فروغ آل محمدؐ کے حق میں سم ہوا۔ بنی امیہ نے آل محمدؐ سے خوب خوب بدلے لئے۔ جیسا کہ خود قول حضرت معاویہ کے صاحبزادے کا ہے۔ حضرت یزید ابن معاویہ فرماتے ہیں۔ کہ "کہاں ہیں کشتگان بدر وہ دیکھیں تو کہ ہم نے آل محمدؐ سے کیسا بدلہ لیا ہے" یہ قول اس وقت کا ہے۔ کہ جب واقعہ کربلا کے بعد جناب امام زین العابدین دمشق میں لائے گئے ہیں۔ اور دربار میں مغنی نے یزید صاحب کی وہ غزل جشن میں گائی ہے۔ جس کا ایک شعر یہ بھی ہے ~

لَعِبَتْ هَاشِمُ بِالْمُلْکِ فَلَا　　خَبَرٌ جَاءَ وَلَا وَحْیٌ نَزَلْ

یعنے بنی ہاشم نے مخلوق خدا میں ایک کھیل نکالا تھا کیسی وحی اور کیسی نبوت

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ نامراد بنی امیہ پیغمبرؐ خدا کی نبوت کو ملاعبت سمجھے تھے۔ اور درحقیقت اس کے معترف نہ تھے۔ خیر۔ کوئی شک نہیں کہ بنی امیہ کے فروغ نے آل محمدؐ کی دنیوی عزت و وجاہت کا خاتمہ کر دیا۔ بنی امیہ کے اہل ثروت ہو جانے کی یہ صورت ہوئی۔ کہ جب حضرت ابوبکر خلیفہ قرار پا چکے۔ تو حضرت ابوسفیان بن الحرب جو قبیلہ بنی امیہ کے سردار تھے حضرت علیؑ کے حضور میں تشریف لائے۔ اور نہایت بہی خواہی کے انداز سے حضرت علی سے فرمانے لگے۔ کہ اے علی امر خلافت طے پا گیا۔ اور آپ نے کوئی تدبیر خلافت کے حاصل کرنے کی نہ کی۔ اگر آپ فرمائیں۔ تو میں صحرائے مدینہ کو سواران مکہ سے بھر دوں۔ اور اس خلافت کو دم کے دم میں تہ و بالا کر دوں۔ حضرت علی نے فرمایا۔ کہ اے ابوسفیان تم ایام جاہلیت میں بھی فسادات کیا کرتے تھے۔ اب کہ مشرف باسلام ہو چکے ہو۔ تب بھی تمہارے مفسدے اپنے حال پر ہیں۔ حضرت علی کو ابوسفیان سے ایسے کلام کرنے کی وجہ یہ تھی۔ کہ ابوسفیان بنی امیہ سے تھے۔ اور بنی امیہ سے رسول اللہؐ کو بے حد نفرت تھی۔ یہاں تک کہ اس قبیلہ پر آنحضرتؐ نے لعنت تک کی تھی۔ ایسی صورت میں حضرت علیؑ ابوسفیان سے میل جول کا رکھنا گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ علیؑ ہر امر میں تمام تر رسول اللہؐ کی پیروی کرتے تھے۔ آپ کا ابوسفیان سے کنارہ کشی کرنا بجا تھا۔ اگر ابوسفیان کی طرف کچھ بھی میلان دکھلاتے۔ تو بلاشبہ رسول اللہؐ کی مرضی کے خلاف عامل ہوتے۔ اہل واقفیت سے پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ بنی امیہ دین خدا اور رسول خدا دونوں کے سخت دشمن تھے۔ آنحضرتؐ نے دس برس کے عرصہ میں اس قبیلہ کو درست کیا تھا۔ اب اس قبیلہ میں شیطنت کی طاقت نہیں رہی تھی۔ پس اگر علیؑ ابوسفیان کے فریب میں آ جاتے۔ تو آپ اس فعل کے عامل ہو جاتے جو حضرات شیخین سے عمل میں آیا۔ یعنے خلافت کے بچانے کے لئے ابوسفیان شریک سلطنت بنائے گئے۔ جس سے بنی امیہ کی نہ صرف زائل شدہ قوت عود کر آئی۔ بلکہ یہ قبیلہ تھوڑے عرصہ میں تمام بلاد اسلام کا بادشاہ ہو گیا۔ حیف صد حیف کہ خلافت اولیٰ کی طرف سے یہ ایک ایسی کارروائی عمل میں لائی گئی۔ جو سراسر رسول اللہؐ کے مقاصد کے خلاف کا پہلو رکھتی تھی۔ اس ایک لغزش کے نتائج اہل اطلاع سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ خود اسلام میں جو جو فتور لاحق ہوئے۔ ان کو کیا کہیے۔ خاندان پیغمبرؐ پر جو جو آفتیں

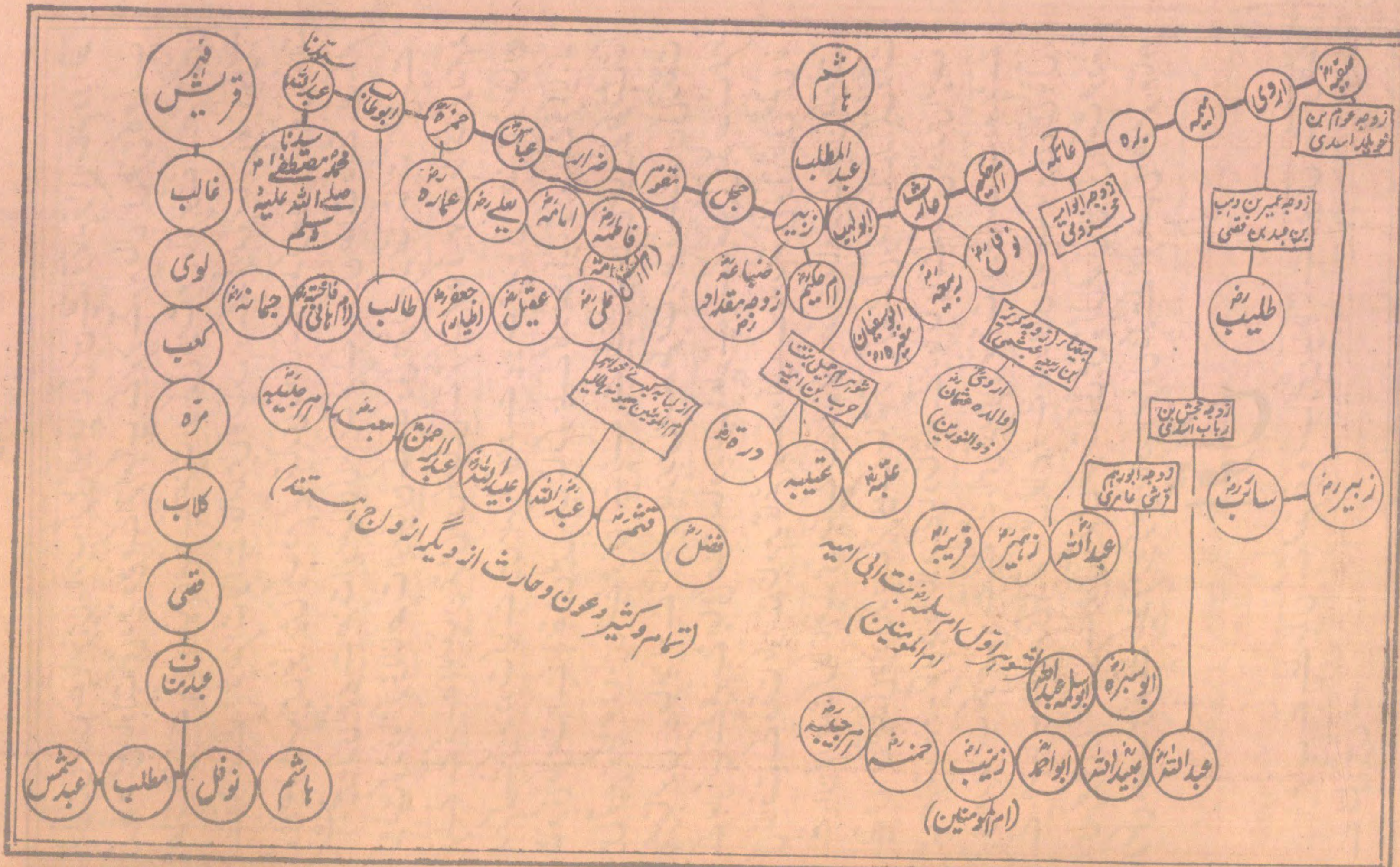
فہر قریش
غالب
لوی
کعب
مرہ
کلاب
قصی
عبد مناف
ہاشم
نوفل
مطلب
عبد شمس
ہاشم
عبد المطلب
سیدنا عبد اللہ
ابو طالب
حمزہ
عباس
ضرار
مقوم
حجل
زبیر
ابو لہب
حارث
ام حکیم
عاتکہ
اروہ
امیمہ
اروی
صفیہ
سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم
طالب
عقیل
جعفر طیار
علی
ام ہانی فاختہ
جمانہ
عمارہ
سلمیٰ
امامہ
فاطمہ
ضباعۃ زوجہ مقداد
ام حکیم
ابو سفیان
ربیعہ
نوفل
اروی والدہ عثمان ذوالنورین
شوہر ام جمیل بنت حرب بن امیہ
عتبہ
عتیبہ
درہ
فضل
قثم
عبد اللہ
عبید اللہ
عبد الرحمٰن
معبد
ام حبیبہ
(تمام و کثیر و عون و حارث از دیگر ازواج ہستند)
زوجہ ابو امیہ مخزومی
عبد اللہ
زہیر
قریبہ
زوجہ ابو رہم قرشی عامری
ابو سبرہ
ابو سلمہ عبد اللہ شوہر اول ام سلمہ بنت ابی امیہ ام المومنین
زوجہ جحش بن رباب اسدی
عبد اللہ
عبید اللہ
ابو احمد
زینب (ام المومنین)
حمنہ
ام حبیبہ
زوجہ عمیر بن وہب بن عبد بن قصی
طلیب
زوجہ عوام بن خویلد اسدی
زبیر
سائب

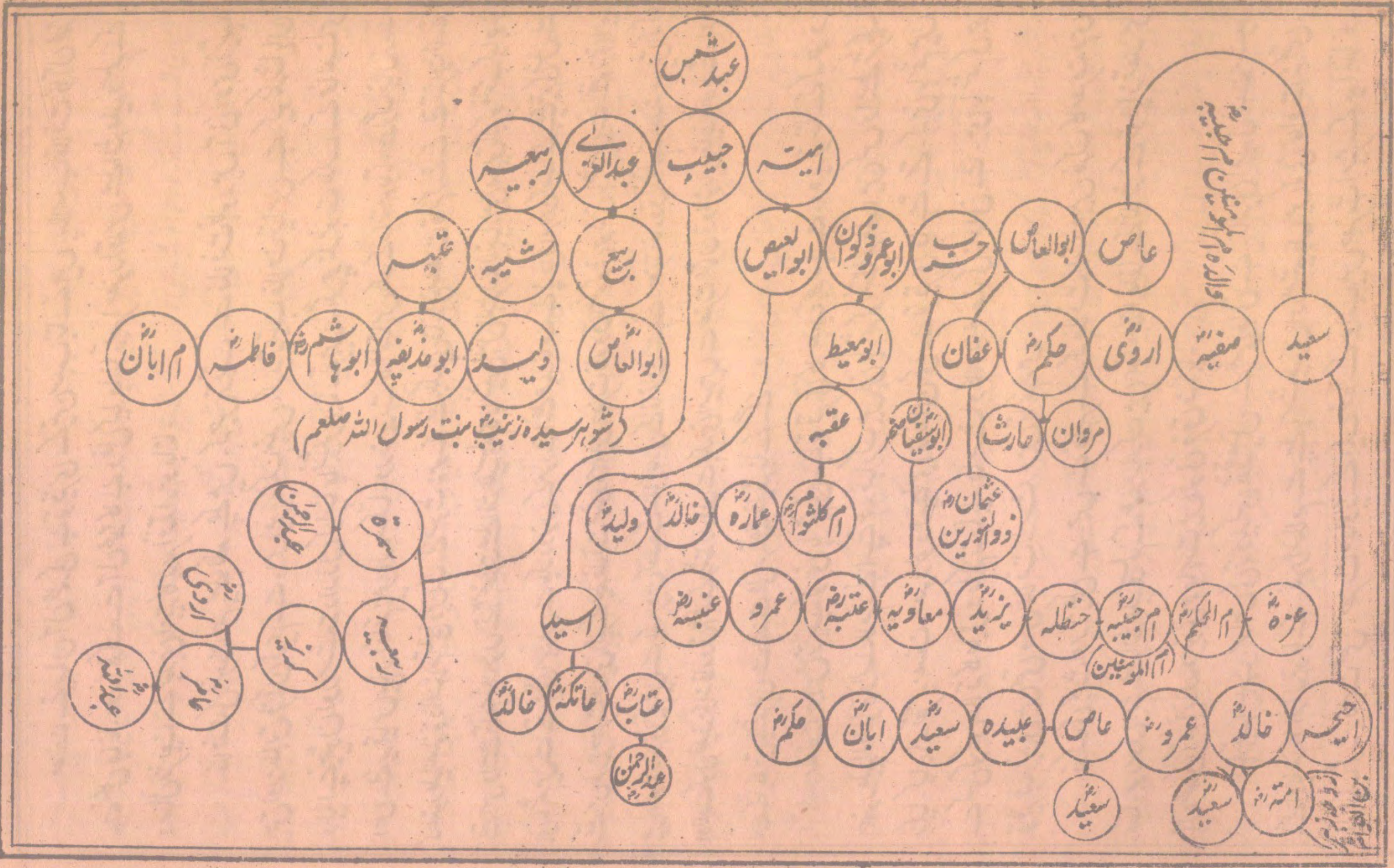
عبد شمس
امیہ
حبیب
عبد العزیٰ
ربیعہ
ربیع
شیبہ
عتبہ
ابو العاص
ولید
ابو حذیفہ
ابو ہاشم رضؓ
فاطمہ
ام ابانؓ
(شوہر سیدہ زینب بنت رسول اللہ صلعم)
ابو العیص
ابو عمرو ذکوان
ابو معیط
عقبہ
ام کلثومؓ
عمارہؓ
خالدؓ
ولیدؓ
حرب
ابو سفیان صخرؓ
معاویہؓ
یزیدؓ
عتبہؓ
عمرو
عنبسہؓ
حنظلہ
ام حبیبہؓ
(ام المومنین)
ام الحکمؓ
عزہؓ
ابو العاص
عفان
عثمانؓ ذو النورین
حکمؓ
مروان
حارث
عاص
اروٰیؓ
صفیہؓ
سعید
والدہ ام المومنین ام حبیبہؓ
احیحہ
خالدؓ
عمروؓ
عاص
عبیدہ
سعیدؓ
ابانؓ
حکمؓ
سعیدؓ
امۃؓ
سعیدؓ
اسید
عتابؓ
عاتکہؓ
خالدؓ
عبد الرحمٰن
سمرہ
عبد الرحمٰن
ربیعہ
کریز
عامرؓ
اروٰیؓ
عبد اللہؓ

مصنف نے یہاں آل محمدؐ کی بے توقیری کے تین سبب بتائے ہیں۔ پہلا سبب خلافت کا آل محمدؐ سے نکل جانا۔ دوسرا فدک سے آل محمدؐ کا بے دخل کیا جانا۔ تیسرا حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد بنی امیہ کا برسر اقتدار ہو جانا۔

خلافت کی نسبت ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ کہ جس ترتیب سے خلافت ظہور میں آئی۔ وہی ترتیب حق اور مطابق قرآن کریم ہے۔ اس میں شک نہیں، کہ یہ ترتیب خلاف قیاس ہے۔ کیونکہ شاہان دنیا اپنے بیٹوں اور رشتہ داروں کو اپنا جانشین بناتے ہیں۔ مگر چونکہ نبوت ملک کے مخالف ہی اس لئے یہ قیاس یہاں قائم نہیں رہ سکتا۔ ورنہ نبوت کا التباس ملک کے ساتھ ہو جاتا۔ اور لوگ خیال کرتے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تبلیغ دین کے لئے مبعوث نہ ہوئے تھے۔ بلکہ اپنی خاندانی سلطنت قائم کرنے کے لئے تشریف لائے تھے اسی واسطے تمام مسلمانوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا جانشین افضل البشر بعد الانبیاء یعنی صدیق اکبر کو منتخب کیا جو نہ بنی ہاشم میں سے تھے نہ بنی امیہ میں سے بلکہ دونوں کے مورث اعلےٰ عبد مناف کے پڑدادا مرہ بن کعب کے بیٹے تیم کی نسل سے تھے اسی طرح حضرت صدیق اکبر کے بعد خلافت بمشورہ مسلمین حضرت فاروق اعظم کو ملی جو نہ بنی ہاشم میں سے تھے نہ بنی امیہ میں سے اور نہ بنی تیم میں سے بلکہ مرہ بن کعب کے بھائی عدی کے خاندان سے تھے۔ حضرت فاروق اعظم کے بعد نہ صدیق اکبر کی اولاد سے کوئی خلیفہ ہوا نہ فاروق اعظم کے رشتہ داروں سے بلکہ بنی امیہ میں سے حضرت عثمان ذوالنورین خلیفہ قرار پائے۔ اور ان کے بعد بنی ہاشم میں سے حضرت علی مرتضےٰ خلیفہ بنائے گئے۔

مصنف جو اس ترتیب کو بنی ہاشم کی بے توقیری کا سبب سمجھ رہا ہے۔ وہ یہ تو بتائے کہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے عہد مبارک میں بنی ہاشم کو انتظام ملک میں کس واسطے شریک نہ کیا۔ کیا بنابر تقریر مصنف۔ حضور خود اپنے ہی خاندان کی بے توقیری چاہتے تھے۔ کہ بنی ہاشم میں سے کسی کو کسی علاقہ کا عامل و حاکم نہ بنایا۔ حاشا وکلا۔ یہ مصنف کی نادانی ہے۔ بنی ہاشم کی جو توقیر عہد نبوی میں تھی وہی خلافت راشدہ میں قائم رہی

فدک کی بحث اوپر آچکی ہے۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ خلافت راشدہ میں فدک کا مصرف وہی تھا۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تھا۔ لہٰذا خلفائے ثلاثہ کے متولیانہ قبضہ سی آل محمدؐ کی آمدنی اور دنیوی وجاہت میں کوئی فرق نہ آیا۔

رہا تیسرا سبب۔ سو اس کی تردید کسی قدر تفصیل سے لکھی جاتی ہے۔ تاکہ بنی امیہ کی نسبت شیعہ کے اوہام کا ازالہ ہو جائے۔ ظہور اسلام سے پہلے ہاشمیوں اور عبشمیوں میں کوئی عداوت نہ تھی۔ بلکہ ایک گونہ رقابت تھی۔ حضرت معاویہؓ کے ایک خط کے جواب میں حضرت امیرؑ کے یہ الفاظ

کی توسیع کے لئے زمین خرید کر وقف کر دی۔ اور ساڑھے نو سو اونٹوں اور پچاس گھوڑوں سے جیش العسرۃ تیار کیا۔ جب[1] مجاہدین غزوہ تبوک میں بہت بھوکے تھے۔ اس وقت حضرت عثمانؓ نے اناج موافق گذارہ لشکر کے خرید کر کے خچر لدوا کر بھیجے تھے۔ جب وہ سامان پاس پیغمبرؐ خدا کے پہنچا۔ تب حضرتؐ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے یہ دعا فرمائی تھی۔ کہ اے بار خدا میں راضی ہوا ہوں عثمان سے۔ تو بھی راضی ہو اس سے۔ اور شعبی روایت کرتا ہے۔ کہ عثمانؓ پیغمبرؐ خدا کے پاس اپنے کپڑے اپنے اوپر ڈال کر گئے تھے۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا۔ کیوں نہ حیا کروں میں اس شخص سے کہ حیا کرتے ہیں اس سے ملائکہ"۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غزوہ ذات الرقاع کے لئے تشریف لے گئے۔ تو اپنے پیچھے حضرت عثمانؓ کو اپنا خلیفہ بنا کر چھوڑ گئے۔ آپ شب بیدار تھے۔ ایک ہی رکعت میں رات گزار دیتے اور سارا قرآن مجید پڑھ جاتے۔ آپ کی خلافت راشدہ کے اخیر ایام میں ابن سبا نے جو رافضیوں کا مورث اعلےٰ ہے۔ مصریوں کو آپ کے خلاف برانگیختہ کیا (حسن المحاضرہ للسیوطی۔ جزء ثانی صفحہ ۱۶۴) اس فساد کا انجام یہ ہوا کہ آپ کو جمعہ کے دن بتاریخ ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ سنہ ہجری تلاوت قرآن مجید کی حالت میں بڑی بے رحمی سے شہید کر دیا گیا۔ آپ کے بارہ سالہ عہد میں سکندریہ۔ نیشاپور۔ افریقیہ قبرس۔ سواحل روم، اصطخر۔ خوزستان، طبرستان، کرمان، سجستان۔ ساحل اردن اور مرو وغیرہ فتح ہوئے +

ابان بن سعید بن العاص بن امیہ غزوہ خیبر سے پہلے ایمان لائے۔ یہ آٹھ بھائی تھے۔ جیسا کہ شجرہ مذکورہ بالا سے ظاہر ہے۔ ان میں سے احیحہ یوم فجار میں اور عاص و عبیدہ جنگ بدر میں قتل ہوئے باقی پانچ اسلام سے مشرف ہوئے۔ جب حدیبیہ کے سال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان ذوالنورین کو قریش کی طرف بھیجا۔ تو ابان نے ان کو پناہ دی۔ اور اپنے گھوڑے پر سوار کر کے صحیح وسلامت مکہ میں پہنچا دیا۔ جیسا کہ اس کتاب میں پہلے آچکا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابان کو اپنے بعض سرایا مثلاً سریہ الی نجد کا امیر بنایا تھا۔ اور علاء بن الحضرمی کی جگہ یا علاء کے ساتھ ان کو بحرین کا عامل مقرر کر دیا تھا جس پر وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف تک قائم رہے +

خالد بن سعید حضرت ابان کے بھائی تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بعد ایمان لائے۔ اپنی بیوی کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کی۔ وہیں سعید اور امۃ پیدا ہوئی۔ آپ عمرہ قضا، فتح مکہ

[1] تاریخ ابو الفداء۔ اردو ترجمہ۔ صفحہ ۱۴۱

حنین، طائف وتبوک میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ حضور اقدس نے ان کو یمن میں صنعا کا عامل مقرر فرمایا تھا۔ آپ کی وفات شریف تک خالدؓ اسی عہدے پر ممتاز رہے +

عمرو بن سعید خالد مذکور کے بھائی تھے۔ اور خالد کے بعد ایمان لائے تھے۔ دونوں نے پہلے حبشہ کی طرف پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ حضرت عمرو فتح مکہ و حنین و طائف و تبوک میں شریک ہوئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو تیماء و تبوک اور خیبر و فدک کا عامل مقرر فرمایا۔ جب حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ تو ابان و خالد و عمرو تینوں نے اپنی اپنی عمالت چھوڑ دی۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ کہ تم نے اپنی عمالتوں کو کیوں چھوڑا۔ انہوں نے عرض کی۔ کہ ہم ابو احیحہ کے بیٹے رسولؐ اللہ کے بعد کبھی کسی کے عامل نہ بنیں گے۔ (استیعاب ابن عبد البر)۔ پھر تینوں شام کو چلے گئے۔ اور بنا بر قول اکثر اہل سیر یوم اجنادین ۱۳ھ ہجری میں شہید ہوئے +

سعید بن سعید بن العاص عمرو مذکور کے بھائی فتح مکہ سے کچھ پہلے ایمان لائے۔ فتح کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو سوق مکہ کا عامل مقرر فرمایا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غزوہ طائف کے لئے تشریف لے گئے۔ تو یہ بھی آپ کے ساتھ نکلے اور شہید ہو گئے +

حکم بن سعید پانچویں بھائی ہیں۔ آپ جب ہجرت کر کے حضور ربی امی بابی ہو وامی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ تو حضور نے دریافت فرمایا۔ کہ تمہارا نام کیا ہے۔ عرض کی کہ حکم۔ فرمایا نہیں۔ آج سے تمہارا نام عبد اللہ ہو گا۔ لہٰذا آپ کو عبد اللہ بن سعید کہتے ہیں آپ کاتب اچھے تھے۔ اس لئے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مدینہ میں تعلیم کتابت پر متعین فرمایا۔ یوم بدر اور بقولے یوم موتہ اور عند البعض یوم یمامہ میں شہید ہوئے

سعید بن العاص بن سعید بن العاص ہجرت کے سال مدینہ میں پیدا ہوئے۔ ان کا باپ عاص جنگ بدر میں بحالت کفر مارا گیا۔ آپ اشراف قریش میں سے تھے۔ اور جامع سخاوت و فصاحت تھے۔ اور منجملہ ان کے تھے۔ جنہوں نے حضرت عثمان غنی کے لئے مصحف شریف لکھے۔ آپ نے خلیفہ سوم کے عہد میں طبرستان و جرجان فتح کیا۔ خلیفہ سوم نے ان کو والی کوفہ مقرر کیا تھا۔ پھر ان کو معزول کر کے ان کی جگہ ولید بن عقبہ کو مقرر کیا۔ مگر اہل کوفہ

نے ولید کو بھی پسند نہ کیا۔ لہٰذا کوفیوں کی درخواست پہ ابو موسےٰ اشعری کو مقرر کیا گیا۔ آپ ایام جمل و صفین میں خانہ نشین رہے۔ حضرت معاویہؓ کے عہد میں ۴۹ھ سے ۵۴ھ تک والی مدینہ رہے۔ اور ۵۹ھ میں یا ایک دو سال پیشتر وفات پائی۔

ابو سفیان صخر بن حرب جاہلیت میں اشراف قریش میں سے تھے۔ رؤسا کا جھنڈا معروف بعقاب آپ کے پاس ہوا کرتا تھا۔ آپ فتح مکہ کے دن ایمان لائے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بڑی مسرت ہوئی۔ اور نہ صرف ان کے گناہوں کو معاف فرمایا۔ بلکہ ان کی مزید عزت افزائی یوں فرمائی کہ حکم دے دیا۔ کہ جو شخص ابو سفیان کے گھر پناہ لے گا۔ اس کے لئے بھی معافی ہے۔ اسلام لاکر ابو سفیان بعد کے اسلامی جنگوں میں شریک ہوتے رہے چنانچہ غزوہ حنین میں شامل تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے غنائم حنین میں سے ان کو سو اونٹ اور چالیس اوقیہ عطا فرمائے۔ طائف کی لڑائی میں آپ کی ایک آنکھ پھوٹ گئی۔ اور جنگ یرموک رجب ۱۵ھ ہجری میں دوسری بھی جاتی رہی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو قدید میں بت منات کے توڑنے کے لئے بھیجا تھا۔ جسے آپ نے توڑ پھوڑ دیا بقول عسکری آپ عہد نبویؐ میں نجران اور صدقات طائف پر عامل تھے۔ (تہذیب التہذیب للحافظ العسقلانی)۔ اور عہد صدیقی میں آخر حد حجاز اور آخر حد نجران کے درمیانی علاقہ کے حاکم تھے۔ (فتوح البلدان بلاذری)۔ آپ نے خلافت عثمانؓ میں ۳۳ھ یا ۳۴ھ میں ۸۸ سال اور بقول بعض نوے سال سے کچھ اوپر کی عمر میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے +

یزید بن ابی سفیان فتح مکہ کے دن ایمان لائے۔ غزوہ حنین میں شامل تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو ابو سفیان کی طرح غنائم میں سے سو اونٹ اور چالیس اوقیہ عطا فرمائے۔ عہد نبویؐ میں صدقات نجران پر عامل تھے۔ (حیات القلوب مجلسی) جب حضرت صدیق اکبر نے فتح شام کے لئے تین جھنڈے تیار کئے۔ تو ان میں سے ایک جھنڈا یزید کو دیا جسے حضرت معاویہؓ اٹھایا کرتے تھے۔ بصرے۔ دمشق۔ عمان۔ بلقار۔ عرندل۔ صیدا۔ عرقہ بیروت وغیرہ کی فتح میں یزیدؓ نے نمایاں حصہ لیا۔ حضرت فاروق اعظم نے ان کو فلسطین کا حاکم بنا دیا تھا۔ آپ نے ۱۸ھ میں طاعون عمواس میں وفات پائی۔ اور درجہ شہادت حاصل کیا +

معاویہ بن ابی سفیان اپنے والد اور بھائی کے ساتھ فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو وحی اور خطوط کی کتابت پر مامور فرمایا تھا۔ شام کی لڑائیوں میں آپ اپنے بھائی یزید کے ساتھ رہے۔ یزید کی وفات پر حضرت عمر فاروق نے علاوہ دمشق کے اردن بھی ان کی عمالت میں شامل کر دیا۔ امارت شام کو انہوں نے بیس سال نہایت خوبی سے سرانجام دیا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی صلح کے بعد آپ بالاتفاق خلیفہ تسلیم کئے گئے۔ آپ نے بیس برس کی کامیاب خلافت کے بعد رجب سنہ ۶۰ ہجری میں دمشق میں وفات پائی۔ آپ کی فضیلت میں کئی حدیثیں مروی ہیں۔ چنانچہ ترمذی شریف میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللھم اجعلہ ھادیاً مھدیاً واھد بہ یعنے یا اللہ معاویہ کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت پانے والا کر دے۔ اور اس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت دے۔ بسند امام احمد میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللھم علم معاویۃ الکتاب والحساب وقہ العذاب یعنے یا اللہ معاویہ کو کتابت وحساب سکھا اور اس کو عذاب سے بچا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اذا ملکت فاحسن یعنے اے معاویہ جب تو بادشاہ بنے۔ تو لوگوں سے نیک سلوک کرنا (اشعۃ اللمعات) +

عتبہ بن ابی سفیان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوئے۔ آپ بڑے فصیح وخطیب تھے۔ حضرت فاروق اعظم نے ان کو طائف کا عامل مقرر کیا۔ اور حضرت معاویہ نے عمرو بن عاص کے مرنے پر کچھ عرصہ کے بعد ان کو مصر کا حاکم بنا دیا۔ آپ نے ایک سال کی حکومت کے بعد مصر ہی میں سنہ ۴۴ھ میں وفات پائی +

ام المومنین ام حبیبہ بنت ابی سفیان کا اصلی نام رملہ تھا۔ آپ حضرت عثمان غنیؓ کی پھوپھی صفیہ کی دختر بلند اختر اور حضرت معاویہؓ کی بہن تھیں۔ پہلے عبیداللہ بن جحش کی بیوی تھیں۔ دونوں نے مسلمان ہو کر حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ وہیں ان کی لڑکی حبیبہ پیدا ہوئی۔ عبیداللہ عیسائی ہو کر حبشہ ہی میں مر گیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نجاشی شاہ حبشہ کی معرفت ام حبیبہ کو نکاح کا پیغام دیا۔ جسے آپ نے نہایت خوشی سے قبول کیا۔ آپ کا مہر چار ہزار درہم تھا۔ اور باقی امہات المومنین کے مہر چار چار سو درہم تھے۔ آپ نے سنہ ۴۴ھ میں عہد معاویہؓ میں وفات پائی۔ ازواج مطہرات کی فضیلت جو قرآن مجید میں ثابت ہے۔ وہ اس کتاب میں پہلے بیان ہو چکی ہے +

ام الحکم بنت ابی سفیان فتح مکہ کے دن ایمان لائیں۔ ولا تمسکوا بعصم الکوافر کا آیت کے
نزول کے وقت آپ عیاض بن غنم فہری کے تحت میں تھیں۔ پس عیاض نے آپ کو طلاق دیدی
پھر آپ عبداللہ بن عثمان ثقفی کے نکاح میں آئیں۔ اور آپ سے ایک لڑکا عبدالرحمٰن نامی پیدا
ہوا۔ جو کوفہ کا حاکم تھا۔ ابوسفیان کے ہاں ایک اور بیٹی عزہ نام بھی تھی +

ولید بن عقبہ اور ان کے بھائی خالد و عمارہ فتح مکہ کے دن ایمان لائے تھے۔ یہ
حضرت عثمانؓ ذوالنورین کے اخیافی بھائی تھے۔ ان کی ایک بہن ام کلثوم نام تھی۔ وہ ان
سے پہلے مسلمان ہوگئی تھی۔ صلح حدیبیہ کے اثنا میں ۶ھ میں اس نے مدینہ کی طرف ہجرت
کی۔ اور پیدل مدینہ سے مکہ پہنچی۔ ولید و عمارہ نے اسے واپس لوٹانا چاہا۔ بدیں غرض وہ رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا حاضر ہوئے۔ مگر حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ خدا کا یہ حکم نہیں۔ کہ میں اسے واپس کر دوں۔ اسی ام کلثوم کی شان میں آیہ امتحان یعنے
اذا جاءکم المومنات مہاجرات نازل ہوئی۔ حضرت ولید کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے بنی المصطلق کے صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ یہ قریش میں حلیم و شجاع و ادیب
و شاعر مشہور تھے۔ حضرت فاروق اعظم نے ان کو صدقات بنی تغلب کا عامل بنایا تھا۔ اور
حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ نے ان کو ۲۵ھ میں کوفہ کا حاکم مقرر کر دیا تھا۔ اسی سال اہل
آذربیجان نے نقض عہد کیا۔ جن کی سرزنش کے لئے ایک لشکر بسرکردگی حضرت ولید بھیجا گیا۔ حضرت
ولیدؓ نے ان کو صلح پر مجبور کیا۔ اور شرط صلح وہی قرار پائی جو صلح حذیفہ بن الیمان میں تھی (ابن
اثیر) آپ نے عہد معاویہ میں وفات پائی +

عتاب بن اسید اور ان کے بھائی خالد اور بہن عاتکہ فتح مکہ کے دن ایمان لائے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل نہ ہوئے تھے کہ خالد نے وفات پائی۔ جب حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام غزوہ حنین کے لئے نکلے۔ تو عتابؓ کو امیر مکہ مقرر فرما گئے۔ حضرت عتابؓ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف تک اسی عہدے پر ممتاز رہے۔ اور خلافت صدیقی
میں بھی امیر مکہ ہی رہے۔ یہاں تک کہ جس دن حضرت صدیق اکبرؓ نے وفات پائی۔ اسی دن حضرت
عتاب نے بھی اس دنیا سے رحلت فرمائی۔ ایک روز حضرت عتاب کعبہ سے پشت لگائے ہوئے
خطبہ میں ملفیہ بیان فرما رہے تھے۔ کہ جس عمل پر مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھیجا۔ اس
میں سوائے دو کپڑوں کے مجھے کچھ نہیں ملا۔ اور وہ کپڑے بھی میں نے اپنے آزاد کردہ غلام کیسان

قریش کے ساتھ بغرض تجارت ملک شام کو گئے۔ ان کے پاس اپنا اور قریش کا بہت سا مال تھا۔ واپس آتے ہوئے مقام عیص کے نواح میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک سریہ نے جو بسرکردگی حضرت زید بن حارث بھیجا گیا تھا۔ ابو العاص کا تمام مال لے لیا۔ ابو العاص بھاگ کر رات کے وقت مدینہ میں آئے۔ اور حضرت زینب کے ہاں پناہ لی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت زینب کی سفارش پر اہل سریہ سے تمام مال واپس کروا دیا۔ ابو العاصؓ نے مکہ پہنچ کر وہ مال قریش کے حوالہ کر دیا۔ اور خود محرم ۷ھ میں مدینہ پہنچ کر اظہار اسلام کیا۔ اس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب نکاح سابق کے ساتھ ان کے حوالہ کر دی۔ حضرت ابو العاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ذی الحجہ ۱۲ھ میں وفات پائی +

ابو حذیفہ بن عتبہ امیہ کے بھائی ربیعہ کے پوتے تھے۔ مہاجرین اولین میں سے تھے آپ کو قبلتین کی طرف نماز پڑھنے۔ اور ہجرتین کا شرف حاصل تھا۔ حضرت ابو حذیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پیشتر ایمان لائے تھے۔ بدر، احد خندق، حدیبیہ وغیرہ تمام غزوات میں شامل رہے۔ اور یمامہ کی لڑائی میں شہید ہوئے

ھند بنت عتبہ ابو حذیفہ کی بہن اور حضرت معاویہؓ کی والدہ تھیں۔ جنگ بدر میں ان کا باپ اور چچا اور بھائی مارے گئے تھے۔ اس لئے انتقام کے خیال سے غزوہ احد میں فوج کفار کے ہمراہ آئیں۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایات پر کاربند نہ رہنے کی وجہ سے مسلمانوں کو فتح کے بعد شکست ہوئی۔ تو یہ دلیر عورت اپنے چچا کے قاتل سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی نعش پر آئی۔ اور کلیجہ نکال کر چبا گئی۔ اور اس طرح اپنی نذر پوری کی۔ جب مکہ فتح ہوا۔ تو اپنے شوہر ابو سفیان کے ساتھ یہ بھی مسلمان ہو گئیں جب جنگ یرموک میں مسلمانوں کے پاؤں ڈگمگائے۔ تو اسی ہند نے دوسری عورتوں کو ساتھ لے کر خیمہ کی چوبوں سے مار مار کر اور غیرت دلانے والے کلمات کہہ کہہ کر مسلمانوں کو پھر مستعد جنگ کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مسلمانوں کو فتح اور کفار کو شکست ہوئی۔ آپ نے حضرت فاروق اعظم کے عہد میں اسی روز انتقال فرمایا۔ جس دن حضرت ابو قحافہ والد حضرت صدیق اکبر نے وفات پائی۔ ہند کی ایک بہن فاطمہ تھی۔ جو فتح مکہ کے دن اسلام لائی اور ایک اور بہن ام ابان تھی۔ جو حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے نکاح میں آئی +

عبد الرحمن بن سمرہ امیہ کے بھائی حبیب کے پوتے تھے۔ جو فتح مکہ کے دن ایمان

لائے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے۔ آپ نے حضرت عثمان ذوالنورین کے عہد میں خراسان پر حملہ کیا تھا۔ سجستان اور کابل آپ ہی نے فتح کیا تھا۔ ابن عامر نے آپ کو سجستان کا حاکم بنا دیا۔ آپ وہیں رہے۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان کی خلافت میں فتنہ پیدا ہو گیا یہ وہاں سے چلے گئے۔ آخر کار بصرہ میں آرہے۔ اور بصرہ ہی میں ۵۱ھ میں وفات پائی۔ بعض کا قول ہے۔ کہ ان کا والد سمرہ ایمان لے آیا تھا۔ (تجرید اسماء الصحابۃ للذہبی)

عامر بن کریز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی بیضاء کے بیٹے ہیں۔ جو فتح مکہ کے دن ایمان لائے اور خلافت عثمان تک زندہ رہے۔

عبد اللہ بن عامر حضرت عثمان غنی کے ماموں زاد بھائی ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوئے۔ اور آپ کی خدمت اقدس میں لائے گئے۔ حضور انور نے ان پر دم کیا اور لعاب مبارک ان کے منہ میں ڈال دیا۔ جسے یہ نگل گئے۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ انہ لمسقی (بے شک یہ پلائے گئے ہیں) حضور پر نور کے اس ارشاد کی برکت سے وہ جس زمین کو کھودتے پانی نکل آتا۔ عبد اللہ مذکور سخی کریم حلیم اور کثیر المناقب تھے۔ خراسان۔ اطراف فارس۔ اصفہان۔ حلوان و کرمان ان ہی نے فتح کئے۔ اور فارس کا اخیر بادشاہ یزدجرد ان ہی کی امارت میں قتل ہوا۔ نہر بصرہ ان ہی نے کھدوائی۔ ان ہی نے پہلے پہل عرفہ میں حوض بنوا کر وہاں تک چشمۂ آب جاری کر دیا۔ حضرت عثمان غنی کے عہد میں بصرہ کے حاکم رہے جنگ جمل میں حضرت عائشہ صدیقہ کے ساتھ رہے۔ حضرت معاویہ نے ان کو بصرہ کا حاکم بنا دیا تھا۔ مگر تین برس کے بعد معزول کر دیا۔ پھر یہ مدینہ جا رہے۔ اور وہیں ۵۸ھ میں یا ایک سال پیشتر وفات پائی۔

مندرجہ بالا حالات سے ناظرین بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ بنی امیہ اور ان کے قریبی رشتہ دار جنہوں نے پہلے پہل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کی۔ آخر کار کس طرح آپ کی غلامی میں آئے۔ اور حضور انور نے ان کے اخلاص و اہلیت کو ملاحظہ فرما کر ان کو اپنے قلمرو میں کس قدر عمل و دخل دیا۔ اور انہوں نے اسلام کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔ حسب بیان ملا باقر مجلسی (حیات القلوب نولکشوری۔ جلد دوم۔ صفحہ ۷۵۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عمال مندرجہ ذیل تھے۔

(۱) فہرست عمال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

عامل یا والی کا نام	علاقہ کا نام	کیفیت
عمرو بن حزم خزرجی	نجران	کتاب میں عمرو بن خدام غلط چھپا ہے۔ حضرت عمرو پندرہ سال کی عمر میں غزوہ خندق میں شامل ہوئے جب سترہ سال کے ہوئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو عامل نجران مقرر کر دیا۔ تاکہ وہاں کے باشندوں کو قرآن و شرائع اسلام کی تعلیم دیں۔
زیاد بن لبید انصاری خزرجی	حضرموت	حضرت زیاد عقبہ، بدر، احد، خندق وغیرہ تمام مشاہد میں شامل تھے۔ کتاب میں زیاد بن اسید غلط چھپا ہے ٭
خالد بن سعید اموی	صنعاء	ان کا حال پہلے لکھا جا چکا ہے۔
مہاجر بن ابی امیہ قرشی مخزومی	کندہ و صدف	کتاب میں بجائے مخزومی کے غزومی اور بجائے مہاجر بن ابی امیہ کے ابوامیہ اور بجائے صدف کے صدق غلط چھپا ہے۔ حضرت مہاجر ام المومنین ام سلمہ کے سگے بھائی تھے۔ جو صدقات کندہ و صدف پر مامور تھے۔ (دیکھو استیعاب ابن عبدالبر)۔ قبیلہ کندہ یمن میں تھا۔ اور صدف اسی کا ایک بطن تھا
ابوموسے اشعری	زبید و رمع و عدن وساحل	حضرت علی کرم اللہ تعالے وجہہ نے ان کو عمالت کوفہ سے معزول کر دیا تھا
معاذ بن جبل انصاری خزرجی	بعضے از اعمال یمن	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یمن کو پانچ صحابیوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ حضرت معاذ کو آپ نے یمن کے شہر جَنَد کا قاضی مقرر فرمایا تھا۔ جو لوگوں کو قرآن و شرائع اسلام کی تعلیم دیتے۔ اور حضرات

[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]		
[illegible]	[illegible]	[illegible]

(۸)

[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
		[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]

عامل یا والی کا نام	علاقہ کا نام	کیفیت
بن خلف بن بہدلہ بن عوف سعدی تیمی		آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی ہی قوم کے صدقات پر مامور فرمایا۔ عہد صدیقی و عہد فاروقی میں بھی اسی عہدے پر ممتاز رہے ❖
عیینہ بن حصن فزاری	صدقات فزارہ	حضرت عیینہ اپنی قوم کے سردار اور ان ہی کے صدقات پر مامور تھے۔ عہد صدیقی میں آپ نے اپنی قوم کو ارتداد سے روکا تھا۔ اور صدقات وصول کر کے حضرت صدیق اکبر کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے ❖
ابو عبیدہ بن الجراح قرشی فہری	صدقات مزینہ و ہذیل و کنانہ	حضرت ابو عبیدہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ان ہی کی نسبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ امین ھذہ الامۃ ابو عبیدۃ بن الجراح یعنے اس امت کے امین ابو عبیدہ بن الجراح ہیں ❖

فہرست مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کہ عہد نبوی میں بنی ہاشم میں سے کوئی عامل نہ تھا جس کی وجہ وہی ہے جو پہلے مذکور ہوئی۔ یعنے سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم تبلیغ اسلام کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ آپ کی بعثت سے یہ مقصود نہ تھا۔ کہ آپ دنیا میں اپنی خاندانی سلطنت قائم کر جائیں۔ جس سے منکرین کو یہ کہنے کا موقع ملتا۔ کہ آپ تو سلطنت ہاشمیہ قائم کرنے آئے تھے۔ اس فہرست میں اگرچہ تمام اموی عاملوں کے نام درج نہیں۔ مگر ملا باقر مجلسی کے قلم سے ان میں سے دو کا نام ثبت ہونا بھی غنیمت ہے۔ جس سے ہمارا مدعا ثابت ہے۔ اب ہم ذیل میں دکھاتے ہیں۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانشین تقرر عمال میں کس طرح آپ کے نقش قدم پر چلے :-

(۲) فہرست عمال حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

عامل یا والی کا نام	علاقہ کا نام	(دیکھو کامل ابن اثیر) کیفیت
عتاب بن اسید اموی	مکہ	حضرت عتاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے

[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
		[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]

عامل یا والی کا نام	علاقہ کا نام	کیفیت
		عہد مبارک میں بھی عامل جند تھے۔
علار بن الحضرمی خزرجی	بحرین	پہلے بحرین فارسیوں کے قبضے میں تھا۔ اور ان کی طرف سے منذر بن ساوی حاکم بحرین تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ۸ھ میں حضرت علار کو دعوت اسلام کے لئے وہاں بھیجا۔ منذر اور تمام عرب بحرین اور بعض عجم ایمان لائے۔ اور باقی نے جزیہ دینا قبول کیا۔ حضرت علار وہاں کے عامل مقرر ہوئے۔ پھر ان کی جگہ حضرت ابان بن سعید اموی مقرر ہوئے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ ہر دو عامل بحرین رہے۔ بہر حال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف پر حضرت ابان جہاد کے لئے تشریف لے گئے۔ اور علار عامل بحرین رہے۔ یا دوبارہ مقرر کئے گئے۔ (فتوح البلدان بلاذری)
جریر بن عبد اللہ بجلی	نجران	حضرت جریر کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ذو کلاع اور ذو رعین شاہان یمن کی طرف بطور قاصد بھیجا تھا۔
خالد بن ولید کے ماتحت ابو عبیدہ بن الجراح قرشی فہری۔ شرحبیل بن حسنہ کندی۔ یزید بن ابی سفیان اموی۔ عمرو بن عاص قرشی سہمی	شام کے بعض شہر	ان سب نے عہد صدیقی میں علاقہ مفتوحہ شام کی فتح میں نمایاں حصہ لیا تھا۔

مندرجہ بالا فہرست سے ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ حضرت صدیق اکبر نے نظام سلطنت میں بھی کس حد تک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا ہے۔ بنی امیہ کی کوئی

خاص رعایت نہیں کی گئی +

(۳) فہرست عمال حضرت فاروق اعظم بوقت شہادت

(کامل ابن اثیر)

عامل یا والی کا نام	علاقہ کا نام	کیفیت
نافع بن عبدالحارث خزاعی	مکہ	حضرت عتاب عامل مکہ وفات پا چکے تھے اس لئے ان کی جگہ حضرت نافع مقرر ہوئے ۔ استیعاب میں ہے ۔ کہ ایک روز نافع دربار فاروقی میں آئے اور اپنے آزاد کردہ غلام عبدالرحمن بن ابزی کو اپنا خلیفہ چھوڑ آئے ۔ اس بے قاعدگی پر حضرت فاروق اعظم نے ان کو معزول کر دیا ۔ اور ان کی جگہ خالد بن عاص بن ہشام مخزومی کو مقرر کیا ۔
سفیان بن عبداللہ ثقفی طائفی	طائف	عہد نبوی و عہد صدیقی میں حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی عامل طائف تھے ۔ عہد فاروقی کے پہلے دو سال وہی عامل طائف رہے ۔ ۱۳ھ میں حضرت علاء بن الحضرمی عامل بحرین کی وفات کے قریب حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ان کو طائف سے تبدیل کر کے عمان و بحرین کا حاکم مقرر کیا ۔ اور طائف میں ..... سفیان بن عبداللہ کو مامور کیا ۔
یعلی بن امیہ تمیمی	صنعاء	حضرت یعلے عہد صدیقی میں بھی یمن میں عامل تھے ۔
عبداللہ بن ابی ربیعہ قرشی مخزومی	جند	حضرت معاذ بن جبل عامل جند (طاعون عمواس) میں فوت ہوئے ۔ ان کی جگہ عبداللہ بن ابی ربیعہ مقرر ہوئے +

مغیرہ بن شعبہ ثقفی	کوفہ	کوفہ کو حضرت فاروق اعظم کے حکم سے ۱۷ھ میں حضرت سعد بن ابی وقاص نے آباد کیا تھا۔ حضرت سعد ساڑھے تین سال تک عامل کوفہ رہے۔ پھر اہل کوفہ نے دربار فاروقی میں شکایت کی۔ کہ سعد نماز درست نہیں پڑھاتے۔ حضرت فاروق اعظم نے عمار بن یاسر کو مامور کیا۔ قریبًا دو سال کے بعد عمار کی بھی شکایت آئی کہ وہ سیاست سے ناواقف ہیں۔ لہٰذا ان کی درخواست پر ابو موسیٰ مقرر کئے گئے۔ ایک سال کے بعد ان کی بھی شکایت ہوئی اس لئے ابو موسیٰ بصرہ میں مقرر کئے گئے۔ اور مغیرہ بصرہ سے کوفہ میں تبدیل ہو کر آ گئے۔
عمرو بن عاص قرشی سہمی و عبداللہ بن سعد بن ابی سرح قرشی عامری	مصر	مصر کو حضرت عمرو بن عاص نے عہد فاروقی میں ۲۰ھ میں فتح کیا تھا۔ اس فتح میں لشکر اسلام کے میمنہ کے سردار عبداللہ بن سعد تھے۔ (استیعاب) حضرت فاروق اعظم کی وفات کے وقت یہ دونوں مصر کے حاکم تھے۔ حضرت عمرو فسطاط و حصہ زیرین مصر پر اور عبداللہ صعید مصر پر مامور تھے۔ (حسن المحاضرہ للسیوطی) ابن اثیر نے صرف عمرو کو حاکم مصر لکھا ہے۔
عمیر بن سعد انصاری	حمص و قنسرین	حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ابو عبیدہ بن الجراح کی وفات پر عیاض بن غنم قرشی فہری کو جنہوں نے عامہ بلاد جزیرہ ورقہ کو فتح کیا تھا عامل حمص قرار دیا۔ حضرت عیاض نے ۲۰ھ میں وفات پائی۔ اس لئے عمیر بن سعد مقرر کئے گئے تھے۔

عامل یا والی کا نام	علاقہ کا نام	کیفیت
معاویہ بن ابی سفیان اموی	دمشق واردن	حضرت فاروق اعظم کی طرف سے یزید بن ابی سفیان دمشق میں اور ان کے بھائی معاویہ اردن میں عامل تھے۔ جب یزید بن ابی سفیان نے ۱۸ھ میں طاعون عمواس میں انتقال فرمایا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضرت معاویہ کی قابلیت و تجربہ کو ملحوظ رکھ کر اردن بھی ان کی عمالت میں شامل کر دیا۔
عثمان بن ابی العاص ثقفی	بحرین ومضافات	کیفیت پہلے آچکی ہے۔

اس فہرست سے پایا جاتا ہے۔ کہ حضرت فاروق اعظم نے نظام حکومت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ کے اتباع میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ اور پہلے عاملوں کی موجودگی میں نئے عامل مقرر نہیں کئے۔ اور نہ بنی امیہ کو اختیارات میں بے جا دخل دیا ہے

(۴) فہرست عمال بوقت شہادت حضرت عثمان ذوالنورینؓ

(کامل ابن اثیر)

عامل یا والی کا نام	علاقہ کا نام	کیفیت
عبداللہ بن الحضرمی	مکہ	استیعاب میں خالد بن عاص بن ہشام مخزومی کو عہد عثمان میں عامل مکہ لکھا ہے۔ جو عہد فاروقی میں بھی اسی عہدے پر ممتاز تھے۔
قاسم بن عبداللہ بن ربیعہ ثقفی	طائف	×
یعلی بن امیہ تمیمی	صنعاء	حضرت یعلے عہد فاروقی میں بھی عامل صنعا تھے۔
عبداللہ بن ابی ربیعہ مخزومی	جند	حضرت عبداللہ عہد فاروقی میں بھی عامل جند تھے

عامل یا والی کا نام	علاقہ کا نام	کیفیت
عبداللہ بن عامر بن کریز عبشمی	بصرہ	عہد فاروقی میں بصرہ میں حضرت ابو موسےٰ اشعری عامل تھے۔ شروع خلافت عثمان میں بھی وہی عامل رہے۔ عہد عثمانی کے تیسرے سال اہل ایذج واکراد نے ارتکاب کفر کیا۔ اس لئے حضرت ابو موسےٰ نے لوگوں کو پیدل جہاد کی ترغیب دی۔ مگر خود سوار ہو کر نکلے۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے باگ پکڑ لی۔ اس پر ابو موسےٰ نے چابک مار کر لوگوں کو ہٹا دیا۔ یہ شکایت دربار عثمانی میں پہنچی۔ ابو موسے عمالت بصرہ سے معزول کئے گئے۔ اور ان کی جگہ ۲۹ھ میں عبداللہ بن عامر مقرر کئے گئے۔ (ابن اثیر)
معاویہ بن ابی سفیان اموی	شام	حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ عہد فاروقی میں عامل دمشق واردن ہو گئے تھے۔ اوائل عہد عثمانی میں حضرت عمیر بن سعد عامل حمص وقنسرین بیمار ہو کر اپنی عمالت سے مستعفی ہو گئے۔ اور عبدالرحمٰن بن علقمہ عامل فلسطین نے وفات پائی۔ اس طرح حمص وقنسرین وفلسطین بھی عمالت معاویہؓ میں شامل کر دئے گئے۔ اور حضرت معاویہؓ بوجہ اپنی لیاقت کے تمام شام کے گورنر ہو گئے۔ حضرت معاویہؓ کی طرف سے حمص پر عبدالرحمٰن بن خالد قرشی مخزومی اور قنسرین پر حبیب بن مسلمہ قرشی فہری اور اردن پر ابوالاعور سلمی اور فلسطین پر علقمہ بن حکیم فراسی کنانی اور بحری علاقہ پر عبداللہ بن قیس فزاری مامور تھے۔
ابو موسے اشعری	کوفہ	حضرت فاروق اعظم نے وصیت کی تھی۔ کہ سعد بن ابی وقاص کو پھر عامل کوفہ بنایا جائے۔ کیونکہ

عامل یا والی کا نام	علاقہ کا نام	کیفیت
		ان کی معزولی کسی برائی یا خیانت کے سبب نہ ہوئی تھی۔ اس لئے حضرت سعد ایک سال سے کچھ اوپر عامل کوفہ رہے۔ ان کے بعد ولید بن عقبہ پانچ سال اس عہدے پر رہے۔ پھر سعید بن عاص مامور ہوئے۔ اہل کوفہ ان سے بھی خوش نہ تھے۔ آخر کار انہوں نے ابو موسیٰ کو اپنا حاکم بنا کر حضرت عثمان ذوالنورین سے منظوری منگوالی۔
جریر بن عبداللہ بجلی	قرقیسیا	حضرت جریر کوفہ میں رہا کرتے تھے۔ جب اہل کوفہ نے حضرت عثمانؓ پر سب و شتم شروع کیا۔ تو یہ قرقیسیا میں آگئے اور کہنے لگے کہ میں ایسے شہر میں نہیں رہ سکتا جہاں حضرت عثمان غنی پر سب و شتم ہو۔
اشعث بن قیس کندی	اذربیجان	عہد فاروقی میں حذیفہ بن الیمان اور عتبہ بن فرقد سلمی جو فتح اذربیجان میں شامل تھے یکے بعد دیگرے عامل تھے۔ جب حضرت عثمان غنی نے عتبہ کو معزول کیا۔ تو اہل اذربیجان نے نقض عہد کیا اس لئے سنہ ۲۵ھ میں ولید بن عقبہ عامل کوفہ مع اشعث بن قیس کے اذربیجان بھیجے گئے۔ انہوں نے اہالی اذربیجان کو صلح حذیفہ پر مجبور کیا۔ ولید کی واپسی پر اشعث بطور عامل وہیں رہ گئے۔
عتبہ بن نہاس	حلوان	حلوان عراق میں ایک بڑا آباد شہر تھا۔ جریر بن عبداللہ بجلی نے اسے سنہ ۱۹ھ میں فتح کیا تھا۔
مالک بن حبیب ابو محجن ثقفی	ماہ	حضرت مالک جاہلیت و اسلام میں بڑے شجاع تھے۔ جنگ قادسیہ میں شامل تھے۔
نسیر بن ثور عجلی	ہمدان	نہاوند کے نواح میں نسیر ایک قلعہ کا نام بھی ہے۔ چونکہ اس قلعہ کو حضرت نسیر نے فتح کیا تھا۔ اس لئے آپ کے نام پر موسوم بہ نسیر ہوا۔
سعید بن قیس	رے	×

عامل یا والی کا نام	علاقہ کا نام	کیفیت
سائب بن اقرع ثقفی	اصفہان	حضرت سائب فتح نہاوند میں شامل تھے۔ حضرت فاروق اعظم نے ان کو عامل مدائن مقرر کر دیا تھا۔ ایک روز اپنی والدہ ملیکہ کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا مبارک ہاتھ انکے سر پہ پھیرا۔
جنیس	ماسبذان	×
عبداللہ بن سعد بن ابی سرح قرشی عامری	مصر	حضرت فاروق اعظم کی وفات کے وقت مصر میں عمرو بن عاص اور عبداللہ بن سعد دونوں عامل تھے۔ حضرت عمرو کو تجربہ جنگ خوب تھا اور دشمنوں کے دل میں ان کی ہیبت بیٹھی ہوئی تھی۔ اس لئے حضرت عثمانؓ غنی نے چاہا۔ کہ عمرو کو صیغہ جنگ پر اور عبداللہ کو خراج مصر پر مامور کیا جائے۔ مگر عمرو نے انکار کیا۔ اس لئے عمرو معزول ہو گئے۔ اور عبداللہ خراج مصر اور حرب دونوں پر مامور ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت عثمان ذوالنورین نے عبداللہ کو خراج مصر پہ متعین کر دیا تھا۔ پھر دونوں میں کچھ قیل وقال ہوئی۔ عبداللہ نے دربار عثمانی میں شکائیت کر دی۔ جس پہ عمرو معزول کر دئے گئے۔ (دیکھو فتوح البلدان بلاذری)

حضرت عثمان ذوالنورین کے بیت المال کے افسر اعلےٰ عقبہ بن عامر بن عبس جہنی اور اور قاضی حضرت زید بن ثابت تھے۔

(۵) فہرست عمال بوقت شہادت حضرت علی مرتضیٰ

(ابن اثیر)

عامل یا والی کا نام	علاقہ کا نام	کیفیت
عبداللہ بن عباس قرشی ہاشمی	بصرہ	حضرت عبداللہ حبر الامۃ اور ابو الخلفاء ہیں

عامل یا والی کا نام	علاقہ کا نام	کیفیت
زیاد بن ابیہ	فارس	حضرت مرتضٰے نے سہل بن حنیف انصاری کو حاکم فارس بنا کر بھیجا تھا۔ مگر اہل فارس نے سہل کو نکال دیا اس کے بعد آپ نے زیاد بن ابیہ کو بھیجا۔ اہل فارس اس تقرر پہ خوش ہو گئے۔ اور خراج ادا کر دیا
عبید اللہ بن عباس قرشی ہاشمی	یمن	حضرت عبید اللہ سخاوت میں اور ان کے بھائی فضل جمال میں اور عبد اللہ فقہ میں مشہور تھے۔ اسی واسطے کہا کرتے تھے۔ کہ جو شخص جمال و فقہ و سخاوت کا طالب ہو۔ وہ حضرت عباس کے گھر آئے۔
قثم بن عباس قرشی ہاشمی	طائف و مکہ و مضافات	حضرت علی مرتضٰے نے خالد بن عاص بن ہشام مخزومی عامل مکہ کو معزول کر کے ان کی جگہ ابو قتادہ انصاری کو مقرر کیا تھا۔ پھر ابو قتادہ کو معزول کر کے قثم بن عباس کو متعین کیا تھا۔ (استیعاب)
ابو ایوب انصاری اور بقول بعض سہل بن حنیف انصاری	مدینہ	حضرت ایوب بدر، احد، خندق اور باقی تمام غزوات میں شامل تھے۔ اور جنگ جمل و صفین و نہروان میں حضرت علی مرتضٰے کے ہمراہ تھے۔ عہد معاویہؓ میں یزید بن معاویہ کی معیت میں فتح قسطنطنیہ کے لئے تشریف لے گئے۔ دوران محاصرہ میں بیمار ہو گئے۔ اور وہیں ۵۰ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک فصیل شہر کے متصل واقع ہے۔ جس سے امساک باراں کے وقت توسل کیا جاتا ہے۔

حضرت علی مرتضٰے کی طرف سے ابو الاسود دئلی عہدہ قضا پر مامور تھے

انتباہ

حضرت علی مرتضٰے نے خلیفہ ہوتے ہی تمام عمال عثمانؓ کو معزول کر دیا۔ عمال کی نئی فہرست جو آپ نے تیار کی وہ یہ تھی :-

ابو النعمان محمد بشیر قادری
خطیب جامع مسجد عیسےٰ بٹ مرحوم لاہور

(۱) عبیداللہ بن عباس	یمن میں	(۲) سعید بن عباس (؟)	بحرین میں
(۳) سمامہ بن عباس (؟)	تہامہ	(۴) عون بن عباس	یمامہ
(۵) قثم بن عباس	مکہ	(۶) قیس بن سعد بن عبادہ	مصر
(۷) عثمان بن حنیف	بصرہ	(۸) عمارہ بن شہاب	کوفہ
(۹) سہل بن حنیف	شام۔		

مگر حضرت مرتضےٰ کی اس تجویز پر عملدر آمد نہ ہوسکا۔ (دیکھو تاریخ اسلام مؤلفہ ایس ذاکر حسین جعفر۔ حصہ سوم۔ صفحہ ۱۶۹)

شیعہ جو اعتراض کیا کرتے ہیں۔ کہ حضرت عثمان غنی نے بڑے بڑے ملکی عہدے اپنے رشتہ داروں کو دے دئے تھے۔ وہ فہرست نمبر (۴) و (۵) کو بغور دیکھیں بمصنف نے تیسرے سبب کے ضمن میں جو بہت سی باتیں خلاف واقع لکھی ہیں۔ ان کی تردید آسانی سے بدیں تفصیل ہوسکتی ہے :-

(۱) یہ کہنا۔ کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد امر خلافت کے طے پاتے ہی بنی امیہ (ناجائز طور پر) فرمانروائے ملک شام ہوگئے۔ اور پھر تھوڑے عرصہ میں (بطریق غصب) تمام بلاد اسلام کے بادشاہ ہوگئے۔ سراسر غلط ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں خود حضور انور کے حکم سے بحرین و یمن و مکہ و نجران و طائف و تبوک و خیبر وغیرہ میں بنی امیہ کا عمل و دخل تھا۔ بنی ہاشم میں سے ایک بھی عامل نہ تھا۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف پر حضرت صدیق اکبر نے عہد نبوی کے عاملوں کو بحال رکھنے کی جو کوشش کی وہ فہرست نمبر (۲) سے ظاہر ہے۔ عہد صدیقی میں شام کے صرف بعض شہر فتح ہوئے تھے۔ اور ان میں خلیفہ وقت کی طرف سے چار عامل تھے۔ جن میں صرف ایک عامل اموی تھا۔ عہد فاروقی و عہد عثمانی میں بھی بنی امیہ کی کوئی بے جا رعایت نہیں کی گئی۔ جیسا کہ فہرست نمبر (۳) و (۴) سے ظاہر ہے۔ عہد عثمانی میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ تمام شام کے گورنر تھے۔ مگر ان کی طرف سے ملک شام میں جو پانچ عامل مقرر تھے ان میں سے ایک بھی اموی نہ تھا۔ جس طریق سے حضرت معاویہؓ کو شام کی گورنری ملی اس کی کیفیت پہلے بیان ہو چکی ہے۔ خلفائے ثلاثہ کا بنی ہاشم کو نظام سلطنت میں شریک نہ کرنا محض باتباع طریق حضور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تھا۔

حضرت امام حسن رضؓ نے خلافت ظاہری کو خدا کی خوشنودی کے لئے چھوڑا تھا۔ اس لئے خدا نے اس کے عوض آپ کو اور آپ کے اہلبیت کو خلافت باطنی سے ممتاز فرمایا۔ حتےٰ کہ ایک جماعت کا قول ہے کہ قطب اولیاء ہر زمانے میں اہلبیت ہی میں سے ہوتا ہے۔ خلافت باطنی کے سبب جو توقیر اہلبیت کو مسلمانوں میں حاصل ہے وہ اُس توقیر سے کہیں بڑھکر ہے جو خلافت ظاہری کے سبب سے ہوتی ہے۔ اس کی مثال امام زین العابدین کا قصہ ہے۔ عبدالملک کی خلافت کا زمانہ ہے۔ اس کا بیٹا ہشام ملک شام سے اعیان شام کی ایک جماعت کے ساتھ بیت اللہ شریف کے حج کو آتا ہی جب طواف میں حجر اسود کو بوسہ دینے کی کوشش کرتا ہے تو لوگوں کے ازدحام کے سبب سے حجر اسود تک پہنچنے نہیں پاتا۔ آخر کار ناکامیاب ہو کر ایک کرسی پر بیٹھ کر یہ نظارہ دیکھ رہا ہے کہ اتنے میں امام زین العابدین تشریف لاتے ہیں۔ آپ جب حجر اسود کے قریب پہنچتے ہیں تو لوگ آپ کی ہیبت وعظمت کے سبب جگہ چھوڑ دیتے ہیں اور حضرت امام بلا مزاحمت حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں۔ یہ دیکھکر ایک شامی ہشام سے پوچھتا ہے۔ کہ یہ بزرگ کون ہیں جن کی اس قدر ہیبت لوگوں کے دلوں میں ہے۔ ہشام بدیں خیال کہ مبادا اہل شام امام کی طرف مائل ہو جائیں جواب دیتا ہے کہ میں ان کو نہیں جانتا۔ فرزدق شاعر جو وہاں حاضر ہے یہ سن کر جواب دیتا ہے کہ میں ان کو جانتا ہوں۔ وہ شامی کہتا ہے کہ بتائیے۔ اس پر فرزدق ایک قصیدہ فی البدیہ پڑھتا ہے جس کا مطلع یہ ہے۔ ھٰذا الذی تعرف البطحاء وطائۃ۔ والبیت یعرفہ والحل والحرم۔ یہ قصیدہ رجال کشی صفحہ ۸۶ میں موجود ہے۔

(۴) بنی امیہ کے اہل ثروت ہو جانے کی جو صورت بیان کی گئی ہے وہ بے سند اور غیر معتبر ہے۔ بعض معترضین حوالہ بھی دیتے ہیں۔ چنانچہ ایس ذاکر حسین جعفر لکھتا ہے "معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابوسفیان ایک فتنہ انگیز منافق تھا۔ چنانچہ ابن ابی الحدید لکھتا ہے کہ عثمان کی بیعت ہوئی تو ابوسفیان نے عثمان سے کہا۔ کہ یہ خلافت تیم کو ملی اور ان کو خلافت سے کیا واسطہ۔ پھر عدی میں آئی۔ وہ ان سے بھی زیادہ بعید تھے۔ پھر وہ اپنے مقام (بنی امیہ) پر آگئی۔ اے بنی امیہ تم اس سے اس طرح بازی کرو جیسے بچے گیند سے بازی کرتے ہیں۔ کیونکہ نہ کوئی جنت ہے نہ کوئی نار ہے وہاں زبیر بھی بیٹھے تھے (ابوسفیان اندھے تھے انہیں کیا معلوم) عثمان نے کہا چھپ جا۔ ابوسفیان نے کہا کیا یہاں کوئی ہے۔ زبیر نے کہا۔ ہاں واللہ میں تیری اس بات کو پوشیدہ رکھوں گا۔ یہ روایت صاحب استیعاب نے بھی لکھی ہے۔ کامل ابن اثیر میں ہے۔ کہ میں ایک ایسا طوفان

کے بیان کرنے اور بجائے محدثین کے اخباریوں کی حکایتوں کے لانے سے بدنما نہ بناتے۔ اخباری اپنی روایتوں میں اکثر اکثار و تخلیط سے کام لیتے ہیں۔ انتہیٰ۔ اس سے ظاہر ہے کہ قصہ زیر بحث درجہ اعتبار سے ساقط ہے۔ اسی طرح سید امداد امام نے جو اپنی طرف سے حاشیہ چڑھایا ہے یعنے ابوسفیان کا شیخین کی خدمت میں جانا اور شیخین کا ان کو شریک سلطنت کرنا یہ سب بالکل بے اصل ہے۔ شیعہ کی معتبر تاریخ روضۃ الصفا (جلد دوم صفحہ ۲۴۷) میں یہ قصہ بدیں الفاظ مذکور ہے۔ در بعضے روایات وارد شدہ کہ ابوسفیان پیش از بیعت با امیر المومنین علی گفت کہ تو راضی مے شوی۔ کہ شخصے از بنی تیم متصدی کار حکومت شود۔ بخدا سوگند کہ اگر تو خواہی ایں وادی را پر از سوار و پیادہ گردانم علیؑ گفت۔ اے ابوسفیان تو ہمیشہ در ایام جاہلیت فتنہ مے انگیختی و حالا نیز مے خواہی کہ فتنہ در اسلام احداث کنی۔ ما ابوبکر را شایستہ این کار مے دانیم۔ گویند صدیق و فاروق را معلوم شد کہ ابوسفیان داعیہ مخالفت دارد۔ پسر او یزید را بامارت شام نوید داد ند ابوسفیان کہ این معلوم کرد ترک منازعت و مخالفت نمودہ مطیع و منقاد گشت۔ اس عبارت میں الفاظ در بعضے روایات اور گویند قابل غور ہیں یہ نہیں تبلایا گیا کہ وہ بعض روایات کیسی ہیں۔ وہ کہنے والے کون ہیں۔ پورا اسناد کیا ہے۔ کیا ایسی روایات بطور حجت ہم پر پیش ہو سکتی ہیں۔ ہرگز نہیں۔ مصنف نے جو بلا امتیاز تمام بنی امیہ کی نسبت زبان درازی سے کام لیا ہے وہ داخل شیوہ شیعہ ہے۔ ہم نے جو بنی امیہ کے حالات لکھے ہیں۔ ان کی تصدیق کے لئے استیعاب و تہذیب التہذیب وغیرہ کتب اسماء الرجال دیکھو

قال السید امداد امام

اس عدم توقیر کی ایک مثال یہ ہے کہ جب جناب امام حسین ع بنی امیہ کے مقابلہ کو جہاد کے واسطے نکلے تو شہر سے باہر نکل کر آپ کے پاس ڈیڑھ سو آدمی سے زیادہ نہیں رہے تھے۔ یہ حالت مسلمانوں کی دیکھ کر آپ شہر کو واپس چلے آئے۔ ظاہر ہے کہ بنی ہاشم کے ہاتھ میں زمام حکومت کے نہ رہنے سے بنی ہاشم کا ساتھ عامہ مسلمانان عرب نہیں دے سکتے تھے۔ صرف وہی چند افراد بنی ہاشم تھے جو منہ نہیں موڑ سکتے تھے جن کے دل میں سچی محبت رسول اللہ کی جگہ کئے ہوئے تھی۔ جس کے سبب سے ایسے حضرات بنی ہاشم کی توقیر کو اپنے اوپر فرض عین جانتے تھے۔ ورنہ بنی ہاشم اور دوستداران بنی ہاشم کے سوا تمام مسلمان بنی امیہ ہی کا دم بھرتے تھے۔ اور کیوں نہ ایسا کرتے جب حکومت تمام

بلاد اسلام کی بنی امیہ کے ہاتھ منتقل ہو چکی تھی۔ مصباح الظلم صفحہ ۳۳

اقولُ

مصنف نے جو کچھ لکھا ہے بے سند لکھا ہے۔ جنات الخلود میں ہے کہ راستے میں امام شہید کے ساتھ قبائل کے جو لوگ شامل ہوئے ان کی تعداد چار ہزار تھی۔ جلاء العیون میں یہ روایت امام محمد باقرؑ مذکور ہے کہ اہل عراق میں سے بیس ہزار نے حضرت امام کی بیعت کی تھی۔ بنی ہاشم کی بے توقیری اگر کی۔ تو کوفہ کے شیعہ نے کی۔ کہ بارہ ہزار خطوط پے در پے بھیج کر امام کو کوفہ آنے پر آمادہ کیا۔ مگر امام نے از روئے احتیاط پہلے اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجا کوفیوں نے مسلم کے ہاتھ پر امام کی بیعت کی۔ پھر خلاف ورزی کر کے ان کو شہید کر دیا۔ امام حسینؑ جو مسلم کا خط دیکھکر روانہ ہوگئے تھے جب کوفہ کے متصل پہنچے۔ تو کوفیوں نے امام کو دھوکا دیا۔ اور عین وقت پر امام کا ساتھ چھوڑ دیا۔ جب مقابلہ کے لئے طرفین نے صف آرائی کی تو امام حسینؑ گھوڑے سے اتر کر اونٹ پر سوار ہوئے۔ اور ہر دو صف کے درمیان پہنچ کر کوفیوں سے یوں خطاب فرمایا۔ اے کوفیاں کلمہ چند القا خواہم کرد۔ ہر چند مے دانم کہ در گفتن آں نفعے متصور نیست۔ لیکن غرض من آنست کہ حجت خدائے عزوجل بر شما لازم و عذر من نزد شما روشن شود وچون زنان و کودکان و اہل بیت این شنیدند نوحہ و زاری آغاز کردند۔ چنانچہ آواز ایشان بسمع ہمایون امام حسین رسید واز گریہ و فریاد ایشان متاثر شدہ فرمود لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ابن عباس با من گفت کہ نساء و صبیان را با خود مبر۔ ومن سہو کردہ کہ نصیحت او عمل نہ نمودم۔ آنگاہ برادر و پسر خود را فرمود کہ بروید و با ایشان بگوئید کہ فردا شما را بسیار باید گریست حالا بارے ترک آن کنید وچون آن جماعت این پیغام شنیدند خاموش گشتند وامیر المومنین حسین بر سر حرف خویش رفتہ گفت۔ ایہا الناس شما معلوم دارید کہ من نبیرہ پیغمبر خدایم و پسر وصی او علی مرتضیٰ کہ نخست کسے کہ از مردان بشرف قبول ایمان مشرف گشت وے بود۔ وشنیدہ اید کہ آنحضرتؐ در شان من و برادرم امام حسنؑ فرمودہ کہ دو سید جوانان بہشتیم۔ امروز آن نسب کہ مراست کراست وتا من دانستہ ام کہ خداوند عز وعلا کذب را حرام گردانیدہ دروغ نگفتہ ام و وعدہ خلاف نکردہ و ہیچ مسلمان را نیازردہ ام وتا قلم تکلیف بر من جاری شدہ ہیچ نمازے بقصد از من فوت نشدہ وبخدا سوگند کہ اگر از موسیٰؑ و عیسیٰؑ دراز گوشے ماندہ بودے یہود و نصاریٰ تعہد وتیمار آن بجائے آوردند۔

چگونه اسم مسلمانی بر شما اطلاق توان کرد که در قتل فرزندان پیغمبر سعی مے نمائید. نه از خدا شما را بیم و نه از رسول شرم. بچه حجت بر کشتن من اقدام مے نمائید و بکدام دلیل خون مرا مباح مے شمارید. من مردے بودم از دنیا اعراض نموده و ملازم قبر جد من گشته. مرا در آنجا رها نکردید. بالضرورة ترک مدینه کرده و پناه بحرم باری تعالیٰ برده بعبادت مشغول شدم تا رسل شما متعاقب و نامهائے شما متواتر بمن رسید که ما ترا بامامت احق و اولےٰ مے دانیم. باید که متوجه این جانب شوی که ما در قدم تو جانها افشانیم. و اکنون که بقریب شما آمدم بارے اگر مرا یاری نمے دهید تیغ بر روئے من مکشید و مرا بگذارید که بحرم خدا باز گردم یا بمدینه رفته بر سر قبر جد بزرگوار خود بنشینم و دنیا بر من گذشته در آن عالم پدید آید که حق بجانب که بود و ستم از که صادر شد. مخالفان این سخنان شنیده هیچ کس جوابے نداد. امام حسینؓ فرمود. الحمد لله والمنة که حجت بر شما تمام کردم و شما را حجتے بر من نیست. آنگه یک یک از رؤسائے کوفه را نام برده باز گفت که شما بجانب من نامها نوشته اید و حالا در برابر من آمده قصد خون من میکنید کوفیان گفتند ما ازین کلمات که مے گوئی خبر نداریم و هیچ مکتوبے ارسال نکرده ایم و ازین مکاتب و بیعت تو بیزاریم. امام حسینؓ فرمود تا خازن او نامها را آورده بایشان نمود. حضار معرکه انکار بلیغ کرده همه گفتند. این صحایف بے وقوف ما قلمی شده. امام حسینؓ چون اصرار اهل غدر را مشاهده فرمود آمد و بر اسپ سوار شده بصف خویش پیوست و دل بر مرگ نهاده انتظار مے برد که مخالفان ابتدا بحرب کنند (روضة الصفا. جلد سیوم. صفحه ۶۵ - ۶۶) نتیجه یہ ہوا کہ جن شیعوں نے امام مسلم کے ساتھ بیوفائی کی تھی ان ہی کے ہاتھ سے امام حسینؓ مع ہمراہیوں کے شہید ہو گئے. کچھ دنوں کے بعد وہی شیعہ پشیمان ہو کر توبہ کرنے لگے. چنانچہ شیعہ کی اسی معتبر تاریخ میں ہے. طائفه که با مسلم بن عقیلؓ بیعت کرده به امیر المومنین حسینؓ نامها نوشته بودند و او را طلب داشتند مسلم را در کوفه مدد نه کردند تا به تیغ ستم کشته شد و بعد از آن در ظل رایت عمر بن سعد بکربلا رفتند و امام حسین را بقتل رسانیدند چنانچه سبق ذکر یافت و بعد از چند گاهے پشیمان گشته انگشت حسرت بدندان گرفته بر خود نفرین مے کردند و بایکدیگر میگفتند که خسران دنیا و آخرت نصیب ما باشد که بعد از آنکه امیر المومنین حسینؓ نصیب ما شده و او را طلب داشتیم در روئے او تیغ کشیدیم تا از بے وفائی ما رسید باو آنچه رسید و رؤسائے این جماعت پنج نفر بودند سلیمان بن صرد الخزاعی و مسیب بن نجبة الفزاری و عبد الله بن سعید بن نفیل الازدی و عبد الله بن وال التیمی و رفاعه بن شداد. این پنج کس از معارف اصحاب امیر المومنین علیؓ بودند. و چون عزیمت ایشان بر طلب خون امام حسینؓ تصمیم یافت. جمعے کثیر در سرائے سلیمان بن صرد جمع آمده و مسیب بن نجبة

صاحبزادے حضرت امام حسن کی بیعت کی۔ اور بیعت کے بعد حضرت سے بے وفائی کی اور مکر کیا۔ اور چاہا کہ ان کو دشمن کے حوالہ کر دیں۔ اور اہل عراق ان کے خلاف اٹھے۔ اور ران کے پہلو پر خنجر مارا۔ اور خیمہ لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ کپڑوں کے خلخال پاؤں سے اتار لئے اور ان کو مجبور کیا یہاں تک کہ آپ نے معاویہ سے صلح کر لی۔ اور اپنے اور اپنے اہل بیت کے خون بچائے۔ اور آپ کے اہل بیت بہت تھوڑے تھے۔ پس اہل عراق میں سے بیس ہزار نے حضرت امام حسین کی بیعت کی اور آپ کے خلاف تلوار کھینچی۔ ابھی حضرت کی بیعتیں ان کی گردن میں تھیں کہ آپ کو شہید کر دیا۔ اس کے بعد وہ ہمیشہ اہل بیت پر ظلم کرتے تھے۔ انہوں نے ہم کو ذلیل کر دیا۔ اور اپنے حق سے دور کر دیا۔ اور اپنے مالوں سے محروم کر دیا اور ہمارے قتل کرنے میں کوشش کی۔ وہ ہم کو خوف زدہ رکھتے تھے۔ اور ہم اپنی جانوں اور اپنے دوستوں کی جانوں سے بے خوف نہ تھے۔ جھوٹ بولنے والوں اور انکار کرنے والوں نے ہم کو اپنے انکار اور جھوٹ کا محل قرار دیا اور ہر شہر اور ولایت میں ہم پر جھوٹ تھوپنے اور افترا کرنے سے اپنے حاکموں اور قاضیوں کا تقرب ڈھونڈا۔ اور ہمارے ضرر کے لئے حدیثیں وضع کیں۔ اور جھوٹی روایتیں جو ہم نے بیان نہ کی تھیں۔ ہمارے سر تھوپ دیں۔ اور لوگوں کو ہمارا دشمن بنانے کے لئے کئی کام جو ہم نے نہ کئے تھے ہم سے منسوب کر دئے۔ انتہیٰ۔

اب ناظرین خود فیصلہ فرمالیں کہ بنی ہاشم و اہل بیت کے ذلیل کرنے والے کون ہیں۔

قال السید امداد امام

دوسری مثال بنی ہاشم کی بے توقیری کی عہد بنی امیہ میں یہ ہے۔ کہ جب جناب امام حسن شہید ہوئے۔ تو وقت رحلت آپ نے یہ وصیت فرمائی کہ مجھے میرے نانا کے پہلو میں دفن کرنا۔ یہ ایک فطری وصیت تھی۔ اور جناب امام حسنؑ اپنے کو اس کا مستحق بھی سمجھتے تھے۔ لاریب کوئی غضبی خیال آپ کے دل میں نہ آیا تھا۔ مگر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب جناب امام حسینؑ اپنے بھائی کا جنازہ لیکر مدفن کی طرف بڑھے۔ تو بدخواہان آل محمدؐ جنازہ پر امام حسنؑ کے تیر چلانے لگے نہیں معلوم کہ کتنے تیر چلائے گئے ہوں گے۔ جب حال یہ ہے کہ ساٹھ سے زیادہ تیر جنازہ پر اس معصوم کے آ لگے۔ تو جناب امام حسینؑ نے مسلمانوں کی یہ بے عنوانیاں دیکھکر تلوار کھینچنا چاہی مگر کشت و خون کی نوبت نہ آئی۔ جناب امام حسنؑ کی نیم مزاجی کا خیال کرکے امام حسینؑ نے بھائی کی نعش کو جنت البقیع میں لے جاکر دفن کر دیا۔ اس

واقعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بنی ہاشم اس وقت تک بہت کچھ دنیوی تنزل میں مبتلا ہو چکے تھے۔ ان میں اتنی وجاہت بھی باقی نہیں رہی تھی کہ عوام کے مقابلہ میں ایک سردار بنی ہاشم کی ایک معقول وصیت کی تعمیل بھی کر سکتے۔ مصباح الظلم۔ صفحہ ٣٢٣

اقولُ

حسب بیان محمد بن یعقوب کلینی امام حسنؑ کی وصیت یہ تھی کہ مجھے جنت بقیع میں دفن کرنا۔ چنانچہ اصول کافی (باب الاشارۃ والنص علی الحسین بن علی علیہما السلام۔ صفحہ ١٨٥) میں ہے۔ عن محمد بن مسلم قال سمعت ابا جعفر علیہ السلام یقول لما حضر الحسنؑ بن علیؑ الوفاۃ قال للحسینؑ یا اخی انی اوصیک بوصیۃ فاحفظها اذا انا مت فهیئنی ثم وجهنی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ لاحدث بہ عهداً ثم اصرفنی الی امی ثم ردنی فادفنی بالبقیع۔ ترجمہ۔ محمد بن مسلم سے روایت ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ کو سنا کہ فرماتے تھے۔ کہ جب حسنؑ بن علیؑ کی وفات کا وقت آیا۔ تو آپ نے حسینؑ سے کہا۔ اے بھائی میں تجھ سے ایک وصیت کرتا ہوں۔ اسے بجا لانا۔ جب میں مر جاؤں۔ تو میری تجہیز و تکفین کرنا۔ پھر مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ کی قبر مبارک کی طرف متوجہ کرنا۔ تاکہ میں اس طرح سے ملاقات کو تازہ کر لوں۔ پھر مجھے میری ماں کی قبر کی طرف لے جانا۔ پھر لوٹا کر جنت بقیع میں دفن کر دینا۔ انتہٰی۔ اس روایت میں اس کے بعد یہ بھی مذکور ہے کہ جب امام حسنؑ کا جنازہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مرقد منور کے پاس رکھا گیا۔ تو کسی جاسوس نے حضرت عائشہؓ سے کہہ دیا کہ امام حسنؑ کو روضہ مطہرہ میں دفن کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت صدیقہ خچر پر سوار ہو کر آئیں۔ اور روضہ مطہرہ میں دفن کرنے سے روک دیا۔ یہ مضمون اور جنازہ امام حسنؑ پر تیر باراں ہماری کتابوں میں مذکور نہیں۔ یہ یاروں کی گھڑت ہے۔

قال السید امداد امام

اب ہم بنی ہاشم کی بے توقیری کی ایک اور مثال جو بنی امیہ کے سبب سے ہوتی تھی پیش کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ دمشق میں علیؑ کے نام پر بعد ہر نماز خاص کر بعد نماز جمعہ تبرا ہونے لگا تھا۔ اور جیسا کہ راقم نے اوپر لکھا ہے۔ اس رسم کے موجد حضرت معاویہ علیہ ما علیہ ہوئے تھے۔ یہ رسم عرصہ دراز تک جاری رہی۔ یہاں تک کہ اسے عمر ابن عبد العزیز خلیفۂ بنی امیہ نے موقوف کرایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ شیعوں نے اسی ہی رسم

کو غصہ کے باعث اختیار کرکے اسے اپنے مذہب میں رواج دیا ہے۔ شیعوں کو خیال کرنا چاہیئے۔ اس طرح کا تبرا حضرت معاویہ علیہ ما علیہ کی سنت ہے۔ اس سنت کو شیعہ نہ اختیار کرتے تو اچھا تھا۔ تبرا کی بحث آئندہ آنے کو ہے۔ مصباح الظلم صفحہ ۳۳۳۔

اقولُ

مصنف نے اپنے بیان میں کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ نصر بن مزاحم تمیمی شیعی امامی لکھتا ہے۔ و کان علیؑ اذا صلی الغداۃ والمغرب وفرغ من الصلوٰۃ یقول اللھم العن معاویۃ وعمرواً وابا موسے وحبیب بن مسلمۃ والضحاک بن قیس والولید بن عقبہ وعبد الرحمٰن بن خالد بن الولید فبلغ ذٰلک معاویۃ فکان اذا قنت لعن علیاً وابن عباس وقیس بن سعد والحسن والحسین (کتاب صفین مطبوعہ ایران ۱۳۰۱ھ صفحہ ۳۰۲) ترجمہ۔ حضرت علیؑ جب نماز فجر و مغرب پڑھتے اور نماز سے فارغ ہو جاتے تو یوں کہا کرتے۔ یا اللہ لعنت کر معاویہ اور عمرو (بن العاص) اور ابو موسے اور حبیب بن مسلمہ اور ضحاک بن قیس اور ولید بن عقبہ اور عبد الرحمٰن بن خالد بن ولید پر۔ یہ خبر جو معاویہ کو پہنچی۔ تو وہ قنوت میں علیؑ اور ابن عباس اور قیس بن سعد اور حسنؑ اور حسینؑ پر لعنت کرتے تھے۔ انتہیٰ۔

اب ناظرین غور فرمائیں کہ سلسلۂ سب کس سے شروع ہوا۔ اور اس طرح کا تبرا کس کی سنت ہے اور البادی اظلم کا مصداق کون ہے۔ باقی انشاء اللہ تعالیٰ تبرا کی بحث میں آئے گا۔ مصنف زبان سے تو کہہ رہا ہے کہ شیعہ تبرا کو اختیار نہ کرتے تو اچھا تھا۔ مگر ساتھ ہی حضرت معاویہؓ کے لئے علیہ ما علیہ لکھ رہا ہے۔ کیا یہ تبرا نہیں ہے

قال السیدُ امداد امام

آخر میں آل محمدؐ کی دنیوی بے توقیری کی ایک اور مثال بھی عرض کر دیتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ آل محمدؐ کی عظمت حضرت رسالت مآبؐ کے بعد کس قدر کم ہو گئی تھی۔ قصہ یہ ہے کہ جناب امام حسنؑ نے ایک خط زیاد کو کسی امر کی نسبت لکھا۔ زیاد صاحب چونکہ مجہول النسب تھے ابن سمیہ کہلاتے تھے۔ جناب امام حسنؑ نے بھی زیاد صاحب کو ابن سمیہ کے ایڈرس سے خط بھیجا۔ جناب امام حسنؑ کا مطلب کسی طرح پر زیاد کو برا کہنے کا نہ تھا۔ مگر زیاد نے جوابی خط جو امام علیہ السلام کو لکھا۔ اس میں اس دشمن خدا نے جناب

قال السید امداد امام

آلِ محمدؐ کی دینی سرداری پر نظر

حضرات حق آگاہ ملاحظہ فرمائیں کہ مذکورہ بالا میں فقیر نے صرف ایسے ایسے امور آلِ محمدؐ کے لگاؤ سے درج رسالہ ہذا کئے ہیں جن سے آلِ محمدؐ کی دنیوی تنزلی کی کیفیتیں مختصر طور پر ظاہر ہوتی گئی ہیں۔ اب ہم ان امور کو دکھلاتے ہیں جن سے ان کی دینی وجاہت میں بھی بہ اسباب ظاہری لاحق ہوتی گئی جس کے سبب سے آلِ محمدؐ کی دینی سرداری سے اسلامی دنیا کا زیادہ حصہ معترف نہیں رہا۔ الخ۔ مصباح الظلم صفحہ ۳۶ تا ۴۰۔

اقول

مصنف نے یہاں آلِ محمدؐ کی دینی وجاہت کی کمی کے دو سبب بیان کئے ہیں۔ بوجہ طوالت پوری عبارت نقل نہیں کی گئی۔ اس کا ماحصل یہ ہے۔

(۱) حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں قرآن بحکم خلیفہ جمع کیا گیا۔ اس کام کے لئے زید بن ثابت اور ابی بن کعب وغیرہ مقرر کئے گئے۔ حضرت علیؑ کو ان میں شامل نہ کیا گیا۔ اور نہ علیؑ کا جمع کردہ قرآن طلب کیا گیا۔ عہد عثمانی میں جو قرآن کی تصحیح و ترتیب از سر نو ہوئی۔ اس کے لئے بھی وہی اشخاص منتخب ہوئے۔ جو حضرت علیؑ کے دشمن تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن میں سے مناقب اہلبیت کے متعلق جو آیات اور سورتیں تھیں۔ وہ نکال دی گئیں۔ بعض جگہ سے الفاظ آلِ محمدؐ اور علیؑ ولی المومنین خارج کر دئے گئے۔ اس طرح سے قرآن کے جمع کئے جانے سے بنی ہاشم کی دینی سرداری کو بڑا بھاری نقصان پہنچا۔

(۲) حضرت عمرؓ کے عہد میں یہ بات شائع ہوئی کہ علیؑ اجتہاد مسائل کرتے ہیں۔ علیؑ تقاضائے وقت سے اجتہاد مسائل کرنے لگے تھے۔ اور بنی ہاشم ان کی تقلید کرتے تھے۔ جب اس مجتہدانہ کارروائی کی خبر حضرت خلیفہ کو ہوئی۔ تو آپ نے مصالح وقت کو ملحوظ رکھ کر اجتہاد مسائل کے لئے کچھ اصحاب مقرر فرمائے جن میں ممتاز اشخاص حضرت ابن مسعود حضرت ابو موسےٰ اشعری اور حضرت زید بن ثابت تھے۔ غیر بنی ہاشم نے ان ہی حضرات کے اجتہادات پر عمل کرنا شروع کیا۔ اسی وقت سے دو مذہب مسلمانوں میں پیدا ہو گئے۔ ایک مذہب علیؑ جو مذہب امامیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ دوسرا مذہب فاروقی جس کا دوسرا نام مذہب

اہل السنت والجماعت ہے۔ مذہب فاروقی کو بڑا فروغ حاصل ہؤا۔ حضرت عمرؓ ہی کے وقت میں یہ مذہب تمام بلاد اسلام میں جگہ کر گیا۔ بنوامیہ نے اسی کو اختیار کیا۔ اکثر بنی عباس بھی اسی مذہب پر رہے۔ پھر بڑی بڑی سلطنتیں اسی کی پابند رہیں۔ بہر حال اس اجتہادی اختلاف سے علیؓ کی دینی سرداری کو بڑا نقصان پہنچا

جواب میں گذارش ہے۔ کہ مصنف نے جو کچھ قرآن موجود کی نسبت لکھا ہے۔ وہ عین عقیدہ امامیہ اثنا عشریہ ہے۔ اس عقیدہ کی خرابی اور اس سے جو الزام حضرت امیرؓ پر عاید ہوتا ہے۔ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

مصنف نے جو مذہب اہلسنت اور مذہب امامیہ کا آغاز حضرت عمر فاروق کے عہد میں بیان کیا ہو درست نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی صحابہ کرام اجتہاد کیا کرتے تھے۔ (اعلام الموقعین۔ لابن القیم۔ جزو اول۔ صفحہ ۳ ۔ ۷)۔ ابن سعد نے بالاسناد لکھا ہے۔ کہ عہد نبوی میں مہاجرین و انصار میں سے یہ چھ صحابی فتوے دیا کرتے تھے۔ عمر۔ عثمان۔ علی۔ ابی بن کعب۔ معاذ بن جبل۔ زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ عہد صدیقی میں سات مفتی تھے۔ چھ تو وہی جو عہد نبوی میں تھے اور ایک عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم فتوے دیا کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد۔ جز ثانی قسم ثانی۔ صفحہ ۱۰۹ - ۱۱۰)۔ صحابہ کرام میں یہ سات کثیر الفتاوے ہیں۔ عمر بن الخطاب۔ علی بن ابی طالب۔ عبداللہ بن مسعود۔ عایشہ ام المومنین۔ زید بن ثابت عبداللہ بن عباس۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اور یہ تیرہ متوسط ہیں۔ ابو بکر صدیق۔ ام سلمہ۔ انس بن مالک۔ ابو سعید خدری۔ ابو ہریرہ۔ عثمان بن عفان۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص۔ عبداللہ بن الزبیر۔ ابو موسیٰ اشعری۔ سعد بن ابی وقاص۔ سلمان فارسی۔ جابر بن عبداللہ۔ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالےٰ عنہم۔ باقی بہت سے مقل ہیں۔ (دیکھو اعلام الموقعین۔ جزو اول۔ صفحہ ۵)۔ اہل سنت نے فتاوے نبویہ کے ساتھ ان تمام کے فتاوے کو بھی لیا ہے۔ مگر حضرت علی مرتضےٰ کے لینے میں احتیاط سے کام لیا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے۔ کہ حضرت امیرؓ کے بہت سے فتاوے میں شیعہ نے اپنا تصرف کیا ہے۔ چنانچہ اعلام الموقعین (جزو اول صفحہ ۸) میں ہے۔ واما علی بن ابی طالب علیہ السلام فانتشرت احکامہ وفتاواہ ولکن قاتل اللہ الشیعۃ فانہم افسدوا کثیرا من علمہ بالکذب علیہ ولھذا تجد اصحاب الحدیث من اھل الصحیح لا یعتمدون من حدیثہ وفتواہ الا ما کان من طریق اھل بیتہ واصحاب عبداللہ بن مسعود کعبیدۃ السلمانی وشریح وابی وائل ونحوھم۔ ترجمہ۔ رہے علی بن ابی طالب علیہ السلام۔ سو ان کے احکام اور ان کے فتاوے شایع ہو گئے۔ مگر خدا شیعہ کو ملعون کرے۔ کیونکہ انہوں نے حضرت امیرؓ پر جھوٹ تھوپ کر آپ کے بہت سے علم کو خراب کر دیا۔ اسی واسطے تم دیکھتے ہو کہ مؤلفین صحاح آپ کی حدیث اور آپ کے فتوے پر اعتماد

نہیں کرتے سوائے اس کے جو آپ کے اہل بیت اور اصحاب عبد اللہ بن مسعود (مثل عبیدہ سلمانی اور شریح اور ابو وائل وغیرہ کے) کے طریق سے ہو۔ انتہے۔ مذہب امامیہ میں جو فتاوے حضرت مولی مرتضےٰ کی طرف منسوب ہیں بشیعہ ان کی صحت ثابت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ حضرت امیرؑ اور دیگر ائمہ حسب عقیدہ شیعہ مذہب کو چھپاتے رہے۔ اور بے دینی ظاہر کرتے رہے قطع نظر از ین اخبار ائمہ کے راوی علاوہ معتقدات فاسدہ کے ائمہ پر جھوٹ تھوپنے والے تھے۔ باایں ہمہ اخبار ائمہ میں اختلاف کا وہ طوفان برپا ہے۔ کہ کوئی خبر ایسی نہیں جس کی ضد موجود نہ ہو۔ ایسی حالت میں معیار صحت قرآن کو بتاتے ہیں۔ مگر قرآن غائب ہے۔ یہ نفیس بحث اس کتاب کے حصہ اول میں آ چکی ہے۔

مصنف نے جو مذہب امامیہ کی اصل بیان کی ہے۔ وہ غلط ہے۔ سنئے ہم بتاتے ہیں۔ اس مذہب کا بانی ابن السوداء یعنے عبد اللہ بن سبا یہودی تھا۔ جو بظاہر مسلمان ہو گیا تھا۔ حضرات خلفائے ثلاثہ کے عہد میں مسلمانوں کو جو فتوحات حاصل ہوئیں۔ اور اسلام کا ڈنکا دور دراز مقامات میں بج گیا۔ اس سے ابن سبا کے دل میں جیسا کہ یہودیوں کا معمول ہے حسد کی آگ بھڑک اٹھی۔ اس لئے اس بے نظیر ترقی کی روک روکنے کے لئے اس نے مسلمانوں میں پھوٹ کی ایک راہ نکالی۔ پہلے تو ان کو اہلبیت نبوت پر مضبوط کیا۔ پھر یہ سبق پڑھایا کہ جس طرح حضرت موسےٰؑ کے وصی حضرت یوشع بن نون تھے۔ اسی طرح حضرت علیؑ بھی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصی تھے۔ اور ان کی خلافت بلا فصل آیہ قرآن انما ولیکم اللہ و رسولہ اور حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ سے ثابت ہے۔ مگر صحابہ نے غلبہ کے سبب وصیت پیغمبرؐ کو ضائع کر دیا۔ اور حضرت مرتضےٰ کا حق غصب کر لیا۔ اور طمع دنیوی کے لئے دین سے برگشتہ ہو گئے۔ یہ مضمون رجال کشی صفحہ ۷۱ میں بدیں الفاظ مذکور ہے۔ ذکر بعض اھل العلم ان عبد اللہ بن سبا کان یھودیا فاسلم ووالی علیا علیہ السلام وکان یقول وھو علی یھودیتہ فی یوشع بن نون وصی موسیٰ بالغلو فقال فی اسلامہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فی علی علیہ السلام مثل ذلک وکان اول من اشھر بالقول بفرض امامۃ علی واظھر البرائۃ من اعدائہ وکاشف مخالفیہ واکفرھم۔ اس چال سے حکومت وقت کے خلاف فتنہ وفساد شروع ہوا۔ یہ دیکھ کر حضرت عثمان رضؓ نے حکم دیا۔ کہ ابن سبا کو مدینہ منورہ سے نکال دیا جائے۔ اس لئے ابن سبا مصر میں چلا گیا۔ جہاں اسے اپنی کامیابی کا گمان غالب تھا۔ وہاں پہنچ کر اس نے مسلمانوں کے ایک گروہ کو مسئلہ رجعت کی تعلیم دی۔ بدیں طور کہ جب یہ ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں دوبارہ آئیں گے۔ تو حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم جو ان سے افضل ہیں ضرور دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد۔

عہد خانہ جنگیوں ہی میں گذرا۔ القصہ ابن سبا خلفائے ثلاثہ کو غاصب قرار دیتا تھا۔ اور معاملہ فدک سے اس کی توضیح کرتا تھا۔ اور اپنے شاگردوں سے جو شیعۂ علی کہلائے کہا کرتا تھا کہ اس راز کو پوشیدہ رکھو میری غرض محض اس سے بیان حق ہے۔ نہ اظہار نام و نشان۔ اس طرح سے حضرت امیرؑ کے لشکریوں میں سب و طعن خلفاء کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جب حضرت کو خبر لگی تو آپ نے بر سر منبر ابن سبا اور اس کے چیلوں سے بیزاری ظاہر فرمائی۔ اور سب و شتم سے منع فرمایا۔ (نہج البلاغہ مطبوعہ بیروت۔ جزو اول۔ صفحہ ۲۳۱)۔ جب ابن سبا نے دیکھا کہ اس دام تزویر سے لوگوں میں بالخصوص لشکر امیرؑ میں فتنہ و فساد پیدا ہو گیا ہے۔ اور ایک دوسرے سے دست و گریباں ہوتے ہیں۔ تب اپنے خاص الخاص شاگردوں سے عہد و پیمان واثق لے کر خلوت میں یہ بیان کیا کہ جناب امیرؑ سے ایسے معاملات سرزد ہوتے ہیں جو امکان انسان سے خارج ہیں مثلاً معجزات و کرامات و علم غیب و احیاء اموات و بیان حقیقت الٰہیہ و فصاحت و بلاغت و زہد و تقوٰے و قوت و شجاعت۔ پھر بعد لینے عہد جدید کے یہ تعلیم دی کہ یہ تمام خواص الوہیت کے ہیں جو حضرت امیرؑ میں ظاہر ہوتے ہیں۔ بلکہ خاص ذات پاک خدا نے بدن علیؑ میں حلول کیا ہے۔ جب ابن سبا کے اس کلمہ شرک کی خبر حضرت مرتضٰے کو لگی۔ تو آپ نے اس کو آگ سے جلا دیا۔ (دیکھو رجال کشی۔ صفحہ ۷۰)۔ یہ مختصر تاریخ مذہب شیعہ کی ہے۔ مذہب امامیہ میں سوائے الوہیت امیرؑ کے تمام تعلیم سبائی موجود ہے۔ جو سلوک شیعۂ علی حضرت علیؑ کے ساتھ کرتے رہے۔ وہ اس کتاب میں پہلے آ چکا ہے۔

قال السید امداد امام

فریقین کی باخود ہاکی بے ہنر و کاری کی مثالیں

حضرات ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔ کہ صحیح بخاری اہل سنت کی کتنی بڑی مستند کتاب ہے۔ اس کے جامع حضرت اسمٰعیل بخاری نے بھول کر بھی کبھی کوئی حدیث امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نہیں کی ہے۔ حالانکہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے ہزاروں حدیثیں مروی ہیں۔ اور صدہا راویوں نے امام ممدوح سے اخذ احادیث کیا ہے۔ پھر حافظ شمس الدین نے امام ممدوح کو کتاب مغنی میں ضعفا اور مجاہیل کے ذیل میں یاد کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ بخاری نے کوئی حدیث آپ سے روایت نہیں کی ہے۔ بخاری کے استاد حضرت یحیےٰ ابن سعید القطان بھی فرماتے ہیں کہ میں بھی جعفر صادق کی طرف سے اپنے دل میں کھٹکا رکھتا ہوں۔ اور

امام مالک ان سے یعنے حضرت امام جعفر صادقؑ سے کوئی روایت نہیں کرتے تھے جب تک کسی دوسرے راوی کو ان کے ساتھ ضم نہیں کر لیتے تھے۔ عبارت عربی جو کتاب میزان الاعتدال میں موجود ہے۔ اس طرح ہے وقال یحییٰ ابن سعید القطان شیخ البخاری اجد فی نفسی منہ شیئاً وکان مالک لم یرو عن جعفر حتی یضمہ الی احد۔ جناب امام موسےٰ کاظم علیہ السلام کے ساتھ بھی وہی انداز دیکھا جاتا ہے جو جناب امام جعفر صادقؑ اور ان کے آبائے کرام کے ساتھ تھا۔ عسقلانی اہلسنت کے علما میں بڑا پایہ رکھتا ہے اپنی کتاب الضعفا میں جناب امام موسےٰ کاظم کو راویان ضعیف سے شمار کرتا ہے۔ اور جناب امام موسےٰ کاظم کے حق میں کہتا ہے۔ کہ حدیثیں ان کی غیر محفوظ ہیں (حدیثہ غیر محفوظ)۔ جناب امام رضا کی نسبت ابو طاہر کا یہ قول ہے کہ جناب امام رضا اپنے باپ سے عجیب باتیں نقل کرتے ہیں۔ اور وہم کیا کرتے ہیں اور خطا کیا کرتے ہیں (قال ابوالحسن الدار قطنی اخبرنی ابن حبان فی کتابہ فقال ان علی ابن موسیٰ الرضا یروی عن ابیہ عجائب یہم ویخطی)۔ اسی طرح جناب امام حسن عسکری کی نسبت جو رائے سر آمد کاملین علمائے اہلسنت کی دیکھی جاتی ہے وہ بھی ویسی ہی ہے جیسا کہ ان کے آبائے کرام کی نسبت وہی حضرات علما قائم فرما چکے ہیں۔ چنانچہ ابن الجوزی اور علامہ سیوطی نے اپنی اپنی تصنیفات میں جو موضوعات حدیث میں ہیں۔ اور علی بن محمد عراقی نے اپنی کتاب تنزیہ الشریعہ اور شیخ رحمت اللہ نے اپنی مختصر تنزیہ الشریعہ میں اس امام عالی مقام کو لیس بشیئ تحریر فرمایا ہے۔ یعنے (معاذ اللہ) امام حسن عسکری کوئی چیز نہ تھے۔ لاشیئ تھے۔ مختصر یہ ہے کہ تحقیقات بالا سے ہویدا ہے کہ ائمہ اور علما اہل سنت کے آل پیغمبرؐ کے اماموں سے تمام تر بے سرکاری رکھتے تھے۔ حق یہ ہے کہ مذہب امامیہ اور مذہب اہل سنت ایسے دو چشمے ہیں جو مختلف سمتوں میں بہ نکلے ہیں اور تا قیامت آپس میں ملنے کے عوض ایک دوسرے سے دور ہوتے جائیں گے۔ مصباح الظلم صفحہ ۴۱ - ۴۲ +

اقول

مصنف نے ائمہ اثنا عشر میں سے چار پر کچھ جرح نقل کی ہے۔ اور اس سے یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اہلسنت آل محمدؐ کے اماموں سے کچھ سروکار نہیں رکھتے۔ نہ ان کو ثقہ سمجھتے ہیں اور نہ ان کی روایت اختیار کرتے ہیں۔ مگر یہ اس کی نادانی ہے۔ ہم تمام اہلبیت کی تعظیم اور ان کے حقوق کی نگہداشت کو واجب سمجھتے ہیں ہماری کتب احادیث میں اہلبیت کے مناقب کے لئے ایک خاص باب رکھا گیا ہے۔ امام حسنؓ کے بعد اگرچہ خلافت ظاہری اہلبیت میں نہ رہی۔ مگر خلافت باطنی باقی رہی۔ چنانچہ صوفیہ کرام کے سلاسل بالعموم حضرت علی مرتضےٰ پر منتہی ہوتے ہیں۔ علم ظاہری میں بھی اہلبیت مرجع مجتہدین اہل سنت ہیں۔ چنانچہ محمد باقر موسوی افضلیت علی مرتضےٰ کے ضمن میں یوں لکھتا ہے

ابو حنیفہ بواسطہ نیز از آنحضرت اخذ مسائل نمودہ چہ او شاگرد امام جعفر صادق بودہ و آنحضرت از پدر اش از علی روایت کند و ہمچنیں شافعی و احمد حنبل۔ و انتساب مالک بآنجناب اظہر از بیان است و تمامی متکلمین اخذ مسائل خود از او نمودہ اند (بحر الجواہر مطبوعہ ایران صفحہ ۲۹۵)۔ علماء اہل سنت ان ائمہ کو ثقہ و عادل جانتے ہیں۔ چنانچہ حضرات علی مرتضےٰ و امام حسین و امام زین العابدین و امام محمد باقر سے تمام صحاح ستہ میں حدیثیں مروی ہیں۔ امام حسن کتب اربعہ کے راویوں میں سے ہیں۔ اور صحیح بخاری میں ان سے تعلیقاً روایت موجود ہے۔ امام جعفر صادق سے کتب اربعہ و مسلم میں روایت موجود ہے۔ گو صحیح بخاری میں ان سے کوئی روایت نہیں۔ مگر امام بخاری کی کتاب ادب مفرد میں ان سے روایت موجود ہے۔ حافظ شمس الدین کی کتاب مغنی ہمارے پاس موجود نہیں۔ ہاں حافظ موصوف کی دو کتابیں میزان الاعتدال اور تذکرۃ الحفاظ ہمارے زیر نظر ہیں۔ میزان الاعتدال میں ہے۔ (جعفر بن محمد مع م) بن علی بن الحسین الهاشمی ابو عبد اللہ احد الائمۃ الاعلام بر صادق کبیر الشان لم یحتج بہ البخاری قال یحیی بن سعید جعفر ثقۃ مامون و قال ابو حاتم ثقۃ لا یسئال عن مثلہ۔ انتہے۔ مختصراً۔ الفاظ منقولہ مصنف کا اس عبارت سے مقابلہ کرنے سے پایا جاتا ہے۔ کہ مصنف نے کتاب میزان الاعتدال نہیں دیکھی۔ ورنہ نقل میں الفاظ کی کمی بیشی نہ کرتا۔ اسی طرح مصنف نے جو بحوالہ مغنی کہا کہ حافظ شمس الدین نے امام جعفر کو ضعفاء اور مجاہیل کے ذیل میں یاد کیا ہے۔ بظاہر اس نے کتاب مغنی فی الضعفاء و بعض الثقات بھی نہیں دیکھی۔ ورنہ حافظ موصوف کے کلام میں تناقض لازم آئے گا۔ کیونکہ میزان الاعتدال سے حافظ شمس الدین کے نزدیک امام صادق کا ثقہ ہونا عیاں ہے بوجوہ ذیل:۔

اوّل۔ امام کے نام کے ساتھ رمز صح اور م لکھا ہے۔ صح اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ اس راوی کی توثیق پر عمل ہے۔ اور م سے مراد یہ ہے کہ ان سے صحیح مسلم میں روایت موجود ہے۔

دوم۔ امام جعفر کو ان الفاظ سے یاد کیا ہے کہ وہ ائمہ اعلام میں سے ہیں۔ اور نکوکار، صادق، بڑی شان والے ہیں۔

سوم۔ یحییٰ بن معین اور ابو حاتم سے آپ کی توثیق نقل کی ہے۔ حافظ شمس الدین ذہبی نے امام صادق کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔ اور تذکرۃ الحفاظ میں آپ کے ترجمہ میں لکھا ہے۔ کہ آپ سے مالک اور ہر دو سفیان اور حاتم بن اسمٰعیل اور یحییٰ بن قطان اور ابو عاصم النبیل اور خلق کثیر نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ امام شافعی اور یحییٰ بن معین اور ابو حاتم نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں۔ ما رأیت افقہ من جعفر بن محمد (میں نے امام جعفر صادق سے بڑھکر کوئی فقیہ نہیں دیکھا)۔ یہ بھی لکھا ہے کہ لم یحتج بہ البخاری واحتج بہ سائر الائمۃ۔ یعنے امام بخاری نے آپ سے احتجاج نہیں کیا اور باقی تمام امت نے آپ سے احتجاج

زرارہ کا امام کو بے شعور و بے بصیرت بکلام ارجال کہنا اور ایک حدیث سے اس کا مجادلہ کرنا یہاں تک کہ دروازہ تک آوازیں پہنچیں۔ اور دوسری حدیث سے تکذیب قول معصومین وصحیفہ مرتضوی کی کرنا ہم دکھا چکے ہیں۔ اور اخرج مخالف یہ کی سند میں احادیث کثیرہ منجانب امام مشعر لعن زرارہ پر بھی موجود ہیں۔ اور جو حدیث اسکی تنزیہ کی اس کے فرزندار جمند نے بنائی ہے۔ اس میں بھی اقرار احادیث ذمائم زرارہ کا مذکور ہے جن کو امام نے بہ تقیہ ارشاد فرمانا ظاہر کیا تھا۔ حالانکہ خود حدیث مرویہ پسر زرارہ میں بعد تسلیم صحت کے زیادہ تر خوف وتقیہ کا احتمال موجود ہے۔ کیونکہ کل خاندان زرارہ بنو اعین امام کو دباتے تھے۔ حیث روی الکشی باسنادہ عن ابی عبد اللہ ع قال ذکر عندہ بنو اعین فقال واللہ ما یرید بنو اعین الا ان یکونوا علی بلغطہ باقی رہا جواب ثانی امامیہ کا کہ احادیث ملاعنہ محمول بر تقیہ ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ جب حفظان آبرو اپنے اصحاب کا امام کو منحصر لعن کہنے پر نظر آتا تھا۔ اور امام سے بیزاری کرنا اور لعنت کہنا امام پر زرارہ کو واسطے اظہار اپنی بے تعلقی کے ناگزیر تھا۔ توسوائے زرارہ کے جس قدر اور اصحاب امام کے ہوں گے ان پر بھی یقین ہے۔ وظیفہ لعنت کا امام پڑھا کرتے ہوں گے۔ گو نقل سب کے حالات کی کسی مصلحت سے نہ کریں اور وہ لوگ بھی جو ہم مشرب زرارہ کے تھے امام کی نسبت خدا جانے کیا کیا کہا کرتے ہونگے۔ انتہے۔ مختصراً۔ باقی بحث تقیہ میں دیکھو۔ ہاں یہاں اتنا اور عرض کیا جاتا ہے۔ کہ اگر اس حدیث میں فی قلبی علیہ لعنۃ کو تقیہ پر محمول کریں۔ تو رحم اللہ اباجعفر کو بھی تقیہ ہی پر محمول کرنا پڑے گا۔ لہٰذا یہاں امامیہ کو تقیہ کی شق اختیار کرنے سے بھی نجات نہیں ملتی +

(۳۷) رجال کشی صفحہ ۹۸ میں ہے۔ حدثنی ابو جعفر محمد بن قولویہ قال حدثنی محمد بن ابی القسم ابو عبد اللہ المعروف بماجیلویہ عن زیاد بن ابی الحلال قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام ان زرارۃ روی عنک فی الاستطاعۃ شیئاً فقبلنا منہ وصدقناہ وقد احببت ان اعرض منہ علیک فقال ھاتہ فقلت زعم انہ سألک عن قول اللہ عز وجل وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً فقلت من ملک زاداً وراحلۃ فقال کل من ملک زاداً وراحلۃ فھو مستطیع للحج وان لم یحج فقلت نعم فقال لیس ھکذا سألنی ولا ھکذا قلت کذب علی واللہ کذب علی واللہ لعن اللہ زرارۃ لعن اللہ زرارۃ لعن اللہ زرارۃ انما قال لی من کان لہ زاد وراحلۃ فھو مستطیع للحج قلت وقد وجب علیہ قال فمستطیع ھو قلت لا حتی یؤذن لہ قلت فاخبر زرارۃ بذالک قال نعم قال زیاد فقدمت الکوفۃ فلقیت زرارۃ فاخبرتہ بما قال ابو عبد اللہ علیہ السلام وسکت عن لعنہ قال اما انہ قد اعطانی الاستطاعۃ من حیث لا یعلم وصاحبکم ھذا

لیس بصیرا بکلام الرجال۔ ترجمہ (بحذف اسناد)۔ زیاد بن ابی الحلال کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق سے عرض کیا کہ زرارہ نے مسئلہ استطاعت میں آپ سے کچھ روایت کیا۔ ہم نے اسے قبول کیا اور اس کی تصدیق کی۔ میں چاہتا ہوں کہ اسے آپ پر پیش کروں۔ امام نے فرمایا کہ پیش کرو۔ میں نے عرض کیا کہ زرارہ نے کہا کہ اس نے آپ سے اللہ عزوجل کے قول وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے جواب دیا کہ جس کے پاس زاد و راحلہ ہو۔ اس پر زرارہ نے کہا کہ ہر ایک شخص جس کے پاس زاد و راحلہ ہو حج کا مستطیع ہے خواہ حج نہ کرے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ یہ سنکر امام نے زیاد سے فرمایا کہ زرارہ نے مجھ سے اس طرح سوال نہیں کیا۔ اور نہ میں نے ایسا جواب دیا۔ اللہ کی قسم اس نے مجھ پر جھوٹ تھوپا۔ اللہ کی قسم اس نے مجھ پر جھوٹ تھوپا۔ اللہ زرارہ پر لعنت کرے۔ اللہ زرارہ پر لعنت کرے۔ اللہ زرارہ پر لعنت کرے۔ اس نے تو مجھ سے یہی کہا تھا۔ کہ جس کے پاس زاد و راحلہ ہو وہ حج کا مستطیع ہے۔ میں نے جواب دیا تھا۔ کہ اس پر حج واجب ہے۔ پوچھا کہ آیا وہ مستطیع ہے۔ میں نے کہا تھا کہ نہیں۔ یہاں تک کہ اس کو اذن دیا جائے۔ میں نے عرض کی کہ کیا میں زرارہ کو یہ خبر دے دوں۔ امام نے فرمایا۔ کہ ہاں۔ زیاد کا قول ہے۔ کہ میں کوفہ میں آیا۔ اور زرارہ سے ملا۔ اور اس کو بتلا دیا جو کچھ امام صادق نے فرمایا تھا۔ اور لعنت کا ذکر نہ کیا۔ زرارہ نے کہا۔ کہ اس (امام) نے مجھے استطاعت عطا کی بدیں طور کہ اسے معلوم نہ ہوا۔ اور تمہارا یہ صاحب (امام) کلام رجال کا بصیر نہیں۔ انتہےٰ۔ دوسری روایت میں ہے۔ واللہ لقد اعطانی الاستطاعۃ وما شعر (رجال کشی صفحہ ۹۹) یعنے اللہ کی قسم امام نے مجھے استطاعت عطا کی اور اسے معلوم نہ ہوا۔ یہاں زرارہ نے امام جعفر صادق کو بے شعور و بے بصیرت بکلام الرجال بتایا ہے +

(۴) رجال کشی صفحہ ۱۱۳ میں ہے۔ روی عن ابن ابی یعفور قال خرجت الی السواد اطلب دراھم للحج ونحن جماعۃ وفینا ابو بصیر المرادی قال قلت لہ یا ابا بصیر اتق اللہ وحج بمالک فانک ذو مال کثیر فقال اسکت فلو ان الدنیا وقعت لصاحبک لاشتمل علیہ بکسائہ۔ ترجمہ۔ ابن ابی یعفور کا بیان ہے۔ کہ میں ایک جماعت کے ساتھ نواح میں حج کے لئے درہم مانگنے گیا۔ اور ہم میں ابو بصیر مرادی بھی تھا۔ میں نے اس سے کہا۔ اے ابو بصیر خدا سے ڈر اور اپنے مال سے حج کر۔ کیونکہ تو بڑا مال دار ہے۔ ابو بصیر بولا۔ کہ چپ رہ۔ اگر تیرے صاحب (امام صادق) کے لئے دنیا گر پڑے وہ ضرور اس پر اپنے چادر کے ساتھ لپٹ جائیں۔ انتہےٰ۔ اس روایت میں ابو بصیر نے امام جعفر صادق کو کیسا طامع اور دنیا پرست بتایا ہے۔ کہ بظاہر تارک الدنیا بنے ہوئے ہیں۔ مگر حقیقت میں ایسے نہیں۔ اگر ان کو مال مل جائے

نواس پھوٹ پڑیں۔ اس حدیث کا راوی ابن ابی یعفور بڑا ثقہ بتایا جاتا ہے۔ چنانچہ رجال کشی صفحہ ۱۹؛
میں ہے۔ عن زید الشحام قال قال لی ابو عبد اللہ علیہ السلام ما وجدت احداً اخذ بقولی و
اطاع امری وحذا حذو اصحاب آبائی غیر رجلین رحمھما اللہ عبد اللہ بن ابی یعفور
وحمران بن اعین۔ اما انھما مومنان خالصان من شیعتنا اسماؤھما عندنا فی کتاب
اصحاب الیمین الذی اعطی اللہ محمداً۔ یعنے زید شحام کا بیان ہے۔ کہ امام جعفر صادق نے مجھ سے
فرمایا کہ میں نے ایسا کوئی نہیں پایا جس نے میرے قول کو اختیار کیا ہو اور میرا حکم مانا ہو۔ اور میرے آباء کے
اصحاب کے طریق پر چلا ہو سوائے دو شخصوں کے اللہ ان پر رحم کرے یعنے عبد اللہ بن ابی یعفور اور حمران
بن اعین۔ آگاہ رہو وہ دونوں بے شک ہمارے شیعہ میں سے خالص مومن ہیں۔ ان کے نام ہمارے
پاس اصحاب یمین کی کتاب میں ہیں۔ جو خدا نے حضرت محمدؐ کو عطا کی تھی۔ انتہے۔ یہ خیال رہے۔ کہ
حمران بن اعین حدیث نمبر ۱ کا راوی ہے۔

(۵)۔ رجال کشی صفحہ ۱۵۱ میں ہے۔ علی بن محمد قال حدثنی محمد بن احمد بن الولید
عن حماد بن عثمان قال خرجت انا وابن ابی یعفور وآخر الی الحیرۃ او الی بعض المواضع
فتذاکرنا الدنیا فقال ابو بصیر المرادی اما ان صاحبکم لو ظفر بھا لاستاثر بھا قال فاغفی فجاء
کلب یرید ان یشغر علیہ فذھبت لاطردہ فقال لی ابن ابی یعفور دعہ فجاءہ حتی شغر فی
اذنہ۔ ترجمہ (بحذف اسناد) حماد بن عثمان کا بیان ہے۔ کہ میں اور ابن ابی یعفور اور ایک اور شخص
حیرہ یا کسی اور جگہ کی طرف نکلے۔ ہم نے آپس میں دنیا کا جو ذکر کیا۔ تو ابو بصیر مرادی بول اٹھا۔ آگاہ رہو
اگر تمہارے صاحب (امام صادق) کو دنیا مل جائے۔ تو وہ سب آپ ہی سمیٹ لیں۔ بعد ازاں ابو بصیر سو گیا
پس ایک کتا آیا۔ جو چاہتا تھا کہ ابو بصیر پر پیشاب کر دے۔ میں اسے ہٹانے گیا۔ ابن ابی یعفور نے مجھ سے
کہا کہ نہ ہٹا۔ پس وہ کتا ابو بصیر کے پاس آیا یہاں تک کہ اس نے ابو بصیر کے کان میں پیشاب کر دیا انتہے

(۶) رجال کشی صفحہ ۱۱۶ میں ہے۔ محمد بن مسعود قال حدثنی جبرئیل بن احمد قال
محمد بن عیسیٰ عن یونس عن حماد الناب قال جلس ابو بصیر علی باب ابی عبد اللہ علیہ
السلام لیطلب الاذن فلم یؤذن لہ فقال لو کان معنا طبق لاذن قال فجاء کلب فشغر فی وجہ
ابی بصیر قال اف اف ما ھذا قال جلیسہ ھذا کلب شغر فی وجھک۔ ترجمہ (بحذف اسناد)
حماد ناب کا بیان ہے کہ ابو بصیر امام جعفر صادق کے دروازے پر بیٹھ گیا کہ اندر جانے کی اجازت لے
مگر اسے اجازت نہ ملی۔ اس پر ابو بصیر نے کہا۔ کہ اگر ہمارے ساتھ خوان ہوتا۔ تو امام صاحب بلا لیتے

راوی کا قول ہے کہ اتنے میں ایک کتے نے آکر ابو بصیر کی پیشانی پر پیشاب کر دیا۔ ابو بصیر چلا اٹھا اف اف یہ کیا ہے۔ اس کے ہمنشین نے کہا۔ یہ کتا ہے۔ اس نے تیری پیشانی پر پیشاب کر دیا ہے۔ انتہے۔ اس روایت میں بھی امام صادق کو بڑا طامع بتایا گیا ہے۔

(ے) رجال کشی صفحہ ۱۱۷ میں ہے۔ حمدویہ قال حدثنی یعقوب بن یزید عن ابن ابی عمیر عن علی بن عطیۃ قال قال ابو عبد اللہ علیہ السلام لعبد الملک بن اعین کیف سمیت ابنک ضریسًا فقال کیف سماک ابوک جعفر قال ان جعفرا نہر فی الجنۃ وضریس اسم شیطان۔ ترجمہ۔ (بحذف اسناد)۔ امام جعفر صادق نے عبد الملک بن اعین سے پوچھا کہ تو نے اپنے بیٹے کا نام ضریس کیسے رکھا۔ اس پر عبد الملک نے کہا۔ کہ تیرے باپ نے تیرا نام جعفر کیسے رکھا۔ امام نے فرمایا کہ جعفر بہشت میں ایک نہر کا نام ہے۔ اور ضریس ایک شیطان کا نام ہے۔ انتہے۔ دیکھئے یہاں عبد الملک نے امام پر جعفر کے معنے میں کیسی چوٹ کی ہے +

مصنف نے جو امام موسےٰ کاظم کی نسبت بحوالہ کتاب الضعفا للعسقلانی لکھا ہے۔ کہ حدیثہ غیر محفوظ۔ اس کے بارے میں گذارش ہے۔ کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس نام کی کوئی کتاب نہیں لکھی۔ ہاں علامہ ذہبی نے امام موصوف کی نسبت یوں لکھا ہے۔ (موسیٰ بن جعفر ت ق) قال ابن ابی حاتم صدوق امام وقال ابوہ ابو حاتم ثقۃ امام...... قلت روی عنہ بنوہ علی الرضا وابراہیم واسمٰعیل وحسین واخواہ علی ومحمد وانما اوردتہ لان العقیلی ذکرہ فی کتابہ وقال حدیثہ غیر محفوظ یعنی فی الایمان قال الحمل فیہ علی ابی الصلت الہروی قلت فاذا کان الحمل علی ابی الصلت فما ذنب موسیٰ تذکرہ۔ یعنے امام موسیٰ کاظم کی روایت ترمذی و ابن ماجہ میں موجود ہے۔ ابن ابی حاتم کا قول ہے کہ موسےٰ کاظم صدوق امام ہیں۔ اور ان کے باپ ابو حاتم کا قول ہے کہ .... امام موسےٰ ثقہ امام ہیں...... میں کہتا ہوں کہ موسےٰ کاظم سے ان کے بیٹوں علی رضا اور ابراہیم اور اسماعیل اور حسین نے اور ان کے بھائیوں علی اور محمد نے روایت کی ہے۔ میں نے امام موسےٰ کا ذکر اپنی اس کتاب میں اس واسطے کیا ہے۔ کہ عقیلی نے اپنی کتاب میں ان کا ذکر کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ ان کی حدیث غیر محفوظ ہے یعنے ایمان میں۔ اور بتایا ہے۔ کہ یہ جرح ابو الصلت ہروی پر محمول ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جب ابو الصلت ہروی پر محمول ہے۔ تو موسےٰ نے کیا گناہ کیا۔ کہ ان کا ذکر کیا ہے۔ انتہے۔ ابو الصلت ہروی یعنے عبد السلام بن صالح کی نسبت میزان الاعتدال میں یوں لکھا ہے۔ قال العقیلی رافضی خبیث وقال ابن عدی متہم وقال النسائی لیس بثقۃ وقال

الدارقطنی رافضی خبیث متھم بوضع حدیث الایمان اقرار بالقول ونقل عنہ انہ قال کلب للعلویۃ خیر من بنی امیۃ - ترجمہ عقیلی نے کہا کہ ابو الصلت رافضی خبیث ہے - اور ابن عدی کا قول ہے کہ وہ متہم ہے - اور نسائی کا قول ہے کہ وہ ثقہ نہیں - اور دارقطنی کا قول ہے کہ وہ رافضی خبیث ہے - جو حدیث الایمان اقرار بالقول (ایمان زبان سے اقرار کا نام ہے) کے وضع کرنے کے ساتھ متہم ہے - اور اس سے منقول ہے - کہ علویوں کا کتا بنی امیہ سے بہتر ہے - انتہے تہذیب التہذیب میں عبدالسلام بن صالح کے ترجمہ میں ہے - قال ابو الحسن وروی حدیث الایمان اقرار بالقول وھو متھم بوضعہ لم یحدث بہ الا من سرقہ منہ فھو الابتداء فی ھذا الحدیث وقال البرقانی وحکی لنا ابو الحسن انہ سمع یقول کلب للعلویۃ خیر من جمیع بنی امیۃ فقیل ان فیھم عثمان فقال فیھم عثمان - ترجمہ - ابو الحسن نے کہا - کہ عبدالسلام نے حدیث الایمان اقرار بالقول روایت کی ہے - اور وہی اس حدیث کے وضع کرنے کے ساتھ متہم ہے - اور کسی نے جو اس کی روایت کی ہے عبدالسلام سے سرقہ کیا ہے - پس اس حدیث کی ابتدار عبدالسلام سے ہے - اور برقانی نے کہا کہ ابو الحسن نے ہم سے بیان کیا کہ میں نے عبدالسلام کو یہ کہتے سنا - کہ علویوں کا کتا تمام بنی امیہ سے بہتر ہے - پس اس سے کہا گیا - کہ تمام بنی امیہ میں تو حضرت عثمانؓ بھی داخل ہیں - اس نے جواب دیا کہ ان میں عثمانؓ داخل ہیں - انتہے - اب مصنف کی خوش فہمی دیکھئے کہ حدیث غیر محفوظ سے وہ یہ سمجھتا ہے - کہ امام موسےٰ کاظم کی تمام حدیثیں غیر محفوظ ہیں حالانکہ یہ صرف ایک حدیث کی نسبت ہے - اور اس میں بھی امام موصوف کی کوئی خطا نہیں - بلکہ ایک خبیث رافضی نے یہ حدیث وضع کی ہے - اور اس کے اسناد میں علی رضا - موسےٰ کاظم - جعفر صادق - محمد باقر - زین العابدین - امام حسین - علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالےٰ عنہم سب کو لایا ہے - حدیث زیر بحث ابن ماجہ (باب فی الایمان) میں بدیں الفاظ مذکور ہے - حدثنا سھل بن ابی سھل ومحمد بن اسمٰعیل قالا ثنا عبدالسلام بن صالح ابو الصلت الھروی ثنا علی بن موسی الرضی عن ابیہ عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن علی بن الحسین عن ابیہ عن علی بن ابی طالب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الایمان معرفۃ بالقلب وقول باللسان وعمل بالارکان قال ابو الصلت لو قرئ ھذا الاسناد علی مجنون لبرأ انتھی - ابن ماجہ میں ابو الصلت کی صرف یہی ایک روایت ہے -

امام علی رضا کی نسبت میزان الاعتدال میں یوں لکھا ہے - علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد

الهاشمی العلوی) الرضا عن ابیه عن جده قال ابن طاهر یاتی عن ابیه بعجائب. قلت
انما الشان فی ثبوت السند الیه والا فالرجل قد کذب علیه ووضع علیه نسخة سائرها الکذب
علی جده جعفر الصادق فروی عنه ابو الصلت الهروی احد المتهمین ولعلی بن مهدی
القاضی عنه نسخة ولابی احمد عامر بن سلیمان الطائی عنه نسخة کبیرة ولداؤد بن
سلیمان القزوینی عنه نسخة مات سنة ثلاث ومأتین قال ابو الحسن الدارقطنی ان ابن
حبان فی کتابه قال علی بن موسی الرضی یروی عن ابیه عجائب یهم ویخطی۔ ترجمہ
علی رضا بن موسے بن جعفر بن محمد ہاشمی علوی حدیثیں روایت کرتے ہیں اپنے باپ موسے کاظم سے۔ اور موسیٰ
کاظم ان کے دادا جعفر صادق سے۔ ابن طاہر کا قول ہے کہ علی رضا اپنے باپ سے عجیب باتیں روایت
کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ کلام علی رضا کی طرف اس سند کے ثبوت میں ہے۔ ورنہ امام رضا پر جھوٹ
تھوپا گیا ہے۔ اور ان پر ایک نسخہ وضع کیا گیا ہے۔ جو تمام ان کے دادا جعفر صادق پر افترا ہے۔ جس کو
ابو الصلت ہروی نے جو متہمین بالوضع میں سے ہے آپ سے روایت کیا ہے۔ اور علی بن مہدی قاضی کا
ایک نسخہ بروایت امام رضا ہے۔ اور ابو احمد عامر بن سلیمان طائی کا ایک نسخہ بروایت رضا ہے۔ اور
داؤد بن سلیمان قزوینی کا ایک نسخہ آپ ہی کی روایت سے ہے۔ امام رضا نے ۲۰۳ھ میں وفات پائی
ابو الحسن دارقطنی کا قول ہے کہ ابن حبان نے اپنی کتاب میں یوں کہا ہے۔ کہ علی بن موسی الرضی اپنے باپ
سے عجیب باتیں روایت کرتے ہیں۔ اور وہم کرتے ہیں اور خطا کرتے ہیں۔ انتہیٰ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے
تہذیب التہذیب میں ابن حبان کا قول بحوالہ انساب ابن سمعانی نقل کر کے یوں لکھا ہے۔ قلت و
اورد له ابن حبان بسند عن آبائه مرفوعا السبت لنا والاحد لشیعتنا والاثنین لبنی
امیة والثلاثاء لشیعتهم والاربعاء لبنی العباس والخمیس لشیعتهم والجمعة للناس
جمیعا۔ وبه لما اسری بی الی السماء فسقط الی الارض من عرقی فنبت منه الورد
فمن احب ان یشم رائحتی فلیشم الورد۔ وبه ادهنوا بالبنفسج فانه بارد فی الصیف حار
فی الشتاء۔ وبه من اکل رمانة بقشرها حتی بیسته انار الله قلبه اربعین یوما۔ وبه
الحناء بعد النورة امان من الجذام۔ وبه کان صلی الله علیه وسلم اذا عطس قال له علی یرفع
الله ذکرك واذا عطس علی قال له اعلی الله کعبك وفیه من ادی فریضة فله عند الله
دعوة مستجابة۔ قال الساجی فی ذیل الکامل لم یذکر ابن حبان هل نقده لاحادیث
من روایة ابی الصلت عن علی ام لا۔ قلت وهی من روایة ابی الصلت هی وغیره ای فی

نسخة مفردة۔ قال النباتي حديث[۵] اكل الرمان منكر وحديث الورد انكر وحديث البنفسج منكر وحديث الرمانة انكر وحديث الحناء اوهى واطم وحق لمن يروي مثل هذا ان يترك ويهجر ثم قال ابن السمعاني والخلل في رواياته عن رواته فانه ما روى عنه الا متروك والمشهور من روايته الصحيفة ورواتها عنه مطعون فيه وكان الرضي من اهل العلم والفضل مع شرف النسب۔ ترجمہ۔ میں کہتا ہوں کہ ابن حبان نے بروایت امام رضا عن آبائہ سند کے ساتھ بطریق رفع یہ حدیث نقل کی ہے۔ کہ روز شنبہ ہمارے واسطے اور یکشنبہ ہمارے شیعہ کے لئے ہے۔ اور دوشنبہ بنی امیہ کے لئے اور سہ شنبہ ان کے شیعہ کے لئے ہے۔ اور چہارشنبہ بنی عباس کے لئے۔ اور پنجشنبہ ان کے شیعہ کے لئے ہے۔ اور جمعہ تمام لوگوں کے لئے ہے۔ اور اسی سند کے ساتھ یہ حدیث نقل کی ہے کہ جب شب معراج میں مجھے آسمان پر لے گئے تو میرا کچھ پسینہ زمین پر گر پڑا۔ پس اس سے گلاب اگا۔ لہٰذا جو شخص میری خوشبو سونگھنا چاہے وہ گلاب کو سونگھ لے۔ اور اسی سند کے ساتھ یہ حدیث نقل کی ہے کہ روغن بنفشہ ملو کیونکہ گرما میں وہ ٹھنڈا اور سرما میں گرم ہے۔ اور اسی سند کے ساتھ یہ حدیث نقل کی ہے کہ جس نے انار کو چھلکے سمیت کھایا یہاں تک کہ تمام کھا گیا۔ خدا اس کے دل کو چالیس روز تک نورانی رکھے گا۔ اور اسی سند کے ساتھ یہ حدیث نقل کی ہے کہ نورہ کے بعد مہندی لگانا جذام سے امان ہے۔ اور اسی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی۔ تو حضرت علی آپ کے لئے یوں کہتے۔ یرفع اللہ ذکرک (خدا آپ کا ذکر بلند کرے) اور جب حضرت علی کو چھینک آتی۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان کے لئے یوں دعا کرتے۔ اعلی اللہ کعبک (خدا آپ کو شرف بخشے) اور اسی میں ہے کہ جس نے فریضہ ادا کیا۔ خدا اس کی دعا قبول کر لیتا ہے۔ نباتی نے کامل کے ذیل میں کہا کہ ابن حبان نے یہ ذکر نہیں کیا۔ کہ یہ حدیثیں بروایت ابوالصلت از رضا ہیں یا نہیں۔ میں کہتا ہوں۔ کہ یہ حدیثیں ابوالصلت کی روایت سے ہیں۔ اور یہ اور دیگر احادیث ایک علیحدہ نسخہ میں ہیں۔ نباتی کا قول ہے کہ دونوں کی حدیث منکر ہے۔ اور گلاب کی حدیث اس سے بڑھ کر منکر ہے۔ اور بنفشہ کی حدیث

---

۵ ابن عدی (متوفی ۳۶۵ھ) نے جرح وتعدیل میں کامل فی معرفة الضعفاء والمتروکین تصنیف کی۔ اس پر ابوالعباس احمد بن محمد بن مفرج النباتی الاشبیلی معروف بابن الرومیة (متوفی ۶۳۷ھ) نے ایک ضخیم ذیل لکھا ہے۔ جس کا نام الحافل فی تکملة الکامل ہے کذا فی کشف الظنون۔

منکر ہے۔ اور انار کی حدیث اس سے بڑھ کر منکر ہے۔ اور ہندی کی حدیث نہایت ضعیف اور مجروح ہے۔ اور جو شخص ایسی حدیثیں روایت کرے وہ اس قابل ہے کہ ترک کر دیا جائے۔ اور اس سے اجتناب کیا جائے۔ بعلاوہ ازاں ابن سمعانی (متوفی ۵۶۲ھ) نے کہا کہ امام رضا کی روایتوں میں خلل آپ کے راویوں کے سبب سے ہے۔ کیونکہ بجز متروک کے آپ سے کسی نے روایت نہیں کی۔ اور آپ کی روایت سے مشہور صحیفہ ہے۔ اس کا جو راوی آپ سے ہے وہ مجروح ہے۔ اور امام رضا شرف نسب کے علاوہ اہل علم و فضل سے تھے۔ انتہٰی۔ اس بیان سے ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ رافضیوں نے کس طرح موضوع حدیثیں امام رضا کی طرف منسوب کر کے ان کو بے توقیر بنا دیا ہے۔

امام حسن عسکری کا حال بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہیئے۔ چنانچہ ان کی طرف ایک موضوع قصہ کی روائت منسوب کی گئی ہے۔ جسے علامہ سیوطی نے یوں ذکر کیا ہے۔ ابو الحسین بن المهتدی باللہ فی فوائدہ انبانا ابو الفرج الحسن بن احمد بن علی الحمدانی حدثنا عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن شاذان حدثنا احمد بن محمد بن مهران بن جعفر الرازی بحضرة ابی خثیمة حدثنی مولای الحسن بن علی صاحب العسکر حدثنی علی بن محمد حدثنی ابی محمد بن علی بن موسیٰ الرضی حدثنی ابی موسیٰ بن جعفر حدثنی ابی جعفر بن محمد عن ابیہ محمد بن علی عن جابر بن عبد اللہ مرفوعًا لما خلق اللہ تعالیٰ آدم وحواء تبخترا فی الجنة وقالا ما خلق اللہ خلقًا احسن منا فبینما هما کذلک اذ هما بصورة جارية لم یر الراؤن احسن منها لها نور شعشانی یکاد یطفیٔ الابصار علی راسها تاج وفی اذنیها قرطان فقالا یا رب ما هذه الجارية قال صورة فاطمة بنت محمد سید ولدك فقالا ما هذا التاج علی راسها قال هذا بعلها علی بن ابی طالب قالا فما هذان القرطان قال ابناها الحسن والحسین وجد ذلك فی غامض علمی قبل ان اخلقك بالفی عام (اللآلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة۔ مطبوعہ مصر۔ جزء اول صفحہ ۲۰۵) ترجمہ (بحذف اسناد) جب اللہ تعالےٰ نے آدم و حوا کو پیدا کیا۔ تو وہ بہشت میں ناز سے ٹہلنے لگے اور کہنے لگے۔ کہ خدا نے کوئی مخلوق ہم سے خوبصورت پیدا نہیں کیا۔ اسی حال میں اچانک ان کو ایک لڑکی کی صورت دکھائی دی کہ دیکھنے والوں نے اس سے خوبصورت نہ دیکھی ہوگی۔ اس کا دراز خوبصورت نور آنکھوں کو چندھیا دیتا تھا۔ اس کے سر پر ایک تاج تھا۔ اور کانوں میں دو بالیاں تھیں۔ دونوں نے پوچھا۔ یارب یہ لڑکی کیسی ہے۔ خدا نے فرمایا کہ یہ تیری اولاد کے سردار محمد کی بیٹی فاطمۂ کی صورت ہے۔ پوچھا کہ اس کے

سر پر یہ تاج کیسا ہے۔ خدا نے فرمایا کہ یہ فاطمہ کے شوہر علی بن ابی طالب ہیں۔ پھر پوچھا کہ یہ دو بالیاں کیسی ہیں۔ ارشاد ہوا کہ یہ فاطمہ کے بیٹے حسن و حسین ہیں۔ یہ میرے علم غامض میں تیری پیدائش سے دو ہزار سال پہلے موجود تھا۔

اخیر میں مصنف نے جو لکھا ہے کہ مذہب امامیہ اور مذہب اہلسنت بوجہ اختلاف کبھی آپس میں نہ ملیں گے۔ بالکل درست ہے۔ کیونکہ حق و باطل کا اتحاد ناممکن ہے۔ مذہب اہلسنت وجماعت یقیناً حق ہے۔ اور مذہب امامیہ باطل۔ جامع الاخبار للشیخ الصدوق (مطبوعہ ایران ۱۳۱۲ھ۔ الفصل السادس والثلاثون فی صلوٰۃ الجماعۃ۔ صفحہ ۹۲-۹۳) میں ایک طویل حدیث صلوٰۃ جماعت کی فضیلت میں یوں شروع ہوتی ہے۔ عن ابی سعید الخدری عن النبی ص قال اتانی جبرئیل مع سبعین الف ملئکۃ بعد صلوٰۃ الظہر (ابوسلمہ بروایت ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جبرئیل ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ نماز ظہر کے بعد میرے پاس آئے) اس حدیث میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نماز جماعت کی فضیلت یوں بیان فرماتے ہیں۔ یا محمد رکعۃ یصلیہا المومن مع الامام خیر لہ من ان یتصدق مائۃ الف دینار علی المساکین و سجدۃ یسجدھا مع الامام خیر لہ من عبادۃ سنۃ و رکعۃ یرکعہا المومن مع الامام خیر لہ من مائتی رقبۃ یعتقہا فی سبیل اللہ تعالیٰ ولیس علی من مات علی السنۃ والجماعۃ عذاب القبر ولا شدۃ یوم القیامۃ۔ ترجمہ۔ اے محمدؐ ایک رکعت جو مومن امام کے ساتھ پڑھے۔ اس کے لئے بہتر ہے اس سے کہ ایک لاکھ دینار مساکین پہ صدقہ کرے۔ اور ایک سجدہ جو امام کے ساتھ کرے اس کے لئے ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ اور ایک رکوع جو مومن امام کے ساتھ کرے اس کے لئے فی سبیل اللہ تعالےٰ دو سو غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے۔ اور جو شخص سنت وجماعت پر وفات پائے اس کے لئے نہ عذاب قبر ہے اور نہ روز قیامت کی شدت۔ انتہیٰ۔ کتاب الخصال لابن بابویہ (مطبوعہ ایران ۱۳۰۲ھ۔ صفحہ ۱۴۱) میں ہے۔ حدثنا ابو احمد محمد بن جعفر البندار الشافعی بفرغانہ قال حدثنا مجاھد بن اعین بن داؤد قال حدثنا محمد بن الفضل قال حدثنا ابن لھیعۃ عن سعید بن ابی ھلال عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ ص ان بنی اسرائیل تفرقت علی احدی وسبعین فرقۃ فھلک سبعون فرقۃ وتخلص فرقۃ وان امتی ستفترق علی اثنین وسبعین فرقۃ یھلک احدی وسبعون وتتخلص فرقۃ قالوا یا رسول اللہ ص من تلک الفرقۃ قال الجماعۃ الجماعۃ الجماعۃ۔ ترجمہ (بحذف اسناد)

رسول اللہ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے اکہتر فرقے بن گئے پس ستر فرقے ہلاک ہوگئے اور ایک فرقہ نجات پائیگا اور میری امت کے بہتر فرقے ہوں گے۔ اکہتر ہلاک ہوں گے اور ایک فرقہ نجات پائیگا۔ حاضرین نے عرض کی یارسول اللہ وہ فرقہ کونسا ہے؟ فرمایا جماعت، جماعت، جماعت، انتہے۔ حضرت امیرؑ فرماتے ہیں۔ الزموا السواد الاعظم فان ید اللّٰہ علی الجماعۃ (نہج البلاغہ جزء اوّل صفحہ ۱۸۱) یعنی سواد اعظم کے ساتھ رہو۔ کیونکہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ انتہے۔

قال السید امداد امام

خلافت کے متعلق اہل سنت اور امامیہ کے عقائد

ہرچند امامیہ اور حضرات اہل سنت خلافت کو ایک امر برحق جانتے ہیں۔ مگر دونوں کے تمام تر دو رنگ ہیں۔ گو دونوں فرقے بارہ خلیفہ ہائے برحق کے قائل ہیں۔ اس موافقت کی وجہ یہ ہے۔ کہ حدیث خلفائے اثنا عشر فریقین میں مسلّم مانی ہوئی ہے۔ لیکن امر مختلف فیہ جو ہے وہ یہ ہے کہ فریقین بارہ خلیفوں کے نامزد کرنے میں اختلاف عظیم رکھتے ہیں۔ وہ حدیث نبوی ؐ جو مقبول فریقین ہے یہ ہے عن جابر ابن سمرۃ قال دخلت مع ابی علی النبی ؐ فسمعتہ یقول ان ھذا الامر لا ینقضی حتی یمضی فیھم اثنا عشر خلیفۃ قال ثم تکلم بکلام خفی علی قال فقلت لابی ما قال قال کلھم من قریش (دیکھو بخاری و مسلم مع نووی کتاب الامارت صفحہ ۱۱۹) ترجمہ جابر ابن سمرہ سے روایت ہے۔ کہ میں اپنے باپ کے ساتھ خدمت رسول اللہ ؐ میں گیا۔ میں نے سنا کہ پیغمبر ؐ فرماتے تھے کہ ضرور یہ امر پورا نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ اس میں بارہ خلیفے نہ ہوں۔ جابر کہتے ہیں کہ پھر آنحضرت ؐ نے ایسا کلام کیا جو مجھ پر پوشیدہ رہا۔ تب میں نے اپنے باپ سے دریافت کیا۔ کہ آنحضرت ؐ نے کیا فرمایا۔ انہوں نے جواب دیا کہ جناب رسول خدا ؐ نے فرمایا۔ کہ کل خلیفے قریش سے ہوں گے۔ اس حدیث کی بنا پر علمائے اہلسنت نے اپنے بارہ خلیفے یوں گنے ہیں۔ ابوبکرؓ صدیق۔ عمرؓ فاروق۔ عثمانؓ غنی۔ علیؓ۔ معاویہؓ بن ابی سفیان۔ اور سات خلیفہ از عبد الملک تا بہ عمر ابن عبد العزیز کچھ علمائے اہل تسنن بعد حضرت معاویہ کے حضرت یزید کو اور حضرت یزید کے بعد اور خلفائے بنی امیہ کو مسلسل طور پر خلفائے اثنا عشر میں داخل کرتے گئے ہیں۔ راقم الحروف کے استاد مولوی سید محمد گل صاحب جلال آبادی بھی یزید کی خلافت حقہ کے قائل تھے۔ اور راقم الحروف بھی اپنی طالب علمی کے زمانہ میں یہی مذہب رکھتا تھا۔ جاننا چاہیئے کہ اہل سنت کے جس فرقہ نے حضرت یزید

کو فہرست خلفائے اثنا عشر سے خارج کر دیا ہے اس کی حجت یہ ہے کہ یزید چونکہ فاسق اور فاجر
تھا۔ اس لئے اس کو خلفائے اثنا عشر میں داخل نہیں کر سکتے۔ مگر جس فرقہ نے حضرت یزید کو بعد
حضرت معاویہ کے خلیفہ مانا ہے۔ وہ یہ کہتا ہے۔ کہ اصولاً عصمت شرط خلافت نہیں ہے۔ اصول کی رو
سے خلیفہ برحق ہونے کے واسطے تمام شروط خلافت سے صرف ایک شرط کا ہونا کافی ہے۔ حضرت
یزید میں تو بہت سی شرطیں موجود ہیں۔ حضرت یزید کے حسب حال حضرت ابو بکر کا اجماع موجود ہے
اجماع کے لئے صرف دو آدمی کافی ہوتے ہیں۔ حضرت یزید کے لئے تو لاکھوں آدمی کا اجماع موجود
تھا۔ علاوہ اس شرط کے حضرت یزید کے موافق حال حضرت عمر کے استخلاف حضرت عثمان کے شوریٰ
اور حضرت معاویہ کے غلبہ و قہر کی شرطیں پائی جاتی ہیں۔ ایسی صورتوں میں حضرت یزید کا خلیفہ برحق
شمار کیا جانا اصول خلافت کے خلاف نہیں ہے۔ اس رو سے مسلسل طور پر بارہ خلفا کا شمار عمل میں لانا
چاہیئے نہ کہ گنڈے دار طور پر جیسا کہ دوسرے فریق کے علمائے اہل تسنن نے کیا ہے۔ اور اسی اصول کی
پابندی سے حضرت یزید کو زمرہ خلفائے اثنا عشر سے خارج کر دیا ہے۔ یہ تقریر بے سروپا انداز کی نہیں
ہے۔ لاریب کوئی پابند اصول خلافت حضرت یزید کو زمرہ خلفائے اثنا عشر سے خارج نہیں کر سکتا ہے
چنانچہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے اپنی کتاب ازالۃ الخفا میں سلسلہ وار بارہ
خلفائے اہلسنت کے نام درج فرمائے ہیں۔ اور حضرت یزید بھی جناب شاہ صاحب ممدوح کے خلفا
میں داخل دیکھے جاتے ہیں۔ یہ تو حساب حضرات اہلسنت کے خلفائے اثنا عشر کا تھا جو عرض ہوا۔ اب
فرقہ امامیہ کے خلفائے اثنا عشر شمار کئے جاتے ہیں۔ ان کے شمار میں کسی شیعہ اثنا عشری کو اختلاف
نہیں ہے۔ ان شیعوں کے خلفا یہ ہیں۔ علی ابن ابی طالب۔ امام حسن۔ امام حسین۔ امام زین
العابدین۔ امام محمد باقر۔ امام جعفر صادق۔ امام موسیٰ کاظم۔ امام علی رضا۔ امام محمد تقی۔ امام علی نقی۔ امام حسن
عسکری۔ امام محمد مہدی۔ (صلوات اللہ علیہم) واضح ہو کہ امامیہ رسول اللہ ص کی خلافت کو قرآنی دلائل اور
حدیث ثقلین کی بنیاد پر امر من جانب اللہ سمجھتے ہیں۔ اور خلفا کی عصمت کے تمامتر قائل ہیں۔ فرقہ
امامیہ کے نزدیک خلیفہ کا معصوم ہونا ایک امر ضروری ہے۔ امامیہ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ص معصوم تھے
اس لئے آنحضرت ص کے جانشینوں کو بھی معصوم ہونا چاہیئے معصوم کا جانشین غیر معصوم نہیں ہو سکتا
حضرات اہل سنت معاملہ خلافت میں اس کے برخلاف عقیدہ رکھتے ہیں۔ یہ حضرات خلافت کو امر من
جانب اللہ نہیں جانتے ہیں۔ مصباح الظلم صفحہ ۴۷ - ۴۸ +

اقول

حدیث جابر بن سمرہ کئی طرق سے مروی ہے۔ سنن ابی داؤد باب الملاحم میں ہے۔

(۱) حدثنا عمرو بن عثمان نا مروان بن معاویۃ عن اسمعیل یعنی ابن ابی خالد عن ابیہ عن جابر بن سمرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یزال هذا الدین قائما حتی یکون علیکم اثنا عشر خلیفۃ کلهم تجتمع علیه الامۃ فسمعت کلاما من النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم افهمه فقلت لابی ما یقول قال کلهم من قریش۔

ترجمہ۔ (بحذف اسناد) ابو خالد سے روایت ہے۔ کہ جابر بن سمرہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ کہ فرماتے تھے کہ یہ دین قائم رہے گا۔ یہاں تک کہ تم پر بارہ خلیفے ہوں گے جن میں سے ہر ایک پر امت اجماع و اتفاق کرے گی۔ پس میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک کلام سنا۔ جسے میں نہ سمجھا۔ میں نے اپنے باپ سے پوچھا۔ کہ حضرت کیا فرماتے ہیں۔ جواب دیا۔ کہ حضرت فرماتے ہیں۔ کہ وہ سب قریش سے ہوں گے۔ انتہے۔

(۲) حدثنا موسی بن اسمعیل نا وهیب نا داؤد عن عامر عن جابر بن سمرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یزال هذا الدین عزیزا الی اثنی عشر خلیفۃ قال فکبر الناس وضجوا ثم قال کلمۃ خفیفۃ قلت لابی یا ابت ما قال قال کلهم من قریش۔ ترجمہ۔ (بحذف اسناد)۔ عامر سے روایت ہے کہ جابر بن سمرہ نے کہا۔ کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سنا۔ کہ فرماتے تھے۔ کہ یہ دین بارہ خلیفوں تک غالب رہے گا راوی کا بیان ہے۔ کہ یہ سن کر لوگوں نے اللہ اکبر کہا۔ اور بانگ و فریاد کی۔ پھر حضرت نے ایک خفیف کلمہ فرمایا۔ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ حضرت نے کیا فرمایا۔ جواب دیا کہ فرماتے ہیں۔ کہ وہ سب قریش سے ہوں گے۔ انتہے +

(۳) حدثنا ابن نفیل نا زهیر نا زیاد بن خیثمۃ نا الاسود بن سعید الهمدانی عن جابر بن سمرۃ بهذا الحدیث زاد فلما رجع الی منزله اتته قریش فقالوا ثم یکون ماذا قال ثم یکون الهرج۔ یعنی اسود بن سعید ہمدانی سے روایت ہے کہ جابر بن سمرہ نے یہ حدیث بیان کی۔ اور اتنا اور کہا کہ جب حضرت اپنے دولت خانہ میں تشریف لے گئے۔ تو قریش آپ کی خدمت میں آئے۔ اور پوچھا کہ بعد ازاں کیا ہوگا۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کے بعد ہرج یعنی فتنہ ہوگا انتہی

ابن بابویہ نے کتاب الخصال صفحہ ۲، تا ۷ میں اس حدیث کو یوں نقل کیا ہے۔

(۱) حدثنا احمد بن الحسن القطان قال حدثنا ابو بکر احمد بن محمد بن عبید النیسابوری قال حدثنا ابو القاسم هرون بن اسحاق یعنی الهمدانی قال حدثنی عمی ابراهیم بن محمد عن زیاد بن علاقة و عبد الملک بن عمیر عن جابر بن سمرة قال کنت مع ابی عند النبی ص فسمعته یقول یکون بعدی اثنا عشر امیرا ثم اخفی صوته فقلت لابی ما الذی اخفی رسول الله ص قال کلهم من قریش ۔ یعنے زیاد بن علاقہ۔ اور عبدالملک بن عمیر سے روایت ہے۔ کہ جابر بن سمرہ نے کہا کہ میں اپنے باپ کے ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھا۔ میں نے حضرت کو سنا کہ فرماتے تھے کہ میرے بعد بارہ امیر ہوں گے۔ پھر آپ نے اپنی آواز مدہم کر لی۔ میں نے اپنے باپ سے پوچھا۔ کہ حضرت نے پوشیدہ کیا فرمایا۔ جواب دیا کہ فرمایا کہ وہ سب قریش سے ہوں گے۔ انتہے۔

(۲) حدثنا احمد بن الحسن القطان قال حدثنا عبد الرحمن بن ابی حاتم قال حدثنا العلاء بن سالم قال حدثنا یزید بن هارون قال اخبرنا شریک عن سماک و عبد الله بن عمیر وحصین بن عبد الرحمن قالوا سمعنا جابر بن سمرة یقول دخلت علی رسول الله ص مع ابی فقال لا تزال هذه الامة صالحا امرها ظاهرة علی عدوها حتی یمضی اثنا عشر ملکا او قال اثنا عشر خلیفة ثم قال کلمة خفیت علی فسألت ابی فقال قال کلهم من قریش ۔ یعنے سماک وعبداللہ بن عمیر وحصین بن عبدالرحمن کا بیان ہے کہ ہم نے جابر بن سمرہ کو سنا کہ کہہ رہے تھے کہ میں اپنے باپ کے ساتھ رسول اللہ ص کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ اس امت کا حال اچھا رہے گا۔ اور یہ اپنے دشمن پر غالب رہے گی یہانتک کہ بارہ بادشاہ یا فرمایا بارہ خلیفے گزر جائیں گے۔ پھر حضرت نے ایک کلمہ فرمایا۔ جو مجھ پر پوشیدہ رہا۔ اس لئے میں نے اپنے باپ سے دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا کہ حضرت نے فرمایا۔ کہ وہ سب قریش سے ہوں گے۔ انتہے۔

(۳) حدثنا احمد بن الحسن القطان قال حدثنا عبد الرحمن بن ابی حاتم قال حدثنا اسحاق بن ابراهیم بن عبد الرحمن ابو یعقوب السمین البغوی قال حدثنا ابن علیة عن ابن عون عن الشعبی عن جابر بن سمرة قال کنت مع ابی فقال رسول الله ص لا یزال هذا الدین عزیزا منیعا سنیا ینصر علی من ناواه الی اثنی عشر خلیفة ثم تکلم بکلمة

اصنیھا الناس فقلت لابی ما الکلمة التی اصنیھا الناس فقال قال کلھم من قریش ۔ یعنے شعبی سے روایت ہے ۔ کہ جابر بن سمرہ نے کہا ۔ کہ میں اپنے باپ کے ساتھ تھا ۔ کہ رسول اللہ نے فرمایا ۔ کہ یہ دین بارہ خلیفوں تک غالب واستوار و بلند رہے گا ۔ اور دشمنوں پر فتح پاتے رہیں گے ۔ پھر حضرت نے ایک کلمہ فرمایا ۔ جسے لوگوں نے مجھے سننے نہ دیا ۔ میں نے اپنے باپ سے پوچھا ۔ کہ وہ کلمہ کیا ہے ؟ جو لوگوں نے مجھے سننے نہ دیا ۔ اس نے جواب دیا ۔ کہ حضرت نے فرمایا ۔ کہ وہ سب قریش سے ہوں گے ۔ انتہیٰ +

(۴) ۔ ابو القاسم عبد اللہ بن محمد قال حدثنا ابو عبد اللہ محمد بن سعید قال حدثنا الحسن بن اسمعیل الطیان قال حدثنا ابو اسامة عن ابن مبارک عن معمر عمن سمع وھب بن منبہ یقول یکون اثنا عشر خلیفة ثم یکون الھرج ثم یکون کذا ثم یکون کذا ۔ یعنی وہب بن منبہ کا قول ہے ۔ کہ بارہ خلیفے ہوں گے ۔ پھر ہرج یعنے فتنہ ہوگا ۔ پھر ایسا ہوگا ۔ پھر ایسا ہوگا ۔ انتہیٰ +

۔ مصنف جو حدیث زیر بحث میں خلفائے اثناعشر سے اپنے ائمہ اثناعشر مراد لیتا ہے ۔ درست نہیں ۔ بوجوہ ذیل :۔

(۱) خلفائے اثناعشر کا قریش سے منسوب ہونا دلالت کرتا ہے کہ وہ سب بنی ہاشم میں سے نہیں ہوں گے کیونکہ معمول ہے ۔ کہ جب ایک جماعت کوئی کام کرتی ہے ۔ اور وہ سب ایک بطن سے ہوں تو اسی بطن کا نام لیا کرتے ہیں ۔ اور جب مختلف بطون سے ہوں ۔ تو قبیلہ فوقانی کا نام لیا کرتے ہیں ۔ جو سب کا جامع ہو ۔

(۲) ۔ روایات نمبر (۲) سنن ابی داؤد ۔ اور نمبر (۳) کتاب الخصال سے ظاہر ہے ۔ کہ ان خلیفوں کے زمانے میں دین اسلام کو غلبہ ہوگا ۔ اور دشمن مغلوب ہوں گے ۔ مگر امامیہ کے ائمہ اثناعشر کے وقت میں دین اسلام کا غلبہ تو درکنار دین حق ظاہر ہی نہیں ہوا ۔ اور دشمن بجائے مغلوب ہونے کے غالب آتے رہے ۔ لہٰذا ائمہ دوازدہ و خلفائے دوازدہ کی عینیت بالکل باطل ہے ۔

(۳) روایات نمبر (۱) و (۲) ابوداؤد ۔ اور نمبر (۲) و (۳) ابن بابویہ میں حرف الیٰ یا حتیٰ کا مقتضا یہ ہے ۔ کہ جب بارہ خلیفوں کی خلافت منقضی ہو جائے گی ۔ تو فتنہ ظاہر ہوگا ۔ جیسا کہ ابوداؤد و ابن بابویہ کی اخیر کی روایتوں میں صراحت ہے ۔ مگر امامیہ قائل ہیں ۔ کہ جب ائمہ اثناعشر تمام ہونگے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے ۔ اور دین کمال پر پہنچے گا ۔ پس اگر ائمہ مراد ہوں تو

خائیت وصفیاً درست نہیں رہتا۔

(۴)۔ امام رضا امامت و امام کی تعریف یوں فرماتے ہیں۔ ان الامامة زمام الدین و نظام المسلمین وصلاح الدنیا وعز المومنین۔ ان الامامة اس الاسلام النامی وفرعه السامی۔ بالامام تمام الصلوٰة والزکوٰة والصیام والحج والجهاد وتوفیر الفیٔ والصدقات وامضاء الحدود والاحکام ومنع الثغور والاطراف۔ الامام یحل حلال الله ویحرم حرام الله ویقیم حدود الله ویذب عن دین الله ویدعوا الی سبیل ربه بالحکمة والموعظة الحسنة والحجة البالغة (اصول کافی۔ صفحہ ۱۲۰)۔ ترجمہ۔ بے شک امامت دین کی باگ اور مسلمانوں کا نظام اور دنیا کی صلاح اور مومنوں کی عزت ہے۔ بے شک امامت درخت اسلام کی بڑھنے والی جڑ اور اس کی بلند شاخ ہے۔ بے شک امام کے ساتھ نماز۔ زکوٰۃ۔ روزہ۔ حج۔ جہاد کا کمال اور فئے اور صدقات کی کثرت اور حدود و احکام شرع کا جاری کرنا اور ملکی سرحدوں اور اطراف بلاد اسلام کی حفاظت ہے۔ امام خدا کے حلال کو حلال اور خدا کے حرام کو حرام کرتا ہے۔ اور خدا کی حدود کو قائم رکھتا ہے۔ اور خدا کے دین سے ضرر کو دفع کرتا ہے۔ اور خدا کے راستہ کی طرف حکمت و موعظہ حسنہ اور حجت بالغہ کے ساتھ بلاتا ہے۔ انتہے۔ اس تعریف کی رو سے بارہ اماموں میں سے ایک بھی امام و خلیفہ ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ سب کے سب بجائے دین خدا کی دعوت کے دین کو چھپاتے رہے۔

(۵)۔ خود حضرت امیرؓ نے خلفائے ثلاثہ کی خلافت حقہ کو اور امام حسنؓ نے حضرت معاویہؓ کی خلافت کو تسلیم کیا ہے۔ جیسا کہ اس کتاب میں پہلے آچکا ہے۔ لہٰذا خلفائے ثلاثہ اور حضرت معاویہؓ ان خلفائے اثنا عشر میں ضرور شامل ہیں۔ پس امامیہ کے ائمہ اثنا عشر اس پیشین گوئی کا مصداق نہیں بن سکتے +

اب رہا یہ سوال کہ وہ خلفائے اثنا عشر کونسے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ان بارہ خلیفوں میں چار تو خلفائے راشدین اور پانچویں حضرت معاویہ ہیں۔ باقی سات بقول قاضی عیاض و حافظ ابن حجر عسقلانی (اشعۃ اللمعات) یہ ہیں۔ عبد الملک۔ عبد الملک کے چاروں بیٹے۔ عمر بن عبد العزیزؒ ولید بن یزید بن عبد الملک۔ مصنف نے حضرت معاویہؓ کے بعد سات خلیفوں کی تعیین میں جو اختلاف مابین علمائے اہلسنت بیان کیا ہے۔ اس میں مولانا شاہ ولی اللہ کی کتاب ازالۃ الخفا کے سوا اور کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ اور وہ بھی درست معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ شاہ صاحب اپنی کتاب قرۃ العینین مطبوعہ

مجتبائی دہلی۔ صفحہ ۲۹۷) میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔ پس تحقیق دریں مسئلہ آنست کہ چہار خلیفہ راشد و بعد ازیشاں معاویہ و عبدالملک و چہار پسر او و عمر بن عبدالعزیز و ولید بن یزید بن عبدالملک را اعتبار کنند... ..... و یزید بن معاویہ خود ازین میان ساقط است بجہت عدم استقرار او و مدت معتدبہا و سوء سیرت او۔ واللہ اعلم۔ انتہے۔ مخفی نہ رہے کہ پہلے چار خلیفوں کی خلافت خلافت نبوت ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا تھا۔ کہ خلافت میرے بعد تیس سال ہے۔ پھر امرا و ملوک ہوں گے۔ لہٰذا اگر حضرت معاویہؓ کے بعد کوئی عالم یزید کو بھی خلیفہ و بادشاہ کہے۔ تو بروئے روایت نمبر (۱) ابو داؤد گنجائش ہے کیونکہ کلھم تجتمع علیہ الامۃ میں اجتماع سے مراد انقیاد و اطاعت و اتفاق بربیعت ہے جو یزید میں موجود تھا۔ خواہ وہ پرلے درجہ کا فاسق و جابر تھا۔ اس صورت میں یزید کے خلیفہ ہونے سے یہ ہرگز مراد نہیں کہ وہ خلفائے راشدین و ائمہ مجتہدین میں سے تھا۔ شائد مصنف کو معلوم نہیں۔ کہ یہ وہی یزید ہے جس کی غلامی کا اقرار حسب روایت کلینی امام زین العابدین نے کیا تھا۔

امامیہ جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ معصوم تھے۔ اس لئے آنحضرت کے جانشینوں کو بھی معصوم ہونا چاہیئے۔ معصوم کا جانشین غیر معصوم نہیں ہو سکتا۔ یہ کیسی پوچ دلیل ہے۔ صاف یوں کیوں نہ کہہ دیا کہ آنحضرت کے جانشینوں کو بھی پیغمبر ہونا چاہیئے۔ کیونکہ پیغمبر کا جانشین غیر پیغمبر نہیں ہو سکتا۔ سچ پوچھئے تو امامیہ نے خلافت بلافصل کی دھن میں انبیائے کرام علیہم السلام کی نہائت اہانت کی ہے۔ بوجوہ ذیل :۔

(۱) شیعہ امامیہ اپنے ائمہ پر وحی خفی کے نزول کے قائل ہیں۔ جیسا کہ اس کتاب کے حصہ اول میں مذکور ہوا۔

(۲) شیعہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی اور دیگر ائمہ سوائے سیدنا محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کے سب پیغمبروں سے افضل ہیں۔ جیسا کہ اس تحفہ کے حصہ اوّل میں بیان ہوا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ شیعہ کے نزدیک امامت نبوت سے افضل ہے۔ چنانچہ ملا باقر مجلسی لکھتا ہے۔ واز بعضے اخبار معتبرہ کہ انشاء اللہ تعالیٰ بعد ازین مذکور خواہد شد معلوم مے شود کہ مرتبہ امامت بالاتر از مرتبہ پیغمبری است۔ چنانچہ حق تعالےٰ بعد از نبوت بحضرت ابراہیم خطاب فرمودہ کہ انی جاعلک للناس اماما (حیات القلوب۔ جلد سوم۔ صفحہ ۳) شیعہ کا رئیس المحدثین محمد بن یعقوب کلینی لکھتا ہے۔ محمد بن الحسن عمن ذکرہ عن محمد بن خالد عن محمد بن سنان عن زید الشحام قال سمعت ابا عبد اللّٰہ یقول ان اللّٰہ تبارک وتعالٰی اتخذ ابراھیم عبدا قبل ان یتخذہ نبیا وان اللّٰہ اتخذہ نبیا قبل ان یتخذہ

رسولاً وان اللہ اتخذہ رسولاً قبل ان یتخذہ خلیلاً قبل ان یجعلہ اماماً فلما جمع لہ الاشیاء قال انی جاعلک للناس اماماً قال فمن عظمہا فی عین ابراہیم قال ومن ذریتی قال لاینال عہدی الظالمین قال لایکون السفیہ امام التقی (اصول کافی نول کشوری صفحہ ۸۱)

ترجمہ (بحذف اسناد) زید شحام کا بیان ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق کو سنا۔ فرماتے تھے کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے ابراہیم کو بندہ صالح بنایا پیشتر اس کے کہ ان کو نبی بنائے۔ اور اللہ نے ان کو نبی بنایا پیشتر اس کے کہ ان کو رسول بنائے۔ اور اللہ نے ان کو رسول بنایا پیشتر اس کے کہ ان کو خلیل بنائے۔ اور اللہ نے ان کو اپنا خلیل بنایا پیشتر اس کے کہ ان کو امام بنائے۔ پس جب اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم کے لئے یہ ساری چیزیں جمع کر دیں۔ تو ارشاد فرمایا کہ میں تم کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ امام صادق نے فرمایا کہ چونکہ یہ چیزیں حضرت ابراہیمؑ کی نظر میں بزرگ تھیں۔ اس لئے عرض کی کہ میری اولاد میں سے امام بنا۔ باری تعالےٰ نے ارشاد فرمایا۔ کہ میرا عہد ظالموں کو نہ پہنچے گا۔ امام صادق نے فرمایا کہ نادان پرہیزگار کا امام نہیں ہوتا۔ انتہیٰ۔ ابن بابویہ رسالہ اعتقادات میں یوں لکھتا ہے۔ ویجب ان یعتقد ان اللہ عزوجل لم یخلق خلقاً افضل من محمد والائمۃ وانہم احب الخلق الی اللہ واکرمہم۔ ترجمہ۔ یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے۔ کہ اللہ عزوجل نے کوئی مخلوق محمدؐ اور ائمہ سے افضل پیدا نہیں کیا۔ اور یہ اللہ کے نزدیک تمام مخلوقات سے احب واکرم ہیں۔ انتہیٰ۔

(۳) شیعہ کہتے ہیں کہ پیغمبروں کی پیدائش اماموں کی طفیلی ہے بقصود بالذات اماموں کی پیدائش تھی۔ ان کی دلیل شیخ مفید کی روایت ذیل ہے محمد بن الحنفیۃ قال قال امیر المومنین سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول انا سید الانبیاء وانت سید الاوصیاء ولولا انا وانت لم یخلق اللہ الجنۃ یا علی ولا الملائکۃ ولا الانبیاء۔ ترجمہ محمد بن حنفیہ سے روایت ہے۔ کہ امیر المومنین نے فرمایا۔ کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ فرما رہے تھے۔ میں نبیوں کا سردار ہوں اور آپ اوصیاء کے سردار ہیں۔ اے علی اگر میں اور تم نہ ہوتے تو خدا نہ جنت پیدا کرتا نہ فرشتے۔ نہ انبیاء۔ انتہیٰ۔ (تحفہ اثناعشریہ صفحہ ۱۶۱)۔ ابن بابویہ رسالہ اعتقادات میں یوں لکھتا ہے۔ ونعتقد ان اللہ تبارک وتعالیٰ خلق جمیع الخلق لہ ولاہل بیتہ علیہم السلام وانہ لولاہم لما خلق اللہ سبحانہ السماء والارض ولا الجنۃ ولا النار ولا آدم ولا حواء ولا الملائکۃ ولا شیئاً مما خلق صلوات اللہ علیہم اجمعین۔ ترجمہ۔ ہم اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے تمام مخلوقات کو حضرت

ابو النعمان محمد بشیر قادری
خطیب جامع مسجد عیسےٰ بٹ مرحوم لاہور

محمدؐ اور آپ کے اہل بیت علیہم السلام کے لئے پیدا کیا ہے۔ اگر یہ نہ ہوتے۔ تو اللہ سبحانہ آسمان و زمین کو پیدا نہ کرتا نہ جنت کو نہ دوزخ کو نہ آدمؑ کو نہ حواؑ کو نہ فرشتوں کو نہ مخلوقات میں سے کسی شئی کو صلوات اللہ علیہم اجمعین۔ انتہےٰ۔

(۴) شیعہ کہتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے پیغمبروں سے ولائیت ائمہ کا عہد لیا۔ چنانچہ محمد بن حسن صفار (متوفی ۲۹۰ھ) یوں نقل کرتا ہے۔ حدثنا الحسن بن علی بن النعمان عن یحیٰی بن ابی زکریا بن عمرو الزیات قال سمعت من ابی وحمد بن سماعۃ یرویہ عن فیض بن ابی شیبہ عن محمد بن مسلم قال سمعت اباجعفرؑ یقول ان اللہ تبارک وتعالیٰ اخذ میثاق النبیین بولایۃ علی (بصائر الدرجات مطبوعہ ایران ۱۲۸۵ھ۔ جزء ثانی۔ باب تاسع) ترجمہ (بحذف اسناد) محمد بن مسلم کا بیان ہے۔ کہ میں نے امام باقرؑ کو سنا کہ فرماتے تھے کہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے ولائیت علیؑ پر پیغمبروں کا میثاق وعہد لیا۔ انتہےٰ۔ ملا باقر مجلسی لکھتا ہے۔ و در احادیث بسیار بعد ازین خواہد آمد کہ حق تعالےٰ در عالم ارواح از جمیع پیغمبران پیمان گرفت بر پروردگاری خود و رسالت من و امامت امیر المومنین و ائمہ طاہرین و گفت بایشان کہ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ مُحَمَّدٌ نَبِیُّکُمْ وَعَلِیٌّ اِمَامُکُمْ وَالْاَئِمَّۃُ الْھَادُوْنَ اَئِمَّتُکُمْ۔ ہمہ گفتند بلےٰ۔ پس گرفت بعد ازان پیمان رسول خدا را کہ باو ایمان آورند و یاری کنند حضرت امیر المومنین را در رجعت۔ (حیات القلوب۔ نولکشوری۔ جلد اول صفحہ ۲۳)۔

(۵) شیعہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت آدمؑ نے ائمہ پر حسد کیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہشت سے نکالے گئے۔ چنانچہ ملا باقر مجلسی لکھتا ہے۔ و بسند معتبر منقول است کہ ابو الصلت ہروی از حضرت امام رضا پرسید کہ یا ابن رسول اللہ مرا خبر دہ از آن درختے کہ آدمؑ و حواؑ ازان درخت خوردند چہ درخت بود بدرستیکہ مردم اختلاف کردند بعضے روائیت کردند کہ آن گندم بود و بعضے روائیت کردند کہ درخت حسد بود۔ فرمود کہ ہمہ حق است۔ ابو الصلت گفت چگونہ ہمہ حق است۔ باین ہمہ اختلاف۔ فرمود کہ اے ابو الصلت درخت بہشت انواع میوہ ہا برمے دارد۔ پس آن درخت گندم بود و در آن انگور ہم بود و آنہا مثل درختان دنیا نیستند۔ و بدرستیکہ آدمؑ را چون خدا گرامی داشت و ملائکہ او را سجدہ کردند و او را داخل بہشت گردانید در خاطر خود گزرانید کہ آیا خلق کردہ است خدا بشرے کہ بہتر از من باشد۔ چون خدا دانست کہ چہ در خاطر او گذشت ندا کرد او را کہ سر بلند کن اے آدم و نظر کن بسوئے ساق عرش من۔ چون آدمؑ سر بلند کرد دید کہ در ساق عرش نوشتہ است کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی بن ابی طالب امیر المومنین و زن او فاطمہ سیدۃ نساء العالمین والحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ۔ پس آدمؑ گفت پروردگا

راگیستند اینها۔ حق تعالیٰ فرمود کہ اینها از ذریت تو اند وایشان بهتر اند از تو و از جمیع آفریدہ ہائے من و اگر ایشان نے بودند۔ نہ ترا خلق مے کردم و نہ بہشت و دوزخ را و نہ آسمان و زمین را۔ پس زنہار کہ نظر حسد بسوئے ایشان مکن کہ ترا از جوار خود بیرون مے کنم۔ پس نظر کرد بسوئے ایشان بدیدہ حسد و آرزوئے منزلت ایشان کرد۔ پس مسلط شد شیطان براو تا خورد از میوہ کہ او را از ان نہی کردہ بودند و مسلط شد بر حوا تا نظر کرد بسوئے فاطمہ بدیدہ حسد تا خورد از ان درخت چنانچہ آدم خورد۔ پس خدا ایشان را از بہشت بیرون کرد و از جوار خود بر زمین فرستاد (حیات القلوب۔ جلد اول۔ صفحہ ۵۸-۵۹)۔ روایت مذکورہ بالا کو صاحب تحفہ اثنا عشریہ نے بحوالہ عیون اخبار الرضا و معانی الاخبار نقل کیا ہے۔ روایت معانی الاخبار کے اخیر الفاظ یہ ہیں۔ فنظر الیہم بعین الحسد فخذلا لك۔ یعنی حضرت آدمؑ و حوا نے ان کی طرف بنظر حسد دیکھا۔ اس لئے وہ دونوں خوار کئے گئے انتہے۔ شاہ صاحب نے اس پر کیا خوب لکھا ہے۔ پس در مذہب ایشان درمیان آدم و ابلیس فرقے نیست۔ آنچہ ابلیس با آدم کرد۔ آدم با اولاد امجاد خود بعمل آورد۔ بلکہ کار آدم بدتر از کار ابلیس شد زیرا کہ ابلیس را با آدم علاقہ نبود و آدم را باین بزرگواران علاقہ پدری و پسری درمیان بود پس قطع رحم قریبہ لازم آمد و حسد اولاد کہ در سلامت فطرت از محالات عادیہ است بہ پیغمبرے کہ اول پیغمبران و قبلہ فرشتگان و ساکن جنت بود منسوب گشت۔ معاذ اللہ من ذلک۔ انتہے۔

(۲) خلاصۃ المنہج میں سورہ صافات کی آیت وان من شیعتہ لابراھیم کے تحت میں لکھا ہے کہ حدیث میں وارد ہے کہ جب حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو ملکوت آسمان و زمین دکھائے تو آپ نے عرش کی طرف نگاہ کی۔ وہاں نور محمدؐ کو دیکھا۔ اور اس کے پہلو میں نور علی وصی کو اور دونوں کے نزدیک نور فاطمہ کو اور ان کے نزدیک نور حسن و حسین اور انوار دیگر ائمہ کو دیکھا۔ اور ان کے گرد بہت سے انوار شیعان و محبان علی و دیگر ائمہ کے نظر پڑے۔ پھر یوں مذکور ہے۔ ابراہیم گفت۔ خداوندا مرا از شیعہ علی بن ابی طالب و فرزندان او گردان۔ حق تعالیٰ دعائے او را اجابت کرد و او را داخل شیعیان علی بن ابی طالب گردانید و رسولؐ خدا را ازین خبر داد و فرمود کہ وان من شیعتہ لابراھیم و بدرستیکہ ابراہیم از جملہ شیعیان علی بن ابی طالب است۔ ترجمہ ابراہیمؑ نے عرض کی۔ خداوندا مجھے علی بن ابی طالب اور ان کے فرزندوں کے شیعہ میں داخل کر۔ حق تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی اور ان کو علی بن ابی طالب کے شیعوں میں داخل کر دیا۔ اور رسولؐ خدا کو اس کی خبر دی اور فرمایا کہ بے شک ابراہیم من جملہ شیعیان علی بن ابی طالب ہیں۔ انتہے۔ اس من گھڑت تفسیر سے مقصود یہ ہے۔ کہ امامیہ کے ہاں شان نبوت شیعیان

ائمہ کے درجہ سے بھی کم ہے۔ کہ حضرت ابراہیمؑ جیسے اولوالعزم پیغمبر اس کے حصول کے لئے دعا کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

(۷) شیعہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت یونسؑ نے ولائت علیؑ سے انکار کیا۔ اس واسطے مچھلی کے پیٹ میں قید نہ ہے۔ چنانچہ محمد بن حسن صفار نے یوں نقل کیا ہے۔ حدثنا العباس بن معروف عن سعدان بن مسلم عن صباح المزنی عن الحارث بن حضیرہ عن حبۃ العرنی قال قال امیر المومنین ان اللہ عرض ولایتی علی اهل السموات وعلی اهل الارض اقر بها من اقر وانکرها من انکر انکرها یونس فحبسہ اللہ فی بطن الحوت حتی اقر بها۔ (بصائر الدرجات۔ جزو ثانی۔ باب عاشر)۔ اسی کا فارسی میں ترجمہ ملا باقر مجلسی نے یوں کیا ہے۔ بسند معتبر از حضرت امیر المومنین منقول است۔ کہ حق تعالیٰ عرض کرد ولائت مرا براہل آسمانہا و زمین پس قبول کرد ہر کہ قبول کرد و انکار کرد ہر کہ انکار کرد و چنانچہ بائید قبول نہ کرد یونس علیہ السلام تا آنکہ خدا او را در شکم ماہی حبس کرد تا قبول کرد چنانچہ شرط قبول بود (حیات القلوب۔ جلد اول۔ صفحہ ۵۸۰)۔ اس قصہ کی زیادہ تفصیل مناقب ابن شہر آشوب میں روائت ابو حمزہ ثمالی میں ہے۔ نظر بر اختصار ہم اس روائت کا فارسی ترجمہ یہاں درج کر دیتے ہیں جو سید محمد باقر موسوی نے بحر الجواہر صفحہ ۱۷۰ میں دیا ہے۔ از ابو حمزہ ثمالی مروی است کہ عبداللہ بن عمر آمد بخدمت آنحضرت (امام زین العابدین) و گفت اے پسر حسین تو گفتہ کہ یونس بن متی را کہ ماہی فرو برد بجہت آن بود کہ ولائت جدم امیر المومنین را براو عرض کردند۔ او تامل کرد و شکے از برائے او بہم رسید فرمود کہ بلے مادرت بعزائت بنشیند۔ گفت اگر راست مے گوئی بمن بنما تا ببینم۔ پس فرمود تا دستمالے آوردند۔ بر چشم ہمان او و من ہر دو بستند۔ بعد از ساعتے فرمود باز نمودند دیدیم در کنار دریا زخارے ہستیم کہ موجہائے او گوشہا را کر مے کند و بسیار ہولناک بود۔ عبداللہ بن عمر مشوش و مضطرب شد۔ عرض کرد خون من در گردن تو مے باشد۔ از خدا بترس و مرا ہلاک مکن۔ فرمود این ہمان دریا و ماہی است کہ خواستی تا مصدق من بر تو معلوم شود۔ آن گاہ فرمود اے ماہی۔ پس ماہی بسیار عظیمے سر خود را از دریا بیرون آورد مثل کوہ بسیار عظیمے و گفت لبیک لبیک یا ولی اللہ۔ فرمود تو کیستی۔ گفت منم کہ یونسؑ را فرو بردم اے آقائے من۔ فرمود تفصیل از برائے ما نقل کن۔ ماہی گفت اے آقا ہیچ پیغمبرے را خدائے تعالیٰ از زمان آدم تا زمان جد تو محمد بن عبداللہ مبعوث نساخت مگر آنکہ عرض کرد ولائت شما اہلبیت را براو و ہر کس قبول کرد از پیغمبران و تصدیق نمود سالم گردید از ہر بدی و آفتے۔ و ہر کس شک یا تامل کرد ببلاہا و محنتہا گرفتار شد۔ چنانچہ آدم را از بہشت بیرون کردند و نوح مبتلا شد بغرق قوم خود و ابراہیم بافتادن آتش

بودند چنانچہ خدا حال ایشان را بیان فرمودہ است۔ پس ہرگاہ برگزیدہ خدا کسے را اختیار کند بگمان این کہ اصلح امت است وافسد امت ظاہر شود پس چہ اعتماد باشد بر مختار و برگزیدہ عوام الناس کہ خبر از مافی الضمیر مردم ندارند و مہاجران و انصار کہ بر سرائر مردم اطلاع ندارند پس مے باید کہ امام از جانب کسے منصوب شود کہ عالم بضمائر و خفیات امور است (رسالہ رجعت مطبوعہ مطبع جعفری۔ لکھنؤ۔ صفحہ ۲۳-۲۴)۔

ترجمہ پس میں نے عرض کی کہ فرمائیے کہ اس بات کی کیا دلیل ہے۔ کہ لوگ اپنے واسطے اپنا امام انتخاب نہیں کر سکتے۔ امام قائم نے فرمایا کہ آیا وہ ایسا امام انتخاب کریں گے جو ان کے احوال کا مصلح ہو۔ یا ایسا امام جو ان کے احوال کا مفسد ہو۔ میں نے عرض کی کہ ایسا امام جو ان کی اصلاح کا موجب ہو۔ امام نے فرمایا کہ لوگوں کو کیا معلوم کہ وہ ان کی صلاح کا باعث ہوگا۔ حالانکہ وہ اس کے ضمیر کا حال نہیں جانتے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ لوگ گمان کرتے ہیں۔ کہ وہ مصلح ہے۔ مگر آخر مفسد ظاہر ہوتا ہے۔ اسی سبب سے لوگ اپنے واسطے اپنا امام معین نہیں کر سکتے۔ پھر امام نے فرمایا کہ میں اس مطلب کی تائید کے لئے تمہارے واسطے ایک برہان بیان کرتا ہوں جس کو تمہاری عقل قبول کر لے گی۔ وہ پیغمبر جن کو خدا نے خلقت کے لئے بھیجا اور خلقت میں سے ان کو انتخاب کیا۔ اور ان پر کتابیں نازل کیں اور وحی اور عصمت سے ان کی تائید کی وہ امت کی ہدایت کے علمبردار ہیں۔ اور تمام امت سے انتخاب کو بہتر جانتے ہیں۔ اور منجملہ ان کے حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ ہیں۔ یہ بتاؤ کہ آیا یہ جائز ہے۔ کہ وہ پیغمبر باوجود کثرت عقل و کمال علم کے امت میں سے اپنی عقل سے ایک شخص کو بخوبی انتخاب کریں اور ان کا انتخاب کردہ منافق ظاہر ہو۔ حالانکہ وہ گمان کریں کہ وہ مومن ہے۔ میں نے جواب دیا کہ ایسا نہیں ہو سکتا امام نے فرمایا کہ موسیٰ کلیم اللہ نے باوجود کمال عقل و علم و نزول وحی کے اپنی قوم کے سرداروں اور اپنے لشکر کے بزرگوں میں سے ستر مرد انتخاب کئے۔ تاکہ ان کو اپنے ساتھ کوہ طور پر لے جائیں۔ حضرت موسیٰ ان ستر کو مومن جانتے تھے۔ اور اپنے مخلص و معتقد سمجھتے تھے۔ مگر آخر ظاہر ہوا کہ وہ منافق تھے چنانچہ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کا حال بیان فرما دیا ہے۔ پس جب خدا کا برگزیدہ ایسے شخص کو انتخاب کرے جس کی نسبت گمان ہے کہ اصلح امت ہے۔ مگر افسد امت ثابت ہو۔ تو عوام الناس جن کو لوگوں کے مافی الضمیر کی خبر نہیں اور مہاجرین و انصار جن کو لوگوں کے بھیدوں سے آگاہی نہیں ان کے انتخاب کردہ پر کیا اعتماد ہو سکتا ہے۔ لہٰذا نصب امام اس ذات پاک کی طرف سے ہونا چاہیئے۔ جو ضمائر مردم اور خفیات امور کا عالم ہے۔ انتہٰے۔ مرزا حسین بن محمد تقی نوری طبرسی نے بھی اس قصہ کو بحوالہ اکمال وغیرہ بطریق اختصار نقل کیا ہے۔ (دیکھو نفس الرحمان فی فضائل سلمان مطبوعہ ایران۔ باب سادس)۔

اس سے ظاہر ہے کہ امامیہ حضرت موسٰے کلیم اللہ جیسے اولوالعزم پیغمبر کی عصمت کو امامت کی سلامتی پر قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ اپنے اماموں کے لئے تو علم ماکان و مایکون بتاتے ہیں۔ مگر پیغمبروں کے لئے مومن و منافق کی تمیز بھی تسلیم نہیں کرتے۔ معاذ اللہ من ذٰلک۔

(۹) شیعہ کہتے ہیں کہ وہ ستر مرد جن کو حضرت موسٰے نے اپنے ساتھ کوہ طور پر لے جانے کے لئے انتخاب کیا تھا۔ زلزلہ سے مرکر دوبارہ جو زندہ ہوئے تو پیغمبر بنا دئے گئے۔ چنانچہ رجال کشی صفحہ ۱۵۵ میں عبداللہ بن عجلان کے ترجمہ میں حضرت امام صادق سے یوں روایت ہے۔ ان موسیٰ بن عمران اختار قومہ سبعین رجلاً فلما اخذتھم الرجفۃ کان موسیٰ اول من قام منھا فقال یارب اصحابی فقال یاموسیٰ انی ابدلک منھم خیرا قال رب انی وجدت ریحھم وعرفت اسمٰئھم قال ذٰلک ثلاثا فبعثھم اللہ انبیاء۔ اس کا فارسی ترجمہ ملا باقر مجلسی نے یوں کیا ہے۔ ودر حدیث معتبر از حضرت صادق منقول است کہ موسٰے ہفتاد کس از میان قوم خود انتخاب کرد و با خود بطور برد۔ و چون سوال رویت کردند صاعقہ برایشان نازل شد و سوختند۔ پس موسیٰ مناجات کرد کہ پروردگارا اینہا اصحاب من بودند وحی باو رسید کہ من اصحابے بتو مے دہم کہ از ایشان بہتر باشند۔ موسیٰ گفت پروردگارا من بایشان انس گرفتہ ام وایشان را شناختہ ام و نامہائے ایشان را شناختہ و دانستہ ام سہ مرتبہ دعا کرد تا خدا ایشان را زندہ کرد و پیغمبران گردانید (حیات القلوب۔ جلد اول۔ صفحہ ۳۲۱) ترجمہ معتبر حدیث میں حضرت صادق سے منقول ہے۔ کہ موسٰے نے اپنی قوم میں سے ستر مرد انتخاب کئے اور اپنے ساتھ کوہ طور پر لے گئے۔ جب انہوں نے رویت کا سوال کیا تو ان پر صاعقہ نازل ہوئی۔ اور وہ جل گئے پس موسٰے نے دعا کی۔ کہ اے پروردگار یہ میرے اصحاب تھے۔ وحی آئی۔ کہ میں تم کو ایسے اصحاب دیتا ہوں جو ان سے بہتر ہوں۔ موسٰے نے عرض کی۔ اے پروردگار میں ان سے مانوس ہوں۔ اور ان کو پہچانتا اور ان کے ناموں کو جانتا ہوں۔ تین مرتبہ دعا کی۔ پس خدا نے ان کو زندہ کیا اور پیغمبر بنا دیا۔ انتہیٰ۔ رجال کشی صفحہ ۵ ایں خطبہ سلمان فارسی میں ہے۔ والسبعین الذین اتھموا موسیٰ علی قتل ھٰرون فاخذتھم الرجفۃ من بغیھم ثم بعثھم اللہ انبیاء مرسلین وغیر مرسلین یعنی وہ ستر جنہوں نے موسٰے کو ہارونؑ کے قتل کرنے کی تہمت دی۔ پس ان کی بغاوت کے سبب زلزلہ نے ان کو آلیا۔ پھر خدا نے انکو پیغمبران مرسلین وغیر مرسلین مبعوث فرمایا۔ انتہیٰ۔ شیعہ کا یہ دعوے کہ انبیائے کرام بعثت سے پہلے اور بعثت کے بعد گناہان صغیرہ و کبیرہ سے پاک ہوتے ہیں ان دونوں روایتوں سے غلط ثابت ہو رہا ہے۔ کیونکہ ان ستر نے گناہ عظیم کا ارتکاب کیا۔ کہ حضرت موسٰے جیسے نبی مرسل کو اپنے بھائی

کے قتل کی تہمت دی - یا ان کو خدا سے ہمکلام ہونے کے دعوے میں متہم قرار دیا - اور معذب ہوئے -
پھر باوجود ایسے گناہ عظیم کے وہ پیغمبر بن گئے - باقر مجلسی روایت امام جعفر صادق کو نقل کرکے یوں لکھتا ہے
مؤلف گوید کہ پیغمبر شدن ایشان موافق اصول شیعہ مشکل است زیرا کہ ظاہر حال آنست کہ سوال ایشان
گناہ بود کہ بسبب آن معذب شدند پس چگونہ باوجود صدور گناہ از ایشان پیغمبر شدند - و بچند وجہ
جواب ممکن است -

اوّل آنکہ ذکر پیغمبری ایشان بروجہ تقیہ شدہ باشد چون اکثر عامہ چنین روایت کردہ اند -

دوّم آنکہ چون مردند حیات اوّل کہ در آن گناہ کردہ بودند منقطع شد - اگر در حیات دوم معصوم بودہ
باشند کافی است برائے پیغمبری ایشان و درین وجہ سخن ے رود -

سوّم آنکہ سوال ایشان نیز از جانب قوم بودہ باشد و ہلاک ایشان بوجہ تعذیب نبودہ باشد بلکہ
برائے تادیب قوم بودہ باشد و این نیز بعید است -

چہارم آنکہ اطلاق پیغمبری بر ایشان بروجہ مجاز باشد یعنی آن قدر خوب شدند بعد از رجعت کہ
گویا پیغمبران بودند و وجہ اول ظاہر تر است - انتہٰی -

ملا باقر نے جو چار وجہیں بیان کی ہیں - ان میں سے دوسری اور تیسری کو تو خود بعید بتایا ہے -
چوتھی وجہ مجاز والی خلاف بتادر اور بے دلیل ہے - پہلی وجہ جسے ظاہر تر لکھا ہے - تقیہ والی ہے - غرض
ملا صاحب کے پاس کوئی معقول جواب نہیں - تقیہ تو ہارے کا جواب ہے - مرزا حسین طبرسی نے بھی وجوہ
اربعہ مجلسی کو خلاف ظاہر بتایا ہے - اور خود یوں توجیہ کی ہے - والمراد من بعث القوم المصعوقین
انبیاء کونہم مامورین بالاخبار عما شاھدوا فی البرزخ من صحۃ نبوۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وامامۃ
الائمۃ وحکر بیحر الخبر ان المقصود من بعثہم انما کان مجرد ھذہ الاخبار ولما کان
علمہم بذلک بواسطۃ ما شاھدوا فی البرزخ من دون ان یکون بتعلیم بشر سموا
انبیاء وتفریقہم مرسلین وغیر مرسلین کما فی احد الخبرین لعلہ کان من جھۃ کونہم یختلفون
فی الارسال بذلک الخبر الی قوم وعدمہ (نفس الرحمن فی فضائل سلمان) - ترجمہ - ان مصعوقین
کو انبیاء بنا کر بھیجنے سے مراد یہ ہے کہ وہ مامور تھے کہ عالم برزخ میں جو انہوں نے نبوت محمد و امامت ائمہ کی
صحت دیکھی تھی اس کی خبر دیں اور صریح خبر ہے کہ ان کو بھیجنے سے مقصود محض یہ خبر دینا تھا - چونکہ ان کو
اس امر کا علم کسی بشر کی تعلیم سے نہ تھا - بلکہ بواسطہ مشاہدہ فی البرزخ تھا - اس لئے ان کو انبیاء کہا گیا -
انبیاء کی تقسیم مرسلین وغیر مرسلین میں جیسا کہ دونوں روایتوں میں سے ایک میں ہے شاید اس جہت

سے ہے کہ ان میں سے بعضے یہ خبر لوگوں کو پہنچانے کے لئے مامور تھے اور بعضے نہ تھے ۔ انتہے ۔ مرزا حسین کی یہ توجیہ بھی محض گھڑت خلاف ظاہر بے دلیل ہے ۔ نبی کی جو تعریف وضع کی گئی ہے وہ مرزا موصوف ہی کا حصہ تھا ۔ لاکلام شیعہ کو موضوعات میں ید طولےٰ حاصل ہے ۔ امامت اثنا عشر کی صحت کی خبر پہنچانے کے لئے ایک عجیب کلاس انبیار کی وضع کی ہے ۔ جن کے لئے عصمت شرط نہیں ۔

(۱۰) حسب عقیدہ شیعہ ائمہ اثنا عشر کی طرح انبیار بھی تقیہ کرتے تھے ۔ یعنے دین کو چھپایا کرتے اور بے دینی ظاہر کیا کرتے تھے ۔ معاذ اللہ من ذٰلک ﴿

اب ہم نبوت سے امامت کی طرف آتے ہیں شیعہ کا عقیدہ ہے ۔ کہ امامت کے لئے عصمت شرط ہے ۔ مگر یہ عقیدہ غلط ہے ۔ بوجوہ ذیل :-

(۱) قرآن مجید میں ہے ۔ ان اللہ قد بعث لکم طالوت ملکا ط (بقرہ ۔ ع ۳۲) پس طالوت بنصب الٰہی خلیفہ فی الارض تھا ۔ اور بالاجماع معصوم نہ تھا ۔ ملا باقر مجلسی لکھتا ہے ۔ ظاہر آیت واکثر روایت آنست کہ او خوب بودہ است و بعضے از خطب غیر مشہورہ نقل کردہ اند کہ حضرت امیر المومنین فرمود کہ من طالوت ایں امتم ۔ (حیات القلوب ۔ جلد اول ۔ صفحہ ۴۰۸) ۔

(۲) حضرت امیرؓ نے خلفائے ثلاثہ کی خلافت حقہ کو تسلیم کیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی ۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوا ۔ اور خلفائے ثلاثہ بالاتفاق معصوم نہ تھے ۔ حضرت امام حسن ؓ نے بھی اپنے صلحنامہ میں حضرات ثلاثہ کو خلفائے راشدین سے تعبیر کیا ہے ۔

(۳) خاندان امامت میں سے حضرات محمد بن الحنفیہ اور زید شہید وغیرہ نے امامت کا دعوےٰ کیا ۔ اور مسلمانوں کے ایک گروہ نے ان کے دعوے کو تسلیم کیا ۔ اگر عصمت شرط امامت ہوتی ۔ تو وہ ہرگز ایسا دعوےٰ نہ کرتے اور نہ کوئی ان کی سنتا ۔

(۴) حضرت مولےٰ مرتضٰے کا قول ہے ۔ وانما الشوریٰ للمھاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموہ اماما کان ذٰلک للہ رضی (نہج البلاغہ ۔ جز ثانی ۔ صفحہ ۷ کتاب صفین مطبوعہ ایران صفحہ ۱۸ مطبوعہ بیروت صفحہ ۲۳) یعنے بیعت کا مشورہ صرف مہاجرین وانصار کا منصب ہے ۔ اگر وہ کسی شخص پر مجتمع ہو جائیں ۔ اور اس کو امام کا لقب دیں ۔ وہی اللہ کے نزدیک امام پسندیدہ ہوگا ۔ انتہے ۔ اور یہ بدیہی امر ہے ۔ کہ جن کو مہاجرین وانصار نے امام و خلیفہ بنایا ۔ ان میں سے کوئی معصوم نہ تھا ۔

(۵) حضرت امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے صلحنامہ کی عبارت ہم پہلے نقل کر آئے ہیں ۔ اس

عبارت نے امامت اثنا عشر کا مع اس کی شرائط کے بیخ و بن سے استیصال کر دیا۔ اول خلع خلافت ثابت ہوا۔ دوسرے استخلاف حضرت معاویہؓ ثابت ہوا۔ تیسرے آئندہ استخلاف کے لئے شوریٰ بطور قاعدہ کلیہ کے قرار پایا۔ اور یہ ہر سہ امر جیسے امامت اثنا عشر کو مبطل ہیں۔ اسی طرح شرائط نص و عصمت اور افضلیت کو مبطل ہیں۔

(۶) حضرت مولے مرتضےٰ خطبہ صفین میں فرماتے ہیں۔ ولا تظنوا بی استثقالا فی حق قیل لی ولا التماس اعظام لنفسی فانہ من استثقل الحق ان یقال لہ او العدل ان یعرض علیہ کان العمل بہما اثقل علیہ فلا تکفوا عن مقالۃ بحق او مشورۃ بعدل فانی لست فی نفسی بفوق ان اخطئی ولا امن ذلک من فعلی الا ان یکفی اللہ من نفسی ما ھو املک بہ من نفسی (نہج البلاغہ۔ جزو اول۔ صفحہ ۲۴۸)۔ ترجمہ۔ تم میری نسبت یہ گمان نہ کرو کہ جو حق مجھ سے کہا جائے وہ مجھ پر ناگوار گذرتا ہے۔ اور نہ یہ گمان کرو کہ میں اپنی ذات کے لئے القاب عظمت کا خواہاں ہوں کیونکہ جو شخص اس بات کو ناگوار سمجھتا ہے کہ اس سے حق کہا جائے یا اس پر عدل پیش کیا جائے۔ اس پر حق و عدل پر عمل کرنا اس سے بھی ناگوار ہوتا ہے۔ اس لئے تم حق کہنے یا عدل سے مشورہ دینے سے باز نہ رہو۔ کیونکہ میں بذات خود خطا کرنے سے برتر نہیں ہوں۔ اور نہ اپنے فعل میں خطا سے مامون ہوں مگر یہ کہ خدا مجھے ایسے فعل کی توفیق دے۔ جس کا وہ میری نسبت زیادہ مالک ہے۔ انتہےٰ۔ حضرت امیرؓ کا یہ کلام بصراحت تمام دلالت کرتا ہے کہ آپ معصوم نہ تھے۔

(۷) حضرت امیر فرماتے ہیں۔ لابد للناس من امیر بر او فاجر یعمل فی امرتہ المومن و یستمتع فیہا الکافر و یبلغ اللہ فیہا الاجل ویجمع بہ الفئ ویقاتل بہ العدو وتامن بہ السبل (نہج البلاغہ۔ جزو اول۔ صفحہ ۵۷)۔ ترجمہ۔ لوگوں کے لئے ضروری ہے امیر نکوکار کا ہونا یا امیر فاجر کا ہونا۔ جس کی امارت میں مومن اپنا کام کرے اور کافر تمتع اٹھائے۔ اور خدا تعالےٰ امور کو اوقات معینہ تک پہنچائے۔ اور جس کے ذریعہ مال غنیمت جمع کیا جائے۔ اور دشمن کے ساتھ لڑائی کی جائے۔ اور راستے با امن ہوں۔ انتہےٰ۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ خلافت و امامت کے لئے عصمت ضروری نہیں۔

(۸) صاحب الفصول وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ عن ابی مخنف انہ قال کان الحسین بن علی یبدی الکراھۃ لما کان من اخیہ الحسن من صلحہ معاویۃ ویقول لو جز انفی کان احب الی مما فعلہ اخی۔ یعنے ابو مخنف کا قول ہے۔ کہ امام حسینؓ بن علیؓ کراہت ظاہر کرتے تھے

کہ ان کے بھائی امام حسن نے حضرت معاویہ سے صلح کر لی اور فرماتے تھے۔ کہ اگر میری ناک کٹ جاتی تو میرے نزدیک یہ پسندیدہ تر تھا۔ اس سے جو میرے بھائی نے کیا۔ انتہٰی۔ اس سے دونوں اماموں میں سے ایک کی خطا ظاہر ہے۔ (تحفہ اثنا عشریہ۔ صفحہ ۱۷۸)۔ اس روایت کے راوی ابو مخنف لوط بن یحییٰ کی نسبت ابن عدی فرماتے ہیں۔ شیعی محترق صاحب اخبارھم (میزان الاعتدال ولسان المیزان)۔

(۹)۔ امام زین العابدین فرماتے ہیں۔ قد ملک الشیطان عنانی فی سوء الظن وضعف الیقین وانی اشکو سوء مجاورتہ لی وطاعۃ نفسی لہ (صحیفہ کاملہ)۔ ترجمہ۔ بے شک شیطان نے بدگمانی اور ضعف یقین میں میری باگ پکڑی ہے۔ اور میں اپنے ساتھ اس کی بری ہمسائگی اور اپنے نفس کے اس کے مطیع ہونے سے فریاد کرتا ہوں۔ انتہٰی۔ ظاہر ہے کہ یہ کلام صدق و کذب ہر دو تقدیر پر عصمت کے منافی ہے۔ ملا باقر مجلسی لکھتا ہے۔ وانستی کہ علمائے امامیہ رضوان اللہ علیہم اتفاق کردہ اند بر عصمت ایشان از جمیع گناہان و در بسیارے از دعاہا خصوصاً دعائے صحیفہ کاملہ اعتراف بگناہ از ائمہ علیہم السلام واقع شدہ و در بعضے از احادیث نیز امرے چند کہ موہم صدور معصیت باشد وارد شدہ (حیات القلوب۔ جلد سوم۔ صفحہ ۲۱-۲۲)۔

(۱۰) حضرت عثمان ذوالنورین کی شہادت کے بعد جب مسلمانوں نے حضرت علی مرتضیٰ کے ہاتھ پر بیعت کی درخواست کی۔ تو مولائے مرتضیٰ نے جواب دیا۔ دعونی والتمسوا غیری۔ یعنی مجھے چھوڑ دو اور بیعت کے لئے کسی اور کو ڈھونڈو (نہج البلاغہ۔ جزو اول۔ صفحہ ۱۰۹)۔ اس کلام امیرؑ سے ظاہر ہے کہ حضرت علی کے سوا اور بھی منصب امامت کے لائق تھے۔ جو معصوم نہ تھے۔ ورنہ یہ کلام لغو ہوگا۔ لہٰذا عصمت شرط امامت نہیں۔

(۱۱)۔ حسب عقیدہ شیعہ حضرت امیرؑ اور دیگر ائمہ نے اصلی غیر محرف قرآن کو مخفی رکھا۔ اور قرآن محرف پر عمل کرتے رہے۔ اس صورت میں چھپانے والے بموجب ان الذین یکتمون الآیہ کے کیسے ہوں گے۔ اور تمام عالم کی گمراہی کس کے نامۂ اعمال میں ہوگی۔ کیا یہ معصوم کا کام ہے؟

(۱۲) حسب عقیدہ شیعہ دوازدہ امام تقیہ کرتے رہے۔ یعنے اپنا دین چھپاتے اور بے دینی ظاہر کرتے رہے۔ تقیہ کے ساتھ عصمت کا دعوئے محال ہے۔

مذکورہ بالا وجوہ سے امامیہ کا دعوئے عصمت ائمہ کا باطل ثابت ہوتا ہے۔ اور وجوہ نمبر (۲) و (۳) و (۴) و (۵) و (۸) سے یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ امام کے لئے خدا کی طرف سے منصوص ہونا لازم

نہیں۔ شرط نص کے متعلق زائد بیان عنقریب آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

مصنف نے عصمت ائمہ کے متعلق کوئی قرآنی دلیل پیش نہیں کی۔ ہاں اس کے ہم مذہب علماء عصمت کے ثابت کرنے کے لئے کئی آیتیں پیش کرتے ہیں۔ جن میں سے کسی سے عصمت ثابت نہیں ہوتی۔ وہ دو آیتوں پر بڑا زور دیتے ہیں۔ ایک تو آیہ تطہیر جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ دوسرے وہ آیت ہے جس میں باری تعالےٰ حضرت ابراہیمؑ سے یوں خطاب فرماتا ہے۔ انی جاعلک للناس اماما یعنے میں تجھکو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ نے عرض کی۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ۔ یعنے میری اولاد میں سے بھی امام بنا۔ باری تعالےٰ نے فرمایا۔ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ۔ یعنی میرا عہد ظالموں کو نہ پہنچے گا۔ ملا باقر مجلسی لکھتا ہے۔ کہ ابن بابویہ نے کتاب خصال میں اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے۔ کہ مراد یہ ہے کہ وہ شخص امامت کی صلاحیت نہیں رکھتا جس نے بت کو پوجا ہو۔ یا ایک لحظہ بھی خدا کے ساتھ شرک کیا ہو۔ خواہ وہ آخر کار مسلمان ہو جائے۔ ظلم کے معنے ہیں کسی کو خدا کا شریک قرار دینا۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ ان الشرک لظلم عظیم۔ اسی طرح امامت کے لائق نہیں وہ شخص جو کسی گناہ صغیرہ یا کبیرہ کا مرتکب ہو۔ خواہ بعد ازاں تائب ہو جائے۔ اور جس پر حد واجب ہو وہ اقامت حد نہیں کر سکتا۔ اس لئے امام کو معصوم ہونا چاہیئے۔ اور عصمت بجز نص خدا بزبان پیغمبر معلوم نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ عصمت ظاہر خلقت میں ظاہر نہیں ہوتی۔ کہ دکھائی دے جیسا کہ سیاہی سفیدی وغیرہ۔ بلکہ وہ ایک پوشیدہ امر ہے۔ جو خدائے عالم الغیب کے بتائے بغیر معلوم نہیں ہو سکتا (حیات القلوب۔ جلد سوم۔ صفحہ ۱۸۔ ۱۹) مولانا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عزیزی میں اس آیت کے تحت میں جو کچھ فارسی میں لکھا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ یہ ہے۔ اس جگہ فرقہ امامیہ نے افراط سے کام لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ امامت کے لئے عصمت شرط ہے۔ اور عصمت کے معنی فہم میں خطا اور عمل میں مدد گناہ کا ممتنع ہونا ہے۔ چونکہ یہ عصمت ظاہری و باطنی لوگوں کو معلوم نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا امام کا تقرر خدا کی جانب سے ہونا چاہیئے نہ کہ لوگوں کی جانب سے لیکن ظاہر ہے کہ ظلم کا مقابل عدالت و تقویٰ ہی۔ نہ کہ عصمت ہاں اگر اس آیت میں لا ینال عهدی من کان ممکن الظلم و محتمل المعصية (میرا عہد نہ پہنچے گا اس شخص کو جس کے لئے ظلم کا امکان اور معصیت کا احتمال ہو) ہوتا۔ تو اس سمجھ کی گنجائش تھی۔ چونکہ آیت

۵ شیعہ امامیہ نے اس قسم کی شرطیں محض اس واسطے گھڑلی ہیں۔ کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت حقہ ثابت نہ ہو جائے۔ حضرت ابوبکر کی نسبت یہ امر ثابت ہے کہ آپ نے کبھی کسی بُت کو سجدہ نہیں کیا۔ (دیکھو تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۲۲۳)

میں لفظ ظالمین واقع ہے۔ غیر ظالم (معصوم ہو یا متقی) کی امامت درست ہے۔ نیز اگر عہد کو عام سمجھیں۔ تو چاہیئے کہ قاضی و مفتی و محتسب و امیر و حاکم میں بھی عصمت کو شرط قرار دیں۔ اور اگر عہد کو اقسام میں سے ایک قسم کے ساتھ خاص خیال کریں۔ تو دوسرے بھی اشتراط عصمت میں عہد کے بعض اقسام میں شریک ہیں۔ کیونکہ نبوت میں بالاجماع عصمت شرط ہے۔ اور یہ جو امامیہ کے دل میں آتا ہے۔ کہ اگر امامت میں عصمت شرط نہ ہو اور مرد متقی کو امام بنایا جاوے جس کی طاعت تمام لوگوں پر فرض ہو۔ تو وہ متقی جو معصوم نہیں احتمال ہے۔ کہ تقوے کے طریقہ سے عدول کر جائے اور ظلم کی راہ اختیار کرے اور لوگ بھی اس کی اطاعت کے سبب جو فرض ہے ظلم میں مبتلا ہو جائیں۔ اور اس طرح امامت کی غرض حاصل نہ ہو یہ نہائت پوچ خیال ہے۔ کیونکہ امام کی معصیت کا احتمال اس وقت امت کو ضرر دے سکتا ہے کہ اس کی اطاعت بلا قید و بلا شرط ان پر فرض ہو۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ امام کی اطاعت ان ہی چیزوں کے ساتھ مشروط و مقید ہے جن کا معصیت ہونا شرع سے معلوم نہ ہو۔ ورنہ امام کی اطاعت فرض نہیں رہتی۔ اور احکام قرآن اور اوامر و نواہی پیغمبرؐ کی طرف رجوع کافی ہے۔ کیونکہ ارشاد باری تعالے ہے۔ یآیھا[1] الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم ج فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر ط اور حدیث شریف میں ہے۔ [2] لا طاعة للمخلوق فی معصیة الخالق۔ پس امام کی طاعت رعایا کے حق میں مشروط و مقید ہے جیسا کہ مالک کی اطاعت مملوک کے حق میں اور شوہر کی اطاعت بیوی کے حق میں اور والدین کی اطاعت اولاد کے حق میں اور امیر و حاکم و قاضی و مفتی و محتسب کی اطاعت ان کے زیر دستوں کے حق میں مشروط و مقید ہے نہ کہ مطلق۔ ہاں پیغمبروں کے لئے طاعت مطلق ثابت ہے اور وہاں عصمت شرط ہے۔ کیونکہ انبیائے کرام سلسلہ تبلیغ کا مبدا واقع ہیں۔ اگر ان میں عصمت شرط نہ ہو۔ تو ان کی خطا کا تدارک احکام شرعیہ کی طرف مراجعت سے نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ احکام شرعیہ کی معرفت بغیر وساطت نبی کے ممکن نہیں بخلاف امام اور دیگر اشخاص واجب الاطاعت کے جن کا ذکر اوپر ہوا اس لئے کہ یہ تبلیغ کے مبدا منبسط میں واقع نہیں ہیں۔ کہ معرفت احکام ان کی وساطت کے بغیر نہ ہو سکے

[1] اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور جو اختیار والے ہیں تم میں سے۔ پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں۔ تو اس کو پھیر دو طرف اللہ کی اور رسول کی۔ اگر یقین رکھتے ہو اللہ پر اور پچھلے دن پر (نساء ع ۸)

[2] خالق کی معصیت میں مخلوق کی طاعت نہیں ۱۲

پس ہر دو میں فرق ظاہر ہو گیا۔ اور کتاب نہج البلاغہ میں جو امامیہ کی معتبر کتاب ہے۔ حضرت امیر المومنین کی یہ نص صریح موجود ہے کہ لابد للناس من امیر برا و فاجر یعمل فی امرتہ المومن ویستمتع فیھا الکافر ویؤمن بہ السبیل الی آخرہ۔ اور نہایت ہی عجیب افراط یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کی تردید کے لئے امامیہ نے اس آیت سے یہ قاعدہ نکالا ہے۔ کہ امام ایسا شخص ہونا چاہیئے جس نے کبھی کفر نہ کیا ہو۔ اور ابتدائے سن بلوغ سے طریق اسلام پر رہا ہو۔ حالانکہ جب کافر مسلمان ہو گیا[1] اور اس نے کفر سے توبہ کر لی تو اس کو ہرگز کافر و ظالم نہیں کہہ سکتے۔ ظالم وہی ہے جو ظلم سے آلودہ ہو۔ والتائب من الذنب کمن لا ذنب لہ[2] شرع کا قاعدہ مقررہ ہے۔ اگر کوئی کافر بہت سالوں سے مسلمان ہو گیا ہو۔ اور اس نے توحید میں قدم راسخ پیدا کر لیا ہو۔ اس کو ہرگز کافر نہیں کہہ سکتے۔ اور وہ جو بعضے بے سمجھ مذہب امامیہ کی تائید کے لئے کہہ دیا کرتے ہیں۔ کہ ایمان والے کو حالت خواب میں مومن کہتے ہیں۔ حالانکہ اس حالت میں ایمان بمعنے تصدیق اس کو یقیناً حاصل نہیں۔ اسی تصدیق سابق کے اعتبار سے یہ استعمال صحیح ہے۔ پس ظالم کو بھی ظلم سابق کے اعتبار سے ظالم کہنا صحیح ہے۔ اور نیز متکلم و ماشی کہ جن کے مبادی کا حصول دفعتاً ممکن نہیں کیونکہ وہ امور غیر قارہ ہیں۔ ان کا استعمال بھی بغیر حصول مصادر صحیح ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان والے کو حالت خواب میں کوئی ایسی چیز حاصل نہیں جو اس کی تصدیق کا ازالہ کرے۔ لہٰذا اس کی تصدیق سابق شرعاً معتبر ہے۔ اور اسی اعتبار سے لفظ مومن اس کے حق میں استعمال کرنا اصطلاح شرعی کے موافق درست ہے۔ کیونکہ الفاظ شرعیہ کے استعمال میں معانی شرعیہ کا تحقق درکار ہے۔ نہ کہ معانی لغویہ کا بخلاف اس ظالم یا کافر کے جس نے اپنے ظلم و کفر سے توبہ کی ہو۔ اور اس کے ظلم و کفر کے ازالہ کرنے والی چیز شرعاً متحقق ہو گئی ہو اس کے

[1] جس کفر کے بعد ایمان صحیح آ جائے۔ اس صاحب کفر پر کوئی مذمت باقی نہیں رہتی۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے قل للذین کفروا ان ینتھوا یغفر لکم ما قد سلف۔ اور حدیث شریف میں ہے۔ الاسلام یھدم ما کان قبلہ علاوہ ازیں جو شخص اسلام پر پیدا ہو وہ اس سے افضل نہیں جو بذات خود ایمان لایا۔ بلکہ نصوص مستفیضہ سے ثابت ہے۔ کہ خیر القرون قرن اول ہے جن میں سے عامہ کفر کے بعد اسلام لائے اور وہ قرن ثانی سے افضل ہیں جو اسلام پر پیدا ہوئے۔ قرآن مجید میں جو اسماء ذم مثل کفر ظلم فسق کے آئے ہیں وہ ان ہی کے لئے ہیں جو ان صفات پر قائم رہے۔ مگر جو کفر کے بعد مومن اور ظلم کے بعد عادل ہو جائے اس کے لئے اسماء مدح وارد ہیں ۱۲

[2] گناہ سے توبہ کرنے والا مثل اس کے ہے جس کے لئے کوئی گناہ نہیں ۱۲

لئے لفظ ظالم وکافر کس طرح استعمال کر سکتے ہیں۔ یہ استعمال نہ لغت میں جائز ہے نہ شرع میں بعض اوقات خواب میں تصدیق سے غفلت و بے التفاتی ہے نہ تصدیق کا زوال خزانہ وحافظہ سے۔ جو حصول کہ استعمال مومن کے صحیح ہونے میں شرط ہے۔ وہ خزانہ وحافظہ میں حصول ہے۔ نہ کہ اس کا ادراک بالفعل۔ ورنہ عالم کو نماز میں مشغولی کے وقت جاہل کہنا صحیح ہوگا۔ اور مال دار کو جس کے ہاتھ میں بہت سامان نہیں۔ حالانکہ اس کے خزانہ میں بہت سامان موجود ہے مفلس کہنا درست ہوگا۔ اور یہ بالاتفاق باطل ہے۔ اسی طرح مشتقات غیر قارہ میں بسبب اس کے کہ ان کے مبادی کا حصول دفعتہً محال ہے۔ ان مبادی کی تحصیل کا قصد وارادہ عرفاً اور لغتاً اور شرعاً ان مشتقات کے استعمال میں ان کے مبادی کے حصول کے قائمقام سمجھا جاتا ہے۔ بخلاف مشتقات ممکنۃ الحصول کے کہ ان کے استعمال میں اصل کے ممکن ہونے کے سبب بدل کا قائم کرنا جائز نہیں جیسا کہ مریض کے حق میں تیمم جائز اور صحیح مقیم کے حق میں ناجائز ہے اور نیز وہ حصول جو مشتقات کے استعمال میں شرط ہے عام ہے اس سے کہ تدریجی ہو یا دفعی اور امور غیر قارہ میں ان کے تمام زمانوں میں حصول تدریجی متحقق ہے گو دفعی نہیں۔ انتہٰے۔ خلاصہ کلام یہ کہ عصمت ائمہ کا دعوےٰ قرآن مجید سے ثابت نہیں۔ قرآن کریم میں تو تنازع کے وقت فقط ردوا الی اللہ والرسول کا حکم ہے۔ مگر امامیہ خلاف قرآن رسول کے سوا امام معصوم کی طرف رد کے قائل ہیں۔ علاوہ ازیں معصوم کی طاعت تو بلا قید واجب اور اس کا مخالف مستحق وعید ہے۔ قرآن نے یہ درجہ صرف رسول کے حق میں ثابت کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالےٰ ہے۔ ومن یطع اللہ والرسول فاولٓئک مع الذین انعم اللہ علیہم الاٰیۃ۔ ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم الاٰیۃ۔ اسی واسطے اہلسنت وجماعت کا عقیدہ ہے۔ کہ سوائے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کوئی بشر معصوم نہیں +

قال السید امداد امام

پندرہ حدیثیں جن سے ائمہ اثنا عشر کی خلافت بلا فصل اور امامت بین طور پر ثابت ہوتی ہے

کتاب نصوص میں بروائیت ابن عباس درج ہے۔ کہ ایک یہودی جناب رسول خدا کے پاس آیا۔ نام اس کا نعثل تھا۔ اس نے حضرت رسول خدا سے یہ کہ کر کہ میرے سینہ میں تردد ہے۔ اگر آپ

اس کا جواب اطمینان بخش دیں گے۔ تو میں آپ کے ہاتھ پر ایمان لاؤں گا۔ سوال کیا کہ مجھے آپ مطلع فرمائیں کہ آپ کا وصی کون ہے۔ ہمارے نبی حضرت موسٰے نے تو یوشع بن نون کو اپنا وصی بنا لیا تھا آنحضرتؐ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ہاں میرے وصی اور میرے بعد میرے خلیفہ علی ابن ابی طالب ہیں۔ اور ان کے بعد ان کے دو فرزند حسنؑ اور حسینؑ خلیفہ ہوں گے اور صلب حسینؑ سے نو ائمہ ابرار ہوں گے تب اس نے پوچھا کہ آپ ان کے نام تو بتلائیے۔ حضرت رسول خدا نے فرمایا۔ کہ حسینؑ کے بعد علی بن الحسین اور ان کے بعد محمد باقر اور ان کے بعد جعفر صادق اور ان کے بعد موسٰے کاظم اور ان کے بعد امام رضا اور ان کے بعد جواد اور ان کے بعد ہادی اور ان کے بعد حسن عسکری اور ان کے بعد حجۃ اللہ المہدی۔ یہ لوگ نقبائے بنی اسرائیل کے موافق عدد میں بارہ ہیں۔ اور یہ سب امام ہیں۔ اس کے بعد سائل نے سوال کیا کہ ان کا مسکن کہاں ہوگا۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ ہمارے ساتھ جنت میں میرے درجہ کے برابر۔ یہ سن کر وہ یہودی کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو زبان پر لایا اور بولا۔ کہ بے شک یہ حضرات اوصیائے برحق ہیں۔ ایسا ہی میں نے کتاب موسٰی میں دیکھا ہے کہ نبی آخر الزمان پیدا ہوں گے اور نام ان کا احمدؐ ہوگا۔ ان کے بعد نبوت نہ ہوگی۔ اور انکے صلب سے ائمہ ابرار پیدا ہوں گے۔ الخ۔ مصباح الظلم صفحہ ٣٢٣۔ ٣٢٤+

اقول

مصنف نے اس روائت کے بعد اسی مضمون کی دوسری روائت ابو سعید خدری سے نقل کی ہے۔ پھر لکھا ہے کہ ابن مسعود سے بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے۔ بعد ازاں بتایا ہے۔ کہ عمرؓ بھی انہی مضامین کی حدیث کے راوی نظر آتے ہیں۔ اور اخیر میں لکھا ہے۔ کہ بقیہ حدیثیں بھی اسی قالب کی ہیں۔ جواب میں گذارش ہے۔ کہ یہ سب حدیثیں اثنا عشریہ نے وضع کی ہیں۔ مصنف نے کسی کا پورا اسناد نقل نہیں کیا۔ نہ ہماری کسی کتاب حدیث کا حوالہ دیا۔ ان کا بلا سند متصل کتب شیعہ سے نقل کرنا ہم پر کسی طرح حجت نہیں ہو سکتا۔ ہم ذیل میں ائمہ اثنا عشر کی خلافت کا بطلان ایسے دلائل سے کرتے ہیں جن میں امامیہ کو بھی چون و چرا نہ ہو۔ بغور سنئے۔

(١) اللہ جل شانہ نے اپنے بندوں کو دو قسم کے احکام کے ساتھ مکلف فرمایا ہے۔ اول اصلیہ اعتقادیہ۔ دوم فرعیہ عملیہ قسم اول کے اثبات کے لئے دلائل قطعیہ کی ضرورت ہے۔ اور قسم دوم میں دلائل ظنیہ سے بھی کام چل جاتا ہے۔ شیعہ کے نزدیک جیسے مطلق امامت اصلی اعتقادی ہے۔ اسی طرح بالخصوص

[illegible]
[illegible] (٢)
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] (٣)
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] (٥)
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
(٤) [illegible]
[illegible]

(٤) [illegible]
(٦) [illegible]
[illegible]

(١) [illegible]

معاملہ برعکس ہے۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہ اہلبیت میں سے کن کن بزرگوں نے ائمہ اثنا عشر کی موجودگی میں امامت کا دعوے کیا۔ اور مسلمانوں کی ایک جماعت نے ان کے دعوے کو تسلیم کیا۔ ان مدعیان امامت میں سے حضرت زید شہید بھی ہیں۔ جنہوں نے ابو جعفر محمد بن نعمان احول سے مسئلہ امامت پر گفتگو کرتے ہوئے یوں فرمایا تھا۔ یا اباجعفر کنت اجلس مع ابی علی الخوان فیلقمنی البضعۃ السمینۃ ویبرد لی اللقمۃ الحارۃ حتی تبرد شفقۃ علی ولم یشفق علی من حر النار اذا خبرك بالدین ولم یخبرنی بہ (اصول کافی۔ باب الاضطرار الی الحجۃ۔ صفحہ ۱۰۱)۔ ترجمہ۔ اے ابو جعفر میں اپنے باپ (امام زین العابدین) کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھا کرتا تھا۔ وہ میرے منہ میں موٹے گوشت کا ٹکڑا ڈال دیا کرتے۔ اور میری تکلیف کے ڈر سے گرم لقمہ میرے واسطے ٹھنڈا کر دیا کرتے۔ یہاں تک کہ ٹھنڈا ہو جاتا۔ کیا وہ مجھ پر دوزخ کی گرمی سے نہ ڈرے۔ کہ انہوں نے تجھے دین کی خبر دی۔ اور مجھے خبر نہ دی۔ انتہے۔ فی الواقع حضرت زید نے خوب فرمایا ہے۔ کہ میرے والد میری تکلیف کے خیال سے گرم لقمہ کو ٹھنڈا کر کے میرے منہ میں ڈالا کرتے تھے۔ جب ان کو میری اتنی سی تکلیف بھی گوارا نہ تھی۔ تو انہوں نے یہ کس طرح گوارا کیا۔ کہ مجھے مسئلہ امامت نہ بتایا۔ جس کا انکار باعث دخول نار ہے۔

(۸) حضرت امیر فرماتے ہیں۔ واللہ ما کانت لی فی الخلافۃ رغبۃ ولا فی الولایۃ اربۃ ولکنکم دعوتمونی الیہا وحملتمونی الیہا۔ (نہج البلاغہ۔ جزء اول۔ صفحہ ۲۳۱)۔ ترجمہ۔ خدا کی قسم مجھے خلافت میں کوئی رغبت نہ تھی۔ اور نہ ولائت کی کوئی خواہش تھی۔ لیکن تم نے اس کی دعوت دی۔ اور مجھے اس پر رغبت دلائی۔ انتہے۔ ظاہر ہے۔ کہ اگر حضرت امیرؓ کی خلافت منصوص ہوتی۔ تو آپ ہرگز ایسا نہ فرماتے۔

(۹)۔ اگر خلافت ائمہ اثنا عشر منصوص ہوتی۔ تو حضرت مولے مرتضےٰ انما الشوریٰ للمہاجرین والانصار الخ نہ فرماتے

(۱۰) شیعہ کا رئیس المحدثین محمد بن یعقوب کلینی (اصول کافی۔ باب الاشارۃ والنص علی ابی الحسن موسیٰ علیہ السلام۔ صفحہ ۱۹۲) لکھتا ہے۔ علی بن محمد عن سہل او غیرہ عن محمد بن الولید عن یونس عن داؤد بن زربی عن ابی ایوب النحوی قال بعث الی ابو جعفر المنصور فی جوف اللیل فاتیتہ فدخلت علیہ وھو جالس علی کرسی وبین یدیہ شمعۃ وفی یدہ کتاب قال فلما سلمت علیہ رمی بالکتاب الی وھو یبکی فقال لی ھذا

سبحانہ امر فی شی کما ظہر لہ فی اسمٰعیل ابنی اذا اخترمہ قبلی لیعلم انہ لیس بامام بعدی انتہی بلفظہ۔
یہ معنے حدیث امام کے جو شیخ صدوق نے تراش کر حفظ اپنے مذہب کا کیا ہے ہرگز قابل تسلیم اہل علم کے نہیں ہیں
اور بوجوہ عدیدہ اس میں بحث جاری ہے۔ اولاً خصائص امامت و صحیفہ مختومہ واسطے اسمٰعیل کے اللہ تعالےٰ
نے عطا فرمائے تھے یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ عطا فرمائے تھے۔ ورنہ امام کیونکر مقرر کیے جاتے۔ تو اب یہ سوال پیدا
ہوگا۔ کہ اللہ تعالےٰ کو معلوم تھا یا نہیں کہ اسمٰعیل کی عمر اسقدر نہیں مقرر کی ہے کہ بعد امام صادقؑ کے زندہ
رہینگے۔ ظاہر ہے کہ عمر اسمٰعیل کی معلوم تھی۔ پھر جو اُن کو امام مقرر کیا تو معلوم ہوا کہ یہ امامت محض بے فائدہ اور
عبث تھی۔ اور خصوصیات امامت بھی غیر امام کو دی جاتی ہیں۔ اور جو یہ کہو کہ اللہ تعالےٰ کو معلوم نہ تھا تو
جہل لازم آتا ہے۔ و تعالی اللہ عن ذلک علواً کبیرا۔ پھر بدا کا عذر محض لغو ہے۔ جو بات قبل ولادت اسمٰعیل
کے ظاہر تھی وہی بعد ولادت بھی ظاہر رہی۔ کوئی بات ایسی نہ تھی جو پیچھے کو ظاہر ہوئی اور واسطے اصلاح غلطی
معلومات سابقہ کے لینے کے یا بسبب حاصل ہونے علم جدید کے موت اسمٰعیل سے تلافی اسکی ہوئی ہو۔ ثانیاً
وجہ اول میں یہ ثابت ہوچکا کہ اسمٰعیل امام مقرر ہوئے تھے اور ضرور ہے کہ امام معصوم بھی ہو۔ مگر افسوس
ہے کہ عصمت تو اللہ تعالےٰ نے اسمٰعیل کو دیدی الا یہ نہ معلوم تھا کہ اُن سے افعال نامرضیہ ظہور میں آپڑیں گے
اور اپنی لاعلمی حالات آئندہ سے جو اسمٰعیل سے ظاہر ہونگے عصمت دیئے اور امام مقرر کرنے سے پچھتانا پڑے گا۔
دیکھو حدیث امام صادق کی بحار میں جو نقد المحصل شیخ طوسی میں بھی ہے۔ عن جعفر الصادق انہ جعل
اسمٰعیل القائم مقامہ بعدہ فظہر من اسمٰعیل ما لم یرتضہ منہ فجعل القائم مقامہ موسیٰ
فسئل عن ذلک فقال بدا للہ فی اسمٰعیل۔ ثالثاً امام جعفر صادقؑ کو جس امامت و وصایت اسمٰعیل کا حکم
ہوا تھا یعنے اُن کے صحیفہ مختومہ میں خواہمخواہ لکھا ہوگا کہ اسمٰعیل تمہارے بعد امام ہوں گے اور اُن کو
اپنا قائم مقام مقرر کرو۔ تو اس امامت و وصایت سے نقص عظیم علوم ائمہ و خواص امامت و مضامین صحیفہ میں
لازم آتا ہے۔ یہ بات لاجواب ہے کہ وہ امامت و وصایت بغیر حکم خدا کے نہیں ہوتی اور جن امور میں علم معصوم
کو عطا ہوتا ہے ان میں بدا بھی جائز نہیں ہے کما اعترف بہ المجلسی فی البحار۔ خصوصاً یہ امر امامت و وصایت
کا تعلق تبلیغ حکم و تعمیل ارشاد کے ہے تو ضرور تسلیم کرنا ہوگا کہ یا تو بدا کا اعتقاد اور اس کے متعلق کل احادیث
وضعی و اختراعی و طبع زاد ہشام وغیرہ کی ہیں جو جہل عالم الغیوب کا قائم کرنا چاہتے ہیں یا عذر بدا کا جو صدوق
وغیرہ نے مجبور ہو کر امامت اسمٰعیل میں تراشا ہے اور حدیث کے معنے میں فقرہ بڑھایا ہے محض باطل ہے۔
اصل بات وہی ہے کہ واسطے ابطال امامت و خلافت خلفائے ثلاثہ کے یہ سب خصوصیات امامت کی اثنا
عشریہ نے بنائی ہیں۔ مگر جب دیکھتے ہیں کہ اسمٰعیل قائم مقام مقرر کیا گیا۔ تو جہل علام الغیوب و ارتکاب فعل

عبث اللہ تعالیٰ کی طرف بلفظ بدا منسوب کرتے ہیں۔ اور جب اہل سنت نے دار و گیر کی۔ تو کہتے ہیں کہ بدا سے مراد نسخ ہے۔ اور اصل اعتقاد سے نفرت کر کے چاہتے ہیں کہ موافق اہل سنت کے معنے بدا کے قرار دیں۔ لیکن احادیث ائمہ کی تاویلیں بن نہیں پڑتیں" انتہے بلفظہ۔ مختصر یہ کہ حدیث ائمہ اثنا عشر جسکے تواتر کا دعوے امامیہ اثنا عشریہ کرتے ہیں وہ امام جعفر صادق کو معلوم نہ تھی۔ ورنہ وہ امام موسےٰ کاظم کے سوا اپنے کسی اَور بیٹے کے لئے وصیت نہ کرتے اور اسماعیلیہ افطحیہ واقفیہ شمطیہ وغیرہ فرقے پیدا نہ ہوتے۔ امام صادق کے خواص شیعہ کو بھی اس حدیث کا پتہ نہ تھا۔ اُن خواص میں سے زرارہ بن اعین کا حال یہ ہے کہ بستر مرگ پر پڑا ہوا ہے اور اپنی پھوپھی کہتا ہے کہ قرآن مجید لاؤ۔ وہ لاتی ہے اور کھول کر زرارہ کے سینہ پر رکھ دیتی ہے۔ زرارہ کہتا ہے۔ یاعمۃ اشہدی ان لیس لی امام غیر ھذا الکتاب (رجال کشی۔ صفحہ ۱۰۹) یعنے پھوپھی تو گواہ رہنا کہ سوائے اس کتاب کے کوئی میرا امام نہیں انتہے۔

(۱۲) امام جعفر صادق کی طرح امام علی نقی نے بھی پہلے اپنے بڑے بیٹے ابو جعفر کو اپنا وصی مقرر کیا تھا جب ابو جعفر نے اُن کی زندگی میں وفات پائی۔ تو ابو محمد حسن عسکری کو وصی مقرر کیا۔ اور امام صادق کیطرح فرمایا۔ بدا للہ فی ابی محمد بعد ابی جعفر ما لم یکن یعرف لہ کما بدا لہ فی موسیٰ بعد مضی اسمعیل ما کشف بہ عن حالہ (اصول کافی۔ صفحہ ۲۰۳) یعنے اللہ تعالیٰ کو ابو جعفر کے بعد ابو محمد حسن عسکری کے بارے میں بدا واقع ہوگیا اور وہ امر ظاہر ہوگیا جو پیشتر اس پر ظاہر نہ ہوا تھا۔ جیسا کہ اسماعیل کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ کو موسیٰ کاظم کے بارے میں وہ امر ظاہر ہوا کہ جس سے اُس کا حال کھل گیا انتہے۔

ابو جعفر کی نسبت بعینہ اُسی طرح کا کلام ہے جو اسماعیل کے بارے میں اوپر گذرا۔

قال السید امداد امام

حضرات اہل سنت فرماتے ہیں کہ آیت وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الی اٰخرھا دال ہے خلافت راشدہ یعنے خلافت ثلاثہ پر۔ یہ آیت کامل طور پر سورہ نور میں یوں واقع ہے۔ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّہُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَہُمْ دِیْنَہُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَہُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّہُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِہِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ یعنے وعدہ کیا اللہ نے تم میں سے ایسے لوگوں کے ساتھ جو خدا پر ایمان لائے اور کیے نیک کام کہ ہر آئنہ اللہ ان لوگوں کو حاکم کرے گا ملک میں جیسا کہ حاکم کیا تھا اُن سے اگلوں کو

الذین کلہ قرار دے کر مطمئن کر دیا کہ اس کے معاونین اگرچہ مخالفین کی نسبت قلیل ہوں تاہم مغلوب نہ ہونگے اور زمانہ فاروقی کو زمانہ موعود خدا تعالٰے کا قرار دیا جس میں وعدہ مندرجہ آیہ استخلاف پورا ہوگا اور فتح اسلام ہوگی۔ شیعہ کا علامہ میثم بحرانی ونحن علی موعود من اللہ کی شرح یوں کرتا ہے۔ ثم وعدنا بموعود وھو النصر والغلبۃ والاستخلاف فی الارض کما قال وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض الآیۃ یعنے خدا کا ہم سے وعدہ ہے نصرت وغلبہ واستخلاف فے لارض کا چنانچہ فرمایا وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض الآیۃ پس اس آیت سے خلافت فاروقی کی حقیت خود حضرت علی مرتضٰے کے قول سے ثابت ہوگئی۔ اور حضرت علے مرتضٰے کو جس وعدہ کے پورا ہونے کا انتظار تھا وہ خلافت ثلاثہ میں پورا ہوگیا۔ چنانچہ خلاصۃ المنہج میں آیہ استخلاف کے تحت میں یوں لکھا ہے۔ ودر اندک زمانے حق تعالٰے بوعدہ مؤمنان وفا نمودہ جزائر عرب ودیار کسرے وبلاد روم بدیشان ارزانی فرمود۔ یعنے تھوڑے عرصہ میں حقتعالٰے نے وعدہ جو مؤمنین سے کیا تھا پورا کر دیا اور جزائر عرب اور ملک کسرے اور بلاد روم اُن کو عطا فرمائے۔

قال السید امداد امام

راقم کی دانست میں اس آیت سے کسی طرح پر خلافت حضرات خلفا کی حقیت بلکہ کسی خلافت کی حقیت ثابت نہیں ہوتی۔ لیکن ایک حدیث نبوی کی بنا پر آیت بالا ائمہ خاندان پیغمبرؐ کی طرف منسوب کی جاسکتی ہے اور وہ حدیث کتاب روضۃ الاحباب میں محدث میر جمال الدین حسینی کی بروایت حضرت جابرؓ بن عبداللہ انصاری یوں منقول ہے کہ جب آیت یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ نازل ہوئی۔ تو میں نے جناب رسولؐ خدا سے عرض کی کہ میں نے خدا اور رسولؐ خدا کو تو پہچانا مگر اولوالامر کون ہیں جن کی اطاعت کو خدائے تعالٰی نے فرض فرمایا ہے۔ اس پر حضرت رسولؐ خدا نے ارشاد فرمایا کہ ھُمْ خُلَفَآئِیْ مِنْ بَعْدِیْ اَوَّلُھُمْ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ ثُمَّ الْحَسَنُ ثُمَّ الْحُسَیْنُ ثُمَّ عَلِیُّ ابْنُ الْحُسَیْنِ ثُمَّ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیٍّ الْمَعْرُوْفُ فِی التَّوْرٰیۃِ بِالْبَاقِرِ وَسَتُدْرِکُہٗ یَا جَابِرُ فَاِذَا لَقِیْتَہٗ فَاَقْرِئْہُ مِنِّی السَّلَامَ ثُمَّ الصَّادِقُ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ ثُمَّ مُوْسٰی بْنُ جَعْفَرٍ ثُمَّ عَلِیُّ بْنُ مُوْسٰی ثُمَّ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیٍّ ثُمَّ عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدٍ ثُمَّ الْحَسَنُ ابْنُ عَلِیٍّ ثُمَّ حُجَّۃُ اللّٰہِ فِی اَرْضِہٖ یعنی جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ اولوالامر میرے بعد میرے خلفا ہیں اول اُن سے علی بن ابی طالب ہیں۔ ان کے بعد حسنؑ

ہیں۔ان کے بعد حسینؑ ہیں۔ان کے بعد علیؑ بن الحسینؑ ہیں۔ان کے بعد محمدؑ بن علیؑ ہیں جو باقر کے نام سے توریت میں مذکور ہیں اور قریب ہے اے جابر کہ تم اُن کو جا ملو گے۔پس جب تم اُن سے ملاقی ہو تو میرا سلام ان سے کہنا۔اُن کے بعد جعفر صادقؑ بن محمدؑ ہیں۔اُن کے بعد موسیٰؑ بن جعفرؑ ہیں۔اُن کے بعد علیؑ بن موسیٰؑ ہیں۔ان کے بعد محمدؑ بن علیؑ ہیں۔اُن کے بعد علی بن محمدؑ ہیں۔ان کے بعد حسنؑ بن علیؑ ہیں۔ان کے بعد حجۃ اللہ یعنے امام مہدی صاحب العصر ہیں۔یہ کتاب روضۃ الاحباب ایسی ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اپنے رسالہ اصول حدیث میں اس کو خوبی کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔مصباح الظلم۔صـ۲۴۶۔۲۴۷۔

اقول

مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ کتاب روضۃ الاحباب کو کتب معتبرہ اہل سنت میں شمار نہیں کرتے۔اس کتاب کی نسبت تحفہ شیعہ حصہ اول صـ۱۷۳ اور صـ۱۸۹۔۱۹۰ میں کافی لکھا جا چکا ہے اس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں۔روایت جابر بن عبداللہ انصاری جو پیش کی گئی ہے۔اُس کا پورا اسناد نہیں بتایا گیا۔یہ شیعہ کی روایت ہے جیسا کہ اصول کافی و تفسیر صافی وغیرہ کے مطالعہ سے ظاہر ہے۔خلاصۃ المنہج میں یہ روایت بدین الفاظ مذکور ہے۔واز جملہ روایت مشہورہ متواترا ست میان موافق ومخالف از جابر بن عبداللہ انصاری کہ گفت من از رسولؐ خدا پرسیدم کہ یا رسول اللہ من خدا و رسولؐ اورا مے دانم اما اولوالامر را نمے دانم رسولؐ فرمود کہ اے جابر ایشان خلیفہ ہائے من اند و امامان اہل اسلام بعد از من اول ایشان علی بن ابی طالب است و بعد از ان حسن و دیگر حسینؑ و علی بن الحسینؑ و محمد بن علی کہ در تورات معروف است بباقر و تو اورا دریابی چون اورا ببینی سلام من بوے رساں۔بعد از ان یک یک ائمہ را نام مے برد الخ۔اس عبارت میں خلاصۃ المنہج نے اہل سنت پر یہ افترا کیا ہے کہ اُن کے ہاں بھی یہ روایت مشہورہ متواترہ ہے۔اہل سنت تو اس کو موضوع سمجھتے ہیں۔ملا باقر مجلسی لکھتا ہے۔ودر اعلام الورے و مناقب ابن شہر آشوب از تفسیر جابر جعفی روایت شدہ است کہ جابر انصاری گفت کہ پرسیدم از حضرت رسول از قول حق تعالےٰ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ۔خدا و رسولؐ را شناختیم اولی الامر کیستند۔حضرت فرمود کہ خلیفہائے من اند اے جابر و امامان مسلمانانند بعد از من۔اول ایشان علی بن ابی طالب ست الخ (حیات القلوب جلد سوم۔صـ۹۵)۔اس عبارت سے معلوم ہوا کہ روایت جابر انصاری کا مدار جابر جعفی پر ہے جو مشہور کذاب اور غالی شیعی ہے۔میزان الاعتدال میں اس کا ترجمہ بدین الفاظ شروع ہوتا ہے۔جابر بن یزید بن الحارث الجعفی الکوفی احد علماء الشیعۃ۔امام ابوحنیفہ

رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جابر جعفی سے بڑھ کر کوئی کاذب نہیں دیکھا۔ لیث بن ابی سلیم کا قول ہے کہ جابر جعفی کذاب ہے۔ امام نسائی وغیرہ فرماتے ہیں کہ وہ متروک ہے۔ ابن حبان کا قول ہے کہ وہ سبائی تھا اور حضرت علیؓ کی رجعت کا قائل تھا۔ زائدہ کا قول ہے کہ وہ رافضی تھا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر تبرا کیا کرتا تھا (تفصیل کے لئے دیکھو میزان الاعتدال اور تہذیب التہذیب)۔ پس روایت زیر بحث کے موضوع ہونے میں ذرا بھی شک نہیں۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ آیہ استخلاف سے حضرات ثلاثہ کی خلافت کی حقیت روز روشن کی طرح ظاہر ہے جیساکہ اوپر بیان ہوا

قال السیّد امداد امام

جاننا چاہیئے کہ حضرات ائمہ اثنا عشر ایسے بزرگوار ہیں کہ جن کا ذکر توریت میں واضح طور سے دیکھا جاتا ہے۔ خدائے تعالےٰ اس کتاب عتیق میں فرماتا ہے کہ ہم نسل اسماعیل کو برگزیدہ اور ممتاز بنائیں گے اور اُن میں بارہ شاہزادے ہونگے وغیرہ وغیرہ۔ علاوہ اس کے حدیث بالا سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جناب امام محمد بن علی توریت میں باقر کے نام سے مذکور ہیں۔ پس کوئی تعجب نہیں کہ آیت وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ الیٰ اٰخرھا میں جو استخلاف کا مضمون پایا جاتا ہے وہ اشارہ ہے حضرات ائمہ اثنا عشر کی طرف جن کو حسب روایت جابرؓ انصاری جناب رسولِ خدا نے اپنا خلیفہ فرمایا ہے۔ مصباح الظلم صفحہ ۱۲۲

اقول

موجودہ کتب عہد عتیق میں حضرت ابراہیمؑ سے خطاب باری تعالےٰ یوں مذکور ہے "اور اسماعیل کے حق میں میں نے تیری سنی۔ دیکھ میں اسے برکت دوں گا۔ اور اسے برومند کروں گا اور اسے بہت بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہونگے۔ اور میں اس سے بڑی قوم بناؤں گا" (کتاب مقدس مطبوعہ امریکن مشن پریس ۱۹۰۳ء کتاب پیدائش۔ باب ۱۷ آیہ ۲۰)۔ اس کا فارسی ترجمہ یوں ہے۔ "در حق اسماعیل ترا شنیدم۔ اینک او را برکت دادہ ام و او را بارور گردانیدہ بغایت زیادخواہم خود و دوازدہ سرور تولید خواہد نمود و او را امت عظیمے خواہم نمود (سفر تکوین المخلوقات مطبوعہ لندن ۱۸۵۶ء مترجم ولیم گلن تفسیر اکسی فصل ہفتدہم۔ آیہ ۲۰) مصنف نے یہ حوالہ کتاب عتیق کا تو درست دیا ہے۔ مگر دوازدہ سرور کی تفسیر میں بڑا دھوکا دیا ہے۔ بارہ سرداروں کی تفصیل اسی کتاب عتیق میں مذکور ہے۔ جسے عمداً پس انداز کیا گیا ہے

وہ تفصیل کتاب پیدائش (باب ۲۵ آیہ ۱۲ تا ۱۶) میں یوں مذکور ہے۔ "اور ابرہام کے بیٹے اسماعیل کا جسے سارہ کی لونڈی مصری ہاجرہ ابرہام کے لئے جنی تھی یہ نسب نامہ ہے۔ اور یہ اسمٰعیل کے بیٹوں کے نام ہیں مطابق ان کے ناموں اور نسبوں کی فہرست کے۔ اسماعیل کا پلوٹھا نبیت اور قیدار اور ادبئیل اور مبسام اور مسماع اور دومہ اور مشا اور حدد اور تیمہ اور یطور اور نفیس اور قدمہ۔ یہ اسماعیل کے بیٹے ہیں اور ان کے نام ان کی بستیوں اور قلعوں میں یہ ہیں۔ اور یہ اپنی اُمتوں کے بارہ رئیس تھے"۔ فارسی ترجمہ میں یوں ہے۔ "وتناسل اسماعیل پسر ابراہیم کہ ہاجر مصری کنیزک سارہ با براہیم زائیدہ بود این ست۔ و اینانند اسمہاے پسران اسماعیل موافق اسمہا وقبیلہ ہاے ایشان۔ اول زادۂ اسماعیل بنایوث وقیدار وادبئیل ومبسام ومشماع ودوماہ ومسا، وحدر وتیماء ویطور ونافیش وقیدماہ۔ اینانند پسران اسمٰعیل و اینانند اسماء ایشان موافق قصبہ ہا وقلعہ ہاے ایشان دوازدہ سرور بر طبق اُمتہاے ایشان"

قال السیّد امداد امام

میں اس جگہ کسر شانِ اہل بیت کی چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔ ان میں سے ایک احراق خانۂ فاطمہؑ ہے۔ واقعہ احراق تاریخ ابوالفدا و تاریخ طبری و تاریخ واقدی و کتاب المرتضےٰ و کتاب سقیفہ ابوبکر جوہری و کتاب الامامت والسیاست وغیرہ وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کو بھی اس سے اعتراف ہے جیساکہ شاہ صاحب کی کتاب تحفہ اثنا عشریہ کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ علاوہ ان ایشیائی تصنیفات کے اپنی اپنی تاریخی تصنیفات میں گبن اسپرن اروِنگ اس واقعہ کو حوالہ قلم کر گئے ہیں اور لاریب یہ واقعہ تاریخی پایہ رکھتا ہے۔ کہانی اور افسانہ نہیں ہے۔ راقم الحروف نے جبتک ایسی ایسی کتابوں کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا تھا تب تک اُسے اس واقعہ کے راست ہونے کا یقین ہی نہ ہوتا تھا۔ مگر عہد طالب علمی کے منقضی ہونے پر جو تاریخ اور علم کلام کی کتابیں نظر سے گذریں تو اسلام معروف سے بڑی بدعقیدگی پیدا ہوگئی اور اب تو یہ حال ہے کہ اپنے کو مسلمان کہتے ہوئے بے انتہا شرم آتی ہے افسوس ہے کہ جناب شاہ صاحب ممدوح کے تحفہ سے بھی کسی طرح کا اطمینان قلبی نصیب نہ ہوا۔ بلکہ حضرت ممدوح کے جوابات عذر گناہ بدتر از گناہ کا حکم رکھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب نے تو اور بھی راقم الحروف کو اسلام مروج سے دور کر دیا۔ خیر ہیں کافر یا جو کچھ ہو گیا ہو گیا۔ مگر الحمد للہ والمنۃ کہ پیغمبر خدا کی ناشناسی کی بلا سے محفوظ رہا۔ انشاء اللہ تعالےٰ مرنے پر حضرت بی بی فاطمہؑ کے سامنے پیغمبرؐ کو منہ دکھانے میں مجھے کوئی

تکلیف نہ ہوگی۔ ذیل میں یہ وحشت خیز واقعہ کتاب الامامت والسیاست سے بہ سبیل ترجمہ صحیح عرض کیا جاتا ہے۔

قصّۂ احراق

جب حضرت ابو بکر نے پایا کہ مخالفان بیعت علیؑ کے پاس ہیں۔ تو حضرت عمر کو ان کے پاس بھیجا۔ پس حضرت عمر گئے اور ان کو (یعنے مخالفان بیعت کو) بلایا۔ حالانکہ وہ سب علیؑ کے مکان میں تھے۔ مگر انہوں نے باہر نکلنے سے انکار کیا۔ تب حضرت عمر نے لکڑیاں مہیا کیں اور فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی کہ جسکے ہاتھ میں عمر کی جان ہے ہم ان کو ضرور نکالیں گے یا سب کے سب کو جلا کر مار ڈالیں گے۔ پس کسی نے کہا کہ اے باپ حفصہؓ کے اس میں تو فاطمہؑ بھی ہے۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا کہ ہوں۔ تب لوگ نکل آئے اور بیعت کی سوائے علیؑ کے جو نہ نکلے اس پر حضرت عمر نے سوچا کہ علی نے قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن جمع نہ ہوئے گا ہم گھر سے نہ نکلیں گے اور نہ دوش پر چادر رکھیں گے۔ اس کے بعد ہی بی بی فاطمہؑ دروازے کے پاس کھڑی ہوئیں اور کہنے لگیں کہ تم جنازہ رسول اللہ کا چھوڑ کر اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ اب ہم پر ظلم کرنے کے لئے آئے ہو اور ہمارے حقوق کا کچھ خیال نہیں کرتے۔ اس کے بعد حضرت عمر حضرت ابو بکر کے پاس آئے اور کہا۔ کیا آپ اس مخالف یعنے علیؑ سے بیعت نہیں لیں گے۔ حضرت ابو بکر نے اپنے غلام قنفذ کو فرمایا کہ جا اور علی کو بلا لا۔ تب قنفذ علیؑ کے پاس گیا۔ علیؑ نے پوچھا کہ تو کیا چاہتا ہے۔ قنفذ نے کہا۔ آپ کو خلیفہ رسولؐ اللہ بلاتے ہیں۔ علیؑ نے چھوٹتے ہی کہا کہ کس قدر تم لوگ رسولؐ اللہ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرتے ہو۔ اس پر قنفذ لوٹ گیا اور پیغام سنا دیا۔ اس پر ابو بکر دیر تک روئے۔ تب حضرت عمر نے حضرت ابو بکر سے کہا کہ تم اُس مخالف بیعت یعنے علی سے بیعت نہ لو گے۔ تب حضرت ابو بکر نے قنفذ سے فرمایا کہ پھر جا اور کہہ امیر المؤمنین بیعت کے لئے بلاتے ہیں تب قنفذ گیا اور جو حکم لایا تھا کہہ سنایا۔ علیؑ باٰواز غضبناک ہو کر بولے۔ سبحان اللہ یہ کیا دعویٰ ہے جس کا انہیں یعنے حضرت ابو بکر کو کوئی حق ہی نہیں ہے۔ اس پر پھر قنفذ واپس گیا اور پیغام کہہ دیا۔ حضرت ابو بکر پھر رونے لگے۔ تب حضرت عمر اُٹھے اور اُن کے ساتھ ایک جماعت بھی چلی یہاں تک کہ فاطمہؑ کے گھر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ جب بی بی فاطمہؑ نے اُن کی آواز سُنی۔ تو بہت شور سے چلانے اور واویلا کرنے لگیں کہ اے بابا اے رسولؐ اللہ ابھی بیٹی کی خبر لیجئے۔ ہم بعد آپ کے ابن خطاب یعنے حضرت عمر اور ابن ابی قحافہ یعنے حضرت ابو بکر کے ہاتھ سے یہ کیا تماشا دیکھ رہے ہیں۔ پس جسوقت قوم نے بی بی فاطمہؑ کی فریاد و زاری سنی۔ روتے ہوئے پھر گئے۔ درانحالیکہ دل ان کے دکھتے تھے اور جگر ان کا پارہ پارہ تھا۔ لیکن حضرت عمر ایک جماعت کے ساتھ ٹھیرے رہے۔ اور علی کو نکال لیا۔

اور ابوبکر کے پاس لے گئے۔ یہاں تک کا واقعہ خانہ فاطمہؓ کے احراق سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ واقعہ کیسا ہے۔ اس کو اہل انصاف خود تجویز کریں۔ آیا یہ سب کارروائیاں حضرت عمر کی جا تھیں یا بیجا۔ راقم الحروف اس جگہ پر کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ مگر لاریب اس طرح کا ہنگامہ اہل بیت نبویؐ کے گھر پر شان اہل بیت کو افزوں کرنے والا نظر نہیں آتا۔ مصباح الظلم۔ صفحہ ۵۰-۵۱۔

مصنف نے اپنے زعم فاسد میں کسر شانِ اہل بیت کی پانچ مثالیں پیش کی ہیں جن میں سے پہلی قصہ احراق خانۂ فاطمہؓ ہے۔ اس واقعہ کے متعلق شیعہ جو عبارتیں پیش کرتے ہیں ہم اُن کو نقل کر کے جواب دیتے ہیں۔

(۱) سید علی حائری مجتہد لاہوری موعظہ حسنہ (مقالہ چہارم۔ احراق باب فاطمہؓ۔ صفحہ ۵۲) میں یوں لکھتا ہے۔ تاریخ ابو الفداء ترجمہ اُردو۔ جلد اول صفحہ ۳۷۵ حسب ذیل مرقوم ہے۔ یہ بیعت حضرت ابوبکر کی عشرہ اوسط ماہ ربیع الاول سنہ ۱۱ ہجری میں ہوئی۔ مگر بنی ہاشم اور زبیر اور عتبہ بن ابی لہب اور خالد بن سعید ابن عاص اور مقداد ابن عمر اور سلمان فارسی اور ابوذر غفاری اور عمار یاسر اور براء بن عازب اور ابی بن کعب یہ سب لوگ حضرت علیؑ کے ہمراہ ہو گئے۔ اور اسی بات میں عتبہ بن ابی لہب نے چند شعر اس مضمون کے کہے کہ میں نہ جانتا تھا کہ خلافت اور حکم اولاد ہاشم سے جاتا رہے گا۔ اور اسی طرح ابو سفیان پدر معاویہ نے بیعت ابوبکر کی نہیں کی۔ پھر ابوبکر صدیق نے عمر بن الخطاب کو حضرت علی کے پاس بایں ارادہ بھیجا کہ جو لوگ ان کے ہمراہ اہل بیت ہیں مع اُن کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت فاطمہؓ کے گھر سے نکالدو۔ اور یہ کہہ دیا تھا کہ اگر انکو نکلنے سے کچھ انکار ہو۔ تو بے شک تم اُن سے لڑنا۔ حضرت تھوڑی سی آگ بھی ہاتھ میں لے کر بارادہ گھر کے پھو نکنے کے گئے۔ اسی اثنا میں حضرت فاطمہؓ راہ میں ان سے ملیں۔ اُنہوں نے پوچھا کہ کہاں کو جاتا ہے۔ اے ابن الخطاب کیا ہمارا گھر پھونکنے کو آیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ البتہ تمہارا گھر پھونک ڈالوں گا نہیں تو تم بھی ابوبکر صدیق سے بیعت کرو۔ جس میں تمام امت داخل ہوئی تم بھی داخل ہو جاؤ انتہے بلفظہ۔

(۲) سید سقرب علی اپنی کتاب النار الحاطمہ لقاصد احراق باب فاطمہ (مطبوعہ مجمع البحرین لودیانہ صفحہ ۸) میں جو تشیید المطاعن سے طعن قصہ احراق بیت اہل بیت علیہم السلام کا اردو ترجمہ ہے عقد الفرید لابن عبدربہ کی عبارت مع ترجمہ یوں نقل کرتا ہے۔ الذین تخلفوا عن بیعۃ ابی بکر علی والعباس والزبیر وسعد بن عبادۃ فاما علی والعباس فقعدا فی بیت فاطمۃ حتی بعثہ ابوبکر عمر بن الخطاب لیخرجہما من بیت فاطمۃ وقال لہ ان ابیا فقاتلہما فاقبل بقبس من نار علی ان یضرم علیہم الدار فلقیتہ فاطمۃ فقالت یا ابن الخطاب جئت لتحرق دارنا قال نعم او ید خلوا فی ما دخلت فیہ الامۃ فخرج علی حتی دخل علی ابی بکر الی اخرہ یعنے جن لوگوں نے تخلف کیا بیعت ابی بکر سے وہ علی و عباس و زبیر

وسعد عبادہ ہیں۔ اما علی وعباس پس بیٹھے گھر میں حضرت فاطمہ کے تا اینکہ بھیجا ابوبکر نے عمر کو کہ علی وعباس کو جناب سیدہ کے گھر میں سے باہر نکال دے۔ اور کہا ابوبکر نے عمر سے کہ اگر انکار کریں علی وعباس تو مقابلہ کر اُن سے۔ پس متوجہ ہوا عمر اور آگ اپنے ساتھ لی اس قصد سے کہ جلائے اوپر علی وعباس کے گھر حضرت فاطمہؑ کا۔ پس ملاقات عمر سے جناب سیدہ نے کی اور کہا کہ اے بیٹے خطاب کے آیا ہے تو بایں قصد کہ جلا دے میرے گھر کو۔ عمر نے کہا کہ البتہ جلاؤں گا میں تمہارا گھر مگر یہ کہ علی وعباس داخل ہوں اُس چیز میں کہ داخل ہوئی اس میں امت انتہے بلفظہ۔

(۳) مجتہد لاہوری نے موعظہ حسنہ صہ۵۸ میں ابن شحنہ کی کتاب روضۃ المناظر کا حوالہ دیا ہے مگر عبارت نقل نہیں کی۔ ہم وہ عبارت معہ ترجمہ اردو یہاں درج کر دیتے ہیں۔ فبایعوہ خلا جماعۃ من بنی ہاشم والزبیر وعتبۃ بن ابی لھب وخالد بن سعید بن العاص والمقداد بن الاسود وسلمان الفارسی وابی ذر وعمار بن یاسر والبراء بن عازب وابی بن کعب مالوا مع علی بن ابی طالب وکذا تخلف عن بیعۃ ابی بکر ابوسفیان بن حرب ثم عمر جاء الی بیت علی لیحرقہ علی من فیہ فلقیتہ فاطمۃ فقال ادخلوا فیما دخلت فیہ الامۃ قال ابن واصل فخرج علی الی ابی بکر وبایعہ۔ (روضۃ المناظر برحاشیہ تاریخ کامل۔ جزء حادی عشر صہ ۱۱۲-۱۱۳)۔ ترجمہ پس سب نے حضرت ابوبکر کی بیعت کی سوائے بنی ہاشم کی ایک جماعت اور زبیر اور عتبہ بن ابی لہب اور خالد بن سعید بن العاص اور مقداد بن اسود اور سلمان فارسی اور ابوذر اور عمار بن یاسر اور براء بن عازب اور ابی بن کعب کے جو حضرت علی بن ابی طالب کے ہمراہ ہو گئے۔ اسی طرح ابوسفیان بن حرب نے بیعت ابوبکر کی نہیں کی۔ پھر عمرؓ علیؓ کی گھر کو آئے تا کہ اُس کو مع اُنکے جو اس میں تھے پھونک دیں۔ پس فاطمہؓ اُن سے ملیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ بیعت ابوبکر میں داخل ہو جاؤ۔ جس میں امت داخل ہوئی ہے۔ ابن واصل نے کہا کہ علی ابوبکر کے پاس گئے اور ان سے بیعت کی انتہے۔

(۴) النار الحاطمہ صہ۴ میں تاریخ طبری کی عبارت مع ترجمہ یوں نقل کی گئی ہے۔ حدثنا ابن حمید قال حدثنا جریر عن مغیرۃ عن زیاد بن کلیب قال اتی عمر بن الخطاب منزل علی وفیہ طلحۃ والزبیر ورجال من المھاجرین وقال واللہ لاحرقن علیکم او لتخرجن الی البیعۃ فخرج علیہ الزبیر مصلتًا بالسیف فعثر وسقط السیف من یدہ فوثبوا علیہ فاخذوہ انتہے بلفظہ یعنی آیا عمر ابن الخطاب جناب امیر علیہ السلام کے گھر میں اور اس میں طلحہ وزبیر اور کچھ مہاجر تھے۔ کہا عمر نے کہ قسم بخدا البتہ جلاؤں گا میں یہ گھر اوپر تمہارے یا یہ کہ باہر آؤ واسطے بیعت ابوبکر کے۔ پس نکلا زبیر شمشیر بدست۔ اُس کے پاؤں نے لغزش کی تلوار اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ تب ہمراہیان عمر نے کود کر اُس کو پکڑ لیا انتہے ترجمتہ

(۵) النار الحاطمہ صکے میں بحوالہ کشف الحق للعلامہ حلّی لکھا ہے۔ وذکر الواقدی ان عمر جاء الیٰ علیؑ فی عصابتہ فیھم اسید بن الحصین وسلمۃ بن اسلم فقال اخرجوا او لنحرقنھا علیکم۔ یعنے واقدی نے ذکر کیا کہ عمرؓ اپنی جماعت لے کر علی کے پاس آئے۔ اُس جماعت میں اسید بن حصین اور سلمہ بن اسلم تھے۔ پس کہا عمر نے کہ نکلو ورنہ ہم گھر کو تم پر پھونک دیں گے انتہیٰ۔

(۶) النار الحاطمہ صہ۱۴ میں ہے۔ جناب سید مرتضےٰ نے کتاب شافی میں فرمایا ہے۔ قد روی البلاذری عن المدائنی عن سلمۃ بن محارب عن سلیمان التیمی عن ابن عون ان ابا بکر ارسل الی علی یریدہ علی البیعۃ فلم یبایع فجاء عمر ومعہ قبس فلقیتہ فاطمۃ علی الباب فقالت یا ابن الخطاب اتراک محرقا علی بابی فقال نعم وذلک اقوی فیما جاء بہ ابوک وجاء علی فبایع وھذا الخبر قد روتہ الشیعۃ من طرق کثیرۃ وانما الطریف ان ترویہ شیوخ محدثی العامۃ الخ ترجمہ یعنے روایت کی بلاذری نے کہ مورخ بے بدل ہے اور قابل ہوش ربا اس کے انساب سمعانی وغیرہ کتب رجال سے ظاہر اور شاہ ولی اللہ بھی اُس کو حافظ زبان بتلاتے ہیں اور استقصاء الافحام صفحہ (۱۱) جلد اول میں توثیق اس کی مرقوم ہے اس بلاذری نے بسند خود ابن عون سے روایت کی ہے کہ ابو بکر نے بھیجا کسی کو طرف جناب امیرؑ کی اور طلب کیا اُن کو واسطے بیعت کے۔ پس نہ بیعت کی حضرت امیرؑ کل امیر نے۔ اُس وقت عمر آیا اور ساتھ اُس کے آگ تھی۔ پس جناب سیدہ سے دروازہ میں ملاقات ہوئی۔ فرمایا حضرت نے کہ اے ابن خطاب تو میرا گھر جلایا چاہتا ہے۔ اُس نے کہا کہ ہاں اور تقویت دیتا ہوں میں اس گھر کے جلانے سے آپ کے باپ کے دین کو پس جناب امیرؑ آئے اور بیعت کر لی۔ جناب سید مرتضےٰ فرماتے ہیں کہ شیعہ نے بطرق کثیرہ اس روایت کو اپنی کتب میں وارد کیا ہے مگر عجیب یہ ہے کہ شیوخ و محدثین عامہ بھی اس روایت کو روایت کرتے ہیں انتہیٰ

(۷) علی بن حسین مسعودی مروج الذہب (برحاشیہ تاریخ کامل۔ جزو خامس۔ صہ۱۳۲) میں لکھتا ہے۔ ولما احتضر قال ما انا الا علی ثلاث فعلتھا وددت انی ترکتھا وثلاث ترکتھا وددت انی فعلتھا وثلاث وددت انی سألت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عنھا فاما الثلاث التی فعلتھا وددت انی ترکتھا فوددت انی لم اکن فتشت بیت فاطمۃ وذکر فی ذلک کلاما کثیرا ووددت انی لم اکن حرقت الفجاءۃ واطلقتہ نجیحًا او قتلتہ صریحا ووددت انی یوم سقیفۃ بنی ساعدۃ قد رمیت الامر فی عنق احد الرجلین فکان امیرا وکنت وزیرًا الخ۔ ترجمہ جب حضرت ابو بکرؓ کی وفات کا وقت آیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ مجھے تاسف نہیں مگر تین چیزوں پر جو میں نے کیں کاش اُن کو نہ کرتا۔ اور تین چیزوں کو جو میں نے نہ کیں اور کاش میں اُن کو کرتا۔ اور تین چیزوں پر جن کی نسبت میں کاش رسول اللہ صلے اللہ علیہ

وسلم سے دریافت کر لیتا۔ سو وہ تین چیزیں جو میں نے کیں اور کاش میں اُن کو نہ کرتا یہ ہیں کہ کاش میں فاطمہ کے گھر کی تفتیش نہ کرتا اور اس بارے میں بہت کچھ ذکر کیا۔ اور کاش میں فجاءہ سلمی کو آگ سے نہ جلاتا اور اُسے کامیاب رہا کر دیتا یا صاف قتل کر دیتا۔ اور کاش میں سقیفہ بنی ساعدہ کے روز امر خلافت کو دو شخصوں میں سے ایک کے گلے میں ڈال دیتا۔ پس وہ امیر اور میں اس کا وزیر ہوتا الخ۔ حائری نے موعظہ حسنہ صفحہ ۵۸ میں مسعودی کا یہ حوالہ درست نہیں دیا۔ سید محمد مجتہد لکھنوی نے طعن الرماح ص۵۸ میں اس حوالہ کو صحیح نقل نہیں کیا۔

(۸) مجتہد لاہوری موعظہ حسنہ ص۵۱ میں یوں لکھتا ہے۔ شرح ابن ابی الحدید صفحہ ۳۷ سطر دس میں مرقوم ہے کہ سلمہ بن عبد الرحمن سے مروی ہے۔ قال لما جلس ابو بکر علی المنبر کان علی والزبیر و ناس من بنی ھاشم فی بیت فاطمۃ فجاء عمر الیھم فقال والذی نفسی بیدہ لتخرجن الی البیعۃ او لاحرقن البیت علیکم بلفظہ۔ یعنے حضرت ابوبکر جس وقت منبر پر بیٹھے ہیں علی زبیر اور کچھ آدمی بنی ہاشم کے فاطمہ زہرا کے مکان میں موجود تھے۔ پس حضرت عمر ان کے پاس آئے کہ خدا کی قسم نکلتے ہو بیعت کے لئے کہ جلادوں اس گھر کو تمہارے اوپر انتہے بلفظہ۔

(۹) ابن قتیبہ کی کتاب الامامت والسیاست کی عربی عبارت کا اردو ترجمہ خود مصنف نے لکھ دیا ہے

(۱۰) المنار الحاطمہ ص۱ میں ہے۔ کتاب جمع الجوامع سیوطی، و کنز العمال فی تبویب سنن الاقوال والافعال علی متقی میں حرف ہمزہ کے باب الامارۃ خلافت ابی بکر میں اس طرح مذکور ہے۔ عن اسلم انہ حین بویع لابی بکر بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان علی والزبیر یدخلون علی فاطمۃ بنت رسول اللہ ص فیشاورو نھا و یرجعون فی امرھم فلما بلغ ذلک عمر ابن الخطاب خرج حتے دخل علے فاطمۃ فقال یا بنت رسول اللہ ص واللہ ما من الخلق احب الی من ابیک وما من احد احب الینا بعد ابیک منک وایم اللہ ما ذاک بمانعی ان اجتمع ھؤلاء النفر عندک ان امرتھم ان یحرق علیھم الباب فلما خرج عمر جاؤ ھا قالت تعلمون ان عمر جاءنی وقد حلف باللہ لان عدتم لیحرقن علیکم البیت وایم اللہ لیمضین لما حلف علیہ فانصرفوا راشدین فروا رایکم ولا ترجعوا الی فانصرفوا عنھا ولم یرجعوا الیھا حتے بایعوا لابی بکر ش ای رواہ عبد اللہ ابن ابی شیبۃ۔ حاصل روایت یہ ہے کہ اسلم سے منقول ہے کہ بتحقیق جب بیعت کی لوگوں نے ابو بکر کی بعد جناب رسول خدا ص کے تو علی اور زبیر داخل ہوتے تھے گھر میں جناب سیدہ بنت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے۔ اور مشورت کرتے تھے حضرت سیدہ سے اور مراجعت کرتے تھے اپنے امر میں۔ پس ہر گاہ پہنچی یہ خبر عمر بن الخطاب کو۔ باہر آیا تا اینکہ داخل ہوا اوپر جناب

سیدہ کے اور کہا کہ اے بنت رسول خدا قسم بخدا کہ نہیں کوئی مخلوقات سے دوست طرف میری مگر باپ تیرا۔ اور نہیں کوئی دوست تر نزدیک ہمارے بعد تیرے باپ کے تجھ سے۔ اور قسم بخدا کہ نہیں یہ دوستی مانع مجھ کو اس بات سے کہ اگر جمع ہوئیں یہ لوگ پاس تیرے تو حکم نہ کروں میں ان کی بات میں کہ دروازہ تیرے گھر کا اوپر جلایا جاوے۔ پس جب عمر گیا اور جناب امیر و زبیر حضرت فاطمہ کے پاس آئے۔ جناب سیدہ نے فرمایا کہ جانتے ہو تحقیق عمر میرے پاس آیا تھا اور قسم بخدا کہتا تھا کہ اگر تم آؤ گے میرے پاس۔ تو البتہ جلا دے گا اوپر تمہارے گھر میرا۔ اور قسم بخدا کہ وہ پورا کرے گا اس چیز کو کہ جس پر اس نے قسم یاد کی ہے یعنے جلانا میرے گھر کا اوپر تمہارے پس جاؤ تم درحالے کہ راشد ہو اور دیکھو رائے اپنی اور پھر نہ آؤ طرف میری۔ پس گئے علی اور زبیر جناب سیدہ کے پاس سے اور رجوع نہ کی طرف جناب سیدہ کی تا اینکہ بیعت کی ابوبکر سے انتہے بلفظہ۔

(۱۱) النار الحاطمہ صہ۱۴ میں ہے ۔ در کتاب الاکتفا تصنیف ابراہیم بن عبداللہ یمنی شافعی مذکور است عن اسلم انہ قال حین بویع لابی بکر بعد رسول اللہ ص کان علی والزبیر و رجل اخرین خلون علی فاطمۃ بنت رسول اللہ ص فیشاورونہا ویرتجعون فی امورھم فلما بلغ ذلک عمر بن الخطاب خرج حتی دخل علی فاطمۃ فقال یا فاطمۃ واللہ ما من احد احب الینا من ابیک وما من احد احب الینا بعد ابیک منک وایم اللہ ان جتمع ھولاء النفر عندک لامرتھم ان یحرق علیھم البیت فلما خرج جاؤھا قالت تعلمون ان عمر قد جاء وقد حلف باللہ لئن عدتم لیحرقن علیکم البیت وایم اللہ لیمضین لما حلف علیہ فانصرفوا راشدین فراوا رایکم ولا ترجعوا الی فانصرفوا عنھا فلم یرجعوا الیھا حتے بایعوا لابی بکر اخرجہ عثمان ابن ابی شیبۃ فی سننہ۔ اور ترجمہ اس کا موافق ترجمہ روایت کنز العمال کے ہے انتہی بلفظہ۔

(۱۲) النار الحاطمہ صہ۱۰۱ میں ہے۔ اور شاہ ولی اللہ والد صاحب تحفہ نے ازالۃ الخفا کے دوسرے مقصد میں بیچ بیان مآثر ابی بکر کے کہا ہے۔ ودرہمیں ایام مشکلے دیگر کہ فوق جمیع مشکلات توان شمرد بیش آمد آن این بود کہ زبیر و جمعے از بنی ہاشم در خانہ حضرت زہرا جمع شدہ درباب نقض خلافت ابی بکر مشورہا بکار مے بردند۔ حضرت شیخین آنرا بتدبیرے کہ بایستے برہم زدند و تدارک ملالے کہ بمزاج حضرت علی مرتضے عارض شدہ بود بحسن ملاطفت فرمودند۔ روایت این قصہ ہر یکے چیزے را حفظ کردہ چیزے ترک نمود۔ درینجا چند روایت بنویسیم تا قصہ منقح گردد۔ عن زید بن اسلم عن ابیہ انہ حین بویع لابی بکر بعد رسول اللہ ص کان علی والزبیر یدخلان علی فاطمہ بنت رسول اللہ ص فیشاورونہا ویرتجعون فی امرھم فلما بلغ ذلک عمر بن الخطاب خرج حتے دخل علی فاطمۃ فقال یا بنت رسول اللہ ص ما من الخلق احب الینا من

ابیک وما من احد احب الینا بعد ابیک منک، وایم اللہ ما ذاک بمانعی ان اجتمع ہولاء النفر عندک ان امرتہم ان یحرق علیہم البیت قال فلما خرج عمر جاؤھا فقالت تعلمون ان عمر قد جاءنی وقد حلف باللہ لئن عدتم لیحرقن علیکم البیت وایم اللہ لیمضین لما حلف علیہ فانصرفوا راشدین فروا رأیکم ولا ترجعوا الی فانصرفوا عنہا فلم یرجعوا الیہا حتی بایعوا لابی بکر اخرجہ ابن ابی شیبہ۔ ترجمہ موافق روایت جمع الجوامع وکنز العمال کے ہے انتہی بلفظہ۔

(۱۳) النار الحاطمہ صـ۱۲ میں ہے۔ ابن عبد البر صاحب استیعاب نے مسنداً اس روایت کو اپنی کتاب میں ترجمہ ابی بکر حرف العین میں لکھا ہے۔ قال حدثنا محمد ابن ابراھیم حدثنا محمد بن احمد ابن احمد بن ایوب حدثنا احمد بن عمرو البزار حدثنا احمد بن یحیی حدثنا محمد بن حسین محمد ثنا عبد اللہ بن عمر عن زید بن اسلم عن ابیہ ان علیا والزبیر کانا حین بویع لابی بکر یدخلان علی فاطمہ فیشاورانہا ویتراجعان فی امرھم فبلغ ذلک عمر فدخل علیہا عمر فقال یا بنت رسول اللہ واللہ ما کان احد احب الینا من ابیک وما احد احب الینا بعدہ منک وقد بلغنی ان ہولاء النفر یدخلون علیک ولئن بلغنی لافعلن ولافعلن ثم خرج وجاؤھا فقالت لہم ان عمر جاءنی وحلف لئن عدتم لیفعلن وایم اللہ لیفین بہا فانظروا فی امرکم ولا ترجعوا الی فانصرفوا فلم یرجعوا حتی بایعوا ابابکر انتہی۔ اور ترجمہ اس کا موافق ترجمہ عبارت ازالۃ الخفا وغیرہ کے ہے اور فتن کے معنے احراق کے ہیں جنانچہ جناب باری نے فرمایا ہے علی النار یفتنون انتہی بلفظہ۔

(۱۴) سید علی حائری کتاب الملل والنحل کا حوالہ یوں نقل کرتا ہے۔ کتاب الملل والنحل مطبوعہ یونان مصر صفحہ ۲ سطر ۲۳ میں سنیوں کے امام ابو الفتح عبدالکریم شہرستانی نظام کا قول بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے ان عمر ضرب بطن فاطمۃ علیہا السلام یوم البیعۃ حتی القت المحسن من بطنہا وکان یصیح احرقوا من فیہا وما کان فی الدار غیر علی وفاطمۃ والحسن والحسین انتہی بلفظہ۔ یعنے حضرت عمر نے ابوبکر صاحب کی بیعت کے روز فاطمہ زہرا کے شکم مطہر پر ضربت (چوٹ) لگائی جس کی وجہ سے صاحبزادہ محسن (نام) شکم فاطمہ سے سقط ہوا حضرت عمر اس وقت بلند آواز سے چیخ رہے تھے کہ جلادو اس گھر کو اور جو کوئی بھی اس گھر کے اندر ہے حالانکہ ایسا نہتے وقت حضرت عمر کو علم تھا کہ اس گھر کے اندر علی و فاطمہ حسنین کے سوا اور کوئی نہیں ہے انتہی بلفظہ (موعظہ حسنہ صفحہ ۵)

(۱۵) مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی نے بھی بقول مصنف تحفہ اثنا عشریہ میں اس واقعہ کا اعتراف کیا ہے۔ کتب مذکورہ بالا کے علاوہ چند اردو اور انگریزی کتابوں کے حوالے دیے جاتے ہیں جو کسی شمار میں نہیں

کیونکہ ان کا ماخذ یہی کتابیں ہیں جن کی عبارتیں اوپر نقل کی گئی ہیں۔ اب ہم بالترتیب روایات مذکورہ بالا کی تنقید کی طرف متوجہ ہوتے ہیں واللہ ہو الموفق والمعین۔

حوالہ نمبر ۱-۲-۳

ابوالفداء کے متعلق ابن الخیر مراکشی اپنی کتاب تحقیق المبین فی عقائد المصنفین مطبوعہ استنبول کی جلد اول صفحہ ۴۹۶ پر لکھتا ہے۔ کہ وہ پردۂ تقیہ میں یعنے بڑا محتاط شیعہ ہے اپنے تشیع کو عموماً چھپائے رکھتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی یہ پھوٹ نکلتا ہے تو انتہائی تعصب ظاہر کرتا ہے (دائرۃ الاصلاح لاہور کا رسالہ نمبر ۱۳ الموسوم بہ دفع الطعن الرافضہ فی احراق باب فاطمہؑ۔ صفحہ ۲۲)

مجتہد لاہوری نے ابوالفدا کا حوالہ جس قدر نقل کیا ہے اس کے بعد یہ عبارت ہے۔ "چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ باہر نکلے اور حضرت ابابکر صدیق سے آکر بیعت کیا۔ یہ روایت قاضی جمال الدین ابن واصل کی ہے۔ اس نے سند اس کی ابن عبدربہ المغربی تک پہنچائی ہے" مجتہد موصوف کا اس عبارت کو ہیں اقتصار کرنا ظاہر دو سبب سے ہے۔ ایک تو اس میں حضرت امیر کا بیعت کرنا مذکور ہے جو شیعہ کو نہایت ناگوار گذرتا ہے۔ دوسرے اس میں اس روایت کا ماخذ بتایا گیا ہے۔ ابوالفداء نے اپنی تاریخ کے دیباچہ میں ان کتابوں کے نام دیئے ہیں جن سے اس نے اخذ کیا ہے منجملہ ان کے قاضی جمال الدین ابن واصل کی تاریخ بھی ہے۔ ابوالولید ابن شحنہ حنفی کی کتاب روضۃ المناظر تاریخ ابوالفدا کا اختصار ہے چنانچہ کشف الظنون میں المختصر فی اخبار البشر کے تحت میں یوں لکھا ہے۔ واختصرہ ایضا القاضی ابوالولید محمد بن محمد ابن الشحنۃ الحلبی الحنفی المتوفی سنۃ خمس عشرۃ وثمانمائۃ وذیلہ الی زمانہ۔ یعنے قاضی ابوالولید محمد بن محمد شحنہ حلبی متوفی ۸۱۵ھ نے بھی المختصر فی اخبار البشر کا اختصار کیا ہے اور اپنے زمانہ تک اس کا ذیل لکھا ہے انتہی۔

اس بیان سے ظاہر ہے کہ روایت زیر بحث کا آغاز ابن عبدربہ مغربی متوفی ۳۲۸ھ سے ہے۔ اسی واسطے عقد الفرید میں اس کا اسناد مذکور نہیں۔ ابن عبدربہ سے بالواسطہ ابن واصل متوفی ۶۹۷ھ نے بغیر تنقید کے اپنی تاریخ میں نقل کیا کیونکہ کتب سیر و تواریخ میں رطب و یابس ہر ایک قسم کی روایات درج کر دیتے ہیں۔ ابن واصل سے ابوالفداء حنفی متوفی ۷۳۲ھ نے اپنی تاریخ میں نقل کیا۔ بعد ازاں ابن شحنہ حنفی نے اپنی تاریخ میں جو تاریخ ابوالفدا کا اختصار ہے بغیر تنقید کے درج کر دیا۔ ابن عبدربہ مغربی جو اس روایت کا سرچشمہ ہے اس کی نسبت کشف الظنون میں عقد لابی عمر کے تحت میں یوں لکھا ہے۔ قال ابن کثیر یدل من کلامہ علی تشیع منہ۔ یعنے ابن کثیر کا قول ہے کہ اس عبدربہ کا کلام اس کے تشیع پر دلالت

کرتا ہے۔ انتہے۔ ابن کثیر کا قول بالکل درست معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ عقد الفرید میں فضائل علی بن ابی طالب کے ضمن میں لکھا ہے کہ عوام صاحب ابی نواس نے دیار ربیعہ کے کسی عامل کی طرف یہ اشعار لکھے۔

بحق النبی بحق الوصی بحق الحسین بحق الحسن

بحق التی ظلمت حقہا ووالدھا خیر میت دفن

ترفق بارزا قنافی الخراج بترفیھا وحط المؤن

ان اشعار کو دیکھ کر اس عامل نے اپنی تمام ولایت میں خراج معاف کر دیا۔ اس حکایت کے بعد ابن عبدربہ نے خلیفہ مامون کا مناظرہ درج کیا ہے جس میں فضائل علی بیان کر کے خلافت بلافصل کو ثابت کرنا چاہا ہے جیسا کہ شیعہ کیا کرتے ہیں پس اس میں شک نہیں کہ اس روایت کا سرچشمہ شیعی ہے۔ لہٰذا بطور حجت ہم پر پیش نہیں ہو سکتی۔

حوالہ نمبر ۲

محمد بن جریر طبری کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اس میں کسی قدر تشیع ہے جو مضر نہیں۔ قطع نظر ازیں اول طبری کے اسناد میں پہلا راوی ابن حمید متوفی ۲۴۸ھ ہے جس پر بہت سے محدثین نے جرح کی ہے۔ چنانچہ یعقوب بن شیبہ کا قول ہے کہ وہ کثیر المناکیر ہے۔ امام بخاری فرماتے۔ فی حدیثہ نظر۔ امام نسائی کا قول ہے کہ وہ ثقہ نہیں۔ جوزجانی کا قول ہے کہ وہ ردی المذہب غیر ثقہ ہے۔ فضلک رازی کا قول ہے کہ میرے پاس ابن حمید کی روایت سے پچاس ہزار حدیثیں ہیں جن میں سے میں ایک حرف کی بھی روایت نہیں کرتا۔ صالح بن محمد اسدی کا قول ہے کہ میں نے کسی کو ابن حمید سے بڑھ کر خدا پر دلیر نہیں دیکھا وہ لوگوں کی حدیثیں لے کر مقلوب کر دیتا تھا۔ ابوزرعہ کا قول ہے کہ وہ عمداً جھوٹ بولا کرتا تھا۔ مشائخ و حفاظ اہل رے کا اجماع ہے کہ ابن حمید حدیث میں ضعیف ہے۔ وہ ایسی بات روایت کرتا تھا جسے اس نے نہیں سنا اور اہل بصرہ و کوفہ کی حدیثیں لے کر ان کو اہل رے سے روایت کرتا تھا۔ (دیکھو تہذیب التہذیب۔ ترجمہ محمد بن حمید ابو عبداللہ الرازی)۔ دوسرا راوی جریر بن عبدالحمید ہے جو ثقہ ہے مگر اخیر عمر میں اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا (تقریب التہذیب)۔ تیسرا راوی مغیرہ بن مقسم ہے جو ثقہ مگر روایت میں تدلیس کیا کرتا (تہذیب التہذیب)۔ پانچواں راوی زیاد بن کلیب ہے جو ثقہ ہے مگر بقول ابو حاتم حفظ میں متین نہیں۔ زیاد نے ۱۱۹ھ میں یا ایک سال بعد وفات پائی (تہذیب التہذیب)۔ تقریب التہذیب میں ہے کہ زیاد بن کلیب طبقہ سادسہ سے ہے جن کی ملاقات کسی صحابی سے نہیں ہوئی۔ جس واقعہ کو زیاد بیان کر رہا ہے وہ گیارہ ہجری کا ہے۔

اندریں حالات یہ روایت بھی قابل حجت نہیں۔ قطع نظر ازیں اس سے صرف تہدید احراق ثابت ہوگا جو جائے طعن نہیں جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا۔

حوالہ نمبر ۵

محمد بن عمر واقدی پرلے درجے کا مجروح ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ واقدی متروک الحدیث ہے۔ امام احمد اور ابن مبارک اور ابن نمیر اور اسمٰعیل بن زکریا نے اس کی روایت کو ترک کر دیا ہے یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ وہ ضعیف ہے اور ایک مرتبہ فرمایا کہ لیس بشئی۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ واقدی کی تمام کتابیں کذب ہیں۔ امام نسائی نے کتاب الضعفاء میں کہا کہ جن شخصوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ تھوپا ہے وہ چار ہیں یعنے واقدی مدینہ میں۔ مقاتل خراسان میں۔ محمد بن سعید مصلوب شام میں اور چھوتھے کا ذکر کیا۔ ابن عدی کا قول ہے کہ واقدی کی حدیثیں غیر محفوظ ہیں۔ ابن مدینی کا قول ہے کہ واقدی کی بیس ہزار حدیثیں ہیں جن کی کوئی اصل نہیں۔ بندار کا قول ہے کہ میں نے واقدی سے بڑھکر کوئی کاذب نہیں دیکھا۔ ابو الحرب نے بروایت شافعی بیان کیا کہ مدینہ میں سات شخص تھے جو اسناد وضع کیا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک واقدی ہے۔ ابو زرعہ رازی اور ابو بشیر دولابی اور عقیلی کہتے ہیں کہ واقدی متروک الحدیث ہے (دیکھو تہذیب التہذیب) علاوہ ازیں روایت واقدی کا اسناد بھی مذکور نہیں۔ لہٰذا اس روایت واقدی کے متروک ہونے میں کوئی شک نہیں۔

حوالہ نمبر ۶

احمد بن یحییٰ بلاذری ایک غیر معروف مورخ ہے۔ اس کی کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ ابو الحسن مدائنی اس کے شیوخ میں سے ہے (دیباچہ فتوح البلدان بلاذری مطبوعہ مصر) جس کی نسبت میزان الاعتدال اور لسان المیزان میں یوں لکھا ہے۔ علی بن محمد ابو الحسن المدائنی الاخباری صاحب التصانیف ذکرہ ابن عدی فی الکامل فقال علی بن محمد بن عبد اللہ بن ابی سیف المدائنی مولی عبد الرحمن بن سمرۃ ولیس بالقوی فی الحدیث وھو صاحب الاخبار قل مالہ من الروایات المسندۃ۔ یعنے علی بن محمد ابو الحسن مدائنی اخباری صاحب تصانیف ہے۔ ابن عدی نے کامل میں ذکر کیا ہے کہ علی بن محمد بن عبد اللہ بن ابی سیف مدائنی عبد الرحمن بن سمرہ کا آزاد کردہ غلام ہے۔ وہ حدیث میں قوی نہیں اور اخباری ہے۔ اسکی روایات بالاسناد قلیل ہیں انتہی۔ سلمہ بن محارب مجہول ہے۔ سلیمان بن ترخان۔ التیمی بھی جرح سے سالم نہیں۔ ابن سعد کا قول ہے کہ سلیمان تیمی حضرت علی بن ابی طالب کی طرف مائل تھا۔ یحیی بن معین کا قول ہے کہ وہ روایت میں

تدلیس کرتا تھا (تہذیب التہذیب)۔ ابن عون جس سے مراد غالباً عبداللہ بن عون ارطبان المزنی ہے جو طبقہ سادسہ سے ہے جن کی ملاقات کسی صحابی سے نہیں ہوئی (تقریب التہذیب)۔ کیا ایسی روایت بطور حجت ہم پر پیش ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ کتب سیر و تاریخ کی ہر ایک روایت قابل اعتماد و احتجاج نہیں ہو سکتی جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

حوالہ نمبر ۷

ابو الحسن علی بن حسین مسعودی متوفی ۳۴۶ھ کی روایت بلا اسناد میں تفتیش خانہ فاطمہؓ مذکور ہے۔ حضرت فاروق کا قصد احراق مذکور نہیں۔ علاوہ ازیں مسعودی شیعی بلکہ رافضی ہے۔ چنانچہ لسان المیزان (مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ۔ جزو رابع۔ صفحہ ۲۲۵) میں یوں لکھا ہے۔ وکتبہ طافحۃ بانہ کان شیعیاً معتزلیاً حتی انہ قال فی حق ابن عمر انہ امتنع من بیعۃ علی بن طالب ثم بایع بعد ذلک یزید بن معاویۃ والحجاج لعبد الملک بن مروان ولہ من ذلک اشیاء کثیرۃ ومن کلامہ فی حق علی مانصہ الاشیاء التی استحق بہا الصحابۃ الفضل السبق الی الایمان والھجرۃ مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والنصرلہ والقرابۃ منہ وبذل النفس دونہ والعلم والقناعۃ والجہاد والورع والزھد والقضاء والفتیا وان لعلی من ذلک الحظ الاوفر والنصیب الاکبر الی ماینضم الی ذلک من خصائصہ باخوتہ وبانہ احب الخلق الیہ الی غیر ذلک۔ ترجمہ مسعودی کی کتابیں اس مضمون سے لبریز ہیں کہ وہ شیعی معتزلی تھا یہاں تک کہ اُس نے حضرت ابن عمرؓ کے حق میں لکھا کہ وہ حضرت علی بن ابی طالب کی بیعت سے باز رہے۔ مگر بعد ازاں یزید بن معاویہ کی اور حجاج کے ہاتھ پر عبد الملک بن مروان کی بیعت کی۔ مسعودی کی کتابوں میں اس طرح کی بہت سی باتیں ہیں حضرت علیؓ کے حق میں مسعودی لکھتا ہے کہ وہ چیزیں جنکے سبب سے صحابہ کرام فضیلت کے مستحق ہیں یہ ہیں۔ ایمان لانے میں سبقت۔ اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت اور آپ کی نصرت۔ اور آپ سے قرابت۔ اور آپ کے لیئے جان نثاری۔ اور علم و قناعت و جہاد و ورع و زہد و قضاء و افتاء۔ حضرت علیؓ کے لیئے ان سب میں حظ اوفر اور نصیب اکبر ہے۔ اور ان کے علاوہ آپ کے لیئے اخوت کے متعلق خصائص ہیں اور آپ خدا کے نزدیک محبوب ترین خلق ہیں وغیرہ انتہیٰ (دیکھو مروج الذہب برحاشیہ تاریخ کامل۔ جزء سادس۔ صفحہ ۲۵) ابو الحسن مسعودی ایسا کھلا شیعی ہے کہ امامیہ اثنا عشریہ کو بھی اس کے تشیع کا اعتراف ہے۔ چنانچہ شیعہ کا فخر المحققین و سند المدققین میرزا ابو الفضل طہرانی لکھتا ہے۔ مسعودی علیہ الرحمۃ کہ از اعظم قدماء علمائے شیعہ است چنانچہ تامل سطاوی کلمات او در مروج شاہد است اگرچہ بعض مواضع از روی تقیہ یا ابدائے احتمال یا نقل خبر ضعیف مطالبیکہ مخالف مذہب حق باشد ذکر فرمودہ

واین معنے سبب اشتباہ محقق المعی آغا محمد علی ولد استاد اعظم شدہ برخلاف کل تصریح بعدم تشیع او فرمودہ وخصوص کتاب اثبات الوصیۃ او کہ معروف است اگر کسے بہ بیند جاے تردید باقی نماند و در فہرست ابوالعباس نجاشی مناقب او مذکور ہست الخ (شفاء الصدور فی شرح زیارۃ العاشور مطبوعہ بمبئی۔ ص۳۱۲)۔ یعنے مسعودی علیہ الرحمۃ بڑے قدیم علماے شیعہ میں سے ہے۔ چنانچہ مروج الذہب میں اس کے کلمات کے مطالب پر تامل اس پر شاہد ہے۔ اگرچہ بعض جگہ بنابر تقیہ یا اظہار احتمال یا نقل خبر ضعیف ایسے مطالب ذکر کر گیا ہے جو مذہب شیعہ کے مخالف ہیں اور یہی امر محقق المعی آغا محمد علی ولد استاد اعظم کے اشتباہ کا باعث ہوا کہ اُس نے سب کے برخلاف مسعودی کے عدم تشیع کی تصریح کر دی۔ اگر کوئی شخص بالخصوص مسعودی کی کتاب الوصیۃ کو جو معروف ہے دیکھ لے۔ تو جائے تردد باقی نہ رہے گی۔ ابوالعباس نجاشی کی فہرست میں اس کے مناقب مشہور ہیں انتہے۔

مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالے بھی مسعودی کو شیعہ کے زمرہ میں شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ کید بست وسوم آنکہ شخصے از علمای زیدیہ وبعضے فرق شیعہ غیر امامیہ نام بزند و اول در حال او مبالغہ نمایند کہ وے از متعصبان اہل سنت بود بلکہ بعضے از ایشان گویند کہ او از اشد نواصب بود بعد از ان از وے نقل کنند کہ دلالت بر بطلان مذہب سنیان وتائید مذہب امامیہ اثنا عشریہ نماید تا ناظر بغلط افتد وگمان برد کہ این سنی متعصب کہ باوصف شدت تعصب بدون صحت نقل این روایات را چرا مے آورد و بران سکوت چرا مے کرد مثل زمخشری صاحب کشاف کہ تفضیلی ومعتزلی ست واخطب خوارزم کہ زیدی غالی ست وابن قتیبہ صاحب معارف کہ رافضی مقرری ہست وابن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ کہ تشیع را با اعتزال جمع نمودہ و ہشام کلبی مفسر کہ رافضی غالی ہست وہمچنین مسعودی صاحب مروج الذہب وابوالفرج اصفہانی صاحب کتاب الاغانی وعلی ہذا القیاس امثال اینہارا این فرقہ در اعداد اہل سنت داخل کنند ومقولات ومنقولات ایشان الزام اہل سنت خواہند (تحفہ اثنا عشریہ۔ ص۱۴۲)۔ یعنے روافض کا تیئیسواں فریب یہ ہے کہ زیدیہ و بعضے فرق شیعہ غیر امامیہ اثنا عشریہ کے عالموں میں سے ایک عالم کا نام لیتے ہیں۔ پہلے تو بڑے زور شور سے اسکی نسبت کہتے ہیں کہ وہ متعصبان اہل سنت میں سے تھا۔ بلکہ ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ وہ نہایت سخت نواصب میں سے تھا۔ پھر اُس کے حوالہ سے ایسی روایت نقل کرتے ہیں جس سے مذہب اہل سنت کی تکذیب اور مذہب اثنا عشریہ کی تصدیق ہوتی ہو۔ تاکہ پڑھنے والا غلطی میں پڑ کر گمان کرنے لگے کہ یہ متعصب سنی باوجود شدت تعصب کے ایسی روایات کو اگر صحیح نہ ہوتیں کس واسطے نقل کرتا اور اُسپر سکوت کرتا۔ ایسے عالموں میں سے یہ ہیں۔ زمخشری صاحب کشاف جو تفضیلی اور معتزلی ہے۔ اخطب خوارزم جو غالی زیدی ہے۔ ابن قتیبہ صاحب معارف جو رافضی مقرری ہے۔ ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ جو شیعی معتزلی ہے اور ہشام کلبی مفسر

جو غالی رافضی ہے۔ اسی طرح کے شمار میں مسعودی صاحب مروج الذہب اور ابو الفرج اصفہانی صاحب کتاب اغانی وغیرہ ہیں۔ روافض اس قسم کے عالموں کو اہل سنت کے عالموں میں شمار کرتے ہیں۔ اور ان کے مقولات و منقولات سے اہل سنت کو الزام دینا چاہتے ہیں انتہے۔

حوالہ نمبر ۸

ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ شیعی معتزلی۔ اس کا حال اور اس کی شرح کا سبب تصنیف ہم لکھ چکے ہیں۔ اس کی روایت اور وہ بھی بلا اسناد ہم پر حجت نہیں۔

حوالہ نمبر ۹

ابن قتیبہ دو ہیں۔ ایک عبداللہ بن مسلم دینوری جو سنی ہے۔ دوسرا ابراہیم بن قتیبہ اصفہانی جو رافضی ہے۔ کتاب الامت والسیاست ابن قتیبہ رافضی کی ہے۔ ابن قتیبہ عبداللہ بن مسلم کی تصانیف کی فہرست وفیات الاعیان للقاضی ابن خلکان اور لسان المیزان للعسقلانی میں موجود ہے۔ ان میں کتاب الامامت والسیاست کا نام نہیں۔ کشف الظنون میں بھی اس نام کی کوئی کتاب مذکور نہیں۔ ابن قتیبہ دینوری کی کتاب تاویل مختلف الحدیث ہمارے پاس موجود ہے۔ اس میں جا بجا روافض کی تردید ہے۔ کتاب الامت والسیاست کا مصنف ایسا تقیہ باز رافضی ہے کہ جہاں ان امور کا ذکر ہے جو متفق علیہ فریقین ہیں وہاں ان امور کو بقید اسانید تحریر کرتا ہے۔ اور جہاں اصحاب ثلاثہ کی توہین کا مضمون ہے اسے بلا سند لکھتا ہے۔ چنانچہ قصہ قصد احراق بھی بلا اسناد لکھا ہے۔

حوالہ نمبر ۱۰-۱۱-۱۲-۱۳

ان چاروں نمبروں میں ایک ہی روایت منقول ہے۔ مگر اس کا پورا اسناد صرف استیعاب ابن عبد البر میں مذکور ہے۔ چونکہ استیعاب میں قصد احراق کی تصریح نہیں۔ اس لیے روافض دوسری نقلوں سے مطابق کرنے کے لیے اس میں تصرف کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ روایت استیعاب مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ میں ہے۔ وایم اللہ لیفعلن بھا۔ یعنے قسم بخدا کہ وہ ضرور اسے پورا کرے گا۔ بجائے اس کے مصنف تشیید المطاعن نے وایم اللہ لیفتن بھا لکھا اور فتن کے معنے احراق بتائے جیسا کہ علی النار یفتنون میں ہیں۔ سید محمد مجتہد لکھنوی نے طعن الرماح صفحہ ۹۴-۹۵ میں یفتن لھا لکھا ہے جس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

ہرائنہ خواہد سوزانید برائے خلافت۔ مگر اتنے تصرف پر بھی قصد احراق باب یا بیت ثابت نہیں ہوتا۔ مفردات راغب میں ہے اصل الفتن ادخال الذھب فی النار لتظہر جودتہ من ردائتہ واستعمل فی ادخال الانسان النار قال ھم علے النار یفتنون۔ یعنے فتن کے اصل معنے سونے کا آگ میں ڈالنا ہے تاکہ اسکا کھرا یا کھوٹا ہونا ظاہر ہو جائے۔ اور انسان کے آگ میں ڈالنے کے معنے میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالٰے ہے ھم علی النار یفتنون۔ لہذا بر تقدیر تسلیم صحت یفتن کا مفعول انسان ہوں گے نہ باب یا بیت علاوہ ازیں بہا میں ھا کا مرجع نار مذکور نہیں۔ اسی واسطے مجتہد لکھنوی نے بہا کی جگہ لہا لکھا ہے۔ اور خلافت کو مرجع قرار دیا۔ جو اعتراض سے خالی نہیں۔ کنز العمال اور کتاب الاکتفا اور ازالۃ الخفا میں ہے۔ لیمضین لما حلف علیہ۔ اور یہ لیفین بہا کا ہم معنے ہے۔ لہذا لیفین بہا ہی درست ہے قطع نظر ازین روایت استیعاب کے اسناد میں کلام ہے۔ صاحب تشیید المطاعن نے جو اسناد کے شروع میں قال حدثنا محمد بن ابراھیم لکھا ہے۔ وہ استیعاب مطبوعہ میں موجود نہیں استیعاب مطبوعہ میں اسناد یوں شروع ہوتا ہے۔ حدثنا محمد بن احمد حدثنا محمد بن ایوب الخ۔ اس اسناد میں احمد بن عمرو البزار جو مذکور ہے اسکی نسبت میزان الاعتدال میں ہے احمد بن عمرو الحافظ ابو بکر البزار صاحب المسند الکبیر صدوق مشہور قال ابو احمد الحاکم یخطی فی الاسناد والمتن یروی عن الفلاس وبندار وھذہ الطبقۃ وقال الحاکم سألت الدارقطنی عنہ فقال یخطی فی الاسناد والمتن حدث بالمسند بمصر حفظاً ینظر فی کتب الناس و یحدث من حفظہ ولم یکن معہ کتب فاخطأ فی احادیث کثیرۃ۔ جرحہ النسائی وھو ثقۃ یخطی کثیرا۔ یعنے حافظ ابو بکر احمد بن عمرو بزار صاحب مسند کبیر صدوق مشہور ہے۔ ابو احمد حاکم کا قول ہے کہ وہ اسناد و متن میں خطا کرتا ہے۔ اور فلاس و بندار اور اس طبقہ سے روایت کرتا ہے۔ حاکم کا بیان ہے کہ میں نے دارقطنی سے اس کی نسبت پوچھا تو دارقطنی نے جواب دیا کہ وہ اسناد اور متن میں خطا کرتا ہے۔ اُس نے مصر میں بطریق حفظ مسند کی روایت کی بدین طور کہ وہ لوگوں کی کتابوں میں دیکھتا تھا اور حفظ روایت کرتا تھا اور اس کے پاس کتابیں نہ تھیں۔ پس اُس نے بہت سی حدیثوں میں خطا کی۔ امام نسائی نے اس پر جرح کی ہے۔ اور وہ ثقہ ہے مگر خطا بہت کرتا ہے انتہے۔ لسان المیزان میں ہے۔ روی عنہ من اھل اصبہان ابو الشیخ وابو احمد العسالی وابو القاسم الطبرانی وغیرھم من اھل مصر ابو بکر بن المھندس ومحمد ابن ایوب بن الصموت والحسن بن رشیق وغیرھم ومن اھل بغداد ابن قانع وابن سالم وابن نجیح وغیرھم۔ یعنے ابو بکر بزار سے روایت کی ہے اہل اصفہان میں سے ابو الشیخ و ابو احمد عسال اور ابو القاسم طبرانی وغیرہ نے اور اہل مصر میں سے ابو بکر بن مہندس اور محمد بن ایوب بن صموت اور حسن بن رشیق وغیرہ نے اور اہل

بغداد میں سے ابن قانع اور ابن سالم اور ابن نجیح وغیرہ نے انتہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسناد زیر بحث میں محمد بن ایوب جو مذکور ہے وہ محمد بن ایوب بن صموت ہے۔ حسن المحاضرہ للسیوطی (جزء اول۔ صفحہ ۱۷۳ میں ہے)۔ محمد بن ایوب بن الصموت الرقی نزیل مصر روی عن هلال بن العلاء وطائفة مات سنة احدی واربعین وثلاث مائة۔ یعنے محمد بن ایوب بن صموت رقی متوفی ۳۴۱ھ نزیل مصر نے ہلال بن علاء اور ایک جماعت سے روایت کی ہے انتہے۔

محمد بن ایوب کی تجریح یا توثیق کا حال معلوم نہیں۔ تہذیب التہذیب میں صرف ایک محمد بن ایوب الرقی مذکور ہے جس کی نسبت لکھا ہے قال ابوحاتم ضعیف وقال ابن حبان کان یضع الحدیث یعنے ابوحاتم کا قول ہے کہ محمد بن ایوب رقی ضعیف ہے اور ابن حبان کا قول ہے کہ وہ حدیثیں وضع کیا کرتا تھا انتہے۔ عبداللہ بن عمر کی نسبت میزان الاعتدال میں یوں لکھا ہے۔ عبد اللہ بن عمر بن حاطب الجمحی الحاطبی المدنی المکفوف روی عن زید بن اسلم وهشام بن عروة وعنه الحمیدی ومحمد ابن مهران الرازی وهشام بن عمار قال ابوحاتم محله الصدق والمخزومی احب الینا قلت وما لهذا اشی فی الکتب۔ ترجمہ عبداللہ بن عمر بن حاطب جمحی حاطبی نابینا۔ اُس نے زید بن اسلم اور ہشام بن عروہ سے روایت کی ہے۔ اور اس سے حمیدی اور محمد بن مہران رازی اور ہشام بن عمار نے روایت کی ہے۔ ابوحاتم نے کہا کہ اس کا محل صدق ہے اور مخزومی ہمارے نزدیک محبوب تر ہے۔ اس پر علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ کتب رجال میں اس کا کچھ ذکر نہیں انتہے۔ میزان الاعتدال میں اس نابینا حاطبی کا ترجمہ عبداللہ بن اُمیہ جیلی کے بعد اور عبداللہ بن محمد بن عمر سے پہلے لکھا ہے۔ اس بے ترتیبی سے خیال گزرتا ہے کہ یہ ترجمہ الحاقی ہے۔ بہر حال عبداللہ حاطبی نابینا مجہول ہے۔ اسی پر کیا موقوف ہے محمد بن حسین اور محمد بن یحیی بھی مجاہیل میں سے ہیں۔ اگر باوجود ایسے اسناد کے اس روایت کی صحت کو تسلیم کر لیا جائے۔ تو اس کا جواب خود شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے دیدیا ہے۔ اور بتا دیا ہے کہ بتقدیر تسلیم اسی روایت سے کوئی طعن حضرات شیخین پر عائد نہیں ہوتا بلکہ یہ اُنکے مناقب و مآثر میں شمار ہو سکتی ہے دائرۃ الاصلاح لاہور کے رسالہ نمبر ۳ میں اس روایت کے متعلق یوں لکھا ہے۔ "اس روایت سے سرکار شریعتمدار کو معلوم ہوگا کہ احراق باب فاطمہ رضہ ہرگز ہرگز وقوع میں نہیں آیا۔ بلکہ اگر ثابت ہوتا ہے تو یہ ہوتا ہے۔ کہ خلیفہ ثانی نے جمع ہونے والوں کو جو کچھ کہا وہ موثر و کارگر ثابت ہوا فہو المراد۔ مکرر غور سے یہ روایت یہ بھی ثابت کرتی ہے۔ کہ جناب سیدہ کا بنو ہاشم کو منع فرمانا اور حضرت علی رضہ کی خاموشی بلکہ اس واقعہ کے بعد حضرت صدیق کی بیعت فرمانا درحقیقت حضرت عمر رضہ کی تائید تھی۔ ممکن ہے کہ حضرت علی رضہ نے جنہیں بعض لوگ نقض انتظام خلافت کے لیئے مجبور کر رہے تھے اور وہ

خود جیسا کہ نہج البلاغہ میں مذکور ہے اُس کے مخالف تھے اس مخمصے سے اپنے آپ کو رہا کرنے کے لیے حضرت عمرؓ سے انتقام کی خواہش کی ہو۔ روایت سے یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ سیدہ مطہرہ اس بات سے معاذ اللہ رنجیدہ ہوئی ہوں یا اُنہوں نے یا حضرت علیؓ اور یا اکابر بنو ہاشم نے اس پر احتجاج کیا ہو۔ اگر فی الحقیقت یہ امر ان پر گراں گزرتا۔ تو وہ ضرور اسے اپنی آزادی کے منافی تصور کرتے ہوئے اس کا ازالہ یا دفعیہ کی کوشش کرتے۔ بلکہ خاتون قیامت کے فرمانے پر بنو ہاشم کا منتشر ہونا اور یکے بعد دیگرے حضرت صدیق کی بیعت میں آنا اس امر کو روز روشن کی طرح واضح کر رہا ہے کہ بنو ہاشم کی جماعت نے خلافت کے بارے میں حضرت علیؓ سے متفق ہو کر حضرت صدیق اکبر کے سامنے سر نیاز جھکا دیا۔ اگر حضرت علی رض غلط راہ اختیار کرتے۔ تو ضرور سر پھٹول تک نوبت پہنچتی۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ وہ حقیقت کو پہنچ گئے۔ اور صدیق اکبر سے مسلمانوں کا شیرازۂ اتحاد قائم رہا۔۔۔

حوالہ نمبر ۱۴

شہرستانی کی کتاب ملل و نحل کے متعلق ہم پہلے کافی لکھ چکے ہیں۔ ملل و نحل میں مختلف مذاہب و فرق کے معتقدات و دیگر حالات درج ہیں۔ اگر شہرستانی نے معتزلہ کے فرقہ نظامیہ کے بانی کا قول نقل کر دیا۔ تو اُس سے یہ نہیں پایا جاتا کہ شہرستانی نظام کا ہم مذہب و ہم خیال ہے۔ ورنہ شہرستانی کا عیسائی یہودی مجوسی وغیرہ ہونا تسلیم کرنا پڑے گا وہذا کما تریٰ۔ نظام مذکور معتزلی ہے۔ شہرستانی نے لکھا ہے کہ وہ دیگر معتزلہ سے تیرہ امور میں منفرد ہے ان میں سے جو گیارھواں امر ہے اُس کا ایک جزو مجتہد لاہوری نے نقل کیا ہے۔ شہرستانی اس امر کو یوں ذکر کرتا ہے۔ الحادیۃ عشر میلہ الی الرفض ووقیعتہ فی کبار الصحابۃ قال اولا لا امامۃ الا بالنص والتعیین ظاہرا مکشوفا وقد نص النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم علی علی کرم اللہ وجہہ فی مواضع واظہرہ اظہارا لم یشتبہ علی الجماعۃ الا ان عمر کتم ذلک الخ یعنے گیارھواں امر یہ ہے کہ نظام کی رغبت رفض اور کبار صحابہ کی بدگوئی کی طرف تھی۔ اسکا قول تھا کہ امامت سوائے نص و تعیین ظاہر کے نہیں ہو سکتی۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی جگہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں نص کی اور اُسے ایسا ظاہر کیا کہ جماعت کو شک و شبہ نہ رہا۔ مگر عمرؓ نے اُسے چھپا لیا انتہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لسان المیزان میں لکھتے ہیں۔ ابراہیم بن سیار بن ھانی النظام ابو اسحق البصری مولی بنی بجیر بن الحارث بن عباد الضبعی من رؤس المعتزلۃ متہم بالزندقۃ وکان ناعرا ادیبا بلیغا ولہ کتب کثیرۃ فی الاعتزال والفلسفۃ ذکرہا الندیم۔ قال ابن قتیبۃ فے

اختلاف الحدیث له کان شاطرا من الشطار مشهورا بالفسق ثم ذکر من مفرداته انه کان یزعم ان الله یحدث الدنیا و ما فیها فی کل حین من غیر ان یفنیها و جوز ان یجتمع المسلمون علی الخطاء و ان النبی صلی الله علیه واله وسلم لم یختص بانه بعث الی الناس کافة بل کل نبی قبله بعثته کانت الی جمیع الخلق لان معجزة النبی تبلغ آفاق الارض فیجب علی کل من سمعها تصدیقه واتباعه وان جمیع کنایات الطلاق لا یقع بها طلاق سواء نوی او لم ینو و ان النوم لا ینقض الوضوء و ان السبب فی اطباق الناس علی وجوب الوضوء علی النائم ان العادة جرت ان نائم اللیل اذا قام بادر الی التخلی و ربما کان بعینیه رمص فلما راوا انهم اذا انتبهوا توضؤا ظنوا ان ذلك لاجل النوم و عاب علی ابی بکر و عمر و علی و ابن مسعود الفتوی بالرأی مع ثبوت النقل عنهم فی ذم القول بالرأی و قال عبد الجبار المعتزلی فی طبقات المعتزلة کان امیا لا یکتب یعنی ابو اسحاق نظام ابراہیم بن سیار بن ہانی بصری (ہنو بجیر بن حارث بن عباد ضبعی کا آزاد کردہ غلام) بڑا معتزلی اور بددینی سے مشہور ہے۔ وہ شاعر اور ادیب بلیغ تھا اعتزال اور فلسفہ میں اس کی بہت سی کتابیں ہیں جن کا ذکر ندیم نے کیا ہے۔ ابن قتیبہ نے اپنی کتاب مختلف الحدیث میں بیان کیا ہے کہ نظام شوخ و بے باک اور فسق میں مشہور تھا پھر اس کے متفرقات کا ذکر کیا ہے کہ وہ قائل تھا کہ خدا تعالیٰ ہر وقت دنیا و ما فیہا کو بغیر فنا کرنے کے متجدد کرتا رہتا ہے اور قائل تھا کہ جائز ہے کہ مسلمان خطا پر متفق ہو جائیں۔ چنانچہ وہ متفق ہو گئے ہیں کہ حضور پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا باقی تمام پیغمبر ساری مخلوقات کی طرف مبعوث نہیں ہوئے۔ حالانکہ آپ سے پہلے ہر ایک نبی تمام مخلوقات کی طرف مبعوث ہوا۔ کیونکہ ہر ایک نبی کا معجزہ تمام آفاق زمین میں پہنچ گیا۔ لہذا جس نے اس معجزے کو سنا۔ اس پر اس نبی کی تصدیق اور اتباع واجب ہوتا تھا۔ اور وہ قائل تھا کہ کنایات سے خواہ نیت طلاق کی ہو یا نہ طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اور قائل تھا کہ نیند سے (خواہ لیٹ کر ہو) وضو نہیں ٹوٹتا۔ لوگوں نے جو اجماع کیا ہے کہ نیند سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عادت یوں ہے کہ انسان جب صبح کو اٹھتا ہے تو تقاضائے حاجت کے لیے جاتا ہے۔ اور بسا اوقات اس کے گوشہ چشم میں میل ہوتی ہے (اس لیے وضو کرتا ہے)۔ لوگوں نے جب دیکھا کہ ان کے اوائل صبح کو اٹھ کر وضو کرتے تھے۔ تو ان کو یہ غلط گمان ہوا کہ ان کا وضو کرنا نیند کے سبب سے تھا۔ نظام نے حضرات ابوبکر و عمر و علی و ابن مسعود پر طعن کیا ہے کہ وہ رائے سے فتوے دیا کرتے تھے حالانکہ ان سے قول بالرائے کی مذمت منقول ہے۔ عبد الجبار معتزلی نے طبقات المعتزلہ میں لکھا ہے کہ نظام ان پڑھ تھا لکھ نہ سکتا تھا انتہی۔

اب ناظرین فیصلہ فرمائیں کہ نظام کا قول اہل انصاف کے نزدیک کیا وقعت رکھ سکتا ہے۔

حوالہ نمبر ۱۵

مصنف نے جو یہ لکھا ہے کہ مولانا شاہ عبدالعزیز مصنف تحفہ اثنا عشریہ کو بھی اس واقعہ کا اعتراف ہے بالکل غلط ہے۔ کیونکہ شاہ صاحب کے نزدیک یہ قصہ سراسر بہتان وافترا ہے۔ چنانچہ تحفہ اثنا عشریہ ص۲۹۲ میں فرماتے ہیں طعن دوم آنکہ عمر رضی اللہ عنہ خانۂ حضرت سیدۃ النساء راسوخت و بر پہلوے مبارک آن معصومہ شمشیر خود صدمہ رسانیدہ کہ موجب اسقاط حمل گردید۔ و این قصہ سراسر واہی وبہتان وافترا است ہیچ اصلے ندارد۔ و لہذا اکثر امامیہ قائل این قصہ نیستند و گویند کہ قصد سوختن آن خانۂ مبارک کردہ بود لکن بعمل نیاورد انتہے۔ دوسری جگہ تحفہ اثنا عشریہ ص۳۴۵) فرماتے ہیں۔ آنچہ در قصہ قنفذ و احراق باب دار فاطمہ و خلانیدن شمشیر بہ پہلوے سیدۃ النساء ذکر کردہ اند ہمہ از اکاذیب وافترا آت شیاطین کوفہ است کہ پیشوایان شیعہ و روافض بودہ اند۔ ہرگز در ہیچ کتاب اہل سنت نہ بطریق صحیح و نہ بطریق ضعیف موجود ہست انتہے۔ اگر قصد احراق کی روایت کو بطریق تنزل صحیح تسلیم کیا جائے۔ تو اس کا جواب یوں ہوگا۔ کہ قصد امور قلبیہ سے ہے جس پر خدا تعالےٰ کے سوا کوئی مطلع نہیں ہوسکتا محض قصد پر کوئی جرم یا اعتراض عائد نہیں ہوسکتا۔ قرآن کریم میں حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت وارد ہے۔ و ھم بھا) اور قصہ کیا یوسف نے زلیخا کا) جب حضرت یوسف پر اس قصد سے کوئی عتاب نہیں ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ محض قصد جرم نہیں تاوقتیکہ وہ فعل وقوع میں نہ آئے۔ پس جب حضرت فاروق اعظم سے احراق وقوع میں نہیں آیا۔ تو ان پر محض بوجہ قصد طعن کرنا خلاف قرآن ہے۔ سباق وسیاق کلام سے پایا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ کا ارشاد واسطے تہدید ان اشخاص کے تھا جو جناب سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراؓ کے گھر میں بیٹھ کر نقض خلافت کے لئے مخالفانہ کمیٹیاں اور بیجا مشورے کیا کرتے تھے۔ حضرت فاروق اعظم کیسے مدبر و منتظم تھے کہ جن کی ذات نے اٹھتے ہوئے فتنہ کو کیسی عمدہ تدبیر سے فرو کر دیا۔ اگر خدانخواستہ مخالفین بیعت کی سازشیں قائم رہتیں۔ تو جماعت اسلام کا شیرازہ اتحاد پراگندہ ہوجاتا۔ اور وہی خانہ جنگیاں پیش آتیں جو جناب امیرؓ کے عہد میں پیش آئیں۔ اور اسلام ایک انچ بھر ترقی نہ کرتا۔ علاوہ ازیں حضرت عمرؓ کا ارشاد حضور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہے۔ کیونکہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے بارے میں جو نماز کی جماعت میں حاضر نہ ہوتے تھے فرمایا کہ اگر وہ باز نہ آئیں گے۔ تو میں ان پر گھروں کو جلادوں گا۔ جس طرح یہ ارشاد نبوی تہدید کے لئے تھا۔ اسی طرح ارشاد فاروقی بھی تہدید کے لئے تھا۔ اگر تفصیل مطلوب ہو۔ تو تحفہ اثنا عشریہ کا مطالعہ کیجئے۔

کسر شان اہل بیت کی دوسری مثال جو مصنف نے بحوالہ کتاب الامامت والسیاست پیش کی ہے یہ ہے کہ "جب علیؓ کو حضرت عمرؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس لائے۔ تو علیؓ سے حضرت عمرؓ نے کہا کہ بیعت کرو۔ علی نے کہا کہ اگر میں بیعت نہ کروں تو کیا ہو۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا قسم ہے اُس خدا کی جس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے کہ اس حالت میں ہم لوگ تمہاری گردنیں کاٹیں گے۔ علی نے کہا کہ کیا ایک بندہ خدا اور رسول اللہ کے بھائی کو قتل کرو گے۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا کہ بندۂ خدا تو خیر۔ مگر رسول اللہ کا بھائی غلط الخ" چونکہ یہ روایت بھی بلا سند بحوالہ کتاب الامامت والسیاست لکھی گئی ہے۔ اس لیے اہل سنت وجماعت پر حجت نہیں تیسری مثال مصنف نے بغیر حوالہ کے یہ پیش کی ہے کہ شیعہ کے اجماع کو اہل سنت معتبر نہیں سمجھتے لہذا اس میں بھی اہل بیت کی شان کی تنقیص ہے۔ اجماع شیعہ کے غیر معتبر ہونے کا بیان پہلے آچکا ہے یہاں اُس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ چوتھی مثال کسر شان اہل بیت کی متعلق بہ القاب ہے جس کا ذکر اب آتا ہے

قال السید امداد امام

خطاب صدیق اکبر پر نظر

جاننا چاہیے کہ صدیق اکبر کا خطاب خاص حضرت علی کا ہے اور آپ کے سوا کسی دوسرے کا ہو نہیں سکتا۔ حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت ابو ذر غفاریؓ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ بہ تحقیق یہ وہ شخص ہے جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا ہے اور اس امت میں حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والا ہے۔ اور مومنوں کا امیر ہے۔ اور یہ شخص وہ ہے جو قیامت کے روز سب سے پہلے مجھ سے ملاقات کرے گا اور یہ صدیق اکبر ہے۔ حدیث نبوی یوں واقع ہے۔ عن سلمان الفارسی و ابی ذر الغفاری قال اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بید علیؑ فقال ان ھذا اول من اٰمن بی و ھذا فاروق ھذہ الامۃ و ھذا یعسوب المومنین و ھذا اول من یصافحنی یوم القیمۃ و ھذا الصدیق الاکبر (اخرجہ الطبرانی والدیلمی والطبرانی من الکبیر من سند سلمان) دوسری حدیث نبوی یہ ہے عن ابی ذر الغفاری قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یقول لعلی انت اوّل من اٰمن بی وصدق وانت الصدیق الاکبر (اخرجہ الحاکم نقلت من ریاض النضرۃ) یعنے حضرت ابو ذر غفاری روایت کرتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم سے سُنا ہے کہ علی سے آپ فرمارہے تھے کہ تو وہ شخص ہے جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا ہے اور میری تصدیق کی ہے اور تو صدیق اکبر ہے۔ تیسری حدیث نبوی یہ ہے۔ عن ابن عباس وابی لیلیٰ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم الصدیقون ثلاثۃ حبیب النجار مومن الیاسین الذی قال یقوم اتبعوا المرسلین وحزقیل مومن آل فرعون الذی قال اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وعلی بن ابی طالب وھو افضلھم (اخرجہ البخاری عن ابن عباس واحمد عن ابی لیلیٰ) یعنے ابن عباس اور ابو لیلیٰ روایت کرتے ہیں کہ حسب فرمودۂ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم صدیق تین ہیں۔ اول حبیب النجار جو حواریین حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والا تھا اور جس نے یہ کہا تھا کہ اے میری قوم کے لوگو نبیوں کی متابعت کرو۔ دوم حزقیل جو گروہ فرعون سے تھا مگر خدا پر ایمان لایا تھا اور جس نے یہ کہا تھا کہ اے میری قوم والو کیا تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا پالنے والا خدا ہے۔ تیسرے علی بن ابی طالب اور آپ ان دونو سے افضل ہیں۔ اس حدیث نبوی سے ظاہر ہو گیا کہ تین حضرات کے بعد کوئی اور شخص صدیق نہیں ہے۔ یوں کہنے کے لیئے جس کو جو شخص صدیق کے خطاب سے یاد کرے مختار ہے۔ چوتھی حدیث نبوی یہ ہے۔ عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ من یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم۔ قال علیؑ یا رسول اللہ ھل نقدر علی ان نراک فی الجنۃ۔ قال یا علیؑ ان لکل نبی رفیقا اول من اسلم من امتہ۔ فنزلت ھذہ الآیۃ اولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا۔ فدعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیاً فقال ان اللہ تعالیٰ قد انزل بیان ما سألت فجعلک رفیقی لانک اول من اسلم وانت الصدیق الاکبر (تفسیر ابن الحجام) یعنے حضرت ابن عباس اس قول خدا کے متعلق "اور جن لوگوں نے خدا اور خدا کے رسول کی اطاعت کی ہے پس وہ لوگ ان کے ساتھ ہیں جن پر خدا نے اپنی نعمت اتاری ہے" روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کی کہ یا رسول اللہ آیا ہم حضور کو جنت میں بھی دیکھ سکیں گے؟ آنحضرتؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے جو اس پر سب سے پہلے اسلام لاتا رہا ہے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی کہ "وہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر خدا تعالےٰ نے اپنی نعمت نازل کی ہے یعنے نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور نیک لوگوں کے ساتھ ہوں گے اور یہ لوگ اُن کے اچھے رفیق ہوں گے" اس کے بعد آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو بُلایا اور فرمایا کہ اے علیؑ خدا تعالےٰ نے تیرے سوال کا جواب نازل فرمایا ہے اور تجھے میرا رفیق بنایا ہے کیونکہ تو سب سے پہلے مجھ پر اسلام لایا ہے اور تو صدیق اکبر ہے۔ پانچویں حدیث نبوی خود بروایت علیؑ ہے جس میں آنحضرتؐ نے حضرتؑ کو ھذا الصدیق الاکبر علی بن ابی طالب

فرمایا۔ اختصار کی نظر سے راقم اس حدیث کو درج ہذا نہیں کرتا ہے مگر یہ حدیث نہایت مستند ہے اور اس کے اخراج کرنے والے ابو جعفر العقیلی ہیں۔ اس حدیث کا منشا یہ ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے حضرت علی سے ارشاد فرمایا کہ قیامت میں ہم چار شخصوں کے سوا پانچواں شخص سوار نہ ہوگا۔ انصار میں سے (ایک شخص نے) اٹھ کر عرض کی یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں وہ چار شخص کون ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ایک تو وہ میں ہوں کہ براق پر سوار ہوں گا اور میرے بھائی صالح نبی اس ناقۃ اللہ پر سوار ہوں گے جس کے پاؤں کاٹے گئے تھے۔ اور میرے چچا حمزہ ناقہ عضبا پر سوار ہونگے۔ اور میرے بھائی علی جنت کی اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی پر سوار ہوں گے اور ان کے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا اور وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پکارتے ہونگے۔ تمام آدمی کہیں گے یہ کوئی مقرب فرشتہ ہے یا نبی مرسل یا حامل عرش۔ عرش کے اندر سے ایک فرشتہ جواب دے گا کہ اے اشخاص نہ یہ مقرب فرشتہ ہے اور نہ نبی مرسل یا حامل عرش۔ یہ صدیق اکبر علی بن ابی طالب ہے مصباح الظلم۔ ص ۵۴-۵۵

اقول

مصنف نے لقب و خطاب میں تمیز نہیں کی۔ کوئی حدیث تا وقتیکہ مرفوع متصل صحیح الاسناد ثابت نہ ہو بطور حجت پیش نہیں ہوسکتی۔ مصنف نے پانچوں حدیثوں میں سے ایک کا بھی پورا اسناد نقل نہیں کیا تاکہ تنقید ہوسکے۔ صرف ایک ایک راوی اور مخرج بتایا گیا ہے۔ تاکہ عوام کیا بعضے علماء بھی مغالطہ میں پڑ جائیں۔ اور ان کو صحیح خیال کرنے لگیں۔ پہلی حدیث بروایت سلمان بحوالہ طبرانی و دیلمی لکھی جو ہمارے پاس موجود نہیں۔ ہاں یہی حدیث عقیلی نے بروایت ابن عباس یوں نقل کی ہے۔ (العقیلی) حدثنا علی بن سعید الرازی حدثنا عبد اللہ ابن داھر بن یحیی الرازی حدثنا ابی عن الاعمش عن عبایۃ الاسدی عن ابن عباس انہ قال ستکون فتنۃ فان ادرکہا احد منکم فعلیہ بخصلتین کتاب اللہ و علی بن ابی طالب فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول وھو اخذ بیدی علی ھذا اول من امن بی وھو اول من یصافحنی یوم القیامۃ وھو فاروق ھذہ الامۃ یفرق بین الحق والباطل وھو یعسوب المومنین والمال یعسوب الظلمۃ وھو الصدیق الاکبر وھو بابی الذی اوتی منہ وھو خلیفتی من بعدی۔ ابن داھر قال العقیلی کان ممن یغلو فی الرفض ولا یتابع علی حدیثہ وانہ کذاب (لآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ جزء اول۔ ص ۱۶۸) ۔ اس روایت میں روایت سلمان کا تمام مضمون مع زیادت موجود ہے۔ عقیلی نے اسے نقل کر کے بتا دیا ہے کہ اس کے اسناد میں عبد اللہ بن داہر جو ہے وہ غالی رافضی اور کذاب ہے۔ لآلی المصنوعۃ میں اس روایت کا ایک اور طریق نقل کیا ہے۔ مگر اس کے اسناد میں اسحاق بن بشر

کذاب ہے جو حدیثیں وضع کیا کرتا تھا۔ دوسری حدیث یعنے روایت ابوذر کو بزار نے یوں نقل کیا ہے۔ (البزار) حدثنا عباد بن یعقوب حدثنا ابن هاشم حدثنا محمد بن عبید الله بن ابی رافع عن ابیه عن جده ابی رافع عن ابی ذر عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال لعلی بن ابی طالب انت اول من آمن بی وانت اول من یصافحنی یوم القیمة وانت الصدیق الاکبر وانت الفاروق تفرق بین الحق والباطل وانت یعسوب المؤمنین والمال یعسوب الکفار۔ موضوع محمد بن عبید الله لیس بشئ وعباد متروك (قلت) قال الحافظ ابن حجر فی زوائد البزار هذا اسناد واه ومحمد متهم وعباد من کبار الروافض وان کان صدوقا فی الحدیث والله اعلم (اللآلی المصنوعه جزء اول۔ ص۱۶۵)۔ بزار نے اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔ کیونکہ محمد بن عبید اللہ لاشے ہے اور عباد متروک ہے۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجر نے زوائد بزار میں فرمایا کہ یہ اسناد ضعیف ہے۔ محمد بن عبید اللہ متہم ہے اور عباد بڑے رافضیوں میں سے ہے گو حدیث میں صدوق ہے واللہ اعلم۔ میزان الاعتدال میں عباد کا ترجمہ بدین الفاظ شروع ہوتا ہے۔ عباد بن یعقوب الاسدی والرواجنی الکوفی من غلاة الشیعة ورؤس البدع۔ یعنے عباد غالی شیعی اور بڑا بدعتی ہے۔ مصنف نے اس روایت کے لیے حاکم کا حوالہ دیا ہے۔ مگر مستدرک میں مجھے نہیں ملی۔ ابو عبد اللہ حاکم کا رفض و تشیع مشہور ہے۔ شیخ الاسلام تاج سبکی حاکم کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ فوجدنا الطاعنین یذکرون ان محمد بن طاهر المقدسی ذکر انه سأل ابا اسماعیل عبد الله بن محمد الانصاری عن الحاکم ابی عبد الله فقال ثقة فی الحدیث رافضی خبیث وان ابن طاهر هذا قال انه کان شدید التعصب للشیعة فی الباطن وکان یظهر التسنن فی التقدیم والخلافة الخ (طبقات الشافعیة الکبری۔ جزء ثالث ص۶۵) یعنے ہم نے دیکھا کہ طاعنین ذکر کرتے ہیں کہ محمد بن طاہر مقدسی نے ذکر کیا کہ میں نے ابو اسماعیل عبد اللہ بن محمد انصاری سے ابو عبد اللہ حاکم کی نسبت دریافت کیا۔ ابو اسماعیل نے جواب دیا کہ حاکم حدیث میں ثقہ خبیث رافضی ہے اور ابن طاہر مذکور کا قول ہے کہ حاکم درپردہ شیعہ کی طرفداری میں بڑا متعصب تھا اور تفضیل و خلافت میں اپنا سنی ہونا ظاہر کرتا تھا الخ انتہی۔ مستدرک کے مطالعہ سے حاکم کے رفض کی پوری تصدیق ہوتی ہے حدیث طیر۔ حضرت علی کا قائد الغر المحجلین ہونا۔ اور قتال ناکثین و قاسطین و مارقین کے لیے مامور ہونا۔ اہل بیت کا امت کے لیے اختلاف سے امان ہونا۔ علی کا صدیق اکبر اور سید العرب ہونا وغیرہ سب اس میں موجود ہے۔ علامہ ذہبی نے حدیث طیر کے تحت میں یوں لکھا ہے۔ ولقد کنت زمانا طویلا اظن ان حدیث الطیر لم یجسر الحاکم ان یودعه فی مستدرکه فلما علقت هذا الکتاب رأیت الهول

ابو النعمان محمد بشیر قادری
خطیب جامع مسجد عیسیٰ بٹ مرحوم لاہور

من الموضوعات التی فیہ فاذا حدیث الطیر بالنسبۃ الیہا سماء (مستدرک مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ۔ جزء ثالث۔ صـ۱۳۱)۔ ترجمہ بے شک میں زمانہ دراز تک گمان کرتا رہا کہ حاکم حدیث طیر کو اپنی مستدرک میں ذکر کرنے کی جرأت نہ کرے گا۔ جب میں نے اس کتاب کی تلخیص کی۔ تو میں نے اُن موضوع روایتوں سے جو اس میں ہیں دہشت کھائی۔ حدیث طیر تو اُن کی نسبت سماء ہے انتہے۔

چوتھی حدیث جو بحوالہ تفسیر ابن الحجام نقل کی گئی ہے اُس کی نسبت کیا گذارش کروں میں نے تفاسیر اہل سنت میں اس نام کی کوئی تفسیر نہ دیکھی نہ سنی۔ ہاں اس کا مضمون متعلق حضرت علیؑ پہلی اور دوسری حدیث کے مضمون سے بہت ملتا ہے۔ ان دونوں کی طرح یہ بھی موضوع ہے۔ پانچویں حدیث لآلی المصنوعہ (جزء اول۔ صـ۱۹۶) میں یوں نقل کی گئی ہے۔ قال شاذان الفضلی فی فضائل علی حدثنا ابو طالب عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ الکاتب بعکبرا حدثنا ابو القاسم عبد اللہ ابن محمد بن غیاث الخراسانی حدثنا احمد بن عامر بن سلیم الطائی حدثنا علی بن موسی الرضی حدثنی ابی موسی عن ابیہ جعفر عن ابیہ محمد عن ابیہ علی عن ابیہ الحسین عن ابیہ علی بن ابی طالب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی لیس فی القیامۃ رکب غیر تلو نحن اربعۃ فقام رجل من الانصار فقال فداک ابی وامی من ہم قال انا علی البراق واخی صالح علی ناقۃ اللہ التی عقرت وعمی حمزۃ علی ناقتی العضباء واخی علی علی ناقۃ من نوق الجنۃ بیدہ لواء الحمد ینادی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فیقول الآدمیون ما ہذا الا ملک مقرب او نبی مرسل او حامل عرش فیجیبہم ملک من بطنان العرش یا معشر الآدمیین لیس ہذا بملک مقرب ولا نبی مرسل ولا حامل عرش ہذا الصدیق الاکبر علی بن ابی طالب۔ ابن عامر الطائی یروی عن اہل البیت نسخۃ باطلۃ واللہ اعلم۔ یہاں شاذان فضلی نے خود بتادیا ہے کہ راوی ابن عامر طائی نے اہل بیت سے باطل نسخہ روایت کیا ہے۔ لہذا یہ حدیث بھی موضوع ہے۔ تیسری حدیث کے لئے مصنف نے امام بخاری و امام احمد کا حوالہ دیا ہے۔ تفسیر دُرِّ منثور میں لکھا ہے کہ امام بخاری نے اسے اپنی تاریخ میں بروایت ابن عباس نقل کیا ہے۔ مگر یہ نہیں بتایا کہ تاریخ صغیر مراد ہے یا کبیر۔ درمنثور میں روایت ابی لیلے کے ناقلین میں امام احمد کا نام درج نہیں۔ تفسیر درمنثور کی روایات کے متعلق ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ وہ تنقید طلب ہیں۔ جب تک ان کی صحت ثابت نہ ہو وہ قابل تسلیم نہیں۔ مگر اس حدیث کا پورا اسناد مذکور نہیں تاکہ تنقید ہو سکے۔ اس حدیث سے صدیق کا انحصار تین میں سمجھنا سراسر غلط ہے۔ اس کی نسبت ابن تیمیہ کی کتاب منہاج السنۃ (جزء ثالث۔ صـ۷) میں یوں لکھا ہے۔ ان ہذا الکذب علی رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم فانہ قد ثبت عنہ فی الصحیح ان وصف ابابکر رضی اللہ عنہ بانہ صدیق وفی
الصحیح عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال علیکم بالصدق فان الصدق
یھدی الی البر وان البر یھدی الی الجنۃ ولا یزال الرجل یصدق ویتحری الصدق حتی یکتب
عند اللہ صدیقا وایاکم والکذب فان الکذب یھدی الی الفجور والفجور یھدی الی النار ولا
یزال الرجل یکذب ویتحری الکذب حتی یکتب عند اللہ کذابا فھذا یبین ان الصدیقین کثیرون
وایضاً فقد قال تعالیٰ عن مریم بنت عمران انہا صدیقۃ وھی امرأۃ ۔ ترجمہ ۔ یہ حدیث رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم پر کذب ہے ۔ کیونکہ حدیث صحیح میں آپ سے ثابت ہے کہ آپ نے ابوبکر کو صدیق فرمایا ۔ اور صحیح
میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ۔ کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم صدق کو لازم پکڑو کیونکہ
صدق نیکوئی کی طرف لے جاتا ہے اور نیکوئی بہشت کی طرف لے جاتی ہے ۔ انسان سچ بولتا اور سچ بولنے کا قصد
کرتا رہتا ہے یہانتک کہ اللہ کے نزدیک صدیق لکھا جاتا ہے ۔ تم کذب سے بچو ۔ کیونکہ کذب گناہ کی طرف لے
جاتا ہے ۔ اور گناہ دوزخ کی طرف لے جاتا ہے ۔ انسان جھوٹ بولتا اور جھوٹ بولنے کا قصد کرتا رہتا ہے یہانتک
کہ اللہ کے نزدیک کذاب لکھا جاتا ہے ۔ اس سے ظاہر ہے کہ صدیق بہت سے ہیں ۔ اور نیز اللہ تعالیٰ نے مریم
بنت عمران کی نسبت فرمایا ہے ۔ کہ وہ صدیقہ ہے حالانکہ عورت ہے ۔ انتہٰی ۔ اسی طرح قرآن کریم ہے ۔ یوسف
ایھا الصدیق ۔ دوسری جگہ باری تعالیٰ یوں ارشاد فرماتا ہے ۔ والذین آمنوا باللہ ورسلہ اولٓئک ھم
الصدیقون والشھداء عند ربھم لھم اجرھم ونورھم ۔

قال السیّد امداد امام

اب جاننا چاہیئے کہ خود حضرت علیؑ نے اپنے آپ کو صدیق اکبر فرمایا ہے ۔ جیسا کہ روایت ہائے ذیل سے ظاہر
ہوتا ہے :۔

روایت نمبر (۱) عن معاذۃ العدویۃ قالت سمعت علیاً علی منبر البصرۃ یقول انا الصدیق الاکبر
(الریاض النضرۃ المحب الطبری) یعنے معاذہ عدویہ سے روایت ہے کہ میں نے بصرہ کے منبر پر جناب امیرؑ کو فرماتے ہوئے
سنا کہ میں صدیق اکبر ہوں ۔ اسی طرح شرح تجرید علامہ قوشجی کے صفحہ ۳۸۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے برسرِ منبر مجمع
صحابہ میں یہ فرمایا کہ انا الصدیق الاکبر امنت قبل ایمان ابی بکر ۔ یعنے میں صدیق اکبر ہوں اور میں ایمان
لایا ہوں ابوبکر کے ایمان لانے سے پہلے ۔ واضح ہو کہ آپ نے کوئی نئی بات اپنی نسبت نہیں فرمائی ۔ یہ سراسر اعادہ

قول جناب رسول اللہؐ کا ہے۔

روایت نمبر (۲)۔ عن عباد بن عبد اللہ قال علی انا عبد اللہ واخو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وانا الصدیق الاکبر لا یقولہا ذلک غیری الا کاذب مفتر صلیت قبل الناس سبعۃ سنین (اخرجہ احمد فی المناقب والنسائی فی الخصائص والحاکم فی المستدرک وحافظ ابو زید عثمان ابن ابی شیبۃ فی سننہ وابن عاصم فی السنۃ وحافظ ابو نعیم فی الحلیۃ والعقیلی)۔ یعنے عباد بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں خدا کا بندہ اور خدا کے رسولؐ کا بھائی ہوں۔ اور میں صدیق اکبر ہوں۔ سوائے میرے جو اپنے کو صدیق اکبر کہے جھوٹا مفتری ہے۔ میں نے سات برس سب سے پہلے نماز پڑھی ہے۔ واضح ہو کہ یہ قول بھی آپ کا قول نبوی پر مبنی ہے۔ پس کسی شخص کو حضرت علیؑ کے سوا حق نہیں ہے کہ اپنے کو صدیق اکبر کہے یا کہلائے۔ ایسی صورت میں لازم آتا ہے کہ حضرت علیؑ کے سوا جو شخص اپنے کو صدیق اکبر کہے وہ جھوٹا ہے اور سب ایسے لوگ جو علیؑ کے سوا کسی کو صدیق اکبر کہیں تمامتر جھوٹے ہیں۔

روایت نمبر (۳)۔ عن معاذۃ العدویۃ قالت سمعت علیاً یقول علی منبر البصرۃ انا الصدیق الاکبر امنت قبل ان یؤمن ابوبکر واسلمت قبل ان یسلم ابوبکر (نقلہ ابن قتیبۃ فی المعارف)۔ یعنے معاذۃ العدویہ کہتی ہیں کہ میں نے بصرہ کے منبر پر حضرت علیؑ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ کہ میں صدیق اکبر ہوں۔ قبل اس کے کہ ابوبکر ایمان لائے میں ایمان لا چکا تھا۔ اور ابوبکر کے اسلام لانے سے پہلے اسلام لا چکا تھا۔ مصباح الظلم صفحہ ۵۵ - ۵۶۔

اقول

مصنف نے عوام کو دھوکا دینے کے لیے ان روایتوں کا بھی پورا اسناد نقل نہیں کیا۔ ریاض نضرہ یا مستدرک حاکم ایسی کتابیں نہیں کہ ان کی روایتوں کو اندھا دھند تسلیم کر لیا جائے۔ مستدرک کا ذکر تو اوپر آچکا ہے۔ ریاض نضرہ میں بھی بعض روایات موضوعہ ایسی موجود ہیں جو حضرات خلفائے ثلاثہ کے حق میں موجب قدح ہیں۔ چنانچہ مولانا شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ تعالےٰ تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۴۵ میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔ کید سی وچہارم آنکہ کتابے در فضائل خلفائے اربعہ تالیف نمایند ودروے احادیث صحیحہ اہلسنت از سنن ومسانید واخر اد معاجم ایشاں ایراد کنند۔ وچون نوبت بذکر فضائل امیر المومنین رسد در ضمن آن چیزے کہ در حق خلفائے ثلاثہ موجب قدح باشد وضع نمودہ یا از کتب امامیہ آوردہ داخل نمایند۔ وبعضے نصوص صریحہ در حقیقت آنجناب بخلافت آنکہ باوجود جناب ایشان ہر کہ خلافت کند چنین وچنانست درج نمایند تا سامع و

ناظر بغلطی افتد و بسبب ایراد فضایل خلفائے ثلاثہ یقین کند کہ مصنف این کتاب سنی پاک عقیدہ است و گوید کہ در تصانیف اہل سنت نیز احادیث قادحہ در خلفائے ثلاثہ موجود است۔ پس یقین او برہم خورد و دین او رخنہ پذیرد۔ وکتابے کلانے باین صنعت دیدہ شد۔ ودر آن کتاب اول ہر حدیث نام راوی ومخرج آن نیز مرقوم بود وبعضے از اجلہ علمائے حدیث را تمیز میسر نہ شدہ ودر ورطۂ تغلیط افتادہ اند۔ وباین تلبیس ابلیسی پے نبردہ اند۔ صاحب ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ نیز ازین قبل احادیث در کتاب خود از مجموعات فضائل خلفائے اربعہ آوردہ ودغا خوردہ۔ لکن کسے کہ در فن حدیث امعانے دارد باین دغل ملتبس نمے شود بجہت رکاکت الفاظ آن موضوعات وسخافت معانی آن مخترعات وصاحب سلیقہ را در بادی نظر دریافت مے شود کہ این ہمہ ساختہ وپرداختہ شیخ نجدی است۔ یعنے روافض کا چونتیسواں فریب یہ ہے کہ خلفائے اربعہ کے فضائل میں ایک کتاب لکھتے ہیں۔ اور اس میں سنن مسانید ومعاجم سے اہلسنت کی احادیث صحیحہ درج کرتے ہیں جب فضایل امیر المومنین علی کی نوبت آتی ہے۔ تو اس کے ضمن میں کچھ روائتیں خود وضع کرکے یا کتب شیعہ سے لے کر داخل کردیتے ہیں۔ اور بعضی نصوص صریحہ اس امر کے متعلق درج کردیتے ہیں کہ حضرت امیرؑ کی خلافت بلافصل حق ہے۔ جو ان کی موجودگی میں خلافت کرے وہ غاصب ہے۔ تاکہ سامع وناظر مغالطہ میں پڑ جائے۔ اور خلفائے ثلاثہ کے فضائل کے بیان کے سبب سے یقین کرے کہ اس کتاب کا مصنف پاک عقیدہ سنی ہے۔ اور یہ کہنے لگے کہ اہل سنت کی کتابوں میں بھی خلفائے ثلاثہ کے حق میں احادیث قادحہ موجود ہیں۔ پس اس طرح اس کا یقین خراب ہو جائے۔ اور اس کے دین میں رخنہ پیدا ہو جائے۔ ایک ضخیم کتاب اس طرح کی دیکھنے میں آئی جس میں ہر ایک حدیث کے شروع میں راوی کا نام اور اس کا مخرج بھی مذکور تھا۔ بعضے اجلہ علمائے حدیث تمیز نہ کر سکے اور مغالطہ میں پڑ گئے۔ ان کو اس تلبیس ابلیسی کا پتہ نہ لگا۔ مصنف "ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ" بھی اس طرح کی حدیثیں مجموعات فضائل خلفائے اربعہ سے اپنی کتاب میں لایا ہے۔ اور اس نے فریب کھایا ہے۔ لیکن جو شخص فن حدیث میں نظر دقیق رکھتا ہے۔ وہ ان موضوعات کے الفاظ کی رکاکت اور معانی کی سخافت کے سبب دھوکا نہیں کھاتا۔ صاحب سلیقہ تو بادی نظر میں تاڑ جاتا ہے کہ یہ سب ساختہ وپرداختہ شیخ نجدی کا ہے۔ انتہے۔ سید امداد امام نے بھی اسی ضخیم کتاب کا طرز اختیار کیا ہے جس کا ذکر شاہ صاحب نے کیا ہے کہ شروع میں راوی کا نام اور اخیر میں مخرج بتایا ہے۔ چونکہ پورے اسناد سے روائت کا موضوع ہونا ثابت ہوتا تھا۔ اس لیئے اسے پس انداز کردیا۔ غرض پہلی اور تیسری روائت موضوع ہے۔ ان دونوں کا مضمون وہی ہے جو احادیث موضوعہ سابقہ کا ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ وہاں اس مضمون کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا گیا تھا۔ یہاں حضرت امیرؑ کی طرف منسوب ہے۔ روائت نمبر ۲ مستدرک حاکم میں یوں منقول ہے۔ حدثنا

ابوالعباس محمد بن یعقوب ثنا الحسن بن علی بن عفان العامری (وحدثنا) ابوبکر بن ابی دارم الحافظ ثنا ابراهیم بن عبد اللہ العبسی (قالا) ثنا عبید اللہ بن موسیٰ ثنا اسرائیل عن ابی اسحاق عن المنہال بن عمرو عن عباد بن عبد اللہ الاسدی عن علی رضی اللہ عنہ قال انی عبد اللہ واخو رسولہ وانا الصدیق الاکبر لا یقولہا بعدی الا کاذب صلیت قبل الناس بسبع سنین قبل ان یعبدہ احد من ہذہ الامۃ (مستدرک ۔ جزء ثالث ۔ صفحہ ۱۱۲)۔ علامہ ذہبی اس پر اپنی تلخیص میں یوں لکھتے ہیں ۔ قلت کذا قال وہو علیٰ شرط واحد منہما بل ولا ہو بصحیح بل حدیث باطل فتدبرہ وعباد قال ابن المدینی ضعیف ۔ یعنے میں کہتا ہوں ۔ کہ حاکم نے کہا کہ یہ صحیحین کی شرط پر ہے ۔ حالانکہ دونوں میں سے ایک کی شرط پر ہے ۔ بلکہ وہ بھی صحیح نہیں بلکہ یہ حدیث باطل ہے ۔ تو اس میں تدبر کر ۔ اور عباد کو ابن المدینی نے ضعیف کہا ہے ۔ انتہے ۔ علامہ موصوف میزان الاعتدال میں فرماتے ہیں ۔ ہذا کذب علیٰ علی رضی اللہ عنہ ۔ یعنے یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کذب ہے ۔ تہذیب التہذیب میں عباد کے ترجمہ میں ہے ۔ قال ابن الجوزی ضرب ابن حنبل علی حدیثہ عن علی انا الصدیق الاکبر وقال ہو منکر وقال ابن حزم ہو مجہول ۔ یعنے ابن جوزی کا قول ہے ۔ کہ امام احمد بن حنبل مارے گئے ۔ کیونکہ انہوں نے حضرت علیؓ سے یہ روایت نقل کی کہ میں صدیق اکبر ہوں ۔ اور ابن جوزی نے کہا کہ وہ منکر ہے اور ابن حزم نے کہا کہ وہ مجہول ہے ۔ انتہے ۔ منہال بن عمرو بھی جرح سے خالی نہیں ۔ چنانچہ میزان الاعتدال اور تہذیب التہذیب میں ہے ۔ قال الجوزجانی سیئ المذہب ۔ یعنی بقول جوزجانی منہال بدمذہب تھا ۔ ابو اسحاق بھی مجروح ہے چنانچہ تہذیب التہذیب میں ہے ۔ قال ابو اسحٰق الجوزجانی کان قوم من اہل الکوفۃ لا تحمد مذاہبہم یعنی التشیع ہم رؤس محدثی الکوفۃ مثل ابی اسحٰق والاعمش ومنصور وزبید وغیرہم من اقرانہم احتملہم الناس علی صدق السنتہم فی الحدیث وتوقفوا عند ما ارسلوا لما خافوا ان لا یکون مخارجہا صحیحۃ فاما ابو اسحٰق فروی عن قوم لا یعرفون ولم ینتشر عنہم عند اہل العلم الا ما حکی ابو اسحٰق عنہم فاذا روی تلک الاشیاء عنہم کان التوقیف فی ذلک عندی الصواب ۔ ترجمہ ۔ ابو اسحاق جوزجانی کا قول ہے کہ اہل کوفہ کی ایک جماعت کے مذاہب یعنے تشیع قابل ستایش نہ تھے ۔ وہ کوفہ کے چوٹی کے محدثین ہیں مثل ابو اسحٰق واعمش ومنصور وزبید اور انکے اقران کے ۔ حدیث میں ان کی زبانوں کے صدق کے سبب لوگوں نے ان کو برداشت کیا ۔ اور ارسال روایت کے وقت توقف کیا ۔ کیونکہ ان کو خدشہ ہے کہ ان روایتوں کے مخارج صحیح نہ ہوں ۔ ابو اسحاق کا تو یہ حال ہے ۔ کہ اس نے غیر معروف لوگوں سے روایت کی ہے ۔ کہ جن سے اہل علم کے نزدیک وہی شایع ہوا ۔ جو

ابو اسحاق نے ان سے روائیت کیا۔ پس جب ابو اسحاق وہ چیزیں ان سے روائیت کرے۔ تو میرے نزدیک اُن میں توقف صواب ہے۔ انتہٰے۔ عبیداللہ موسٰی بھی شیعی ہے۔ قال ابن سعد کان یتشیع ویروی احادیث فی التشیع منکرۃ وضعف بذالک عند کثیر من الناس وکان صاحب قرآن وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال کان یتشیع وقال یعقوب بن سفیان شیعی وان قال قائل رافضی لم انکر علیہ وھو منکر الحدیث وقال الجوزجانی وعبید اللّٰہ بن موسٰی اغلی واسوء منہ مذھبا واروی للعجائب وقال الحاکم سمعت قاسم بن قاسم السیاری سمعت ابا مسلم البغدادی الحافظ یقول عبید اللّٰہ بن موسٰی من المتروکین ترکہ احمد لتشیعہ (تہذیب التہذیب) اس سے عبیداللہ بن موسٰی کا شیعی بلکہ رافضی ہونا اور بوجہ تشیع متروک ہونا ظاہر ہے۔ سید امداد امام نے اس روائیت کے نقل کرنے میں خیانت کی ہے اس روائیت کے الفاظ تو یہ ہیں۔ لا یقولھا بعدی الا کاذب۔ یعنے حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ کہ میرے بعد جو اپنے کو صدیق اکبر کہے وہ جھوٹا ہے۔ مگر سید صاحب یوں نقل کرتے ہیں۔ لا یقولہا ذالک غیری الا کاذب مفتر۔ اور اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ کہ "سوائے میرے جو اپنے کو صدیق اکبر کہے جھوٹا مفتری ہے"۔ ان دونوں میں فرق ظاہر ہے۔ اگر اس روائیت کو صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے۔ ہمیں مضر نہیں۔ کیونکہ حضرت امیرؓ نے جو انا الصدیق الاکبر کہہ کر صدیقیت کبرے کو اپنی ذات میں منحصر کیا یہ بہ نسبت ان لوگوں کے ہے جو بعد میں آئینگے اس سے حضرت ابو بکرؓ کی صدیقیت کبرے کی نفی نہیں ہوتی۔ بلکہ لفظ بعدی سے پایا جاتا ہے۔ کہ حضرت مولےٰ مرتضٰے سے پہلے بھی ایک صدیق اکبر گذرے ہیں۔ مستدرک کے علاوہ ابن ماجہ ونسائی فی الخصائص میں بھی بعدی ہی مذکور ہے۔

سید امداد امام نے اس کے بعد خطاب فاروق اعظم کے متعلق بھی تین روائیتیں ریاض النضرہ ودیلمی وابن اخطب خوارزمی وغیرہ کے حوالہ سے نقل کی ہیں۔ اور ہر ایک روائیت کا صرف ایک راوی اور مخرج بیان کیا ہے۔ ان میں سے پہلی دو روائیتیں یعنی روائیت ابو ذر غفاری اور روائیت سلمان جن میں حضرت امیرؓ کے لئے صدیق اکبر و فاروق اعظم ہر دو خطاب کا ذکر ہے موضوع ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ تیسری روائیت جس میں حضرت امیرؓ کے لیئے صرف فاروق مذکور ہے۔ بروائیت ابو لیلےٰ مذکور ہے۔ یہ بھی موضوع ہے۔ (دیکھو لآلی المصنوعہ جزو اوّل۔ صفحہ ۱۶۸۔ میزان الاعتدال ترجمہ عبداللہ بن داہر) حضرت ابو بکرؓ کی صدیقیت اور حضرت عمرؓ کی فاروقیت تو حضور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی مشہور ومعروف تھی جیسا کہ ہم بحوالہ رجال کشی۔ صفحہ ۲۰ پہلے لکھ آئے ہیں۔ اور حضرت امام محمد باقرؒ کا صدیقیت ابو بکرؓ کو تسلیم کرنا بھی پہلے آچکا ہے۔

قال السید امداد امام

خطاب "سیف اللہ" پر نظر

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھذا سیف اللہ المسلول علی اعدائہ (اخرجہ ابوسعد فی شرف النبوۃ)۔ ابن عباس روایت فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ یہ علی بن ابی طالب ہے۔ یہ خدا کی شمشیر برہنہ ہے دشمنان خدا کے لیے۔ یہ خطاب بھی آپ سے منتقل شدہ نظر آتا ہے۔ مگر حق یہ ہے۔ کہ آپ کے سوا اس خطاب کا مستحق کوئی دوسرا شخص ہو نہیں سکتا۔ واقعی یہ خطاب اسی کو زیبا ہے جو فاتح بدر و خندق و احد و خیبر و حنین ہے۔ مصباح الظلم۔ صفحہ ۵۹ ۰

اقول

صاحب کشف الظنون نے بحوالہ فضائل العشرہ لکھا ہے۔ کہ شرف النبوۃ کا مصنف ابوسعید عبدالملک بن ابی عثمان محمد واعظ نیشاپوری خرکوشی متوفی ۴۰۶ھ ہجری ہے۔ روایت زیر بحث لآلی المصنوعہ (جزو اول۔ صفحہ ۱۶۵) میں یوں منقول ہے۔ (الحاکم) انبأنا ابوسعید بن ابی بکر بن ابی عثمان حدثنا زکریا بن یحیی بن حویثرۃ حدثنا محمد بن نوح السعدی حدثنا عمرو بن الازھر العتکی عن ابن جریج عن عطاء عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اعطف علی ابن عمی علیؓ فاتاہ جبریل فقال أولیس قد فعل بک ربک قد عضدک بابن عمک علی وھو سیف اللہ علی اعدائہ وبابی بکر الصدیق وھو رحمۃ اللہ فی عبادہ وعمر الفاروق فاعدھم وزراء وشاورھم فی امرک وقاتل بھم عدوک ولا یزال دینک قائما حتی یثلمہ رجل من بنی امیۃ۔ عمرو بن الازھر یضع وزکریا قال ابن معین رجل سوء یستاھل ان یحفر لہ بئر فیلقی فیھا والا لیق نسبۃ ھذا الحدیث الیہ۔ ترجمہ (حاکم) خبر دی ہم کو ابوسعید بن ابی بکر بن ابی عثمان نے کہ حدیث کی ہم سے زکریا بن یحیی بن حویثرہ نے کہ حدیث کی ہم سے محمد بن نوح سعدی نے کہ حدیث کی ہم سے عمرو بن ازہر عتکی نے ابن جریج سے۔ اس نے عطا سے اس نے ابن عباس سے کہ پکارا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ یا اللہ میرے چچیرے بھائی علیؓ

کو مجھ پر مہربان کر دے۔ پس حضرت جبریل نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ کیا آپ کے پروردگار نے آپ سے یہ احسان نہیں کیا۔ اس ذات پاک نے آپ کی مدد کی آپ کے چچیرے بھائی علی کے ساتھ جو دشمنان خدا کے لئے شمشیر خدا ہیں۔ اور ابوبکر صدیق کے ساتھ جو بندگان خدا میں رحمت خدا ہیں۔ اور عمر فاروق کے ساتھ۔ پس اب ان تینوں کو وزیر سمجھیے۔ اور اپنے کام میں ان سے مشورہ لیجئے۔ اور ان کو ساتھ لے کر اپنے دشمن سے جنگ کیجئے۔ آپ کا دین قایم رہے گا یہاں تک کہ بنو امیہ میں سے ایک شخص اس میں رخنہ ڈال دے گا۔ عمرو بن ازہر حدیثیں وضع کیا کرتا تھا۔ اور زکریا بقول ابن معین برا شخص ہے۔ اور اس لایق ہے کہ ایک گڑھا کھود کر اس میں پھینک دیا جائے۔ اور انسب یہ ہے کہ یہ حدیث اس کی طرف منسوب کی جائے۔ انتہےٰ۔ لسان المیزان میں عمرو بن ازہر کی نسبت لکھا ہے۔ کہ ابن معین کا قول ہے کہ وہ ثقہ نہیں امام بخاری فرماتے ہیں۔ کہ کذب سے متہم ہے۔ امام نسائی وغیرہ کا قول ہے۔ کہ وہ متروک ہے۔ اور امام احمد فرماتے ہیں۔ کہ وہ حدیثیں وضع کیا کرتا تھا۔ دولابی کا قول ہے۔ کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ زکریا کی نسبت ابن معین کا قول مذکور ہو چکا ہے۔ امام نسائی اور دار قطنی کا قول ہے۔ کہ زکریا متروک ہے۔ (میزان الاعتدال)

علاوہ ازیں زکریا ابن یحییٰ کسائی شیعی بلکہ رافضی ہے۔ چنانچہ لسان المیزان میں ہے۔ اشعث ابن عم الحسن بن صالح بن حی روی عن مسعر شیعی جلد تکلم فیہ۔ قال العقیلی لیس ممن یضبط الحدیث۔ حدثنا محمد بن عثمان ثنا زکریا بن یحییٰ الکسائی ثنا یحییٰ بن سالم ثنا اشعث ابن عم الحسن بن صالح ثنا مسعر عن عطیۃ العوفی عن جابر رضی اللہ عنہ مرفوعاً مکتوب علی باب الجنۃ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایدتہ بعلی قبل خلق السموات بالفی سنۃ۔ انتھے۔ وبقیۃ کلام العقیلی ولیس زکریا ابن یحیی ویحیی بن سالم بدون اشعث فی ھذا المذھب۔ ترجمہ۔ اشعث ابن عم الحسن بن صالح بن حی نے مسعر سے روایت کی ہے۔ اشعث دلیر شیعی ہے جو مجروح ہے۔ عقیلی نے کہا۔ کہ وہ حدیث کے ضبط رکھنے والوں میں سے نہیں۔ ہم سے حدیث کی محمد بن عثمان نے کہ حدیث کی ہم سے زکریا بن یحییٰ کسائی نے کہ حدیث کی ہم سے یحییٰ بن سالم نے۔ کہ حدیث کی ہم سے اشعث ابن عم الحسن بن صالح نے کہ حدیث کی ہم سے مسعر نے عطیہ عوفی سے۔ اس نے جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً۔ کہ بہشت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ میں نے آسمانوں کی پیدایش سے دو ہزار سال پہلے علی کے ساتھ حضرت محمد کی مدد کی۔ انتہیٰ۔ اور عقیلی کا باقی کلام یہ ہے۔ کہ زکریا بن یحییٰ اور یحییٰ بن سالم تشیع میں اشعث سے کم نہیں۔ انتہےٰ۔ لسان المیزان میں علی بن قاسم کندی کے ترجمہ میں ہے۔ وقال ابن عدی فی حدیث اوردہ فی ترجمۃ المعلی بن عرفان عن ابی یعلی عن زکریا بن یحیی الکسائی عن علی بن

القاسم عنه عن ابی وائل عن ابن مسعود فی ذکر علی ؓ، ورواۃ ھذا الحدیث متھمون المعلی وعلی و
زکریا کلھم غلاۃ فی التشیع - یعنے ابن عدی یہ حدیث معلی بن عرفان کے ترجمہ میں لایا ہے۔ کہ روایت کی
ابو یعلی نے زکریا بن یحییٰ کسائی سے اس نے علی بن قاسم سے اس نے معلی بن عرفان سے۔ اس نے ابو وائل
سے - اس نے ابن مسعود سے دربارہ فضیلت علیؓ۔ ابن عدی کا قول ہے۔ کہ اس حدیث کے راوی متہم ہیں
معلی بن عرفان اور علی بن قاسم اور زکریا بن یحییٰ سب کے سب غالی شیعی ہیں - انتہٰے - ابن تیمیہ نے منہاج
السنہ میں لکھا ہے۔ واما قوله قال فيه رسول الله صلى الله تعالے عليه وسلم على سيف الله وسهم
الله فهذا الحديث لا يعرف في شيئ من كتب الحديث ولا له اسناد معروف ومعناه باطل
فان عليا ليس هو وحده سيف الله وسهمه وهذه العبارة تقتضى ظاهرها الحصر وكذلك
ما نقل عن على رضى الله عنه انه قال على المنبر انا سيف الله على اعدائه ورحمته لاوليائه فهذا
الاسناد له ولا يعرف له صحة لكن ان كان قاله فمعناه صحيح وهو قدر مشترك بينه وبين امثاله
قال الله تعالى فيهم اشداء على الكفار رحماء بينهم وقال اذلة على المومنين اعزة على الكافرين
وكل من المهاجرين المجاهدين كان سيف الله على اعدائه رحمة لاوليائه ولا يجوز ان يريد
انى انا وحدى سيف الله وانا وحدى رحمة على اولياء الله فان هذا من الكذب الذى يجب
تنزيه على ان يقوله وان اراد انه فى ذلك اكمل من غيره فالحصر للكمال فهذا صحيح فى زمنه .
والا فمن المعلوم ان عمر كان قهره للكفار اعظم وانتفاع المومنين به اعظم (منهاج السنة -
جزء ثانی - صفحہ ۲۲۸) - ترجمہ - رہا شیخ الرفضہ حلّی کا قول کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے حضرت
امیرؓ کے حق میں فرمایا ہے۔ کہ علیؓ شمشیر خدا و تیر خدا ہیں۔ سو یہ حدیث کتب حدیث میں سے کسی میں معروف
نہیں۔ اور نہ اس کا اسناد معروف ہے۔ اور اس کے معنے باطل ہیں۔ کیونکہ علیؓ اکیلے شمشیر خدا و تیر خدا نہیں۔
اور اس عبارت کا ظاہر اسی کا مقتضی ہے۔ اسی طرح یہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ کہ آپ نے بر سر منبر
فرمایا کہ میں دشمنان خدا کے لیئے شمشیر خدا اور دوستان خدا کے لیئے رحمت خدا ہوں۔ اس کا بھی کوئی اسناد نہیں
اور نہ اس کی صحت معلوم ہے۔ لیکن اگر حضرت امیرؓ نے ایسا فرمایا۔ تو اس کے معنے صحیح ہیں۔ یعنے لقب سیف
اللہ حضرت امیرؓ اور دیگر صحابہ کرام کے درمیان مشترک ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ ان کے حق میں فرماتا ہے
اشداء على الكفار رحماء بينهم - اذلة على المومنين اعزة على الكافرين - مہاجرین مجاہدین
سے ہر ایک دشمنان خدا کے لیئے شمشیر خدا اور دوستان خدا کے لیئے رحمت تھا۔ اس سے یہ مراد نہیں ہو
سکتی۔ کہ میں ہی شمشیر خدا اور میں ہی دوستان خدا کے لیئے رحمت ہوں۔ کیونکہ یہ تو جھوٹ ہے جس سے

حضرت علیؓ کی تنزیہ واجب ہے۔ اور اگر یہ مراد ہو کہ حضرت امیر اس میں اوروں سے اکمل ہیں اور یہ حصر کمال کے لئے ہے۔ تو یہ حضرت امیرؑ کے زمانہ میں صحیح ہے۔ ورنہ معلوم ہے کہ حضرت امیرؑ کی نسبت حضرت عمرؓ کا غلبہ کفار پر بزرگتر اور مومنوں کا انتفاع آپ سے بزرگتر تھا۔ انتہٰے۔ حضرت خالدؓ کی نسبت منہاج السنہ میں یوں لکھا ہے۔ اما تسمیة خالد بسیف اللہ فلیس ھو مختصا بہ بل ھو سیف من سیوف اللہ سلہ اللہ علی المشرکین ھٰکذا جاء فی الحدیث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھو اول من سماہ بھذا الاسم کما ثبت فی صحیح البخاری۔ ترجمہ۔ رہا حضرت خالدؓ کو سیف اللہ کہنا۔ سو وہ خالدؓ سے مختص نہیں۔ بلکہ خالدؓ شمشیر ہائے خدا میں سے ایک شمشیر ہیں جو خدا نے مشرکین پر کھینچی ہے۔ اسی طرح حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے وارد ہے۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم پہلے ہیں جنہوں نے خالدؓ کا یہ نام رکھا۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ثابت ہے۔ انتہٰے۔

قال السید امداد امام

آخر میں میں خطاب صدیقہ کا ذکر کرتا ہوں۔ جاننا چاہیئے کہ یہ خطاب خاص حضرت سیدہ خاتون جنت علیہا الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔ مگر یہ بھی مثل خطاب ہائے بالا کے مختص آپ کی ذات پاک کے ساتھ نہیں رکھا گیا۔ وہ حدیث جس کی رو سے آپ مستحق اس خطاب بزرگ کی ہیں یہ ہیں۔ عن ابی الحمراء قال قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا علی اوتیت ثلاثا لا یوتی احد ولا انا اوتیت صھرا مثلی ولم اوت انا مثلی واوتیت صدیقة مثل بنتی ولم اوت مثلھا واوتیت الحسن والحسین من صلبک ولم اوت من صلبی مثلھما ولکنتما منی وانا منکما۔ (اخرجہ الدیلمی)۔ یعنے ابوحمراء روایت کرتے ہیں۔ کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا۔ کہ اے علیؑ تجھ کو تین ایسی باتیں عطا ہوئی ہیں کہ کسی کو حتی کہ مجھکو بھی نہیں ملی ہیں۔ تجھ کو خسر مجھ سا ملا ہے۔ اور مجھ کو مجھ سا نہیں ملا۔ تجھ کو صدیقہ میری بیٹی جیسی ملی ہے۔ مجھ کو ویسی نہیں ملی۔ تجھ کو حسن وحسین تیری صلب سے عطا ہوئے ہیں۔ مگر مجھ کو ان جیسے نہیں ملے۔ حق یہ ہے کہ تم مجھ سے ہو۔ اور میں تم سے ہوں۔ اس حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ رسول اللہؐ کی کوئی بی بی حتی کہ حضرت خدیجہ بھی حضرت خاتون جنت کے برابر نہ تھیں۔ ایسی صورت میں صدیقہ کے خطاب کا استحقاق دنیا کی کسی بی بی کو نہیں ہو سکتا۔ مصباح الظلم صفحہ ۵۹ - ۶۰ -

اقول

یہ بے سروپا روائیت بھی مثل روایات سابقہ کے موضوع ہے۔ اسی واسطے اس کا اسناد نقل نہیں کیا گیا روافض ایسی روائیتوں سے حضرت علیؑ کو معاذ اللہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی فضیلت دینا چاہتے ہیں۔ ہم پہلے بحوالہ صدوق اس قسم کی ایک روائیت نقل کر چکے ہیں جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ان باتوں میں علیؑ میرے ساتھ شریک ہیں۔ اور تین ایسی ہیں کہ میں ان میں علیؑ کے ساتھ شریک نہیں۔ یعنے جو سُسرا علیؑ کو ملی مجھے نہیں ملی۔ علیؑ کو فاطمہ زہرا بطور زوجہ ملی۔ مجھے ویسی نہیں ملی۔ علیؑ کو حسنؑ و حسینؑ دو بیٹے ہے۔ مجھے ان کی مثل نہیں ملے۔ روائیت صدوق میں حضرت زہراؑ کے لیئے لقب صدیقہ مذکور نہیں۔ اگر بفرض محال روائیت دیلمی کو صحیح تسلیم کیا جائے۔ تو بھی اوتیت صدیقۃ مثل بنتی سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ لقب صدیقہ حضرت خاتون جنت کے ساتھ مختص ہے۔ اور دنیا میں کوئی بی بی اس کا استحقاق نہیں رکھتی۔ کیونکہ صدیقہ نکرہ مصرح ہوا ہے۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت زہراؑ ایک صدیقہ ہیں نہ یہ کہ دنیا بھر میں کوئی اور صدیقہ نہیں۔ دیکھیئے قرآن کریم میں حضرت عیسےٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ ماجدہ کو صدیقہ کہا گیا ہے۔ پس اس حدیث میں حضرت زہراؑ کی صدیقیت حضرت مریمؑ یا حضرت عائشہؓ کی صدیقیت کے منافی نہیں۔ اسی طرح اطہار سے مثلہا میں کلام ہے کہ بنت النبی ہونے کی فضیلت کے لحاظ سے ازواج مطہرات میں سے کوئی بی بی حضرت زہراؑ کی مثل نہیں۔ نظر بر اختصار مسئلہ تفضیل کی بحث کو یہاں پس انداز کیا جاتا ہے۔

قال السید امداد امام

پانچویں مثال تنقیص شان آل محمدؐ کی درج ذیل ہوتی ہے۔

تنقیص شان آل محمدؐ کی عقد حضرت ام کلثومؑ کے لگاؤ سے

اس جگہ مجھے ایک ایسے امر سے بحث کرنا ہے جو میرے لیئے اور ہر صاحب شرم و حیا کے لیئے ایک بڑا بھارا سوہان روح کا ہے۔ ناچار بضرورت تصنیف میں اس کا اعادہ کرتا ہوں۔ گو روح اس کے اعادہ سے لاکھوں کوس بھاگتی ہے۔ خیر۔ جاننا چاہیئے کہ ام کلثوم حضرت علیؑ کی بیٹی بطن حضرت فاطمۃ الزہرا بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ

وآلہ وسلم سے تھیں۔ اس معصومہ کی نسبت علمائے اہلسنت نیز بعض علمائے شیعہ عبرت خیز اور وحشت انگیز مضامین حوالہ قلم کرتے ہیں۔ راقم کو دونوں فرقہ کی تحقیق سے اختلاف ہے جیسا کہ آئندہ ظاہر ہوگا۔ کتاب اسعاف الراغبین میں درج ہے کہ صحیح یہ ہے کہ استدعائے عقد کی حضرت عمر نے درباب عقد ام کلثومؑ بنت فاطمہؑ کے حضرت علیؑ سے مگر حضرت علیؑ نے حیلہ کیا اور دختر کی کم سنی کا عذر پیش کیا۔ حضرت علیؑ کی نیت میں تھا کہ اس معصومہ کو حضرت جعفر طیار کے بیٹے سے بیاہ دیں۔ مگر حضرت عمر نے بہت منت و سماجت کی اور منبر پر جاکر بہ اعلان بیان کیا کہ میری منت علیؑ سے صرف اس غرض سے ہے۔ کہ قرابتمندانِ جدی ورحمی و دامادی پر رسول اللہ صلعم کے آتش جہنم حرام ہے۔ پس ام کلثوم کو بطرز عروس آراستہ کرکے حضرت علیؑ نے حضرت عمر کے پاس بھیج دیا۔ جب حضرت خلیفہ نے اس معصومہ کو دیکھا۔ تو اسے اپنی گود میں بٹھلایا اور اس کا بوسہ لیا۔ اور اس کی رعائیت کی۔ اور جب وہ معصومہ کھڑی ہوئی۔ تب تھام لیا اس کی ران کو اور کہا کہ باپ سے کہنا کہ ہم راضی ہیں۔ اور جب اس معصومہ نے باپ سے سب ماجرا بیان کیا۔ تب نکاح پڑھوا دیا حضرت علیؑ نے۔ اور پیدا ہوئے اس معصومہ سے زید ابن عمر۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ بوسہ لینا اور سینہ سے لگانا اکرام اور تعظیم کی بنا پر عمل میں لایا گیا تھا۔ اور یہ اس سبب سے کہ وہ معصومہ صغیر سن تھیں۔ اور حد بلوغ کو نہیں پہنچی تھیں۔ ابن صباغ کہتے ہیں کہ یہ ماجرا ۱۷ھ کا ہے۔ اور اس سنہ کے ذیقعد میں حضرت عمر اس معصومہ کو اپنے تصرف میں لائے اور دین مہر چالیس ہزار درہم مقرر ہوا تھا۔ مورخ ابو الفدا اور صاحب سیرت المحمدیہ نے بھی حضرت عمر کے اس عقد کے مضمون کو لکھا ہے۔ اسی طرح بعض شیعہ علما بھی اس عقد کے وقوع سے اقرار کرتے ہیں۔ بلکہ مشرح طور پر اپنی اپنی تصنیف میں اس حیرت خیز واقعہ کو جگہ دیتے گئے ہیں۔ جیسا کہ حدیقۃ الشیعہ مصنفہ شیخ احمد اردبیلی کے صفحہ ۲۷۷ میں مندرج ہے۔ اور بھی قاضی نور اللہ شوستری نے اپنی کتاب مجالس المومنین میں کتاب استغاثہ پر حوالہ کرکے حوالہ قلم کیا ہے۔ میں یہاں حدیقۃ الشیعہ کی تحریر پر اکتفا کرتے ہوں صاحب کتاب مذکور لکھتے ہیں۔ (ترجمہ) حضرت عمر نے حضرت عباس کو حضرت علی کی خدمت میں خواستگاری ام کلثوم کی بنا پر بھیجا۔ حضرت علی نے انکار کیا۔ اس پر حضرت عمر نے حضرت عباس سے کہا۔ کہ علیؑ ہم سے ننگ رکھتے ہیں۔ بخدا میں ان کے قتل میں کوشش کرتا ہوں۔ حضرت عمر نے حضرت علی کو اس کی خبر کرائی۔ حضرت علی نے اسے سنکر فرمایا۔ کہ قتل کیا جانا اور ہے۔ اور بیٹی دینا اور ہے۔ میں ہرگز انہیں بیٹی نہ دوں گا۔ اس پر حضرت عمر نے حضرت عباس سے کہا کہ تم جمعہ کے دن مسجد میں حاضر ہونا تاکہ جو کچھ وہاں گذرے اسے تم سن سکو۔ حضرت عباس روز جمعہ کو مسجد میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمر کو بعد خطبہ کے یہ کہتے سنا۔ کہ ایہا الناس۔ اصحاب رسول اللہ میں ایک شخص ہے جس نے زنا کی ہے۔ مگر اس کے اس فعل کا کوئی گواہ نہیں ہے۔ تم سب ایسے شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ مسجد کی طرف سے شور اٹھا کہ امیر المومنین کو گواہ کی حاجت نہیں ہے۔ اگر حکم دیا جائے تو ہم اس زانی کو قتل کر

ڈالیں۔ اس کے بعد حضرت عمر منبر سے اتر آئے۔ اور حضرت عباس سے فرمانے لگے کہ اگر علیؑ مجھے بیٹی نہیں دینگے تو جو کچھ ہم ابھی کہہ چکے ہیں۔ ویسا ہی کریں گے۔ حضرت عباس یہ سن کر حضرت علی کے پاس آئے۔ اور حقیقت حال بیان کی۔ حضرت علیؑ نے حضرت عباس سے فرمایا کہ آپ کے کہنے کے پہلے ہم اس کو جان چکے تھے۔ مگر ہم بیٹی نہ دیں گے۔ حضرت عباس نے کہا۔ کہ عمر ایک شخص بے شرم اور ستیزہ کار ہے۔ اگر آپ بیٹی نہ دیجیئے گا۔ ہم بضرورت اس لڑکی کو حضرت عمر کو دے دیں گے۔ اور یہ اس غرض سے کہ خصومت دور ہو جائے۔ ہم یہی سمجھیں گے۔ کہ یہ بیٹی کبھی پیدا ہی نہیں ہوئی تھی پس حضرت عباس نے حضرت عمر سے کہا۔ کہ اگر علی کو بیٹی دینے سے انکار ہے تو ہمیں انکار نہیں ہے اس کے بعد حضرت عمر نے لوگوں کو جمع کیا۔ اور ان سے کہا کہ عباس علی کے چچا ہیں۔ وہ وکالتاً علی کی بیٹی مجھے دیتے ہیں۔ یہ روائیت فرقہ شیعہ کی ہے۔ عموماً ہم اس تصنیف میں شیعوں کی کسی کتاب سے سند نہیں لیتے ہیں۔ حضرات ناظرین اس روائیت کو جس نظر سے دیکھیں دیکھیں۔ مجھے یہاں پر اس کی نسبت اظہار رائے کی ضرورت نہیں ہے بالمختصر فریقین کی کتابوں میں یہ قصہ حضرت ام کلثوم کے عقد کا دیکھا جاتا ہے۔ مگر راقم کی دانست میں حضرت عمرؓ کا عقد حضرت ام کلثوم بنت فاطمہؑ کے ساتھ ہرگز ظہور میں نہیں آیا۔ اس لیئے کہ حسب قول ابن صباغ اس معصومہ کا عقد حضرت عمر کے ساتھ ۱۷ھ میں انجام پایا۔ اس وقت وہ معصومہ ضرور ہے۔ کہ بہت صغیر سن ہوں۔ اگر کم عمر نہ ہوتیں۔ تو حسب قول ابن حجر حضرت عمر قبل از نکاح اس معصومہ کا بوسہ کیوں کر لے سکتے۔ وغیرہ وغیرہ۔ پھر وہی ابن صباغ لکھتے ہیں۔ کہ اس سال کے ذیقعدہ میں حضرت عمر اس معصومہ کے متصرف ہوئے۔ بلاشبہ اس قدر کم سن لڑکی کے ساتھ ہمبستر ہونا ایک امر تمامتر خلاف عقل ہے۔ ظاہراً راقم کو یہ سب باتیں بے سروپا معلوم ہوتی ہیں۔ راقم کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عمر نے ام کلثوم بنت ابابکر کے ساتھ عقد کیا تھا۔ اس ام کلثوم کے ماں حضرت علی کے نکاح میں آئی تھیں۔ اور اس رو سے حضرت علیؑ کی دختر ربیبہ تھیں۔ مصباح الظلم صفحہ ۶۱-۶۲ ۔

اقول

مصنف نے صرف حدیقۃ الشیعہ کی روائیت نقل کی ہے۔ بغرض احقاق حق ہم ذیل میں اور حوالے بھی درج کرتے ہیں :-

(۱) شیعہ کا رئیس المحدثین محمد بن یعقوب کلینی (متوفی ۳۲۹ھ ہجری) فروغ کافی (مطبوعہ نولکشور۔ مجلد ثانی صفحہ ۱۴۱) میں نکاح زیر بحث کو بالاسناد یوں ثابت کرتا ہے۔ باب فی تزویج ام کلثوم۔ علی بن ابراہیم عن ابیہ عن ابن ابی عمیر عن ہشام بن سالم وحماد عن زرارۃ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی تزویج ام کلثوم فقال ان ذالک فرج غصبناہ۔ ترجمہ۔ باب دربیان نکاح ام کلثوم۔ حدیث بیان کی

علی بن ابراہیم نے اپنے باپ سے۔ اس نے ابن ابی عمیر سے۔ اس نے ہشام بن سالم اور حماد سے۔ ان دونوں نے زرارہ سے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے نکاح ام کلثوم کے بارے میں فرمایا۔ کہ "تحقیق وہ ایک فرج ہے۔ جو ہم سے چھینی گئی" انتہیٰ۔

(۲)۔ فروع کافی کے باب مذکور میں کلینی نے دوسری حدیث یوں نقل کی ہے۔ محمد بن ابی عمیر عن هشام بن سالم عن ابی عبد الله علیه السلام قال لما خطب الیه قال له امیر المومنینؑ انها صبية قال فلقی العباس فقال له مالی ابی باس فقال وما ذلك قال خطبت الی ابن اخيك فردنی اما والله لاعورن زمزم ولا ادع لكم مكرمة الا هدمتها ولاقيمن عليه شاهدين بانه سرق ولاقطعن يمينه فاتاه العباس فاخبره وساله ان يجعل الامر اليه فجعله اليه۔ ترجمہ۔ حدیث بیان کی محمد بن ابی عمیر نے ہشام بن سالم سے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ جب اس (عمرؓ) نے خواستگاری کی اس (علیؑ) سے۔ تو امیر المومنینؑ نے جواب دیا۔ کہ وہ (ام کلثوم) صغیر سن ہے۔ راوی کا قول ہے کہ پس وہ (عمرؓ) عباسؓ سے ملے۔ اور ان سے کہا۔ مجھے کیا ہے۔ کیا میرے ساتھ ڈر ہے۔ پس عباسؓ بولے۔ وہ معاملہ کیا ہے۔ کہا (عمرؓ نے) کہ میں نے تیرے بھتیجے (علیؑ) سے خواستگاری کی۔ سو اس نے مجھ سے انکار کر دیا۔ دیکھو اللہ کی قسم میں زمزم کو ضرور لے لوں گا۔ اور تمہارے واسطے کوئی ایسی بزرگی نہ چھوڑوں گا جسے برباد نہ کر دوں اور میں البتہ اس (علیؑ) پر دو گواہ قائم کروں گا۔ کہ اس نے چوری کی ہے۔ اور میں ضرور اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دوں گا۔ یہ سن کر عباسؓ علیؑ کے پاس آئے۔ اور ان کو اس بات کی خبر دی۔ اور ان سے درخواست کی۔ کہ اس معاملہ کو میرے سپرد کر دیجئے۔ پس علی علیہ السلام نے یہ معاملہ عباسؓ کے سپرد کر دیا۔ انتہیٰ۔

(۳)۔ کلینی نے فروع کافی میں دوسری جگہ (مجلد ثانی۔ صفحہ ۳۱۱) اس معاملہ کے متعلق یوں لکھا ہے۔ باب المتوفى عنها زوجها المدخول بها این تعتد وما يجب عليها حميد بن زياد عن ابن سماعة عن محمد بن زياد عن عبد الله بن سنان ومعاوية بن عمار عن ابی عبد الله علیه السلام قال سالته عن المرأة المتوفى عنها زوجها تعتد فی بيتها او حيث شاءت قال بل حيث شاءت ان عليا صلوات الله عليه لما توفى عمر اتى ام كلثوم فانطلق بها الى بيته۔ ترجمہ۔ باب ہے بیچ بیان مدخولہ عورت کے جس کا خاوند مر جائے۔ کہ وہ کہاں عدت گذارے۔ اور اس پر کیا واجب ہے۔ حدیث بیان کی حمید بن زیاد نے ابن سماعہ سے۔ اس نے محمد بن زیاد سے۔ اس نے عبداللہ بن سنان اور معاویہ بن عمار سے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا۔ کہ جس عورت کا خاوند مر جائے۔ وہ عدت اپنے گھر میں

گذارے یا جہاں چاہے۔ امام نے جواب دیا۔ بلکہ جہاں چاہے۔ کیونکہ جب عمرؓ نے وفات پائی۔ تو علی صلوات اللہ علیہ ام کلثوم کے پاس آئے اور اسے اپنے گھر لے گئے۔ انتہیٰ۔

(۴) کلینی نے باب المتوفی عنہا زوجہا کے تحت میں دوسری حدیث یوں نقل کی ہے۔ محمد بن یحیی وغیرہ عن احمد بن محمد بن عیسیٰ عن الحسین بن سعید عن النضر بن سوید عن ھشام بن سالم عن سلیمان بن خالد قال سألت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن امرأۃ توفی عنھا زوجھا این تعتد فی بیت زوجھا او حیث شاءت قال بل حیث شاءت ثم قال ان علیا صلوات اللہ علیہ لما مات عمر اتی ام کلثوم فاخذ بیدھا فانطلق بھا الی بیتہ۔ ترجمہ۔ حدیث بیان کی محمد بن یحییٰ وغیرہ نے احمد بن محمد بن عیسےٰ سے۔ اس نے حسین بن سعید سے۔ اس نے نضر بن سوید سے۔ اس نے ہشام بن سالم سے۔ اس نے سلیمان بن خالد سے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا۔ کہ جس عورت کا خاوند مرجائے۔ وہ عدت کہاں گذارے۔ اپنے خاوند کے گھر میں یا جہاں چاہے۔ امام نے جواب دیا۔ بلکہ جہاں چاہے۔ پھر فرمایا کہ جب عمرؓ نے وفات پائی۔ تو علی صلوات اللہ علیہ ام کلثوم کے پاس آئے۔ اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے۔ انتہیٰ۔

(۵)۔ اصول کافی میں بھی آسمانی وصیت نامہ کے ذکر میں جو ائمہ اثنا عشر کے لئے دستور العمل تھا۔ نکاح ام کلثوم کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ روایت امام موسےٰ کاظم میں یہ الفاظ ہیں۔ وکان فیما اشترط علی النبی ص بامر جبرئیل علیہ السلام فیما امر اللہ عز وجل ان قال لہ یا علی تفی بما فیھا من موالاۃ من والی اللہ ورسولہ والبراءۃ والعداوۃ لمن عاد اللہ ورسولہ والبراءۃ منھم علی الصبر منک علی کظم الغیظ وعلی ذھاب حقک وغصب خمسک وانتھاک حرمتک فقال نعم یا رسول اللہ فقال امیر المومنین علیہ السلام والذی خلق الحبۃ وبرئ النسمۃ لقد سمعت جبرئیل علیہ السلام یقول للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ یا محمد عرفہ انہ تنتھک الحرمۃ وھی حرمۃ اللہ وحرمۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وعلی ان تخضب لحیتہ من راسہ بدم عبیط قال امیر المومنین علیہ السلام فصعقت حین فھمت الکلمۃ من الامین جبرئیل علیہ السلام حتی سقطت علی وجھی وقلت نعم قبلت ورضیت وان انتھکت الحرمۃ وعطلت السنن ومزق الکتاب وھدمت الکعبۃ وخضبت لحیتی من راسی بدم عبیط صابرا محتسبا ابدا حتی اقدم علیک (اصول کافی مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۷۳)۔ اس عبارت کا فارسی ترجمہ ملا خلیل قزوینی نے یوں کیا ہے۔ وبود از جملہ آنچہ شرط کرد بر علی علیہ السلام نبی صلے اللہ علیہ وآلہ بامر جبرئیل علیہ السلام در چیزہائے کہ امر کردہ بود اللہ عز وجل این کہ گفت

او را اے علیؑ وفا کنی بآنچہ در وصیت نامہاست۔ آن دوستی کسے است کہ دوست داشتہ اللہ تعالےٰ و رسول او را و نیز آن دشمنی برائے جمیع لست کہ دشمن داشتہ اللہ تعالےٰ و رسول او را و نیز آن برارت بر نہج صبر است از تو بر فرو بردن خشم و بر رفتن حق خلافت تو و غصب خمس تو و دریدن پردہ تو اشارت است بدامادی عمرؓ پس گفت آرے اے رسول اللہ۔ پس گفت امیر المومنین علیہ السلام در مجلس دیگر قسم بآن خدائے کہ شگافت حبہ را و خلق کرد آدمی را کہ ہر آئینہ شنیدم از جبرئیل کہ برائے تکرار آنچہ رسول ص گفتہ بمن در باب پردہ دری مے گفت نبی را صلے اللہ علیہ و آلہ۔ اے محمد بشناسان او را کہ دریدہ مے شود پردہ۔ و آن پردۂ اللہ تعالےٰ است و پردۂ رسول او ست صلے اللہ علیہ و آلہ۔ و آن بالائے آن است کہ رنگ کردہ شود محاسن او از جانب سرش بخون خالص باین معنی کہ مخلوط بمادہ مرض کہ برائے دفع آن قصد مے کنند نباشد بلکہ از زخم شمشیر و مانند آن باشد۔ و درین کلام اشارت است باین کہ عار مشکل تر است از کشتہ شدن چنانچہ منقول است کہ امام حسین علیہ السلام در کربلا گفت القتل اولیٰ من العار والعار اولیٰ من دخول النار۔ گفت امیر المومنین ع۔ پس بغایت مضطرب شدم وقتے کہ فکر کردم و فہمیدم آن سخن را از امین الٰہی جبرئیل علیہ السلام کہ مراد شکستن عہد نیست بلکہ مراد غصب دختر من است کہ بزور خواہند گرفت اشارت است بغصب عمر ام کلثوم فاطمہ علیہا السلام را تا آنکہ افتادم بر روئے خود۔ گفتم آرے قبول کردم و راضی شدم ہر چند کہ دریدہ شود پردہ و معطل شود طریقہائے خدا و رسول ع و پارہ پارہ کردہ شود احکام قرآن و خراب کردہ شود کعبہ و رنگ کردہ شود محاسن من از جانب سر من بخون خالص بر حالے کہ صبر کنندہ باشم حساب آن را بقیامت اندازندہ باشم ہمیشہ تا وقتیکہ وارد شوم بر تو تا روز مرگ یا در روز قیامت انتہےٰ۔ (صافی شرح اصول کافی مطبوعہ نول کشور۔ کتاب الحجہ۔ جز سوم۔ صفحہ ۲۸۱-۲۸۲)۔ ترجمہ عبارت فارسی۔ نبی صلے اللہ علیہ و آلہ نے حسب امر جبرئیل علیہ السلام بحکم اللہ عز و جل جو کچھ علی علیہ السلام پر شرط کیا تھا منجملہ اس کے یہ تھا کہ آپ نے علیؑ سے فرمایا اے علیؑ جو کچھ وصیت نامہ میں ہے۔ تم اس کو پورا کرنا۔ یعنے دوستی اس کی جس نے اللہ و رسول کو دوست رکھا اور دشمنی و بیزاری اس سے جس نے اللہ و رسول ص سے دشمنی کی۔ اور نیز وہ بیزاری بطریق صبر ہوگی تمہاری طرف سے غصہ کے ضبط کرنے پر اور اپنے حق خلافت کے جاتا رہنے اور اپنے خمس کے چھن جانے اور اپنی پردہ دری پر۔ یہ اشارہ ہے دامادی عمرؓ کی طرف۔ پس علیؑ نے کہا۔ ہاں اے رسول اللہ۔ امیر علیہ السلام نے دوسری مجلس میں کہا قسم ہے اس خدا کی جس نے دانہ کو پھاڑا اور آدمی کو پیدا کیا بے شک میں نے جبرئیل علیہ السلام کو سنا کہ جو کچھ رسول اللہ نے پردہ دری کے بارے میں مجھ سے فرمایا اس کے تکرار کے لئے وہ نبی صلے اللہ علیہ و آلہ سے یوں عرض کر رہے تھے۔ اے محمدؐ۔ اسے (علیؑ کو) آگاہ کر دیجئے کہ پردہ دری ہوگی۔ اور وہ پردہ اللہ کا ہے۔ اور پردہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ کا ہے۔ اور وہ پردہ دری بڑھ کر ہوگی اس سے کہ اس کی ڈاڑھی سر کی طرف سے خالص خون سے

رنگی جائے بایں معنے کہ مخلوط بمادہ مرض نہ ہوگی جس کے دفعیہ کا قصد کیا کرتے ہیں۔ بلکہ شمشیر وغیرہ کے زخم سے (شدید تر) ہوگی۔ اس کلام میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ عار مشکل ہے بہ نسبت قتل کیا جانے کے۔ چنانچہ منقول ہے کہ امام حسینؓ نے کربلا میں فرمایا۔ القتل اولی من رکوب العار والعار اولی من دخول النار۔ امیر المومنین نے کہا۔ پس میں نہایت پریشان ہوا جس وقت میں نے امین خدا جبرئیل علیہ السلام کی اس بات کو سوچا اور سمجھا۔ کہ اس سے مراد عہد شکنی نہیں بلکہ مراد میری بیٹی کا غصب ہے۔ جیسے وہ زبردستی لے جائیں گے یہ اشارہ ہے کہ عمرؓ ام کلثوم بنت فاطمہؓ کو زبردستی چھین لیں گے۔ یہاں تک کہ میں منہ کے بل گر پڑا اور کہا کہ ہاں میں نے قبول کیا اور میں راضی ہو گیا خواہ میری پردہ دری ہو اور خدا و رسول کے طریقے معطل ہو جائیں۔ اور احکام قرآن پارہ پارہ ہو جائیں۔ اور کعبہ منہدم ہو جائے۔ اور میری ڈاڑھی سر کی طرف سے خالص خون سے رنگی جائے در آنحالے کہ میں ہمیشہ صبر کرتا رہوں گا۔ اور اس کا حساب قیامت پر چھوڑوں گا یہاں تک کہ میں آپ کے پاس آؤں یعنے روز مرگ تک یا قیامت کے دن انتہے۔

(۶) شیعہ کا شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی (متوفی ۴۶۰ھ) اپنی کتاب تہذیب الاحکام (مطبوعہ ایران۔ کتاب الطلاق۔ باب عدۃ النساء صفحہ ۲۳۸) میں یوں ذکر کرتا ہے۔ روی محمد بن یعقوب عن حمید بن زیاد عن ابن سماعۃ عن محمد بن زیاد عن عبد اللہ بن سنان ومعاویۃ بن عمار عن ابی عبد اللہ قال سألتہ عن المرأۃ المتوفی عنھا زوجھا تعتد فی بیتھا او حیث شاءت قال بل حیث شاءت ان علیاء لما توفی عمر اتی ام کلثوم فانطلق بھا الی بیتہ۔ یہ وہی روایت نمبر ۳ ہے جو فروع کافی سے اوپر نقل ہو چکی ہے۔

(۷)۔ حدیث نمبر ۶ کے بعد تہذیب الاحکام میں یہ حدیث مذکور ہے۔ روی الحسین بن سعید عن النضر بن سوید عن ہشام بن سالم عن سلیمان بن خالد قال سألت ابا عبد اللہ عن امرأۃ توفی عنھا زوجھا این تعتد فی بیت زوجھا او حیث شاءت قال بل حیث شاءت ثم قال ان علیاً لما توفی عمر اتی ام کلثوم فاخذ بیدھا فانطلق بھا الی بیتہ۔ یہ وہی روایت نمبر ۴ ہے۔ جو بحوالہ فروع کافی اوپر مذکور ہے۔

(۸)۔ شیخ الطائفہ طوسی کتاب الاستبصار (مطبوعہ مطبع جعفری لکھنؤ۔ مجلد ثانی۔ صفحہ ۱۸۵)۔ میں حدیث نمبر ۶ کو اسی اسناد کے ساتھ یوں ذکر کرتا ہے۔ باب المتوفی عنھا زوجھا ھل یجوز لھا ان تبیت عن منزلھا ام لا۔ محمد بن یعقوب عن حمید بن زیاد عن ابن سماعۃ عن محمد بن زیاد عن عبد اللہ بن سنان ومعاویۃ بن عمار عن ابی عبد اللہ قال سألتہ عن المرأۃ المتوفی عنھا زوجھا

تعتد فی بیتھا او حیث شاءت قال بل حیث شاءت ان علیاً لما توفی عمر اتی ام کلثوم فانطلق بھا الی بیتہ - ترجمہ - باب ہے بیچ بیان اس عورت کے جس کا خاوند مر جائے کیا اس کے لیئے جائز ہے - کہ اپنے گھر سے باہر رات گذارے یا نہ - حدیث بیان کی محمد بن یعقوب نے حمید بن زیاد سے - اس نے ابن سماعہ سے

(۹) - حدیث نمبر ۸ کے بعد کتاب الاستبصار میں یہ حدیث ہے - الحسین بن سعید عن النضر بن سوید عن ھشام بن سالم عن سلیمن بن خالد قال سألت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن امرأۃ توفی عنھا زوجھا این تعتد فی بیت زوجھا او حیث شاءت ثم قال ان علیا علیہ السلام لما مات عمر اتی ام کلثوم فاخذ بیدھا فانطلق بھا الی بیتہ - یہ وہی روایت نمبر ۸ ہے جو بحوالہ تہذیب الاحکام اوپر مذکور ہے -

(۱۰) - تہذیب الاحکام (جلد ثانی - کتاب المیراث - باب میراث الغرقی والمھدوم علیھم فی وقت واحد صفحہ ۳۸۰) میں اس بحث کے متعلق ایک اور حدیث یہ ہے - محمد بن احمد بن یحیی عن جعفر بن محمد القمی عن القداح عن جعفر عن ابیہ قال ماتت ام کلثوم بنت علیؑ وابنھا زید بن عمر بن الخطاب فی ساعۃ واحدۃ لا یدری ایھما ھلک قبل فلم یورث احدھما من الاخر وصلی علیھما جمیعا - ترجمہ - حدیث بیان کی محمد بن احمد بن یحیی نے جعفر بن محمد قمی سے اس نے قداح سے - اس نے امام جعفر صادق سے - امام نے اپنے باپ امام محمد باقر سے کہ فرمایا امام محمد باقر نے - کہ ام کلثوم بنت علی اور ام کلثوم کا بیٹا زید بن عمر بن الخطاب ایک ہی ساعت میں فوت ہوئے - اور یہ معلوم نہیں کہ دونوں میں سے کون پہلے مرا - پس ایک دوسرے کا وارث قرار نہ دیا گیا - اور دونوں پر ایک ساتھ نماز پڑھی گئی - انتہے -

(۱۱) - شیعہ کا بڑا مجتہد مرتضے علم الہدے (متوفی ۴۳۶ھ ہجری) - اس نکاح کا اعتراف بدیں الفاظ کرتا ہے - فاما انکاحہ علیہ السلام ایاھم فقد ذکرنا فی کتابنا الشافی الجواب عن ھذا الباب مشروحاً وبینا انہ ما اجاب عمر الی انکاح بنتہ علیھا السلام الا بعد توعد وتھدد ومراجعۃ ومنازعۃ وکلام طویل ماثور اشفق معہ من شروف الحال وظھور ما لا یزال یخفیہ منھا وان العباس رحمۃ اللہ علیہ لما رأی ان الامر یفضی الی الوحشۃ ووقوع الفرقۃ سألہ رد امرھا الیہ ففعل فزوجھا منہ وما یجری علی ھذا الوجہ معلوم انہ علی اختیار ولا ایثار وبینا فی الکتاب الذی ذکرناہ انہ لا یمتنع ان یبیح الشرع ان ینکح بالاکراہ من لا یجوز مناکحتہ مع الاختیار لاسیما اذا کان المنکح مظھرا للاسلام والتمسک بسائر الشریعۃ (تنزیہ الانبیاء مطبوعہ ایران

سنہ ۱۳۰۱ھ صفحہ ۱۴۵)۔ یعنے رہا حضرت علیہ السلام کا نکاح کر دینا ان کے ساتھ۔ سو ہم نے اپنی کتاب شافی میں اس بات کا مفصل جواب دیا ہے۔ اور بیان کیا ہے کہ حضرت امیرؑ نے اپنی بیٹی علیہا السلام کا عقد عمرؓ کے ساتھ قبول نہیں کیا۔ مگر بعد اس کے کہ عمرؓ نے تشدد کی دھمکی دی۔ اور ڈرایا۔ اور بار بار درخواست کی اور جھگڑا کیا اور طویل کلام کی۔ اور معہذا حضرت امیرؑ ڈرے۔ کہ حال خراب ہو جائے گا۔ اور وہ امر ظاہر ہو جائے گا۔ جسے آپ اس سے چھپاتے رہے۔ اور یہ بھی بیان کیا ہے۔ کہ عباس رحمۃ اللہ علیہ نے جب دیکھا کہ اس سے وحشت اور وقوع فرقت کی نوبت پہنچ جائے گی۔ تو آپ نے حضرت امیرؑ سے التماس کی کہ ام کلثوم کا معاملہ میرے حوالہ کر دیجئے۔ حضرت امیرؑ نے ایسا ہی کیا۔ پس عباسؓ نے ام کلثوم کا عقد عمرؓ کے ساتھ کر دیا۔ معلوم ہے۔ کہ اس طرح کا عقد نہ اختیار سے ہوا نہ ایثار سے اور ہم نے شافی ہی میں بیان کیا ہے۔ کہ یہ محال نہیں۔ کہ شریعت اکراہ کی حالت میں اس شخص کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دے جس کے ساتھ حالت اختیار میں ناجائز ہے خصوصاً جب کہ ناکح اسلام اور تمام شریعت کی پابندی ظاہر کرے انتہیٰ۔

(۱۲) شیعہ کا قطب راوندی (المتوفی ۵۷۳ھ) اس نکاح کا انکار کرتا ہے۔ اور یہ روایت پیش کرتا ہے

عن ابی بصیر عن جدعان بن نصر قال حدثنا ابو عبد اللہ محمد بن ابی مسعدۃ قال حدثنا محمد بن حمویۃ بن اسمٰعیل عن ابی عبد اللہ الزبینی عن عمر بن اذینہ قال قیل لابی عبد اللہ ان الناس یحتجون علینا ویقولون ان امیر المومنین زوج فلانا ابنتہ ام کلثوم وکان متکئا فجلس وقال یقولون ذلک لایھتدون الی سواء السبیل۔ سبحان اللہ ما کان امیر المومنین یقدر ان یحول بینہ و بینھا فینقذھا کذبوا ولم یکن ما قالوا ان فلانا خطب الی علی بنتہ ام کلثوم فابی علیؑ فقال لعباس واللہ لئن لم یزوجنی لانزعن منک السقایۃ وزمزم فاتی العباس علیا وکلمہ فابی علیہ فالح الرجل علی العباس فالح العباس علیہ فلما رای امیر المومنین مشقۃ کلام الرجل علی العباس وانہ سیفعل بالسقایۃ ما قال ارسل امیر المومنین وطلب جنیۃ من اھل نجران یھودیۃ یقال لھا سحیقۃ بنت جریریۃ فامرھا فتمثلت فی مثال ام کلثوم وحجبت الابصار عن ام کلثوم وبعث بھا الی الرجل فلم تزل عندہ حتی انہ استراب بھا یوما فقال ما فی الارض اھل بیت اسحر من بنی ھاشم ثم اراد ان یظھر ذلک للناس فقتل وحوت الجنیۃ المیراث وانصرفت الی نجران فاظھر امیر المومنین ام کلثوم (کتاب الخرائج والجرائح مطبوعہ بمبئی سنہ ۱۳۰۱ھ صفحہ ۱۳۶)۔ ترجمہ (بحذف اسناد) عمر بن اذینہ کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق سے عرض کیا گیا کہ لوگ ہم پر حجت لاتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ امیر المومنین نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا عقد فلاں شخص (عمرؓ) کے ساتھ کر دیا۔ اس وقت امام تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ یہ سن کر

سیدھے ہو بیٹھے۔ اور فرمانے لگے کہ کیا لوگ ایسا کہتے ہیں۔ تحقیق وہ لوگ جو ایسا گمان کرتے ہیں راہ حق کی ہدایت نہیں پاتے۔ سبحان اللہ کیا امیر المومنین ؑ میں اتنی قدرت نہ تھی کہ اس شخص اور اپنی بیٹی کے درمیان حایل ہو جاتے۔ اور بیٹی کو بچا لیتے وہ جھوٹے ہیں جو کچھ وہ کہتے ہیں وقوع میں نہیں آیا۔ بے شک اس شخص نے علیؑ سے ان کی بیٹی ام کلثوم کی خواستگاری کی مگر علیؑ نے انکار کر دیا۔ پس اس نے عباس سے کہا خدا کی قسم اگر علی اپنی بیٹی کا عقد میرے ساتھ نہ کریں گے تو میں تم سے سقایت حاج اور زمزم چھین لوں گا۔ یہ سن کر عباس علی کے پاس آئے۔ اور ان سے گفتگو کی۔ مگر علی نے انکار کر دیا۔ پس عمرؓ نے عباس پر اصرار کیا۔ اور عباس نے علی پر اصرار کیا۔ جب امیر المومنین ؑ نے دیکھا۔ کہ عمر کا کلام عباسؓ پر شاق ہے۔ اور عمرؓ جیسا کہ کہتے ہیں سقایت چھین لیں گے۔ تو آپ نے اہل نجران میں سے ایک جنیہ یہودیہ کو بلا بھیجا جس کا نام سحیقہ بنت جریریہ تھا۔ حضرت امیر کے حکم سے وہ جنیہ بشکل ام کلثوم متشکل ہو گئی۔ اور ام کلثوم نظروں سے چھپا دی گئی۔ سحیقہ کو عمرؓ کے پاس بھیج دیا گیا۔ وہ ان کے پاس رہی۔ یہاں تک کہ ایک دن ان کو اس کے بارے میں شک پیدا ہوا۔ اور کہا کہ روئے زمین پر کوئی خاندان بنو ہاشم سے زیادہ جادوگر نہیں۔ پھر انہوں نے چاہا کہ یہ معاملہ لوگوں سے ظاہر کر دیں۔ مگر شہید کر دئے گئے۔ اور وہ جنیہ میراث لے کر نجران کو چلی گئی۔ پس امیر المومنین نے ام کلثوم ظاہر کر دی انتہےٰ۔

(۱۳۳) شیعہ کا عالم ربانی کامل صمدانی محقق مدقق۔ فقیہ محدث، عابد، زاہد، تقی، نقی، غواص بحار الاخبار ناشر آثار ائمہ اطہار فخر المحققین سند المدققین علامۃ العصر فرید الدہر محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی (متوفی ۵۸۸ھ ہجری) کتاب مناقب میں یوں رقم طراز ہے۔ فولد من فاطمۃ علیہا السلام الحسن والحسین والمحسن سقط وزینب الکبرےٰ وام کلثوم الکبرےٰ تزوجہا عمر وذکر ابو محمد النوبختی فی کتاب الامامۃ ان ام کلثوم کانت صغیرۃ ومات عمر قبل ان یدخل بہا وانہ خلف علی ام کلثوم بعد عمر عون بن جعفر ثم محمد بن جعفر ثم عبد اللہ بن جعفر (مناقب آل ابی طالب مطبوعہ بمبئی سنہ ۱۳۱۳ھ مجلد ثالث۔ صفحہ ۱۶۲)۔ ترجمہ۔ پس پیدا ہوئے فاطمہ علیہا السلام کے بطن مبارک سے حسن اور حسین اور محسن سقط اور زینب کبرےٰ اور ام کلثوم کبرےٰ جس کے ساتھ عمرؓ نے نکاح کیا۔ اور ابو محمد نوبختی نے کتاب الامامت میں ذکر کیا ہے۔ کہ ام کلثوم صغیر سن تھی کہ عمرؓ نے اس سے ہم بستر ہونے سے پہلے وفات پائی۔ عمرؓ کے بعد وہ عون بن جعفر کے نکاح میں آئیں بعد ازاں محمد بن جعفر کے۔ پھر عبد اللہ بن جعفر کے عقد میں آئیں۔ انتہےٰ۔ علامہ ابن شہر آشوب دوسری جگہ (مناقب۔ مجلد ثانی۔ صفحہ ۱۴۴) اولاد علیؑ کے شرف کے ذکر میں لکھتا ہے۔ احتجب عمر بن الخطاب

فی خطبۃ ام کلثوم اجتہاداً و ردعی فی ذلک اخبار۔ یعنے عمر بن الخطاب نے ام کلثوم کی خواستگاری میں بہت کوشش کی اور اس بارے میں احادیث مروی ہیں۔ انتہے۔

(۱۴) شیعہ کا عالم عامل، ادیب کامل، ناشر اخبار ائمہ ابرار، محی مناقب حیدر کرار، علی بن عیسی اربلی اپنی مشہور کتاب کشف الغمہ میں جو ۶۸۷ھ کی تصنیف ہے۔ اس نکاح کی طرف یوں اشارہ کرتا ہے ولو کانوا کغیرھم لما قال عمر حین طلب مصاھرۃ علی انی سمعت رسول اللہ م یقول کل سبب ونسب منقطع یوم القیامۃ الا سببی ونسبی (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ مطبوعہ ایران سنہ ۱۲۹۴ھ۔ صفحہ ۱۰)۔ ترجمہ۔ اگر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت اوروں جیسے ہوتے۔ تو عمر علیؓ کی دامادی طلب کرتے وقت یوں نہ کہتے کہ میں نے رسول اللہ کو سنا ہے۔ کہ فرماتے تھے۔ کہ قیامت کے دن میرے سبب ونسب کے سوا تمام سبب ونسب منقطع ہوں گے۔ انتہے۔

(۱۵) شیعہ کا فخر المحققین زین المجتہدین شہید ثانی یعنی زین الدین بن علی بن احمد عاملی کتاب شرائع الاسلام فی مسائل الحلال والحرام کی شرح مسالک الافہام میں جس کی تصنیف سے وہ بروز چہار شنبہ ۲۱ ماہ ربیع الاول ۹۶۳ھ میں فارغ ہوا۔ ماتن کے قول ویجوز نکاح الحرۃ العبد والعربیۃ العجمی والھاشمیۃ غیر الھاشمی وبالعکس کے تحت میں یوں لکھتا ہے۔ وزوج النبی صلعم ابنتہ عثمان وزوج ابنتہ زینب بابی العاص بن الربیع ولیسا من بنی ھاشم وکذلک زوج علی ابنتہ ام کلثوم من عمر وتزوج عبد اللہ بن عمرو بن عثمان فاطمۃ بنت الحسین وتزوج مصعب بن الزبیر اختھا سکینۃ وکلھم من غیر بنی ھاشم واوضع نسبا (مسالک الافہام مطبوعہ ایران سنہ ۱۲۸۲ھ جلد اوّل۔ کتاب النکاح)۔ ترجمہ۔ اور نبی صلعم نے اپنی بیٹی کا نکاح عثمان کے ساتھ کر دیا۔ اور اپنی بیٹی زینب کا عقد ابو العاص بن ربیع کے ساتھ کر دیا۔ اور عثمان اور ابو العاص دونوں بنو ہاشم میں سے نہیں۔ اسی طرح علی نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا عقد عمر کے ساتھ کر دیا۔ اور عبداللہ بن عمرو بن عثمان نے فاطمہ بنت حسینؓ کے ساتھ اور مصعب بن زبیر نے فاطمہ کی بہن سکینہ کے ساتھ نکاح کیا۔ اور یہ سب بنو ہاشم میں سے نہیں۔ اور نسب میں ادنے درجے کے ہیں۔ انتہے۔

(۱۶) شیعہ کا شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری (متوفی ۱۰۱۹ھ) اپنی مشہور کتاب مجالس المومنین میں جو ۹۹۰ھ میں تصنیف ہوئی ترجمہ عباس بن عبد المطلب ہاشمی کے ضمن میں اس نکاح کا ذکر یوں کرتا ہے۔ در کتاب استغاثہ وغیر آن مسطور است کہ چون عمر ابن الخطاب جہت ترویج خلافت فاسدہ خود داعیہ تزویج ام کلثوم دختر حضرت امیر نمود و آن حضرت جہت اقامت حجج بکرات اظہار اباء و امتناع نمود آخر عمر عباس را نزد خود

طلبید و سوگند خوردہ گفت کہ اگر علی را بداما دیٔ من راضی نہ سازی آنچہ در دفع او ممکن باشد خواہم کرد و منصب سقایت حج و زمزم را از تو خواہم گرفت ۔ عباس ملاحظہ نمود کہ اگر این نسبت واقع نشود ۔ آن فظ غلیظ مرتکب چنان امر ناصواب خواہد شد ۔ از حضرت امیر التماس و الحاح نمود کہ ولایت نکاح آن مطہرہ مظلومہ را باو تفویض نماید ۔ چون مبالغہ عباس در آن باب از حد گزشت ۔ آن حضرت از روئے اکراہ ساکت شدند تا آنکہ عباس از پیش خود ارتکاب تزویج او نمود و جہت اطفاء نائرہ فتنہ او را بآن منافق ظاہر الاسلام عقد فرمود و ظاہر ابواسطہ این وکالت فضولی و امثال آن حضرت امیر علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام عباس را مانند دیگر یاران فدائی خود راسخ در محبت و اخلاص نہ دانست (مجالس المومنین مطبوعہ ایران صفحہ ۷۸) ۔ ترجمہ ۔ جب عمر بن الخطاب نے اپنی خلافت فاسدہ کے رائج کرنے کے لیے حضرت امیرؑ کی بیٹی ام کلثوم کے ساتھ نکاح کرنے کا قصد کیا ۔ اور حضرت نے حجتوں کے قائم کرنے کے لیے کئی بار انکار ظاہر کیا ۔ تو عمرؓ نے عباس رضؓ کو اپنے پاس بلایا ۔ اور قسم کھائی کہ اگر تم علیؑ کو میری دامادی پر راضی نہ کرو گے ۔ میں اس کے دفع کرنے میں جو ممکن ہو گا کروں گا ۔ اور تم سے منصب سقایت حج و زمزم چھین لوں گا ۔ عباسؓ نے خیال کیا کہ اگر یہ نکاح وقوع میں نہ آیا ۔ تو وہ سخت خو سخت دل ایسے ناجائز امر کا مرتکب ہو گا ۔ اس لئے حضرت امیرؑ سے التماس و اصرار کیا ۔ کہ اس مطہرہ مظلومہ کی ولائیت مجھے تفویض فرما دیں ۔ جب عباسؓ کا مبالغہ اس بارے میں حد سے بڑھ گیا تو حضرت امیرؑ از روئے اکراہ کے خاموش ہو گئے ۔ یہاں تک کہ عباسؓ نے اپنی طرف سے ام کلثوم کے نکاح کا ارتکاب کیا ۔ اور فتنہ کی آگ بجھانے کے لیے اس مطہرہ کا عقد اس منافق ظاہر الاسلام کے ساتھ کر دیا ۔ بظاہر اس وکالت فضولی اور ایسے ہی دیگر امور کے سبب حضرت امیر علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام عباس کو اپنے دوسرے جاں نثار یاروں کی مانند محبت و اخلاص میں راسخ نہ جانتے تھے ۔ انتہےٰ ۔

(۱۷) ۔ مجالس المومنین ۔ صفحہ ۸۳ میں محمد بن جعفر طیار کے ترجمہ میں ہے ۔ محمد بن جعفر بعد از فوت عمرؓ بن خطاب بشرف مصاہرت حضرت امیر المومنین علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام مشرف گشتہ و ام کلثوم را کہ با عدم کفایت از روئے اکراہ در حبالہ عمر بود تزویج نمود ۔ یعنے محمد بن جعفر عمر بن خطاب کی وفات کے بعد حضرت امیر المومنین علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام کی دامادی سے مشرف ہوئے ۔ اور ام کلثوم کو جو باوجود عدم کفائت کے از روئے اکراہ عمرؓ کے عقد میں تھی اپنے نکاح میں لائے ۔ انتہےٰ ۔

(۱۸) مجالس المومنین صفحہ ۷۰ میں ہے ۔ امیر المومنین بعد از وفات حضرت سید المرسلین در سائر امور خود تاسی بآن حضرت مے نمود و اقتدا بو صایائے او مے فرمود ۔ و ہر آزارے کہ حضرت از قوم دید باو نیز ہمان رسید تا اگر او در مبادی حال لکہ دینکہ ولی دین فرمود این نیز ترک ریاست قوم بے دین نمود ۔ و اگر او

دراوائل بدہ صحابی قناعت کرد۔ این نیز در عنفوان حال بسلمان و ابوذر و دوازدہ صحابی اکتفا فرمود۔ واگر او
بوقت عجز بغار فرار نمود۔ این بوقت عجز و منع در خانہ بروے خود فراز کرد۔ واگر او از مکہ بمدینہ آمد۔ این از مدینہ
بکوفہ آمد۔ اگر خانۂ مکہ او راکہ مہبط ملک بود بقہر گرفتند۔ باغ مدینہ این راکہ مسمی بفدک بود غصب کردند۔ اگر مصطفےٰ
در اول صلح کرد۔ مرتضےٰ نیز در اول اصلاح نمود۔ واگر نبی دختر بعثمان داد۔ ولی دختر بعمر فرستاد۔ واگر پیغمبر در
آخر قتال کرد بقول خدا تعالےٰ کہ اقتلوا المشرکین۔ حیدر نیز در آخر قتال کرد بقول رسول بعلی کہ یا علی
انت تقاتل بعدی الناکثین والقاسطین والمارقین۔ اگر آن در وقت فتح مکہ در خانۂ مغصوب نزول
نفرمود۔ این در ایام خلافت تصرف در باغ مغصوب خود ننمود۔ اگر امام صلح کرد از رسول آموخت۔ اگر جنگ کرد
از و دید اگر در صفین ظفر نیافت اودر حنین ظفر نیافت۔ ترجمہ۔ حضرت سید المرسلین کی وفات کے بعد
امیر المومنین اپنے تمام معاملات میں حضرت کا اقتدا کرتے تھے۔ اور آپ کی وصیتوں پر عمل پیرا تھے۔ جو تکلیف
حضرت کو اپنی قوم سے پہنچی۔ وہی امیر کو بھی پہنچی۔ یہاں تک کہ اگر حضرت اوائل حال میں لکھ دینگے دل دین
فرماتے تھے۔ امیرؑ نے بھی قوم بے دین کی ریاست ترک دی۔ اگر حضرتؐ نے ابتدا میں دس صحابی پر قناعت کی۔ امیرؑ
نے بھی اوائل حال میں سلمان و ابوذر اور بارہ اصحاب پر اکتفا کیا۔ اگر حضرتؐ عاجزی کے وقت بھاگ کر غار میں
جا چھپے۔ امیرؑ نے بوقت عجز و منع گھر کا دروازہ اپنے اوپر بند کر لیا۔ اگر حضرتؐ مکہ سے مدینہ تشریف لے گئے۔ امیرؑ
مدینہ سے کوفہ چلے آئے۔ اگر حضرتؐ کے مخالفین نے مکہ میں آپ کے دولت خانہ کو جو مہبط جبرئیلؑ تھا۔ غلبہ سے
لے لیا۔ مخالفین امیرؑ نے مدینہ میں آپ کے باغ فدک کو غصب کر لیا۔ اگر مصطفےٰؐ نے شروع میں صلح کر لی۔ مرتضےٰ
نے بھی شروع میں صلح کی۔ اگر نبیؐ نے بیٹی عثمان کو دی۔ ولیؑ نے بیٹی عمر کے پاس بھیجی۔ اگر پیغمبرؐ نے اخیر میں ارشاد
باری تعالےٰ اقتلوا المشرکین پر عمل کیا۔ حیدرؑ نے بھی اخیر میں قتال کیا۔ حسب ارشاد نبویؐ یا علیؑ انت تقاتل
بعدی الناکثین والقاسطین والمارقین۔ حضرتؐ نے فتح مکہ کے وقت اپنے مغصوب گھر میں نزول نہ فرمایا
امیرؑ نے اپنے عہد خلافت میں اپنے مغصوب باغ میں تصرف نہ کیا۔ اگر امام نے صلح کی۔ تو پیغمبرؐ سے سیکھی۔ اگر جنگ
کیا۔ تو پیغمبرؐ کا اقتدا کیا۔ اگر امام نے صفین میں فتح نہ پائی۔ پیغمبرؐ نے حنین میں فتح نہ پائی۔ انتہےٰ۔

(۱۹)۔ مجالس المومنین۔ صفحہ ۸۸ میں ترجمہ ابو الحسن علی بن اسمٰعیل بن شعیب میں یوں مذکور ہے۔ دیگر
پرسید چرا آن حضرت دختر خود را بعمر بن الخطاب داد۔ گفت بواسطہ آنکہ اظہار شہادتین مے نمود بزبان و
اقرار بفضل حضرت امیر مے کرد۔ و در آن باب اصلاح غلاظت و فظاظت او نیز منظور بود و این معاملہ دشوار
تر از ان نبود کہ حضرت لوط پیغمبر عرض دختران خود بر قوم کافر مے نمود۔ و بمضمون آیت کریمہ ھٰؤلاء بناتی
ھن اطھر لکم فاتقوا اللہ ولا تخزون فی ضیفی الیس منکم رجل رشید زبان مبارک مے کشود۔

ترجمہ۔ پھر اس شخص نے ابوالحسن سے پوچھا۔ کہ حضرت امیرؑ نے اپنی بیٹی عمر ابن الخطاب کے نکاح میں کیوں دی۔ ابوالحسن نے جواب دیا کہ اس واسطے دی کہ عمر اپنی زبان سے اظہار شہادتین کرتے تھے۔ اور حضرت امیرؑ کی فضیلت کا اقرار کرتے تھے۔ اور اس معاملہ میں عمرؓ کی غلاظت وفظاظت کی اصلاح بھی مدنظر تھی۔ اور یہ معاملہ اس سے زیادہ مشکل نہ تھا کہ حضرت لوطؑ اپنی بیٹیاں قوم کافر پر پیش کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے ھولاء بناتی ھن اطھر لکم الآیہ۔ انتہیٰ

(۲۰) شیعہ کا مشہور محدث سید نعمت اللہ جزائری اپنی کتاب انوار نعمانیہ میں جس کی تصنیف سے وہ ۲۲ ماہ رمضان ۱۰۸۹ھ میں فارغ ہوا۔ اس نکاح کے متعلق یوں لکھتا ہے۔ واما الاشکال فی تزویج علیٰ ام کلثوم لعمر بن الخطاب وقت تخلفہ لانہ قد ظھرت منہ المناکیر وارتد عن الدین ارتدادا اعظم من ارتد حتی انہ قد وردت فی روایات الخاصۃ ان الشیطان یغل بسبعین غلا من حدید جھنم ویساق الی المحشر فینظر ویری رجلا امامہ تقودہ ملائکۃ العذاب وفی عنقہ مائۃ وعشرون غلا من اغلال جھنم فیدنو الشیطان الیہ فیقول الشیطان ما فعل الشقی حتی زاد علی فی العذاب وانا اغویت الخلق واوردتھم موارد الھلاک فیقول عمر للشیطان ما فعلت شیئًا سوی انی غصبت خلافۃ علی بن ابی طالب والظاھر انہ قد استقل سبب شقاوتہ ومزید عذابہ ولم یعلم ان کل ما وقع فی الدنیا الی یوم القیامۃ من الکفر والنفاق واستیلاء اھل الجور والظلم انما ھو من فعلتہ ھذہ وسیاتی لھذا مزید تحقیق ان شاء اللہ تعالیٰ۔ فاذا ارتد علی ھذا النحو من الارتداد فکیف ساغ فی الشریعۃ مناکحتہ وقد حرم اللہ تعالے انکاح اھل الکفر والارتداد واتفق علیہ علماء الخاصۃ فنقول قد تفصی الاصحاب رضی اللہ عنھم عن ھذا بوجھین عامی وخاصی۔ اما الاول فقد استفاض فی اخبارھم عن الصادق علیہ السلام لما سئل عن ھذہ المناکحۃ فقال انہ اول فرج غصبناہ وتفصیل ھذا ان الخلافۃ کانت اعز علی امیر المومنین من الاولاد والبنات والازواج والاموال وذلک لان بھا انتظام الدین واتمام السنۃ ورفع الجور واحیاء الحق وموت الباطل وجمیع فوائد الدنیا والآخرۃ فاذا لم یقدر علی الدفع عن مثل ھذا الامر الجلیل الذی لا یتمکن من الدفع عنہ زمن معاویۃ بذل علیہ الارواح وسفکت فیہ المھج حتی انہ قتل لاجلہ ستین الفا فی معرکۃ صفین وقتل من عسکرہ عشرون الفا وواقعۃ الطفوف اشھر من ان تذکر فاذا قبلنا منہ العذر فی ترک ھذا الامر الجلیل وقد کان معذورًا کما سیاتی الکلام فیہ عند ذکر اسباب تقاعدہ عن الحرب

نوزمن الثلاثة ان شاء الله تعالى والتقية باب فتحه الله سبحانه وتعالى للعباد وامرهم بارتكابه والزمهم به كما اوجب عليهم الصلاة والصيام حتى انه ورد عن الائمة الطاهرين عليهم السلام لا دين لمن لا تقية له فقبل عذره في مثل هذا الامر الجزئي وذلك انه قد روى الكليني عن ابن ابي عمير عن هشام بن سالم عن ابي عبد الله ع قال لما خطب اليه قال له امير المؤمنين ع انها صبية قال فلقي العباس فقال له ما لي ابي باس قال وما ذلك قال خطبت الى ابن اخيك فردني اما والله لاعورن زمزم ولا ادع لكم مكرمة الا هدمتها ولاقيمن عليه شاهدين بانه سرق ولاقطعن يمينه فاتاه العباس فاخبره وسأله ان يجعل الامر اليه فجعله اليه واما الشبهة الواردة على هذا وهي انه يلزم ان يكون عمر زانيا في ذلك النكاح وهو مما لا يقبله العقل بالنظر الى ام كلثوم فالجواب عنها من وجهين احدهما ان ام كلثوم لا حرج عليها في مثله لا ظاهرا ولا واقعا وهو ظاهر واما هو فليس بزان في الحقيقة وفي ظاهر الشريعة لانه دخول ترتب على عقد باذن الولي الشرعي واما في الواقع وفي نفس الامر فعليه عذاب الزاني بل عذاب كل اهل المساوي والقبائح الثاني ان الحال لما آل الى ما ذكرناه من التقية فيجوز ان يكون قد رضي ع بتلك المناكحة ر فعاالله خوله في سلك غير الوطي المباح واما الثاني وهو الوجه الخاص صح فقد رواه السيد العالم بهاء الدين علي بن عبد الحميد الحسيني النجفي في المجلس الاول من كتابه المسمى بالانوار المضيئة عن الشيخ السعيد محمد بن محمد بن النعمان المفيد ره رفعه الى عمر بن اذينة قال قلت لابي عبد الله ع ان الناس يحتجون علينا ان امير المؤمنين زوج فلانا ابنته ام كلثوم وكان متكئا فجلس فقال اتقبلون ان عليا انكح فلانا ابنته - ان قوما يزعمون ذلك ما يهتدون الى سواء السبيل ولا الرشاد ثم صفق ع بيده وقال سبحان الله - اما كان امير المؤمنين يقدر ان يحول بينه وبينها - كذبوا لم يكن ما قالوا ان فلانا خطب الى امير المؤمنين ع ابنته ام كلثوم فابى ع فقال للعباس والله لئن لم يزوجني لانزعن منك السقاية وزمزم - فاتى العباس عليا فكلمه فابى فالح العباس فلما راى امير المؤمنين مشقة كلام الرجل على العباس وانه سيفعل معه ما قال ارسل الى جنية من اهل نجران يهودية يقال لها سحيقة بنت جريرية فامرها فتمثلت مثال ام كلثوم وحجبت الابصار عن ام كلثوم وبعث بها الى الرجل فلم تزل عنده حتى انه استراب بها يوما فقال ما في الارض اهل بيت اسحر من بني هاشم ثم اراد ان يظهر للناس فقتل ثم اخذت الميراث وانصرفت

الی نجوان واظهر امیر المومنین ء ام کلثوم۔ اقول وعلی ھذا انحی یغ اوّل فرج غصبناہ محمول علی التقیۃ او الاتقاء من عوام الشیعۃ کما لایخفی۔ ترجمہ۔ حضرت علیؓ نے جو ام کلثوم کا نکاح عمرؓ کے ساتھ کردیا اس میں اشکال ہے۔ کیونکہ عمرؓ سے افعال شنیعہ ظہور میں آئے۔ اور دین سے اس کا ارتداد تمام مرتدین کے ارتداد سے زیادہ ہے۔ یہاں تک کہ شیعہ کی روایات میں وارد ہے۔ کہ شیطان کے گلے میں دوزخ کے لوہے کے ستر طوق ہوں گے۔ اور محشر کی طرف لیجایا جائے گا۔ وہ اپنے آگے ایک شخص کو دیکھے گا کہ عذاب کے فرشتے اسے لیئے جاتے ہیں۔ اور دوزخ کے ایک سو بیس طوق اس کے گلے میں ہیں شیطان اس کے نزدیک ہوکر کہے گا۔ کہ اس بدبخت نے کیا کیا۔ کہ مجھ سے بھی زیادہ عذاب میں گرفتار ہے حالانکہ میں نے خلقت کو گمراہ کیا اور ان کو ہلاک کی جگہوں میں داخل کیا۔ عمرؓ شیطان سے کہیں گے کہ میں نے سوا اس کے کچھ نہیں کیا کہ علی بن ابی طالب کی خلافت چھین لی۔ اور ظاہر ہے۔ کہ عمرؓ نے اپنی شقاوت اور مزید عذاب کے سبب کو خفیف خیال کیا۔ اور یہ نہ جانا۔ کہ دنیا میں کفر و نفاق و غلبہ اہل جور و ظلم جو قیامت تک وقوع میں آیا وہ اس کے اس کام کے سبب سے ہے۔ اس کی مزید تحقیق انشاء اللہ تعالےٰ آیندہ آئیگی جب عمرؓ کا ارتداد اس قسم کا ہے تو شریعت میں اس کے ساتھ نکاح کس طرح جائز ہے۔ حالانکہ خدا تعالےٰ نے کافروں اور مرتدوں کے ساتھ نکاح حرام کردیا ہے۔ اور اس پر علمائے شیعہ کا اتفاق ہے۔ ہم جواب میں کہتے ہیں۔ کہ ہمارے اصحاب رضی اللہ عنہم نے اس اشکال سے دو وجہ سے رہائی پائی ہے۔ ایک وجہ عامی اور دوسری خاصی ہے۔ وجہ عامی یہ ہے۔ کہ اخبار شیعہ میں یہ خبر مستفیض ہے۔ کہ جب امام صادقؑ سے اس تزویج کی نسبت سوال کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ پہلی فرج ہے۔ جو ہم سے چھینی گئی۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ خلافت حضرت امیرؑ کے نزدیک اولاد و بنات و ازواج و اموال سے عزیز تھی اس لیئے۔ کہ خلافت سے انتظام دین اور اتمام سنت اور رفع جور اور احیاء حق اور موت باطل اور دین و دنیا کے تمام فوائد حاصل ہیں پس جب آپ ایسے امر جلیل سے مدافعت نہ کرسکے۔ اور معاویہ کے زمانہ میں اس پر جانیں قربان کیں۔ اور خون بہائے۔ یہاں تک کہ اسی خلافت کی خاطر معرکہ صفین میں ستر ہزار کو قتل کیا اور آپ کے لشکر میں سے بیس ہزار قتل ہوئے۔ اور واقعہ طفوف تو محتاج بیان نہیں۔ جس صورت میں ہم اس امر جلیل کے ترک میں حضرت امیر کا عذر قبول کرتے ہیں۔ اور آپ معذور تھے۔ جیسا کہ انشاء اللہ آیندہ بیان ہوگا۔ جب ہم خلفائے ثلاثہ کے عہد میں حضرت کے لڑائی نہ کرنے کے اسباب ذکر کریں گے۔ اور تقیہ ایک باب ہے۔ جو اللہ سبحانہٗ و تعالےٰ نے اپنے بندوں کے لیئے کھول دیا ہے۔ اور ان کو اس کے ارتکاب کا حکم دیا ہے۔ اور اسے ان پر لازم کردیا ہے۔ جیسا کہ نماز و روزہ واجب کردیا ہے۔ یہاں تک کہ ائمہ

طاہرین علیہم السلام سے منقول ہے۔ کہ جو تقیہ نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں۔ اس لیئے حضرت امیرؑ کا عذر اس امر جزئی میں مقبول ہے۔ اور وہ بدیں طور ہے۔ کہ کلینی نے ابن ابی عمیر سے اس نے ہشام بن سالم سے روائیت کی کہ امام جعفر صادق نے فرمایا۔ کہ جب عمرؓ نے علیؑ سے خواستگاری کی۔ تو امیر المومنین نے جواب دیا۔ کہ ام کلثوم صغیر سن ہے۔ راوی کا قول ہے۔ کہ پس عمرؓ عباسؓ سے ملے۔ اور ان سے کہا۔ مجھے کیا ہے۔ کیا میرے ساتھ ڈر ہے عباسؓ بولے کہ وہ بات کیا ہے۔ عمرؓ نے کہا۔ کہ میں نے تیرے بھتیجے سے خواستگاری کی۔ اس نے مجھے رد کر دیا۔ دیکھ اللہ کی قسم میں زمزم لے لوں گا۔ اور تمہارے واسطے کوئی بزرگی نہ چھوڑوں گا۔ جسے برباد نہ کر دوں۔ اور میں اس (علیؑ) پر دو گواہ قائم کروں گا۔ کہ اس نے چوری کی ہے۔ اور اس کا دایاں ہاتھ ضرور کاٹ دوں گا پس عباسؓ علیؑ کے پاس آئے۔ اور ان کو خبر دی اور التماس کی کہ آپ اس معاملہ کو میرے سپرد کر دیں۔ پس علیؓ نے یہ معاملہ عباسؓ کے سپرد کر دیا۔ اس پر یہ شبہ وارد ہوتا ہے۔ کہ اس نکاح میں عمرؓ کا زانی ہونا لازم آتا ہے۔ جسے عقل نظر بر ام کلثوم قبول نہیں کرتی۔ اس شبہ کا جواب دو وجہ سے ہے۔ ایک وجہ تو یہ ہے۔ کہ ظاہر ہے کہ اس سے ام کلثوم پر نہ ظاہر میں نہ واقع میں کوئی حرج ہے۔ رہے عمرؓ سو وہ حقیقت میں اور ظاہر شریعت میں زانی نہیں۔ کیونکہ ان کا دخول شرعی ولی کی اجازت سے عقد پر مترتب ہے۔ مگر واقع میں اور نفس الامر میں ان پر زانی کا بلکہ تمام اہل مساوی و قبائح کا عذاب ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ جب معاملہ تقیہ تک پہنچ گیا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔ تو جائز ہے۔ کہ حضرت امیرؑ اس مناکحت پر راضی ہو گئے ہوں۔ تاکہ یہ وطی بغیر مباح نہ ٹھیرے۔ وجہ خاصی یہ ہے۔ کہ عالم سید بہاؤ الدین علی بن عبد الحمید حسینی نجفی نے اپنی کتاب انوار مضیئہ کی مجلد اول میں شیخ سعید محمد بن محمد بن نعمان مفید رہ (متوفی ۴۱۳ھ) سے روائیت کی ہے۔ اور اسناد کو عمر بن اذینہ تک پہنچایا ہے۔ کہ عمر مذکور کا قول ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق سے عرض کی کہ لوگ ہم پر حجت لاتے ہیں۔ کہ امیر المومنین نے اپنی بیٹی ام کلثوم فلاں شخص سے بیاہ دی۔ اس وقت امام تکیہ لگائے بیٹھے تھے یہ سن کر سیدھے ہو بیٹھے اور فرمانے لگے۔ کیا تم مانتے ہو کہ علیؑ نے اپنی بیٹی فلاں شخص سے بیاہ دی۔ وہ لوگ جو ایسا گمان کرتے ہیں مسلک حق و رشاد سے دور ہیں۔ پھر امام نے ہاتھ سے تالی بجائی اور فرمایا سبحان اللہ۔ کیا امیر المومنین میں قدرت نہ تھی کہ اس شخص اور اپنی بیٹی کے درمیان حائل ہو جاتے۔ وہ لوگ دروغ گو ہیں۔ جو کچھ وہ کہتے ہیں وقوع میں نہیں آیا۔ بے شک عمرؓ نے امیر المومنین سے ان کی بیٹی ام کلثوم کی خواستگاری کی۔ مگر علیؑ نے انکار کر دیا پس عمرؓ نے عباسؓ سے کہا۔ اللہ کی قسم اگر وہ اپنی بیٹی کا عقد میرے ساتھ نہ کرے گا۔ میں تجھ سے سقائیت حاج اور زمزم ضرور چھین لوں گا۔ یہ سن کر عباسؓ علیؑ کے پاس آئے۔ اور ان سے گفتگو کی۔ مگر علیؑ نے انکار کر دیا۔ پس عباسؓ نے اصرار کیا۔ جب امیر المومنین نے دیکھا کہ عمرؓ کا کلام عباسؓ پر شاق

ہے۔ عمرؓ جو کچھ کہتے ہیں عباس کے ساتھ کر گزریں گے۔ تو آپ نے اہل نجران میں سے ایک جنیہ یہودیہ کو بلا بھیجا جس کا نام سحیقہ بنت حریریہ تھا۔ حضرت امیرؑ کے حکم سے وہ جنیہ بشکل ام کلثوم متشکل ہو گئی۔ اور ام کلثوم نظروں سے غائب کر دی گئی۔ آپ نے اس جنیہ کو عمرؓ کے پاس بھیجا۔ وہ ان کے پاس رہی۔ یہاں تک کہ ایک دن ان کو اس کے بارے میں شک پیدا ہو گیا۔ اور کہنے لگے۔ کہ روئے زمین پر کوئی خاندان بنو ہاشم سے زیادہ جادوگر نہیں۔ پھر آپ نے چاہا۔ کہ یہ بات لوگوں سے ظاہر کر دیں۔ مگر شہید کر دئے گئے۔ بعد ازاں وہ جنیہ میراث لے کر نجران واپس چلی گئی۔ اور امیر المومنینؑ نے ام کلثوم کو ظاہر کر دیا۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اس صورت میں حدیث اوّل فرج غصبناہ تقیہ پر یا عوام شیعہ سے اتقاء پر محمول ہوگی۔ جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ انتہٰی۔

(۲۱) شیعہ کا عمدۃ المجتہدین آخوند ملا محمد باقر مجلسی اصفہانی (متوفی سنہ ۱۱۱۱ھ) تذکرۃ الائمہ میں یوں لکھتا ہے۔ ام کلثوم را بجبر و تعدی عمرؓ بعقد خود در آورد بمہر چار ہزار دینار طلا۔ و اورا فرستاد و او چہار سالہ بود چون اورا بر دامن خود نشانید ام کلثوم دست انداخت و ریش عمرؓ را گرفت و سیلے بر روئے او زد۔ عمر را بد آمد۔ گفت این از حمیت بنی ہاشم است۔ فاضل ہندی در کتاب خود چنین ایراد نمودہ۔ و بعضے گویند ام کلثوم کبرے است کہ در ہر شب جنیہ بغرمودہ حضرت امیر المومنین در پہلوئے عمرؓ مے خوابید و ام کلثوم تنہا مے خوابید بعینہٖ این مثل حکایت آسیہ زن فرعون است (تذکرۃ الائمہ قلمی نسخہ۔ پشت ورق ۳۰۹)۔ ترجمہ۔ عمرؓ جبر و تعدی سے ام کلثوم کو بعوض مہر چار ہزار دینار طلا اپنے نکاح میں لائے۔ حضرت امیرؑ نے ام کلثوم کو بھیجا اور وہ چار سال کی تھی جب عمرؓ نے اس کو اپنے دامن پر بٹھایا۔ تو اس نے اپنے ہاتھ سے عمرؓ کی ڈاڑھی پکڑ لی۔ اور اس کے منہ پر ایک طمانچہ مارا۔ عمرؓ کو برا معلوم ہوا۔ کہنے لگے کہ یہ بنو ہاشم کی حمیت سے ہے۔ فاضل ہندی نے اپنی کتاب میں ایسا ہی لکھا ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ وہ ام کلثوم کبرے تھی۔ جو ہر رات تنہا سوتی تھی۔ اور ایک جنیہ حضرت امیر المومنینؑ کے حکم سے عمرؓ کے پہلو میں سویا کرتی تھی۔ یہ قصہ بعینہٖ فرعون کی بیوی آسیہ کی حکایت کی مثل ہے۔ انتہٰی۔

فاضل ہندی سے ملا باقر کی مراد غالباً ملک العلماء قاضی شہاب الدین جونپوری ہیں۔ جن کا ذکر انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ آئے گا۔

(۲۲) شیعہ کے عالم عارف سید محمد باقر موسوی نے فتح علی شاہ قاجار (متوفی سنہ ۱۲۵۰ھ) کے عہد میں ایک ضخیم کتاب بحر الجواہر لکھی۔ جس میں اس نکاح کے متعلق روایت ابو الحسن علی بن اسمٰعیل اور روایت راوندی درج کی ہے۔ اور لکھا ہے۔ بطرق صحیحہ روایت شدہ کہ چون مبالغہ عباس از حد گذشت۔ آن حضرت جنیہ از اہل نجران را طلبیدہ کہ نام او سحیقہ بنت جہیرہ بود۔ پس چون آن جنیہ بخدمت آن حضرت رسید

فرمود بشکل ام کلثوم درآمد و بعد ازان او را بخانہ عمر فرستاد و ہرگاہ عمر مے خواست کہ با او مقاربت کند متمکن نمی شد ودرین حالت حیران بود و مے گفت در روئے زمین من اہل بیتے از قوم بنی ہاشم ساحر تر و مکار تر ندیدہ ام۔ و مے خواست کہ این حال خود را و آنچہ مشاہدہ کردہ بود از سحیقہ بیاران خود و اہل مذہب اظہار کند کہ دست غیب شکم او را پارہ کرد و بعد از قتل او سحیقہ متوجہ بنجران شد و حضرت علیؑ ام کلثوم را ظاہر گردانید و او و زینب را بہ پسرہائے جعفر طیار داد (بحر الجواہر مطبوعہ ایران ۱۲۹۶ھ۔ صفحہ ۲۱۳)۔ ترجمہ۔ صحیح طریقوں سے روایت ہے کہ جب عباسؓ کا اصرار حد سے بڑھ گیا۔ تو حضرت علیؑ نے اہل بخران میں سے ایک جنیہ کو بلایا جس کا نام سحیقہ بنت جہیرہ تھا۔ جب وہ جنیہ حضرت امیرؑ کی خدمت میں آئی۔ تو آپ کے حکم سے بشکل ام کلثوم متشکل ہو گئی۔ بعد ازان حضرت امیرؑ نے اس جنیہ کو عمرؓ کے گھر بھیج دیا جس وقت عمرؓ اس کے ساتھ مقاربت چاہتے۔ تو قادر نہ ہوتے۔ وہ اس حالت میں حیران تھے اور کہتے تھے۔ کہ میں نے روئے زمین میں کوئی خاندان قوم بنی ہاشم سے زیادہ جادوگر و مکار نہیں دیکھا۔ وہ چاہتے تھے۔ کہ اپنا یہ حال اور جو کچھ سحیقہ سے مشاہدہ کیا تھا۔ اپنے یاروں اور اہل مذہب سے ظاہر کر دیں۔ کہ دست غیب نے ان کا پیٹ پھاڑ ڈالا۔ ان کے قتل کے بعد سحیقہ بخران چلی گئی۔ اور حضرت علیؑ نے ام کلثوم کو ظاہر کر دیا۔ اور اس کا اور زینب کا نکاح جعفر طیار کے لڑکوں کے ساتھ کر دیا۔ انتہےٰ۔

(۲۳۳) شیعہ کا کمترین خدام محمد بن محمد بن محمد ہمدانی الاصل الدہلوی المولد اپنی کتاب سیف صارم الملقب والمورخ بہ شمشیر تیز ۱۲۶۷ھ ہجری میں حدیث اول فرج کے جواب میں بحث طویل کے بعد یوں لکھتا ہے۔ المختصر بات یہ ہے۔ کہ مقصود و مرام کلام امام سے جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے۔ کہ نکاح اس جناب مستورہ معصومہ کا کہ بغیر طیب خاطر اولیا بطریق اکراہ و اضطرار اور نارضامندی و اجبار واقع ہوا۔ اول نکاح ہے خاندان اہلبیت طاہرہ میں۔ باقی حال مفصل از روئے احادیث مشرحہ ائمہ اہلبیت کتاب شافی اور تنزیہ الانبیاء سید مرتضےٰ علم الہدیٰ علیہ الرحمۃ اور مواعظ حسنیہ جناب غفران مآب وغیرہا کتب حقہ میں جو اہل ایمان بتصریح دیکھنا چاہیں تو وہاں رجوع کر سکتے ہیں۔ صاف واضح ہو گا کہ وصلت و قربت زن و شوئی ہرگز نہیں وقوع میں آئی۔ بلکہ بطریقہ اہلبیت طاہرہ روایات صحیحہ مخبر ہیں۔ اس بات کی کہ ظاہر میں یہ رنج و صعوبت تہتک مولائے مومنین نے سر لیا۔ لیکن حقیقت میں قربت و مواصلت با معصومہ ہرگز وقوع میں نہیں آئی بلکہ از راہ اعجاز بعنایت کریم کارساز ایک جنیہ متشکلہ بشکل جناب معصومہ حوالہ کی گئی۔ اور جناب معصومہ تا حیات شیخ فانی نظر سے لوگوں کی غائب کی گئیں۔ ومزید التصریح فی المبسوطات (سیف صارم۔ مطبوعہ مطبع اثنا عشریہ ۱۲۶۷ھ صفحہ ۴۸)

حوالہ جات مذکورہ بالا پر تنقیدی نظر

ہم نے تیسری صدی ہجری سے تیرہویں صدی ہجری تک کی مشہور تصانیف اثنا عشریہ میں سے نکاح ام کلثوم بنت فاطمہ الزہرا کے متعلق جو حوالہ جات اوپر نقل کیے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ گذشتہ ایک ہزار سال کے عرصہ دراز میں تمام اثنا عشریہ کا اس امر پر اتفاق رہا ہے۔ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضرت ام کلثوم بنت علیؓ و فاطمہؓ کی خواستگاری کی۔ رہا یہ امر کہ نکاح وقوع میں آیا یا نہ۔ سو اس میں بھی سوائے شیخ مفید و قطب راوندی کے تمام اثنا عشریہ متفق ہیں۔ کہ حضرت فاروق اعظم نے حضرت ام کلثوم بنت علیؓ و فاطمہؓ کے ساتھ نکاح کیا۔ اور اس سے یہ مسئلہ فقہیہ استخراج کیا گیا کہ ہاشمیہ کا نکاح غیر ہاشمی مرد کے ساتھ جائز ہے۔ نکاح کے بعد ہم بستری ہوئی یا نہ۔ کتب احادیث شیعہ سے اس سوال کا جواب یہ ہے۔ کہ ہم بستری ہوئی۔ اور حضرت ام کلثوم بنت فاطمہؓ کے بطن مبارک سے اولاد بھی ہوئی۔

اس میں شک نہیں۔ کہ علمائے شیعہ کو عقد کا اعتراف ہے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ مگر انہوں نے اس پر جو حواشی چڑھائے ہیں۔ ان میں عجیب و غریب تماشے دکھائے ہیں۔

(۱) کبھی خیال کیا جاتا ہے۔ کہ حضرت امیرؓ نے یہ عقد بطیب خاطر و رضامندی نہیں کیا۔ بلکہ بالجبر و اکراہ ایسا ہوا ہے۔ مگر یہ خیال غلط ہے۔ حضرت مولے مرتضےٰ تو بقول شیعہ ایسے شجاع تھے۔ کہ اکیلے سارے جہان کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ اور حضرت عمرؓ ہر وقت ان سے خائف رہا کرتے تھے۔ حضرت عباسؓ کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ جن کو ضعیف و ذلیل بتایا جاتا ہے۔ اندریں صورت حضرت عمرؓ یا عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی کیا مجال تھی۔ کہ اسد اللہ کے سامنے دم مار سکتے۔ اگر حضرت عمر کو مرتد و منافق قرار دیا جائے جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں۔ تو یہ نکاح خواہ ولی شرعی اجازت بھی دے دے۔ ناجائز ٹھیرے گا۔ اس صورت میں جو الزام حضرت امیرؓ و حضرت عباسؓ پر عاید ہوتا ہے۔ اور جو تذلیل اہل بیت کی ہوتی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ یہ نکاح برغبت و رضامندی حضرت امیرؓ ہوا۔ اور حضرت عمرؓ ہر طرح اس کے لائق تھے۔

اس نکاح کے سبب شیعہ حضرت عباسؓ پر ولایت فضولی کے سبب بہت کچھ سب و شتم کرتے ہیں جس کا ذکر اس کتاب میں پہلے آ چکا ہے۔ مزید برآں یہاں بھی ایک روایت درج کی جاتی ہے۔

شیعہ کے رئیس المحدثین محمد بن یعقوب کلینی کی کتاب الروضہ (مطبوعہ نولکشور، صفحہ ۱۲۱ - ۱۲۲) میں ہے

وتوفی مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ لم یخلف وارثا فخاصم فیہ ولد العباس ابا عبد اللہ علیہ السلام وکان ھشام بن عبد الملک قد حج فی تلک السنۃ فجلس لھم فقال داؤد بن علی الولاء لنا وقال ابو عبد اللہ علیہ السلام الولاء لی فقال داؤد بن علی ان اباک قاتل معاویۃ فقال ان کان ابی قاتل معاویۃ فقد کان حظ ابیک فیہ الاوفر ثم فر بجنایتہ وقال واللہ لا طوقنک غدا طوق الحمامۃ فقال لہ داؤد بن علی کلامک ھذا اھون علی من بعرۃ فی وادی الازرق فقال اما انہ واد لیس لک ولا لابیک فیہ حق قال فقال ھشام اذا کان غدا جلست لکم فلما ان کان من الغد خرج ابو عبد اللہ علیہ السلام ومعہ کتاب فی کرباسۃ وجلس لھم ھشام فوضع ابو عبد اللہ علیہ السلام الکتاب بین یدیہ فلما ان قرأہ قال ادعوا الی جندل الخزاعی وعکاشۃ الضمیری وکانا شیخین قد ادرکا الجاھلیۃ فرمی بالکتاب الیھما فقال اتعرفان ھذہ الخطوط قالا نعم ھذا خط العاص بن امیۃ وھذا خط فلان وفلان لفلان من قریش وھذا خط حرب بن امیۃ فقال ھشام یا ابا عبد اللہ ع ارٰی خط اجدادی عندکم فقال نعم قال فقد قضیت بالولاء لک قال فخرج وھو یقول ان عادت العقرب عدنا لھا وکانت النعل لھا حاضرۃ قال فقال ما ھذا الکتاب جعلت فداک قال فان نثیلۃ کانت امۃ لام الزبیر ولابی طالب وعبد اللہ فاخذھا عبد المطلب فاولدھا فلانا فقال لہ الزبیر ھذہ الجاریۃ ورثناھا من امنا وابنک ھذا عبد لنا فتحمل علیہ ببطون قریش قال فقال قد اجبتک علی خلۃ علی ان لا یتصدر ابنک ھذا فی مجلس ولا یضرب معنا بسھم فکتب علیھا کتابا واشھد علیہ فھو ھذا الکتاب۔ ترجمہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ کے ایک آزاد کردہ غلام نے وفات پائی اور کوئی وارث نہ چھوڑا۔ اس کی ولار کے بارے میں عباسؓ کی اولاد نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے جھگڑا کیا۔ اس سال ہشام بن عبدالملک حج کے لئے آیا تھا۔ وہ فیصلہ کرنے بیٹھا۔

داؤد بن علی عباسی۔ اس غلام کی ولار ہمارے واسطے ہے۔

امام جعفر صادق۔ نہیں بلکہ اس کی ولار ہمارے واسطے ہے۔

داؤد بن علی۔ تیرے والد نے معاویہؓ سے قتال کیا۔

امام جعفر صادق۔ اگر میرے باپ نے معاویہؓ سے قتال کیا۔ تو تیرے باپ نے بھی اس میں حصہ اوفر لیا۔ (پھر اس کے گناہ کو کثیر بتاتے ہوئے) اللہ کی قسم میں کل تیرے عمل کا بدلہ تجھے ضرور دوں گا۔

داؤد بن علی - تیرا یہ کلام مجھ پر وادی ازرق کی ایک ہینگنی سے آسان تر ہے۔

امام جعفر صادق - دیکھ! وادی ازرق میں نہ تیرا کچھ حق ہے نہ تیرے باپ کا۔

ہشام بن عبدالملک - میں کل تمہارا فیصلہ کروں گا۔

(دوسرے روز ہشام مسند عدالت پر بیٹھ گیا۔ امام صادق ایک تحریری عہد نامہ روئی کے کپڑے میں لپیٹ کر لائے اور ہشام کے آگے رکھدیا)۔

ہشام - (عہدنامہ کو پڑھکر) جندل خزاعی اور عکاشہ ضمیری کو ہمارے پاس بلاؤ (دونوں نے زمانہ جاہلیت پایا تھا)۔ (دونوں کے آگے عہد نامہ پھینک کر) کیا تم یہ خطوط پہچانتے ہو؟

جندل وعکاشہ - ہاں! یہ عاص بن امیہ کا خط ہے۔ اور یہ فلاں فلاں کا خط بحق فلاں قریشی ہے۔ اور یہ حرب بن امیہ کا خط ہے۔

ہشام - ابو عبداللہ! میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے پاس میرے اجداد کے خطوط ہیں۔

امام جعفر صادق - ہاں۔

ہشام - اس واسطے میں ولار کا فیصلہ تمہارے حق میں دیتا ہوں۔

راوی کا بیان ہے۔ کہ یہ فیصلہ سن کر امام صادق کمرۂ عدالت سے نکلے۔ اور فرما رہے تھے۔ کہ اگر اس بچھونے پھر ایسا کیا۔ تو ہم بھی ایسا ہی کریں گے۔ اور اس کے لئے جو تا موجود ہے۔ اس پر اس مرد عقیلی نے عرض کی۔ یا امام - میں آپ پر قربان جاؤں۔ یہ عہدنامہ کیسا ہے۔ امام صادق نے فرمایا۔ کہ مسمات نیشلہ مادر زبیر اور ابوطالب وعبداللہ کی لونڈی تھی۔ عبدالمطلب نے اس سے مقاربت کی۔ جس سے فلاں (عباس) پیدا ہوئے۔ زبیر نے عبدالمطلب سے کہا۔ کہ یہ لونڈی ہم کو اپنی ماں سے میراث میں پہنچی ہے۔ اور اور تیرا یہ بیٹا (عباسؓ) ہمارا غلام ہے۔ پس عبدالمطلب نے اکابر قریش کو سفارش کے لئے زبیر کے پاس بھیجا زبیر نے کہا کہ میں تیری درخواست منظور کرتا ہوں۔ بشرطیکہ تیرا یہ بیٹا ہمارے ساتھ صدر مجلس میں نہ بیٹھے اور نہ ہمارے ساتھ حصہ میں شریک ہو۔ پس اس مضمون کا ایک عہد نامہ لکھا گیا اور اس پر شہادت ثبت کرائی گئی یہ وہی عہدنامہ ہے۔ انتہا۔

ہم یہ روایت بحوالہ حیات القلوب پہلے لکھ آئے ہیں۔ ہمارے پاس حیات القلوب مطبوعہ نولکشور بار سوم بماہ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ ہجری موجود ہے۔ اس میں یہ روایت موجود نہیں۔ حیات القلوب نولکشوری بار دوم ۱۳۰۱ھ ہجری کو بھی دیکھا گیا۔ اس میں بھی نہیں ملتی۔ غالباً مطبوعہ بار اول میں ہوگی۔ ہاں حیات القلوب کے اردو ترجمہ میں بدیں الفاظ موجود ہے۔ "کلینی نے بسند معتبر حضرت صادق سے روایت کی ہے۔ کہ نفیلہ کنیز مادر زبیر

بن عبدالمطلب وابوطالب وعبداللہ تھی۔ عبدالمطلب نے نفیلہ کے ساتھ مقاربت کی۔ اور عباس اس سے پیدا ہوئے۔ اس وقت زبیر نے عبدالمطلب پر دعوےٰ کیا کہ یہ کنیز ہماری ماں سے ہم کو میراث میں ملی ہے اور تم نے بغیر اجازت ہماری اس سے مقاربت کی ہے۔ اس لیئے یہ فرزند جو اس سے پیدا ہوا ہے ہمارا غلام ہے۔ پس عبدالمطلب نے بزرگان قریش کو اپنی شفاعت کے لیئے بھیجا۔ اور زبیر اس شرط پر عباس سے دست بردار ہوا۔ کہ ایک عہدنامہ لکھا جائے۔ کہ عباس اور اس کی اولاد جہاں کہ ہم یا ہمارے فرزند بیٹھے ہوں۔ صدر مجلس میں نہ بیٹھیں۔ اور کسی امر میں ہمارے شریک نہ ہوں اور حصہ نہ پائیں غرض کہ اس مضمون کا عہدنامہ لکھا اور بزرگان قریش نے اس پر مہر کی وہ عہدنامہ ہمارے ائمہ کے پاس ہے۔ اور حضرت صادق نے داؤد بن علی عباسی کے جواب دعوےٰ میں اس عہدنامہ کو ظاہر کیا تھا۔ مؤلف فرماتے ہیں۔ کہ یہ حدیث بہت عجیب و غریب ہے۔ اور چونکہ حضرت عبدالمطلب از جملہ اوصیاء تھے۔ ضرور ہے کہ ان سے فعل حرام صادر نہ ہوا ہو پس احتمال ہو سکتا ہے کہ عبدالمطلب نے بہ ولائیت اس امر پر تقدیم کی ہو یا مادر زبیر نے وہ کنیز ان کو بخش دی ہو۔ اور زبیر اس سے مطلع نہ رہا ہو۔ بہر حال خطا سے زبیر کو منسوب کرنا عبدالمطلب کے ساتھ منسوب کرنے سے آسان تر ہے۔ (شفاء الصدور والکروب ترجمہ اردو۔ جلد دوم حیات القلوب مطبوعہ مطبع دبدبہ احمدی منشی گنج لکھنو۔ بار ثانی۔ بعد نظر ثانی۔ بماہ جمادی الاخرے ۱۳۲۳ھ ہجری۔ باب ۵۶۔ صفحہ ۶۵۷) ملا باقر نے جو کچھ اس حدیث کی نسبت لکھا ہے وہ محض ڈھکوسلہ ہے۔ جو کسی طرح قابل سماعت نہیں۔ ہم نے حیات القلوب کے حوالہ کا ذکر صرف اس واسطے کیا ہے کہ ناظرین آگاہ رہیں۔ کہ روافض اس قسم کی حرکات کا ارتکاب بھی کیا کرتے ہیں۔ حیات القلوب فارسی باب ۵۶۔ جلد دوم میں سے صرف یہی حدیث خارج نہیں کی گئی۔ بلکہ اور بہت کچھ ساقط کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس روایت سے پہلے یہ روائیت بھی ساقط کر دی گئی ہے۔ کہ آیہ ومن کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی واضل سبیلا۔ حضرت عباس و ابن عباس کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

(۲)۔ کبھی کہا جاتا ہے۔ کہ اگر حضرت امیرؑ نے بحالت اضطرار اپنی بیٹی عمرؓ جیسے منافق کو دیدی تو کیا ہوا۔ دیکھیئے حضرت لوطؑ نے جو پیغمبر تھے۔ کفار پر اپنی بیٹیاں پیش کر دی تھیں۔ اور فرمادیا تھا۔ ھؤلاء بناتی ھن اطھر لکم۔ ھؤلاء بناتی ان کنتم فاعلین۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ان آیتوں میں یہ مطلب نہیں کہ حضرت لوطؑ نے یونہی بلا نکاح اپنی بیٹیاں زنا کرنے کے لیئے کفار پر پیش کر دی تھیں۔ بلکہ حضرت کی مراد یہ تھی کہ تم ان سے نکاح کر لو۔ چونکہ اس وقت کافر کے ساتھ نکاح جائز تھا۔ اس لیئے اس میں کوئی قباحت نہ تھی۔ مجمع البیان طبرسی میں ہے۔ قال یا قوم ھؤلاء بناتی ھن اطھر لکم دکان یجوز فی

شرعاً تزویج المومنۃ من الکافر۔ یعنے حضرت لوطؑ نے کہا۔ اے میری قوم یہ میری بیٹیاں ہیں۔ وہ تمہارے واسطے پاکیزہ تر ہیں۔ اور حضرت لوطؑ کی شریعت میں مومنہ کا نکاح کافر کے ساتھ جائز تھا۔ ان کنتم فاعلین ای ان کنتم متزوجین۔ یعنے فعل سے مراد نکاح ہے۔ پس معنے یہ ہوئے۔ کہ اگر تم نکاح کرنا چاہتے ہو تو یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں۔ خلاصۃ المنہج میں ہے۔ گفت لوط اے گروہ من اینہا دختران من اند۔ ایشان را بجوانید کہ ایشان پاکیزہ اند شمارا۔ وتزویج دختران بشرط ایمان بودہ یا در شریعت او تزویج مومنات بکفار جائز بود الحاصل قصہ لوط سے اور واقعہ نکاح ام کلثوم سے کیا مناسبت ہے۔ دونوں میں بڑا فرق ہے۔ حضرت لوطؑ کی شریعت میں نکاح مومنہ کا ساتھ کافر کے جائز تھا۔ اور ان کا کہنا زنا کے لئے نہ تھا۔ بلکہ نکاح کے واسطے تھا۔ اور پیغمبر خدا کی شریعت میں اخیر کو نکاح ساتھ کافر کے حرام ہو گیا تھا۔ اور مطابق اصول شیعہ کے دشمن اہل بیت اور ناصبی کے ساتھ بھی نکاح حرام تھا۔ علاوہ بریں حضرت لوط کی بیٹیوں کو کوئی غصب کر کے لے نہیں گیا۔ نہ ان کی عفت و عصمت میں خلل آیا۔ اور یہاں تو معاملہ برعکس ہے کہ حضرت عمرؓ نے نکاح بھی بجبر کرالیا جو کہ شرعاً جائز نہ تھا۔ اور پھر ام کلثوم کو اپنے گھر لے گئے اور چند سال تک رکھا اور ان سے اولاد پیدا ہوئی۔ پس دونوں شخصوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ (آیات بینات)۔

(۳) کبھی حضرت ابراہیم علٰے نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیوی حضرت سارہ کا قصہ بطور نظیر پیش کر کے کہا جاتا ہے "مصنف فہیم اس جگہ سے تقیہ اور شعار انبیا ایسے مقام مجبوری و اضطرار میں خیال کر سکتا ہے کہ اوصیا کو اسوہ و اقتدا بانبیا ہوتی ہے۔ اور مومنین کو اسوہ ان سے" (سیف صارم۔ صفحہ ۲۰۶)۔ ملا باقر مجلسی نے بحوالہ شیخ علی بن ابراہیم لکھا ہے۔ کہ جب آگ حضرت ابراہیم پر سرد ہو گئی۔ تو نمرود ڈر گیا۔ اس نے حضرت کو حکم دیا کہ میرے ملک سے نکل جاؤ۔ چنانچہ حضرت بوجہ غیرت اپنی بیوی سارہ کو صندوق میں بند کر کے مع اسباب اپنے ساتھ لے گئے۔ ایک جگہ نمرود کے ایک عامل پر آپ کا گزر ہوا۔ وہ گزرنے والوں سے عشر لیا کرتا تھا۔ اس نے حضرت سے اس اسباب کا عشر لیا جو آپ کے پاس تھا۔ پھر صندوق کی طرف بڑھا اور بولا کہ اسے کھولو۔ حضرت نے فرمایا کہ جس طرح چاہو حساب کر کے اس کا عشر لے لو۔ اس نے کہا۔ تمہیں یہ صندوق کھولنا پڑے گا۔ اور جبراً صندوق کو جو کھولا۔ تو سارہ کے حسن و جمال سے متعجب ہو کر پوچھا۔ یہ کون ہے۔ حضرت نے جواب دیا کہ میری بہن ہے۔ جس سے حضرت کی مراد یہ تھی کہ دین میں میری بہن ہے۔ اس عامل نے سارہ کو نمرود کے پاس بھیج دیا نمرود نے سارہ کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا۔ سارہ نے کہا۔ میں تجھ سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں یہ کہنا تھا کہ نمرود کا ہاتھ خشک ہو گیا اور سینہ سے چمٹ گیا۔ اور اسے بڑی تکلیف ہوئی۔ اس نے سارہ سے کہا کہ یہ کیا بلا مجھے عارض ہو گئی ہے۔ سارہ نے جواب دیا کہ تیری نیت بد کے سبب ایسا ہوا ہے۔ نمرود نے کہا کہ میں نے تیری نسبت

نیت نیک کرلی ہے۔ خدا سے دعا کر کہ میں بحال سابق ہو جاؤں۔ سارہ نے یوں دعا کی۔ خداوندا۔ اگر یہ سچ کہتا ہے۔ تو اسے بحال سابق کر دے۔ چنانچہ نمرود بحال سابق ہو گیا۔ اور سارہ کو ہاجرہ خدمت کے لئے عطا کی (حیات القلوب۔ جلد اوّل۔ صفحہ ۱۷۷۔۱۷۸)۔ اب اس قصے کو حضرت ام کلثوم کے حال سے مقابلہ کر کے دیکھ لو کہ مطابق ہے یا مخالف۔ اگر حضرت ام کلثوم کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہوتا۔ اور ام کلثوم خدا کی پناہ مانگتیں جس سے حضرت عمرؓ کا ہاتھ خشک ہو کر سینہ سے چمٹ جاتا۔ پھر ان کی درخواست پر ام کلثوم دعا کرتیں تو بحال سابق عود کر آتا۔ اور حضرت عمرؓ یہ کرامت دیکھ کر ایک لونڈی خدمت کے لئے پیش کرتے۔ جسے ام کلثوم ساتھ لے کر اپنے والد بزرگوار کے گھر آجاتیں۔ تو اس صورت میں سارہ کا قصہ ام کلثوم کے حال کے مطابق ہوتا۔ حالانکہ برخلاف اس کے حضرت عمرؓ نے بقول شیعہ زبردستی ام کلثوم کا نکاح کرا لیا۔ اور ان کو اپنے گھر رکھا۔ اور ان سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اور جب تک وہ زندہ رہے۔ ام کلثوم ان کے گھر رہیں۔ اور بعد وفات کے جعفر طیار کے بیٹے کے ساتھ ام کلثوم کا نکاح ہوا۔ حضرت علیؓ مرتضٰے تو حسب عقیدہ اثنا عشریہ حضرت ابراہیم سے افضل تھے۔ پھر تعجب ہے۔ کہ خدا نے حضرت ابراہیمؑ کی آبرو کی حفاظت کے لئے ایک کافر بادشاہ کا ہاتھ خشک کر دیا۔ مگر حضرت امیرؓ کے ناموس کی حفاظت کے لئے کوئی معجزہ ظاہر نہ کیا۔ جس سے ایک منافق مرتد اپنے ارادہ بد سے باز آتا۔ کیا شیعہ کا خدا بھی حضرت عمرؓ سے ڈر گیا۔ نعوذ باللہ من ھذہ الھفوات۔

(۴) کبھی کہا جاتا ہے کہ وصیت نامہ آسمانی میں جو ائمہ کے لئے دستور العمل تھا۔ حضرت امیرؓ کے لئے یہ ہدایت تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد تم صبر سے کام لینا۔ خواہ تمہاری بیٹی غصب کر لی جائے۔ خواہ احکام خدا اور رسول معطل ہو جائیں خواہ قرآن پارہ پارہ کیا جائے۔ خواہ کعبہ منہدم کر دیا جائے۔ ناظرین غور فرمائیں کہ یہاں شیعہ نے خدا کی خدائی کا کیا خاکہ اڑایا ہے۔ کہ وصی کو یہ ہدائیت ہو رہی ہے کہ خواہ کتنا ہی فسق و فجور اور ظلم و ستم پھیل جائے۔ مگر تم ٹس سے مس نہ ہونا۔

(۵) کبھی کہا جاتا ہے۔ کہ جناب امیرؓ نے از روئے تقیہ یہ نکاح کر دیا تھا۔ شیعہ کی عقل کہاں گئی۔ حیدر کرار اور ذو الفقار آبدار کو تقیہ کی کیا ضرورت تھی۔ اسد اللہ الغالب کو نہ خوف جان تھا۔ نہ ان کی عزت معرض خطر میں تھی کہ تقیہ کا خیال ہوتا۔ حضرت مولٰے مرتضٰے نے جو قتال کیا اور آپ کے صاحبزادے امام حسین علیہ السلام نے جو کربلا میں جنگ کیا اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ تقیہ محض ایک تہمت ہے۔ شیعہ کے تقیہ کو ہارے کا جواب سمجھنا چاہیئے۔

اب ہم منکرین وقوع عقد کے اقوال کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ان کے پیشرو شیخ مفید اور قطب

راوندی ہیں۔ یہ دونوں اپنے دعوے کے ثبوت میں روایت عمر بن اذینہ پیش کرتے ہیں۔ جس کو خود اثنا عشریہ رد کرتے ہیں۔ چنانچہ سید غلام حسن بلگرامی روایت مذکورہ کو نقل کر کے لکھتا ہے "یہی اصل روایت ہے جس کو میں نے کتاب الخرائج والجرائح سے نقل کیا۔ اب اس کی حالت ملاحظہ فرمایئے۔ جس کو میں تین بحثوں میں عرض کرتا ہوں۔ کیونکہ اہل سنت کا اعتراض تو اس پر مدتوں سے چلا آتا ہے۔ مگر علمائے اعلام شیعہ نے ادھر زیادہ توجہ نہ کی۔ الا جناب لسان الملت کلمہ بین مولانا السید علی اظہر صاحب قبلہ دامت برکاتہ نے جلد ہفتم ذوالفقار حیدری میں اس کی وہ تحقیقات واقعی فرمائی ہے۔ کہ جس کے بعد پھر کسی مخالف و مؤالف کو جائے دم زدن نہ رہی۔ اسی کتاب سے خلاصہ کر کے میں یہاں عرض کرتا ہوں۔

بحث اوّل:۔ جواب تحقیقی یہ ہے۔ کہ اوّلاً یہ کتاب معجزات ائمہ کے بارے میں ہے۔ جس میں صحت کا التزام نہیں۔ ضعاف بھی داخل ہیں۔ مصنف اس کے شیخ اجل قطب الدین راوندی ابوالحسین سعید بن ہبۃ اللہ ہیں۔ المتوفی ۵۷۳ھ ہجری۔ درمیان ان کے اور راوی اول ابو بصیر کے سلسلہ ساقط ہے جس سے نہیں معلوم ہو سکتا کہ واسطہ اس روایت کے کیسے راوی ہیں۔ نہ جناب شیخ نے اس کتاب کا حوالہ دیا ہے جس سے یہ روایت نقل کی۔ کہ اس کی حالت کتب رجال میں دیکھی جائے۔ کیونکہ فریقین کی روایت کی جانچ کا دار و مدار رجال پر ہے۔ کہ راویوں کے اعتماد سے اس روایت کی صحت معلوم ہوتی ہے۔

ثانیاً راوی اول ابو بصیر نام مشترک ہے پانچ یا چار یا تین آدمیوں میں۔ جن میں مقدوح بھی ہیں۔ ممدوح بھی۔ اسی وجہ سے علماء نے حکم عام دیا ہے۔ کہ جس روایت کے سلسلہ میں ابو بصیر ہوں وہ روایت ضعیف ہے۔ قابل اعتماد نہیں۔ عبداللہ مکنی بہ ابو بصیر ممدوح نہیں۔ لیث بختری مکنی بہ ابو بصیر کے بارے میں اختلاف ہے۔ چند روایتیں مذمت میں وارد ہیں۔ شمار ان کا اصحاب امام جعفر صادق میں ہے۔ یحییٰ بن ابو القاسم حذاء ازدی واقفی بھی اسی کنیہ ابو بصیر کے مکنی تھے۔ اسدی کی وفات ۱۵۳ھ میں ہے مقدوح و ممدوح ان میں غیر ممیز ہیں۔ توضیح المقال صفحہ ۳۳۔ منتہی المقال صفحہ ۲۔

ثالثاً باقی رہے جذعان بن نصر۔ محمد بن ابی مسعدہ۔ محمد بن حمویہ بن اسمٰعیل۔ ابی عبداللہ الزینبی کا پتہ کتب رجال میں باوصف تفحص و تلاش نہیں ملتا جو واسطہ ہیں درمیان ابو بصیر و عمر بن اذینہ کے جس کے لئے منتہے المقال اہل الامل توضیح المقال کی زیارت کرنی پڑی۔ ہاں عمر بن اذینہ راوی ثقہ ہیں صحابی جناب امام جعفر صادق علیہ السلام۔ ان کے رواۃ یہ لوگ ہیں۔ ابن[1] ابی عمیر۔ صفوان[2]۔ حسن[3] خذیر۔[4] احمد[5] بن میثم۔ احمد[6] بن محمد بن عیسیٰ۔ عثمان[7] بن عیسیٰ۔ اسمٰعیل[8] بن دراج۔ حماد[9] بن عیسےٰ۔ جس سے معلوم ہوا کہ ابی عبداللہ زینبی اس سلسلہ رواۃ میں نہیں ہیں۔

رابعًا۔ جب کہ ابو بصیر و عمر بن اذینہ جو دونوں صحابی جناب امام جعفر صادق علیہ السلام تھے متحد یا متقارب الزمان تھے تو اتنے وسائط سے روائیت کرنا محض خلاف عقل ہے۔ واسطے بھی کیسے جو سب مجہول الحال ہیں۔ کہ ایک کا نام بھی کتب رجال میں نہ ملے۔ پس ایسی روائیت بے سر وپا ہے کہ جس کا نہ ابتدائی سلسلہ درست ہے (کیونکہ مصنف خرائج و ابو بصیر میں کوئی واسطہ نہیں ہے) نہ انتہائی۔ کیونکر کوئی عاقل متدین منصف استدلال کر سکتا ہے اور محققانہ رائے والوں کو کیا نفع پہنچ سکتا ہے۔ خصوصًا جب کہ تمامی علمائے امامیہ کا عام حکم ہو کہ تحقیق واقعہ میں نہائیت درجہ غور و فکر لازم ہے۔ اور بغیر تحقیق واقعی حکم نہ لگانا چاہئیے تو یہ روائیت کیونکر قابل قبول ہو سکتی ہے۔

دوسری بحث:۔ معنی و مطلب روائیت میں ہے۔ جس میں خود اہل سنت کو مغلطہ ہوا یا عمدًا دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ کیونکہ روائیت مذکورہ باوصف اختلال سند و عدم صحت کسی طرح مفید اہل سنت نہیں ہے۔ نہ اصل واقعہ پر کوئی اثر پڑ سکتا ہے۔ اس لئے کہ اگر اس میں کلام ہے تو صرف اسی قدر کہ "جو قائل ہے بوقوع عقد وہ گمراہ ہے۔ ہدائیت سواء السبیل سے محروم ہے" جس پر شیعہ وسنی دونوں کو ایمان لانا لازم ہے۔ بعد اس کے جو مضمون متعلق واقعہ ہے اس میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ جملہ اِنّ فلانًا سے جملہ مستانفہ شروع ہے۔ تب تو یہ مطلب ہوں گے۔ کہ اصل واقعہ یہ ہے اور دوسرا احتمال جو قوی ہے وہ یہ ہے کہ یہ جملہ تحت نفی لم یکن ما قالوا میں داخل ہو۔ جو اس کے قائل ہیں۔ کہ اس طرح عقد ہوا وہ بے اصل ہے۔ تو اب یہ مقولہ اہل سنت ٹھیرا جس کی تکذیب امام فرماتے ہیں۔ کہ نہیں ہوا وہ جو کہا ہے ان لوگوں نے کہ عمرؓ نے خواستگاری کی الخ کیونکہ اگر یہ بیان امام ہوتا۔ کہ اس طرح ہوا تو لا اقل اس قدر فرماتے والاصل فی ذٰلک ان الخ یا اور کوئی لفظ جو اس مطلب کو واضح کرتا الخ" (دفع الوثوق عن القول الصیح الموثوق فی نکاح الفاروق مطبوعہ مطبع احمدی مغلپورہ پٹنہ ۱۳۱۵ھ ہجری صفحہ ۷ تا ۱۱)

بحث اول میں اسناد کے متعلق جو کچھ مصنف ذوالفقار حیدری نے لکھا ہے۔ ہم اسے تسلیم کرتے ہیں۔ مگر عمر بن اذینہ کو جو ثقہ لکھا ہے اس میں کلام ہے۔ رجال کشی۔ (مطبوعہ بمبئی صفحہ ۲۱۵) میں ہے۔ (ما روی فی عمر بن اذینۃ وسبب خروجہ الی الموضع الذی مات فیہ) حمدویۃ بن نصیر قال سمعت اشیاخی منھم العبیدی وغیرہ ان ابن اذینۃ کوفی وکان ھرب من المھدی ومات بالیمن ولذلک لم یرو عنہ کثیر ویقال اسمہ محمد بن عمر بن اذینۃ غلب علیہ اسم ابیہ وھو کوفی مولٰی لعبد القیس۔ ترجمہ۔ (جو کچھ عمر بن اذینہ کے بارے میں مروی ہے۔ اور اس کے بھاگ جانے کا سبب اس جگہ کی طرف جہاں وہ مرا) حمدویہ بن نصیر نے کہا کہ میں نے اپنے شیوخ سے جن میں عبیدی وغیرہ

ہیں سنا ہے کہ ابن اذنیہ کوفی ہے۔ وہ مہدی سے بھاگ گیا۔ اور یمن میں مرگیا۔ اسی واسطے کثیر نے اس سے روایت نہیں کی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا نام محمد بن عمر بن اذنیہ ہے۔ اس پر اس کے باپ کا نام غالب آیا۔ اور وہ عبد القیس کا آزاد کردہ غلام کوفی ہے۔ انتہیٰ۔ کشی نے یہ نہیں بتایا کہ وہ مہدی سے کیوں بھاگ گیا۔ تاریخ الخلفاء سیوطی (مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی۔ صفحہ ۱۸۵) میں مہدی کے حال میں لکھا ہے۔ تتبع الزنادقة وافنی منھم خلقا وھو اول من امر بتصنیف کتب الجدل فی الرد علی الزنادقة والملحدین یعنی مہدی (متوفی ۱۶۹ھ) نے زندیقوں کی خوب خبر لی اور ان میں سے بہت سوں کو ہلاک کر ڈالا۔ مہدی پہلا خلیفہ ہے جس نے زندیقوں اور ملحدوں کے رد میں کتب جدل کی تصنیف کا حکم دیا۔ انتہیٰ۔ اس عبارت سے عمر بن اذنیہ کے فرار کا سبب اس کا زندقہ یا الحاد معلوم ہوتا ہے۔ والعلم عند اللہ جب بلحاظ اسناد یہ روایت نامقبول ٹھیری تو عدم وقوع نکاح ثابت نہ ہوا۔ اگر اسناد سے قطع نظر کی جائے تو اس سے خواستگاری ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب اور قصہ جنیہ کی نفی نہ ہوگی بلکہ صرف وقوع نکاح کی نفی ثابت ہوگی۔ سید علی اظہر نے جو یہ احتمال لکھا ہے۔ اور اس کو قوی بتایا ہے۔ کہ ان فلانا تحت نفی لیکن ما قالوا میں ہے یہ بالکل لغو ہے۔ کیونکہ اس صورت میں یہ معنے ہوں گے کہ عمر فاروق نے ام کلثوم بنت علی کی خواستگاری نہیں کی نہ اس نکاح کے لیے حضرت عباسؓ نے حضرت امیرؑ پر زور ڈالا۔ اور نہ کوئی جنیہ نجران حضرت ام کلثوم کی ہمشکل بنا کر حضرت فاروق اعظم کے گھر بھیجی گئی۔ (ھذا کما تری)۔ اس میں شک نہیں کہ ان فلانا استیناف ہی ہے۔ اس صورت میں والاصل فی ذلک کی کیا ضرورت ہے۔ ورنہ وہ استیناف نہ رہے گا۔ سید محمد باقر سوسوی اس روایت کا فارسی ترجمہ یوں کرتا ہے۔ ابن راوندی از عمر بن اذنیہ روایت کردہ کہ گفت از حضرت امام جعفر صادق سوال کردند از تزویج ام کلثوم بعمر بن خطاب وگفتند اگر عمر مرضی آنحضرت نبود۔ چرا دختر خود را باو مے داد وبنکاح او راضی مے شد۔ در حالت این سوال آنحضرت تکیہ کردہ بود راست نشست وفرمود۔ ایا جماعتے ہستند کہ مے گویند این حال از امیر المومنین واقع شد وآنحضرت دختر خود را بعمر داد۔ گفتند بلے بعضے را اعتقاد اینست۔ حضرت فرمود ایشان را از حقیقت حال آگاہی نیست واز مسلک حق دور افتادہ اند دروغ مے گویند و این حالت از علی صادر نشد۔ چون آنحضرت الحاح عباس را مشاہدہ کرد ودانست کہ اگر این صورت واقع نشود عمر بعزل عباس خواہد کرد کسی بطلب جنیہ از اہل نجران فرستاد وتا آخر بجو یکہ مذکور شد بیان فرمود (ابحر الجواہر۔ صفحہ ۲۱۲)۔ اس ترجمہ فارسی سے ظاہر ہے کہ اس روایت میں صرف وقوع عقد کی نفی ہے۔ اور خواستگاری ام کلثوم بنت علی اور الحاح عباس اور قصہ جنیہ کا اثبات ہے۔ شیخ احمد اردبیلی حدیقة الشیعہ (مطبوعہ ایران۔ صفحہ ۱۱۳) میں روایت وقوع عقد کے بعد جسے سید امداد امام نے اُردو میں بیان کیا ہے یوں لکھتا ہے۔ واکثر

مجتہدین خصوصاً سید مرتضےٰ را اعتقاد آنست کہ جنیہ بصورت دختر بخانۂ عمر فرستادند و آن دختر بخانۂ عمر نرفت و بقول خصم اگر رفتہ باشد ہم چہ ضرر بشان حضرت امیرالمومنین مے رساند چہ لوط باآنکہ پیغمبر خدا بود بکفار مے گفت ھٰؤلاء بناتی ھن اطہر لکم فاتقوا اللہ - واللہ اعلم - یعنے اکثر مجتہدین خصوصاً سید مرتضےٰ کا اعتقاد یہ ہے - کہ ایک جنیہ بشکل ام کلثوم عمرؓ کے گھر بھیج دی گئی - اور ام کلثوم عمرؓ کے گھر نہیں گئی - اور بقول خصم اگر گئی بھی ہو - تو حضرت امیرالمومنین کی شان کو کیا ضرر پہنچے گا - کیونکہ حضرت لوط باوجودیکہ پیغمبر تھے کفار سے یوں فرماتے تھے - ھٰؤلاء بناتی ھن اطہر لکم فاتقوا اللہ - واللہ اعلم انتہٰی - شیعہ کے جناب مقدس اردبیلی کی عبارت سے پایا جاتا ہے - کہ اکثر مجتہدین وقوع نکاح کے قائل ہیں - مگر حضرت ام کلثوم کا حضرت عمر فاروق کے گھر جانا تسلیم نہیں کرتے - جناب مقدس کو چاہیئے تھا کہ ان اکثر مجتہدین کے اقوال مع حوالہ و دلائل پیش کرتے جب احادیث صحیحہ سے ام کلثوم بنت فاطمہؓ کا رونق افروز خانہ عمر فاروق ہونا اور آپ سے اولاد کا ہونا ثابت ہے - تو ایک اردبیلی کا مجرد قول کیا وقعت رکھ سکتا ہے - اور روایت عمر بن اذینہ ان احادیث کا کیا مقابلہ کر سکتی ہے -

دور حاضرہ کے اثنا عشریہ نے جب دیکھا کہ روایت عمر بن اذینہ نامقبول اور وقوع عقد برضامندی مرتضےٰؓ کا اعتراف ناگزیر ہے - اور جو اعذار بارہ اکراہ و غصب و تقیہ وغیرہ کے ان کے متقدمین نے پیش کئے ہیں وہ سب مردود و نامقبول ہیں - تو یہ نرالا پہلو اختیار کیا کہ اشتراک اسم کے سبب اشتباہ ہوا ہے یعنے جس ام کلثوم کا نکاح حضرت عمرؓ کے ساتھ ہوا وہ بنت علی و فاطمہ نہ تھی - بلکہ اور ام کلثوم تھی - چنانچہ کتب ذیل میں یہ مضمون بدیں الفاظ مذکور ہے -

(۱) - تذلیل النصاب میں جس کے مصنف کو اپنے نام کے اظہار کی جرأت نہیں ہوئی یوں لکھا ہے - بموجب روایات سنیہ مذکورہ اور بعض روایات امامیہ کے حقیقت حال یہ معلوم ہوتی ہے - کہ عمرؓ نے جناب امیرؓ سے خواستگاری کی - ام کلثوم بنت ابی بکر ربیبہ جناب امیرؓ کی صغیرہ تھی - اور اس جناب کے سایہ عاطفت میں ہمراہ اپنی مادر اسماء بنت عمیس کے کہ وہ بعد مرنے ابوبکر کے زوجہ جناب امیرؓ ہوئی تھی رہتی تھی - جناب امیرؓ کو اوّلاً تزویج اپنی ربیبہ کی بھی اس ہمعدد منکر کے ساتھ گوارا نہ تھی - اس واسطے عذر اس کی صغر سنی کا کیا بالآخر جب اس ہمعدد منکر نے اصرار اور اس جناب کو ملجا کیا - تو تزویج ربیبہ مذکورہ کی باکراہ جس کو راویوں نے تعبیر بغصب کیا ہے - اس کے ساتھ کر دی - اشتراک نام ربیبہ و بنت کا باعث خلط و خبط سنیوں کا ہوا - اور مخفی نہیں کہ عرف عرب و عجم میں ربیبہ کو بھی بنت کہتے ہیں - اس صورت میں راویوں نے ام کلثوم ربیبہ کو جو بنت علیؓ کہا - تو اس سے بنت حقیقی مراد نہیں ہو سکتی - اور اکراہ کو جو غصب کہا اس سے غصب حقیقی مراد نہیں ہے - بلکہ

اکراہ مراد ہے۔ کس واسطے کہ غصب حقیقی کی کوئی روایت اور کوئی صورت نہ تو روایات سنیہ میں ہے نہ روایات شیعہ میں بلکہ روایات سنیہ مذکورہ میں تو کمال تصریح ہے۔ کہ عمر خواستگاری کرتا تھا جناب امیرؑ عذر صغر سنی کا کرتے تھے۔ عمر اصرار کرتا تھا اس اصرار کی تعبیر بعض روایات میں بغصب ہوئی ہے۔ ورنہ غصب حقیقی کہ عبارت ہے چھین لینے چیز سے بجبر و قہر وقوع میں نہیں آیا۔ اور ہونا ایک دختر ابا بکر کا بنام ام کلثوم کتاب استیعاب سے ترجمہ عمر میں اور کنز العمال میں اور ریاض النضرہ وغیرہ سے بھی ثابت ہے۔ اور مویدات و معاضدات تزویج عمر سے ساتھ ام کلثوم بنت ابی بکر ربیبہ جناب امیرؑ کے یہ ہے کہ یہ امر بوارق محرقہ اور ہدایۃ السعداء وغیرہ کتب معتمدہ سنیہ میں مصرح ہے۔ عبارت کتاب ہدایۃ السعداء کی علی ما نقل عنہ یہ ہے۔ ام کلثوم دختر ابوبکر بود۔ مادرش اسماء بنت عمیس کہ اول زن جعفر طیار بود باز در نکاح ابوبکر در آمد از ابوبکر پسرے عبدالرحمن نام و یک دختر ام کلثوم زائید۔ بعد ازاں بنکاح علی بن ابی طالب در آمد۔ ام کلثوم ہمراہ مادر آمدہ عمر بن خطاب با ام کلثوم دختر ابوبکر نکاح کرد۔ انتہٰے۔ اور حق یہ ہے کہ حقیر نے جو سات روایتیں صواعق محرقہ ابن حجر و شرح صحیح بخاری و استیعاب و کتاب المودۃ کتب معتمدہ سنیوں سے اوپر لکھی ہیں۔ کہ نص ہے عدم امکان وقوع تزویج عمر میں ساتھ ام کلثوم بنت جناب امیرؑ کے عاقل و جاہل کو کافی ہیں۔ ہاں اگر مجنون و مخبط خلاف اس کے کہے تو وہ مرفوع القلم ہے۔ الحاصل روایات تزویج ام کلثوم کی عمر کے ساتھ جس قدر اور جہاں کہیں مروی ہوئی ہیں ان سب روایات میں یہی ام کلثوم ربیبہ جناب امیرؑ مراد ہے۔ مثلاً بعض روایات امامیہ میں جو آیا ہے۔ کہ جناب امیرؑ بعد مرنے عمر کے ام کلثوم کو قبل انقضائے عدت کے اپنے دولت خانہ ہدایت کاشانہ میں لے گئے تھے وہی ربیبہ مراد ہے۔ کیونکہ ابوبکر باپ اس کا فی النار ہو چکا تھا۔ اور مادر اس کی اسماء بنت عمیس حبالہ نکاح جناب امیرؑ میں اور وہ خود بسبب ربیبہ ہونے کے سایہ عاطفت آنجناب میں تھی اور وہ جناب ہی اس کے مربی و سرپرست تھے۔ اگر اس کو لے آئے تو مقتضائے سرپرستی تھا۔ وعلی ہذا القیاس بعض روایات ضعیفہ میں جو استدلال جواز نکاح مومنہ میں ساتھ اہل خلاف کے تزویج ام کلثوم کی ساتھ عمر کے وارد ہے یا بعض روایات میں جو آیا ہے۔ کہ ام کلثوم اور بیٹا اس کا زید بن عمر دونوں ساتھ ایک دن میں موئے۔ نماز دونوں جنازوں پر اکٹھی جناب سید الساجدین علیہ السلام نے پڑھی سو سب ان روایات و ماشابہہا میں بھی ام کلثوم ربیبہ مراد ہے۔ اور یہ امر بھی بکمال ظہور ظاہر ہے۔ کہ اگر العیاذ باللہ منہ ام کلثوم بنت جناب امیر علیہ السلام و خواہر عینی جناب امام حسین علیہ السلام زوجہ عمر بدگوہر ہوتیں اور زید بن عمر خواہر زادہ امام حسینؑ۔ تو جس طرح اولاد حضرت زینب اور رقیہ کی کربلا میں ہمراہ امام حسین علیہ السلام کے اور ہمراہ اپنی مادروں کے گئی تھی۔ اور شہید ہوئی تھی اسی طرح زید بھی ضرور ہمراہ جناب

امام حسین علیہ السلام کے اور ام کلثوم کے کربلا میں ہوتا حال آنکہ ذکر معرکہ کربلا میں اصلاً و مطلقاً ذکر زید بن عمر کا کہیں نہیں۔ نہ روایات سنیہ میں نہ روایات شیعہ میں۔ وعلی تقدیر التنزل اس قدر تو ضرور تھا کہ وقت تشریف لے جانے اس مظلوم کے بسمت کربلا جس طرح عبداللہ بن عمر اور محمد حنفیہ اور عبداللہ بن عباس وغیرہم اس امام مظلوم سے رخصت ہوئے اور موافق اپنے افہام کے حضرت امام حسین علیہ السلام کو مانع قصد کربلا ہوتے۔ اسی طرح زید بن عمر بھی کہ موافق قول سنیوں کے بہ نسبت عبداللہ بن عمر کے امام حسین علیہ السلام سے جزئیت اور قرابت قریبہ رکھتا تھا ضرور رخصت کے لیئے حاضر حضور امام علیہ السلام ہوتا اور اپنی مادر سے بھی رخصت ہوتا۔ حال آنکہ کسی روائیت سنی و شیعہ میں پایا نہیں جاتا۔ کہ زید بن عمر رخصت کے وقت امام حسین و ام کلثوم کی خدمت میں حاضر ہوا یا کربلا کو ساتھ گیا۔ ورائے آن تواریخ سے اس قدر بھی معلوم نہیں ہوتا کہ زید بن عمر بعد معاودت حضرت ام کلثوم کی کربلا سے ان کے پاس تعزیت امام حسین علیہ السلام کے لیئے آیا ہو اور عذر اپنے ساتھ نہ جانے اور مدینہ منورہ میں رہ جانے کا کیا ہو۔ اگر یہ کوئی خرد کالت فضولی کر کے یہ عذر کرے گا کہ زید بن عمر عہد حضرت امام حسنؑ میں مر چکا تھا جیسا کہ اس نے کتاب نہایۃ الادب فی معرفت النسب سے روائیت بے سر و پا لکھی ہے۔ تو جواب دندان شکن بلکہ گردن زن اس کا یہ ہے۔ کہ اس روائیت میں مرنا ام کلثوم اس کی مادر کا بھی اس کے ساتھ مروی ہے۔ اس سے صاف واضح ہے کہ مادر زید بن عمر کی ام کلثوم بنت جناب امیرؑ نہ تھی کہ وہ تو معرکہ کربلا میں زندہ اور ہمراہ جناب امام حسین علیہ السلام کے تھیں (تذلیل انصاب وتجبیں الکذاب فی رد القبقاب مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لودیانہ۔ صفحہ ۲۷ تا ۲۹)۔

(۲) سید علی اظہر نے اپنے رسالہ کنز مکتوم میں لکھا ہے۔ کہ ام کلثوم بنت ابی بکر صدیق جو اسماء بنت عمیس کے بطن سے تھی۔ اور حضرت علی کی ربیبہ تھی۔ حضرت عمر سے بیاہی گئی۔ لیکن بوجہ شراکت اسمی کے ام کلثوم کا جو حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی صاحبزادی تھیں۔ محدثین کو مغالطہ ہوا۔ (البحث المختوم۔ فی حل عقد ام کلثوم۔ مطبوعہ کریمی پریس لاہور ۱۳۲۱ھ۔ صفحہ ۳۴)۔

(۳) ذاکر حسین جعفر نے تاریخ اسلام (جلد سوم۔ مطبوعہ مقبول پریس دہلی ۱۳۳۱ ہجری صفحہ ۹۹ - ۱۰۰) میں یوں لکھا ہے۔ اب ہم اس واقعہ عقد کی مختلف خبروں کو دیگر واقعات سے مقابلہ کر کے نتیجہ نکالتے ہیں۔

(۱) تمام مؤرخین نے لکھا ہے کہ بوقت نکاح ۱۷ھ میں یہ ام کلثوم صغیر سن تھیں یعنے نو سال سے ان کی عمر ضرور کم تھی۔ مگر صاحب شرح مواقف اور صاحب سیرۃ الحلبیہ نے ام کلثوم بنت علی کو گواہان فدک

میں شمار کیا ہے جس کا مقدمہ ۱۱ھ میں حیات جناب سیدہ میں حضرت ابو بکرؓ کے دربار میں لایا گیا تھا۔ اور شمس الدین محمد جزری نے حدیث من کنت مولاہ کو جناب فاطمہ بنت محمدؐ کی زبانی ام کلثوم بنت فاطمہؑ کے سلسلہ سے بیان کیا ہے۔ چونکہ ۵ سال سے کم عمر کا بچہ لائق ادائے شہادت اور قابل تحمل روایت نہیں سمجھا جاتا۔ اس سبب سے جناب ام کلثوم کی عمر ۱۱ھ میں کم سے کم ۵ سال کی ثابت ہوتی ہے۔ لہٰذا ۱۷ھ میں جبکہ تمام مؤرخین نے بالاتفاق اس عقد کا ہونا لکھا ہے۔ ام کلثوم بنت فاطمہؑ کی عمر ۱۱ برس کی ہوتی ہے۔ یعنے اس وقت صغیر سن نہیں ہو سکتیں پس ثابت ہوا کہ وہ صغیر سن ام کلثوم جس سے حضرت عمر نے ۱۷ھ میں نکاح کا پیغام بھیجا وہ ام کلثوم بنت فاطمہ نہ تھیں۔ بلکہ کوئی دوسری ام کلثوم تھی۔

(۲) ام کلثوم اور ان کے بیٹے زید کا عہد معاویہ میں ایک ہی دن مرنا اور امام حسن کا ان کے جنازہ پر نماز پڑھنا۔ امام حسنؑ نے ۴۹ یا ۵۰ھ ہجری میں وفات پائی ہے۔ لہٰذا یہ ام کلثوم ۵۰ھ ہجری کے بعد زندہ نہ تھیں۔ اور ام کلثوم بنت فاطمہ کا زندہ رہنا بعد واقعہ کربلا ۶۱ھ کے مقتل ابی مخنف مقتل ابو اسحاق اسفرائنی روضۃ الشہداء تحریر الشہادتین وغیرہ سے ثابت ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہ ام کلثوم زوجہ عمر والدہ زید جو ۵۰ھ سے پہلے فوت ہوئی وہ ہرگز بنت فاطمہ نہ تھی۔

(۳) تاریخ الخمیس اور استیعاب میں لکھا ہے۔ کہ عمر فاروق کے بعد ام کلثوم بنت فاطمہؑ کا نکاح محمد بن جعفر سے ہوا۔ اور ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اور استیعاب اور کامل ابن اثیر میں ہے۔ کہ محمد بن جعفر تستر (شوستر) کی لڑائی میں ۱۷ھ میں شہید ہوئے۔ حضرت عمر کی وفات سے ۶ سال پیشتر یعنے جس سال ام کلثوم بنت فاطمہ کا حضرت عمر سے نکاح ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ پھر لڑکی جننے کے بعد یہ ام کلثوم ۱۷ھ میں چار پانچ برس کی صغیرہ کیونکر ہو سکتی ہیں۔ پس یہ ام کلثوم صغیرہ جس سے مؤرخین نے حضرت کا نکاح ۱۷ھ میں لکھا ہے ضرور کوئی دوسری ام کلثوم ہوگی نہ کہ بنت فاطمہ۔

(۴) زینب بنت فاطمہ کا واقعہ کربلا (۶۱ھ) میں موجود ہونا متواترات سے ہے۔ صاحب تاریخ الخمیس لکھتے ہیں کہ زینب بنت فاطمہ کا نکاح عبداللہ بن جعفر سے ہوا۔ اور ان سے دو لڑکے عون اور علی پیدا ہوئے۔ زینب کی وفات کے بعد عبداللہ بن جعفر نے ام کلثوم بنت فاطمہؑ سے نکاح کیا۔ اور عبداللہ بن جعفر ام کلثوم کو زندہ چھوڑ کر بروایت تاریخ الخمیس و استیعاب ۸۰ھ میں فوت ہو گئے۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ ام کلثوم بنت فاطمہ ۸۰ھ تک زندہ تھیں۔ اور وہ ام کلثوم زوجہ عمر جو اپنے بیٹے زید کے ساتھ ۵۰ھ یا اس سے پہلے مری جسے غلطی سے بنت فاطمہ سمجھا گیا۔ ہرگز بنت فاطمہ نہ تھی۔

بلکہ کوئی اور ام کلثوم زوجہ عمر۔ کیونکہ تین ۳ ام کلثوم حضرت عمر کے نکاح میں تھیں۔ اوّل ۱ ام کلثوم جمیلہ بنت عاصم جس سے عاصم پیدا ہوئے۔ دوسرے ۲ ام کلثوم ملیکہ بنت جرول جو ایام جاہلیت سے حضرت عمرؓ کی زوجہ تھی۔ جس سے زید اور عبید اللہ پیدا ہوئے۔ تیسرے ۳ ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط جس سے فخر رازی نے تفسیر کبیر میں بعد صلح حدیبیہ حضرت عمر کا نکاح کرنا لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مؤرخین کو ان تینوں میں بروئے اولاد و عمر و سنہ وغیرہ بعض کو مغالطہ ہوا۔ اور بعض نے بغرض دھوکا دہی ام کلثوم بنت علی لکھ دیا۔ جیسے کہ مغیرہ بن شعبہ نے موسم حج میں حضرت عمر کے پوچھنے پر ام جمیل زانیہ کو ام کلثوم بنت علی بتا دیا تھا۔

مگر اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ ۱۳ھ میں حضرت ابو بکر کی ایک لڑکی ابو بکر کی وفات کے چھ دن بعد بلکہ بروایتے اسی روز پیدا ہوئی تھی اس کا نام ام کلثوم رکھا گیا تھا۔ (دیکھو استیعاب۔ طبری۔ کامل ابن اثیر وغیرہ) اور حضرت ابو بکر کی وفات کے بعد اسماء بنت عمیس زوجہ ابو بکر نے حضرت علی سے نکاح کر لیا تھا۔ چنانچہ ان کے بیٹے محمد بن ابی بکر نے جو اس وقت دو ڈھائی برس کے تھے حضرت علی ہی کے پاس پرورش پائی۔ (استیعاب۔ طبری۔ کامل ابن اثیر) یہی ام کلثوم جو بنت ابی بکر ۱۷ھ میں صغیر سن چار پانچ برس کی ہوتی ہے۔ تعجب نہیں کہ اسی ام کلثوم بنت ابی بکر کو بنت علی مؤرخین نے غلطی سے سمجھ لیا ہو۔ حالانکہ کامل ابن اثیر اور استیعاب میں یہ روائیت بھی موجود ہے بلکہ اسی ام کلثوم بنت ابی بکر کے لیئے حضرت عمرؓ نے حضرت عائشہ کے پاس بحیثیت بڑی بہن ہونے کے اپنے نکاح کا پیغام بھیجا بھی تھا۔ جس پر عائشہ راضی ہو گئیں۔ تو اسی ام کلثوم نے کہا تھا کہ عمر خشن العیش اور عورتوں پر سختی کرنے والا ہے۔ اگر میری اس سے شادی کر دی گئی۔ تو میں قبر رسولؐ پر جا کر شکائیت کروں گی پس ممکن ہے کہ بعد انکار اسی لڑکی سے حضرت عمر کا نکاح ہوا ہو اور یہ تمام قصہ اسی سے متعلق ہو نہ بنت علی سے جو ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور یہ جو مؤرخین نے لکھا ہے کہ ام کلثوم بنت ابی بکر کا نکاح طلحہ بن عبید اللہ سے ہوا تھا ممکن ہے کہ حضرت عمر کی وفات کے بعد ہوا ہو۔ انتہے۔

(۴) نواب سید امداد امام نے بھی وہی لکھا ہے جو سید علی اظہر نے لکھا ہے۔ مگر اسے اپنی تحقیق بتایا ہے۔

اب بالترتیب عبارات مذکورہ بالا کے جوابات لکھے جاتے ہیں

عبارت تذلیل القصاب کا جواب

جن روایات سنیہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ان میں سے کسی میں بھی ام کلثوم بنت ابی بکر کا ذکر نہیں

ہاں ام کلثوم بنت علی مذکور ہے۔ حضور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں ام کلثوم و رقیہ کی نسبت نادان شیعہ کہا کرتے ہیں کہ وہ حضور کی حقیقی بیٹیاں نہ تھیں۔ بلکہ آپ کی ربیبہ تھیں۔ اس لیئے مجازاً بنات الرسول کہلاتی تھیں۔ اسی طرح ام کلثوم بنت علی و فاطمہ زوجۂ عمر فاروق کی نسبت کہنے لگے ہیں کہ وہ حضرت علیؓ کی صلبی بیٹی بنت فاطمہ نہ تھی۔ بلکہ ام کلثوم بنت ابی بکر تھی جو حضرت علیؓ کی ربیبہ تھی اور اپنی ماں اسماء بنت عمیس کے ساتھ آئی تھی۔ اسی ام کلثوم ربیبۂ علیؓ کا نکاح حضرت عمرؓ کے ساتھ ہوا تھا۔ اس دعوے کے ثبوت میں ہدایت السعداء کی فارسی عبارت پیش کی جاتی ہے۔ ہم بغرض تعارف اس کتاب کی ایک اور عبارت پیش کرتے ہیں۔ سید غلام حسن بلگرامی لکھتا ہے "اب صریحی روایت سے ولادت زید کو باطل کرتا ہوں۔ کیونکہ جو حضرات اہل سنت عقد عمرؓ کے قائل ہیں وہی حضرات یہ روایت بھی لکھتے ہیں۔ چنانچہ ہدایت السعداء ملک العلماء دولت آبادی میں ہے۔ فی خزانۃ الجلالیۃ کانت لفاطمۃ الحسن والحسین والاحسن وام کلثوم واحسن مات فی الصغر لا عقب لہ و کن لک ام کلثوم ماتت فی الصغر عند عمر بن الخطاب لا عقب لھما۔ صفحہ ۲۵۹ نسخہ قلمی۔ یعنے وفات کیا ام کلثوم نے نزدیک عمرؓ کے اور کوئی اولاد اس کے نہ ہوئی۔ اب فرمایئے کہ جب بتصریح علماء ثابت ہے کہ کوئی اولاد ان سے نہ ہوئی۔ صغر سنی میں انتقال کیا۔ تو پھر کس منہ سے آپ اس کے قائل ہیں کہ زید بن عمر حضرت ام کلثوم کے بطن سے ہوئے۔ اب فرمایئے کہ بجز اقرار بہ اشتباہ علماء و رواۃ کیا چارہ ہے۔ جہاں ان کو انتساب تزوج ام کلثوم میں اشتباہ ہوا یا عمداً مرتکب کذب ہوئے۔ وہاں یہ جوڑ بھی لگا دیا کہ زید ان سے پیدا ہوئے اور دونوں نے ساتھ انتقال کیا۔ وفی ذٰلک کفایۃ لاہل الدرایۃ (دفع الوثوق صفحہ ۶۱۔ حاشیہ کنز مکتوم صفحہ ۱۱۰) شیعہ اسی طرح کی ایک اور کتاب ملک العلماء دولت آبادی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ جس کا نام کتاب المودۃ بتاتے ہیں۔ اس کا حوالہ ہم انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ نقل کریں گے۔ ملک العلماء قاضی شہاب الدین جونپوری فضلائے عہد شاہ ابراہیم شرقی میں سے تھے۔ آپ کی اصل غزنی سے ہے۔ دولت آباد دکن میں آپ نے نشو و نما پایا۔ سلطان ابراہیم آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کیا کرتا تھا۔ آپ کی یہ تصانیف مشہور ہیں۔ حاشیہ کافیہ جسے حاشیہ ہندی لکھتے ہیں۔ مصباح و متن ارشاد۔ بدیع البیان۔ فتاوے ابراہیم شاہی۔ تفسیر بحر مواج۔ رسالہ مناقب سادات۔ رسالہ عقیدہ شہابیہ۔ آپ کی وفات ۸۴۰ھ یا بقول بعض ۸۴۲ھ میں ہوئی (دیکھو تاریخ فرشتہ مطبوعہ نولکشور۔ جلد دوم۔ مقالہ ہفتم صفحہ ۳۰۶)۔ نواب صدیق حسن بھوپالی نے ابجد العلوم میں ملک العلماء دولت آبادی کی تصانیف میں شرح قصیدہ بانت سعاد۔ شرح بزدوی فی اصول الفقہ

اور رسالہ فی تقسیم العلوم بھی لکھی ہیں۔ مگر ہدایۃ السعداء اور کتاب المودۃ کو ہمارے کسی عالم نے ملک العلماء کی تصانیف میں ذکر نہیں کیا۔ ہماری رائے میں یہ دونوں کتابیں کسی رافضی نے لکھ کر ملک العلماء کی طرف منسوب کر دی ہیں۔ تاکہ ملک العلماء کا نام سن کر عوام خیال کرنے لگیں کہ علمائے اہل سنت بھی ایسے امور کے قائل ہیں۔ کیا ملک العلماء کو اتنا بھی معلوم نہ تھا۔ کہ ام کلثوم جس کے ساتھ حضرت عمر فاروق کا نکاح ہوا وہ بنت ابی بکر نہ تھیں بلکہ بنت علیؓ و فاطمہؓ تھیں جن کا ذکر صحاح ستہ میں بھی موجود ہے۔ ملک العلماء کی شان سے بعید ہے۔ کہ اپنی کتاب میں ایسے غلط تاریخی واقعات درج کریں۔ کہ ام کلثوم بنت ابی بکر اسماء بنت عمیس کے بطن سے تھی۔ اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی سگی بہن۔ اور حضرت علیؓ کی ربیبہ تھی۔ استیعاب ابن عبدالبر (جزء ثانی صفحہ ۷۲۵) میں حبیبہ بنت خارجہ بن زید کے ترجمہ میں ہے۔ کہ یہ حضرت ابو بکر صدیق کی زوجہ تھی۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے مرض موت میں فرمایا تھا۔ کہ میرے دل میں القا ہوا ہے کہ حبیبہ کے پیٹ میں لڑکی ہے۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر کی وفات کے بعد لڑکی ہی پیدا ہوئی۔ جس کا نام حضرت عائشہ رضؓ نے ام کلثوم رکھا۔ اس ام کلثوم کا نکاح حضرت طلحہ بن عبیدہ سے ہوا۔ اور ان سے دو بچے زکریا و عائشہ پیدا ہوئے۔ یہ اہل نسب کا قول ہے۔ ابن عیینہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ نے اس ام کلثوم کی خواستگاری کی تھی۔ مگر ام کلثوم نے انکار کر دیا۔ اور طلحہ بن عبید اللہ سے نکاح کر لیا۔ ام کلثوم کی والدہ حبیبہ کا نکاح حضرت صدیق اکبر کے بعد حبیب بن اساف سے ہوا۔ علامہ ذہبی کی تجرید اسماء الصحابہ (جزء ثانی صفحہ ۲۷۲) میں ہے حبیبۃ بنت خارجۃ بن زید الخزرجی وقیل ملیکۃ ام ام کلثوم بنت الصدیق ثم تزوجہا بعد الصدیق حبیب بن یساف۔ یعنے حبیبہ بنت خارجہ بن زید خزرجی اور کہا گیا ہے کہ ملیکہ ماں ہے ام کلثوم بنت ابی بکر صدیق کی۔ پھر صدیق اکبر کے بعد حبیبہ سے حبیب بن یساف نے نکاح کیا۔ انتہٰے۔ استیعاب (جزء ثانی۔ صفحہ ۷۲۵) میں اسماء بنت عمیس کے ترجمہ میں یوں لکھا ہے۔ کانت اسماء بنت عمیس من المہاجرات الی ارض الحبشۃ مع زوجہا جعفر بن ابی طالب فولدت لہ ہناک محمدا و عبداللہ و عونا ثم ہاجرت الی المدینۃ فلما قتل جعفر بن ابی طالب تزوجہا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ فولدت لہ محمد بن ابی بکر ثم مات عنہا فتزوجہا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فولدت لہ یحیی بن علی بن ابی طالب لا خلاف فی ذٰلک۔ یعنے اسماء بنت عمیس نے اپنے شوہر جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ وہاں اس کے ہاں محمد و عبداللہ و عون پیدا ہوئے پھر اسماء نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ جب جعفر بن ابی طالب شہید ہو گئے۔ تو ابو بکر صدیق نے اس سے

نکاح کرلیا۔ پس اس سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔ پھر حضرت صدیق کا انتقال ہوگیا۔ تو علیؑ بن ابی طالب نے اسمار کے ساتھ نکاح کرلیا۔ اور اس سے یحییٰ بن علی بن ابی طالب پیدا ہوئے۔ اس میں کوئی خلاف نہیں۔ انتہٰے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور حضرت عائشہ صدیقہ ام رومان کنانیہ کے بطن سے تھے (استیعاب جزء ثانی۔ صفحہ ۷۶۲)۔ اب غور کیجئے کہ ہدائیت السعدا کی ایک روائیت میں کس قدر غلطیاں ہیں۔ (۱) ام کلثوم بنت ابی بکر کی والدہ کا نام اسمار بنت عمیس نہیں۔ بلکہ حبیبہ بنت خارجہ بن زید خزرجی ہے۔ (۲) عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور ام کلثوم بنت ابی بکر اسمار بنت عمیس کے بطن سے نہیں بلکہ عبدالرحمٰن کی والدہ کا نام ام رومان کنانیہ اور ام کلثوم کی والدہ کا نام حبیبہ بنت خارجہ بن زید ہے۔ (۳) حضرت عمر فاروق نے ام کلثوم بنت ابی بکر کے ساتھ نکاح نہیں کیا بلکہ ام کلثوم بنت فاطمہ زہرار کے ساتھ نکاح کیا تھا۔ (۴) ام کلثوم بنت ابی بکر حضرت علیؑ کی ربیبہ نہ تھی۔ کیونکہ اس کی والدہ حبیبہ حضرت صدیق اکبر کے بعد حبیب بن یسارہ کے نکاح میں آئی تھی۔ حبیبہ کا نکاح حضرت امیرؑ کے ساتھ کبھی نہیں ہوا۔ اسی طرح ہدائیت السعدا کی دوسری روائیت میں جو مذکور ہے کہ حضرت ام کلثوم بنت فاطمہؑ حضرت عمر فاروق کے پاس صغر سنی میں لاولد انتقال فرماگئیں۔ وہ بھی بالکل غلط ہے۔ اور کتب احادیث فریقین اس پر شاہد ہیں۔ ایک زید کا کیا ذکر حضرت فاروق اعظم کے دو صاحبزادے اسی نام کے تھے ایک جو ام کلثوم بنت فاطمہ کے بطن سے تھے زید اکبر کہلاتے تھے۔ دوسرے زید اصغر جو ام کلثوم بنت جرول بن مالک خزاعی کے بطن سے تھے۔ (دیکھو طبقات ابن سعد۔ جز۔ ثالث قسم اول فی البدریین من المہاجرین۔ صفحہ ۱۹۰)۔ بوارق محرقہ کو بھی ہدائیت السعدا پر قیاس کرلینا چاہیئے۔ تذلیل النصاب کے مصنف کو شرم نہ آئی کہ اس قسم کی کتابوں کو کتب معتمدہ سنیہ میں شامل کردیا۔

مصنف نے جو سات روائیتیں صواعق محرقہ وغیرہ سے نقل کی ہیں۔ ان میں سے تین کتاب المودۃ میں سے ہیں جو حقیقت میں دو ہیں۔ ان دو میں سے ایک میں تو صرف حضرت علی مرتضےٰ کی طرف صغر سنی کا عذر مذکور ہے۔ دوسری یوں ہے۔ ان عمر بن الخطاب لما خطب ام کلثوم واعتل علی بصغرها فقال عمر ما لی حاجة الی النساء لکن ابتغی الرسیلة الی محمد علیه السلام بدهر یقول کل سبب ونسب ینقطع بالموت الا سببی ونسبی فزوجها علی بمهر اربعین الف درهم فساق ذلک کله عمر وهی ابنة اربع سنین او ما بین الاربع والخمس وعمر عمر ستین سنین فاجلسها عمر الی جنبه فرفع میزرها وضرب یده علی راسها فجردت ساقها فرفعت یدها وکادت ان تلطمه وقالت لولا انت امیر المومنین للطمت علی خدک فقال عمر دعوها فانها هاشمیة

قرشیۃ۔ اس کا فارسی ترجمہ جو ملک العلماء دولت آبادی کی طرف منسوب ہے۔ اور جسے غلطی سے علیحدہ روایت خیال کیا ہے۔ یہ ہے۔ عمر بعلی گفتہ فرستاد کہ ام کلثوم دختر کہ بانوے جنت فاطمہؑ مرا بزنی دہ۔ ام کلثوم چار سالہ بود و عمر شصت سالہ۔ علی بعذرش پیش آمد و گفت۔ دختر خویش را بپرسم۔ اگر راضی باشد بتو تسلیم کنم۔ عمرؓ عذرش دریافت وگفت۔ یا علی مرا با زنان اکنون حاجت بماندہ۔ زیرا کہ شیخ فانی گشتہ ام۔ لاکن مے خواہم کہ مرا وسیلتے باشد بسوئے پیغمبرؐ۔ پس امیر المومنین ام کلثوم را تسلیم کرد و عمرؓ ہمہ مہر ام کلثوم کہ چہل ہزار درہم بود فرستاد۔ پس عمرؓ آن را بزانوے خود نشاند و مقنعہ کہ برسرش بود عمر آن را دور کرد و دست برسرش آورد و جامہ از ساقش بر داشت۔ ام کلثوم دست بر داشت و خواست کہ طپانچہ زند و گفت۔ اگر امیر مومنان نہ بودی طپانچہ بر روئے تو مے زدم۔ عمرؓ گفت نمے باید کسے سخن او در دل گیرد بگزارید کہ این از نسب و نسل ہاشم و قریش است (تذلیل النصاب۔ صفحہ ۲۵-۲۶ سیف صارم۔ صفحہ ۹ و ۱۲) یعنے عمرؓ نے علیؑ کو کہلا بھیجا کہ خاتون جنت فاطمہ کی صاحبزادی ام کلثوم مجھے زوجیت کے لیئے عنائیت کیجئے۔ ام کلثوم چار سال کی تھی۔ اور حضرت عمر ساٹھ سال کے تھے۔ علیؑ نے اس کی صغرسنی کا عذر کیا اور کہا کہ میں اپنی لڑکی سے دریافت کرتا ہوں۔ اگر وہ راضی ہوئی تو میں آپ کے حوالہ کر دوں گا۔ عمرؓ نے علیؑ کا عذر معلوم کر کے کہا۔ اے علیؑ مجھے اب عورتوں کی حاجت نہیں رہی۔ کیونکہ میں شیخ فانی ہو گیا ہوں۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ مجھے پیغمبرؐ کی طرف ایک وسیلہ حاصل ہو جائے۔ پس امیر المومنین نے ام کلثوم حوالہ کر دی۔ اور عمرؓ نے ام کلثوم کا تمام مہر جو چالیس ہزار درہم تھا بھیج دیا۔ پس عمرؓ نے اس کو اپنے زانو پر بٹھایا۔ اور اس کے سر پر سے مقنعہ اٹھا دیا۔ اور ہاتھ اس کے سر پہ پھیرا۔ اور ی ساق سے کپڑا اٹھا دیا۔ ام کلثوم نے ہاتھ اٹھایا۔ اور چاہا کہ طپانچہ مارے۔ کہنے لگی۔ اگر تو امیر المومنین نہ ہوتا۔ تو میں تیرے منہ پر طپانچہ مارتی۔ حضرت عمرؓ نے کہا کسی کو دل میں اس کی بات کا خیال نہ کرنا چاہیئے۔ جانے دو۔ کیونکہ وہ ہاشم و قریش کے نسب و نسل سے ہے۔ انتہٰی۔

عدم امکان تزویج ام کلثوم بنت فاطمہؑ پر مصنف تذلیل النصاب نے یوں استدلال کیا ہے۔ کہ خواستگاری کے وقت ام کلثوم مخطوبہ عمرؓ چار سال کی تھی۔ اور حضرت عمر فاروق ساٹھ سال کے تھے۔ حضرت عمرؓ کی شہادت تریسٹھ سال کی عمر میں ۲۳ھ میں ہوئی۔ اس حساب سے مخطوبہ عمرؓ کی خواستگاری ۲۰ھ میں ہوئی۔ اب دیکھنا چاہیئے۔ کہ ۲۰ھ میں ام کلثوم بنت فاطمہؑ کا سن کیا تھا صاحب مواقف نے ہبہ فدک کے گواہوں میں ام کلثوم کا نام بھی لکھا ہے۔ لہٰذا ۱۱ھ کے اوائل میں ام کلثوم بنت فاطمہ جوان اور قابل ادائے شہادت تھیں۔ جس وہ ۲۰ھ میں بیس سال کی عمر سے بھی

زیادہ عمر کی تھیں۔ اور نظر بقول صاحب استیعاب کہ ام کلثوم بنت فاطمہؓ۔ رسول اللہ صلعم کی وفات شریف سے پہلے پیدا ہوئی تھیں۔ بسنہ ۲۰ھ میں ان کی عمر گیارہ سال کی ضرور ہوگی جو بلوغت کا وقت ہے۔ اس عمر کی ہاشمیہ لڑکی اجنبی کے پاس دیکھنے کے لئے شرعاً بھی بھیجی نہیں جا سکتی۔ بہر صورت سنہ ۲۰ھ میں ام کلثوم بنت فاطمہؓ صغیرہ نہ تھیں۔ لہٰذا ان کی خواستگاری و تزویج حضرت عمرؓ کے ساتھ ہرگز نہیں ہوئی۔ جس ام کلثوم کے ساتھ نکاح ہوا اور جس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئے وہ ام کلثوم اور تھی۔ جس کے جنازے کی نماز امام حسنؓ نے بھی پڑھی۔ حضرت ام کلثوم بنت فاطمہؓ نے امام حسنؓ کی زندگی میں وفات نہیں پائی۔ بلکہ وہ تو معرکہ کربلا میں موجود تھیں۔ اس استدلال کا مدار روایت کتاب المودۃ اور قول صاحب مواقف پر ہے۔ مگر صاحب مواقف نے تو قول روافض نقل کیا ہے۔ اور کتاب المودۃ ملک العلماء دولت آبادی کی تصنیف نہیں۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ اگر بفرض محال اسے ملک العلماء کی تصنیف تسلیم کیا جائے۔ تو ایسی نادر الوجود کتاب کی روایت اور وہ بھی بلا اسناد ہماری کتب مشہورہ معتمدہ کی روایت مستندہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اگر اس روایت کی صحت بھی تسلیم کی جائے تو اس سے روافض کو چنداں فائدہ نہیں پہنچتا۔ کیونکہ اس میں تصریح موجود ہے۔ کہ مخطوبۂ عمر فاروق ام کلثوم بنت علیؓ ہاشمیہ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ام کلثوم بنت ابی بکر ہاشمیہ نہیں۔ قطع نظر ازیں اگر مخطوبہ و منکوحہ فاروق اعظم ام کلثوم بنت ابی بکرؓ حبیبیہ خزرجیہ ہوتی۔ تو علمائے شیعہ اس نکاح کے جواز و عدم جواز میں کیوں کلام کرتے۔ اور غصب و اکراہ و تقیہ وغیرہ اعتذار باردہ کیوں ایجاد کیے جاتے۔ اور مجتہدین شیعہ اس تزویج سے جواز نکاح ہاشمیہ بغیر ہاشمی کیوں استنباط کرتے۔ اور حضرت امیرؓ وصیت نامہ آسمانی کی عبارت سن کر منہ کے بل کیوں گرتے۔ اور حضرت عباسؓ پر بوجہ وکالت فضولی کیوں سب و شتم کیا جاتا۔ اور شیخ مفید و قطب راوندی اس عقد کے وقوع سے کیوں انکار کرتے۔ اور قصہ جنیہ کیوں وضع کیا جاتا۔ آخر کچھ بات تو ہے۔ جس کی اس قدر پردہ داری کی جا رہی ہے۔ چار سال والی روایت تو اس واسطے وضع کی تھی۔ کہ یہ معاملہ کسی طرح ام کلثوم بنت ابی بکر پر چسپاں کیا جائے۔ کیونکہ یہ ام کلثوم سیدنا ابو بکر صدیق کی وفات کے بعد ۱۳ھ میں پیدا ہوئی تھی۔ اور ۱۷ھ میں جبکہ حضرت عمر فاروق کا نکاح ام کلثوم بنت فاطمہ کے ساتھ ہوا۔ (کامل ابن اثیر وغیرہ) چار سال کی تھی۔ مگر دروغ کو فروغ ہو نہیں سکتا۔ کتب احادیث فریقین سے اظہر من الشمس ہے کہ حضرت عمر فاروق کا نکاح حضرت ام کلثوم بنت فاطمہؓ کے ساتھ ہوا اور بے شک ہوا۔ اور ان سے اولاد بھی ہوئی ام کلثوم بنت فاطمہؓ کو بوقت خواستگاری جو نابالغہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور ان کا عمر

کربلا کے بعد زندہ رہنا بیان کیا جاتا ہے۔ اس کا جواب عنقریب آئے گا۔

کنز المکتوم کی عبارت کی تردید

مصنف تذلیل النصاب کی تردید کے ضمن میں کنز المکتوم کی عبارت کی تردید بھی آگئی۔ کیوں کہ ام کلثوم بنت ابی بکر اسماء بنت عمیس کے بطن سے نہ تھی۔ اور نہ حضرت علیؓ کی ربیبہ تھی۔ اور نہ حضرت عمر فاروق سے بیاہی گئی تھی۔ پس محدثین کو مغالطہ نہیں ہوا بلکہ سید علی اظہر اور اس کے ہم خیال اصحاب کو مغالطہ ہوا ہے۔

تاریخ اسلام کی عبارت کا جواب

(۱) صاحب مواقف اور صاحب سیرت حلبیہ نے ام کلثوم کو ۱۱ھ میں گواہان ہبہ فدک میں شمار نہیں کیا۔ بلکہ وہ دونوں روافض کا قول مع تردید نقل کر رہے ہیں۔ جو قائل ہیں کہ ہبہ فدک وقوع میں آیا۔ اور اس بارے میں حسنؓ وحسینؓ وام کلثومؓ نے دربار صدیقی میں شہادت بھی دی۔ ہم اہلسنت ہبہ فدک کے قائل نہیں۔ اور نہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ حضرت زہراؓ نے دربار صدیقی میں ہبہ فدک کا دعوے کیا تھا۔ صاحب مواقف کے خیال میں روافض ام کلثوم کو گواہان ہبہ فدک میں شمار کرتے ہیں۔ مگر شارح مواقف نے اس خیال کی تردید کی ہے۔ اور لکھا ہے۔ والصحیح ام ایمن۔ یعنے صحیح یہ ہے۔ کہ روافض ام کلثوم کو گواہان ہبہ میں شمار نہیں کرتے۔ بلکہ ام ایمن کو منجملہ گواہان بتاتے ہیں۔ سیرت حلبیہ (مطبوعہ مصریہ ثالث صفحہ ۴۷۸) میں یوں ہے۔ واعترض علیہ الرافضۃ بان فاطمۃ معصومۃ بنص انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت وبخبر فاطمۃ بضعۃ منی فلا تکون الا صادقۃ فی دعواھا وایضا شھد لھا بذلک الحسن والحسین وام کلثوم۔ ترجمہ۔ اس پر روافض نے اعتراض کیا ہے۔ کہ فاطمہ معصومہ ہیں بفحوائے آیہ تطہیر۔ اور حدیث فاطمۃ بضعۃ منی (فاطمہ میرا گوشت پارہ ہے)۔ اسلئے وہ بوجہ معصومہ ہونے کے اپنے دعوے میں سچی ہیں۔ علاوہ ازیں حسنؓ وحسینؓ وام کلثوم (رضی اللہ تعالےٰ عنہم) نے حضرت فاطمہؓ کے حق میں شہادت دی۔ انتہے۔ علامہ علی بن برہان الدین حلبی اس کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ واما ان عمرا انہ شھد لھا الحسنؓ والحسینؓ وام کلثومؓ فباطل، لم ینقل عن

احد ممن یحتمل علیہ ۔ یعنے روافض کا یہ کہنا کہ امام حسنؓ وحسینؓ وام کلثومؓ نے فاطمہؓ کے حق میں شہادت دی باطل ہے ۔ اور کسی ایسے راوی سے منقول نہیں جس پر اعتماد کیا جائے ۔ انتہٰے ۔ استیعاب میں ام کلثومؓ بنت فاطمہؓ کی پیدائش قبل از وفات سیدنا محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم لکھی ہے ۔ پس صغیر سن ام کلثومؓ جس کا نکاح حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ ۱۷ھ میں ہوا یہی بنت فاطمہؓ تھیں ۔

(۲) ام کلثومؓ بنت فاطمہؓ کو واقعہ کربلا کے بعد زندہ ثابت کرنے کے لئے جن کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے ۔ اگر ہم تسلیم کرلیں کہ ان میں ایسا ہی لکھا ہے ۔ تو ان کی روایت بلا اسناد جو روایت صحاح کے مخالف ہے ۔ ہم پر بطور حجت پیش نہیں ہوسکتی ۔ کیونکہ ان کتابوں میں صحت کا التزام نہیں رکھا گیا ۔ ابو مخنف لوط بن یحیٰی مشہور اخباری شیعی ہے ۔ دوسروں نے غالبًا اسی کا اتباع کیا ہوگا ۔ حق الامر یہ ہے ۔ کہ ایک ام کلثومؓ بنت علیؓ واقعہ کربلا کے بعد زندہ تھی ۔ مگر وہ بنت فاطمہؓ نہ تھی ۔ نہایہ ابن اثیر اور مجمع البحار میں لغت فرث کے تحت میں جو لکھا ہے ۔ فی حدیث ام کلثومؓ بنت علیؓ قالت لاھل الکوفۃ اتدرون ای کبد فرثتم لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حدیث میں ہے کہ ام کلثومؓ بنت علیؓ نے اہل کوفہ سے کہا ۔ کیا تم جانتے ہو کہ تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کیسے جگر کو پارہ پارہ کیا ہے) ۔ وہاں بھی بنت فاطمہؓ ہرگز مراد نہیں توضیح مقام یوں ہے ۔ کہ ام کلثومؓ بنت علیؓ بن ابی طالب دو ہیں ۔ کبرے وصغرے ۔ ام کلثوم کبرٰے بنت فاطمۃ الزہراؓ حضرت عمر فاروقؓ کے نکاح میں تھیں ۔ ان کی وفات ۵۰ھ سے کچھ پہلے ہوئی ۔ ام کلثومؓ صغرٰی بنت علیؓ ایک ام ولد کے بطن سے تھیں ۔ جن سے عطاء بن سائب (متوفی ۱۳۶ھ) نے سماع حدیث کیا ہے ۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں ۔ ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما ۔ عن مهران مولی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعنہا عطاء بن السائب ۔ قلت ، ھی الصغری ولعلی بنت اخری یقال لہا ام کلثوم وھی الکبری امہا فاطمۃ بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتزوجہا عمر فولدت لہ والصغری عمرت وسمع منہا عطاء بن السائب واسہا امر ولد ذکرھا ابن سعد (تعجیل المنفعۃ بزوائد رجال الائمۃ الاربعۃ مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ صفحہ ۵۶۳) ترجمہ ۔ ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب نے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام مہران سے روایت کی ہے ۔ اور ام کلثوم سے عطاء بن سائب نے روایت کی ہے ۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ام کلثوم صغرے ہیں ۔ حضرت علیؓ کی ایک اور صاحبزادی ام کلثوم نام تھی ۔ وہ ام کلثوم کبرے ہیں جن کی والدہ حضرت فاطمہ بنت النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ۔ اور جن کے ساتھ حضرت عمر فاروق نے نکاح کیا ۔ اور ان سے اولاد ہوئی ۔ ام کلثوم صغرے زمان طویل تک زندہ رہیں ۔ اور ان سے عطاء بن سائب نے سماع کیا ۔ ام کلثوم صغرے کی والدہ ام ولد تھی ۔ جس کا ذکر ابن سعد

(متوفی سنہ ۲۳۰ھ) نے کیا ہے۔ انتہٰی۔ اس سے ثابت ہے۔ کہ ام کلثومؓ بنت علیؓ جو واقعہ کربلا کے بعد زندہ تھیں وہ بنت فاطمہؓ نہ تھیں۔ یہی صحیح ہے۔

(۳) استیعاب میں محمد بن جعفر بن ابی طالب کے ترجمہ میں ہے۔ کہ حضرت عمر فاروق کی وفات کے بعد ام کلثوم بنت علیؓ کا نکاح محمد بن جعفر طیار سے ہوا۔ مگر ان سے لڑکی کا پیدا ہونا مذکور نہیں۔ بعد ازاں یہ قول واقدی لکھا ہے۔ کہ محمد بن جعفر تستر میں شہید ہوئے۔ اسی طرح کامل ابن اثیر (جز ثانی۔ صفحہ ۲۱۳) میں واقعات ۱۷ھ میں لکھا ہے۔ قتل محمد بن جعفر بن ابی طالب شهیدا علی تستر فی قول بعضهم۔ یعنے محمد بن جعفر بن ابی طالب بقول بعض تستر میں شہید ہوئے۔ اس بعض سے مراد وہی واقدی ہے۔ جو متروک ہے۔ یہ قول واقدی صریح البطلان ہے۔ کیونکہ حضرت عمر فاروق کی شہادت ۲۳ھ میں ہوئی۔ اور آپ کے بعد ام کلثوم کا نکاح محمد بن جعفر طیار سے ہوا۔ پس محمد بن جعفر طیار کی شہادت ۱۷ھ میں کس طرح ممکن ہے۔ اسی واسطے حافظ ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں اس قول واقدی کی تردید کی ہے۔ عبارت اصابہ کا اردو ترجمہ سید غلام حسن بلگرامی اثنا عشری نے یوں کیا ہے "محمد بن جعفر برادر عبداللہ و عون فرزندان جعفر بن ابی طالب اول شخص ہیں جو اسلام میں مسمّٰی بہ محمد ہوئے مہاجرین سے۔ پیدائش ان کی حبشہ میں ہے۔ کنیت ان کی ابو القاسم ہے۔ ان کا عقد ہوا تھا ام کلثوم بنت علیؓ سے بعد عمرؓ کے۔ شہادت ان کی تستر میں ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ شریک صفین تھے علیؓ کے ساتھ۔ اور دار قطنی نے کہا ہے۔ باہم جنگ کیا محمد بن جعفر و عبداللہ بن عمر نے صفین میں۔ ایک نے دوسرے کو مار ڈالا۔ مرزبانی نے معجم شعراء میں لکھا ہے۔ کہ وہ اپنے بھائی محمد بن ابی بکر کے ساتھ مصر میں مخفی ہوئے تھے۔ جب محمد بن ابی بکر قتل ہوئے۔ تو محمد بن جعفر مخفی ہو گئے جس کی ایک شخص نے جو عک سے تھا پھر غافق سے مخبری کی۔ تب وہ بھاگ کر فلسطین چلے گئے۔ اور اپنے ماموں کے پاس پناہ لی جس نے اس کو بچایا معاویہؓ سے۔ اور انہوں نے اس مادہ میں شعر بھی کہا ہے۔ یہ قول محقق ہے جو رد کرتا ہے واقدی کے اس قول کو کہ جنگ تستر میں شہید ہوئے۔ صفحہ ۷۵۳۔ ج ۳" (دفع الوثوق صفحہ ۱۶۱۔ ۱۶۲)۔ جنگ صفین کی ابتدا ۳۶ھ میں ہوئی۔ اور حضرت محمد بن ابی بکر کی شہادت مصر میں ۳۸ھ میں تھی۔ اس طرح محمد بن جعفر طیار کا کم سے کم ۳۶ھ تک زندہ رہنا ثابت ہے۔ اور یہی قول محقق ہے۔ لہٰذا ۱۷ھ میں حضرت ام کلثوم بنت فاطمہؓ کا نکاح حضرت عمر فاروق کے ساتھ درست ہے۔ چار پانچ سال والی روایت کا حال اوپر معلوم ہو چکا ہے۔

(۴) یہاں بحث طلب امر یہ ہے۔ کہ آیا ام کلثوم بنت علی و فاطمہ کا نکاح حضرت عمر فاروقؓ کیے

ساتھ ہوا یا نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک ہوا جیسا کہ طبقات ابن سعد اور معارف ابن قتیبہ اور استیعاب ابن عبد البر اور کامل ابن اثیر اور اصابہ ابن حجر عسقلانی اور تاریخ الخمیس وغیرہ کتابوں میں بصراحت تمام مذکور ہے۔ رہا حضرت ام کلثوم بنت فاطمہؓ کا سال وفات۔ سو بروئے روایت صحاح ستہ ان کی وفات حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے عہد میں ہوئی۔ یہی قول معتبر و مستند ہے۔ اگر ہم بطریق تنزل ان کی حیات ۸۰ھ یا بعد تک بھی تسلیم کر لیں۔ تو اس کا اصل بحث پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ مصنف نے استیعاب کا بھی حوالہ دیا ہے۔ مگر اس میں تو اتنا بھی مذکور نہیں کہ عبداللہ بن جعفر طیار کا نکاح ام کلثوم بنت فاطمہؓ کے ساتھ ہوا تھا۔ تاریخ الخمیس میں اگر یہ لکھا ہے۔ کہ زینب بنت فاطمہؓ کی وفات کے بعد عبداللہ بن جعفر کا نکاح ام کلثوم بنت فاطمہؓ کے ساتھ ہوا۔ تو وہاں یہ بھی صاف لکھا ہے۔ کہ سب سے پہلے ام کلثوم بنت فاطمہؓ کا نکاح حضرت عمر فاروق کے ساتھ ہوا تھا۔ ان دونوں قولوں میں کوئی منافات نہیں۔ غرض اہل سنت کی کسی کتاب سے نکاح زیر بحث کی نفی ثابت نہیں۔

سید ذاکر حسین نے جو تین ام کلثوم حضرت عمر فاروق کی ازواج میں لکھی ہیں ان میں کلام ہے۔

قولہ۔ اول ام کلثوم جمیلہ بنت عاصم جس سے عاصم پیدا ہوئے انتہیٰ۔ مگر سوائے تاریخ الخمیس کے اور کسی کتاب میں اس جمیلہ کی کنیت ام کلثوم مذکور نہیں۔ علاوہ ازیں جمیلہ کو بنت عاصم بتانا بھی قول ضعیف ہے۔ چنانچہ استیعاب ابن عبد البر میں ہے۔ عاصم بن عمر بن الخطاب امہ جمیلۃ بنت ثابت بن ابی الافلح الانصاری وقد قیل ان امہ جمیلۃ بنت عاصم والاول اکثر۔ یعنے عاصم بن عمر بن الخطاب کی ماں جمیلہ ثابت بن ابی الافلح انصاری کی بیٹی ہے۔ اور کہا گیا کہ اس کی ماں جمیلہ عاصم کی بیٹی ہے.................. اور پہلا قول اکثر ہے انتہیٰ۔ اسی قول کو تجرید اسماء الصحابہ للذہبی اور طبقات ابن سعد میں اختیار کیا گیا ہے۔ تجرید میں یہ الفاظ ہیں۔ جمیلۃ بنت ثابت بن ابی الافلح اخت عاصم ام عاصم بن عمر بن الخطاب۔ یعنے جمیلہ بنت ثابت بن ابی الافلح عاصم کی بہن اور عاصم بن عمر بن الخطاب کی ماں تھی انتہیٰ۔ استیعاب میں عاصم بن ثابت بن ابی الافلح کے ترجمہ میں ہے۔ واحسن اسانید خبرہ فی ذلک ما ذکرہ عبد الرزاق عن معمر عن الزھری عن عمرو بن ابی سفیان الثقفی عن ابی ھریرۃ قال بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم سریۃ عینا لہ وامر علیھم عاصم بن ثابت وھو جد عاصم بن عمر بن الخطاب۔ اسی طرح صحیح بخاری (کتاب المغازی۔ غزوہ بدر) میں ہے۔ عن ابی ھریرۃ قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشرۃ عینا وامر علیھم عاصم بن ثابت الانصاری جد عاصم

بن عمر بن الخطاب الحدیث۔

قولہ۔ دوسرے ام کلثوم ملیکہ بنت جرول جو ایام جاہلیت سے حضرت عمر کی زوجہ تھی۔ جس سے زید اور عبید اللہ پیدا ہوئے۔ انتہٰی۔ مگر ملیکہ کی کنیت ام کلثوم نہ تھی۔ بلکہ ملیکہ اور ام کلثوم دونو جرول خزاعی کی لڑکیاں تھیں۔ تاریخ کامل ابن اثیر میں اولاد و ازواج عمر فاروق کے ضمن میں لکھا ہے۔ وتزوج ملیکۃ بنت جرول الخزاعی فی الجاھلیۃ فولدت لہ عبید اللہ بن عمر ففارقھا فی الھدنۃ فخلف علیھا ابو جھم بن حذیفۃ وقتل عبید اللہ بصفین مع معاویۃ وقیل کانت ام ام زید الاصغر ام کلثوم بنت جرول الخزاعی وکان الاسلام فرق بینھا وبین عمر۔ ترجمہ۔ حضرت عمرؓ نے جاہلیت میں ملیکہ بنت جرول خزاعی سے نکاح کیا۔ اور اس سے عبید اللہ بن عمر پیدا ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے ملیکہ کو صلح حدیبیہ میں علیحدہ کر دیا۔ پھر ابو جہم بن حذیفہ نے اس کے ساتھ نکاح کیا۔ عبید اللہ جو حضرت معاویہ کے ساتھ تھے صفین میں مقتول ہوئے۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ عبید اللہ کی ماں زید اصغر کی والدہ ام کلثوم بنت جرول خزاعی تھی۔ اسلام نے حضرت عمر اور اس کے درمیان تفریق کر دی تھی۔ انتہٰی۔ طبقات ابن سعد میں زید اصغر اور عبید اللہ دونوں کی ماں کا نام ام کلثوم بنت جرول بن مالک خزاعی لکھا ہے۔

قولہ۔ تیسرے ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط جس سے فخر رازی نے تفسیر کبیر میں بعد صلح حدیبیہ حضرت عمر کا نکاح کرنا لکھا ہے انتہٰی۔ یہ حوالہ تفسیر کبیر میں سورہ ممتحنہ کی آیہ امتحان کے تحت میں یوں مذکور ہے۔ وقولہ تعالیٰ لاھن حل لھم ولاھم یحلون لھن وآتوھم ما انفقوا ای اعطوا ازواجھن مثل ما دفعوا الیھن من المھور وذلک ان الصلح عام الحدیبیۃ کان علی ان من اتاکم من اھل مکۃ یرد الیھم ومن اتی مکۃ منکم لم یرد الیکم وکتبوا بذلک العھد کتابا وختموہ فجاءت سبیعۃ بنت الحرث الاسلمیۃ مسلمۃ والنبی صلی اللہ علیہ وسلم بالحدیبیۃ فاقبل زوجھا مسافر المخزومی وقیل صیفی بن الراھب فقال یا محمد اردد علی امرأتی فانک قد شرطت لنا شرطا ان ترد علینا من اتاک منا وھذہ طیۃ الکتاب لم تجف فنزلت بیانا لان الشرط انما کان فی الرجال دون النساء وعن الزھری انہ قال انھا جاءت ام کلثوم بنت عقبۃ بن ابی معیط وھی عاتق فجاء اھلھا یطلبون من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یرجعھا الیھم و کانت ھربت من زوجھا عمرو بن العاص ومعھا اخواھا عمارۃ والولید فرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخویھا وحبسھا فقالوا ارددھا علینا فقال علیہ السلام کان الشرط فی الرجال

دون النساء وعن الضحاک ان العهد کان ان یاتک منا امرأة لیست علی دینک الا رددتها الینا وان دخلت فی دینک ولها زوج رددت علی زوجها الذی انفق علیها وللنبی صلی اللہ علیہ وسلم من الشرط مثل ذلک ثم نسخ هذا الحکم وهذا العهد واستحلفها الرسول علیہ السلام فحلفت و اعطی زوجها ما انفق ثم تزوجها عمر (تفسیر کبیر مطبوعہ مطبع عامرہ شرفیہ ۱۳۰۸ھ - جز ثانی صفحہ ۱۳۵) - ترجمہ - قولہ تعالیٰ - نہ یہ عورتیں حلال ہیں ان مردوں کو اور نہ وہ مرد حلال ہیں ان عورتوں کو اور دے دو ان مردوں کو جو ان کا خرچ ہوا - یعنی ان کے شوہروں کو دے دو مثل ان مہروں کے جو انہوں نے اپنی عورتوں کو دیے - اور وہ یوں ہے کہ حدیبیہ کے سال صلح اس شرط پر ہوئی تھی - کہ اہل مکہ میں سے جو مسلمانوں کے پاس مدینہ میں آجائے - وہ کفار کی طرف پھیر دیا جائے - اور جو مسلمانوں میں سے مکہ میں چلا جائے - وہ مسلمانوں کی طرف نہ پھیرا جائے - یہ عہدنامہ لکھ کر مہر لگا دی گئی تھی پس سبیعہ بنت حارث الاسلمیہ مسلمان ہو کر (مکہ سے) . . . . . آئی - اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حدیبیہ ہی میں تھے - اس کا شوہر مسافر مخزومی یا صیفی بن راہب آیا - اور کہنے لگا - اے محمدؐ میری زوجہ مجھے واپس کر دیجئے - کیونکہ آپ نے ہم سے شرط کی ہے - کہ ہم سے جو آپ کے پاس آئے گا - آپ اسے واپس کر دیں گے - اور اس عہدنامہ کی چھپدگی ابھی خشک نہیں ہوئی - پس یہ آیت اس امر کے بیان کے لیے نازل ہوئی - کہ وہ شرط مردوں کے لیے تھی نہ کہ عورتوں کے لیے - اور زہری کا قول ہے - کہ ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط آئی تھی - جو عاتق تھی پس اس کے گھر والے آئے اور انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا - کہ آپ ام کلثوم کو ہماری طرف واپس کر دیں - وہ اپنے شوہر عمرو بن عاص سے بھاگ کر آئی تھی - اور اس کے ساتھ اس کے دو بھائی عمارہ و ولید تھے - پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو واپس کر دیا - اور ام کلثوم کو روک لیا - وہ بولے کہ ام کلثوم کو ہم پر واپس کر دیں - حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب دیا - کہ وہ شرط مردوں کے لئے تھی نہ کہ عورتوں کے لئے - اور ضحاک کا قول ہے - کہ عہد یہ تھا - کہ کفار کی طرف سے جو عورت کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین پر نہ ہو آپ کے پاس آئے - اسے آپ کفار کی طرف واپس کر دیں - اور اگر وہ مسلمان ہو جائے اور اس کا شوہر ہو - تو آپ اس کے شوہر کو دیدیں جو کچھ اس نے اپنی زوجہ پر خرچ کیا ہے - اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی مثل اس شرط کے تھی - پھر یہ عہد اور یہ حکم منسوخ ہو گیا - اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (سبیعہ) کو حلف دیا - پس سبیعہ نے سوگند کھائی اور آپ نے اس کے شوہر کو دیا جو کچھ اس نے سبیعہ پر خرچ کیا تھا - بعد ازاں حضرت عمرؓ نے اس کے ساتھ نکاح کیا - انتہے -

علمائے شیعہ سید علی اظہر وغیرہ واستحلفھا کی ضمیر مؤنث کو ام کلثوم بنت عقبہ کی طرف راجع سمجھتے ہیں۔ اور قائل ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اسی ام کلثوم بنت عقبہ کے ساتھ نکاح کیا تھا۔ مگر ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ ام کلثوم بنت عقبہ کا نکاح حضرت عمر فاروق کے ساتھ ہرگز نہیں ہوا۔ سیرت ابن ہشام میں یہ قول ابن اسحاق مذکور ہے۔ کہ ام کلثوم بنت عقبہ صلح حدیبیہ میں ہجرت کرکے آئی۔ اور اس کے دو بھائی عمارہ و ولید اس کے واپس لینے کو مدینہ میں آئے۔ مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا۔ ابن عبدالبر نے استیعاب میں اس قول ابن اسحاق کو نقل کرکے آگے یوں لکھا ہے۔ قال ابو عمر یقولون انھا مشت علی قدمیھا من مکۃ الی المدینۃ تزوجھا زید بن حارثۃ فقتل عنھا یوم موتۃ فتزوجھا الزبیر بن العوام فولدت لہ زینب ثم طلقھا فتزوجھا عمرو بن العاص فمکثت عندہ شھرا وماتت وھی اخت عثمان لامہ یعنے مورخین کہتے ہیں۔ کہ ام کلثوم بنت عقبہ مکہ سے مدینہ تک پیدل آئی۔ جب وہ مدینہ میں پہنچی تو زید بن حارثہ نے اس سے نکاح کیا۔ وہ اس کی زندگی میں یوم موتہ میں مقتول ہوا۔ پس زبیر بن عوام نے اس سے نکاح کیا۔ اور اس سے زینب پیدا ہوئی۔ پھر زبیر نے اسے طلاق دے دی پس عمرو بن عاص نے اس سے نکاح کیا۔ وہ عمرو کے ہاں ایک مہینہ رہی اور وفات پا گئی۔ اور وہ عثمان کی مادری بہن تھی۔ قریباً یہی مضمون ہجرت و تزوج کا تجرید اسماء الصحابہ للذہبی اور تہذیب التہذیب للعسقلانی میں موجود ہے۔ کامل ابن اثیر میں ام کلثوم کا ہجرت کرکے آنا اور اس کے دو بھائیوں کا واپس لینے آنا مذکور ہے۔ مگر تزوج کا ذکر نہیں۔ تفسیر در منثور کی ایک روایت میں ام کلثوم کے اہل کا آنا مذکور ہے اور دوسری روایت میں دو بھائیوں کا آنا۔ اور ایک اور میں ایک بھائی کا آنا۔ اور زید بن حارثہ کے ساتھ نکاح اور زید کے بعد زبیر بن عوام سے نکاح کا ہونا وارد ہے۔ غرض کسی کتاب میں حضرت عمر فاروق کا نکاح ام کلثوم بنت عقبہ کے ساتھ مذکور نہیں۔ اور روایت زہری میں جو مذکور ہے۔ کہ وہ اپنے شوہر عمرو بن عاص سے بھاگ آئی تھی۔ اور اس کے ساتھ اس کے دو بھائی تھے۔ یہ کسی اور کتاب میں موجود نہیں حتےٰ کہ روایت زہری جو در منثور میں ہے۔ اس میں بھی مذکور نہیں۔ بظاہر یہ الحاق ہے۔ کیونکہ تفسیر کبیر ہی میں اسی روایت میں ام کلثوم کو عاتق لکھا ہے۔ جس کے معنی ہیں وہ عورت جس نے شوہر نہ کیا ہو۔ علاوہ ازیں طبقات ابن سعد (جزء ثامن صفحہ ۱۶۷) میں یوں ہے۔ ام کلثوم بنت عقبۃ خرجت من مکۃ وحدھا وصاحبت رجلا من خزاعۃ حتی قدمت المدینۃ فی الھدنۃ ھدنۃ الحدیبیۃ...... ولم یکن لام کلثوم بنت عقبۃ بمکۃ

تزوج فلما قدمت المدینة تزوجها زید بن حارثة بن شراحیل الکلبی فولدت له وقتل عنها یوم موتة فتزوجها الزبیر بن العوام بن خویلد فولدت له زینب - ترجمہ - ام کلثوم بنت عقبہ مکہ سے اکیلی نکلی - اور قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص کے ساتھ ہولی - یہاں تک کہ صلح حدیبیہ میں مدینہ آئی ...... اور ام کلثوم بنت عقبہ کا مکہ میں کوئی شوہر نہ تھا - جب مدینہ میں آئی - تو اس سے زید بن حارثہ بن شراحیل کلبی نے نکاح کر لیا - اور اس سے اولاد ہوئی - جب زید اس کی زندگی میں یوم موتہ میں مقتول ہوا - تو زبیر بن عوام بن خویلد نے اس کے ساتھ نکاح کیا - اور اس سے زینب پیدا ہوئی - انتہٰی - اس عبارت سے تو صاف ظاہر ہے - کہ ام کلثوم کا کوئی شوہر قبل ہجرت مکہ میں نہ تھا - لہٰذا ام کلثوم بنت عقبہ کا قصہ قول ضحاک کے تحت میں آ ہی نہیں سکتا - پس جس عورت کے خاوند کو اس کا خرچ دیا گیا وہ سبیعہ ہے جس کے شوہر مسافر مخزومی کا آنا عبارت زیر بحث میں مذکور ہے - اسی کا نکاح حضرت عمر فاروق کے ساتھ ہوا تھا - جیسا کہ کتب تفسیر میں بصراحت تمام مذکور ہے - چنانچہ تفسیر بیضاوی میں ہے - واٰتوھم ما انفقوا ما دفعوا الیھن من المھور وذلک لان صلح الحدیبیة جری علی ان من جاءنا منکم رددناہ فلما تعذر علیہ ردھن لورود النھی عنه لزمه رد مھورھن اذ روی انه علیه السلام کان بعد بالحدیبیة اذ جاءته سبیعة بنت الحرث الاسلمیة مسلمة فاقبل زوجها مسافر المخزومی طالبا لھا فنزلت فاستحلفها رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فحلفت فاعطی زوجها ما انفق وتزوجھا عمر - ترجمہ - اور دے دو ان مردوں کو جو ان کا خرچ ہوا - یعنے جو مہر ان مردوں نے اپنی عورتوں کو دیئے ہیں - اور مہروں کے واپس دینے کا حکم اس واسطے تھا - کہ صلح حدیبیہ میں یہ شرط تھی کہ کفار میں سے جو مسلمانوں کے پاس آ جائے مسلمان اسے واپس کر دیں گے - جب عورتوں کا واپس کرنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر متعذر ہوا - کیونکہ اس سے نہی وارد ہو گئی (فلا ترجعوھن) - تو آپ پر ان کے مہروں کا رد کرنا لازم ہو گیا - کیونکہ مروی ہے - کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی حدیبیہ میں تھے کہ سبیعہ بنت حارث اسلمیہ مسلمان ہو کر آپ کی خدمت میں آئی - پس اس کا شوہر مسافر مخزومی اس کی طلب میں آیا - اور یہ آیت نازل ہوئی - لہٰذا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سبیعہ کو سوگند دی - اور اس نے سوگند کھائی - پس آپ نے سبیعہ کے شوہر کو اس کا مہر عطا کیا - اور سبیعہ سے حضرت عمرؓ نے نکاح کر لیا - انتہٰی - تفسیر خازن و تفسیر ابی السعود و تفسیر حسینی میں بھی سبیعہ کا قصہ اور اس کا حضرت عمرؓ کے ساتھ نکاح کرنا مذکور ہے - نظر براختصار ہم ان کی عبارتیں یہاں نقل نہیں کرتے - خود شیعہ اثنا عشریہ کی معتبر تفسیر خلاصۃ المنہج میں آیہ امتحان کے شان نزول میں ام کلثوم بنت عقبہ کا

ذکر تک نہیں۔ بلکہ سبیعہ کا قصہ یوں مذکور ہے۔ آوردہ اند کہ در حدیبیہ صلح واقع شد۔ یکے از جملہ شروط این بود کہ ہر مسلمانے کہ از مکہ بمدینہ رود آں حضرتؐ او را بکفار باز فرستند و اگر مسلمانے مُرتے از مدینہ برتافتہ بجانب مکہ شتابد قریش او را باز نگردانند۔ ہنوز آنحضرتؐ در حدیبیہ بود کہ جمعے مومنان از مکہ گریختہ بملازمت آمدند۔ از جملہ سبیعہ اسلمیہ دختر حارث بحدیبیہ آمد و اسلام آورد و شوہر او مسافر مخزومی بیامد و گفت زوجہ مرا بمن رد کن کہ شرط صلح برین وجہ بود کہ ہر کہ از ما بتو آید بما رد کنی۔ جبرئیل آمد و گفت۔ آن شرط بر مردان واقع شدہ نہ بر زنان۔ روا نیست کہ مومنات را بمشرکان دہند و این آیہ بر رسول خواند۔ یاایھا الذین آمنوا اذا جاءکم المومنات الآیۃ۔ منقول است کہ عہد مشرکان با رسولؐ در بارہ زنان باین طریق شدہ بود کہ ہیچ زنے از ما نزد تو نیاید کہ بر دین تو نباشد الا کہ او را بسوئے ما رد کنی و اگر بدین تو در آمدہ باشد و شوہر داشتہ۔ آنچہ شوہر انفاق او کردہ باشد از صداق بر ورد نمائی۔ و آنحضرتؐ نیز باین طریقہ با ایشان عہد بستہ بود۔ سبیعہ را سوگند داد و مہرے کہ مسافر بادو دادہ بود گرفتہ باز گشت یمضمون اس عبارت کا بھی وہی ہے۔ جو ہماری تفاسیر میں ہے۔ مگر فرق صرف اتنا ہے۔ کہ سوگند سبیعہ و رد مہر کے بعد یہ مذکور نہیں۔ کہ حضرت عمر فاروقؓ نے سبیعہ سے نکاح کر لیا۔ اس حذف کی وجہ محتاج بیان نہیں۔ بہر حال کتب فریقین سے حضرت عمرؓ کا نکاح ام کلثوم بنت عقبہ کے ساتھ ثابت نہیں۔ بعض کتابوں میں جو مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ نے ام کلثوم بنت ابی بکر کی خواستگاری کی۔ مگر اس نے انکار کر دیا۔ اس کا پورا اسناد میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا۔ تاریخ طبری میں بحوالہ مدائنی مذکور ہے۔ مگر ابو الحسن مدائنی اخباری اور ضعیف ہے۔ کنز العمال میں بحوالہ ابن عساکر منقول ہے۔ جو ضعف روایت کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ دیباچہ کنز العمال میں بتا دیا گیا ہے۔ استیعاب میں صرف اتنا سا اسناد کا راوی مذکور ہے۔ اور کامل ابن اثیر میں بلا اسناد بیان ہوا ہے۔ اگر اس روایت کو صحیح تسلیم کیا جائے۔ تو اس سے فقط خطابت ثابت ہوگی۔ نہ کہ وقوع نکاح۔ باقی جو کچھ مصنف نے لکھا ہے۔ وہ ایک دیوانہ کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھ سکتا ۞

قال السید امداد امام

ہم ذیل میں اپنے خیالات اہل سنت کی تحریرات کی بنا پر حوالہ قلم کرتے ہیں۔ اگر حضرات

اہلسنت کی تحقیق درست ہے۔ تو یہ معاملہ عقد کا بہت سے زشت پہلو رکھتا ہے۔ واہ قطعی جنتی بننے کی حضرت عمرؓ نے خوب راہ نکالی۔ ساٹھ برس سے متجاوز سن میں ایک نہایت صغیر سن بے مادر لڑکی سے اس کے باپ کی مرضی کے خلاف مدہ آن حالے کہ اس غریب لڑکی کی ایک مناسب جگہ نسبت ہو چکی تھی عقد فرمالیا۔ خدا کے واسطے اے ساکنان دنیا سن وسال بھی معاملات عقد و نکاح میں قابل لحاظ ہوتے ہیں۔ اپنے قطعی جنتی بننے کے لئے اگر کوئی دوسرا شخص جیتے جی دوزخ میں چلا جائے تو چلا جائے ایک طرفہ مضمون ہے۔ ایسے عقد سے ام کلثوم اس دنیا کے دوزخ میں تو ضرور پڑ گئیں۔ گو ان پر آخرت کا دوزخ بالیقین حرام ہے۔ لاریب ایسی حرکت کوئی خیر اندیش بنی آدم کا نہیں کر سکتا۔ ایسے فعل کے مرتکب ہونے کے لئے بڑی شقاوت قلبی کی ضرورت ہے۔ یہ امر کہ حضرت علیؑ نے حضرت عمرؓ کی منت و سماجت پر اس آسان طور سے جیسا کہ کتاب اسعاف الراغبین میں لکھا ہے "ام کلثوم کو بطور عروس آراستہ کر کے حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دیا" نہایت توقع کے باہر ہے۔ ضرور ہے کہ حضرت عمرؓ حضرت علیؑ کے ساتھ نہایت درشتی کے ساتھ پیش آئے۔ حضرت عمرؓ نے الزام زنا کا حضرت علیؑ پر عاید کیا یا نہیں مگر اس میں خس برابر شک نہیں ہے کہ ایسی درشت کارروائی کی گئی۔ کہ علیؑ کو اپنی مرضی کے خلاف اس معاملہ میں سکوت اختیار کرنا پڑا۔ خیر۔ اگر کتاب بالا کا مضمون صحیح ہے۔ تو اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ بنی ہاشم اس قدر کمزور ہو گئے تھے۔ اور ان کی شان اس قدر کم ہو گئی تھی۔ کہ حضرت خلیفہ اس وقت کے سردار بنی ہاشم کی ایک نہایت صغیر سن لڑکی کو اس آسانی کے ساتھ اپنے عقد میں لے آئے۔ مجھے اس کتاب میں اسی قدر دکھلانا ہے۔ کہ آل محمدؐ کی ہر طرح کی ذلتیں کیونکر وجود میں آتی گئیں۔ یہاں تک کہ واقعہ کربلا ظہور میں آیا۔ اور اس کے بعد سادات کشیاں اور طرح طرح کی آل محمدؐ کے ساتھ بے اعتنائیاں واقع ہوتی گئیں۔ یہ واقع عقد ام کلثوم کا حسب بیان علمائے اہلسنت ایک ملال خیز واقعہ ہے۔ اور بالیقین آل محمدؐ کی بڑی ذلت اور کمزوری کی خبر دیتا ہے۔ اس واقعہ کے وحشت انگیز ہونے میں کیا گفتگو ہو سکتی ہے۔ ہر چند مولوی سید مہدی علی صاحب عرف نواب محسن الملک بہادر نے حضرت عمرؓ کی اس حیرت انگیز کارروائی کی بڑی تائید کی ہے۔ مگر چونکہ نواب ممدوح خود لاولد تھے۔ اس عقد بے سروپا کی ایذا رسانیوں کو اپنے اوپر قیاس کرنے سے مجبور رہے۔ اے ساکنان دنیا عام اس سے کہ تم یہود ہو یا ہندو، عیسائی ہو یا مسلمان، لامذہب ہو یا با مذہب میں تم سے پوچھتا ہوں۔ کہ تمہارا دل کیا کہے گا۔ اگر تمہاری کوئی چار یا پانچ برس کی بیٹی ہو۔ اور باپ کی حیثیت سے تم اسے ایک معقول اور مناسب دولہا سے بیاہنا چاہتے ہو۔ لیکن کوئی ایک بوڑھا ساٹھ

بس کا بیچ میں کود پڑے۔ اور زور دکھا کر تمہاری معصوم بچی کو اپنے پاس بلوالے۔ اور جب وہ صغیر سن بچی اس بوڑھے کے پاس پہنچ جائے۔ تو وہ قبل از نکاح اس کو اپنی گود میں بٹھلائے اور پھر وہ بوڑھا اس کا بوسہ لے اور اس کو اس کے گھر واپس آنے کے وقت اس کی ران تھام لے۔ اے دنیا میں صغیر سن بیٹی رکھنے والو، سچ کہو۔ آیا تم کو یہ سب عمری کارروائیاں کبھی پسند آسکتی ہیں۔ ضرور تمہاری شرافت اور نجابت چلا اٹھے گی۔ کہ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ جائے لحاظ ہے کہ ابن حجر صاحب نے حضرت عمر کے بوسہ لینے کی توجیہ تو اس طور پر کرادی کہ یہ بوسہ لینا براہ اکرام وتعظیم تھا۔ مگر ران تھامنے کی کوئی توجیہ نہیں کرسکے شائد ابن حجر کے قبیلہ میں غیر محرم سے عورتوں کا ران تھموانا ایک رسمی امر تھا جو اس محقق نامی کو قابل توجیہ نہیں معلوم ہوا۔ مصباح الظلم صفحہ ۶۳-۶۴۔

اقول

اوراق سابقہ میں ہم دکھا چکے ہیں۔ کہ از روئے کتب اثنا عشریہ حضرت عمر فاروق کا نکاح حضرت ام کلثوم بنت فاطمہؓ کے ساتھ ثابت ہے۔ یہاں اس نکاح کے متعلق کتب اہل سنت کے حوالے بھی نقل کیے جاتے ہیں۔

(۱) امام ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ) اپنی صحیح میں فرماتے ہیں۔ حدثنا عبدان انا عبد الله انا یونس عن ابن شهاب قال ثعلبة بن ابی مالک ان عمر بن الخطاب قسم مروطا بین نساء من نساء المدینة فبقی مرط جید فقال له بعض من عنده یا امیر المومنین اعط هذا ابنة رسول الله صلی الله علیه وسلم التی عندک یریدون ام کلثوم بنت علی فقال عمر ام سلیط احق وام سلیط من نساء الانصار ممن بایع رسول الله صلی الله علیه وسلم قال عمر فانها کانت تزفر لنا القرب یوم احد (صحیح بخاری۔ کتاب الجهاد۔ باب حمل النساء القرب الی الناس فی الغزو)۔ ترجمہ۔ حدیث بیان کی ہم سے عبدان نے۔ کہ خبر دی ہم کو عبداللہ بن مبارک نے۔ کہ خبر دی ہم کو یونس بن یزید الایلی نے ابن شہاب (محمد بن مسلم زہری) سے۔ کہ کہا ثعلبہ بن ابی مالک نے کہ عمر بن الخطاب نے مدینہ کی عورتوں میں سے کچھ عورتوں کے درمیان چادریں تقسیم کیں۔ ایک عمدہ چادر باقی رہ گئی۔ حاضرین میں سے بعضوں نے حضرت عمرؓ سے کہا۔ اے امیر المومنین یہ چادر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیٹی (نواسی) کو جو آپ کی زوجیت میں ہے، عطا فرما دیجئے۔ ان کی مراد ام کلثوم بنت علیؓ تھی۔ پس حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ام سلیط زیادہ

حق دار ہے۔ ام سلیط انصار کی عورتوں میں سے تھی جنہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ اس کا حق اس لیئے زیادہ ہے۔ کہ وہ احد کے دن ہمارے واسطے مشکیں اٹھا کر لاتی تھی۔ انتہٰے۔ یہ حدیث صحیح بخاری کی کتاب المغازی باب ذکر ام سلیط میں بھی بروایت یحیی بن بکیر عن لیث عن یونس عن الزہری مذکور ہے۔

(۳) امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی (متوفی ۳۰۳ھ) اپنی سنن میں فرماتے ہیں۔ اخبرنا محمد بن رافع قال انبانا عبدالرزاق قال انبانا ابن جریج قال سمعت نافعا یزعم ان ابن عمر صلی علی تسع جنائز جمیعاً فجعل الرجال یلون الامام والنساء یلین القبلة فصفهن صفا واحدا ووضعت جنازة ام کلثوم بنت علی امرأة عمر بن الخطاب وابن لہا یقال له زید وضعا جمیعا والامام یومئذ سعید بن العاص وفی الناس ابن عمر وابوہریرة وابوسعید وابوقتادة فوضع الغلام مما یلی الامام فقال رجل فانکرت ذلك فنظرت الی ابن عباس وابی ہریرة وابی سعید وابی قتادة فقلت ما ھذا قالوا ھی السنة (سنن نسائی۔ کتاب الجنائز۔ باب اجتماع جنائز الرجال والنساء)۔ ترجمہ۔ خبر دی ہم کو محمد بن نافع نے۔ کہا کہ خبر دی ہم کو عبدالرزاق نے۔ کہا کہ خبر دی ہم کو ابن جریج نے۔ کہا کہ سنا میں نے نافع کو کہ کہہ رہے تھے۔ کہ ابن عمر نے نو جنازوں پر ایک ساتھ نماز پڑھی۔ پس مردوں کے جنازوں کو امام کے قریب رکھا۔ اور عورتوں کے جنازوں کو قبلہ کی طرف ایک صف میں رکھا۔ اور ام کلثوم بنت علی زوجۂ عمر بن الخطاب اور ان کے بیٹے زید ان دونوں کا جنازہ ایک ساتھ رکھا گیا۔ اور حضرت سعید بن عاص اس وقت امام تھے۔ اور حاضرین میں ابن عمر اور ابوہریرہ اور ابوسعید اور ابوقتادہ تھے۔ پس لڑکے کا جنازہ امام کے قریب رکھا گیا۔ ایک شخص نے کہا۔ کہ مجھے یہ ناپسند ہے اور ابن عباس وابوہریرہ وابوسعید و ابوقتادہ کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ کہ یہ کیا ہے؟ وہ بولے کہ یہ سنت ہے۔ انتہٰے۔

(۴) امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی (متوفی ۲۷۵ھ) اپنی سنن میں یوں نقل فرماتے ہیں۔ حدثنا یزید بن خالد بن موھب الرملی حدثنا ابن وھب عن ابن جریج عن یحیی بن صبیح قال حدثنی عمار مولی الحارث بن نوفل انہ شھد جنازة ام کلثوم وابنہا فجعل الغلام مما یلی الامام فانکرت ذلك وفی القوم ابن عباس وابوسعید الخدری وابوقتادة وابوہریرة فقالوا ھذہ السنة (سنن ابوداؤد۔ مجلد ثانی۔ کتاب

الجنائز- باب اذا حضر جنائز رجال ونساء من یقدم)- ترجمہ- حدیث بیان کی ہم سے یزید بن خالد بن موہب الرملی نے کہ حدیث بیان کی ہم سے ابن وہب نے ابن جریج سے۔ اس نے یحییٰ بن صبیح سے کہا کہ حدیث بیان کی مجھ سے حارث بن نوفل کے آزاد کردہ غلام عمار نے کہ میں ام کلثوم اور اس کے بیٹے کے جنازے پر حاضر ہوا۔ پس لڑکے کو امام کے قریب رکھا گیا۔ میں نے اسے ناپسند کیا۔ اور حاضرین میں ابن عباس و ابو سعید خدری و ابو قتادہ و ابو ہریرہ تھے۔ وہ بولے کہ یہ سنت ہے۔ انتہے۔

(۴) ابو عبداللہ محمد بن سعد زہری (متوفی ۲۳۰ھ) طبقات میں لکھتے ہیں۔ ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصی وامها فاطمة بنت رسول اللہ صلعم وامها خدیجة بنت خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی تزوجها عمر بن الخطاب وهی جاریة لم تبلغ فلم تزل عنده الی ان قتل وولدت له زید بن عمر ورقیة بنت عمر (طبقات ابن سعد۔ جزء ثانی۔ صفحہ ۳۳۹)۔ ام کلثوم بیٹی ہے علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی کی۔ اور ام کلثوم کی ماں فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلعم ہے۔ اور فاطمہؓ کی ماں خدیجہؓ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزے بن قصی ہے۔ حضرت عمرؓ نے ام کلثوم کے ساتھ نکاح کیا۔ اور وہ نابالغہ تھی۔ پس وہ حضرت عمرؓ کے ہاں رہی۔ یہاں تک کہ حضرت فاروق نے شہادت پائی۔ اور اس سے پیدا ہوئے زید بن عمرؓ اور رقیہ بنت عمرؓ۔ انتہے۔

(۵) ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری (متوفی ۲۷۶ھ) حضرت علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ کی صاحبزادیوں کی تفصیل یوں لکھتے ہیں۔ (بنات علی بن ابی طالب) فاما زینب الکبریٰ بنت فاطمة فکانت عند عبد اللہ بن جعفر فولدت له اولادا قد ذکرنا هم۔ واما ام کلثوم الکبری وهی بنت فاطمة فکانت عند عمر بن الخطاب وولدت له اولادا قد ذکرنا هم فلما قتل عمر تزوجها محمد بن جعفر بن ابی طالب فمات عنها ثم تزوجها عون بن جعفر بن ابی طالب فماتت عنده وکان سائر بنات علی عند ولد عقیل وولد العباس خلا ام الحسن فانها کانت عند جعدة بن هبیرة المخزومی وخلا فاطمة فانها کانت عند سعید بن الاسود من بنی الحرث بن اسد (کتاب المعارف۔ مطبوعہ مصر۔ صفحہ ۷۰)۔ ترجمہ (علیؓ بن ابی طالب کی صاحبزادیاں) زینب کبرے بنت فاطمہ عبداللہ بن جعفر کے نکاح میں تھیں۔ ان سے اولاد پیدا ہوئی۔ جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ ام کلثوم کبرے بنت فاطمہ عمر بن الخطاب کے نکاح میں تھیں۔ ان سے اولاد پیدا ہوئی۔ جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ جب حضرت عمرؓ شہید کر دئے گئے۔

تو ام کلثوم کا نکاح محمد بن جعفر بن ابی طالب کے ساتھ ہوا۔ انہوں نے ام کلثوم کی زندگی میں انتقال کیا۔ بعد ازاں ام کلثوم عون بن جعفر بن ابی طالب کے نکاح میں آئیں اور ان کی زندگی میں انتقال کر گئیں۔ حضرت علیؓ کی باقی صاحبزادیاں عقیل وعباس کے بیٹوں کے نکاح میں تھیں۔ سوائے ام الحسن کے جو جعدہ بن ہبیرہ مخزومی کے نکاح میں تھیں۔ اور سوائے فاطمہؓ کے جو بنو حارث بن اسد میں سے سعید بن اسود کے نکاح میں تھیں۔ انتہٰی۔ کتاب المعارف صفحہ ۶۰ میں اولاد عمر فاروق کے ضمن میں ہے۔ وولد عمر بن الخطاب فاطمة وزیداً و امهما ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب من فاطمة بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویقال ان اسم بنت ام کلثوم من عمر رقیة۔ یعنے عمر بن الخطاب کے ہاں پیدا ہوئے فاطمہ اور زید جن کی ماں ام کلثوم ہے جو بیٹی ہے علی بن ابی طالب کی فاطمہ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بطن مبارک سے۔ اور کہا جاتا ہے کہ ام کلثوم کی بیٹی کا نام جو حضرت عمرؓ سے تھی رقیہ تھا انتہٰی۔

(۶) ابو جعفر محمد بن جریر طبری (متوفی سنہ ۳۱۰ھ) کی تاریخ کبیر میں ہے۔ وتزوج ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب وامها فاطمة بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصدقها فیما قیل اربعین الفا فولدت له زیدا ورقیة (تاریخ الامم والملوک۔ مطبوعہ مصر۔ جزو خامس صفحہ ۱۶۰)۔ ترجمہ۔ حضرت عمرؓ نے ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب کے ساتھ نکاح کیا۔ جن کی ماں فاطمہ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھیں۔ اور کہا گیا ہے کہ ان کا مہر چالیس ہزار مقرر تھا۔ پس حضرت عمرؓ کے ہاں ام کلثوم سے زید ورقیہ پیدا ہوئے۔ انتہٰی۔

(۷) ابو عمر احمد بن محمد معروف بہ ابن عبدربہ (متوفی سنہ ۳۲۸ھ) جس کے تشیع کا حال پہلے آچکا ہے یوں رقمطراز ہے۔ وکان علی قد عزل بناته لولد جعفر بن ابی طالب فلقیه عمر فقال یا ابا الحسن انکحنی ابنتك ام کلثوم ابنة فاطمة بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال قد حبستها لابن جعفر قال انه واللہ ما علی الارض احد یرضیك من حسن صحبتها بما ارضیك به فانکحنی یا ابا الحسن قال قد انکحتکها یا امیر المومنین فاقبل عمر فجلس فی الروضة بین القبر والمنبر واجتمع الیه المهاجرون والانصار فقال رفئونی قالوا بمن یا امیر المومنین قال بام کلثوم فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل سبب ونسب ینقطع یوم القیامة الا سببی ونسبی وقد تقدمت لی صحبة فاحببت ان یکون لی معها سبب فولدت له ام کلثوم زید بن عمر ورقیة بنت عمر (عقد الفرید۔ مطبوعہ مطبع

عامرہ شرفیہ۔ مصر سنہ ۱۳۱۶ھ۔ جزء ثالث۔ صفحہ ۱۹۲)۔ ترجمہ۔ اور حضرت علی نے اپنی بیٹیاں جعفر بن ابی طالب کے لڑکوں کے لیئے الگ کر رکھی تھیں۔ حضرت عمرؓ ان سے ملے اور کہا۔ اے ابوالحسن آپ اپنی صاحبزادی ام کلثوم بنت فاطمہ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نکاح مجھ سے کردیں۔ حضرت علی نے جواب دیا کہ میں نے اس کو جعفر کے بیٹے کے لیئے روک رکھا ہے۔ حضرت فاروق نے کہا۔ اللہ کی قسم روئے زمین پر کوئی ایسا نہیں جو آپ کو ام کلثوم کے ساتھ حسن سلوک سے ایسا خوش کرے جیسا کہ میں آپ کو خوش کروں گا۔ پس اے ابوالحسن آپ میرے ساتھ اس کا نکاح کردیں۔ حضرت علی نے جواب دیا۔ اے امیرالمومنین میں نے آپ کا نکاح اس کے ساتھ کردیا۔ یہ سن کر حضرت عمر آئے اور روضہ جنت میں قبر شریف و منبر شریف کے درمیان بیٹھ گئے۔ مہاجرین و انصار آپ کے پاس جمع ہوگئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ میرے نکاح میں دعائے خیر و برکت کرو۔ انہوں نے عرض کی کہ کس کے ساتھ۔ فرمایا کہ ام کلثوم کے ساتھ۔ کیونکہ میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ قیامت کے دن سوائے میرے سبب اور میرے نسب کے ہر ایک سبب و نسب منقطع ہے۔ مجھے صحبت کا شرف تو حاصل ہے۔ میں نے چاہا کہ صحبت کے ساتھ سبب بھی حاصل ہو جائے پس حضرت عمرؓ کے ہاں ام کلثوم سے زید بن عمر اور رقیہ بنت عمر پیدا ہوئے۔ انتہے۔

(۸)۔ حافظ محمد بن حبان (متوفی سنہ ۳۵۴ھ) نے کتاب الثقات میں واقعات سنہ ۱۷ھ میں یوں لکھا ہے۔ ثم تزوج عمر ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب وھی من فاطمۃ ودخل بھا فی شھر ذیقعدۃ
ترجمہ۔ بعد ازاں حضرت عمرؓ نے ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب کے ساتھ نکاح کیا۔ جو حضرت فاطمہ کے بطن مبارک سے تھیں۔ اور ماہ ذیقعدہ میں ان سے مقاربت کی۔ انتہے۔

(۹) حافظ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ معروف بہ حاکم نیشاپوری (متوفی سنہ ۴۰۵ھ) نے جن کا تشیع مشہور ہے۔ اس واقعہ تزویج کو یوں ذکر کیا ہے۔ حدثنا الحسن بن یعقوب وابراھیم بن عصمۃ العدلان قالا ثنا السری بن خزیمۃ ثنا معلی بن راشد ثنا وھیب بن خالد عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن علی بن الحسین ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خطب الی علی رضی اللہ عنہ ام کلثوم فقال انکحنیھا فقال علی انی ارصدھا لابن اخی عبداللہ بن جعفر فقال عمر انکحنیھا فواللہ ما من الناس احد یرصد من امرھا ما ارصدہ فانکحہ علی فاتی عمر المھاجرین فقال الا تھنونی فقالوا بمن یا امیرالمومنین فقال بام کلثوم بنت علی وابنۃ فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول کل نسب وسبب ینقطع

یوم القیامۃ الا ما کان من سببی ونسبی فاحببت ان یکون بینی وبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نسب وسبب ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ (مستدرک علی الصحیحین مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ۔ جزء ثالث۔ صفحہ ۱۴۲)۔ ترجمہ (بحذف اسناد) امام جعفر صادق نے اپنے والد امام محمد باقر سے اور انہوں نے امام زین العابدین سے روایت کی۔ کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ سے ام کلثوم کی خواستگاری کی اور کہا کہ اس کا نکاح میرے ساتھ کر دیجئے علیؓ نے کہا۔ کہ میں نے ام کلثوم کو اپنے بھتیجے عبداللہ بن جعفر کے لئے روک رکھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ اس کا نکاح میرے ساتھ کر دیں۔ اللہ کی قسم روئے زمین پر کوئی مجھ سے زیادہ ام کلثوم کی کرامت کا امیدوار نہیں۔ پس حضرت علی نے حضرت عمر کا نکاح کر دیا۔ حضرت عمر مہاجرین کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ کہ تم مجھے نکاح کی مبارک باد کیوں نہیں دیتے۔ وہ بولے کہ کس کے ساتھ اے امیر المومنین۔ فرمایا۔ کہ ام کلثوم بنت علی و فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ قیامت کے دن میرے سبب و نسب کے سوا ہر ایک نسب و سبب منقطع ہوگا۔ اس لئے میں نے چاہا۔ کہ درمیان میرے اور درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب و سبب ہو۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ شیخین نے اسے اخراج نہیں کیا۔ انتہی

(۱۰)۔ امام ابوبکر احمد بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ) نے اس قصہ تزویج کو اس سند کے ساتھ جس کے رجال اکابر اہلبیت میں سے ہیں۔ اخراج کیا ہے۔ ان علیاً عزل بناتہ لولد اخیہ جعفر فلقیہ عمر رضی اللہ عنہما فقال لہ یا ابا الحسن انکحنی ابنتک ام کلثوم بنت فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال قد حبستھن لولد اخی جعفر فقال عمر انہ واللہ ما علی وجہ الارض من یرصد من صحبتھا ما ارصد فانکحنی یا ابا الحسن فقال قد انکحتھا فعاد عمر الی مجلسہ بالروضۃ مجلس المھاجرین والانصار فقال ھنئونی قالوا بمن یا امیر المومنین قال بام کلثوم بنت علی واخذ یحدث انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل صھر او سبب او نسب ینقطع یوم القیامۃ الا صھری وسببی ونسبی وانہ کان لی صحبۃ فاحببت ان یکون لی معھا سبب۔ (صواعق محرقہ۔ مطبوعہ مصر۔ صفحہ ۹۳)۔ اس کا اردو ترجمہ قریباً وہی ہے۔ جو روایت حاکم نمبر (۹) کا ہے۔

مذکورہ بالا عشرہ کاملہ سے ان علمائے شیعہ کی تردید اظہر من الشمس ہے جو کہتے ہیں۔ کہ کتب اہلسنت سے یہ نکاح ثابت نہیں۔ شیعہ ان مستند و معتبر حوالوں کو پس انداز کرتے ہیں اور وہ روایتیں

پیش کرتے ہیں جن سے نکاح ام کلثوم بنت فاطمہؓ تو ثابت ہے۔ مگر ان میں ایسے امور (گود میں بٹھانا۔ بوسہ لینا وغیرہ) مذکور ہیں۔ جن کے سبب شیعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر طعن کرتے ہیں۔ ہم ذیل میں بغرض تنقید کئی روایتیں نقل کرتے ہیں۔

(۱) طبقات ابن سعد (جزء ثامن۔ ترجمہ ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب) میں ہے۔ اخبرنا انس بن عیاض اللیثی عن جعفر بن محمد عن ابیہ ان عمر بن الخطاب خطب الی علی بن ابی طالب ابنتہ ام کلثوم فقال علی انما حبست بناتی علی بنی جعفر فقال عمر انکحنیھا یا علی فواللہ ما علی ظھر الارض رجل یرصد من حسن صحابتھا ما ارصد فقال علی قد فعلت فجاء عمر الی مجلس المھاجرین بین القبر والمنبر وکانوا یجلسون ثم علی وعثمٰن والزبیر وطلحۃ وعبد الرحمٰن بن عوف فاذا کان الشیئ یاتی عمر من الآفاق جاءھم فاخبرھم ذلک واستشارھم فیہ فجاء عمر فقال رفئونی فرفئوہ و قالوا بمن یا امیر المومنین قال بابنۃ علی بن ابی طالب ثم انشأ یخبرھم فقال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کل نسب وسبب منقطع یوم القیامۃ الا نسبی وسببی وکنت قد صحبتہ فاحببت ان یکون ھذا ایضا۔ ترجمہ۔ خبر دی ہم کو انس بن عیاض لیثی نے جعفر بن محمد سے۔ اس نے اپنے باپ محمد باقر سے کہ عمر بن الخطاب نے علی بن ابی طالب سے ان کی صاحبزادی ام کلثوم کی خواستگاری کی۔ علیؓ نے جواب دیا۔ کہ میں نے اپنی بیٹیاں جعفر کے بیٹوں کے لئے روک رکھی ہیں۔ عمرؓ نے کہا۔ اے علی۔ ام کلثوم کا نکاح میرے ساتھ کر دیجئے۔ اللہ کی قسم روئے زمین پر کوئی شخص ایسا نہیں۔ جو ام کلثوم کے ساتھ حسن سلوک سے اس امر کا امیدوار ہو جس کا میں امیدوار ہوں۔ علیؓ نے کہا۔ کہ میں نے کر دیا۔ پس عمرؓ قبر شریف و منبر شریف کے درمیان مجلس مہاجرین میں آئے۔ اور وہاں علیؓ و عثمانؓ و زبیرؓ و طلحہؓ و عبد الرحمٰن بن عوف بیٹھا کرتے تھے۔ جب ملک کے کسی حصہ سے حضرت عمرؓ کو کچھ خبر آتی۔ تو ان کے پاس آتے اور ان کو خبر دیتے۔ اور اس میں ان کا مشورہ طلب کرتے۔ پس عمرؓ آئے اور کہنے لگے کہ مجھے نکاح کی مبارکباد دو۔ پس انہوں نے مبارکباد دی۔ اور پوچھا کہ کس کے ساتھ اے امیر المومنین۔ عمرؓ نے جواب دیا۔ کہ علی بن ابی طالب کی بیٹی کے ساتھ۔ پھر آپ انہیں خبر دینے لگے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ قیامت کے دن سوائے میرے نسب و سبب کے ہر ایک نسب و سبب منقطع ہوگا۔ مجھے صحبت کا شرف حاصل ہے۔ لہٰذا میں نے چاہا کہ یہ بھی حاصل ہو جائے انتہے۔

(۲) طبقات ابن سعد ہی میں ہے۔ قال محمد بن عمر وغیرہ لما خطب عمر بن الخطاب الی علی ابنتہ ام کلثوم قال یا امیر المومنین انھا صبیۃ فقال انک واللہ ما بک ذالک ولکن قد علمنا

ما بلت نامر علی بہا فصنعت ثم امر ببرد فطواہ وقال انطلقی بھذا الی امیر المومنین فقولی ارسلنی ابی یقرئک السلام ویقول ان رضیت البرد فامسکہ وان سخطتہ فردہ فلما اتت عمر قال بارک اللہ فیک وفی ابیک قد رضینا قال فرجعت الی ابیہا فقالت ما نشر البرد ولا نظر الا الی فزوجہا ایاہ فولدت لہ غلاما یقال لہ زید۔ ترجمہ۔ محمد بن عمر واقدی وغیرہ کا قول ہے۔ کہ جب عمر بن الخطاب نے علیؓ سے ان کی بیٹی ام کلثوم کی خواستگاری کی۔ تو علیؓ نے کہا۔ اے امیر المومنین وہ نابالغہ ہے عمرؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم آپ اس کا خیال نہ کریں ہمیں آپ کا مطلب معلوم ہے (ع) پس علیؓ نے ام کلثوم کے لیے حکم دیا۔ پس وہ آراستہ کی گئی۔ پھر آپ نے ایک چادر منگوا کر لپیٹ دی۔ اور ام کلثوم سے کہا کہ اسے لے کر امیر المومنین کے پاس جاؤ۔ اور کہہ دیجو کہ مجھے میرے باپ نے بھیجا ہے۔ وہ آپ کو سلام کہتے ہیں۔ اور یہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر آپ کو یہ چادر پسند ہے تو اس کو رکھ لیں۔ اور اگر ناپسند ہے تو واپس کر دیں۔ جب وہ حضرت عمرؓ کے پاس آئی۔ تو آپ نے کہا۔ اللہ تجھ میں اور تیرے والدین میں برکت دے ہمیں پسند ہے۔ پس وہ اپنے باپ کے پاس واپس آ کر کہنے لگی۔ کہ امیر المومنین نے چادر کو پھیلایا نہیں۔ اور نہ میرے سوا کسی چیز کی طرف دیکھا۔ یہ سن کر حضرت علیؓ نے ام کلثوم کا نکاح ان سے کر دیا۔ اور حضرت عمر کے ہاں ام کلثوم سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام زید تھا۔ انتہیٰ۔

(۳۳) استیعاب ابن عبد البر (متوفی ۴۶۳ھ) میں ترجمہ ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب میں ہے۔

خطبہا عمر بن الخطاب الی علی ابن ابی طالب فقال لہ انہا صغیرۃ فقال لہ عمر زوجنیہا یا ابا الحسن فانی ارصد من کرامتہا ما لا یرصد احد فقال لہ علی رضی اللہ عنہ انا ابعثہا الیک فان رضیتہا فقد زوجتکہا فبعثہا الیہ ببرد وقال لہا قولی ہذا البرد الذی قلت لک فقالت ذلک لعمر فقال قولی لہ قد رضیت رضی اللہ عنک ووضع یدہ علی ساقہا فکشفہا فقالت اتفعل ہذا لولا انک امیر المومنین لکسرت انفک ثم خرجت حتی جاءت اباہا فاخبرتہ الخبر وقالت بعثتنی الی شیخ سوء فقال یا بنیۃ انہ زوجک فجاء عمر الی مجلس المہاجرین فی الروضۃ وکان یجلس فیہا المہاجرون الاولون فجلس الیہم فقال لہم رفئونی فقالوا بماذا یا امیر المومنین قال تزوجت ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل نسب وسبب وصہر منقطع یوم القیامۃ الا نسبی وسببی وصہری فکان لی بہ علیہ السلام النسب والسبب فاردت ان اجمع الیہ الصہر فرفئوہ۔ ترجمہ۔ عمر بن الخطاب نے علی بن ابی طالب سے ان کی بیٹی ام کلثوم کی خواستگاری کی۔ علیؓ نے ان کو جواب دیا۔ کہ وہ نابالغہ ہے۔ عمرؓ نے کہا۔ اے

ابوالحسن میرے ساتھ اس کا نکاح کر دیجئے۔ کیونکہ میں اس کی کرامت سے اس چیز کا امیدوار ہوں جس کا کوئی دوسرا امیدوار نہیں۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ میں اسے آپ کے پاس بھیج دیتا ہوں۔ اگر آپ اسے پسند فرمائیں۔ میں اسے آپ کے ساتھ بیاہ دوں گا۔ پس حضرت علیؓ نے اسے ایک چادر دے کر حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا اور کہہ دیا کہ عمرؓ سے کہنا کہ یہ چادر جس کا میں نے ذکر کیا آپ کے واسطے ہے۔ ام کلثوم نے حضرت عمرؓ سے اسی طرح کہہ دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ علیؓ سے کہہ دینا کہ میں راضی ہوں۔ اللہ تجھ سے راضی ہو۔ اور اپنا ہاتھ اس کی ساق پر رکھا اور کشف ساق کیا۔ ام کلثوم نے کہا کیا آپ ایسا کرتے ہیں۔ اگر آپ امیر المومنین نہ ہوتے۔ تو میں آپ کی ناک توڑ دیتی۔ یہ کہ کر وہ وہاں سے نکلی۔ یہاں تک کہ اپنے باپ کے پاس آئی۔ اور انہیں سب ماجرا کہہ سنایا۔ اور کہا کہ آپ نے مجھے برے شیخ کے پاس بھیجا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ اے پیاری بیٹی وہ تیرے شوہر ہیں۔ پس عمرؓ روضہ میں مہاجرین کے پاس آئے جہاں مہاجرین اولین بیٹھا کرتے تھے۔ آپ ان کے پاس بیٹھ گئے۔ اور کہنے لگے۔ مجھے مبارکباد دو۔ انہوں نے پوچھا۔ اے امیر المومنین کس بات کی مبارک باد۔ فرمایا۔ کہ میں نے ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب کے ساتھ نکاح کیا ہے۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ کہ فرماتے تھے۔ کہ قیامت کے دن سوائے میرے نسب و سبب و صہر کے ہر ایک نسب و سبب و صہر منقطع ہو گا۔ مجھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسب و سبب۔۔۔۔ حاصل تھا۔ میں نے چاہا کہ اس کے ساتھ صہر بھی جمع ہو جائے۔ یہ سن کر مہاجرین نے حضرت عمرؓ کو مبارکباد دی انتہے۔

(۴) استیعاب ہی میں ہے۔ حدثنا عبد الوارث حدثنا قاسم حدثنا الخشنی حدثنا ابن ابی عمر حدثنا سفیان عن عمرو بن دینار عن محمد بن علی ان عمر بن الخطاب خطب الی علی ابنته ام کلثوم فذکر له صغرها فقیل له ان ردك فعاوده فقال له علی ابعث بها الیك فان رضیت فهی امرأتك فارسل بها الیه فکشف عن ساقها فقالت مه واللہ لولا انك امیر المومنین للطمت عینیك۔ ترجمہ۔ حدیث بیان کی ہم سے عبد الوارث نے کہ حدیث بیان کی ہم سے قاسم نے کہ حدیث بیان کی ہم سے خشنی نے کہ حدیث بیان کی ہم سے ابن ابی عمر نے کہ حدیث بیان کی ہم سے سفیان۔ نے عمرو بن دینار سے۔ اس نے امام محمد باقر سے کہ عمر بن الخطابؓ نے علیؓ سے ان کی بیٹی ام کلثوم کی خواستگاری کی۔ حضرت علیؓ نے صغر سنی کا عذر پیش کیا۔ حضرت عمرؓ سے کہا گیا کہ علیؓ نے آپ کو رد کر دیا۔ پس حضرت عمر دوبارہ حضرت علیؓ کے پاس آئے۔ حضرت علیؓ نے کہا۔ کہ میں اسے آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔ اگر پسند آئی تو وہ آپ کی زوجہ ہے۔ لہذا حضرت علیؓ نے اسے حضرت

عمر کے پاس بھیج دیا۔ حضرت عمرؓ نے ام کلثوم کی ساق کو ننگا کیا۔ ام کلثومؓ نے کہا۔ دیکھ اللہ کی قسم اگر آپ امیر المومنین نہ ہوتے۔ تو میں ضرور آپ کی آنکھوں پر طپانچہ مارتی۔ انتہٰے۔

(۵) اصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر العسقلانی (متوفی سنہ ۸۵۲ھ) میں ترجمہ ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب میں ہے۔ قال ابن ابی عمر المقدسی حدثنی سفیان عن عمرو عن محمد بن علی ان عمر خطب الی علی ابنتہ ام کلثوم فذکر لہ صغرھا فقیل لہ انہ ردک فعاودہ فقال لہ علی ابعث بہا الیک فان رضیت فہی امرأتک فارسل بہا الیہ فکشف عن ساقہا فقالت مہ لولا انک امیر المومنین لطمت عینیک۔ یہ وہی روایت نمبر (۴) ہے۔

(۶) روایت کتاب المودۃ پہلے آچکی ہے۔ جس میں مذکور ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے ام کلثوم کو اپنے زانو پر بٹھایا۔ اور اس کے سر پر سے مقنع اور ساق پر سے جامہ اٹھا دیا۔ اس وقت ام کلثوم چار سالہ اور حضرت عمر شصت سالہ تھے۔

(۷)۔ اسعاف الراغبین کی روایت سید امداد امام نے ذکر کر دی ہے۔ جس میں حضرت عمرؓ کا ام کلثوم کو گود میں بٹھانا اور بوسہ لینا۔ اور بوقت رخصت اس کی ساق کو تھام لینا مذکور ہے۔

اب روایت نمبر (۱) طبقات ابن سعد۔ روایت نمبر (۴) استیعاب۔ روایت نمبر (۵) اصابہ اور عشرہ کاملہ سابقہ میں سے روایت نمبر (۹) مستدرک اور روایت نمبر (۱۰) بیہقی پر نظر غور ڈالو۔ ان پانچوں کے اسناد میں انقطاع ہے۔ خواہ انتہائے اسناد میں امام محمد باقر (متوفی سنہ ۱۱۷ھ) ہوں یا امام زین العابدین (متوفی سنہ ۹۴ھ)۔ کیونکہ جو واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ وہ سنہ ۱۷ھ کا ہے۔ روایت مستدرک و بیہقی کے راویوں میں وہیب بن خالد۔ امام جعفر صادق۔ امام محمد باقر۔ امام زین العابدین ہیں۔ اور روایت طبقات میں انس بن عیاض۔ امام جعفر صادق۔ امام محمد باقر ہیں۔ اسی طرح روایت استیعاب و اصابہ میں سفیان۔ عمرو بن دینار۔ امام محمد باقر ہیں۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ یہ ایک ہی روایت کے مختلف طریق ہیں۔ یہ محال ہے کہ امام محمد باقر اپنے صاحبزادے امام جعفر صادق سے ایک ہی واقعہ میں کچھ بیان کریں اور عمرو بن دینار سے اسی واقعہ میں کچھ اور ہی ذکر کریں۔ روایت ابن سعد میں امام صادق سے نیچے کا راوی انس بن عیاض ثقہ ہے۔ اور روایت حاکم بھی صحیح الاسناد ہے۔ پس بفحوائے اہل البیت ادری بما فیہ طریق امام صادق کا مضمون صحیح ہے۔ جس میں مذکور ہے۔ کہ حضرت عمر کی خواستگاری پر حضرت علی نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح ان کے ساتھ کر دیا۔ اس میں اس بات کا ذکر تک نہیں۔ کہ حضرت علیؓ نے ام کلثوم کو حضرت عمر فاروق کے پاس بھیجا۔ اور انہوں نے کشف ساق کیا۔ اور ام کلثوم نے یوں سخت جواب

دیا۔ قطع نظر روایت کے ایسا امر از روئے درایت بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔ حضرت عمر فاروق کی شان اس سے ارفع و اعلےٰ ہے۔ علاوہ ازیں طریق عمرو بن دینار جس میں یہ امر مذکور ہے۔ مخدوش ہے۔ پہلا راوی عبدالوارث اور دوسرا قاسم ہے۔ ہر دو نام کے کئی راوی ہیں۔ تیسرا راوی خشنی ہے۔ مگر خشنی دو ہیں۔ مسلمہ بن علی خشنی اور حسن بن یحییٰ خشنی۔ مسلمہ کی نسبت تہذیب التہذیب میں ہے۔ کہ ابن معین و دحیم کا قول ہے کہ مسلمہ لاشئ ہے۔ امام بخاری و ابو زرعہ کا قول ہے۔ کہ مسلمہ منکر الحدیث و متروک ہے۔ جوزجانی کا قول ہے۔ کہ مسلمہ ضعیف اور اس کی حدیث متروک ہے۔ امام نسائی و دارقطنی و برقانی کا قول ہے۔ کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ ابو احمد حاکم کا قول ہے۔ کہ وہ ذاہب الحدیث ہے۔ ابن حبان کا قول ہے۔ کہ وہ اسانید کو مقلوب کر دیتا تھا۔ اور ثقات کے نام سے حدیثیں روایت کرتا تھا جو ان کی نہ تھیں۔ ابن عدی کا قول ہے۔ کہ مسلمہ کی تمام حدیثیں غیر محفوظ ہیں۔ ابن جنید نے بروایت ابن معین بیان کیا کہ ہر دو خشنی یعنے مسلمہ اور حسن بن یحییٰ ضعیف و لاشئے ہیں۔ حسن بن یحییٰ خشنی کا مزید حال یہ ہے۔ کہ ابو حاتم کا بیان ہے کہ حسن صدوق مگر اس کا حافظہ خراب ہے۔ امام نسائی فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں۔ دارقطنی کا قول ہے کہ حسن متروک ہے عبدالغنی بن سعید کا قول ہے۔ کہ حسن لاشے ہے۔ چوتھا راوی ابن ابی عمر یعنے محمد بن یحیےٰ بن ابی عمر عدنی ہے۔ تہذیب التہذیب میں ہے۔ قال ابن ابی حاتم عن ابیہ کان رجلا صالحا وکان بہ غفلۃ و رأیت عندہ حدیثا موضوعا حدث بہ عن ابن عیینۃ وکان صدوقا۔ یعنے ابن ابی حاتم نے اپنے والد ابو حاتم کی زبانی بیان کیا۔ کہ ابن ابی عمر نیک شخص تھا۔ مگر اس میں غفلت تھی۔ میں نے اس کے پاس ایک موضوع حدیث دیکھی جس کو اس نے سفیان بن عیینہ سے روایت کیا۔ اور وہ صدوق تھا انتہٰے۔ اس سے ظاہر ہے کہ طریق عمرو بن دینار مجروح اور درجہ اعتبار سے ساقط ہے۔ کتاب المودۃ کی نسبت ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ اس کی روایت اور وہ بھی بلا اسناد کیا وقعت رکھ سکتی ہے۔ یہی حال اسعاف الراغبین کی روایت بلا اسناد کا ہے۔ اسعاف الراغبین ۱۱۸۹ھ کی تصنیف ہے۔ وہ ہماری کتب معتمدہ میں شامل نہیں۔ نہ اس میں صحت کا التزام ہے۔ روایت طبقات نمبر (۲) اور روایت استیعاب نمبر (۳) جن میں ام کلثوم کو چادر دے کر بھیجنا مذکور ہے ہر دو بلا اسناد ہیں۔ اگرچہ واقدی متروک ہے۔ مگر اس کی روایت میں نہ کشف ساق مذکور ہے اور نہ ام کلثوم کی درشت کلامی۔ پس روایت استیعاب میں جو یہ امر مذکور ہے وہ وضع یا الحاق پر محمول ہے۔ ابن الصلاح نے یہ بجا اعتراض کیا ہے کہ ابن عبدالبر محدثین کو چھوڑ کر اخباریوں کی روایات لاتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ ایسے امور ہماری کسی معتبر و مستند روایت سے ثابت نہیں۔ جو کچھ روایات معتمدہ اہلسنت سے ثابت ہے وہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

بیان بالا سے واضح ہو گیا کہ سید امداد امام نے تزویج ام کلثوم کے متعلق جو اپنے خیالات حوالۂ قلم کیے ہیں۔ وہ اہلسنت کی تحریرات معتمدہ کی بنا پر نہیں۔ اور نہ کتب معتمدہ اثنا عشریہ کی بنا پر ہیں۔ بنا بر تحقیق اہلسنت اس معاملہ عقد میں کوئی زشت پہلو نہیں۔ چار سال والی روائیت موضوع ہے۔ اصل واقع عقد پر جو حواشی چڑھائے گئے ہیں۔ وہ درجہ اعتبار سے ساقط ہیں۔ اس عقد سے پہلے حضرت ام کلثوم کی نسبت کسی جگہ نہ ہوئی تھی۔ حضرت مولے مرتضےٰ کا یہ محض ارادہ تھا۔ کہ ان کو جعفر طیار کے بیٹے سے بیاہ دیں۔ مگر بعد ازاں ان کو ایک بہتر جگہ مل گئی۔ اس لیئے اس ارادہ کو بدل دیا۔ اس میں کوئی قباحت نہیں۔ عرفت ربی بفسخ العزائم خود حضرت امیرؑ کا قول ہے۔ تعجب کا مقام ہے۔ کہ روافض خدا کے متعلق تو یہ اعتقاد رکھیں۔ کہ وہ اپنے ارادہ کو بدل دیا کرتا ہے۔ مگر ایک بندۂ خدا اگر اپنے ارادہ کو بدل دے تو اسے مورد طعن ٹھیرائیں۔ حضرت ام کلثوم اس نکاح سے دنیا کے دوزخ میں نہیں گریں۔ حضرت عمر فاروق کے ہاں ان کے بطن مبارک سے اولاد ہوئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کوئی مجبور نہ کر سکتا تھا۔ انہوں نے برغبت و رضامندی یہ نکاح کر دیا تھا۔ اس میں کسی طرح آل محمدؐ کی مذلت نہیں ہوئی۔ آل محمدؐ کو اگر ذلیل کیا ہے تو شیعہ نے۔ واقعہ کربلا کی ساری ذمہ واری شیعہ ہی پر عاید ہوتی ہے۔ جیسا کہ کتب شیعہ سے ظاہر ہے۔ اب ہم اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ مگر اتنا بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ اس نکاح سے جو کتب فریقین سے ثابت ہے تین فایدے حاصل ہوتے ہیں۔ اوّل یہ کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے درمیان کوئی عداوت و کراہت نہ تھی۔ بلکہ ایسی دلی محبت تھی۔ کہ اپنی بیٹی دینے میں بھی جناب امیرؑ نے دریغ نہ فرمایا دوم یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ حضرت عمر فاروق کے ایمان میں ذرہ برابر بھی نقصان نہ تھا۔ اگر معاذ اللہ کچھ نقصان ہوتا تو اسد اللہ الغالب ہر گز اپنی پیاری صاحبزادی جو حضرت فاطمہ زہراؑ کے بطن مبارک سے تھیں نہ دیتے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امیرؑ کو حضرت عمرؓ کے تقوٰے و دینداری و پرہیزگاری پر پورا اعتماد تھا۔ سوم اس نکاح سے یہ بھی یقیناً معلوم ہو گیا۔ کہ حضرت عمر فاروق نے کبھی کسی طرح کا رنج حضرت زہراؑ کو نہیں دیا۔ جیسا کہ کتب شیعہ میں مرقوم ہے۔ ورنہ حضرت مولے مرتضےٰ قیامت تک رضامند نہ ہوتے۔ اور اپنی صاحبزادی کا نکاح نہ کر دیتے۔ پس جو کوئی حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے داماد کی بے ادبی کرے گا وہ آخر ندامت اٹھائے گا ✣

قال السیّد امداد امام

تبرّا

لغوی معنے تبرا کے بری ہونا ہے یعنے کسی فریق سے کنارہ کش ہونا۔ عرف میں تبرّا سب وشتم ولعن کا مترادف ہوگیا ہے۔ حالانکہ تبرا کو ان امور سے درحقیقت کوئی واسطہ نہیں ہے۔ چونکہ حضرت معاویہ ابن ابی سفیان نے اپنے عہد گرامی میں جناب علیؑ ابن ابی طالب پر سب وشتم ولعن کی کارروائی کو جزو مذہب قرار دے دیا تھا۔ اور اس کارروائی کا نام تبرا ہوگیا تھا۔ اس لیئے سب وشتم ولعن کی کارروائی عرفاً تبرا کہی جاتی ہے۔ واضح ہو کہ لغوی معنے سے تبرا کے فرقہ امامیہ کو چارہ نہیں۔ اس لیئے کہ اگر تبرا کا مضمون شیعوں میں سے دور ہو جائے۔ تو ان کا مذہب ہی غائب ہو جائے گا۔ جس کی وجہ سے ان کو حضرات اہلسنت کے ساتھ ہمخیال ہونا ایک امر مجبوری ہو جائے گا۔ ظاہر ہے کہ تبرا کا الزام فرقہ امامیہ ہی کو نہیں دیا جا سکتا۔ اس لیئے کہ اگر اس فرقہ کو حضرات اہل سنت کے مقتداؤں کے ساتھ تولا نہیں ہے۔ تو اس فرقہ پر عندالعقل تولا کی فرمائش نہیں کی جا سکتی۔ تبرا اور تولا ایسے امور ہیں۔ کہ ہر شخص اپنی سمجھ کے مطابق ان میں سے کسی ایک کو اختیار کر سکتا ہے۔ لاریب کچھ سمجھ کر شیعوں نے اہل سنت کے مقتداؤں سے تبرا کا پہلو التزام کیا ہے اسی طرح کچھ سمجھ کر اہل سنت اپنے مقتداؤں کے ساتھ تولا کے متمسک ہوئے ہیں یہاں تک تو شیعوں پر کسی قسم کا الزام عائد نہیں ہوتا۔ لیکن حرف گیری ان پر اس وقت ہوتی ہے۔ جب یہ فرقہ حضرت معاویہ کے طریقہ پر کاربند ہوتا ہے۔ یعنے جس طرح کہ آپ سردار و مقتدایان امامیہ کے ساتھ پیش آتے تھے۔ اسی طرح امامیہ مقتدایان اہل سنت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ اس حرف گیری کا راقم تمامتر شریک ہے۔ اس لیئے کہ راقم کو ہر سنت امیر معاویہ سے تمامتر احتراز ہے۔ یہ طریقہ سب وشتم ولعن کا امیر معاویہ صاحب کے لیئے زیبا تھا۔ اس واسطے کہ وہ صاحب تمام غیر مطبوع کارروائیوں کی صلاحیت رکھتے تھے۔ ہم اور جمیع پیروان جناب مرتضیٰ علیؑ کو ایسے مقدوح امر کے اختیار کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ سب وشتم ولعن کوئی اچھی بات نہیں ہے جو ہم اختیار کریں۔ اس طریقہ کے اختیار کرنے سے مذہب امامیہ میں بڑا فتور پڑا ہے۔ لازم ہے۔ کہ ہوا خواہان مذہب جناب علیؑ مرتضےٰ اس مسئلہ پر غور کو راہ دیں۔ ہمارے پیشوایان مذہب غفران

مآب تاج العلما جناب سید علی محمد صاحب قبلہ اس طریقہ سب وشتم کو مقدوح جانتے تھے اور مروج طریقہ لعن وطعن کو بھی نا محمود سمجھتے تھے۔ میری دانست میں جو مروج طریقہ تبرا کا ہے۔ وہ مذہب امامیہ کو داغی بنائے ہوئے ہے۔ بہی خواہان مذہب امامیہ اس کی اصلاح میں جس قدر کوشاں ہوں بہتر ہے جاننا چاہیئے۔ کہ حضرت معاویہ نے حضرت علیؑ پر سب وشتم ولعن کی کارروائی کسی خاص غرض سے قایم کی تھی۔ وہ غرض فرقہ امامیہ کو نہ لاحق تھی اور نہ ہے۔ پس ایسی کارروائی کی پابندی سے اس فرقہ کو کنارہ کش ہی رہنا چاہیئے۔ امیر معاویہ کو جناب علیؑ مرتضےٰ پر سب وشتم ولعن جاری کرنے کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ امیر صاحب جو حضرت امام حسن علیہ السلام سے خلع خلافت کرا کے خلیفہ بن بیٹھے تھے۔ اس بات کو جانتے تھے کہ آپ کو کسی طرح پر بمقابلہ حسنین علیہما السلام کے حق خلافت نہیں ہے۔ پس اگر آپ کی ہدایت کے مطابق سلسلہ سب وشتم ولعن کا علیؑ مرتضےٰ پر جاری رہے گا۔ تو ان کے دونوں صاحبزادوں کو بھی مسلمانان وقت بری آنکھ سے دیکھا کریں گے جس کے باعث آپ کی خلافت کو استحکام حاصل رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس سب وشتم ولعن کی بدولت امیر معاویہ کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد خلفائے بنی امیہ کے عہد کے مسلمان آل محمدؐ کو بہت کچھ بھول گئے۔ حقوق آل محمد کا خیال سب کے دلوں سے جاتا رہا۔ مصباح الظلم صفحہ ۳۷۹-۳۸۰ -

اقول

تبرا مقابل ہے تولا کا جس کے معنی دوستی کے ہیں۔ پس تبرا کے معنے دشمنی وبیزاری کے ہوئے۔ مصنف کا تبرا کی تائید کرنا بالکل غلط ہے۔ صحابہ کرام مہاجرین وانصار کے مناقب وفضائل قرآن مجید میں بکثرت موجود ہیں۔ ان سے تبرا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ کو جو سلسلہ سب وشتم کا بادی بتایا گیا ہے۔ وہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ حسب بیان کتب شیعہ سلسلہ لعن کی ابتدا حضرت علیؓ مرتضیٰ سے ہوئی۔ اس وقت سے آج تک شیعہ سب وشتم کو مذہب امامیہ کا جزو لاینفک سمجھتے اور ضروریات مذہب میں شمار کرتے چلے آئے ہیں۔ بغرض توضیح ہم ذیل میں کتب شیعہ ہی کی عبارتیں نقل کرتے ہیں:

(۱) اثنا عشریہ کے نزدیک سوائے تین چار کے تمام صحابہ کرام العیاذ باللہ مرتد ومنافق تھے۔ (دیکھو تحفہ شیعہ حصہ اول صفحہ ۸۵ تا ۸۷)۔

(۲) - امیر المومنین علیؓ بن ابی طالب کے مزار مبارک پر جو دعا شیعہ پڑھتے ہیں۔ اس میں یہ الفاظ ہیں۔ لعن اللہ من ظلمک وتقدم علیک وصل عنک لعنا کثیرا یلعنھم بہ کل ملک مقرب وکل

نبی مرسل و کل عبد مومن (فروع کافی مطبوعہ نولکشور۔ جز اول صفحہ ۵۹۳)۔ یعنے جنہوں نے تجھ پر ظلم کیا اور تجھ سے متقدم ہو گئے۔ اور تجھ سے باز رہے۔ خدا ان پر بہت سی لعنت کرے جس کے ساتھ ہر ایک فرشتہ مقرب اور ہر ایک نبی مرسل اور ہر ایک بندہ مومن ان پر لعنت بھیجے۔

(۴۳) حضرت امیرؑ کی زیارت پر شیعہ کو حکم ہے کہ غسل و وضو کر کے حاضر ہوں اور یہ دعا پڑھیں لعن اللہ من خالفک ولعن اللہ من افتری علیک وظلمک وغصب حقک ومن بلغہ ذٰلک فرضی بہ انا الی اللہ منہم بریٔ ولعن اللہ امۃ خالفتک وامۃ جحدت ولایتک وامۃ تظاھرت علیک وامۃ قتلتک وامۃ قاتلتک وامۃ خذلتک وخذلت عنک الحمد للہ الذی جعل النار مثواھم (تہذیب الاحکام مطبوعہ ایران۔ مجلد ثانی۔ کتاب المزار صفحہ ۹)۔ ترجمہ۔ لعنت کرے خدا اس پر جس نے تیری مخالفت کی۔ اور لعنت کرے خدا اس پر جس نے تجھ پر افترا کیا۔ اور تجھ پر ظلم کیا اور تیرا حق غصب کیا اور اس پر بھی جس کو یہ خبر پہنچی اور وہ اس پر راضی ہو گیا۔ ہم ان سے اللہ کی طرف بیزار ہیں۔ اور لعنت کرے خدا اس گروہ پر جنہوں نے تیری مخالفت کی۔ اور اس گروہ پر جنہوں نے تیری ولائت کا انکار کیا۔ اور اس گروہ پر جنہوں نے تیرے خلاف ایک دوسرے کی مدد کی۔ اور اس گروہ پر جنہوں نے تجھے قتل کیا۔ اور اس گروہ پر جنہوں نے تجھ سے لڑائی کی۔ اور اس گروہ پر جنہوں نے تیری یاری و نصرت چھوڑ دی۔ سب ستائیش خدا کو ہے جس نے دوزخ ان کا ٹھکانا بنا دیا۔ انتہےٰ۔

(۴۴) دعائے زیارت عاشورہ میں ہے۔ یا ابا عبد اللہ لقد عظمت الرزیۃ وجلت المصیبۃ بک علینا وعلی جمیع اھل الاسلام وجلت وعظمت مصیبتک فی السمٰوات علی جمیع اھل السمٰوات فلعن اللہ امۃ اسست اساس الظلم والجور علیکم اھل البیت ولعن اللہ امۃ دفعتکم عن مقامکم وازالتکم عن مراتبکم التی رتبکم اللہ فیھا ولعن اللہ امۃ قتلتکم ولعن اللہ الممھدین لھم بالتمکین من قتالکم برئت الی اللہ والیکم منھم ومن اشیاعھم واتباعھم واولیائھم یا ابا عبد اللہ انی سلم لمن سالمکم وحرب لمن حاربکم الی یوم القیامۃ ولعن اللہ ال زیاد وال مروان ولعن اللہ بنی امیۃ قاطبۃ ولعن اللہ ابن مرجانۃ . . . . ولعن اللہ عمر بن سعد ولعن اللہ شمرا ولعن اللہ امۃ اسرجت والجمت وتنقبت وتھیأت لقتالک (شفاء الصدور فی زیارات العاشور۔ صفحہ ۹)۔ ترجمہ۔ اے ابو عبداللہ (حسینؑ) آپ کے سبب ہم پر اور تمام اہل اسلام پر سوگواری و مصیبت بڑی ہے۔ اور تمام آسمانوں والوں پر آسمانوں میں آپ کی سوگواری بڑی ہے۔ خدا لعنت کرے اس گروہ پر جنہوں نے اے اہل بیت تم پر جور و ظلم کی بنیاد رکھی۔ اور خدا لعنت کرے اس گروہ پر جنہوں نے

تم کو اپنے مقام سے ہٹا دیا۔ اور ان مراتب سے دور کر دیا جن میں اللہ تعالٰے نے تم کو رکھا تھا۔ خدا لعنت کرے اس گروہ پر جنہوں نے تم کو قتل کیا۔ اور لعنت کرے اس گروہ پر جنہوں نے تمہارے قاتلین کے لئے سامان مہیا کر دیا جس سے وہ تمہارے ساتھ جنگ کرنے پر قادر ہو گئے۔ میں ان سے اور ان کی پیروی کرنے والوں اور ان کے ہمراہیوں اور ان کے دوستوں سے خدا کے آگے اور تمہارے آگے بیزاری ظاہر کرتا ہوں۔ اے ابو عبداللہ روز قیامت تک میری صلح ہے اس سے جو آپ کے ساتھ صلح سے ہے۔ اور میری لڑائی ہے اس سے جو آپ سے لڑتا ہے۔ خدا لعنت کرے آل زیاد پر اور آل مروان پر۔ اور لعنت کرے تمام بنی امیہ پر اور لعنت کرے ابن مرجانہ پر اور لعنت کرے عمر بن سعد پر، اور لعنت کرے شمر پر اور لعنت کرے اس گروہ پر جنہوں نے گھوڑوں پر زین ڈالے اور لگامیں دیں اور چل پڑے اور آپ کے ساتھ لڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔ انتہٰے۔

(۵) محمد بن علی بن محبوب عن محمد بن الحسین عن محمد بن سنان عن عمار بن مروان عن المنخل بن جمیل عن جابر عن ابی جعفرؑ قال اذا انحرفت عن صلوۃ مکتوبۃ فلا تنحرف الا بانصراف لعن بنی امیۃ (تہذیب الاحکام۔ مجلد اول۔ باب کیفیۃ الصلوۃ وصفتہا صفحہ ۲۲۷)۔ ترجمہ۔ (بحذف اسناد) امام محمد باقر فرماتے ہیں۔ کہ جب تو نماز فریضہ سے فارغ ہو۔ تو فارغ نہ ہو۔ مگر لعن بنی امیہ کے ساتھ۔ انتہٰے۔ شفاء الصدور فی شرح زیارۃ العاشور صفحہ ۱۷۱ میں ہے۔ اخبار در لعن عموم بنی امیہ از طریق اہل بیت زیاد است و مستحب است کہ بعد از ہر نماز فریضہ بنی امیہ را لعن کنند چنانچہ شیخ طائفہ در تہذیب روائیت کردہ بسند خود از ابو جعفر باقر علوم النبیین علیہم السلام کہ بجابر جعفی فرمود۔ اذا انحرفت عن صلوۃ مکتوبۃ فلا تنحرف الا بانصراف لعن بنی امیۃ۔ یعنے چون از نماز فریضہ باز گردی باز مگرد، مگر بلعن بنی امیہ اللہم العن بنی امیۃ قاطبۃ انتہٰے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ اثنا عشریہ کے ہاں ہر نماز فریضہ کے بعد تمام بنی امیہ پر لعنت کرنا مستحب ہے۔

(۶) عن الحسین بن ثویر و ابی سلمۃ السراج قالا سمعنا ابا عبد اللہ علیہ السلام وھو یلعن فی دبر کل مکتوبۃ اربعۃ من الرجال و اربعا من النساء فلان وفلان وفلان ومعاویۃ ویسمیھم وفلانۃ وفلانۃ وھند وام الحکم اخت معاویۃ۔ (فروع کافی۔ جزء اول۔ کتاب الصلوۃ۔ باب التعقیب بعد الصلوۃ والدعاء۔ صفحہ ۲۰۳)۔ یعنے امام جعفر صادق ہر نماز فریضہ کے بعد چار مردوں یعنے خلفائے ثلاثہ اور معاویہ پر اور چار عورتوں یعنے عائشہ وحفصہ وہند وام الحکم ہمشیرہ معاویہ پر نام بنام لعنت کیا کرتے تھے۔ انتہٰے۔

(۷) - عن الحسین بن ثویر و ابی سلمۃ السراج قالا سمعنا ابا عبد اللہ ؑ وھو یلعن فی دبر کل مکتوبۃ اربعۃ من الرجال واربعا من النساء التیمی والعدوی وفعلان ومعاویۃ ویسمیھم وفلانۃ وفلانۃ وھند وام الحکم اخت معاویۃ - (تہذیب الاحکام - مجلد اول - باب کیفیۃ الصلوٰۃ وصفتھا صفحہ ۲۲۷) - یہ وہی روایت نمبر ۶ ہے - شیعہ کا فخر المحققین میرزا ابو الفضل طہرانی لکھتا ہے - وازانچہ نوشتیم کفر وظلم وجواز لعن این چہار کالشمس فی رابعۃ النہار روشن وہویدا شد وازین جہت امام صادق علیہ السلام ملتزم بود کہ عقب ہر نماز واجب این چہار تن وچہار زن را لعنت کند واز برائے شیعیان ایشان سنت شد بحکم تاسی چنانچہ کلینی وشیخ الطائفہ بحسین بن ثویر وابو سلمہ سراج رسانند کہ شنیدیم حضرت صادق را کہ لعنت مے کرد در عقب ہر نماز واجب چہار نفر از مردان را و چہار نفر از زنان را و نام مے برد ایشان را و آیات مئولہ واخبار مصرحہ بلعن ایشان بسیار است واین از ضروریات مذہب شیعہ واز مطاعن معروفہ ایشان نزد دشمنانست وہیچ یک از منتسبین باین مذہب انکار این نکردہ جز یک نفر جاہل ضال مضل کہ در ایام ما در کشمیر انگیختہ شدہ ورسالہ در منع سب شیخین پرداختہ وباسینیان ہمداستان شدہ (شفاء الصدور فی شرح زیارۃ العاشور صفحہ ۳۷۰) ترجمہ - ہم نے جو کچھ لکھا ہے اس سے ان چاروں کا کفر وظلم اور ان پر لعنت کا جواز کالشمس فی رابعۃ النہار روشن وظاہر ہے - اسی واسطے امام صادق علیہ السلام نے التزام کیا تھا - کہ ہر نماز واجب کے بعد ان چار مردوں اور چار عورتوں پر لعنت کیا کرتے - اور بحکم اقتدا یہ ان کے شیعوں کے لئے سنت ہوگئی - چنانچہ کلینی اور شیخ الطائفہ نے حسین بن ثویر اور ابو سلمہ سراج تک سند پہنچائی ہے - کہ ہم نے حضرت صادق کو سنا کہ ہر نماز واجب کے بعد مردوں میں سے چار پر اور عورتوں میں سے چار پر نام لے کر لعنت کیا کرتے تھے - اور آیات قرآن واحادیث ان کی لعنت کے بارے میں بہت ہیں - یہ لعنت کرنا مذہب شیعہ کی ضروریات اور دشمنوں کے نزدیک ان کے مطاعن معروفہ سے ہے - اور جو لوگ مذہب شیعہ کی طرف منسوب ہیں ان میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا - سوائے ایک جاہل گمراہ، گمراہ کنندہ کے جو ہمارے زمانہ میں کشمیر میں اٹھا ہے - اور اس نے سب شیخین سے منع کے بارے میں ایک رسالہ لکھا ہے - اور سنیوں سے متفق ہوگیا ہے انتہٰی - اس سے ظاہر ہے کہ لعن وتبرا بالاتفاق ضروریات مذہب شیعہ سے ہے - جو اس سے منع کرے وہ خود گمراہ ہے - اور لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے -

(۸) - خلیفہ عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اہلبیت پر جو احسانات کئے وہ محتاج بیان

نہیں۔ مگر شیعہ ان کو بھی لعن و تبرا سے مستثنیٰ نہیں کرتے۔ بلکہ یوں کہتے ہیں۔ لعن او از اوضح واضحات واوجب واجبات است چہ معصیتے بالاتر از غصب خلافت وادعائے امامت کہ او کرد و در حال زندگی و مردگی محمل این وزر عظیم را نمودنیست (شفاء الصدور۔ صفحہ ۱۶۹) یہ عبارت مع ترجمہ اردو پہلے آچکی ہے۔

(۹) نصر بن مزاحم شیعی امامی نے کتاب صفین (مطبوعہ ایران ۱۳۰۱ھ صفحہ ۲۰۲) میں لکھا ہے۔ کہ حضرت علی نماز فجر و مغرب کے بعد حضرت معاویہ وغیرہ پر لعنت کیا کرتے تھے۔ جب یہ خبر حضرت معاویہ کو پہنچی۔ تو وہ بھی قنوت میں حضرت علی وغیرہ پر لعنت کرنے لگے۔ یہ روائیت پہلے آچکی ہے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ لعن کے سلسلہ کا آغاز حضرت علیؓ سے ہوا۔ اور یہ شیعہ کے لئے سنت ہوگئی۔

(۱۰) ایس ذاکر حسین جعفری یوں لکھتا ہے۔ بروائیت مستقصی اس واقعہ (محاکمہ صفین) کی خبر سن کر جناب امیرؓ نے حکم دیا کہ منبروں پر خطیب معاویہ، عمرو عاص اور ابو الاعور سلمی اور حبیب ابن مسلمہ فہری اور ضحاک بن قیس اور ولید بن عقبہ اور ابو موسیٰ اشعری پر لعنت کیا کریں۔ معاویہ نے یہ سن کر حکم دیا کہ علی اور حسن اور حسین اور ابن عباس اور مالک اشتر پر لعنت ہوا کرے۔ (حبیب السیر و کامل ابن اثیر)۔ صاحب روضۃ الصفا نے اپنی تاریخ میں جناب امیرؓ کا لعنت کا حکم دینا نہیں لکھا۔ ابن کثیر لعنت کرنے کا فعل علیؑ کی طرف معیوب سمجھ کر کہتا ہے۔ کہ علیؓ سے ایسا نہیں ہوسکتا۔ انتہیٰ۔ (تاریخ اسلام۔ حصہ سوم۔ صفحہ ۲۱)

صاحب روضۃ الصفا نے روائیت مستقصی میں سے حضرت علی کا امر باللعن عمداً حذف کر دیا ہے۔ اور یوں لکھ دیا ہے۔ و در مستقصی مذکور است کہ چون خلق از محاکمہ مراجعت نمودہ بخدمت امیر المومنین پیوستند بر رؤس منابر زبان بطعن معاویہ و عمرو عاص و ابو الاعور و حبیب بن مسلم فہری و ضحاک بن قیس و ولید بن عقبہ و ابو موسیٰ اشعری بکشادند۔ چون این خبر بمعاویہ رسید۔ امر کرد تا امیر المومنین و حسن و حسین کرم اللہ وجہہ و ابن عباس و مالک اشتر را بر منبر باللعن کنند (روضۃ الصفا۔ جلد دوم۔ صفحہ ۱۰۵۰) مصنف نے ابن کثیر کی کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ تاکہ دیکھ لیا جاتا۔ خلاصہ یہ کہ روائیت مستقصی میں صراحت ہے۔ کہ لعن کا سلسلہ حضرت علیؓ سے شروع ہوا۔ اگر حضرت علیؓ سے لعنت کرنے کا فعل صادر نہیں ہوسکتا۔ تو حضرت معاویہ سے بھی ایسا نہیں ہوسکتا۔

(۱۱) نصر عمر بن سعد عن عبد الرحمن عن الحارث بن حصیرۃ عن عبد اللہ بن شریک قال خرج حجر بن عدی و عمرو بن الحمق یظہران البراءۃ واللعن من اہل الشام فارسل الیہما علی ان کفا عما یبلغنی عنکما فاتیاہ فقالا یا امیر المومنین السنا محقین قال بلی قالا فلم منعتنا من شتمہم قال کرہت لکم ان تکونوا لعانین شتامین تشتمون وتتبرؤن ولکن لو وصفتم مساوی

اعمالهم فقلتم من سيرتهم كذا وكذا ومن عملهم كذا وكذا كان اصوب فى القول وابلغ فى العذر وقلتم مكان لعنكم اياهم وبرائتكم منهم اللهم احقن دمائنا ودمائهم واصلح ذات بيننا وبينهم واهدهم من ضلالتهم حتى يعرف الحق منهم من جهله ويرعوى عن الغى والعدوان من لهج به كان هذا احب الى وخيرا لكم فقالا يا امير المومنين نقبل عظتك ونتادب بادبك (كتاب صفين مطبوعہ ایران سنہ ۱۳۰۱ھ صفحہ ۵۵۔ وقعۃ صفین مطبوعہ بیروت سنہ ۱۳۴۰ھ صفحہ ۴۷)۔ ترجمہ (بحذف اسناد) عبداللہ بن شریک سے روائیت ہے۔ کہ حجر بن عدی اور عمرو بن حمق اہل شام سے برائت و لعن ظاہر کرتے ہوئے نکلے۔ حضرت علیؑ نے ان کو کہلا بھیجا۔ کہ تم اس سے باز آجاؤ۔ پس وہ حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے۔ اے امیر المومنین کیا ہم حق پر نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں تم حق پر ہو۔ انہوں نے عرض کی کہ پھر آپ نے ہم کو اہل شام پر سب و شتم سے کیوں منع فرمایا۔ آپ نے جواب دیا کہ مجھے یہ پسند نہیں۔ کہ تم لعنت کرنے والے اور سب و شتم کرنے والے بنو کہ سب و شتم و برائت کرتے رہو لیکن اگر تم ان کے برے اعمال بیان کرتے اور یوں کہتے کہ ان کی سیرت ایسی ایسی ہے۔ اور ان کا عمل ایسا ایسا ہے۔ تو یہ قول اصوب اور یہ تنبیہہ ابلغ ہوتی۔ اور اگر تم ان پر لعنت و برائت کی بجائے یوں کہتے کہ خدایا ہم کو اور اُن کو قتل سے بچا۔ اور ہمارے اور ان کے معاملہ کی اصلاح کر دے۔ اور ان کو گمراہی سے ہدائیت دے۔ یہاں تک کہ ان میں سے جو حق سے جاہل ہے وہ حق کو پہچان لے۔ اور جو گمراہی اور تعدی پر شیفتہ ہے وہ اس سے باز آجائے۔ تو یہ میرے نزدیک محبوب تر اور تمہارے واسطے بہتر ہوتا۔ یہ سن کر ان دونوں نے عرض کی۔ کہ اے امیر المومنین ہم آپ کی نصیحت کو قبول کرتے ہیں۔ اور آپ کے ادب کو اختیار کرتے ہیں۔ انتہٰی۔ اس سے ظاہر ہے کہ لعن علیؑ یا لعن معاویہؓ میں بر تقدیر صحت روائیت سب و شتم نہ تھا۔ بلکہ اس کی صورت یہ ہوگی۔ کہ خدایا میرا مخالفؓ جو ناحق پر ہے۔ سے خراب کر واللہ اعلم۔ مگر امامیہ نے بجائے اس کے سب و شتم اور گالی گلوچ شروع کر دیا۔ اور وہ بھی ان کامل الایمان بزرگوں پر جن کے فضائل پر قرآن مجید شاہد ہے۔

(۱۳) نہج البلاغہ (مطبوعہ بیروت۔ جزء اول۔ صفحہ ۲۳۱) میں ہے۔ ومن كلام له عليه السلام وقد سمع قوما من اصحابه يسبون اهل الشام ايام حربهم بصفين انى اكره لكم ان تكونوا سبابين ولكنكم لو وصفتم اعمالهم وذكرتم حالهم كان اصوب فى القول وابلغ فى العذر وقلتم مكان سبكم اياهم اللهم احقن دماءنا ودمائهم واصلح ذات بيننا وبينهم واهدهم من ضلالتهم حتى يعرف الحق من جهله ويرعوى عن الغى والعدوان من لهج به۔ ترجمہ۔ حضرت

امیرؑ نے ایام جنگ صفین میں اپنے اصحاب کی ایک جماعت کو اہل شام پر سب وشتم کرتے سنا۔ تو فرمایا کہ مجھے پسند نہیں۔ کہ تم سب وشتم کرنے والے بنو۔ لیکن اگر تم ان کے اعمال بیان کرتے اور ان کا حال بتاتے۔ تو یہ قول اصوب اور عذر ابلغ ہوتا۔ اور تم بجائے ان پر سب وشتم کے یوں کہتے۔ یا اللہ ہم کو اور ان کو قتل سے بچا۔ اور ہمارے اور ان کے معاملہ۔۔۔کی اصلاح کر دے۔ اور ان کو گمراہی سے ہدایت دے یہانتک کہ جو حق سے جاہل ہے وہ حق کو پہچان لے۔ اور جو گمراہی اور تعدی پر شیفتہ ہے وہ اس سے باز آجائے انتہٰی۔ حضرت امیرؑ اہل شام کی نسبت دوسری جگہ (نہج البلاغہ۔ جز اول۔ صفحہ ۱۳۸) فرماتے ہیں۔ ولکنا انما اصبحنا نقاتل اخواننا فی الاسلام علی ما دخل فیھم من الزیغ والاعوجاج الخ۔ یعنے لیکن ہم اپنے اسلامی بھائیوں سے قتال کرنے لگے باین وجہ کہ ان میں کجی اور ناراستگی آگئی ہے الخ۔ اس سے ثابت ہوا کہ کسی مسلمان بھائی پر سب وشتم نہ کرنا چاہیئے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ حضرت امیرؑ کے ساتھ محاربہ کفر نہیں۔ کاش اثنا عشریہ اس پر غور کریں۔ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ شیعہ شنیعہ مہاجرین وانصار بالخصوص حضرات شیخین رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین پر سب وشتم ولعن کو بہت بڑی عبادت سمجھتے ہیں۔

ہم ذیل میں ان کی ایک حدیث نقل کرتے ہیں جس میں اس عبادت کا ثواب مذکور ہے۔

شیعہ کا فخر المحققین میرزا ابو الفضل اسے یوں ذکر تا ہے۔ بالجملہ خاتمہ این بحث را بنقل یک حدیث در ثواب لعن جبت وطاغوت کہ در عرف اہل بیت عبارت از تیم وعدی است وگاہ بمطلق غاصبین حقوق عترت زاکیہ تاویل شدہ اختصار مے کنم۔ فاضل زاہد ورع آخوند ملا محمد کاظم ہزار جریبی کہ از تلامذہ استاد اعظم آقائے بہبہانی قدس سرہٗ بودہ۔ وخود از فضلائے محدثین و عرفائے محصلین است در کتاب جمع الفضائح از ابو حمزہ ثمالی رضی اللہ عنہ حدیث مے کند کہ وے از امام ہمام زین العابدین وسید الساجدین علیہ السلام روایت کردہ۔ قال من لعن الجبت والطاغوت لعنۃ واحدۃ کتب اللہ لہ سبعین الف الف حسنۃ ومحی عنہ سبعین الف الف سیئۃ ورفع لہ سبعین الف الف درجۃ ومن امسی یلعنھما لعنۃ واحدۃ کتب لہ مثل ذلک قال فمضی مولانا علی بن الحسین فدخلت علی مولٰنا ابی جعفر محمد الباقر فقلت یا مولای حدیث سمعتہ من ابیک فقال ھات یا ثمالی فاعدت علیہ الحدیث فقال نعم یا ثمالی اتحب ان ازیدک فقلت بلی یا مولای فقال من لعنھما لعنۃ واحدۃ فی کل غداۃ لم یکتب علیہ ذنب فی ذلک الیوم حتی یمسی ومن امسی ولعنھما لم یکتب لہ ذنب فی لیلۃ حتی یصبح قال فمضی ابو جعفر فدخلت علی مولٰنا الصادق فقلت حدیث سمعتہ من

ابيك وجدك فقال هات يا ابا حمزة فاعدت عليه الحديث فقال حقا يا ابا حمزة ثم قال عليه السلام ويرفع له الف الف درجة ثم قال ان الله واسع كريم۔ حاصل مؤدی این حدیث شریف که در حقیقت سه حدیث است بلکه پنج حدیث واول را از هر سه امام روایت کرده وحدیث باعتبار مؤدی منه متعدد مے شود بلکه بملاحظه شش حدیث مے شود چه زیاده حضرت باقر را نیز از حضرت صادق علیهما السلام روایت کند آنست که امام فرمود که هر که جبت وطاغوت را در روزے یک دفعه لعنت کند خدائے تعالیٰ هفتاد هزار هزار حسنه برائے او بنویسد وهفتاد هزار هزار گناه از او محو کند وهفتاد هزار هزار درجه برائے او بلند کند وهر که شب یک دفعه آن دو را لعنت کند همین ثواب در دیوانش نوشته شود۔ ابو حمزه گوید چون علی بن الحسین علیهما السلام درگذشت داخل شدم بر مولائے خود ابو جعفر امام محمد باقر علیه السلام۔ گفتم اے مولائے من حدیثے از پدر تو شنیدم۔ فرمود بگو۔ من اعاده حدیث کردم۔ فرمود چنین است اے ثمالی دوست داری که بس زیاده برایں بگویم۔ عرض کردم بلے اے مولائے من۔ فرمود هر که یک بار لعنت کند آن دو را در هر صبح آن روز را بر او گناهے نوشته نشود تا شام کند وهر که شب کند یک بار آن دو را لعنت نماید آن شب را بر او گناهے نوشته نشود تا صبح کند۔ ابو حمزه گوید چون باقر علوم النبیین درگذشت بخدمت مولائے خود صادق آل محمد علیهم السلام شتافتم وگفتم مولائے من حدیثے از پدر وجد ات شنیده ام فرمود بیار اے ابو حمزه۔ من حدیث را خواندم۔ فرمود حق است اے ابو حمزه آنگاه فرمود وبلند مے شود برائے او هزار هزار درجه یعنے علاوه بر آنچه ذکر شد این نیز هست۔ آنگاه برائے دفع استبعاد از کثرت ثواب فرمود خدا جواد وواسع العطا است یعنے از عموم مکرمت وسعۂ دائره رحمت خدا دور نیست که بموجب یک عمل قلیل المقدار ثوابے چندان نمایان وعنایتے چنین شایان در حق بنده خالص العقیده موالی اہلبیت علیهم السلام مقرر فرماید۔ تمام شد محصل حدیث شریف (اشفار الصدور فی شرح زیارة العاشور۔ صفحه ۳۷۰-۳۷۱)۔ ترجمہ۔ حاصل کلام یہ کہ ہم اس بحث کے خاتمہ کو ایک حدیث کے نقل کرنے پر اقتصار کرتے ہیں۔ جو جبت وطاغوت پر لعنت کے ثواب میں ہے۔ جن سے عرف اہل بیت میں مراد تیم (ابو بکر صدیق) اور عدی (عمر فاروق) ہیں۔ اور کبھی مطلق غاصبین حقوق عترت سے ان کی تاویل ہوتی ہے۔ فاضل زاہد پرہیزگار آخوند ملا محمد کاظم ہزار جریبی جو کہ استاد اعظم آقائے بہبہانی قدس سرہٗ کے شاگردوں میں سے ہے۔ اور خود بھی فضلائے محدثین وعرفائے محصلین میں سے ہے کتاب جمع الفضائح لارباب القبائح میں ابو حمزہ ثمالی رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کرتا ہے۔ اور ابو حمزہ امام ہمام زین العابدین سید الساجدین علیه السلام سے روایت کرتا ہے

قال من لعن الجبت والطاغوت الخ- یہ حدیث حقیقت میں تین بلکہ پانچ حدیثیں ہیں۔ پہلی حدیث کو ابوحمزہ نے تینوں اماموں سے روایت کیا ہے۔ اور حدیث باعتبار مروی عنہ کے متعدد ہوتی ہے۔ بلکہ ایک لحاظ سے یہ چھ حدیثیں ہیں۔ کیونکہ حضرت باقر کی زیادتی کو بھی حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہے۔ اس حدیث کا ماحصل یہ ہے۔ کہ امام زین العابدین نے فرمایا کہ جو شخص دن میں ایک بار جبت و طاغوت پر لعنت کرے۔ خدا تعالےٰ اس کے لئے سات کروڑ نیکیاں لکھتا ہے۔ اور اس کے سات کروڑ گناہ مٹا دیتا ہے۔ اور اس کے سات کروڑ درجے بلند کرتا ہے۔ اور جو شخص رات کو ایک بار ان دونوں پر لعنت کرے۔ اتنا ہی ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ ابوحمزہ کہتا ہے کہ جب امام زین العابدین گذر گئے۔ میں اپنے آقا ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔ کہ اے میرے آقا میں نے آپ کے والد سے ایک حدیث سنی ہے۔ فرمایا کہ بیان کرو۔ میں نے اس حدیث کا اعادہ کیا۔ فرمایا کہ اے ثمالی درست ہے۔ کیا تو چاہتا ہے کہ میں اس سے زیادہ بیان کروں میں نے عرض کی کہ ہاں میرے آقا۔ فرمایا کہ جو شخص صبح کے وقت ایک بار ان دونوں پر لعنت کرے اس دن شام تک اس کا کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا۔ اور جو شخص رات کو ایک بار ان دونوں پر لعنت کرے۔ اس رات صبح تک اس کا کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا۔ ابوحمزہ کا بیان ہے۔ کہ جب امام محمد باقر گذر گئے۔ میں اپنے آقا امام جعفر صادق کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ اے میرے آقا میں نے آپ کے والد اور دادا سے ایک حدیث سنی ہے۔ فرمایا کہ بیان کرو۔ میں نے وہ حدیث بیان کی۔ فرمایا کہ اے ابوحمزہ درست ہے۔ اور ساتھ ہی فرمایا کہ علاوہ اس ثواب کے جو مذکور ہوا اس کے واسطے دس لاکھ درجے بلند ہوتے ہیں۔ اس وقت بدیں خیال کہ مبادا اس قدر ثواب بعید سمجھا جائے امام صادق نے فرمایا کہ خدا جواد واسع العطاء ہے۔ یعنے رحمت خدا کے دائرے کی وسعت اور اس کے عموم مکرمت سے بعید نہیں کہ ایک قلیل المقدار عمل پر اپنے بندہ خالص عقیدہ محب اہل بیت علیہم السلام کے لئے اس قدر بڑا ثواب اور اس قدر عنایت شایان عطا فرمائے۔ انتہےٰ۔ یہ ہیں سبز باغ جو نادان امامیہ کو دکھائے جاتے ہیں۔ اور ان کو سب وشتم ولعن پر آمادہ کیا جاتا ہے۔ حالانکہ قرآن کریم میں کفار کے معبودان باطلہ پر بھی سب کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ (انعام۔ ع ۱۳) ۔ احادیث میں بھی سب وشتم کی مخالفت وارد ہے۔ چنانچہ اصول کافی صفحہ ۷۴۵ میں ہے۔ عن ابی جعفر علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ سباب المومن فسوق وقتالہ کفر واکل لحمہ معصیۃ وحرمۃ مالہ کحرمۃ دمہ۔ یعنے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا۔ کہ مومن

کو گالی دینا بڑا گناہ ہے۔ اور اس کے ساتھ لڑائی کرنا کفر ہے۔ اور اس کا گوشت کھانا (غیبت کرنا) گناہ ہے۔ اور اس کے مال کا غصب کرنا حرام ہے۔ جیسا کہ اس کا قتل کرنا حرام ہے۔ عن ابی جعفر علیہ السلام قال ان رجلا من بنی تمیم اتی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ فقال اوصنی فکان فیما اوصاہ ان قال لا تسبوا الناس فتکتسبوا العداوۃ منہم۔ یعنے امام محمد باقر علیہ السلام کا بیان ہے۔ کہ بنی تمیم میں سے ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ آپ مجھے وصیت کیجئے۔ پس آپ کی وصیت میں ایک بات یہ تھی۔ کہ تم لوگوں کو سب مت کرو۔ اس سے تم ان کو اپنا دشمن بنالوگے اسی طرح لعنت کے متعلق یہ روائیت وارد ہے۔ عن علی بن ابی حمزۃ عن احدھما قال سمعتہ یقول ان اللعنۃ اذا خرجت من فی صاحبہا ترددت فان وجدت مساغا والا رجعت علی صاحبہا۔ ترجمہ۔ علی بن ابی حمزہ کا بیان ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقر اور امام جعفر صادق میں سے ایک کو سنا کہ فرماتے تھے۔ کہ لعنت جب لعنت کرنے والے کے منہ سے نکل جاتی ہے۔ تو متردد ہوتی ہے۔ اگر راہ پاتی ہے فبہا۔ ورنہ لعنت کرنے والے پر لوٹ آتی ہے انتہٰے۔ صافی میں اس حدیث کی شرح میں ہے۔ مراد اینست کہ اگر آن مرد کہ لعنت برا وشدہ مستحق آنست مے رود بسوئے او والا برمے گردد وآنکہ گفتہ ملعون مے شود۔

قال السید امداد امام۔

تقیہ

تقیہ کے لغوی معنے ہیں اپنے کو کسی ضرر انگیز امر سے بچانا۔ اور اصطلاحی معنے ہیں وہ فعل جس کو امامیہ اپنی حفاظت جانی ومالی وغیرہ کی بنا پر حلال جانتے ہیں۔ اوران کے مخالفین یعنے حضرات اہلسنت حرام۔ گو اپنی تمام کارروائیوں میں حضرات اہل سنت اشخاص امامیہ سے کم اسکے مرتکب نہیں ہوتے۔ ان کی روزانہ کی ایسی کارروائیاں اس امر کو ثابت کرتی ہیں۔ کہ تقیہ ایک فطری امر ہے اور اس سے کسی شخص یا قوم کو ہرگز کسی زمانہ میں گریز ممکن نہ تھا۔ نہ ہے۔ اور نہ ہو گا۔ اسکے فطری امر ہونے کے باعث صرف دنیا کے سلاطین اور مدبران زمانہ ہی اس کے پابند نہیں رہے بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام بھی اس کی پابندی سے خالی نہیں دیکھے جاتے ہیں۔ توریت سے معلوم ہوتا

ہے۔ کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام مصر میں تشریف لے گئے۔ تو بادشاہ کی ضرر رسانی سے اپنے کو محفوظ رکھنے کے لیئے آپ کو اپنی بی بی کو بہن کہنا پڑا۔ اور اسی طرح یوسف علیہ السلام نے گو اپنے بھائیوں کو مصر میں پہچانا۔ مگر اس امر کو اپنے بھائیوں سے پوشیدہ رکھ کر ان کارروائیوں کے پابند ہوئے۔ جن سے ہر شخص قرآن خواں پوری واقفیت رکھتا ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح یہودا کی بدطینتی سے واقف تھے۔ مگر اپنی رفاقت میں اسے اپنا خازن بنائے ہوئے تھے۔ حضرت رسالت مآبؐ کا مکہ سے ہجرت فرمانا اور غار میں جا چھپنا اور قبل ترک وطن کرنے کے علیؑ کو اپنے بستر پر سو رہنے کی ہدائیت کر جانا اگر یہ سب کام تقیہ نہیں کہلائیں گے تو کیا کہلائیں گے۔ میں اس طرح کی سینکڑوں مثالیں حضرات انبیاء علیہم السلام کی پیش کر سکتا ہوں۔ جس سے تقیہ کا فطری اور مذہبی پابندی کے ساتھ اخلاقی سوشل اور تمدنی بنا پر قرین حق ہونا بخوبی ثابت ہوتا ہے۔ خود قول خداوندی لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔ تقیہ کا ہادی ہے۔ اور کیوں ہادی نہ ہو جب اقتاد فطرت اس کی ہر زمان و ہر مکان میں اسکے متقاضی پائی جاتی ہے۔ اسی تقاضائے فطرت کی بنا پر حضرت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ نے بروائیت مقداد یہ فرمایا ہے۔ کہ اگر کوئی مومن اپنے ایمان کو کفار سے پوشیدہ کرے پس اس کا یہ فعل بہترین ایمان متصور ہے۔ اور یہ وہ فعل اخفا کا ہے۔ کہ جیسے تم مکہ میں کیا کرتے تھے۔ یہ حدیث بخاری میں موجود ہے۔ اور تقیہ کے امر حق ہونے کی کامل طور پر مثبت ہے۔ اہل سنت تقیہ کی جگہ لفظ توریہ استعمال فرماتے ہیں۔ اور توریہ کو حلال سمجھتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ تقیہ اور توریہ کوئی دو شئے نہیں ہیں۔ شئی واحد ہیں۔ مگر تقیہ چونکہ ایک امامیہ لفظ ہے۔ یعنے ایسا لفظ ہے۔ جو مطبوع اشخاص امامیہ ہے۔ اس لیئے حضرات اہل سنت اس سے اکراہ رکھتے ہیں۔

عموماً اہلسنت تقیہ کو دروغ گوئی کا مترادف جانتے ہیں۔ حالانکہ تقیہ کو فعلاً اور قولاً دروغ گوئی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تقیہ اور دروغ گوئی کے اغراض ایک دوسرے سے تمامتر علیحدگی رکھتے ہیں۔ اگر دونوں کے اغراض واحد ہوتے۔ تو نعوذ باللہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام دروغ گو ٹھیرتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی بی بی کو بہن کہہ دینا استحفاظ آبرو کے خیال سے تھا۔ ایسا فرمانا آپ کا ایک فعل تقیہ کا تھا۔ دروغ گوئی کا نہ تھا۔

اب ذیل میں تقیہ کی حقیقت کتب اہل سنت سے دکھلاتا ہوں۔ تب ظاہر ہو جائے گا کہ اہل سنت کے مذہب میں تقیہ اتنا ہی امر جائز ہے جتنا کہ اہل تشیع کے مذہب میں ہے۔

واضح ہو کہ خدائے تعالےٰ سورہ آل عمران میں فرماتا ہے۔ لا یتخذ المومنون الکفرین اولیاء من

دون المومنین ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیئ الا ان تتقوا منہم تقاۃ یعنے جائز نہیں ہے کہ مومنین کافرین سے دوستی کریں مگر بحالت تقیہ۔ بیضاوی لکھتے ہیں کہ یعقوب قاری نے تقاۃ کو تقیہ پڑہا ہے۔ اور بحالت خوف کفار سے دوستی جائز ہے۔ (دیکھو بیضاوی صفحہ ۱۳۴)۔ سورہ مومن میں یہہ آیت ہے۔ وقال رجل مومن من آل فرعون یکتم ایمانہ۔ یعنے کہا ایک شخص مومن نے آل فرعون سے جو پوشیدہ رکھتے تھے اپنے ایمان کو۔ یہ شخص حزقیل تھے جو فرعون کے چچا زاد بھائی تھے۔ اور اپنے ایمان کو فرعون اور اس کی قوم سے ایک سو برس تک چھپاتے رہے۔ (دیکھو تفسیر بیضاوی اور تفسیر ابن عباس) سیرۃ المحمدیہ کے صفحہ ۴۹ میں قصہ ابو جندل کے متعلق مذکور ہے۔ کہ ان اللہ تعالیٰ قد اباح التقیۃ للمسلم اذا خاف الھلاک۔ یعنے خدا تعالےٰ نے مباح کیا ہے تقیہ کو مسلمان کے واسطے جب اسے خوف ہلاکت ہو۔ اس کے آگے کی عبارت کا یہ مفہوم ہے۔ کہ رسول اللہ ؐ نے یہ اجازت دی ہے کہ تقیہ میں اندر دل کے ایمان رکھے۔ اور زبان سے کفر بولے۔ جیسا کہ قصہ ابو جندل صحابی کا ہے۔ اسی طرح اس کتاب کے صفحہ ۴۸۴ میں دیکھا جاتا ہے۔ کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا۔ کہ اے ابو ذر جب تمہیں لوگ مدینہ سے نکال دیں گے۔ تو تم کیا کرو گے۔ ابو ذرؓ نے عرض کی کہ مکہ کو چلا جاؤں گا۔ تب آنحضرت ؐ نے پوچھا کہ اگر لوگ مکہ سے بھی تمہیں نکال دیں گے تو کیا کرو گے۔ اس پر ابو ذر نے عرض کی کہ تب تلوار سے لڑوں گا۔ یہ سن کر آنحضرت ؐ نے فرمایا۔ ایسا نہ کرنا۔ بہتر یہ ہے کہ تم باتیں سن لینا۔ اور ان کی تابعداری کرنا۔ اگرچہ وہ ظالم حبشی غلام بھی ہوں۔ سیرۃ النبویہ سید احمد دحلان کی جلد ۱ صفحہ ۳۸۴ میں درج ہے۔ کہ کفار قریش مکہ نے حضرت علی علیہ السلام سے پوچھا کہ محمدؐ کہاں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا ہوں۔ حالانکہ اس میں شک نہیں کہ حضرت امیرؑ جانتے تھے کہ جناب رسول خدا غار ثور میں پناہ گزیں تھے۔ یہ تقیہ نہ تھا تو کیا تھا۔ اہل سنت اس کو کذب کہیں تو کہیں۔ بیچارے شیعہ تو کذب کی نسبت حضرت علیؑ کی طرف نہیں کر سکتے۔ اسی طرح کا معاملہ تاریخ خمیس کی جلد ۱ صفحہ ۳۳۵ میں مسطور پایا جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ جب کفار نے پوچھا حضرت رسول خدا کی نسبت۔ کہ اے ابو بکر یہ شخص جو تمہارے ساتھ ہے۔ کون ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا۔ کہ یہ شخص راستہ بتانے والا ہے۔ کوئی شک نہیں کہ اس جگہ حضرت ابو بکرؓ نے بھی تقیہ کی کارروائی اختیار کی۔ سیرۃ الحلبیہ۔ جلد ۱ صفحہ ۴۶۴ میں حلبی کہتے ہیں۔ کہ جس جگہ پر کفار کا غلبہ اور اسلام کا ضعف ہو بہاں ئے کفار پر لعنت نہیں کرنا چاہیئے۔ اور یہ حکم اس وقت تک باقی ہے۔ سیرۃ المحمدیہ کے صفحہ ۱۹۱ اور بخاری کی جلد اول صفحہ ۵۱۳ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حضرت رسول ؐ مکہ میں پندرہ برس رہے۔ اور اس میں سے صرف چار

یا پانچ برس مخفی اور خوف زدہ طور پر دعوت اسلام فرمائی - حال یہ تھا کہ کفار قرآن نبیؐ اور خدا پر لعن کرتے تھے - اس لیئے خدائے پاک نے یہ آئت بھیجی کہ آہستہ نماز پڑھو تاکہ مشرکین تمہیں نماز پڑھتے نہ سن سکیں مگر اصحاب سے اخفا کرنا ضرور نہیں ہے - لیکن اس قدر آواز بلند سے نہ پڑھو کہ تم سے کفار قرآن مجید کو چھین لیں - اسعاف الراغبین کے صفحہ ۵۱ میں مذکور ہے - کہ حضرت رسول خداؐ جب نماز کا ارادہ فرماتے تو گوشہ خلوت میں ادائے نماز فرماتے - ایک روز ایسا اتفاق ہوا - کہ کسی مشرک نے سعد بن ابی وقاص کو نماز پڑھتے دیکھ لیا - اس پر وہ مشرک سعد کو سخت و سست کہنے لگا - اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سعد میں اور اس مشرک میں لڑائی ہوگئی - اور سعد نے اس مشرک کو مارا - ظاہر ہے کہ حسب ہدائت جناب رسول خدا اگر احتیاط کی جاتی تو ایسے فساد کی نوبت نہ پہنچتی - ترمذی کی جلد ۲ صفحہ ۶۱ میں درج ہے کہ بروز قیامت لوگ پہلے حضرت ابراہیمؑ کے پاس بامید شفاعت آویں گے - مگر حضرت ابراہیم فرمائیں گے - جاؤ مجھ سے کیا ہو سکتا ہے میں تین بار جھوٹ بول چکا ہوں - ظاہر ہے - کہ آپ تقیہ کی پابندی سے ایسے اقوال کے کاربند ہوئے تھے - اس لیئے جناب رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ ایسے جھوٹ ابراہیمؑ کو بحکم شرع جائز تھے - بخاری کی جلد ۱ صفحہ ۳۵ میں بروائت ابن عباس یہ حدیث درج ہے - کہ جناب رسول خداؐ نے مقداد سے فرمایا کہ مومن کا اپنے ایمان کو قوم کفار سے مخفی کرنا بہترین ایمان ہے - جیسا کہ تم مکہ میں اخفائے ایمان کیا کرتے تھے اس سے ظاہر ہوتا ہے - کہ جب قوم کفار سے صدمہ پہنچنے کا خوف ہو تب اخفائے ایمان کرنا چاہیئے لاریب یہ ایک مناسب موقع تقیہ کے اختیار کرنے کا ہے - صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۸۴ میں حذیفہ سے روائت ہے - کہ میں جناب رسالتمآبؐ کے پاس تھا - کہ آپؐ نے فرمایا - کہ پوشیدہ کرو اپنے اسلام کو - میں نے عرض کی - یا حضرت آپؐ کیوں خوف رکھتے ہیں - میرا قبیلہ چھ سات سو آدمیوں پر مشتمل ہے - اس پر آپؐ نے فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ شائد تم کبھی اپنے اعدائے دین سے تن تنہا ملاقی ہو جاؤ - جب ایسا وقت کسی کو لاحق ہو جائے - تو لازم ہے کہ نماز آہستہ آواز سے پڑھے - قسطلانی لکھتے ہیں - کہ اصحاب جناب رسول خداؐ اکثر ایسے تھے کہ اسلام کو ظاہر نہ کرتے تھے - اور نماز چپکے چپکے پڑھتے تھے - تاکہ فتنہ و فساد کی صورت نہ پیدا ہو - بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۱۰۶ میں لکھتے ہیں - کہ سورہ شعراء کی آئت کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام تیس برس تک تقیہ کے پابند رہے - قسطلانی شرح بخاری جلد ۵ صفحہ ۲۷۹ میں کہتے ہیں کہ ظالم اور دشمن دین کے مقابلہ میں اپنی جان کو ضرر سے بچانے کے لیئے حرف ناراست کو زبان پر لانا صورت جواز رکھتا ہے - بیضاوی کی جلد ۱ صفحہ ۹۹ سے ظاہر ہوتا ہے - کہ آئت لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ تقیہ کی اجازت دیتی ہے - تفسیر معالم التنزیل بھی تفسیر بیضاوی کے اس مادے میں

محال ہے۔ لیکن جاننا چاہیئے کہ تقیہ ابتدائے اسلام میں ضعف اسلام کی وجہ سے ایک ضروری امر سمجھا جاتا تھا۔ اب اس کی ضرورت باقی نہیں ہے۔ الا عند الحاجت۔ تفسیر جلالین وتفسیر ابن عباس وتفسیر نیشاپوری وتفسیر کبیر رازی ان سب تفاسیر میں تقیہ کا جواز عند الضرورت دیکھا جاتا ہے۔ المختصر تقیہ اہل تشیع ہی کی خاص چیز نہیں ہے۔ اہل سنت بھی مساوی درجہ میں اس کے شریک ہیں۔ یہ اہل سنت کی غائت درجہ کی حق کشی ہے۔ کہ تقیہ کو اہل تشیع کے بدنام کرنے کا ایک عوام فریب ذریعہ پیدا کر لیا ہے مصباح الظلم۔ صفحہ ۳۷۱-۳۷۲-وصفحہ ۳۷۷-۳۷۹ +

اقول

مصنف تقیہ شیعہ کی حقیقت نہیں سمجھا۔ تقیہ شیعہ تو اخفاء حق واظہار باطل کا نام ہے۔ یعنے جو امر حسب مذہب شیعہ حق ہے۔ اُسے چھپانا۔ اور جو باطل ہے اسے ظاہر کرنا تقیہ کہلاتا ہے۔ اہلسنت ایسے تقیہ کو جائز نہیں سمجھتے۔ انبیاء وائمہ تو درکنار عامۃ مسلمین کے لیئے بھی ایسا تقیہ جائز نہیں۔ مصنف نے اس تقیہ کے ثبوت میں جو دلائل کتب اہل سنت سے پیش کئے ہیں۔ ہم بالترتیب ان کا جواب باصواب لکھتے ہیں۔

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی زوجہ کو بہن کہنا توریہ ہے نہ کہ تقیہ۔ جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔

(۲)۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے بھائیوں کو پہچان لینے کے بعد کسی سے ذکر نہ کرنا تقیہ نہیں۔

(۳)۔ حسب بیان اناجیل مروجہ یہودا حضرت مسیح علیہ السلام کے حواریوں میں سے تھا جب تک وہ مستقیم رہا۔ خازن بنا رہا۔ مگر جب طمع دنیوی کے لیئے اس نے حضرت عیسٰے علیہ السلام کو یہودیوں کے ہاتھ گرفتار کرانا چاہا۔ تو آپ نے اس کے بعد جو عید فسح کی اس میں اس واقعہ کی طرف اشارہ فرما دیا۔ چنانچہ انجیل متی باب ۲۶-آیہ ۱۹ تا ۲۳ میں ہے "سو جیسا یسوع نے شاگردوں کو حکم کیا تھا وے بجالائے۔ اور فسح تیار کیا۔ جب شام ہوئی۔ وہ ان بارہ کے ساتھ کھانے بیٹھا۔ جب وے کھا رہے تھے۔ اس نے کہا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم میں سے ایک مجھے پکڑوا دے گا۔ تب وے نہایت دلگیر ہوئے اور ہر ایک ان میں سے اس کو کہنے لگا۔ اے خداوند کیا میں ہوں۔ اس نے جواب میں کہا۔ جو میرے ساتھ طباق میں ہاتھ ڈالتا ہے وہی مجھے پکڑوا دے گا" ظاہر ہے۔ کہ یہ قصہ تقیہ

کی مثال نہیں بن سکتا۔

(۴) جناب رسالت مآب علیہ الوف التحیۃ والصلوٰۃ کا ہجرت فرمانا اور غار میں چھپنا اور حضرت امیرؑ کو اپنے بستر پر سو رہنے کی ہدایت فرمانا ان میں سے کوئی بھی تقیہ نہیں۔ جیسا کہ آئندہ آئے گا۔

(۵)۔ آیہ وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ (بقرہ۔ ع ۲۴) سے جواز تقیہ ثابت نہیں ہوتا۔ تفسیر حسینی میں اس آیت کے متعلق یوں لکھا ہے۔ ونفقہ کنید اے توانگران در راہ خدا کہ جہاد است ومیفگنید خود را بدستہائے خود بورطہ ہلاکت یعنے بخل مکنید۔ کہ مودی بہ ہلاکت دل است کہ البخیل بعید من اللہ بعید من الجنۃ قریب الی النار۔ انتھٰے۔ امامیہ کی تفسیر خلاصۃ المنہج میں ہے۔ ونفقہ کنید اے توانگران در راہ خدا کہ جہاد است ومیفگنید بدستہائے خود نفسہائے خود را بورطہ ہلاکت اخروی یعنے بخل مکنید کہ منجر بہ ہلاکت دنیویست چہ بجہت آں مسلمانان بے قوت مے شوند ودشمنان قوت گرفتہ غالب مے شوند۔ ودر سبب نزول این آیہ آوردہ اند۔ کہ چون حضرت رسالت عزم قضائے عمرہ فرمود بعضے گفتند کہ ما توشہ نداریم۔ کسانیکہ دسترس دارند بما چیزے نمی دہند حق این آیہ فرستاد کہ باید کہ توانگران بدرویشان نفقہ بدہند وخود را در ہلاکت ابدی نیندازند۔ امام حسن فرمود کہ رسول خدا فرمود کہ ہر کہ در خانہ نشستہ یک درم در راہ خدا بدہد یعنی در حج وجہاد ثواب ہفت صد درہم برائے او بنویسند۔ واگر بحج وجہاد رود ومال را در راہ خدا خرچ کند ہر درمے بہ ہفت صد ہزار درہم بنویسند انتھٰے۔ پس اس آیت کا مطلب یہ ہوا۔ کہ تم بخل اختیار نہ کرو جو باعث ہلاکت دل یا ہلاکت ابدی ہے۔ اگر تہلکہ سے عموم مراد لے کر اسے حالت اکراہ پر محمول کیا جائے۔ تو بھی انبیاء وائمہ کے لئے جن کا منصب تبلیغ احکام الٰہی ہے تقیہ کا جواز ثابت نہیں ہو سکتا۔ ورنہ کوئی باقی نہ رہیگا جو بلا خوف خدا کا صحیح حکم سنائے اور حق کو باطل سے جدا کرے۔ اسی واسطے انبیاء سختیاں جھیلتے رہے اور شہید ہوتے رہے۔ مگر تقیہ کسی نے نہیں کیا۔ اور ائمہ کو تو خوف جان ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ ان کو علم ما کان وما یکون ہوتا ہے۔ اور ان کی حیات وممات خود ان کے اختیار میں ہوتی ہے۔ رہے عامہ مسلمین سو ان کا حال مختلف ہے۔ اگر اکراہ ایسے عذاب کے ساتھ ہو جس کی برداشت کی طاقت نہیں مثلاً قتل یا تحریق بالنار۔ تو اس حالت میں توریہ کرنا چاہیئے۔ اگر توریہ ممکن نہ ہو تو رخصت ہے۔ کہ خلاف عقیدہ ظاہر کردے۔ تفسیر خازن (جزء ثالث۔ صفحہ ۱۳۶) میں ہے۔ اجمعوا علی ان من اکرہ علی الکفر لا یجوز لہ ان یتلفظ بکلمۃ تصریحا بل یاتی بالمعاریض وبما یوھم انہ کفر فلو اکرہ علی التصریح یباح

لہ ذٰلک بشرط طمانینۃ القلب علی الایمان غیر معتقد ما یقولہ من کلمۃ الکفر ولو صبر حتی قتل کان افضل لان یاسرا وسمیۃ قتلا ولم یتلفظا بکلمۃ الکفر ولان بلالا صبر علی العذاب ولم یلم علی ذٰلک۔ ترجمہ۔ علمائے اہلسنت کا اجماع ہے کہ جو شخص کفر پر مجبور کیا جائے۔ اس کے لیئے جائز نہیں کہ صریح کلمہ کفر کہے۔ بلکہ معاریض اور کلمات موہمہ کفر سے کام لے۔ اگر کلمہ کفر کی تصریح پر مجبور کیا جائے۔ تو اس کے لیئے یہ مباح ہے بشرطیکہ اس کا دل مطمئن بالایمان ہو۔ اور وہ اس کلمہ کفر کا معتقد نہ ہو۔ اگر صبر کرے یہاں تک کہ شہید کر دیا جائے۔ تو یہ افضل ہے۔ کیونکہ حضرت یاسر اور سمیہ دونوں شہید ہو گئے۔ مگر کلمہ کفر زبان پر نہ لائے۔ اور حضرت بلال رضؓ نے عذاب پر صبر کیا اور ان کو اس پر ملامت نہ کی گئی۔ انتہٰے۔ امام جعفر صادق فرماتے ہیں۔ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ رفع عن امتی اربع خصال خطائہا ونسیانہا وما اکرھوا علیہ وما لم یطیقوا وذٰلک قول اللہ تعالیٰ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ الآیۃ وقولہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان (اصول کافی۔ باب ما رفع عن الامۃ۔ صفحہ ۵۸۹)۔ یعنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ چار خصلتیں میری امت سے مرفوع ہیں۔ خطا۔ نسیان۔ جس امر پر وہ مجبور کیئے جائیں۔ جس امر کی ان میں طاقت نہ ہو۔ چنانچہ قول باری تعالےٰ ہے۔ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا الآیۃ۔ اور ارشاد الٰہی ہے۔ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان۔ انتہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ حالت اکراہ میں جو کلمہ کفر زبان سے نکل جائے وہ امت کے لیئے معاف ہے۔

(۶) مصنف کا یہ قول کہ تقیہ وتوریہ شئی واحد ہیں۔ غلط ہے۔ مصباح منیر للعلامۃ الفیومی میں ہے۔ وریت الحدیث توریۃ سترتہ واظہرت غیرہ وقال ابو عبید لا اراہ الا ماخوذا من وراء الانسان فاذا قال وریتہ فکانہ جعلہ وراء حیث لا یظہر فالتوریۃ ان تطلق لفظا ظاہرا فی معنی وترید بہ معنی اخر یتناولہ ذٰلک اللفظ لکنہ خلاف ظاہرہ۔ ترجمہ وریت الحدیث توریۃ کے معنے ہیں۔ کہ میں نے اس بات کو چھپایا۔ اور اس کے غیر کو ظاہر کیا۔ ابو عبید کا قول ہے۔ کہ میری رائے میں توریہ وراء انسان سے ماخوذ ہے۔ جب کوئی شخص کہتا ہے۔ وریتہ (میں نے اس کو چھپایا)۔ تو گویا اس نے اس شئی کو پس پشت کر لیا کہ ظاہر نہیں ہوتی۔ پس توریہ یہ ہے کہ تم ایک لفظ بولو جو ایک معنی میں ظاہر ہے اور تمہاری مراد دوسرے معنے ہوں جس کو وہ لفظ متناول ہے۔ مگر وہ دوسرے معنی خلاف ظاہر ہوں انتہی چنانچہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زوجہ کو بہن کہا۔ بہن کے دو معنے ہیں ایک ظاہر اور دوسرے

خلاف ظاہر یعنے دینی بہن۔ پس حضرت خلیل اللہ کی مراد بہن کہنے سے دینی بہن تھی۔ یہ ہے توریہ۔ اس پر تقیہ کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

(۷) مصنف نے جواز تقیہ میں سورہ آل عمران کی جو آیت پیش کی ہے وہ یہ ہے:۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِينَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ج وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً	مومن مومنوں کے سوا کافروں کو اپنا یار و مددگار نہ بنائیں۔ اور جو ایسا کرے گا اس کو اللہ سے کچھ سروکار نہیں۔ مگر یہ کہ تم ان سے اپنا بچاؤ کرو۔

حافظ عماد الدین ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

عن ابن عباس قال نھی اللہ المومنین ان یلاطفوا الکفار و یتخذ وھم ولیجۃ من دون المومنین الا یکون الکفار علیھم ظاھرین فیظھرون لھم اللطف ویخالفوا فی الدین و ذلک قولہ تعالٰی اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ط	حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ کہ خدا نے مومنوں کو روک دیا ہے۔ کہ کفار سے اظہار ملاطفت کریں اور مومنوں کے سوا ان کو اپنا راز دار بنائیں۔ مگر یہ کہ۔۔۔۔ کفار ان پر غالب آجائیں تو یہ ہو سکتا ہے۔ کہ اظہار ملاطفت کے ساتھ دینی معاملات میں ان کے مخالف بنے رہیں۔ اور یہی مطلب ہے خدا تعالے کے کلام اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ط کا۔

خلاصہ مطلب یہ ہوا۔ کہ غلبہ کفار کے وقت ان سے اظہار ملاطفت کی اجازت ہے۔ نہ کہ اظہار بے دینی کی۔ اگر یعقوب قاری نے تقاۃً کو تقیۃً پڑھا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ تقاۃ اور تقیہ کے ایک ہی معنے ہیں۔ یعنے اظہار دین سے بچنا۔ نہ کہ اظہار بے دینی کرنا۔ پس تقیۂ شیعہ پھر بھی ثابت نہیں ہوتا۔ سورہ مومن کی آیت کا جواب انشاء اللہ تعالے آئندہ آئے گا۔

(۸) ۔قصہ ابو جندل سے بھی تقیہ ثابت نہیں ہوتا۔ جب حضرت ابو جندل رضی اللہ تعالٰے عنہ مکہ میں ایمان لائے۔ تو ان کے والد سہیل بن عمرو نے لوہے کی بیڑیاں ڈال کر ان کو کوٹھڑی میں قید کر دیا۔ اور طرح طرح کی ایذا دی۔ مگر حضرت ابو جندل ثابت قدم رہے۔ اور موقع پا کر بیڑیوں سمیت قید خانہ سے نکل گئے۔ اور راستہ چھوڑ کر پہاڑوں میں سے ہوتے ہوئے حدیبیہ میں اس وقت پہنچے جب کہ صلح نامہ لکھا جا رہا تھا۔ مگر بنا بر شرط صلح حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان کے والد سہیل کے حوالہ کر دیا۔ اور حسب روایت کلینی (کتاب الروضہ صفحہ ۱۵۲) یوں دعا فرمائی:۔ اللھم اجعل لابی جندل مخرجا۔ (خدایا تو ابو جندل کے لئے کوئی نکلنے کی راہ بنا دے) اس قصہ کے متعلق علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ

(مطبوعہ مصر - جزء اوّل صفحہ ۱۳۰) میں یوں لکھتے ہیں۔ قال الخطابی فاول العلماء ما وقع فی قصۃ ابی جندل علی وجھین احدھما ان اللہ تعالیٰ قد اباح التقیۃ للمسلم اذا خاف الھلاک و رخص لہ ان یتکلم بالکفر مع اضمار الایمان ان لم یمکنہ التوریۃ فلم یکن ردہ الیھم اسلاما لابی جندل الی الھلاک مع وجود السبیل الی الخلاص من الموت بالتقیۃ والوجہ الثانی انما ردہ الی ابیہ والغالب ان اباہ لا یبلغ بہ الی الھلاک وان عذبہ او سجنہ فلہ مندوحۃ بالتقیۃ ایضاً۔ ترجمہ خطابی نے کہا کہ جو کچھ قصہ ابو جندل میں واقع ہوا۔ علماء نے دو وجہ پر اس کی تاویل کی ہے۔ ایک وجہ یہ ہے کہ جب ہلاکت کا خوف ہو۔ تو خدا تعالیٰ نے مسلمان کے لیئے تقیہ مباح کر دیا ہے۔ اور بصورت عدم امکان توریہ اس کو رخصت دی ہے۔ کہ کلمہ کفر زبان پر لائے اور ایمان کو پوشیدہ کرے۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو ابو جندل کو کفار پر رد کیا۔ یہ اس کو ہلاکت کی طرف تسلیم کرنا تھا۔ کیونکہ اس کے لیئے بذریعہ تقیہ موت سے نجات کی سبیل موجود تھی۔ دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو جندل کو اس کے باپ پر رد کیا۔ بدین خیال کہ باپ اس کو غالباً ہلاک نہ کرے گا۔ اور اگر اسے ایذا دے گا۔ یا قید میں رکھے گا۔ تو بھی اس کے لیئے تقیہ کی گنجائش ہے۔ انتہےٰ۔

اس تقریر کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ بصورت خوف ہلاک عامہ مسلمین کے لیئے تقیہ کی رخصت ثابت ہے یعنی اظہار دین سے بچے اور توریہ سے کام لے۔ اگر توریہ ممکن نہ ہو۔ تو رخصت ہے کہ کلمہ کفر زبان پر لائے مگر دل مطمئن بالایمان ہو۔ لیکن انبیاء و ائمہ کے لیئے یہ رخصت نہیں۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔

(۹) مصنف نے جو الفاظ حضرت ابو ذرؓ کی نسبت لکھے ہیں۔ وہ کتب شیعہ کی روائیت میں سے ہیں۔ چنانچہ ملا باقر مجلسی بحوالہ تفسیر قمی ایک طویل روائیت نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ ابو ذر گفت۔ اللہ اکبر حبیب من رسول خدا روزے بمن گفت کہ اے ابو ذر چگونہ باشد حال تو در روزے کہ از تو پرسند بدترین بلاد را و تو بگو را گوئی و قبول سکنائے تو در آنجا نمایند و بدترین شہر ہا را از تو پرسند و تو گوئی ربذہ و ترا بآنجا فرستند۔ گفتم یا رسول اللہ ص چنین زمانے خواہد بود۔ فرمود کہ آرے بحق آن خدائے کہ جان من در قبضہ تصرف اوست کہ این امر خواہد بود۔ گفتم یا رسول اللہ ص در آن روز شمشیر بر دوش بگیرم و مردانہ از برائے ورا با ایشان جہاد کنم۔ حضرت فرمود کہ نہ بشنو و خاموش باش و متعرض کسے مشو اگرچہ غلام حبشی باشد دابدرستیکہ حق تعالیٰ در ماجرا ے تو و عثمان آیۂ چند فرستاد و آن آیات را کہ گذشت حضرت بخواند (حیات القلوب۔ جلد دوم۔ صفحہ ۸۲)۔ ترجمہ۔ حضرت ابو ذرؓ نے کہا۔ اللہ اکبر! میرے حبیب رسول خدا نے ایک دن مجھ سے فرمایا۔ کہ اے ابو ذر اس دن تیرا کیا حال ہوگا کہ تجھ سے پوچھیں گے۔ کہ شہروں میں سب سے

اچھا شہر کونسا ہے۔ تو کہے گا کہ مکہ اور وہ مکہ میں تیری سکونت منظور نہ کریں گے۔ اور تجھ سے پوچھینگے کہ شہروں میں سب سے بُرا شہر کونسا ہے۔ اور تو کہے گا کہ ربذہ اور وہ تجھے وہیں بھیجیں گے۔ میں نے عرض کی۔ یارسول اللہ کیا ایسا وقت آئے گا؟ فرمایا کہ ہاں قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ تصرف میں میری جان ہے کہ یہ امر ہو گا۔ میں نے عرض کی۔ یارسول اللہ میں اس دن تلوار کندھے پر رکھ کر مردانہ خدا کے واسطے جہاد کروں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ ایسا نہ کرنا بلکہ سن لینا اور خاموش رہنا اور کسی سے متعرض نہ ہونا اگرچہ وہ حبشی غلام ہو۔ بے شک خدا تعالےٰ نے تیرے اور عثمان کے ماجرا میں چند آیتیں بھیجی ہیں اور حضرت ؑ نے ان آیتوں کو پڑھا جو اوپر آچکی ہیں۔ (واذ اخذنا میثاقکم لا تسفکون دمآءکم الآیۃ بقرہ ع ۱۰) ہم اس روائیت شیعہ کی صحت کو تسلیم نہیں کرتے۔ کامل ابن اثیر۔ (جزء ثالث صفحہ ۱۴۳) میں ہے وفی ھٰذہ السنۃ کان ما ذکر فی امر ابی ذر واشخاص معاویۃ ایاہ من الشام الی المدینۃ وقد ذکر فی سبب ذلک امور کثیرۃ من سب معاویۃ ایاہ وتھدیدہ بالقتل وحملہ الی المدینۃ من الشام بغیر وطاء ونفیہ من المدینۃ علی الوجہ الشنیع لا یصح النقل بہ ولو صح لکان ینبغی ان یعتذر عن عثمان فان للامام ان یودب رعیتہ وغیر ذلک من الاعذار لا ان یجعل ذلک سببًا للطعن علیہ کرھت ذکرھا۔ ترجمہ۔ اور اس سال (سنہ ۳۰ھ) میں تھا وہ جو حضرت ابوذر کی نسبت ذکر کیا جاتا ہے۔ یعنے حضرت معاویہ کا اس کو شام سے مدینہ بھیجنا جس کے سبب میں حضرت معاویہ کا اس کو گالی دینا اور قتل کی دھمکی دینا وغیرہ بہت سے امور ذکر کئے گئے ہیں۔ اور شام سے مدینہ تک اسکو بے ساز اونٹ پر سوار کر کے لے جانا اور مدینہ سے بری طرح اس کا جلاوطن کرنا جس کو نقل کرنا صحیح نہیں۔ اور اگر صحیح ہو تو مناسب ہے۔ کہ حضرت عثمان کی طرف سے عذر خواہی کی جائے۔ کیونکہ خلیفہ وقت کا حق ہے کہ وہ اپنی رعیت کو تادیب کرے اور اس کے سوا اور عذر ہیں۔ نہ یہ کہ الٹا اس کو خلیفہ پر طعن کا سبب قرار دیا جائے جس کا ذکر میں نے پسند نہیں کیا۔ انتہےٰ۔ یہ طعن اور اس کا مفصل جواب تحفہ اثناعشریہ میں مذکور ہے۔ جس کا جی چاہے وہاں دیکھ لے۔

(۱۵)۔ سیرۃ النبویہ سید احمد دحلان جلد ۱ صفحہ ۳۸ کے حوالہ سے جو لکھا گیا ہے۔ وہ تقیہ کی صورت نہیں۔ کتاب مذکور میں یہ قصہ یوں درج ہے۔ کہ جب کفار نے دارالندوہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کا ۔۔۔۔۔۔۔۔ فیصلہ کیا۔ تو اللہ تعالےٰ نے بذریعہ وحی حضور کو اس ماجرا کی خبر دی اور فرمایا کہ آج رات اپنے بستر پر نہ سوئیں۔ کفار نے رات کے وقت حضور کے دولت خانہ کو آگھیرا۔ آپ نے حضرت علی مرتضےٰ سے فرمایا۔ اتشح ببردی ھٰذا الحضرمی الاخضر فنم فیہ فانہ لن یخلص

ایاک شیئ تکرھہ منھم۔ یعنے میری یہ سبز حضرمی چادر اوڑھ کر سو جائیے۔ تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے گی یہ فرما کر حضور دروازے سے نکل گئے اور کفار کو نظر نہ آئے۔ صبح کو حضرت علی مرتضےٰ جو اٹھے۔ تو کفار نے دریافت کیا کہ این صاحبک (آپ کا ساتھی کہاں ہے) آپ نے جواب دیا۔ لا ادری۔ (میں نہیں جانتا) حضرت امیرؓ کا یہ جواب درست تھا۔ کیونکہ ان کو واقعی معلوم نہ تھا کہ حضورؐ اس وقت غار ثور میں ہیں۔ اور نہ حضورؐ نے جاتے وقت حضرت امیرؓ سے فرمایا تھا۔ کہ ہم غار ثور میں جا کر چھپیں گے۔ اگر بقول سید امداد امام حضرت علیؓ کو معلوم تھا۔ کہ رسولؐ خدا غار ثور میں پوشیدہ ہیں۔ تو پھر آپ کا یہ جواب کہ "میں نہیں جانتا کہاں ہیں" صریح کذب ہے۔ جسے شیعہ کی اصطلاح میں تقیہ کہتے ہیں۔ مگر ہم اہلسنت ایسے تقیہ کی نسبت حضرت امیرؓ کی طرف تسلیم نہیں کرتے۔

(۱۱) بحوالہ تاریخ الخمیس جو لکھا گیا ہے۔ کہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے کفار کے جواب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرمایا۔ کہ یہ شخص راستہ بتانے والا ہے۔ یہ تقیہ نہ تھا۔ بلکہ توریہ تھا۔ جو عندالضرورت جائز ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری (مطبوعہ مصر۔ جزء ثانی۔ صفحہ ۲۰۶) میں حضرت انس بن مالک ہجرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وابو بکر صدیقؓ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ فیلقی الرجل ابابکر فیقول یا ابابکر من ھذا الرجل الذی بین یدیک فیقول ھذا الرجل یھدینی السبیل قال فیحسب الحاسب انہ انما یعنی الطریق وانما یعنی سبیل الخیر۔ یعنے راستہ میں کوئی شخص ابو بکر سے ملتا۔ تو پوچھتا۔ کہ اے ابو بکر یہ شخص جو آپ کے سامنے ہے کون ہے؟ ابو بکر جواب دیتے کہ یہ شخص راستہ بتانے والا ہے۔ وہ خیال کرتا کہ ابو بکر کی مراد طریق ہے۔ حالانکہ ان کی مراد سبیل خیر تھی۔ انتہے۔

(۱۲)۔ سیرۃ الحلبیہ جلد اصفحہ ۴۶۶ کا پورا حوالہ یوں ہے۔ وفی النھر ان سبب نزول ھذہ الاٰیۃ ان کفار قریش قالوا لابی طالب اما ان تنھی محمدا عن سب اٰلھتنا والنقص منھا واما ان نسب الٰھہ ونھجوہ قال فیہ وحکم ھذہ الاٰیۃ باق فی ھذہ الامۃ فاذا کان الکافر فی منعۃ وخیف ان یسب الاسلام او الرسول فلا یحل للمسلم ذم دین الکافر ولا یتعرض لما یؤدی الیٰ ذلک لان الطاعۃ اذا کانت تؤدی الی معصیۃ خرجت عن ان تکون طاعۃ فیجب النھی عنھا کما ینھی عن المعصیۃ ھذا کلامہ۔ ترجمہ۔ نہر میں ہے۔ کہ اس آیت (ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ الاٰیۃ) کے نازل ہونے کا سبب یہ ہے۔ کہ کفار قریش نے ابو طالب سے کہا۔ کہ تم محمدؐ کو روک دو کہ وہ ہمارے معبودوں کو گالی نہ دیں۔ اور ان کی تنقیص نہ کریں۔ ورنہ ہم ان کے خدا کو گالی

دیں گے اور ہجو کریں گے۔ بصنف ہنر کا قول ہے۔ کہ اس آئیت کا حکم اس امت میں باقی ہے۔ پس جب کافر کثیر الاعوان ہو۔ اور اس بات کا ڈر ہو کہ وہ اسلام یا پیغمبر اسلام کو گالی دے گا۔ تو مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اس کافر کے دین کی مذمت کرے اور نہ ایسا کام کرے جو اس کا موجب ہو۔ کیونکہ طاعت جب کسی مفسدہ کا باعث ہو تو وہ طاعت نہیں رہتی۔ لہٰذا اس سے منع کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ گناہ سے منع کیا جاتا ہے یہ صاحب ہنر کا کلام ہے۔ انتہٰی۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں دین کفار کی مذمت نہ کرنا تقیہ نہیں۔ کیونکہ ترک ذم دین کفار مستلزم مدح دین کفار نہیں۔

(۱۳۳) - بخاری۔ جلد اول۔ صفحہ ۳۵۱ کے حوالہ سے جو کچھ مصنف نے لکھا ہے اس میں کلام ہے۔ صحیح بخاری میں یہ کہیں مذکور نہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں پندرہ برس رہے۔ اس میں سے صرف چار یا پانچ برس مخفی اور خوف زدہ طور پر دعوت اسلام فرمائی۔ بلکہ اس میں (بخاری مطبوعہ مصر۔ جزء ثانی۔ صفحہ ۱۹۷) بروائیت ابن عباس مذکور ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چالیس سال کے ہوئے تو آپ پر وحی کا نزول شروع ہوا۔ آپ تیرہ برس مکہ میں رہے۔ بعد ازاں ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے۔ وہاں دس برس رہے۔ اور وہیں وفات پائی۔ دوسری روائیت (جزء ثالث۔ صفحہ ۹۵) میں ہے عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی قولہ تعالیٰ ولا تجھر بصلاتک ولا تخافت بہا قال نزلت ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختف بمکۃ کان اذا صلی باصحابہ رفع صوتہ بالقرآن فاذا سمع المشرکون سبوا القرآن ومن انزلہ ومن جاء بہ فقال اللہ تعالیٰ لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا تجھر بصلاتک ای بقراءتک فیسمع المشرکون فیسبوا القرآن ولا تخافت بہا عن اصحابک فلا تسمعھم وابتغ بین ذلک سبیلا۔ ترجمہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روائیت ہے۔ کہ آیہ ولا تجھر بصلاتک ولا تخافت بہا وابتغ بین ذٰلک سبیلا (بنی اسرائیل۔ ع ۱۲) نازل ہوئی جبکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں پوشیدہ تھے۔ آپ جب اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھتے۔ تو قرآن کے ساتھ اپنی آواز بلند فرماتے۔ جب مشرکین سنتے۔ تو قرآن اور خدا اور رسول خدا کو گالی دیتے پس خدا تعالےٰ نے اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا۔ کہ آواز بلند نہ کیجئے اپنی نماز یعنے قرارت کے ساتھ کہ مشرکین سن کر قرآن کو گالی دیں اور نہ بہت آہستہ کیجئے اس کے ساتھ اپنے اصحاب سے کہ وہ نہ سُن سکیں۔ بلکہ آپ اس کے درمیان راہ ڈھونڈیئے۔ انتہٰی۔ ظاہر ہے کہ نماز میں قرارت کا آہستہ پڑھنا تقیہ نہیں۔

(۱۳۴) اسعاف الراغبین (بہامش نور الابصار مطبوعہ مصر۔ صفحہ ۱۷-۱۸) میں ہے۔ کہ جب یا یہا

المدثر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ تو آپ مخفی طور پر لوگوں کو دعوت اسلام دیتے رہے کیونکہ آپ مامور بہ اظہار نہ تھے۔ جب مسلمان نماز پڑھنا چاہتے۔ تو کسی گھاٹی میں مشرکین سے پوشیدہ ہو کر پڑھتے۔ ایک روز مشرکین نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو مع چند مسلمانوں کے کسی گھاٹی میں نماز پڑھتے دیکھ لیا۔ اور قتال کی نوبت پہنچی۔ حضرت سعد نے ان میں سے ایک کو مار ڈالا۔ اس وقت جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب دار ارقم میں داخل ہوئے اور اپنی نماز وعبادات پوشیدہ بجا لاتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو اظہار احکام کا حکم دیا۔ اور ۶ھ نبوت میں حضرت امیر حمزہ کے تین دن بعد حضرت عمر فاروق کو بھی اسلام کی ہدائیت دی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اخفار کی مدت تین سال تھی۔ اس مدت میں قریش حضرت کو اور حضرت پر ایمان لانے والوں کو ایذا دیتے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے مغلوبین کی ایک جماعت کو سخت ایذا دی انتہےٰ۔ اس اخفار کو تقیہ سمجھنا سخت غلطی ہے۔ انبیاء کرام ہر امر میں حکم الٰہی کے تابع ہوتے ہیں۔ جب تک اظہار دین کا حکم نہ ہوا تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اصحاب پوشیدہ عبادت کرتے رہے۔ مگر اس مدت اخفار میں بھی حضرت نے کبھی یہ نہ فرمایا کہ دین اسلام حق نہیں۔ یا معاذ اللہ میں خدا کا رسول نہیں۔ جب فاصدع بما تؤمر کا حکم آیا۔ تو آپ برملا اظہار کلمۃ الحق فرمانے لگے۔

(۱۵) روائیت کذبات ثلاثہ کا جواب تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۱۹ میں یوں دیا ہے۔ کہ اس روائیت میں کذب بمعنی تعریض ہے۔ کہ ظاہر میں کذب معلوم ہوتا ہے۔ مگر حقیقت میں صدق ہے۔ چنانچہ حضور پیغمبر آخر الزمانؐ کے مطائبات میں منقول ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ العجائز لا تدخلن الجنۃ وانی حاملک علی ولد ناقۃ وغیرہ۔ اور حضرت امیرؓ سے بھی اس قسم کی تعریضات بہت منقول ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کے کذبات ثلاثہ اسی قبیل سے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ایک جبار کے خوف سے اپنی زوجہ کو بہن کہا۔ اور اخوت اسلامی مراد رکھی۔ اور انی سقیم کہا۔ اور مراد بے مزگی وکدورت روحانی تھی جو مرض جسمانی سے بڑھکر ہے۔ اور فعلہ کبیرھم بطریق فرض الزام کفار کے لیئے ذکر کیا۔ پس کذب کا اطلاق ان امور پر محض بنا بر مشاکلت ومشابہت ہے۔ اور اتنا بھی بنا بر مصلحت ضروری تھا۔ کیونکہ تعریضات تو درکنار اگر اپنے مال وجان وناموس سے ایک جابر کا دفع کرنا منجر بکذب صریح ہو وہ بھی اس وقت جائز ہوتا ہے۔ کافروں کو الزام دینا اور بتوں کی پوجا سے کنارہ کشی کرنا یہی حکم رکھتا ہے۔ بالجملہ ان روایات صحیحۃ المضامین کو محل طعن قرار دینا اور اپنی روائیتوں کو جو صراحۃً انبیاء ورسل کے حق میں شنائع وقبائح پر دلالت کرتی ہیں بھول جانا حیا سے بہت بعید ہے۔ اور باب نبوت میں معلوم ہو گا

کہ روافض بعض انبیاء کو وحی الٰہی کے منکر جانتے ہیں۔ اور بعض کو حسد و بغض و عناد سے منسوب کرتے ہیں اور بعضوں کی طرف گناہان کبیرہ کی نسبت دیتے ہیں جن پر موت ہلاک ہے۔ اور اس فرقہ کے عقائد میں موجود ہے۔ کہ انبیاء پر تقیہ اظہار کفر واجب ہے۔ اپنی ان روایات و عقائد کو ان تعریفات ثلاثہ کے ساتھ موازنہ کر کے انصاف کر لیں۔

(۱۶)۔ بخاری کی جلد ۱۰ صفحہ ۳۵ کا جو حوالہ دیا ہے۔ اس میں جلد دہم سے معلوم نہیں کیا مراد ہے صحیح بخاری کے چار جزء اور تیس پارے ہیں۔ اگر فرض کر لیا جائے۔ کہ بخاری شریف میں یہ روائیت ابن عباس موجود ہے۔ تو اس سے یہ مراد ہوگی کہ جہاں غلبہ کفار ہو اور ہجرت پر قدرت نہ ہو وہاں اخفائے ایمان بہتر ہے جیسا کہ صدر اسلام میں مکہ میں تھا۔ مگر ایسے اخفار کو تقیہ نہیں کہہ سکتے۔

(۱۷) مصنف نے روائیت حذیفہ کا مطلب غلط بیان کیا ہے۔ وہ روائیت صحیح مسلم میں یوں ہے حدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ ومحمد بن عبد اللہ بن نمیر وابو کریب واللفظ لابی کریب قالوا حدثنا ابو معاویۃ عن الاعمش عن شقیق عن حذیفۃ قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال احصوا لی کم یلفظ الاسلام قال فقلنا یا رسول اللہ اتخاف علینا ونحن ما بین الستمائۃ الی السبع مائۃ فقال انکم لا تدرون لعلکم ان تبتلوا قال فابتلینا حتی جعل الرجل منا لا یصلی الا سرا۔ ترجمہ (بحذف اسناد) حضرت حذیفہ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ نے فرمایا۔ گن کر مجھے بتاؤ کہ اسلام کے نام لیوا کتنے ہیں۔ ہم نے عرض کی۔ یا رسول اللہ کیا آپ کو ہم پر خوف ہے۔ حالانکہ ہم چھ سات سو ہیں۔ فرمایا کہ تم نہیں جانتے۔ شائد تم ابتلاء میں پڑ جاؤ۔ راوی کا قول ہے کہ ہم ایسے ابتلاء میں پڑے کہ ہم میں سے بعضے پوشیدہ نماز پڑھتے تھے۔ انتہے۔ یہ حدیث صحیح بخاری (کتاب الجہاد والسیر باب کتابۃ الامام الناس) میں بھی ہے۔ ہم بخوف طوالت اسے نقل نہیں کرتے۔ اس کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی و امام قسطلانی یوں لکھتے ہیں۔ لعلہ اشار الی بعض ما وقع فی خلافۃ عثمان رضی اللہ عنہ من ولایۃ بعض امراء الکوفۃ کالولید بن عقبۃ حیث کان یوخر الصلوۃ او لا یقیمھا علی وجھھا فکان بعض الورعین یصلی وحدہ سرا ثم یصلی معہ خشیۃ الفتنۃ۔ ترجمہ۔ شائد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعض واقعہ یعنے بعض امراء کوفہ مثلاً ولید بن عقبہ کی ولائیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ جو نماز میں تاخیر کرتا تھا یا اس کو ٹھیک طور پر ادا نہ کرتا تھا اس لیئے بعضے پرہیزگار پوشیدہ اکیلے نماز پڑھتے تھے۔ پھر فتنہ کے خوف سے اس امیر کے ساتھ پڑھ لیتے تھے۔ انتہے۔ کیا ایسی احتیاط کو تقیہ کہہ سکتے ہیں۔ ہو گیا بخوف فتنہ پوشیدہ نماز پڑھنا تقیہ ہے؟

ہرگز نہیں۔

(۱۸)۔ بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۱۰۶ کا پورا حوالہ یوں ہے۔ ولبثت فینا من عمرک سنین قیل لبث فیھم ثلاثین سنۃ ثم خرج الیٰ مدین عشر سنین ثم عاد الیھم یدعوھم الی اللہ تعالیٰ ثلثین ثم بقی بعد الغرق خمسین سنۃ وفعلت فعلتک التی فعلت یعنی قتل القبطی ونجہ بہ معظمًا ایاہ بعد ما عدد علیہ نعمتہ وانت من الکافرین بنعمتی حتی عمدت الی قتل خواصی او ممن تکفرھم اذن فانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کان یعایشھم بالتقیۃ۔ ترجمہ۔ اور تو رہا ہم میں اپنی عمر کے بہت سے سال کہا گیا ہے کہ حضرت موسےؑ ان کے درمیان تیس سال رہے۔ پھر مدین کی طرف نکلے۔ اور دس سال وہاں رہے۔ پھر ان کی طرف واپس آئے۔ اور تیس سال ان کو دعوت حق فرماتے رہے۔ بعد ازان غرق فرعون کے بعد پچاس برس زندہ رہے۔ اور تو نے وہ کام کیا جو کیا۔ یعنے قبطی کا قتل کرنا۔ فرعون نے اپنی نعمت کے اظہار کے بعد حضرت موسےؑ کو قتل قبطی کی سبب توبیخ کی جسے اس نے بڑا گناہ سمجھا۔ اور تو تھا کافروں سے۔ یعنے تو نے میری نعمت کا کفران کیا یہاں تک کہ تو نے میرے خواص کے قتل کا قصد کیا یا یہ معنے ہیں۔ کہ تو ان میں سے تھا جن کو اب کافر خیال کر رہا ہے۔ کیونکہ حضرت موسےؑ علیہ الصلوٰۃ و السلام ان کے درمیان تقیہ سے زندگی بسر کرتے تھے۔ انتہےٰ۔ حاشیہ شیخ زادہ میں ہے۔ وھٰذا من غایۃ جھل اللعین لان الانبیاء لم یزالوا علی التوحید والبراءۃ من الشرک واللہ تعالیٰ عاصم من یستنبئہ من کل کبیرۃ فما ظنک بالکفر۔ ترجمہ۔ یہ فرعون لعین کی غائیت درجہ کی جہالت ہے۔ کیونکہ انبیائے کرام ہمیشہ توحید پر اور شرک سے برارت پر رہے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ جس کو نبی بنانا چاہتا ہے۔ اسے ہر ایک کبیرہ سے کفر کا تو کیا ذکر بچاتا ہے۔ انتہےٰ۔ پس ثابت ہوا۔ کہ حضرت موسےؑ علیہ السلام قبل نبوت و رسالت کے عقیدہ توحید پر تھے۔ اس عقیدہ کو انہوں نے پوشیدہ رکھا۔ کیونکہ مامور باظہار نہ تھے۔ اس عقیدہ توحید کے اخفار کو قاضی بیضاوی نے تقیہ سے تعبیر کیا ہے۔ مگر اسے تقیہ مصطلحہ شیعہ نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ باوجودیکہ حضرت موسےؑ فرعونیوں میں گھرے ہوئے تھے۔ مگر آپ کی زبان سے کبھی فرعون کی مدح یا اس کے دعوے کی تائید یا تصدیق نہ نکلی۔

(۱۹)۔ بیضاوی۔ جلد ۱۔ صفحہ ۹۹ میں یہ کہیں نہیں لکھا۔ کہ آیہ لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ تقیہ کی اجازت دیتی ہے۔

(۲۰) کسی تفسیر سے اس تقیہ کا جواز ثابت نہیں ہوتا جو نفاق و کذب کا مترادف ہے ابتدائے اسلام میں بھی تقیہ جائز نہ تھا۔ محض اخفار ایمان و عبادت کی اجازت تھی۔ مگر جب ہجرت کا حکم آیا۔ اور

جہاد فرض ہوگیا۔ تو جواز اخفا بھی جاتا رہا۔ المختصر تقیہ اہل تشیع ہی کی خاص چیز ہے۔ اہل سنت اس سے کچھ سروکار نہیں رکھتے۔ اب ہم ذیل میں کتب شیعہ سے تقیہ کا حال کسی قدر تفصیل سے لکھتے ہیں۔

(۱) تقیہ کی تاریخ

تبرا کی طرح تقیہ بھی شیعہ کے ہاں ایک کثیر الثواب عبادت ہے۔ اس کی اصل دریافت کرنے کے لئے ہم تاریخ اسلام پر اجمالی نظر ڈالتے ہیں۔ سیدنا محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ ہی دشمنان اسلام علانیہ طور پر اس دین کے مٹانے کے درپے ہوگئے۔ حضور انور بابی ہو وامی نے تیرہ سال تک مکہ میں اپنی ہی قوم کے ہاتھوں وہ تکالیف اٹھائیں۔ کہ آپ سے پہلے کسی نبی نے نہ اٹھائی تھیں قبائل عرب نے جب دیکھا کہ باوجود مخالفانہ کوششوں کے اسلام حدود مکہ سے باہر بھی لوگوں کے دلوں میں گھر کرتا جاتا ہے۔ تو متفقہ طور پر دار الندوہ میں یہ فیصلہ کیا کہ پیغمبر اسلام کی زندگی کا خاتمہ کر دیا جائے تاکہ آپ کے ساتھ آپ کے دین کا بھی خاتمہ ہوجائے۔ بذریعہ وحی آپ کو اس فیصلہ کی جو خبر ملی۔ تو آپ نے بحکم الٰہی مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ مگر آپ کو آرام وہاں بھی نہ ملا۔ بلکہ آپ کی مخالفت میں اضافہ ہوگیا۔ یہود کی ایک جماعت نے باقتضائے مصلحت وقت اسلام ظاہر کیا۔ اور دل میں کفر رکھا۔ یہ لوگ دوستی کے پردے میں دشمنی کرتے تھے۔ ان کی مخالفت دیگر کفار کی علانیہ مخالفت سے زیادہ خطرناک تھی۔ مگر یہ دوست نما دشمن جب نور اسلام کے بجھانے کے لئے کوئی منصوبہ یا سازش کرتے تھے۔ تو خدا تعالےٰ بذریعہ وحی اپنے حبیب پاک کو آگاہ کر دیتا تھا جیسا کہ قرآن کریم سے ظاہر ہے۔ اس طرح عہد نبوی میں ان منافقین کو کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ دور نبوت کے بعد سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور سیدنا عمر فاروقؓ کی خلافتوں میں بھی اسلام ترقی کرتا رہا۔ اور کسی مخالف کو مخالفت کا موقع نہ ملا۔ مگر تیسری خلافت کے آخری حصہ میں ضعف کے کچھ آثار پاکر منافقین یہود نے پھر سر اٹھایا۔ اس وقت ان کا سرغنہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ ابن سبا کی تعلیم اور اس کے فتنہ کا حال اور نتیجہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں۔

ابن سبا اور اس کے ہم مشربوں کا نفاق مصلحت کے درجہ میں تھا۔ اس نفاق کو اس کے جانشینوں نے اس قدر اہمیت دی۔ کہ اسے اصل مذہب قرار دیا۔ اور اسے ہر دلعزیز بنانے کی کوشش کی۔ چنانچہ پہلے انہوں نے دفع وحشت کے لئے اس کا نام بدلا اور اس کے لئے بظاہر ایک خوشنما نام یعنے تقیہ تجویز کیا۔ پھر تقیہ کے فضائل میں روایات وضع کرکے خاندان نبوت کی طرف منسوب کر دیں۔

(۲) تقیہ کے فضائل

ذیل میں تقیہ کے فضائل شیعہ کی نہائیت معتبر کتابوں سے بیان ہوتے ہیں۔

(۱) امام جعفر صادق کا قول ہے کہ دس حصوں میں سے نو حصے دین کے تقیہ میں ہیں۔ جس کا تقیہ نہیں اس کا کوئی دین نہیں (اصول کافی صفحہ ۴۸۲)۔

(۲)۔ ابو بصیر کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا کہ تقیہ دین خدا میں سے ہے۔ میں نے عرض کی کیا دین خدا میں سے ہے۔ امام نے فرمایا۔ ہاں قسم بخدا کہ تقیہ دین خدا میں سے ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ اے قافلہ والو تم چور ہو۔ قسم بخدا کہ انہوں نے کچھ نہ چرایا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ کہ میں بیمار ہوں قسم بخدا کہ وہ بیمار نہ تھے۔ (اصول کافی صفحہ ۴۸۳)۔

(۳)۔ امام محمد باقر کا قول ہے۔ کہ تقیہ میرے دین سے اور میرے آباؤ اجداد کے دین سے ہے۔ جس شخص میں تقیہ نہیں اس کا ایمان نہیں۔ (اصول کافی۔ صفحہ ۴۸۴)۔

(۴) عن سلیمان بن خالد قال قال ابو عبد اللہ علیہ السلام یا سلیمان انکم علی دین من کتمہ اعزہ اللہ ومن اذاعہ اذلہ اللہ (اصول کافی۔ صفحہ ۴۸۵)۔ ترجمہ سلیمان بن خالد سے روائیت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ اے سلیمان۔ بے شک تم ایسے دین پر ہو کہ جس نے اسے چھپایا خدا نے اسے عزت دی۔ اور جس نے اسے ظاہر کیا۔ خدا نے اسے ذلیل کیا انتہے

(۵)۔ عن ابن ابی یعفور قال قال ابو عبد اللہ علیہ السلام من اذاع علینا حدیثنا سلبہ اللہ الایمان (اصول کافی۔ صفحہ ۵۵۱)۔ ترجمہ۔ ابن ابی یعفور سے روائیت ہے۔ کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ جس نے ہمارے خلاف ہماری حدیث کو ظاہر کیا۔ خدا نے اس سے ایمان چھین لیا۔ انتہے۔

(۶)۔ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال من اذاع علینا شیئا من امرنا فھو کمن قتلنا عمدا ولم یقتلنا خطأ۔ (اصول کافی۔ صفحہ ۵۵۲) یعنے امام جعفر صادق فرماتے ہیں۔ کہ جس نے ہمارے خلاف ہمارے امر میں سے کوئی چیز ظاہر کر دی۔ وہ مثل اس شخص کے ہے جس نے ہم کو عمداً قتل کیا۔ اور خطاء سے قتل نہ کیا انتہے۔

(۷) قال رسول اللہ مثل مومن لا تقیۃ لہ کمثل جسد لا راس لہ (تفسیر امام حسن عسکری۔ مطبوعہ مطبع جعفری۔ صفحہ ۱۶۳) یعنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے تقیہ مومن کی مثل

مانند جسم بے سر کے ہے۔

(۸)۔ قال امیر المومنین التقیۃ من افضل اعمال المومن یصون بہا نفسہ واخوانہ عن الفاجرین (تفسیر عسکری۔ صفحہ ۱۶۳) یعنے حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ تقیہ مومن کے افضل اعمال میں سے ہے جس کے ذریعہ وہ اپنی جان کو اور اپنے بھائیوں کو فاجروں سے بچاتا ہے۔

(۹) قال الحسین بن علی لولا التقیۃ ما عرف ولینا من عدونا (تفسیر عسکری۔ صفحہ ۱۶۳) امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تقیہ نہ ہوتا۔ تو ہمارے دوست اور ہمارے دشمن میں امتیاز نہ رہتا۔

(۱۰)۔ قال علی بن الحسین زین العابدین یغفر اللہ للمومن کل ذنب ویطہرہ منہ فی الدنیا والاخرۃ ما خلا ذنبین ترک التقیۃ وترک حقوق الاخوان (تفسیر عسکری۔ صفحہ ۱۶۴) یعنے امام زین العابدین فرماتے ہیں۔ کہ خدا مومن کا ہر ایک گناہ بخش دے گا اور اس کو دنیا و آخرت میں اس سے پاک کر دے گا سوا دو گناہوں کے۔ ایک تقیہ کا ترک کرنا۔ دوسرے اپنے بھائیوں کے حقوق کا ترک کرنا۔

(۱۱)۔ نظر الباقر الی بعض شیعتہ وقد دخل خلف بعض المنافقین الی الصلوٰۃ واحس الشیعی بان الباقر قد عرف ذلک منہ فقصدہ وقال اعتذر الیک یا ابن رسول اللہ من صلاتی خلف فلان فانی اتقیہ ولولا ذلک لصلیت وحدہ قال لہ الباقر انما کنت تحتاج ان تعتذر لو ترکت یا عبد اللہ المومن ما زالت ملائکۃ السموٰت السبع والارضین السبع یصلی علیک وتلعن اماما ذاک وان اللہ تعالیٰ امر ان یحسب لک صلوٰتک خلفہ للتقیۃ بسبع مائۃ صلوٰۃ لو صلیتہا وحدک فعلیک بالتقیۃ (تفسیر عسکری۔ صفحہ ۲۸۸) ترجمہ امام محمد باقرؒ نے اپنے بعض شیعہ کو دیکھا کہ ایک منافق کے پیچھے نماز میں شامل ہو گیا ہے۔ اور اس شیعی نے بھی محسوس کیا۔ کہ امام باقرؒ نے میرا یہ فعل معلوم کر لیا ہے۔ اس لیئے اس نے امام کی زیارت کا قصد کیا۔ اور عرض کی۔ اے فرزند رسولؐ میں آپ سے عذر خواہی کرتا ہوں کہ میں نے جو فلاں منافق کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ وہ اس لئے ہے کہ میں اس سے تقیہ کرتا ہوں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں نماز اکیلا پڑھتا۔ امام باقرؒ نے اس سے فرمایا۔ کہ تجھے عذر خواہی کی ضرورت تب ہی تھی۔ کہ تو ترک تقیہ کرتا۔ اے خدا کے مومن بندے! ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کے فرشتے تجھ پر درود بھیجتے اور تیرے اس امام پر لعنت کرتے تھے۔ اور اللہ تعالے نے حکم دیا کہ اس منافق کے پیچھے تقیہ سے تیری نماز

سات سو نمازوں کے برابر شمار کی جائے جن کو تو اکیلا پڑھے پس تو تقیہ کو لازم پکڑ۔ انتہے۔

(۱۲) شیخ صدوق اپنے رسالہ اعتقادات میں لکھتا ہے۔ وقال الصّٰ من صلی معھم فی الصف الاول فکانما صلی مع رسول اللہ فی الصف الاول۔ یعنے امام جعفر صادق فرماتے ہیں۔ کہ جو شیعی مخالفین کے ساتھ پہلی صف میں نماز پڑھے اس نے گویا رسول اللہؐ کے ساتھ پہلی صف میں نماز پڑھی۔ انتہے۔

(۱۳)۔ امام محمد باقر فرماتے ہیں۔ کہ ہم تقیہ سے جو فتوے صادر فرماتے ہیں۔ جو شخص اس پر عمل کریگا اس کو ثواب ملے گا۔ اور جو اسے ترک کرے گا۔ وہ قسم بخدا کہ گنہگار ہوگا۔ ان اخذ بہ اوجر وان ترکہ واللہ اثم (اصول کافی۔ صفحہ ۳۷)۔

(۱۴) شیخ صدوق کے رسالہ اعتقادات میں ہے۔ والتقیۃ واجبۃ لایجوز رفعھا الی ان یخرج القائمؑ فمن ترکھا قبل خروجہ فقد خرج عن دین اللہ تعالٰی وعن دین الامامیۃ وخالف اللہ ورسولہ والائمۃ وسئل الصّٰ عن قول اللہ عز وجل ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم قال اعملکم بالتقیۃ۔ ترجمہ۔ تقیہ واجب ہے۔ اور تا خروج امام قائمؑ اس کا ترک جائز نہیں جس نے ان کے خروج سے پہلے اسے ترک کیا۔ وہ اللہ تعالٰے کے دین سے اور امامیہ کے دین سے خارج ہو گیا۔ اور خدا و رسول وائمہ کا مخالف بن گیا۔ امام صادقؑ سے دریافت کیا گیا۔ کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (حجرات ع ۲) میں اتقاکم سے کیا مراد ہے۔ فرمایا کہ اس سے مراد اعملکم بالتقیہ ہے۔ انتہے۔ یعنے خدا کے نزدیک تم میں سے زیادہ بزرگ وہ ہے جو تقیہ کا زیادہ عامل ہے۔

(۱۵) کشف الغمہ اردبیلی صفحہ ۴۱۳ میں ہے۔ عن الحسین بن خالد قال قال الرضا علیہ السلام لا دین لمن لا ورع لہ ولا ایمان لمن لا تقیۃ لہ وان اکرمکم عند اللہ اتقاکم فقیل لہ یا ابن رسول اللہ الی متی۔ قال الی یوم الوقت المعلوم وھو یوم خروج قائمنا فمن ترک التقیۃ قبل خروج قائمنا فلیس منا۔ ترجمہ حسین بن خالد کا بیان ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ جس شخص میں پرہیزگاری نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔ اور جس میں تقیہ نہیں۔ اس کا ایمان نہیں۔ خدا کے نزدیک تم میں سے زیادہ بزرگ وہ ہے جو تقیہ کا زیادہ عامل ہے۔ آپ سے دریافت کیا گیا۔ اے فرزند رسولؐ تقیہ کب تک ہے۔ فرمایا کہ ہمارے قائمؑ کے خروج کے دن تک ہے۔ جس نے ہمارے قائم کے خروج سے پہلے تقیہ چھوڑ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔

(۱۶)۔ کتاب الروضہ کلینی صفحہ ۱۲۴ میں ہے۔ عن علی بن الحسین علیھما السلام قال واللہ لایخرج

واحد مناقبل خروج القائم الا کان مثله مثل فرخ طار من وکرہ قبل ان یستوی جناحاہ فاخذہ الصبیان فبعثوا بہ۔ یعنی امام علی بن حسین علیہما السلام نے فرمایا کہ قسم بخدا امام قائم کے خروج سے پہلے ہم میں سے جو خروج کرے گا۔ وہ مثل پرندے کے بچے کے ہے جو اپنے بازوؤں کی تکمیل سے پہلے اپنے گھونسلے سے اڑ گیا۔ پس لڑکوں نے اسے پکڑ لیا اور اس کے ساتھ کھیلنے لگے انتہیٰ۔

(۱۷) جامع الاخبار للشیخ الصدوق میں ہے۔ قال جابر قلت یا رسول اللہ ان الناس یقولون ان ابا طالب مات کافرا قال یا جابر ربک اعلم بالغیب انہ لما کانت اللیلۃ التی اسری بی الی السماء انتہیت الی العرش فرایت اربعۃ انوار فقیل لی ھذا عبد المطلب وھذا عمک ابو طالب وھذا ابوک عبد اللہ وھذا ابن عمک جعفر بن ابی طالب فقلت الٰہی لم نالوا ھذہ الدرجۃ قال بکتمانہم الایمان واظہارہم الکفر حتی ماتوا علی ذلک (تنقیح المسائل صفحہ ۱۴۰)

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ تب لوگ کہیں گے کہ ابو طالب کفر پر مرا۔ آپ نے فرمایا۔ اے جابر تیرا رب غیب کو خوب جانتا ہے۔ میں جب شب معراج میں عرش تک پہنچا تو میں نے چار نور دیکھے۔ مجھ سے کہا گیا۔ یہ عبد المطلب ہے۔ اور یہ تیرا چچا ابو طالب ہے۔ اور یہ تیرے والد عبد اللہ ہیں۔ اور یہ تیرا چچیرا بھائی جعفر بن ابی طالب ہے۔ پس میں نے کہا۔ خدایا انہوں نے یہ درجہ کس عمل سے حاصل کیا۔ خدا نے فرمایا کہ ایمان کے چھپانے اور کفر کے ظاہر کرنے سے یہاں تک کہ کفر پر ہی مر گئے۔ انتہیٰ۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ اگر تمام عمر کفر میں گزرے اور تقیہ مرتے وقت تک مانع اظہار اسلام رہے۔ تو عند الامامیہ خدا کے ہاں نہائیت اعلےٰ درجہ ملتا ہے۔

(۳) تقیہ سے سب وشتم وغیرہ کا جواز

(۱) زرارہ جو امام صادق کے مخلص اصحاب میں سے ہے۔ امام موصوف کی نسبت کہتا ہے۔ فی قلبی علیہ لعنۃ (رجال کشی صفحہ ۹۶) یعنے میرے دل میں امام صادق پر لعنت ہے۔

(۲) عن مسعدۃ بن صدقۃ قال قیل لابی عبد اللہ علیہ السلام ان الناس یروون ان علیا علیہ السلام قال علی منبر الکوفۃ ایہا الناس انکم ستدعون الی سبی فسبونی ثم تدعون الی البرائۃ منی فلا تبرؤا منی فقال ما اکثر ما یکذب الناس علی علی علیہ السلام ثم قال انما قال انکم ستدعون الی سبی فسبونی ثم ستدعون الی البرائۃ منی وانی لعلی دین محمد صلی اللہ علیہ

وآلہ ولم یقبل ولا تبروا منی الحدیث (اصول کافی صفحہ ۴۸۴)۔ ترجمہ۔ مسعدہ بن صدقہ کا بیان ہے کہ امام صادق علیہ السلام سے کہا گیا کہ لوگ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے کوفہ کے منبر پر فرمایا۔ کہ اے لوگو تم جلدی میرے سب وشتم کی طرف بلائے جاؤ گے پس تم مجھے سب کرنا۔ بعدازاں تم مجھ سے تبرا کی طرف بلائے جاؤ گے۔ سو تم مجھ سے تبرا نہ کرنا۔ یہ سن کر امام صادق نے فرمایا۔ کہ لوگ حضرت علی علیہ السلام پر کتنا زیادہ جھوٹ تھوپتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے تو یوں فرمایا تھا۔ کہ تم جلدی میرے سب وشتم کی طرف بلائے جاؤ گے پس تم مجھے سب کرنا۔ پھر تم مجھ سے تبرا کی طرف بلائے جاؤ گے۔ بے شک میں طریق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر ہوں۔ اور یہ نہ فرمایا تھا کہ تم مجھ سے تبرا نہ کرنا انتہٰی۔ اس سے ظاہر ہے کہ اگر تقیہ سے حضرت امیرؑ پر سب وشتم کیا جائے اور ان سے تبرا کیا جائے۔ تو جائز ہے۔

(۳)۔ ابو بصیر امام جعفر صادقؑ کے دولتخانہ پر گیا۔ اندر جانے کی اجازت نہ ملی۔ تو کہنے لگا کہ اگر ہمارے پاس خوان ہوتا۔ تو امام ضرور بلا لیتے۔ (رجال کشی صفحہ ۱۱۶)۔

(۴)۔ امام جعفر صادق نے مسئلہ استطاعت میں زرارہ پر تین بار یوں لعنت کی۔ لعن اللہ زرارۃ لعن اللہ زرارۃ۔ لعن اللہ زرارۃ۔ اور زرارہ نے بھی کہہ دیا کہ امام کو شعور اور بصیرت بکلام الرجال نہیں۔ (رجال کشی صفحہ ۹۸)

(۵)۔ زرارہ نے سوال وجواب کے اثنا میں امام باقر کی نسبت دل میں یوں کہا۔ شیخ لا علم لہ بالخصومۃ (اصول کافی صفحہ ۵۵۷)۔ این پیرو بے دماغ شدہ نے داند روش گفتگو باخصم (صافی شرح کافی)۔

(۶) ملا باقر مجلسی حق الیقین میں فرماتے ہیں اور اپنے مقتدائے مذہب زرارہ کی سنت ادا کرتے ہیں۔ حیث قال وہمچنین در سب حضرت رسولؐ وائمہ جائز است واز بعضے اخبار ظاہر مے شود کہ کہ تقیہ در بیزاری ازایشان نے باشد واز بعضے ظاہر مے شود کہ مے باشد ومقتضائے جمع بین الاخبار آن است کہ مخیر است میان آنکہ تقیہ نکند ودر ناسزا گفتن بایشان وکشتن را بر خود بگذارد چنانچہ پدر عمار کرد یا تقیہ کند چنانکہ عمار کرد انتہٰی بلفظہ۔ سبحان اللہ سب نبی صلے اللہ علیہ وسلم وائمہ علیہم السلام برابر مسح موزہ وغیرہ کے بھی نہ ٹھیرا جس میں تقیہ بحالت خوف بادشاہ کے بھی جائز نہیں ہے۔ (تنقیح المسائل۔ صفحہ ۱۴۰)۔

(۴) تقیہ کی مثالیں اور اس کی وسعت

(۱) زرارہ کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ سے ایک مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے اس کا جواب دیا بعد ازاں ایک اور شخص نے وہی مسئلہ دریافت کیا۔ مگر آپ نے کچھ اور ہی جواب دیا۔ جو پہلے جواب کا منافی تھا۔ پھر ایک اور شخص نے وہی مسئلہ دریافت کیا۔ تو آپ نے ایسا جواب دیا جو پہلے ہر دو جواب کا منافی تھا۔ جب وہ دونوں سائل چلے گئے۔ تو میں نے عرض کی کہ اے فرزند رسولؐ یہ دونوں کوفہ کے رہنے والے آپ کے شیعوں میں سے ہیں۔ انہوں نے آپ سے ایک مسئلہ دریافت کیا۔ مگر آپ نے ایک کو جو جواب دیا وہ منافی ہے اس جواب کے جو دوسرے کو دیا۔ امام نے فرمایا کہ یہ ہمارے واسطے بہتر اور ہماری اور تمہاری بقا کے لئے زیادہ پائیدہ ہے۔ بعد ازاں میں نے امام صادقؑ کے آگے اعتراض کیا۔ کہ آپ کے شیعہ آپ کے فرمانبردار ہیں۔ مگر آپ کے ہاں سے وہ مختلف جواب پاتے ہیں۔ یہ سن کر امام صادقؑ نے وہی جواب دیا جو ان کے والد امام محمد باقرؑ نے دیا تھا۔ (اصول کافی۔ کتاب العلم صفحہ ۳۷)

(۲) حمران بن اعین جو حسب شہادت امام جعفر صادق خالص مومن اور مطیع امام ہے۔ بیان کرتا ہے۔ کہ امام صادقؑ نے فرمایا کہ میں ایک مسئلہ میں ستر وجہ پر کلام کرتا ہوں۔ اور ہر ایک وجہ میں اپنے نکلنے کی راہ رکھ لیتا ہوں۔ (بصائر الدرجات)۔

(۳)۔ عن سلمۃ بن محرز قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام ان رجلا ارمانیا مات واوصی الی فقال لی وما الارمانی قلت نبطی من انباط الجبال مات واوصی الی بترکتہ وترک ابنتہ قال فقال لی اعطھا النصف قال فاخبرت زرارۃ بذلک فقال لی اتقاک انما المال لھا قال فدخلت علیہ بعد فقلت اصلحک اللہ ان اصحابنا زعموا انک اتقیتنی فقال لا واللہ ما اتقیتک ولکنی اتقیت علیک ان تضمن فھل علم بذلک احد قلت لا قال فاعطھا ما بقی (فروع کافی۔ جلد ثالث باب میراث الولد۔ صفحہ ۴۸) ترجمہ سلمہ بن محرز کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق سے عرض کی۔ کہ ایک ارمانی شخص مر گیا اور اس نے میرے حق میں وصیت کی ہے۔ امام نے مجھ سے فرمایا۔ کہ ارمانی کیا ہے۔ میں نے عرض کی کہ پہاڑوں کے انباط میں سے ایک نبطی مر گیا۔ اس نے میرے واسطے اپنے ترکہ کی وصیت کی۔ اور ایک لڑکی چھوڑی۔ امام نے مجھ سے فرمایا کہ اس کو نصف دے دو۔ سلمہ کا قول ہے۔ کہ میں نے زرارہ کو یہ فتوے بتایا۔ اس نے کہا کہ امام نے تجھ سے تقیہ کیا۔ سارا مال اس لڑکی کا ہے۔ سلمہ کا بیان ہے کہ میں اس کے بعد امام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی۔ کہ خدا آپ کی اصلاح کرے۔ ہمارے اصحاب

کہتے ہیں۔ کہ آپ نے مجھ سے تقیہ کیا۔ امام نے فرمایا نہیں قسم بخدا کہ میں نے تجھ سے تقیہ نہیں کیا۔ لیکن میں ڈر گیا کہ تجھ پر مؤاخذہ ہوگا۔ کیا کسی کو یہ معلوم ہے۔ میں نے عرض کی کہ نہیں۔ فرمایا کہ باقی نصف بھی اس لڑکی کو دیدو انتہٰی۔ اس سے ظاہر ہے کہ ائمہ فرائض میں بمحض مصالح وقت پر فتوے دیا کرتے تھے۔ اور حق باطل میں مخلوط ہوتا تھا۔ اور جھوٹی قسمیں بھی کھاتے تھے۔ اور غلط احکام بھی بتاتے تھے۔ اور اصحاب مزعومین امامیہ اصلاح بھی دے دیتے تھے جس کی قسمت اچھی ہوتی ہوگی اس کو دوبارہ تحقیقات میں صحیح بات کبھی معلوم ہو جاتی ہوگی۔ بایں ہمہ اس احتمال کا رفع کرنا اب بھی مشکل ہے کہ جائز ہے کہ حکم اول امام کا صحیح اور بلا تقیہ ہو۔ بعدہٗ بخوف زرارہ وغیرہ مفسدین کے دوسرا حکم محمول بہ تقیہ ہو فافہم۔

(۴) عن عبد الله بن محرز قال سألت ابا عبد الله علیہ السلام عن رجل اوصی الی رجل وترک ابنته فقال اعط ابنته النصف واترک للموالی النصف فرجعت فقال اصحابنا لا والله ما للموالی شیٔ فرجعت الیہ من قابل فقلت ان اصحابنا قالوا لیس للموالی شیٔ وانما اتقاک فقال لا والله ما اتقیتک ولکن خفت علیک ان تؤخذ بالنصف فان کنت لا تخاف فادفع النصف الآخر الی ابنته فان الله سیؤدی عنک (فروع کافی۔ جلد ثالث صفحہ ۴۸) اس حدیث میں بھی قریباً وہی مسئلہ فرائض کا مذکور ہے جو نمبر (۳) میں بیان ہوا اور نتائج بھی وہی ہیں۔

(۵) عن زرارۃ قال سألت ابا جعفر علیہ السلام عن الجد فقال ما احد قال فیه الا برأیه الا امیر المومنین علیہ السلام قلت اصلحک الله فما قال فیه امیر المومنین فقال اذا کان غدا فالقنی حتی اقرئکه فی کتاب قلت اصلحک الله حدثنی فان حدیثک احب الی من ان تقرئنیه فی کتاب فقال لی الثانیة اسمع ما اقول لک اذا کان غدا فالقنی حتی اقرئک فی کتاب فاتیته من الغد بعد الظهر وکانت ساعتی التی کنت اخلو به فیها بین الظهر والعصر وکنت اکره ان اسأله الا خالیا خشیة ان یفتینی من اجل من یحضره بالتقیة فلما دخلت علیه اقبل علی ابنه جعفر فقال اقرئ زرارۃ صحیفة الفرائض ثم قام لینام فبقیت انا وجعفر فی البیت فقام فاخرج الی صحیفة مثل فخذ البعیر فقال لست اقرئکها حتی تجعل لی الله علیک ان لا تحدث بما تقرأ فیها احدا ابدا حتی آذن لک ولم یقل حتی یاذن لک ابی فقلت اصلحک الله ولم تضیق علی ولم یامرک ابوک بذلک فقال لی ما انت بناظر فیها الا علی ما قلت لک فقلت فذاک لک وکنت رجلا عالما بالفرائض والوصایا بصیرا بها حاسبا لها البث الزمان اطلب شیئا یلقی علی من الفرائض والوصایا لا اعلمه فلا اقدر علیه فلما القی الی طرف الصحیفة اذا کتاب غلیظ یعرف انه من

کتب الاولین فنظرت فیہا فاذا فیہا خلاف ما بایدی الناس من الصلۃ والامر بالمعروف الذی لیس فیہ اختلاف واذا عامتہ کذلک فقرأتہ حتی اتیت علی آخرہ بخبث نفس وقلۃ تحفظ واسقام رای وقلت وانا اقرأہ باطل حتی اتیت علی آخرہ ثم ادرجتہا ورفعتہا الیہ فلما اصبحت لقیت اباجعفر علیہ السلام فقال لی اقرأت صحیفۃ الفرائض فقلت نعم فقال کیف رأیت ما قرأت قال فقلت باطل لیس بشیئ ہو خلاف ما الناس علیہ قال فان الذی رایت واللّٰہ یا زرارۃ ہو الحق الذی رایت املاء رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وخط علی علیہ السلام بیدہ فاتانی الشیطان فوسوس فی صدری فقال وما یدریہ انہ املاء رسول اللّٰہ وخط علی بیدہ فقال لی قبل ان انطق یا زرارۃ لا تشکن ود الشیطان واللّٰہ انک شککت وکیف لا ادری انہ املاء رسول اللّٰہ وخط علی بیدہ وقد حدثنی ابی عن جدی ان امیر المومنین علیہ السلام حدثہ ذلک الحدیث

(فروع کافی ۔ جلد ثالث ۔ باب میراث الولد مع الابوین ۔ صفحہ ۵۲)۔ ترجمہ ۔ زرارہ کا بیان ہے ۔ کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے میراث جد کا مسئلہ پوچھا ۔ امام نے جواب میں فرمایا ۔ کہ میں دیکھتا ہوں کہ اس مسئلہ میں سوائے امیر المومنین علیہ السلام کے تم میں کسی نے کچھ کہا ہے ۔ اپنی رائے سے کہا ہے ۔ میں نے عرض کی خدا آپ کی حالت درست کرے ۔ امیر المومنین نے اس مسئلہ میں کیا فرمایا ہے ۔ امام نے جواب دیا کہ کل مجھ سے ملنا تاکہ میں کتاب میں تجھے یہ مسئلہ پڑھا دوں ۔ میں نے عرض کی ۔ خدا آپ کی حالت درست کرے ۔ آپ مجھے زبانی فرما دیجئے ۔ کیونکہ آپ کا زبانی فرمانا میرے نزدیک کتاب میں پڑھانے سے پسندیدہ تر ہے ۔ پس امام نے دوسری دفعہ مجھ سے فرمایا کہ سن جو کچھ میں تجھ سے کہتا ہوں ۔ کل مجھ سے ملنا تاکہ میں تجھ کو کتاب میں پڑھا دوں ۔ اس لئے میں دوسرے روز ظہر کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ میں امام سے خلوت میں ظہر و عصر کے درمیان ملا کرتا تھا ۔ اور سوائے خلوت کے آپ سے کوئی مسئلہ دریافت کرنا پسند نہ کرتا تھا ۔ کہ مبادا آپ کی خدمت میں کوئی غیر شخص حاضر ہو ۔ اور آپ اس کے سبب سے مجھے تقیہ سے فتوے دیں ۔ جب میں آپ کے پاس گیا ۔ تو آپ اپنے صاحبزادے جعفر صادق کی طرف متوجہ ہوئے ۔ اور فرمایا کہ زرارہ کو صحیفہ فرائض پڑھا دو ۔ پھر آپ سونے کے لئے اٹھے ۔ اور میں اور جعفر گھر میں باقی رہ گئے ۔ جعفر نے اٹھ کر اونٹ کی ران کی مثل ایک صحیفہ میرے واسطے نکالا ۔ اور فرمایا کہ میں تجھے یہ صحیفہ نہیں پڑھانے کا ۔ یہاں تک کہ تو خدا کی قسم کھائے ۔ کہ جو کچھ تو اس میں پڑھے گا وہ کبھی کسی کو نہ بتائے گا ۔ یہاں تک کہ میں تجھے اجازت دوں ۔ اور یوں نہ کہا ۔ کہ میرا باپ تجھے اجازت دے ۔ میں نے عرض کی کہ خدا آپ کی حالت درست کرے ۔ آپ مجھے کیوں تنگ کرتے ہیں ۔ حالانکہ آپ کے والد نے

آپ کو ایسا حکم نہیں دیا۔ پس آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تو اس صحیفہ کو نہیں دیکھ سکتا۔ مگر اسی شرط پر جو میں نے تجھ سے بیان کی۔ میں نے عرض کی۔ کہ آپ کی وہ شرط مجھے منظور ہے۔ میں فرائض و وصایا کا ایسا عالم و مبصر و حساب دان تھا۔ کہ عرصہ دراز تک میں فرائض و وصایا کے ایسے مسئلہ کی تلاش میں رہا جو مجھے معلوم نہ ہو۔ مگر نہ مل سکا۔ جب جعفر صادق نے میری طرف صحیفہ فرائض پھینکا تو ناگاہ وہ ایک ضخیم کتاب تھی جو کتب اولین میں سے معلوم ہوتی تھی۔ میں نے جو اس میں نظر ڈالی تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں خلاف ہے اس صلہ و امر بالمعروف کا جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔ اور جس میں اختلاف نہیں۔ اسی صحیفہ کا عام حصہ ایسا ہی تھا۔ پس میں نے اس کو شروع سے آخر تک خباثت نفس کے ساتھ پڑھا۔ اور کم یاد رکھا اور غلط سمجھا جب میں اسے پڑھ رہا تھا تو میں نے کہا کہ باطل ہے۔ یہاں تک کہ میں نے اسکو ختم کیا۔ پھر میں نے اسے لپیٹ لیا۔ اور اٹھا کر جعفر صادق کو دے دیا۔ جب صبح کو میں امام محمد باقر علیہ السلام سے ملا۔ تو آپ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تو نے صحیفہ فرائض پڑھا۔ میں نے عرض کی کہاں۔ فرمایا کہ تو نے جو کچھ پڑھا اس کی نسبت تیری کیا رائے ہے۔ میں نے عرض کی کہ باطل لاشئے ہے۔ اور جو مذہب لوگوں کا ہے اس کے خلاف ہے۔ امام نے فرمایا کہ اے زرارہ خدا کی قسم کہ جو کچھ تو نے دیکھا وہی حق ہے۔ جو کچھ کہ تو نے دیکھا وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ کا لکھایا ہوا اور علی علیہ السلام کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ پیشتر اس کے کہ میں بولوں امام نے کہا۔ کہ اے زرارہ تو ہرگز شک نہ کر قسم بخدا کہ شیطان نے چاہا کہ تو شک کرے۔ مجھے کیونکر معلوم نہ ہو کہ وہ رسول اللہ ص کا لکھایا ہوا اور علیؑ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ حالانکہ میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا کہ امام حسینؑ نے فرمایا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے مجھ سے ایسا ہی بیان کیا۔ انتہیٰ۔ اس سے امور ذیل معلوم ہوئے

اوّل۔ ائمہ مخالفین کے سامنے تقیہ سے غلط فتوے دیتے تھے۔

دوم۔ ائمہ اپنے اصحاب سے بھی مسائل دین چھپاتے تھے۔ چنانچہ امام صادق نے صحیفہ فرائض کے دکھانے کے لیئے زرارہ پر یہ شرط پیش کی کہ وہ کسی موافق یا مخالف کے سامنے بغیر اجازت کے اسکے مسائل کبھی بیان نہ کرے گا۔ زرارہ نے ہر چند چاہا کہ اس شرط سے پہلو تہی کرے۔ اور گستاخانہ لہجہ میں کہا کہ آپ کے والد نے آپ کو ایسا حکم نہیں دیا۔ مگر امام صادق نے اصرار کیا۔ یہاں تک کہ زرارہ اس شرط کے قبول کرنے پر مجبور ہو گیا۔

سوم۔ زرارہ جو علم فرائض و وصایا میں ایسا ماہر تھا کہ مدتوں اس امر کی تلاش میں رہا۔ کہ کوئی ایسا مسئلہ فرائض ملے جو اسے معلوم نہ ہو مگر نہ ملا۔ اور امام سے خلوت ہی میں مسائل دریافت کیا کرتا تھا۔ اس نے

جب صحیفہ فرائض پڑھا۔ تو کہا کہ باطل و لاشئے ہے۔ جب خاص اصحاب سے بھی کتمان مسائل کیا جائے۔ اور تقیہ روا رکھا جائے۔ تو جس قدر احادیث ائمہ فرائض وغیرہ کے متعلق ہیں کوئی احتمال تقیہ سے خالی نہیں۔

چہارم جب امام باقرؑ نے قسم کھا کر کہا کہ یہ صحیفہ رسول اللہؐ کا لکھایا ہوا اور حضرت علیؓ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ تو بھی زرارہ نے باغوائے شیطان اس کے تسلیم کرنے میں تامل کیا۔

پنجم جب صحیفہ فرائض کے احکام خلاف معلومات زرارہ و دیگر علماء تھے۔ تو یا تو وہ قرآن کریم کے موافق تھے یا مخالف۔ شق اول میں بسبب کتمان ما انزل اللہ کے ائمہ معاذاللہ مصداق ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینٰت والھدی من بعد ما بینہ للناس فی الکتاب اولٰئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللّٰعنون (بقرہ۔ ع ۱۹) کے ٹھیرے۔ شق ثانی میں معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ ہدیٰ خلوت میں قرآن کے خلاف تعلیم دیا کرتے تھے۔ غرض دونوں شق میں شیعہ نے ائمہ ہدیٰ کو ائمہ یدعون الی النار کا مصداق بنا رکھا ہے۔

(۶)۔ عن ابان بن تغلب قال سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول کان ابی علیہ السلام یفتی فی زمن بنی امیۃ ان ما قتل البازی والصقر فھو حلال وکان یتقیھم وانا لا اتقیھم وھو حرام ما قتل (فروع کافی۔ مجلد ثانی۔ جزء ثانی۔ باب صید البزاۃ والصقور وغیر ذلک۔ صفحہ ۸۰)۔ ترجمہ۔ ابان بن تغلب کا بیان ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام کو سنا کہ فرماتے تھے۔ کہ میرے والد علیہ السلام بنی امیہ کے زمانہ میں تقیہ سے یہ فتوے دیتے تھے کہ جسے باز یا شکرا مار ڈالے وہ حلال ہے۔ اور میں تقیہ نہیں کرتا اور فتوے دیتا ہوں کہ وہ مقتول حرام ہے انتہٰی۔ اس کے متعلق تنقیح المسائل صفحہ ۱۳۴ میں یوں لکھا ہے۔ اے مسلمانو! کیا غضب کا مسئلہ تقیہ کا ہے۔ کہ ایک امام بخاطر بادشاہ وقت کے حرام کو حلال بتاتے رہے۔ دوسرے اس کو حرام فرماتے ہیں اور تقیہ کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ تقیہ کیا ہے۔ ایک تماشا ہے۔ جو لوگ مطابق ارشاد و فتاوائے امام باقرؑ کے عمل کرتے رہے۔ وہ تو مفت میں حرام خوار رہے۔ خدا جانے امام صاحب حرام کو حلال ٹھیرانے کا کیا جواب دیں گے۔ امت تو قیامت کے دن امام کا فتوے دکھا دے گی۔ کیوں حضرات امامیہ اسی کا نام امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے۔ اور اسی کو لایخافون لومۃ لائم کہتے ہیں اور یہی عمل ہے وصیت آخری رسول انام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور یہی مضمون ہے کتاب مختوم کا۔ کاش حلال و حرام میں مسح موزہ کے برابر لحاظ ہوتا کہ بادشاہ سے بھی نہ ڈرتے۔ فتدبر۔ انتہٰی۔

(۷) عن زرارۃ قال قلت لہ ھل فی مسح الخفین تقیۃ فقال ثلاثۃ لا اتقی فیھن احدا شرب المسکر ومسح الخفین ومتعۃ الحج (استبصار۔ مطبوعہ مطبع جعفری لکھنؤ۔ جزء اول۔ صفحہ ۳۹۔ فروع کافی۔ باب مسح الخف۔ جزء اول۔ صفحہ ۱۷)۔ ترجمہ۔ زرارہ کا بیان ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقرؑ سے پوچھا۔ کہ آیا

مسح خفین میں تقیہ جائز ہے۔ امام نے جواب دیا کہ تین چیزوں میں میں کسی سے تقیہ نہیں کرتا یعنے شرب مسکر مسح خفین ومتعہ الحج انتہے۔ اسی طرح من لایحضرہ الفقیہ (مطبوعہ مطبع جعفری۔ جزء اول صفحہ ۱۶) میں ہے۔ قال العالم علیہ السلام ثلاثۃ لا اتقی فیہا احدا شرب المسکر والمسح علی الخفین ومتعۃ الحج۔

(۸) حاجی محمد کریم خاں کرمانی نے ارشاد العوام۔ (مطبوعہ ایران۔ جلد سوم۔ صفحہ ۱۱۱) میں لکھا ہے۔ کہ تمام شرائع جو ائمہ نے بیان کیں ان میں تقیہ کی آمیزش تھی۔ اور یہ امر فقہائے اہل بیت کے نزدیک بدیہی ہے۔ کہ ان کا تقیہ اعلےٰ درجہ کا تھا۔ یہاں تک کہ بسا اوقات وہ تقیہ سے روزہ کھا جایا کرتے تھے اور مخالفین کے ساتھ نماز پڑھ لیتے تھے۔ اور ان کے دل خواہ احکام بیان فرماتے تھے۔ رہے حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ۔ سو اہل سنت اور ہمارے بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ آپ تقیہ نہ فرماتے تھے۔ مگر مذہب حق یہ ہے کہ آپ نہایت سخت تقیہ فرماتے تھے۔ یہ حوالہ اصل فارسی میں پہلے نقل ہو چکا ہے۔

(۹) عن زرارۃ عن ابی جعفر علیہ السلام قال التقیۃ فی کل ضرورۃ وصاحبہا اعلم بہا حین تنزل بہ (اصول کافی۔ صفحہ ۴۸۴)۔ ترجمہ۔ زرارہ کا بیان ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ تقیہ ہر ضرورت میں ہے۔ اور صاحب ضرورت اس کو جانتا ہے۔ جب کہ اس کو ضرورت لاحق ہوا نتہے۔ اس سے ثابت ہے کہ تقیہ ہر ایک ضرورت میں جائز ہے خواہ وہ کیسی ہی خفیف ہو۔

(۱۰) عن سفیان بن مصعب العبدی قال دخلت علی ابی عبد اللہ علیہ السلام فقال قولوا لام فروۃ تجئ فتسمع ما صنع بجدھا قال فجاءت فقعدت خلف الستر ثم قال انشدنا قال فقلت فرو جودی بدمعک المسکوب۔ قال فصاحت وصحن النساء وقال ابو عبد اللہ علیہ السلام الباب الباب فاجتمع اھل المدینۃ علی الباب قال فبعث الیھم ابو عبد اللہ علیہ السلام صبی لنا غشی علیہ فصحن النساء (کتاب الروضہ کلینی۔ صفحہ ۱۰۲)۔ ترجمہ۔ سفیان بن مصعب عبدی کا بیان ہے۔ کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ ام فروہ سے کہہ دو۔ کہ آکر اپنے جد بزرگوار کی شہادت کا واقعہ سن لیں۔ راوی کا قول ہے۔ کہ وہ آئیں اور پردے کے پیچھے بیٹھ گئیں۔ پھر راوی کا بیان ہے۔ کہ امام نے ہم کو اشعار پڑھ کر سنائے۔ اس پر میں نے کہا۔ اے ام فروہ تو خوب آنسو بہا۔ یہ سن کر ام فروہ چیخ اٹھیں۔ اور دوسری عورتیں بھی چلا اٹھیں۔ امام نے فرمایا کہ دروازے کی خبر لو۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ اہل مدینہ دروازے پر جمع ہیں۔ راوی کا بیان ہے۔ کہ امام نے ان کو کہلا بھیجا کہ ہمارا ایک بچہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ اس لیئے عورتیں رونے لگیں۔ انتہے۔ ائمہ بنا بر اصول شیعہ عالم ماکان وما یکون ہوتے ہیں۔ اس لیئے امام صادق کو معلوم تھا۔ کہ اگر مجلس عزا قائم کی گئی۔ اور اس میں عورتوں

کو بلایا گیا تو مجھے تقیہ کرنا پڑے گا۔ ایسی حالت میں انہوں نے مجلس عزا کیوں قائم کی اور کیوں عورتوں کو اس میں بلایا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امام کو جھوٹ بولنا پڑا۔ پس ثابت ہوا کہ محض جھوٹ بولنے کے لیئے یہ کاروائی کی تھی۔ اس قصہ سے ظاہر ہے۔ کہ ائمہ بلا ضرورت بھی تقیہ کیا کرتے تھے

(۱۱)۔ رجال کشی میں مذکور ہے کہ داؤد رقی نے امام جعفر صادق سے پوچھا کہ وضو میں اعضاء کا غسل کتنی بار چاہیئے۔ امام نے فرمایا کہ خدا نے ایک بار دھونا واجب کیا ہے۔ لوگوں کے ضعف کے سبب رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ نے ایک بار کا اضافہ کر دیا۔ جو شخص تین بار دھوتا ہے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ داؤد رقی کی موجودگی میں داؤد بن زربی امام کی خدمت میں آیا اور وہی مسئلہ دریافت کیا۔ امام نے جواب دیا کہ تین تین بار دھونا چاہیئے۔ جو شخص اس سے کم دھوتا ہے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ کسی نے ابوجعفر منصور خلیفہ عباسی سے ابن زربی کی شکائت کر دی۔ اور کہہ دیا کہ وہ تو رافضی ہے۔ امام جعفر بن محمد کے پاس آتا جاتا ہے۔ منصور نے کہا کہ میں جعفر بن محمد کے وضو سے واقف ہوں۔ اگر ابن زربی نے جعفر بن محمد کی طرح وضو کیا۔ تو میں اسے قتل کر دوں گا۔ مگر جب دیکھا گیا۔ کہ ابن زربی تین تین بار دھوتا ہے تو اسے بلا بھیجا۔ اور معذرت کے بعد اسے ایک لاکھ درہم عطا کئے۔ کتاب کے الفاظ یہ ہیں۔ وکان قد القی الی ابی جعفر ان داؤد بن زربی وانہ رافضی یختلف الی جعفر بن محمد فقال ابو جعفر المنصور انی مطلع علی طہارتہ فان ھو توضأ وضوء جعفر بن محمد فانی لاعرف طہارتہ حققت علیہ القول وقتلتہ الخ۔ (رجال کشی۔ صفحہ ۲۰۱) پس جب منصور عباسی کو امام جعفر صادق کا رافضی ہونا معلوم تھا۔ اور وہ امام صاحب کا کچھ بگاڑ نہ سکتا تھا۔ تو امام صاحب نے جس قدر جھوٹ اس عرصہ میں بولے سب بے ضرورت تھے۔

(۱۲)۔ شیعہ کا شہید ثالث مجالس المومنین میں یوں لکھتا ہے۔ در کتاب مختار از سعید منقول است کہ گفت روزے در خدمت حضرت امام جعفر بودم کہ دو کس اذن دخول در مجلس او طلبیدند و آن حضرت ایشان را اذن کردتا در آمدند۔ چون نشستند یکے از ایشان از اہل مجلس پرسید کہ آیا درمیان شما امامے مفترض الطاعۃ ہست۔ آنحضرت در جواب فرمودند کہ چنین کسے درمیان خود نے شناسم۔ او گفت در کوفہ قومے ہستند کہ زعم ایشان آنست کہ درمیان شما امام مفترض الطاعۃ موجود است وایشان دروغ نے گویند کہ اصحاب ورع واجتہاد اند واز جملہ ایشان عبداللہ بن یعفور و فلان و فلان اند۔ پس آنحضرت فرمود من ایشان را باین اعتقاد امر نکردہ ام وباظہار آن اجازت ندادہ ام گناہ من چیست و مقارن این گفتار بر رخسار مبارک او آثار احمرار وغضب بسیار ظاہر شد۔ چون آن دو کس او را در غضب دیدند از مجلس برخاستند انتہے۔ اس سے ظاہر ہے

کہ ائمہ تقیہ سے اپنی امامت سے اور ز امر باعتقاد امامت سے بھی منکر ہو جاتے تھے

تقیہ کی تردید

تقیہ کی امثلہ مذکورہ بالا سے اس کی حقیقت اور اس کے استعمال کی وسعت ناظرین پر بخوبی واضح ہے۔ جب جواز تقیہ کی کوئی دلیل نہیں ملتی۔ تو حالت اکراہ پر زور دیا جاتا ہے، اس کی نسبت ہم گذارش کر چکے ہیں کہ صرف اکراہ بالقتل کی صورت میں عوام کے لیئے بر تقدیر عدم امکان توریہ تقیہ رخصت ہے نہ عزیمت۔ مگر امامیہ کے ہاں ائمہ کو جس تقیہ کا لائسنس عطا ہوا ہے۔ وہ کسی شرط سے مقید نہیں۔ اس کے لیئے نہ تو جبر و اکراہ کے ثبوت کی ضرورت ہے اور نہ کوئی اور خاص وجہ درکار ہے۔ صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ مصلحت وقت یہی تھی۔ وہ تقیہ نہ دوست پر منحصر ہے نہ دشمن پر۔ اگر ایک طرف خلفائے عباسیہ سے تقیہ کیا جا رہا ہے۔ تو دوسری طرف اپنے اصحاب سے بھی یہی سلوک ہے۔ بحث تو اس امر میں ہے کہ آیا انبیاء و ائمہ کے لیئے جن کا منصب تبلیغ احکام شریعت ہے تقیہ جائز ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے لئے کسی صورت میں تقیہ جائز نہیں۔ اللہ تعالے اپنی کلام پاک میں انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سیرت یوں بیان فرماتا ہے۔ الّذین یبلّغون رسٰلٰت اللّٰہ ویخشونہ ولا یخشون احدًا الا اللّٰہ ۝ (احزاب ۔ع ۵) یعنے یہ پیغمبر خدا کے پیغام پہنچایا کرتے تھے۔ اور خدا سے ڈرتے تھے۔ اور خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرتے تھے۔ انتہے۔ بلکہ عہد صدیقی کے مسلمانوں کی شان میں وارد ہے۔ ولا یخافون لومۃ لائم (مائدہ ۔ع ۸) ترجمہ۔ اور وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ انتہے۔ حضور نبی آخر الزمان صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات کا مطالعہ کیجئے۔ آپ نے مکہ میں ۱۳ سال جب کہ جہاد فرض نہ ہوا تھا۔ اور نہ ہجرت کی اجازت ملی تھی کس قدر سختیاں جھیلیں۔ مگر ایک لمحہ کے لیئے بھی کفار کے ساتھ تقیہ موافقت نہ کی۔ اور وجوب جہاد کے بعد آپ نے جس سرگرمی کے ساتھ غزوات میں حصہ لیا وہ محتاج بیان نہیں۔ امامیہ اپنے ائمہ کے لیئے وہ خصوصیات بیان کرتے ہیں کہ ان کی موجودگی میں تقیہ کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ جیساکہ عنقریب آئے گا۔ بالفرض اگر ائمہ خوف جان یا اذیت کے سبب سے حق بات نہیں کہہ سکتے تھے۔ تو ان پر ہجرت واجب تھی بموجب ان آیتوں کے۔ ان الّذین توفّٰھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم قالوا فیما کنتم قالوا کنّا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض اللّٰہ واسعۃ فتھاجروا فیھا فاولٰئک مأوٰھم جھنّم وساءت مصیرًا ۝ الا المستضعفین من الرجال والنّساء والولدان لا یستطیعون

حیلۃ ولا یھتدون سبیلا ۵ فاولئک عسی اللہ ان یعفو عنھم و کان اللہ عفوا غفورا (نساء - ع ۵) -
ترجمہ - بے شک وہ لوگ جن کی جان قبض کرتے ہیں فرشتے اس حال میں کہ وہ ظلم کر رہے تھے اپنی جانوں پر - کہتے ہیں فرشتے کہ تم کس دین میں تھے - وہ کہتے ہیں کہ ہم ناتواں تھے زمین میں - فرشتے کہتے ہیں - کیا نہ تھی خدا کی زمین کشادہ کہ وطن چھوڑ کر اس میں چلے جاتے - سو ایسوں کا ٹھکانا ہے دوزخ - اور وہ بری جگہ ہے پھر جانے کی - مگر ناتوان مرد اور عورتیں اور بچے جو کوئی حیلہ نہیں کر سکتے اور نہ کوئی راہ پاتے ہیں - سو ایسوں کو قریب ہے کہ خدا معاف کر دے اور خدا معاف کرنے والا بخشنے والا ہے - انتہی - تفسیر صافی میں اس مقام پر ہے - اقول وفی الایۃ دلالۃ علی وجوب الھجرۃ من موضع لا یتمکن الرجل فیہ من اقامۃ دینہ - یعنے میں کہتا ہوں کہ اس آیت میں دلالت ہے اس امر پر کہ آدمی پر ایسی جگہ سے ہجرت واجب ہے جہاں وہ اپنا دین قائم رکھنے پر قادر نہ ہو انتہی - جب باوجود اس حکم الہی کے ائمہ نے ہجرت نہ کی - تو ثابت ہوا کہ وہ تقیہ نہ کرتے تھے - بلکہ اظہار حق فرماتے رہے - ائمہ بڑھیا عورت یا بوڑھے مرد یا بچے نہ تھے - کہ راہ چلنا اور گھر سے نکلنا ان کے لئے محال تھا تاکہ معذور سمجھے جاتے - اس سے شیعہ کے ساختہ پرداختہ تقیہ کی تردید اظہر من الشمس ہے -

دوم - کتب شیعہ میں روایات ذیل موجود ہیں -

(۱) عن الاصبغ بن نباتۃ قال قال امیر المومنین علیہ السلام لا یجد عبد طعم الایمان حتی یترک الکذب ھزلہ وجدہ (اصول کافی - باب الکذب) - ترجمہ - اصبغ بن نباتہ کا بیان ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا - کہ بندہ ایمان کا ذائقہ نہیں پاتا جب تک کہ کذب کو ہزل ہو یا جد نہیں چھوڑتا انتہی -

(۲) عن ابی جعفر علیہ السلام قال کان علی بن الحسین علیہما السلام یقول لولدہ اتقوا الکذب الصغیر منہ والکبیر فی کل جد وھزل فان الرجل اذا کذب فی الصغیر اجترئ علی الکبیر اما علمتم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ قال ما یزال العبد یصدق حتی یکتبہ اللہ صدیقا وما یزال العبد یکذب حتی یکتبہ اللہ کذابا (اصول کافی - باب الکذب) - ترجمہ - امام زین العابدین علیہ السلام اپنے بیٹوں سے فرماتے تھے - کہ تم ہر جد و ہزل چھوٹے بڑے جھوٹ سے بچو - کیونکہ آدمی جب چھوٹا جھوٹ بولتا ہے - تو اسے بڑے جھوٹ کی جرات ہو جاتی ہے - کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا ہے کہ بندہ سچ بولتا رہتا ہے - یہاں تک کہ خدا اس کو صدیق لکھ لیتا ہے - اور بندہ جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ خدا اس کو کذاب لکھ لیتا ہے - انتہی -

(۳) عن ابی جعفر علیہ السلام قال ان اللہ عزوجل جعل للشر اقفالا وجعل مفاتیح تلک

الا وجعل الشراب و ان الکذب شر من الشراب (اصول کافی۔ باب الکذب)۔ ترجمہ۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ اللہ عزوجل نے برائی کے لئے تالے بنائے ہیں۔ اور شراب کو ان تالوں کی کنجیاں بنایا ہے اور کذب شراب سے بھی برا ہے انتہیٰ۔

(۴) عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال من لقی المسلمین بوجھین ولسانین جاء یوم القیامۃ وله لسانان من نار (اصول کافی۔ باب ذی اللسانین)۔ یعنے امام جعفر صادق علیہ السلام کا قول ہے کہ ذووجہین وذولسانین قیامت کے دن آئے گا۔ اور اس کی دو زبانیں آگ کی ہوں گی۔ انتہیٰ۔

(۵) عن محمد بن مسلم قال قال ابو جعفر علیہ السلام لا دین لمن دان بطاعۃ من عصی اللہ الحدیث (اصول کافی۔ باب من اطاع المخلوق فی معصیۃ الخالق)۔ یعنے امام محمد باقر علیہ السلام کا قول ہے۔ کہ اس شخص کا کوئی دین نہیں جس نے خدا کے نافرمان کی اطاعت کی۔

(۶) عن ابی عبد اللہ عن ابیہ عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ من ارضی سلطانا بسخط اللہ خرج من دین اللہ۔ (اصول کافی۔ باب من اطاع المخلوق فی معصیۃ الخالق)۔ یعنے امام محمد باقرؑ جابر بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ جو شخص خدا کو ناراض کر کے کسی بادشاہ کو راضی کرے وہ خدا کے دین سے نکل گیا۔

(۷) امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے حضرت علی مرتضیٰ کو جن باتوں کی وصیت کی ان میں سب سے پہلے سچ بولنا تھا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ اما الاولیٰ فالصدق ولا تخرجن من فیک کذبۃ ابدا۔ یعنے خصلت اولیٰ سچ بولنا ہے۔ تیرے منہ سے کبھی جھوٹ ہرگز نہ نکلے (روضہ کلینی۔ صفحہ ۲۹)

(۸) نہج البلاغہ (مطبوعہ بیروت۔ جزثانی صفحہ ۱۲۹) میں ہے۔ الایمان ان تؤثر الصدق حیث یضرک علی الکذب حیث ینفعک۔ یعنے ایمان یہ ہے کہ تو صدق کو جہاں تجھے نقصان دے کذب پر جہاں تجھے نفع دے ترجیح دے۔ انتہیٰ۔

(۹) حضرت امیر علیہ السلام کی وصیت میں ہے۔ اللہ اللہ فی النساء وفیما ملکت ایمانکم فان آخر ما تکلم به نبیکم ان قال اوصیکم بالضعیفین النساء وما ملکت ایمانکم الصلوۃ الصلوۃ الصلوۃ لا تخافوا فی اللہ لومۃ لائم ولا تترکوا الامر بالمعروف والنھی عن المنکر فیولی اللہ امرکم شرارکم ثم تدعون فلا یستجاب لکم (فروع کافی۔ مجلد ثالث۔ صفحہ ۲۹)۔ ترجمہ۔ تم اپنی عورتوں اور لونڈیوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ کیونکہ تمہارے پیغمبر کا آخری کلام یہ تھا۔ کہ میں تمہیں دو کمزوروں یعنے تمہاری عورتوں اور لونڈیوں کے بارے میں وصیت کرتا ہوں۔ (قائم رکھو) نماز کو، نماز کو، نماز کو۔ دین کے معاملہ میں کسی

ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرو۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو نہ چھوڑو۔ ورنہ اللہ تم میں سے شریروں کو تمہارے حاکم بنا دے گا۔ پھر تم دعا کرو گے مگر قبول نہ کی جائے گی انتہے۔

جب ائمہ صدق وکذب کے باب میں دوسروں کو وہ تعلیم دیتے تھے جو اوپر مذکور ہوئی۔ تو ان کی نسبت یہ گمان کرنا بیجا ہے کہ وہ تقیہ کیا کرتے تھے یعنے جھوٹ بولا کرتے تھے۔ یا ذو وجہین وذولسانین تھے۔ یا خوف خلیفہ وقت اظہار باطل کیا کرتے تھے۔ اور جناب پیغمبر آخر الزمان صلے اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت کے خلاف امر بالمعروف ونہی عن المنکر نہ کیا کرتے تھے۔

سوم امام رضا علیہ السلام امام وامامت کی تعریف یوں بیان فرماتے ہیں۔ ان الامامة زمام الدین ونظام المسلمین وصلاح الدنیا وعز المؤمنین ان الامامة اس الاسلام النامی وفرعه السامی بالامام تمام الصلوٰة والزکوٰة والصیام والحج والجهاد وتوفیر الفیٔ والصدقات وامضاء الحدود والاحکام ومنع الثغور والاطراف۔ الامام یحل حلال الله ویحرم حرام الله ویقیم حدود الله ویذب عن دین الله ویدعو الی سبیل ربه بالحکمة والموعظة الحسنة والحجة البالغة الامام کالشمس الطالعة المجللة بنورها للعالم وهی فی الافق بحیث لاتنالها الایدی والابصار۔ الامام البدر المنیر والسراج الزاهر والنور الساطع والنجم الهادی فی غیاهب الدجی واجواز البلدان والقفار ولجج البحار۔ الامام ..... الماء العذب علی الظمهاء والدال علی الهدی والمنجی من الردی۔ الامام النار علی البقاع الحار لمن اصطلی به والدلیل فی المهالك من فارقه فهالك۔ الامام السحاب الماطر والغیث الهاطل والشمس المضیئة والسماء الظلیلة والارض البسیطة والعین الغزیرة والغدیر والروضة۔ الامام الانیس الرفیق والوالد الشفیق والاخ الشقیق والام البرة بالولد الصغیر ومفزع العباد فی الداهیة النآد۔ الامام امین الله فی خلقه وحجته علی عباده وخلیفته فی بلاده والداعی الی الله والذاب عن حرم الله۔ الامام المطهر من الذنوب والمبرأ من العیوب المخصوص بالعلم الموسوم بالحلم نظام الدین وعز المسلمین وغیظ المنافقین وبوار الکافرین۔ الامام واحد دهره لایدانیه احد ولا یعادله عالم ولا یوجد منه بدل ولا له مثل ولا نظیر مخصوص بالفضل کله من غیر طلب منه له ولا اکتساب بل اختصاص من المفضل الوهاب (اصول کافی۔ صفحہ ۱۰۳)۔ ترجمہ بے شک امامت دین کی باگ اور مسلمانوں کا نظام اور دنیا کی صلاح اور مومنوں کی عزت ہے۔ بے شک امامت درخت اسلام کی بڑھنے والی جڑ اور اس کی بلند شاخ ہے۔ بے شک امام کے ساتھ نماز زکوٰۃ روزہ حج جہاد کا کمال اور فیئے اور صدقات کی کثرت اور حدود واحکام شرع

کا جاری کرنا اور ملکی سرحدوں اور اطراف بلاد اسلام کی حفاظت ہے۔ امام خدا کے حلال کو حلال اور
خدا کے حرام کو حرام کرتا ہے۔ اور خدا کی حدود کو قایم رکھتا ہے۔ اور خدا کے دین سے ضرر کو دفع کرتا
ہے۔ اور خدا کے راستے کی طرف حکمت و موعظہ حسنہ اور حجت بالغہ کے ساتھ بلاتا ہے۔ امام
مانند نکلے ہوئے آفتاب کے ہے۔ جو اپنی روشنی سے دنیا کو گھیر لیتا ہے۔ حالانکہ وہ ایسے بلند
مرتبہ میں ہے کہ اس تک ہاتھ اور آنکھیں نہیں پہنچ سکتیں۔ امام بدر منیر اور چراغ درخشاں اور بلند
روشنی ہے۔ اور نہایت تاریک راتوں میں اور شہروں اور بیابانوں اور سمندروں کی گہری جگہوں
کے درمیان رہنما ستارہ ہے۔ امام نہایت تشنگی پر خوشگوار پانی ہے۔ اور راستی کی طرف رہنما
اور ہلاکت سے نجات دینے والا ہے۔ امام آگ ہے اس کے لیئے جو راہ گم کردگاں کی راہ یابی کا
پیاسا ہے اور گرم ہے اس کے لیئے جو سرمائے جہالت کے ضرر کے دور کرنے کے لیئے اسے تاپے
اور کثرت ہلاکت کی جگہوں میں رہنما ہے جو شخص اس سے جدا ہوا وہ ہلاک ہوگیا۔ امام برسنے والا
بادل اور باران بزرگ قطرہ اور روشنی دینے والا آفتاب اور بلند آسمان اور زمین گسترده اور
چشمہ پر آب اور دریا اور باغات سبزہ زار ہے۔ امام انیس رفیق اور والد مہربان اور برادر حقیقی اور
چھوٹے بچہ پر مادر مہربان ہے۔ اور عاجز کرنے والی بلامیں بندوں کی پناہ ہے۔ امام خلق خدا میں
امین خدا اور اس کے بندوں پر حجت اور اس کے شہروں میں خلیفہ ہے۔ اور اللہ کی طرف بلانے
والا اور حرمات اللہ کی حفاظت کرنے والا ہے۔ امام گناہوں سے پاک اور عیبوں سے دور رکھا
گیا ہے۔ اور مخصوص بالعلم اور موسوم بالحلم ہے اور نظام دین و عزت مسلمین و خشم منافقین
و ہلاکت کافرین کا باعث ہے۔ امام اپنے زمانے کا یگانہ ہوتا ہے۔ کوئی اس کے مرتبہ کو نہیں
پہنچتا۔ اور کوئی عالم اس کے برابر نہیں۔ اور نہ اس کا بدل پایا جاتا ہے۔ اور نہ کوئی اس کا مثل
ونظیر ہے۔ وہ ہر ایک فضیلت سے مخصوص ہوتا ہے۔ جو اسے بن مانگے اور بغیر کسب کے خدا سے
ملی ہوتی ہے جو فضیلتوں کا دینے والا اور بہت بخشنے والا ہے انتہے۔ کتاب الخصال ابن بابویہ
میں امام کی تیس علامتوں میں سے اس کا اعلم الناس، احکم الناس، اتقی الناس، احلم الناس، اشجع
الناس، اسخی الناس، اعبد الناس ہونا ہے۔ اب غور کرنا چاہیئے کہ جب امام ذو وجہین ہوں اور
ایک ایک سوال کے تین تین مختلف جواب ایک ہی مسئلہ میں خواص اصحاب کو دیا کریں اور
ستر و عبد اپنے مخرج کی ایک مسئلہ میں سوچ لیں اور دین میں خود اختلاف ڈال دیں۔ اور ہارون
رشید کو بر سر منبر امیر المومنین کہہ دیں۔ تو امامت کی تعریف ان پر کس طرح صادق آسکتی؟

اور جواز تقیہ کی حالت میں واقع کے مطابق مسئلہ شرعیہ کا جواب کیونکر دے سکتے ہیں۔ فرض کرو کہ تجہیز عساکر و فتح بلاد و اجرائے حدود شرعیہ اس وجہ سے نہ کر سکتے ہوں گے کہ شیعیان امام خالی از نفاق سترہ آدمی (اصول کافی صفحہ ۴۹۶) بھی میسر نہ تھے اور جو میسر تھے وہ شیعہ نہ تھے۔ اور اصحاب ائمہ تشیع کا دعوے حصول دنیا کے واسطے جھوٹ موٹ کیا کرتے تھے۔ مگر تعلیم احکام دین تو صحیح صحیح ہوا کرتی۔ جب وہ بھی تقیہ کے سر صدقہ ہوئی اور امامت کا مدار کتمان دین و اظہار باطل پر آ رہا۔ تو امامت مصطلحہ شیعہ کہاں رہی۔ پس امامیہ یا تو تقیہ امام سے دست بردار ہو جائیں۔ یا امامت مصطلحہ کو خیرباد کہیں۔

چہارم۔ اگر قول معصوم میں تقیہ جائز سمجھا جائے۔ تو ائمہ کی کسی حدیث پر عمل جائز نہ رہے گا اسی وجہ پر بعض علمائے امامیہ نے تقیہ نبی سے انکار کیا ہے۔ مگر انبیاء و ائمہ درباب ہدایت خلق برابر ٹھیرائے گئے ہیں۔ لہٰذا تقیہ امام بھی باطل ہو گا۔

پنجم۔ امامیہ جس دلیل سے جواز تقیہ بیان کرتے ہیں۔ ہم اسی دلیل سے بطلان تقیہ ثابت کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم غار میں مختفی رہے اور اجرائے احکام الٰہی پر قدرت نہ رکھتے تھے۔ امام نائب نبیؐ ہوتے ہیں۔ پس تقیہ میں انہوں نے نبیؐ کا اقتدا کیا۔ ہم کہتے ہیں کہ نبیؐ ہر امر میں حکم الٰہی کے تابع ہوتے ہیں۔ جب تک فاصدع بما تؤمر کا حکم نہ آیا تھا شعب میں رہنا بے جا نہ تھا۔ اور مجمع کفار میں تشریف لے جا کر قرآن کا سنانا مامور بہ نہ تھا۔ مگر اسی وقت میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی یہ نہ فرمایا کہ دین اسلام حق نہیں اور بت پرستی جائز ہے، اور معاذ اللہ ہم خدا کے رسول نہیں۔ اور آیہ موصوفہ کے نزول کے بعد آپ برملا اظہار کلمۃ الحق فرماتے رہے۔ کبھی مداہنت نہ کی۔ اور تکالیف شدید اٹھانے کے باوجود بتوں اور بت پرستوں کی مذمت فرماتے رہے۔ اور تبلیغ احکام شریعت میں کبھی خوف نہ کیا۔ پھر جب خدا کا حکم ہجرت کے واسطے آیا تو غار میں تشریف لے گئے۔ مگر غار میں مختفی ہونا تقیہ نہیں۔ کیونکہ بجائے حق کے باطل ظاہر کرنا اور جھوٹ بولنا اور اپنی نبوت سے انکار کرنا اور مخالف کی مدح کرنا یا کفار کی اطاعت کرنا یا ان کے معتقدات کی تصدیق کرنا یا کفار سے موالات پیدا کرنا ثابت نہیں۔ الغرض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وحی الٰہی کے تابع تھے۔ بغیر حکم خدا کے کیوں بتلا دیتے کہ ہم کہاں اور کب جاتے ہیں۔ اور بعد نزول حکم جہاد کے آپ کا برملا جہاد کرنا اور کفار کو مغلوب کر دینا مخفی نہیں ہے بخلاف ائمہ علیہم السلام کے جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ کتمان حق و اظہار باطل فرماتے رہے۔ اور دوست و

دشمن سے تقیہ کرتے رہے۔ اور جہاد سے رو کتے رہے۔ اگرچہ اقامت دین پر قادر نہ تھے۔ مگر تارک
ہجرت رہے۔ پھر اقتدائے نبی کہاں رہا۔ علاوہ ازیں امامت بعد نزول آیات جہاد و شیوع اسلام و
فتح بلاد و کثرت اہل اسلام کے ظہور میں آئی۔ یہ زمانہ قبل ہجرت و وجوب جہاد کے زمانہ کا مماثل کیونکر
بن سکتا ہے۔ امام جانشین تو ٹھیرائے جاتے ہیں۔ صاحب سیف و جہاد کے اور اقتدار کرائی جاتی
ہے زمانہ اختفائے غار کی۔ یہ کیا ستم ظریفی ہے۔ اور خصوصیات امامت وہ بیان کی جاتی ہیں جو خائف
ہونے کی منافی ہیں۔ مگر امام کو تابع کیا جاتا ہے قول مومن آل فرعون کا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہاں
وہ شریعت سابقہ۔ کہاں احکام شریعت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔ کہاں امام مقتدائے انام۔ کہاں
ایک شخص احد من الناس آل فرعون میں۔ اور لطف یہ ہے کہ مومن آل فرعون سے بھی امام کی تطبیق
ٹھیک نہیں ہوسکتی۔ یعنی وہ بیچارہ کوئی نبی نہ تھا جس نے نبوت و تبلیغ رسالت کا اخفا کیا ہو۔ کوئی امام نہ
تھا جس پر ہدایت خلق و حمایت اسلام منحصر ہو۔ کوئی مجتہد نہ تھا کہ مسائل شرعیہ کا فتوے لکھنے کی خدمت
رکھتا ہو۔ صرف آحاد امت میں سے ایک شخص تھا۔ جسے بحالت اظہار ایمان ہلاکت کا خوف تھا۔ اگر
اس نے بحالت عدم ضرورت اظہار ایمان نہ کیا۔ تو اس کا قیاس امام پر کیونکر صحیح ہوگا۔ پھر بھی جب
حضرت موسیٰ علیہ السلام پہنچے تو اس نے باوجودیکہ اس کا کوئی یار و مددگار نہ تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام
کی طرف داری میں قصور نہ کیا۔ اور فرعونیوں کو ان عذابوں سے ڈرایا جو امم سابقہ پر نازل ہوئے تھے
قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ وہ شخص اظہار کفر کرتا تھا۔ غایت درجہ یہ کہ وہ اپنے ایمان کا اظہار نہ کرتا تھا
اور عدم اظہار ایمان مستلزم اقرار کفر نہیں ہے۔ معہذا اس کے کتمان ایمان کی مدح قرآن میں کہاں
ہے۔ صرف اس کا ذکر ہے۔ پھر سارے احکام شرع شریف ختم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر حضرات
ائمہ اس کی سنت پر کیوں چل نکلے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی زوجہ کو اختی کہنا تقیہ نہ تھا بلکہ
توریہ تھا جو حالت اضطرار میں جائز ہے۔ امامیہ اکثر آیہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان اور آیہ
الا ان تتقوا منہم تقٰۃ کو جواز تقیہ امام میں پیش کرتے ہیں۔ مگر ان آیتوں کا حکم عوام امت سے
متعلق ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ اگر ائمہ اس حکم کے مصداق ٹھیریں۔ تو ساری خصوصیات
وذاتیات امامت سے فارغ خطی دینی پڑتی ہے۔ کیونکہ جو امام تنہا قوم عاد سے جہاد کریں۔ اور لشکر
جن سے مقابلہ کریں۔ اور ان کا خوف غیب سے قلوب خلائق پر ایسا طاری ہوتا ہے۔ کہ سوائے انکی
تعظیم کرنے کے کچھ بن نہیں پڑتی۔ اور ملائک ان کے تابع فرمان ہوتے ہیں۔ اور شجاعت میں ایسے
اور طاقت میں اتنے زبردست ہوتے ہیں کہ کسی سے مغلوب و خائف نہیں ہوتے۔ (نہج البلاغہ

جزء ثانی۔صفحہ ۲۵) اور اپنی موت کا وقت اور سبب اور مقام ان کو پہلے سے معلوم ہوتا ہے (اصول کافی ۔صفحہ ۱۵۸-۱۵۹)۔ وہ کیونکر کسی کے خوف سے محتاج و مجبور ہو سکتے ہیں۔اوران پر کون اکراہ کرسکتا ہے۔ علاوہ ازیں دونوں آیتوں کے حکم ذات نبوی صلے اللہ علیہ وسلم سے متعلق نہیں بلکہ افراد عوام الناس سے متعلق ہیں۔ اور امام قائم مقام نبی کے ہوتے ہیں۔ اس صورت میں یہ آیتیں کسی طرح امام سے متعلق نہیں ہو سکتیں۔ ورنہ کوئی باقی نہ رہے گا جو خدا کا صحیح حکم بلا خوف بتلادے اور حق کو باطل سے جدا کر دے۔ کذا فی تنقیح المسائل۔

ششم۔ حضرت امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے تقیہ کی گردن ایسی کاٹ دی ہے کہ اگر تقیہ کی فرضیت پھر بھی امامیہ تسلیم کریں گے تو امام موصوف کی شہادت ثابت نہ ہو سکے گی کیونکہ شیعہ کا تقیہ مزعومی امام علیہ السلام پر واجب تھا۔ اور اس کو ترک کرنا جیسا نتیجہ پیدا کرتا ہے وہ احادیث امامیہ سے معلوم ہے۔ انتہا یہ ہے کہ دین و ایمان تقیہ کے ساتھ ہے۔ پس جبکہ یزید پلید کا حکم عامل حجاز کے نام آیا تھا کہ امام حسینؓ سے بیعت لے لو۔ اگر بیعت نہ کریں تو تنگ کر کے مجبور کرو اور عامل نے بلوا کر حکم سے اطلاع دی تھی۔ اس وقت ایسے اکراہ و اجبار کی حالت میں مثل عوام امت کے جو منصب اولو الامر و امامت و خلافت کا نہ رکھتے ہوں تقیہ کر لیتے۔ اور اس کو دل سے مکروہ جانتے اور بنا بر اصول شیعہ جب امن پاتے نکث بیعت کر لیتے۔ اس طرح سے جان و مال و خاندان و آبرو وغیرہ کا تحفظ بخوبی ہو جاتا۔ مگر اس کے برعکس امام نے حکم حاکم سنتے ہی فوراً بیعت سے انکار کر دیا۔ جس کا نتیجہ جو ہوا وہ سب کو معلوم ہے۔

دلائل مذکورہ بالا سے ظاہر ہے کہ تقیہ مصطلحہ شیعہ باطل ہے۔

خاتمہ

اب ہم تحفہ شیعہ کے حصہ دوم کو بعون و نصرت الٰہی ختم کرتے ہیں۔ اس سے حدیث ثقلین کا جواب مکمل ہو گیا۔ کتاب مصباح الظلم جس کے جواب میں یہ تحفہ لکھا جا رہا ہے۔ اس کے سرورق پر یہ عبارت لکھی ہے " عالی جناب معلے القاب شمس العلماء نواب سید امداد امام صاحب عظیم آبادی بغرض تفتیش و تلاش اسباب و اظہار موجبات کہ منجر بواقعہ ہائلہ قربانی بزرگ اہل بیت رسالت در کربلائے معلے شدند کتاب مستطاب مصباح الظلم و ایضاح البہم را بسلک تصنیف در آوردند یعنے سید امداد امام نے کتاب مصباح الظلم بغرض تفتیش اسباب واقعہ ہائلہ کربلا لکھی ہے۔ مصنف

پہلے سنی تھا پھر شیعی امامی ہوگیا۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ تیس برس کی تحقیق کے بعد میں جس دین کا پابند ہوں اس کی پابندی کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس وقت تک اس سے بہتر دین میری تحقیق میں نہیں آیا۔ (مصباح الظلم صفحہ ۴۲) گویا سید صاحب نے اپنی سی سالہ تحقیقات کے نتائج اس کتاب میں درج کیے ہیں۔ ہم نے بتوفیق الٰہی جواب ہیں ثابت کر دکھلایا ہے کہ جو کچھ اس کتاب میں لکھا ہے وہ تحقیق سے کوسوں دور بلکہ مجموعہ اباطیل و مفتریات شیعہ ہے۔ چنانچہ واقعہ کربلا کی نسبت مصنف اپنی تحقیق کا نتیجہ بدین الفاظ لکھتا ہے "سچ ہے کہ اگر سقیفہ کا معاملہ ظہور میں نہیں آتا تو کربلا کا واقعہ بھی ظہور میں نہیں آتا۔ لاریب کربلا کا واقعہ سقیفہ کے معاملہ کا ایک فطری نتیجہ ہے ۔ چہ خوش فرمود شخصے این لطیفہ۔ کہ کشتہ شد حسین اندر سقیفہ (مصباح الظلم صفحہ ۴۱۹) الحق خلافت شیخین اور شہادت امام حسینؑ بلا گفتگو علت و معلول کی نسبت رکھتے ہیں"۔ (مصباح الظلم صفحہ ۴۲۲)۔ اسی طرح قاضی نور اللہ شوستری مجالس المومنین میں لکھتا ہے۔ چون کمیت بن الاسدی حال ابوبکر و عمر را از حضرت امام محمد باقر سوال نمود۔ آنحضرت فرمود ما قطرت قطرۃ من دمائنا و دماء شیعتنا الا وھی فی اعناقھما الی یوم القیامۃ۔ وہمچنین منقول است کہ چون زید بن علی در معرکہ قتال تیر خورد گفت ھما اقاماني فی ھذا المقام۔ ویکے از شعرائے فرقہ ناجیہ گفتہ ۔ از عمر ہست اینکہ آئین جفا از پیش اوست۔ قتل مظلومان دشت کربلا از پیش اوست۔ وتوہم نشود کہ این سخن محض خیالے و مجرد احتمالے ست کہ در ثانی الحال بہ نسبت ادنے مناسبتے رو دادہ چہ ارباب الباب در مبدء تحقق امثال این اسباب حکم بظہور چنین نتائج و ثمرات مے نمایند و آن را از احکام قطعیہ عقلیہ مے شمارند۔ اس عبارت فارسی کا خلاصہ مطلب یہ ہے۔ کہ خلافت حضرت علیؓ کا حق تھا۔ جسے حضرات شیخین نے غصب کر لیا۔ اور خود خلیفہ بن بیٹھے۔ ان کے تسلط کی وجہ سے حضرت عثمانؓ اور امیر معاویہؓ کو اقتدار حاصل ہوا۔ اور امیر معاویہؓ کے تسلط سے یزید کو اقتدار حاصل ہوا۔ اور یزید کے تسلط کی وجہ سے واقعہ کربلا پیش آیا۔ اس طرح شہادت امام حسینؓ کا سبب خلافت شیخین ہے۔ چنانچہ امام محمد باقر نے فرمایا ہے۔ کہ ہمارے اور ہمارے شیعوں کے خون کا ایک قطرہ بھی جو گرایا گیا ہے یا قیامت تک گرایا جائے گا وہ حضرات شیخین کی گردن پہ ہے۔ دوسرے یہ کہ جب زید بن علی بن الحسین نے معرکہ جنگ میں ہشام بن عبد الملک کی فوج کے ہاتھ سے تیر کھایا۔ تو کہا کہ مجھ اس جگہ حضرات شیخین نے کھڑا کیا ہے۔ تیسرے یہ کہ ایک شیعی شاعر نے کہا ہے۔ کہ واقعہ کربلا عمرؓ کی جانب سے ہے۔ کیونکہ قانون جفا کا موجد وہی ہے۔ چوتھے یہ کہ جب ایسے اسباب مہیا ہو جائیں جو واقعہ سقیفہ کے وقت موجود تھے۔ تو عقلمند لوگ ابتدا ہی میں یہ حکم قطعی و عقلی صادر فرما دیتے ہیں۔ کہ

ان اسباب کے نتائج ایسے ہی ہوں گے جیسا کہ واقعہ ہائلہ کربلا۔ اگر قاضی صاحب کے طرز استدلال واصول کو تسلیم کیا جائے۔ تو قتل امام حسینؑ کا الزام سب سے پہلے العیاذ باللہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم پر عائد ہوگا۔ کیونکہ اصول کافی صفحہ ۲۹۹ میں یہ روایت موجود ہے۔ کہ امام جعفر صادق فرماتے ہیں۔ کہ جبرئیلؑ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر نازل ہوئے اور عرض کی۔ یا محمدؐ اللہ آپ کو ایک بچہ کی بشارت دیتا ہے جو فاطمہؑ کے بطن مبارک سے ہوگا۔ اور جسے آپ کی امت آپ کے بعد قتل کر دے گی۔ آپ نے جواب دیا اے جبرئیلؑ میرے رب پر سلام مجھے بطن فاطمہؑ سے ایسے بچہ کی ضرورت نہیں جسے میری امت میرے بعد قتل کر دے گی۔ جبرئیلؑ آسمان پر گئے۔ پھر اترے اور حضرتؐ سے اسی طرح عرض کی۔ آپ نے فرمایا۔ اے جبرئیلؑ میرے رب پر سلام مجھے ایسے بچہ کی ضرورت نہیں جسے میری امت میرے بعد قتل کردے گی پس جبرئیلؑ آسمان پر گئے اور پھر اترے اور عرض کی۔ یا محمدؐ آپ کا رب آپ سے سلام کہتا ہے۔ اور بشارت دیتا ہے کہ وہ اس مولود کی اولاد میں منصب امامت وولایت ووصایت مقرر کرے گا۔ یہ سن کر حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ بے شک میں راضی ہو گیا۔ بعد ازاں حضرتؐ نے فاطمہؑ کی طرف پیغام بھیجا۔ کہ اللہ مجھے تمہارے بطن سے ایک بچہ کی بشارت دیتا ہے۔ جسے میری امت میرے بعد قتل کردے گی۔ فاطمہؑ نے کہلا بھیجا کہ مجھے ایسے بچہ کی ضرورت نہیں جسے آپ کی امت آپ کے بعد قتل کردیگی اس پر حضرتؐ نے فاطمہؑ کو کہلا بھیجا۔ کہ اللہ عزوجل نے اس بچہ کی اولاد میں منصب امامت وولائیت ووصایت مقرر کیا ہے۔ یہ سن کر فاطمہؑ نے کہلا بھیجا کہ بے شک میں راضی ہوگئی انتہے۔ اس روایت سے منجملہ دیگر نتائج کے ایک نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے۔ کہ امام حسینؑ کے اصلی قاتل العیاذ باللہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ انہوں نے خلافت کے لالچ میں امام حسینؑ کے قتل پر دستخط کر دئے۔ اگر آپؐ قتل حسینؑ پر رضامند نہ ہوتے تو جس طرح پہلے دو مرتبہ فرما چکے تھے کہ مجھے ایسے بچہ کی ضرورت نہیں۔ تیسری بار بھی فرما دیتے کہ مجھے اس خلافت کی ضرورت نہیں۔ جو قتل حسین کے معاوضہ میں دی جاتی ہے۔ میں ایسے لالچ کے لئے قتل حسینؑ پر دستخط نہیں کر سکتا۔ آپ چاہے اسے پیدا کیجئے یا نہ کیجئے۔ خلافت دیجئے یا نہ دیجئے۔ خلافت کے لالچ میں قتل حسینؑ پر رضامندی صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی نے ظاہر نہیں کی۔ بلکہ حضرت فاطمہؑ بھی اس میں شریک ہیں۔ جیسا کہ روایت سے ظاہر ہے۔ پس حضرت فاطمہؑ بھی قاتل حسینؑ ٹھیریں علاوہ ازیں جس اصول سے شیخین کا قاتل حسینؑ ہونا ثابت ہوتا ہے اس سے کہیں زیادہ حضرت علیؑ وامام حسنؑ رضی اللہ تعالےٰ عنہما کا قاتل حسینؑ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ خلافت شیخین کے وقت واقعہ کربلا کا وقوع جس قدر قطعی وعقلی تھا اس سے کہیں زیادہ اس وقت قطعی وعقلی تھا جبکہ حضرت علیؑ نے امامت حضرت امام حسنؑ کے سپرد کی تھی۔ اور امام حسنؑ نے بذریعہ مصالحت اس کو امیر معاویہؓ

کے حوالہ کیا تھا پس خلافت شیخین اگر کسی درجہ میں واقعہ کربلا کا سبب ہے تو وہ سبب بعید ہے بخلاف حضرت علیؓ کے امام حسنؓ کو خلیفہ بنانے اور امام حسنؓ کے خلافت کو امیر معاویہؓ کے سپرد کرنے کے کہ یہ امور بہ نسبت خلافت شیخین کے واقعہ کربلا کے سبب قریب ہیں۔ لہٰذا بر تقدیر تسلیم اصول مذکورہ حضرت علی و امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہما بدرجہ اولےٰ قاتل امام حسینؓ ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ خلافت شیخین کو واقعہ کربلا کی علت قرار دینا غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس واقعہ کا اصل سبب خود شیعہ حسینؓ ہیں جیسا کہ ہم اس کتاب میں پہلے بیان کر آئے ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ واقعہ کربلا کے اصلی ذمہ دار شیعہ کے اسلاف یعنے منافقین یہود تھے۔ جو بظاہر اہلبیت کی محبت کے مدعی تھے۔ مگر حقیقت میں وہ اہلبیت کے ایسے ہی دشمن تھے جیسا کہ دیگر مسلمانوں کے۔ ان کا مقصد صرف تخریب دین اسلام تھا جس کے لیئے تقیہ آلہ کار تھا۔ اور زمانہ مابعد میں بھی یہی آلہ کار رہا۔ تقیہ کے بھیس میں وہ سنی کہلائے۔ کبھی محدث کبھی صوفی کبھی فقیہ کبھی مورخ کبھی حکومت میں دخیل بنے۔ اور کبھی سنیوں کے نام سے کتابیں لکھیں۔ اور کبھی کتب اہلسنت میں الحاقات کیئے۔ غرض جس طرح ممکن ہو سکا انہوں نے تخریب دین اسلام اور ترویج مذہب سبائی کا سامان بہم پہنچایا۔ اسی تقیہ کے سہارے وہ ائمہ اہلبیت پر خوب افترا کیا کرتے تھے جب کسی امام نے اس کی تکذیب کی۔ تو کہہ دیا کہ امام کا یہ انکار تقیہ پر محمول ہے۔ اسی طرح جب کسی امام نے اپنے اصحاب میں سے کسی کی مذمت کی۔ تو جواب دیا گیا کہ یہ مذمت تقیہ پر محمول ہے۔ ان منافقین نے جو سلوک حضرت امیرؓ و امام حسنؓ سے کیا وہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ جب وہ امام حسنؓ کی خوب تذلیل کر چکے۔ تو امام حسینؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور سوچا کہ آخر یہ بھی اس گھرانے سے ہیں جس نے ہمارا ملک چھینا اور ہمیں قتل و غارت کیا۔ اس لیئے انہوں نے پہلے امام حسینؓ کو امام حسنؓ کی حیات میں جبکہ وہ خلع خلافت کر چکے تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ کے خلاف ابھارنا چاہا۔ مگر امام حسینؓ نے ٹال دیا۔ اسکے بعد جب امام حسنؓ کا انتقال ہو گیا۔ تو پھر کوشش کی کہ ان کو امیر معاویہؓ سے لڑا دیا جائے۔ مگر امام حسینؓ نے پھر اس وقت وعدہ کر لیا۔ جب یزید برسر حکومت ہوا تو ان ظالموں نے پھر امام کو خط پر خط لکھے۔ اور اپنی وفاداری کا اطمینان دلایا۔ قصہ کوتاہ انہوں نے امام حسینؓ کو بلا کر عین وقت پر ان کا ساتھ چھوڑ دیا حضرت امام اور آپ کے ساتھی شیعیان کوفہ کے ہاتھ سے شہید ہو گئے۔ اس بیان کی تصدیق سید ... جو کتاب تنزیہ الانبیاء میں درج ہے اور جیسے سید محمد مجتہد ... ریہ میں لکھے ہیں۔ ... سین نا ابو عبد اللہ صلوٰۃ اللہ علیہ لم یسر الیہ ... و بعد ان کاتبوہ طائعین غیر مکرھین و مبتدئین غیر

مجیبین وقد کانت المکاتبة من وجوه اهل الکوفة واشرافها.... تقدمت الیه فی ایام معاویة وبعد الصلح الواقعة بینه وبین الحسن علیه السلام فدفعهم فی الجواب ما وجب ثم کاتبوه بعد وفات الحسن ومعاویة باق فوعدهم ومناهم وکانت ایام معاویة صعبة لا یطمع فی مثلها فلما مضی معاویة واعادوا المکاتبة وبذلوا الطاعة وکرروا الطلب والرغبة ورای من قوتهم علی من کان یلیهم فی الحال من قبل یزید وتجمیهم علیه وضعفه عنه ما قوی فی ظنه ان المسیر هو الواجب فقد تعین علیه ما فعله من الاجتهاد والتثبت ولم یکن فی حسبانه ان القوم یغدر بعضهم ویضعف اهل الحق عن نصرته ویتفق من الامور الغریبة۔ یعنے امام حسینؑ علیہ السلام کوفہ کی طرف تبھی ہی روانہ ہوئے جبکہ انہوں نے اہل کوفہ کی طرف سے پورا اطمینان کر لیا تھا اور ان سے عہد و پیمان لے لیئے تھے اور جبکہ انہوں نے بخوشی بلا جبر و اکراہ اور خود اپنی طرف سے نہ کہ امام حسینؑ کی درخواست پر امام کو خطوط لکھے تھے۔ حالانکہ سرداران و اشراف اہل کوفہ (امام حسنؑ کی حیات میں) واقعہ صلح کے بعد عہد معاویہؓ میں امام حسینؑ سے خط و کتابت کر چکے تھے۔ اور امام نے ان کو مناسب جواب دے کر ٹال دیا تھا۔ اس کے بعد امام حسنؑ کی وفات کے بعد امیر معاویہؓ کی حیات میں انہوں نے دوبارہ امام حسینؑ سے خط و کتابت کی تھی جس کے جواب میں امام ان سے وعدہ کر چکے تھے اور ان کو امیدوار کر چکے تھے۔ مگر اس وقت امیر معاویہؓ کی مخالفت اس واسطے نہ کی تھی کہ وہ زمانہ سخت تھا اس میں کامیابی کی امید نہ ہو سکتی تھی۔ پس جب امیر معاویہؓ کا انتقال ہو گیا۔ اور انہوں نے پھر خط و کتابت کی اور اطاعت قبول کی اور بار بار طلبی اور خواہش کا اظہار کیا اور امام نے دیکھا کہ وہ یزید کے گورنر کوفہ سے زبردست ہیں اور اس پر حملہ آور ہو سکتے ہیں۔ اور وہ ان کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتا جس سے آپ کو گمان غالب ہو گیا۔ کہ چلنا ہی واجب ہے۔ تو اس وقت اجتہاد و تثبت جو آپ نے کیا آپ پر لازم تھا۔ اور آپ کے گمان میں یہ امر نہ تھا۔ کہ بعض اہل کوفہ آپ سے بیوفائی کریں گے اور اہل حق آپ کی نصرت سے قاصر رہیں گے۔ اور عجیب عجیب واقعات پیش آئیں گے۔ انتہےٰ۔ یہ ہے اسباب واقعہ کربلا کی تحقیق واللہ اعلم بالصواب۔

هٰذَا وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰينَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

تمت

کتبہ محمد یوسف بن مولوی غلام مصطفٰے خوش نویس